[illegible] کی لطیف [illegible] معانی کا - نظارہ [illegible]

اردو میں مہابھارت

جلد اوّل

مترجمہ

ملک الشعرا منشی دوارکا پرشاد صاحب اُفق لکھنوی مرحوم

جسے

لالہ رام دتہ مل اینڈ سنز تاجران کتب لوہاری گیٹ لاہور

نے

(صرف ٹائیٹل) کاشی رام پریس لاہور میں چھپوایا

۱۹۲۶ء

شیوبرت لال ورمن ایم اے کی دیگر تصانیف بے نظیر

روحانی اشارے ۶/	علاج روحانی ۴/	ستی برنانت عہ	بھگت بھگونت بھگتی ۲/
بھگتی یوگ ۸/	روحانی آدرش ۴/	راجستھان کی بیرانیاں ۱۰/	سندر جوڑی ۵/
کرم یوگ ۸/	گھر کا راستہ ۳/	بھارت کی شجاع و عالم استریوں کے کارنامے ۶/	راجستھان کا عطر عہ
راج یوگ ۱۲/	شیر کی گرج ۲/	رامائن عاصہ	خانہ داری کی فلاسفی ۸/
انمول موتیوں کی مالا ۶/	سادھو کی صدا ۴/	مہابھارت عاصہ	پنجابی سورما ۸/
کبیر یوگ للعہ	کبیر بھگت ۴/	شاہی لکڑہارا عہ	پنجابی سورما ۲ گورمکھی دو حصے ۱عہ
کبیر بیجک سے	تلسی داس ۳/	" ڈاکو عہ	ہماری مائیں گورمکھی ... ۱۲/
وچار کلپ درم عہ	راجہ رسالو ۶/	" بھکاری عہ	سچی دیویاں گورمکھی ۱۲/
گیان کلپ درم عاصہ	بھگت برنانت ۶/	" بھگتی ۸/	" ہندی ۱۲/
کامیابی کی کنجی ۴/	سنت برنانت ۵/	" جادوگرنی عہ	" استریاں " ۱۲/
علم خیال ۸/	دلچسپ کہانیاں ۶/	" بھوت ۱۰/	ستی برنانت ہندی عہ
فانوس خیال ۴/	ہماری زندگی وشو ۴/	" چور ۲/	راجپوتنی کا ودوان ہندی ۶/
قانون خیال ۴/	آلھا کھنڈ ۸/	" راج بھگت ۴/	بھارت کی شجاع عالم استریاں ہندی ۸/
نیرنگ خیال ۴/	طوفانِ جنگ ۴/	" بھگتنی ۴/	چتوڑ کا ساکا ہندی ۶/
معجون خیال ۴/	ہماری مائیں ۱۲/	شاہی بھگت ۴/	
آئینہ خیال ۴/	ہندو مائیں ۶/		
یوگ کے عملی سبق ۸/	سچی استریاں ۸/		
اپنشد عاصہ	سچی دیویاں ۸/		

ओं

भूर्भुवः स्वः तत्सवितुर्वरेण्यम्भर्गो देवस्य धीमहि ।
धियो योनः प्रचोदयात् ।

चित्र लाला रामदित्ता मल्ल पुस्तकां वाला
लोहारी दरवाज़ा लाहौर ॥

Printed by L. Sohan Lal at the Arorbans Electric Printing Press, LAHORE.

مہابھارت

حصّہ اوّل

آدپرب

ادھیاے اوّل

یہ رُودادِ زمانہ سرگذشت پاسبانی ہے
شُنیدہ کہنے کو دراصل آنکھوں کی زبانی ہے

اودھ کے اور مُقدّس مقامات میں نیمشار (نیمکھارمشر کھ عرف نیمسارن) ضلع سیتاپور کا وہ متبرک تیرتھ ہے جہاں علائق دُنیوی کو لات مار کر بناسپتی کو دنیا کی نعمتوں پر ترجیح دینے والے رشی مُنی صرف وید پڑھ ھونی سے زندگی کا مزہ لوٹتے اور روشن ضمیری کی غیبی طاقتوں سے لوک پرلوک بنانے والی عقلی و عملی ایجادوں سے آریہ ورت کو رُوے زمین کا سرتاج بنائے ہوئے تھے۔ اُن کی ٹوٹی پھوٹی گھاس پھُوس کی کٹیوں میں جلنے والے اودھی کے چراغ میں قدرت نے وہ روشنی پیدا

کر رکھی تھی۔ جو دوپہر کے آفتاب اور پُورنماشی کے چاند کی آنکھیں
چوندھیاتی اور نور حقیقی میں اپنی تڑپ دکھاتی تھی۔ یہاں کے تپوبن کی
خاک کے ذرے آج بھی چشم حقیقت کے لئے آئینہ کا کام دیتے ہیں جن
میں آج کل کی روشنی میں اپنا منہ دیکھنے والوں کو وہ مقدس صورتیں دیکھ
کر آنکھیں نیچے کر لینا پڑتی ہیں۔ جن کے ہاتھ کے لکھے ہوئے صفر نے
سارے برھمانڈ کو محدود کر کے وہ قدرت دکھائی۔ کہ جرمن کا مشہور
معروف سنسکرت کا فاضل یورپ کی علمی لیاقت کا نفس ناطقہ
مسٹر میکس مولر انگشت بدنداں ہو کر پکار اٹھا۔ کہ یورپ کی سب
ایجادیں ہیچ۔ سائنس کے سارے کرتب واہیات۔ آریہ کے ایک صفر کو
دنیا کی کوئی سائنٹیفک ایجاد نہیں پہنچ سکتی۔ صرف ایک صفر نے وہ
کرامات دکھائی ہے کہ خواہ کتنی اعلیٰ سے اعلیٰ ایجادیں ہوں مگر کوئی تعلیم
یافتہ ملک کوئی صنعت و حرفت کا بانی بھارت ورش کے سامنے سر اونچا
نہیں کر سکتا۔ آج نیمسارن وہ نیمسارن نہیں۔ جس کی آب و ہوا کی تاثیر نے
علوم و فنون کو نشو و نما دیکر چار دانگ عالم میں علمی روشنی پھیلائی۔
دنیا کے چپے چپے پر کسب و فنون کے باغ لگا دیئے۔ اب وہاں خاک
اُڑتی ہے۔ غول صحرائی بانگ بے ہنگام سے کانوں کے پردے پھاڑتے
ہیں۔ مگر ہم آج کل کا ذکر نہیں کرتے۔ اُس زمانے کی خبر دیتے ہیں۔ جب
دنیا کی تمام مقدس صورتوں کا نظارہ صرف اُسی مقام پر دین و دنیا کی
زندہ جاوید عظمتیں پیش نظر کرتا تھا۔ اور جس کی برکتیں اس وقت بھی آریہ
ورت کی خاک کو رُوئے زمین پر بسنے والوں کے لئے اکسیر بنائے ہوئے ہیں ۔

یورپ کی پنجہزاری دنیا کو بھارت ورش سے تعلق نہیں۔ آریہ ورت نے خواب
میں بھی طوفانِ نوح نہیں دیکھا۔ اس وقت موجودہ ہندوستان کا
نجمِ اقبال دوپہر کا آفتاب ہو رہا تھا۔ اس کی آخیر تقدیر کی کرنیں پاتال توڑتی ہوئی
رساتل تک چاندنی چھٹکا رہی تھیں۔ وہی مقدس مقام ہے۔ اور وہی
عہد نیک فرجام۔ دواپر کے دن پورے کر رہا ہے۔ عمر کے آخری حصے

میں کچھ ہی کسر باقی رہ گئی۔ سوت جی منیوں اور رشیوں کے دلوں میں گیتھاؤں
کے ذریعے سے مغفرت وحقیقت کے بیج بوتے اور وعظ و نصائح کی لڑیوں
میں قیمتی موتی پروتے رہتے ہیں۔ کشف و رموز کی گتھیاں سلجھتی ہیں۔ دقایق
وحقایق کے معمے حل ہوتے رہتے ہیں۔ دنیا کی عیش و عشرت پر لات مار کر بڑے
بڑے راجے مہاراجے عبادت و ریاضت کو نتیجۂ زندگی اور حقیقت شناسی
ومعرفت دانی کو سنیاس آشرم کی کمائی سمجھے ہوئے ست سنگ کا وہ
آنند لوٹتے نظر آتے ہیں۔ جس کا دنیوی زندگی میں نام و نشان بھی نہ تھا۔
نوجوانی کے جس سرنگار رس پر طبیعت لوٹ ہو کر نفس پر قابو رکھنے والوں کو بھی
دین و دنیا سے بے خبر کر دیتی تھی۔ بیراگ نے اُسے کچھ اور کا اور کر دیا ہے
کیسی ہی نور کی تصویر ہو ان کی چشم حقیقت بین میں چمڑے کا کراہیت پیدا
کرنے والا ڈھانچہ طبیعت گھنانے والا اور خون اور پیپ ڈھالنے والا
سانچہ۔ مل موتر بنانے والی کل۔ ناک تھوک بہانے والے نل سے زیادہ نہیں۔
کیسا ہی قیمتی عقیق یمن۔ کیسا ہی بیش بہا لعل ختن ہو۔ اُن کی نگاہ میں کلیجے میں جم
جانے والی خون فاسد کی گٹھلی کے برابر ہے۔ اب نہ فرش کمخواب کا خواب ہے۔
نہ پھولوں کی سیج کا دھیان۔ نہ زرکار نوار سے بُنی طلائی پلنگڑی کا خیال ہے۔
نہ عارض حسینان سے زیادہ نرم نرم گل تکیوں کی تلاش۔ ایسے تارک الدنیا
بزرگوں اور سرد و گرم زمانہ سے واقف مہاتماؤں کو کام ہے تو بھگوت بھجن
سے یہ سروکار ہے تو توشۂ آخرت سے یہ نیمسار میں ۱۲ برس سے ایک جگ
ہو رہا ہے جس کی عظمت و شوکت کا کیا ٹھکانہ۔ دنیا چھوڑ بیٹھنے والوں
کا استقلال آہا۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں۔ آکاش پاتال۔ پاتال رساتل
ہو جائے۔ دن کو چاند نکلے رات کو آفتاب طلوع ہو۔ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے
مگر جگیہ کرنے والوں کے دل کی بندھی ہوئی دُھن میں کوئی طاقت مجال
نہیں کہ ذرا بھی فرق ڈال سکے۔ عظیم الشان جگیہ کی خبریں سُن سُن کر گوہوں
کندراؤں میں چھپے ہوئے تپشوی اِس بے تابی سے دوڑے چلے آتے
ہیں۔ کہ شمع کی روشنی دیکھ کر برساتی پتنگے بھی، نزاد قدم

پیچھے رہ جائیں- ہون کی آگ کے شعلوں کی آنچ سے آفتاب کے چہرے
پر پسینے کے قطرے جھلک اُٹھتے ہیں- اور عود وصندل کی خوشبو پھیلانے
والے دھوئیں سے آکاش کا دماغ معطر ہوا جاتا ہے- وید دُھنی سارے
برہمانڈ میں گونج رہی تھی- اونگ اور سواہا کے شبد سے ترلوک کے کان
بھرے جا رہے تھے- کہ سُوت جی مہاراج کے پُتر اُگرشرواجہرے سے
مذہبی جلال برساتے ہوئے وارد ہوئے ایک مہرشی کی آمد- وہ بھی
حقیقت شناس مہرشیوں کے جگیہ میں- آنند کی حد- آؤ بھگت
کی انتہا نہ تھی- سب نے آنکھیں بچھا دیں- نظر کی طرح دوڑ کر استقبال کیا
پلکیں قدموں پر جُھک گئیں- پتلیوں نے ایستادہ ہو کر تعظیم دی-
سر پر بٹھایا مزاج پُرسی کرکے زبان سے گوہر افشانی کی :-

" اوبھاگ- زہے قسمت- آپ اور ہمارے یگیہ میں شریک ہوں ہماری
ہی خوش قسمتی- یگیہ کے بھی نصیب- کہاں سے جلوہ افروزی
ہوئی ؟ کدھر سے نزول اجلال ہوا- ہماری سربلندی کی عزت نے آپ کو
کیونکر تکلیف دی" ؟

اُگرشروا- یگیہ کا شہرہ لے آیا- سُوت جی کا پُتر ہوں- لوم ہرشن نام ہے
لوگ اُگرشروا بھی کہتے ہیں- تیرتھ جاترا کو نکلا تھا- اتفاقاً راجہ جنمیجے[1] کے

نوٹ ۱ مہاراجہ جنمیجے نے سرپ یگیہ اس واسطے کیا تھا کہ ان کے والد بزرگوار مہاراجہ
پریکشت کو ڈسنے والے تکشک ناگ اور اس کی نسل کی منقطع ہو- تکشک ناگ پاتال
کے آٹھ ناگ کی قوموں میں سے ہے جن کے نام یہ ہیں (۱) اننت (۲) واسکی (۳) کمبل
(۴) کرکوٹک (۵) پدم (۶) مہاپدم (۷) شنکھو (۸) کلک- چنانچہ سنسکرت اشلوک ہے-

अनन्त वासुकिं वेणु कम्बंल चै
कर्कोटिस्य तर्ह्धिन्द्र पद्यं धर्म्यं सरासुप
महाल पुत्ताया पदम कुल [illegible] सजित: ॥

گو اس فہرست میں تکشک کا نام نہیں- مگر تکشک کا نام بھی ایسا ویسا نہیں (دیکھو صفحہ ۵ پر)

سرپ جگ میں شرکت نصیب ہوئی- وہاں مہاراج بید بیاس بھی تشریف فرما

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴) اسکا ذکر ہم اور موقع پر کرینگے- ناظرین کے لحاظ سے یہاں پر یہ دکھانا چاہتے ہیں- کہ تکشک کی نسل کو خاک سیاہ کرنے کے لئے راجہ جنمیجے نے جہاں جگیہ کیا گیا تھا- وہ مقام کہاں تھا- ناظرین تکشک کے نام کو یاد رکھیں پھر تکشک شلا کے نام کو نہ بھولیں- مہابھارت سورگا دھن پرب کے پانچویں ادھیائے میں اس مشہور زمانہ جگیہ کا مقام تکش شلا لکھا ہوا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تکشک کا وہیں مقام تھا- یا جنمیجے نے تکش کے مارنے کے لئے جس مقام میں جگیہ کیا اسکا نام تکشک کے نام سے منسوب ہوکر تکشک شلا ہو گیا- اچھا تو یہ تکش شلا ہے کہاں- یہ سرپ یگیہ کہاں ہوا تھا- اسکے واسطے ہم روایتوں سے دُور بھاگیں- گو اپنی دخل در معقولات سے کام لینگے- اور اس جغرافیہ کو سامنے کرینگے جس کو تمام یورپ مان رہا ہے- کننگھم صاحب مشہور جغرافیہ نویس بتاتا ہے کہ مہابھارت میں جس کا نام تکش شلا ہے وہ آجکل وہی ٹیکسلا (Taxila) تکش شلا (तेकशिला) کشمیر کے جنوب و مغرب میں ایک کوہستانی مقام ہے اور کننگھم صاحب کے بیان کی تصدیق سری والمیک جی کی رامائن سے بھی ہوتی ہے- یعنی:-

कृतेषु तेषु सर्वेषु भ्रातः केकयीसुतः
विदेद्यथामास तदासमुद्धेपूपुरोतमे।
तदसदाशिष्यापातु पुष्कलेपुष्कलवते
गन्धर्वदेशेरुचिरेस्वांधारविषयचस्त:॥

مطلب یہ کہ کل گندھریوں کے نیست و نابود ہوجانے پر شری کیکئی جی کے فرزند ارجمند بھرت ہی نے قندھار دیش میں دو شہر آباد کئے- تکش شلا میں تکش کو اور پشکلاوت میں پشکل کو آباد کیا- گندھربوں کا مذکورہ بالا دیش دریائے سندھ کے قریب واقع تھا:

सन्धोरुभयत: पार्श्वे देश: पर शोभन:
वा० रा० उ० कां० ११३ सर्ग ॥

اس بات میں کچھ شک نہیں کہ راجہ جنمیجے کا سرپ جگیہ کشمیر کے قریب ہوا تھا دیکھو صفحہ ۵ پر

اتہاسوں کتھاؤں کا دریا اُمنڈ رہا تھا۔ وعظ و نصائح کے دروازے کھلے ہوئے تھے۔ رشیوں نے بھگوان ویدویاس سے التجا کی کہ بھارت سمبندھی کتھا کیا ہے۔ زبانِ فیض ترجمان سے ارشاد فرمایئے۔ ویاس جی نے سری بیشم پاین کو حکم دیا۔ اُنہوں نے قدموں پر سر جھکایا اور پھر جو کچھ دُرافشانی کی۔ وہ بس کیا کہوں کیا تھی۔ وہاں سے چلا تو ادہر اُدہر کو تیرتھ کرتا کرتا ہوا آپ سب کے یگیہ میں پہنچ گیا۔ جو سنا تھا دل پرنقش ہے۔ آہا وہ آنند نہیں بھولتا۔

سونک اور دُوسرے رشی۔ مہاراج! بیشم پاین کے بچن سن کر آپ کو جو آنند ہُوا ہوگا وہ آپ جانیں۔ ہمارے دل میں صرف آپ کے حُسنِ سماعت کا خیال کرنے سے ایک موج اُٹھ رہی ہے۔ آپ کو تکلیف تو ہوگی مگر جس بھارت کی کتھا کا آپ نے ذکر فرمایا۔ اُس کے سننے کا اشتیاق دلوں کو بے چین کر رہا ہے۔

لوم ہرشن۔ آپ کے اس قدر اصرار کی کیا ضرورت کچھ زبان گھس نہیں جاتی۔ میں بڑے شوق سے وہ کتھا سُناؤں گا جس سے اہل زمانہ کی عاقبت درست ہو۔ اچھے چال چلن کی پابندیوں کا خیال ہے۔ ورنہ زبان ہلانا کیا مجال ہے۔

شربت کے گھونٹ جو ہیں پیئے اپنے کان سے
بن کر امرت تو سہی ٹپکیں زبان سے

آورت رشی۔ تو پھر کیا ہے۔ فرمایئے۔ زبان سے امرت برسایئے۔

لوم ہرشن۔ دُرستی کا دھیان کرکے۔ سری گنیش آتمہ کہکر اپرپہ رشی گن۔ سیت منی منڈلی۔ جس وقت آفرینندۂ کون و مکان خلاق زمین و آسمان

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۔ بعض لوگوں کا جو خیال ہے کہ یہ جگ ملک اودھ کے ضلع کھیری و کنتولی نام کے مقام پر ہوا تھا قابلِ وثوق نہیں نیمش شلا کو موجودہ زمانہ میں چاچ سرا کہتے ہیں جو قدیم سہسر شرا کا ایک بگڑا ہوا تلفظ ہے (دیکھو کننگھم صاحب کی کتاب اینشنٹ جاگرفی آف انڈیا)۔

کے دل میں کائناتِ عالم کو پردۂ عدم سے پیرایۂ وجود پہنانے کا خیال
پیدا ہوا۔ اُس کی قدرت لامحدود قوت ہست و بود سے ایک کرۂ نور
نظر افروز ہوا۔ جو ایک بیضوی شکل میں کارساز عالم کی قدرت اور
اپنی وسعت کو نہ دائرۂ خیال میں محدود ہونے دیتا تھا۔ نہ محیطِ نظر
میں انوارِ تجلّی کی کچھ حد تھی۔ عرض و طول سے پیمانۂ قیاس کی ایک پیش
نہ جاتی تھی۔ لیجئے اب سلسلۂ موجودات شروع ہُوا:
رجوگن کی طاقتوں کو قبضۂ قدرت میں رکھنے والے سری برہما جی
ظہور پذیر ہوئے۔ جن سے بقائے عالم موجودات کی صورت
ہوئی:
ستوگن کی قوتیں سری بشن جی کے دستِ اقتدار کی دست نگر
ہوئیں۔ جن کے جلوۂ مقدس نے وسائل پرورش و ذرائع پرداخت
سے مخلوقات کونین کو مطمئن کر دیا:
تموگن کی زبردست طاقتیں مہادیو جی کی مٹھی میں دی گئیں۔ جن
کی ایک جنبشِ نظر وجود کو نابود اور بقا کو فنا بنا دینے کے لئے ید طولےٰ
رکھتی تھی۔ صاف الفاظ میں اِن تین قدرتی طاقتوں نے پیرایۂ ظہور
قبول کیا۔ جو عالم میں کائنات کی بانی۔ محافظ زندگی اور فنا کنندہ ساکنانِ
عالمِ فانی ہیں۔ ان کے بعد پراچین دکش۔ سپت رشی عالم
شہود میں موجود ہوئے۔ پھر بسوے دیوا۔ اشونی کمار۔ اشٹ بسو۔
پرتھی جل۔ بایو۔ اکاش ۳۳ کوٹ دیوتا یعنے ۸ بسو۔ ۱۱۔ رودرلہ

لہ ۱۱ رودر (۱) اج	अज	(۲) ایکپات	एकपात
(۳) اہربدھن	अहिर्बुध्न	(۴) پناکی	पिनाकी
(۵) اپراجت	अपराजित	(۶) تریمبک	त्र्यम्बक
(۷) مہیشر	महेश्वर	(۸) برکھا کپ	वृषाकपी

(دیکھو صفحے ۸ پر)

۱۲- اُدیتیہ- ایک اندرؔ پرجاپت، اِن کے علاوہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷، (۹) شمبھو **शम्भु** (۱۰) ہرن **हरण**

(۱۱) ایشور **ईश्वर** بشن پوران انش ا دھیائے ۸ میں بیان ہے۔ کہ ایک بالک عالم وجود میں ظہور پذیر ہوکر رونے لگا۔ تب **पद्मयोनि** پدم یونی نے اس کا نام رُودر رکھ کر کہا کہ گریہ وزاری نہ کرو۔ برہما نے اس بالک کے سات نام رکھے۔ (۱) بھو **भव** (۲) شِرو **शर्व** (۳) اشان **ईशान** (۴) پشوپت **पशुपति** (۵) بھیم **भीम** (۶) اُگر **उग्र** (۷) مہادیو **महादेव**

ل ۱۲- آدیتہ ووسوان **विवस्वान** ارجما **अर्य्यमा** پوکھا توشٹا **त्वष्टा** سوتا **सविता** بھگ **भग** دھاتا **धाता** بدھاتا **विधाता** برن **वरुण** مِتر **मित्र** شکر **शुक्र** اڑکرم **अरुक्रम** مگر رگوید میں آدیتہ صرف ۶ مندرج ہیں۔ یعنی مِتر **मित्र** ارجما **अर्य्यमा** بھگ **भग** وُرن **वरुण** دکش **दक्ष** انش **अंश** تیتریہ براہمن **तैत्तरियब्राह्मण** میں آٹھ ادیتوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ شت پتھ براہمن میں ۱۲ آدیتہ - ۱۲ مہینوں کی صورتوں میں بیان کئے گئے ہیں۔

ل اندر- آریہ ورت میں جب ویدک دھرم پوری پابندی کے ساتھ ترقی پذیر تھا۔ تب راجہ اندر ہی دیوتاؤں میں واجب التعظیم مانے جاتے تھے۔ آریہ ورت ہی نہیں۔ بلکہ دوسری ولایات میں بھی راجہ اندر ہی کی پرستش کے رواج کا ثبوت ملتا ہے ؎

رگوید **ऋग्वेद** نشٹگتو **निष्टगतो** کے فرزند ہیں اتھر وید **अथर्ववेद** میں اندر کی والدہ کا نام ایکاشٹکا **एकाष्टका** درج ہے

گندھرب ۔ کنھر ۔ اپسرا دیو وغیرہ چاروں وید سب حواس ظاہری و

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸ پُرش سُکت पुरुष सूक्त کے قول سے راجا اندر اگنی अग्नि کے ساتھ پُرش पुरुष کے منہ سے جلوہ ظہور میں آئے ہیں
یجُروید برہمن तैत्तिरीय ब्राह्मण میں لکھا ہے کہ دیوتاؤں نے
تپسیا کر کے اندر کو پیرایہ وجود سے آراستہ کیا ہے ۔ رگوید میں اندر کی استری کو اندرانی
بنایا گیا ہے ۔ لیکن ایتریہ برہمن एतरेयब्राह्मण پرسُہا प्रसहा
کے نام سے موسوم کرتا ہے ۔ اندر ہرنیا دکھشا دایو हरण्यकाचायु
دیکھو صفحہ ۱۰ پسا

۱؎ گندھرب गन्धर्व ۸ سورگ ترک کے معنی ۔ یہ قوم برہما کی زبان سے عالم
وجود میں آئی ہے ۔ اس مولد و مسکن گبھ لوگ मह लोक و دیا ہرلوک کے
وسط میں ہے ۔ یہ قوم ۱۱ فرقوں میں منقسم ہے (۱) ابھراج अभ्रोज
(۲) انگھار अङ्गारि (۳) رمبھارسی रम्भारी (۴) سورج ودچا सूर्यवर्चा
(۵) کردھو क्रोधु (۶) ہست हस्त
(۷) سہست सहस्त (۸) سور دھنوان मङ्गत्वान (۹) مہا منا महामना
(۱۰) بشواسو विश्वावसव (۱۱) کرشانو कृशानु
(حوالہ اگن پران دیو پران)

۲؎ کنھر किन्नर یہ قوم موسیقی میں مشتاق ہوتی ہے ۔ اس کے افراد کمپرکھ किम्पुरुष
بیرترنگ تُرنگ بدن तुरंगवदन میو सभ
ویہرنتک वहरिनतक آئی مل میں ہیں جی کہتے ہیں ۔ سورگ کے تمبور तम्बुर
کاشی کھنڈ میں لکھا ہے کہ کبیر نے تپو بل سے مہادیو سے کبیک
جکش यक्ष اور کنھر پر عظمت اور تیر اندازی کا کمال پایا ہے (دکن کوش)

۳؎ اپسرا سورگ کی عالمہ مغنی برہمانڈ پوران کے رو سے ۱۴ فرقے ہیں ۔
(دیکھو صفحہ ۱۰)

باطنی کے مقام دائرہ وجود میں آئے ؛

بقایا صفحہ ۸ متعلقہ اندر) اور بائیو वायु ان کے سارتھی یعنی رتھبان ہیں (دیکھو رگوید)

اندر نے بتر वृत्र آرہ अहि شش शुष्ण نمچ नमुचि

پاکو पाकु شمبر शम्बर ارن उरण پن पणि

وتس वत्स ایسے اچھسوں کے سرگروہوں کا قلع قمع کیا ہے۔

پرانوں کی رو سے راجہ اندر کشیپ कश्यप و دت अदिति کے فرزند ہیں۔ پلوما دیت کو مار کر اُس کی لڑکی مسماۃ شچی शची سے شادی کی

دت کشیپ کی استری کے حمل کو ٹکڑے اڑانے کی وجہ سے مرد گن मरुद्गण کی پیدائش ہوئی۔ اسکا واقعہ یوں ہے کہ دت کی اولاد دیوتاؤں اور راکشسوں کی لڑائی میں تہ تیغ ہوگئی تھی۔ دت نے اپنے خاوند کشیپ سے اندر کے قتل کرنے کو ایک نہایت قوی بل بیٹے کی درخواست کی۔ کشیپ نے فرمایا۔ تمہارے ایک لڑکا ایسا ہی پیدا ہوگا۔ جو اندر کو نیست و نابود کر دے گا۔ مگر تم کو سو برس تک حمل کی تکلیف اٹھانا پڑیگی۔ دت نے قبول کیا۔ اور کشیپ تپشیا کو چلے گئے (باقی دیکھو صفحہ ۱۱ پر)

بقایا صفحہ ۹ متعلق اپسرا) (۱) برہمو د بھوا ब्रह्मोद्भवा (۲) بید و د بھوا

वेदोद्भवा (۳) اگنیو د بھوا अग्न्योद्भवा (۴) پونو د بھوا

पवनोद्भवा (۵) امرتو د بھوا अमृतोद्भवा (۶) بارید بھوا

वार्युद्भवा (۷) سورجو د بھوا सूर्य्योद्भवा (۸) چندرو د بھوا

चन्द्रोद्भवा (۹) بھومیو د بھوا भूम्युद्भवा (۱۰) ودیت د بھوا

विद्युतोद्भवा (۱۱) مرتیو د بھوا मृत्युद्भवा (۱۲) مدنو د بھوا

मदनोद्भवा (۱۳) دکش پرجاپت کی کنیا (۱۴) نشالم کی کنیا زوجہ کشیپ

اپسرائیں دو قسم کی ہیں لوکک लौकिक اور دیوک दैविक

یعنی لوکک ۳۴ اور دیوک ۱۰ ؛

ویدبیاس جی یوگ کی طاقتوں سے مہابھارت تصنیف فرما چکے۔

بقایا حاشیہ صفحہ ۱۰) اور حمل کے ۷ ٹکڑے کر ڈالے۔ اس کے بعد ان ٹکڑوں کے بھی ۷ ٹکڑے کئے۔ جن سے ۷ × ۷ = ۴۹۔ مرت یعنی بایو گن (ہوا کی اقسام) پیدا ہوئے۔ (دیکھو ہرہنس ادھیاے ۳) ان ۴۹ اقسام کے نام حسب ذیل ہیں:-

ایک جیوت एकज्योति دوجیوت द्विज्योति ترجیوت

त्रिज्योति جیوت ज्योति ایک شکر एक शाकर

دوئی شکر द्विशाकर ترشکر त्रिशाकर اندر इन्द्र

ست गत्यद्रश्य تت तत्त تپس کرت तपसकृत پر पर

سنت सत سُت सुमित सुमिसत رت جت

रतजित

سنیہ جت सत्यजित् سُکھین सुषेण سین جیت

सेनजित انت منتر अन्तमित्र انمتر अनमित्र پرتر [illegible]

اپراجت अपराजित رت रित رت داہ ऋतवाह دھرتا

دھرتی धर्ता دھرن धरुण دُھرو ध्रुव بدھارن विधारण دیودیو

देवदेव ایدرکش ऐदरक्ष اُدرکش उदरक्ष پرتن प्रतन

پرش ورکش परिवृक्ष شر समर دھاتا धाता دُرگ दुर्ग

بھیم भीम ابھیکت अभियुक्त اپات अपात سہ सह

گھتی घति گھپ घप اندسو अन्दस्व انھواس अधवास

کام काम جے जय براٹ विराट

اس فہرست سے یہ ثابت ہوا کہ آریہ ورت میں عنصر باد ۴۹ قسم کا مانا گیا ہے جنکے نام اوپر لکھے گئے ہیں

جنیت जेयंत (جس نے رامچندر جی کے بن باس کے زمانہ میں کوّے کا بھروپ بھر کر سری سیتا جی کے پاؤں پر منقار ماری تھی۔ اور جس کی پاداش میں سری رامچندر جی نے اس کی آنکھ کور کر دی تھی) دیکھو صفحہ ۱۲ پر

ننکھے- اس کا حرف حرف ان کا صفحہ یادداشت نہا قلمی امداد

بقیہ حاشیہ صفحہ (۱۱) رکھب ऋषभ ادرمڑھ मदि اندر کے فرزند ہیں- گورو کی استری سے صحبت کرنے کی وجہ سے علامت مردمی زائل ہوئی- ازاں بعد ایک ہزار آنکھیں حاصل ہوئیں- توشٹا त्वष्टा کے بیٹے بشوروپ کو قتل کرنے سے ایک مرتبہ یہ راج سے معزول ہوئے تھے- اندر نے سواشومیدھ جگیہ کئے ہیں- پران میں درج ہے- کہ جب کوئی سواشومیدھ جگیہ کرنے کا انوشٹھان کرتا ہے- تو راجہ اندر بگھن کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں- برتر کو قتل کرنے پر جب برہم ہتیا ہوتی تھی- تو یہ سورگ سے بھرشٹ ہوئے تھے- اس وقت نُنکھ नुहष کو اندر کی پدوی ملی تھی- ایک مرتبہ مارجات-

समुद्गमत्थानोभत युष्यबृत्त विरोष
वास्यतेयस्पपव्याणां गस्लेलो विकीलिना ॥

وہ درخت جس کے پھولوں کی خوشبو تین جوجن تک پھیلی رہتی ہے (دیکھو لشن کوس)، کا ایک پھول نارد جی سری رکمنی جی کو دیئے گئے- اس پرست بھاماں جی کو حسد ہوا- تب سری کرشن جی اندر کو شکست دے کر اندر کی راجدھانی امراوتی عرف امرنگر سے پارجات کا درخت لے آئے اور اسے دوارادتی المعروف بہ دوارکاپری میں نصب کیا (دیکھو ہربنس پوران)، اوائل میں برجباسی لوگ اندر کی پرستش کیا کرتے تھے- مگر کرشن چندر جی نے ان کی پرستش بند کرادی- انگلی پر گوبردھن اُٹھانے کا واقعہ اسی بنیاد پر ہے- یورپ یونان کے اتہاس میں زیس Zeus کی شکل وشباہت اندر کی سی بیان کی گئی ہے- زیس کا دوسرا نام جو پٹر Jupiter ہے- یہ بھی اندر کے بجر دھر ہیں (دیکھو صفحہ ۱۳)

کی ضرورت تھی۔ جس وقت روشن ضمیری اور صفائی قلب سے کام لیا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲، جب دیوتاؤں اور راکشسوں سے لڑائی ہوئی تھی۔ تو پھر رشی
دریچ کی ہڈی سے بسوکرماں (کارخانہ قدرت کی صنعت و حرفت کے عالم انجینئر
نے اندر کے واسطے راکشسوں کے مارنے کو بجر بنایا تھا۔ یونان کے ہفیسٹس
Hephuctus نے بھی زیس کے لئے اندر کے مذکورہ بالا بجر کی طرح
کا ایک ہتھیار تیار کیا ہے جس سے زیس نے ٹائٹین Titan کے خاندان کو
نیست و نابود کر کے Greek یونان کے دیوتاؤں کی حفاظت کی تھی نیس
کی پیشانی نیلگوں بیان کی گئی ہے۔ فیولس Phaelus ایک یونانی دیوتا نے ہیلیس
Helias یونانی دیوتا کو مویشیوں کی حفاظت کے لئے ایک سونے کا
ہتھیار دیا تھا اندر کے ہاتھ میں بھی ویسا ہی سونے کا بجر ہے (دیکھو رگوید
سنگھتا، اندر کے بنائے ہیں بھی ایک منور رتھ کی رتھبانی کرتے ہیں۔
پارسیوں کی مذہبی کتاب ژندہ دستان میں برتر کا نام Varethara
اور اندر کا نام برترگھن Varethragna लिखا ہے۔ پارسی دھرم
پستک میں درج ہے کہ بھرتر نے برن बबुन شہر میں آریہ
بھومی Ariana کو فتح کرنے کے لئے حملہ کیا تھا۔ مگر اندر نے
سب کا قلع قمع کیا۔ یونانی اتہاس میں برتر वत्र کا نام ارتھرس
Orthrs اور اندر کا نام ارتھردہن Orthrpon لکھا
ہے۔
اپولن Apolon یونانی دیوتا بھی سونے کے ہتھیار سے
مسلح ہیں۔ اور ان کے تیر بھی اندر کی طرح کے ہیں۔ ہربنس بھوشیہ پرب ۱۲۳،
ادھیائے اندر کی رتھ کے گھوڑے سبز ہیں جن کو हरितवर्णा ہرت برن
کہتے ہیں۔ یونانی دیوتا ہلیس کے گھوڑوں کا نام Charities ہے جو
بیڑ کے ہوا ہے لنفانی بہت بیان کی گئی ہے۔ اور خواہشات نفسانی پورا کرنے
کے متعدد تذکرے کئے گئے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۴ پر)

سری برہما جی بہ نفس نفیس ظاہر ہوئے۔ درشن دیتے ہی فرمایا۔ گنیش جی کا دھیان کرو۔ سب مطلب سدھ ہو جائیگا برہما جی یہ فرما کر نظر سے غائب ہو گئے اور ویاس جی نے عقیدت باطنی و جذبات قلبی سے کام لیا۔ تو خود گنیش جی نمودار ہوئے۔ پھول چندن وغیرہ سے چرنوں کی پوجا کی گئی۔ اغراض دلی بتائے گئے جس نے فرمایا کہ مہاراج آپ بولتے جائیں میں صفحہ دل پر لکھے ہوئے الفاظ لکھتا جاؤں گا۔ اُدھر زبان سے گوہرافشانی ہونے لگی۔ اُدھر شاخ قلم سے گل افشانی۔ گنیش کا سمند قلم میدان قرطاس پر ہوا سے باتیں کرتا تھا بیاس جی سے شرط کی۔ کہ دھیان رہے عنان اشہب خامہ رُکنے نہ پائے ویاس جی نے ۹ سو ایسے دقیق اور حل طلب اشلوک پڑہے جن کے سمجھنے میں گنیش جی کا اس قدر وقت صرف ہوتا جاتا تھا کہ ویدویاس جی او بہت سے اشلوک تصنیف فرما لیتے تھے۔ لوم ہرشن جی مہابھارت کے ۱۸[له] پربوں کی تفصیل اور مضامین کی تشریح فرمائیے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳ تیتریہ سنگھتا तेततोपारहा ।।६ २।। میں بیان ہے کہ اندر نے اپنے باپ کو قتل کیا ہے۔ یونانی کتابوں میں جوپیٹر اور اس کے باپ کی خونخوار دشمنی کا ذکر درج ہے:۔

له مہابھارت کے ۱۸ پربوں کی تفصیل:۔

(۱) آدپرب۔ اس میں ۲۲۷- ادھیاد اور ۸۸۸۴ اشلوک ہیں اور ۱۷ الوپ

پرب	ادھیاد		اشلوک		الوپ	
(۲) سبھا پرب	۷۸	"	۲۵۱۱	"	۱۹	"
(۳) بن پرب	۲۶۹	"	۱۱۶۶۴	"	۱۹	"
(۴) براٹ پرب	۶۸	"	۲۰۵۰	"	۶	"
(۵) ادویوگ پرب	۱۷۶	"	۶۶۹۷	"	۱۳	"
(۶) بھیشم پرب	۱۱۸	"	۵۷۷۴	"	۵	"

(دیکھو صفحہ ۱۵ پر)

کے بعد تر زبان ہوئے کہ میں نے بالاختصار مہابھارت کی کتھا
بیان کی - ۱۸ دن میں ۱۸ - اکشونی (چھونی) فوج ان میں کٹ مری -
جس شخص کو وید پڑھنے کی خواہش ہو - پہلے مہابھارت پڑھے
پھر وید مقدس - جس نے مہابھارت نہ پڑھی اور وید پڑھے
اس کا وید پڑھنا اور نہ پڑھنا برابر ہے - مہابھارت رات
کو پڑھی جائے تو دن کے گناہوں کا کفارہ ہو - دن کو پڑھے
تو رات کے پاپ کٹ جائیں - پشکر اشنان کا مہاتم اور
گئودان کا ثواب اس کے مطالعہ سے حاصل ہوتا ہے -
اول اول ویاس جی نے ۲۴ ہزار اشلوک سکھدیو جی اپنے فرزند
کو یاد کرائے - انہوں نے اپنے نورِ نظر کو پڑھائے - پھر ۶۰ لاکھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴

(۷) وردن پرب اس میں ۱۸۰ - ادھیائے اور ۸۶۰۶ - اشلوک ہیں اور ۸ اپ پرب

(۸) کرن پرب	"	۶۹	"	۴۹۶۴	"	"
(۹) شل پرب	"	۵۹	"	۳۲۲۰	"	۵ "
(۱۰) سوپتک پرب	"	۱۸	"	۸۷۰	"	۲ "
(۱۱) استری پرب	"	۲۷	"	۷۷۵	"	۵ "
(۱۲) شانتی پرب	"	۳۲۹	"	۱۴۷۳	"	۳ "
(۱۳) انوشاسن پرب	"	۱۴۶	"	۸۰۰۰	"	"
(۱۴) اشومیدھ پرب	"	۱۰۳	"	۳۳۲۰	"	"
(۱۵) آشرم باس پرب	"	۴۲	"	۱۵۰۶	"	۳ "
(۱۶) موسل پرب	"	۸	"	۳۲۰	"	
(۱۷) پرستھانک پرب	"	۳	"	۳۲۰	"	
(۱۸) سُرگاروہ پرب	"	۵	"	۳۰۹	"	

اشلوکوں میں وید بیاس جی نے اعجاز بیانی کے کمالات دکھائے۔ تو دیول منی نے ۱۵ لاکھ اشلوک پترلوک میں سُنائے نارد جی نے ۳۰ لاکھ اشلوک دیوتاؤں کو۔ سکھدیو جی نے ۱۰ لاکھ اشلوک گلش اور گندھربون کو سُنائے۔ ایک لاکھ اشلوک جیشم پائن جی نے سنا کر السنانی دنیا کو گرویدہ احسان کیا۔ یہی ایک لاکھ اشلوک ہیں جو پردہ دنیا پر مہابھارت کے نام نامی سے موسوم اور آریہ ورت کی دینی و دنیوی عظمت کی زندہ جاوید یادگار ہیں۔

دوسرا ادھیائے

کبھی دلداری کبھی دِلشکنی ہوتی ہے
ویسی ہی ہوتی ہے جیسی شدنی ہوتی ہے

بچۂ سگ پر بیداد- مادہ سگ کی راجہ جنمجے سے فریاد- بددُعا سے راجہ کا خلجان- ازالۂ بددعا کا سامان

لوم ہرشن جی دُرج لب سے گوہرافشانی فرماتے ہیں۔ کہ جس وقت راجہ جنمجے سرپ جگیہ میں مشغول تھا۔ اس کے قوتِ بازو اگر سین و بھیم سین منتظم و منصرم کاروبار تھے۔ اتفاقاً ایک کتا جگیہ میں آ گھسا۔

راجہ کے بھائی برانگیختہ ہوئے اور مار پیٹ کر وہاں سے باہر نکلوا دیا
کتا روتا چلاتا اپنی ماں سے فریادی ہوا۔ ماں نے پوچھا کوئی حرکت ناشائستہ
تو سرزد نہیں ہوئی۔ کتا بولا نہیں میں نے جگیہ کی کسی چیز کو چھونا کیسا آنکھ اٹھاکر
بھی نہیں دیکھا۔ کتیا فوراً ہی جگیہ میں پہنچی۔ انسانی آواز میں راجہ سے کہا
تمہارے بھائیوں نے میرے بچے کو بے قصور مارا ہے۔ اچھا نہیں کیا
راجہ جنمیجے نے اس تقریر کو اس کان سُنا اُس کان اڑا دیا۔ جواب میں
بالکل خاموشی اختیار کی۔ کتیا نے پھر کہا" مہاراج! ہوشیار خبردار
کہے دیتی ہوں۔ کچھ شدنی ہے۔ آفتِ ناگہانی کو سر پر ہی سمجھیے گا" اب
تو راجہ کے ہوش اڑ گئے۔ خیال ہوا کہ ہزاروں افعیٔ خونخوار۔ لاکھوں مار سیہ
جلا کر راکھ کیے۔ ان کا خون ضرور کچھ نہ کچھ رنگ لائیگا۔ مار گزیدہ از
ریسماں مے ترسد۔ دُودھ کا جلا چھاچھ پھونک پھونک کر پیتا ہے
مہاراجہ پریچھت کی موت سے شاپ (بددُعا) کا تجربہ ہو چکا تھا۔ دل
تھرّایا۔ کلیجہ سہم اُٹھا۔ جگیہ سے چلے تو ہستناپور میں دم لیا۔ فکر ہوئی
کہ کوئی لایق فایق برہمن ملے۔ تو پروہت کی حیثیت میں مجھے عذاب سے نجات
دلوائے۔ اور بددعا کا ازالہ کرے زمانہ عبادت و ریاضت تھا۔ کشف
و کرامات کی گرم بازاری تھی۔ راجہ نے جنگل کی راہ لی۔ خاک چھاننے
چھانتے تقدیر ایک آشرم میں لے گئی۔ جہاں مہرشی سُرت شردا اور
ان کے فرزند سوم شردا رونق افروز تھے۔ راجہ نے ڈنڈوت کر کے
مہرشی سُرت سے درخواست کی :-

" مہاراج میری دلی خواہش ہے۔ کہ آپ کے فرزند سوم
شردا جی کو اپنا پروہت بنا کر زندگی سپھل کروں"۔

سُرت شردا۔ کیا مضائقہ۔ جو مرضی۔ مگر یہ سمجھ لیجئے۔ سوم شردا
بڑا دریادل اور عالی ہمت ہے کسی کا سوال رد نہیں کرتا۔ کوئی کیوں ہو
جو چیز مانگے یہ بے غل و غش اٹھا دیگا۔ اگر تم متحمل ہو سکو۔ تو سوم
شردا موجود ہے۔ شوق سے پروہت بناؤ۔

راجہ جنمجے۔ ان کو سب اختیار ہے۔ میں جو اُف بھی کروں ؀
بات طے ہو گئی۔ راجہ شوم سروا کو لئے ہوئے مکان پر آیا۔ شوم سروا
پروہت ہوئے۔ راجہ نے کیا وزرائے سلطنت۔ کیا اراکین دولت حتیٰ
کہ بھائیوں اور خاص رانی کو بھی فہمائیش کردی۔ کہ سوم شرواجی کی بات
کبھی نہ ٹلے۔ جو یہ مانگیں بے تکلف دیدو۔ لیت ولعل آرے بلے کی کوئی ضرور نہیں ؀
حکم کی تعمیل ہونے لگی اور راجہ کو فرمانروائی کرتے ہوئے زمانہ ہوگیا
آخر راجہ جنمجے نے تکشلا کو فتح کرکے شامل قلمرو کیا۔ اور راجہ پوت کی مشورت
سے راجہ جنمجے اور راجہ موصوف الصدر کے پروہت دھوم رشی مقرر ہوئے۔
رشی کے تین شاگردان رشید (آردنی۔ اپمنیو۔ اور وید) عالم اجل وفاضل
اکمل تھے۔ اس پر گرو بھگتی سونے میں سوہاگا۔ چونکہ راجہ کو یگیہ کی خواہش تھی
اس لئے اس نے ان تینوں چیلوں میں سے وید کو اپنا اودھیائے بنا لیا ؀

ادھیائے ۳
ویدرشی کی استری کا اظہار عشق اسکے نتائج اور سرپ یگیہ کی وجہ

وید رشی راجہ جنمجے کے ساتھ ہیں۔ اس کا مشہور چیلا اُتنک رشی اپنے
گُرو کی اجازت سے آشرم میں مقیم ہے۔ اُتنک رشی کا دھرم تیج اور گرو
بھگتی ضرب المثل ہو رہی ہے۔ اس پر شباب کا زمانہ۔ جوانی کا عالم۔ اک
تو نیناں مدھ بھرے دوجے انجن سارؔ والا معاملہ

اک تو گن دینو ئ۔ دوجے روپ بنندہ
یہ دونوں کہاں پائیے سونا اور سوگندہ

کا تحوا حسب حال۔ ویدرشی کی دھرم پتنی کے بے قابو دل پر صباحت د

ملاحت موہنی ڈال گئی - حیا و شرم نے پان رخصت لیا - صبر و قرار جواب دے گئے - پاکباز طبیعت آپے میں نہ رہ سکی - غلبۂ محبت اور ولولۂ عشق سے کلیجے میں دبی ہوئی آگ کو شعلہ زن کردیا - خواہشیں دبائے سے نہ دبیں حسرتوں سے نچلا نہ بیٹھا گیا - منہ سے کہلوا ہی کے چھوڑا ؎

نامِ الفت ہے رقم مُہرِ لبِ خاموش میں
کیا کھول دل جان سے کیوں تنگ ہے آغوش میں
کیا گو صاد آنکھوں کی حیا نے عرضِ مطلب پر
مگر جب دل سے نکلی بات آکر رُک گئی لب پر

پرواز سخن معنی بند نہ تھا - طرز کلام میں المعنی فی البطن الشاعر کے کنائے نہ تھے - اوتنگ رشی صاف سمجھ گئے - کہ منشا کیا ہے - غیرت و حیرت نے قیافے کا اندازہ بدل دیا - دست بستہ گذارش کی :-

" ماتا جی آپ ماتا ہو کر مجھ سے یوں فرمائیں حیرت ہے - میری ذات سے کبھی ایسی امید نہ رکھیئے " ؛

ویدرشی کی استری پر اس جواب نے اثر کیا - شرم سے اس کی گردن نیچی ہو گئی - منہ سے کوئی بات نہ نکلی - مگر دل ہی دل میں کڑھ گئی - محبت نے دشمنی کا چولا بدلا - تاہم ظاہری صورت میں کچھ دنوں کے لئے معاملہ رفت و گذشت ہی سا ہو گیا - آخر ویدرشی آشرم میں تشریف لائے معلوم ہوا کہ بات یوں تھی - اوتنگ رشی سے بہت خوش ہوئے - فرمایا جو خواہش ہو مانگ لو خوشی سے دینے کو تیار ہوں ؛

اوتنگ رشی - آپ کے چرنوں کی سیوا کے سوا کوئی بھی خواہش نہیں یہی میرا پرم دھرم ہے - آپ ہی جو ارشاد فرمائیں - اس کی بسر و چشم تعمیل کروں کتنا ہی مشکل کام ہو - آپ کی توجہ سے آن واحد میں ہو سکتا ہے - صرف جنبش نظر کی ضرورت ہے ؛

ویدرشی - اچھا جاؤ - اپنی ماتا سے پوچھو - کیا ہوس - کیا مطلب ہے جو اُس کی مرضی ہو پوری کرو ؛

اوتنگ رشی نے ویدرشی کی استری سے دست بستہ گذارش کی۔ ماتاجو حکم ہو ابھی بجالاؤں۔ کچھ زبان سے فرمایئے ؛

ویدرشی کی استری کے دل میں عداوت کی گرہ مضبوط ہو چکی۔ اُس نے سوچا کہ بخار نکالنے کا یہی موقعہ ہے۔ بس حکم دیا کہ

راجہ بھت کے یہاں جاؤ۔ رانی کے جڑاؤ کنڈل لے آؤ۔ مگر چار دن سے زیادہ دیر نہ ہو" ؛

حکم کی دیر تھی۔ اوتنگ رشی وہاں سے ہوا ہوئے۔ سچ مچ ہی پر لگا کر اُڑے اور راجہ کے پاس جا پہنچے۔ فرمایا۔"کنڈل لینے آیا ہوں۔ دیجیئے۔ اور اشیرباد لیجیئے۔" راجہ اوتنگ رشی کے چہرے سے بھانپ گیا۔ کہ کنڈلوں کا سوال ذاتی ضرورت سے نہیں۔ ضرور کسی اور کی فرمائش ہے جس کی وجہ سے رشی مہاراج کو خود تکلیف گوارا کرنی پڑی۔ اس نے نوزارانی سے کنڈل کی جوڑی منگا رشی کی ہاتھ پر رکھی۔ رشی وہاں سے روانہ ہوئے۔ تو راستہ میں اور ہی گُل کھلا۔ تکشک[1] نے کنڈل اڑ لیئے۔ اور زمین میں غائب۔ رشی کو افسوس ہوا۔ کہ کیا کرایا بگڑ گیا۔ ساری محنت اکارتھ ہوئی۔ آخر وہ سوراخ کھودنا شروع کر دیا۔ جس میں تکشک روپوش ہو گیا تھا۔ اوتنگ رشی نے اب منتروں کی برکت سے راجہ اندر کی یاد کی۔ ان پر رشی کے تیج پرتاب کا اثر ہوا۔ ویدرشی کے چیلے کی عزت پہچان کر وہ خود آ گئے۔ رشی کی مدد کی۔ اور کنڈل کی جوڑی بدستور رشی کے ہاتھ آ گئی۔ رشی وہاں سے چلے پڑے۔ ویدرشی اور رشی پتنی کی خدمت میں آئے۔ کنڈل کی جڑاؤ جوڑی پیش کی۔ دونو کنڈلوں کو دیکھ حیران رہ گئے۔ اوتنگ رشی کی خدمت لائقہ نے دل کا کنول کھلا دیا ؛

تکشک اوتنگ رشی کو چکمہ دے چکا تھا۔ رشی کی کے دل میں عداوت جڑ پکڑ چکی تھی۔ گوشمالی کا خیال نہ بھولتا تھا۔ ایک موقعہ پر راجہ جنمجے سے کہہ ہی بیٹھے۔ کہ تکشک ناگ کی نالائقی قابل معافی نہیں۔ آپ کے والد

[1] تکشک ناگ باسکی کا بھائی ہے ؛

ما جد اس سنے زہر اُگل کر موت کے منہ میں جھونکا۔ ضرور سزا کے لائق ہے۔ آپ سرپ جگیہ کریں ایتیں آہوتی دیکر منتروں کی غیبی طاقتیں دکھاؤں گا۔ راجہ جنمجے نے رشی کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ جگیہ ہوا اور سنگ رشی نے آہوتی دینے میں وید منتروں کی وہ وہ کراماتیں دکھائیں۔ کہ اندر کیا اندر آسن بھی کھچا ہوا چلا آیا۔

ادھیائے ۴

کدرو اور بنتا کا سوتیا ڈاہ اور ارُن و گرڑ کی پیدائش

اُگر شر دایوں راوی ہیں۔ کہ بھرگ رشی نے ایک وقت اگن دیوتا کو آتش غضب کے اشتعال میں شعلۂ زبان کی شرر انگیزی سے سراپ دیا کہ تو سانپوں کو زہر مار کرے۔ اس کی ساری روئداد و سرگذشت بیان کر کے رشی جی نے پھر زبان فیض ترجمان سے گل افشانی فرمائی کہ کشیپ **महर्षि कश्यप** کے دو محترمان بزم اخلاص۔ ایک کدرو **कद्रू** دوسری بنتا **बनता** کی سوتیا ڈاہ مشہور ہے۔ سوت چوں کی بُری۔ ایک میان میں دو چھریوں کا اثر خالی نہیں جاتا۔ ان کے دلوں میں بھری ہوئی چھریاں بھی میان سے اگل پڑیں۔ اور جو نتیجہ ہوا وہ گوش گزار کیا جاتا ہے کشیپ کی دونو انہیں جلوت و جلیس خلوت میں بڑا پیار تھا۔ ایک دوسری کو دیکھ کو جیتی تھیں۔ اب دلوں میں گرہ پڑنے کے سامان بندھے۔ گوشت سے ناخن جدا ہونے کا رنگ جما۔ کشیپ جی صاحب کشف و کرامات تھے۔ کدرو نے بردان مانگ لیا۔ کہ فیض دُعا سے مجھے ایسے ہزار فرزندلیں جوڑے طاقتور اول درجہ کے مشہور ہوں۔ بنتا نے سوچا کہ میں کیوں چُوکوں۔ شوہر

سے بردان مانگا۔ کہ مجھے صرف دو نورِ نظر چاہئیں۔ مگر نورِ نظر کون۔ جو
کدرو کے ایک ہزار لڑکوں پر طاقت و بسالت میں بھاری ہوں۔ وہاں
ذراسی جنبش لب کی دیر تھی۔ اچھا کہتے ہی ناوکِ مراد نشانہ پر جم بیٹھا۔
اور کامیابی مقاصد کی امیدوں نے آرزومندوں کی مراد کی جھلک دکھانا
شروع کی۔ یعنی کدرو کے بطن سے ہزار انڈے پیدا ہوئے اور بنتا کے بطن سے دو
پانچ سو برس گزرنے پر انڈوں سے ہزار ایسے افعی خونخوار پیدا ہوئے
کہ جن کی پھنکار سے آگ کے شعلے برس جاتے۔ اور گرداب زہر کے تھپیڑے
لگتے تھے۔ بنتا زیادہ صبر نہ کرسکی۔ بیتابی انتظار سے اس نے اپنے ایک
انڈے میں سوراخ کیا۔ تو حقیقت کھلی کہ بچہ ابھی ادھورا ہے پورے
دنوں کا نہیں۔ اسی وقت انڈے سے نکلنے والی آواز نے اسے چونکا دیا۔
اور یہ الفاظ اس کے کانوں کو سنائی دیئے۔ مجھے ایام پیدائش سے بہت پہلے
نکالنے کی خواہش کی بہت برا کیا۔ اب پانسو برس تک غلامی کی ذلت بھگتو۔
اور دوسرے انڈے کو بھی چھوڑو نہیں تو غلامی کا ٹیکا اور پانسو برس کے لئے
ماتھے پڑیگا۔

اتنا کہتے ہی ارن **अरुण** جو اڑا تو بس آکاش ہی پر تھا۔ وہاں
راجہ اندر کی رتھ بانی نصیب ہوئی۔ آفتاب طلوع و غروب ہوتے وقت جو
سرخی گوشہ مشرق و مغرب میں نظر افروز ہوتی ہے۔ وہ شفق نہیں۔ ارن
ہی کے جمال جہان آرا کا پرتو ہے۔ ارن کے آکاش پر اڑتے ہی دوسرے انڈے
سے گرڑجی نے لباس ہستی پہنا۔ اور وہ بھی فوراً ہی اکاش پر پرواز کر گئے
برہما جی نے اغذیۂ لطیف تیار کر رکھی تھیں۔ گرڑجی نے تناول
کیں۔ گرڑجی سب پرندوں کے بادشاہ ہیں۔ دیوتاؤں کی
مدد کرنا فرض منصبی ہے۔ سانپوں کو نہ مار کرتے ہیں۔ اور سری
کرشن جی کا باہن ہیں۔

کسی روز کدرو بنتا دونو ہی جارہی تھیں۔ راہ میں سورج کا
گھوڑا اچ شروا نظر آیا۔ دونو نے اس کی پرستش کی۔

لوم ہرش اتنا ہی کہنے پائے تھے۔ کہ سونک رشی نے دریافت کیا۔ کہ "اُچی شروا کون ہے؟ اس کی پیدائش کیونکر ہوئی؟"

لوم ہرش جی نے فرمایا۔ کہ سمندر متھے جانے کے وقت جو چودہ رتن برآمد ہوئے تھے۔ اُن میں ایک اُچ شروا بھی تھا۔ میں سارا ماجرا بیان کرتا ہوں۔ جس سے آپ کو امرت کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

ادھیائے ۵

سمندر متھا جانا۔ چودہ رتنوں کا ظہور اور تقسیم

سومیر پربت اور سب پہاڑوں سے بلند پہاڑ ہے۔ جس کی طلائی زرق برق سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ قدرت نے واقعی ایک سونے سے پہاڑ ہی کو نور کے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اس زرین پہاڑ میں قسم قسم کے جواہرات کی کانیں ہیں۔ ہر مرض کی دوائیں ہیں۔ دیوتاؤں کی تفریح گاہیں ہیں۔ اور اس کی بلندی وہ کہ طائرِ خیال کی رسائی ممکن نہیں۔ ایک ایک چوٹی آسمان سے باتیں کر رہی ہے۔ ایک روز یہاں دیوتا لوگ سیر و تفریح سے دل بہلا رہے تھے۔ اِدھر اُدھر کی باتوں میں امرت کا ذکر چھڑ گیا۔ سب کو دھن بندھی کہ امرت نکالنا چاہیئے۔ مگر نکلے کیونکر۔ یہی ٹیڑھی کھیر ہے۔ اب عقل کے گھوڑے دوڑنے لگے۔ آسمان زمین کے قلابے ملانے والی بندشیں سوچی جانے لگیں۔ بشن بھگوان بھی وہیں موجود تھے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ امرت کا

نکالنا بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ بشرطیکہ دیوتا اور دانو مل جل کر سمند منتھ
ڈالیں۔ ادھر سمندر متھا گیا۔ ادھر امرت آنکلا اور امرت ہی نہیں وہ
وہ رتن برآمد ہوئے کہ باید و شاید ؛

یہ سنتے ہی دیوتا اور دانو مندراچل پہاڑ پر جٹ گئے۔ لاکھ زور
لگایا۔ مگر کوہِ گراں کو جنبش تک نہ ہوئی۔ آخر سشیش ناگ جی سے درخواست
کی۔ ان کے نزدیک بات ہی کیا تھی۔ مندراچل کو اٹھایا اور سمندر کے ساحل
پر پہنچا دیا۔ اسی کی ضرورت تھی۔ اتنے بڑے پہاڑ کی متھانی کو رسی کہاں
سے آتے پس باسک؎ ناگ سے کام نکالا گیا۔ مگٹھ راج یعنی سری بشن جی کو
کشیپ روپ (کچھ اوتار) سے التجا کی گئی۔ کہ پشت اقدس پر
مندراچل رکھیں۔ انہوں نے پہاڑ پیٹھ پر روکا۔ باسک ناگ مندرا
چل کے اِرد گرد لپیٹا گیا۔ دُم دیوتاؤں نے پکڑی۔ منہ راچھسوں
کے ہاتھ میں تھمایا۔ متھانی سمندر متھا جانے لگا۔ باسک ناگ کے
منہ سے گرم ہوا کی دھونکنی سی چلنے لگی۔ زہر کا پھین نکلنے لگا۔ اس
حالت کو دیکھ کر راچھسوں کی بوٹی بوٹی لرزنے لگی۔ اِدھر سمندر سے
بھی خوفناک گھڑگھڑاہٹ پیدا ہوئی۔ جانورانِ آبی کا دم نکلا جاتا تھا
روح فنا ہوئی جاتی تھی۔ مندراچل کے چھتنارے درختوں سے سمندر
متھنے والوں پر پھولوں کا مینہ برس رہا تھا۔ اور درختوں کی شاخیں
ایک ایک دوسرے سے رگڑ رگڑ کر پہاڑ کو کرۂ نار بنا رہی تھیں۔
آگ کی شعلہ زنی سے دامنِ کوہ کے چرند کباب ہو گئے۔ درختوں کا گوند
پگھل پگھل کر جھرنے کی طرح پہاڑ سے بہتا تھا۔ یہاں تک کہ سمندر کے پانی
کا رنگ دودھیا ہو گیا۔ دیوتا متھتے متھتے تھک گئے۔ دم پھولنے لگا۔
مگر ہموں آتش در کاسہ ہنوز روز اول گوہرِ مقصود کا کوسوں پتہ نہیں۔
برہما جی بشن بھگوان سے مخاطب ہوئے۔ فرمایا۔ کہ دیوتا ست چھوڑ
چلے۔ دست و بازو میں جان نہیں رہی ہمت ہار بیٹھے۔ حوصلہ

؎ شیش ناگ کے بھائی کا نام۔

جواب دے گیا۔ اب آپ اپنی قدرتِ نامتناہی سے ان کو قوت دیں تو کام سدھ ہو سکتا ہے۔ سوار تھ ہو نشن جی نے گزارش قبول فرمائی۔ دیوتاؤں کو خاص طاقتیں حاصل ہوئیں۔ پھر متھنے کو جٹے زور لگایا۔ آخر نقش مراد کرسی نشین ہوا۔ سلسلہ وار چودہ رتن برآمد ہوئے۔ جن کے نام یہ ہیں:-

(۱) چندرماں۔ جس کی ہزار ہا کرنیں فی نفسہٖ ایک کرۂ نور تھیں ؛

(۲) لکشمی جن کے تنِ اقدس کو سفید ملبوس کی زینت اور خوشنما زیورات کی آراستگی نور کے سانچے میں ڈھال رہی تھیں ؛

(۳) سُرا دیوی ؛

(۴) اونچی شردا۔ سمندِ تیز گام نقرۂ اندام ؛

(۵) کوستبھ من لعل گرانبہا جسے شری وشن جی نے زیب گلو ہونے کی عزت دی ؛

(۶) دھنتر وید۔ جن کے ہاتھ میں امرت سے بلبریز کمنڈل زیبِ ہاتھ

(۷) امرت یعنی آبِ حیوان آبحیات۔ آبِ بقا۔ آبِ زندگی۔ آبِ ظلمات، دھنتر وید کے کمنڈل میں تھا ؛

(۸) ایراوٹ۔ سفید ہاتھی جس کے چار دانت تھے ؛

(۹) کال کوٹ۔ زہر ہلاہل۔ سمِ قاتل جس کی سمّیت سے تینوں لوک میں زہر سا چھڑکا جاتا تھا ؛

(۱۰) رمبھا۔ ماہ وش مہر طلعت اپسرا ؛

(۱۱) کلپ برکش۔ بیکنٹھ کا وہ مقدس درخت جو خواہشمند کو وہی

ف ایراوت کے نام ابراون एरावण ابھرماتنگ अभ्रमातंग

سدراما सुदामा سداون सदावान مل ناگ मल्ल नाग

پورب دگج بھی ہیں۔ (وشنو پران۔ دریائے کاویری کے متصل) पूर्वदिगज

ایراوت چھیتر کے نام کا ایک قدیم تیرتھ ہے۔ برترسر वृत्रासुर کو مار کر دفع عذاب کے لئے اس مقام پر راجہ اندر نے تپسیا کی تھی۔ مہادیو جی نے اسی مقام پر ایراوت کو از سرِ نو زندہ کیا تھا۔ اسی سبب سے مقام کا نام ایراوت چھیتر ہو گیا ؛

چیز دے جسکی اُسے آرزو ہو۔ اُسے کلپ تریا سرتر اور سُر بوکش کہتے ہیں +
(۱۲) سنکھ - عدیم النظیر جواہر سے مُرصّع ناقوس جس کی آواز ترلوک میں گونج جاتی تھی +
(۱۳) دھنش (دھنک، عجیب غریب ساخت و اوصاف کی کمان +
(۱۴) مدار - شراب ناب جس کا سرُور مستی شباب و نشہ جوانی کے ساتھ مے دوآتشہ کا کام کرتا تھا +

ایسے رتنوں کو دیکھا تو سب لوٹ ہو گئے۔ لکشمی کے حسُن گلوسوز وجمال عالم افروز پر تو راچھسوں کی رال ہی ٹپک پڑی۔ امرت کے واسطے منہ میں پانی ہی بھر آیا۔ راکشس ضد کرتے تھے۔ کہ ہم لینگے۔ دونو ہمارا حال ہیں۔ دیوتاؤں کا کچھ حق نہیں۔ دیوتا کہتے تھے خوب رنگ لائی گلہری جاؤ منہ دھو رکھو۔ مثل ہے ساجھے کی ہانڈی چورا ہے پر پھوٹے۔ حصے بخرے بس وہی کہاوت سچ ہوئی۔ فریقین کی آستینیں چڑھ گئیں مونچھے بندھ گئے۔ تلواریں میان سے اُگل پڑیں۔ ترکشوں سے تیروں نے سر نکالا۔ دیوتا دیوتا ایک طرف ہو گئے۔ رکشس۔ راکشس ایک طرف۔ مار دھاڑ شروع ہوئی۔ دوطرفہ وار ہونے لگے۔ بشن بھگوان نے سوچا کہ گڑ سے جو مرے تو زہر کیوں دے۔" وہ بات کرو کہ سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے" جمال دلفریب کو حسُن عالم فریب کی زیب وزینت دی اور سہیلیوں ہمجولیوں کے جھرمٹ میں چھم چھم کرتے اٹکھیلیوں سے دل پر موہنی ڈالتے ہوئے وہیں وار ہوئے۔ جہاں تلواریں بج رہی تھیں۔ عشوہ و انداز نے وہ سحر کیا۔ ادا و ناز نے وہ منتر چلایا۔ کہ سب کاٹھ کی پتلی بن گئے۔ دیوتاؤں کی نظر موہنی مورت کو دیکھ کر نقش دیوار بن گئی۔ راچھسوں کی بندھ جانیوالی ٹکٹکی نے آنکھوں کی پتلیوں کو تصویر قالین بنا دیا۔ تلواروں کے مُنہ تیغ نظر نے لڑائی سے موڑ دیئے۔ جنبشِ ابرو نے ناک بھوں چڑھانے والی کمانوں کو سیدھا کر دیا۔ دریائے خون میں تیرنے والے جیالے گرداب محبت میں ڈبکیاں لینے لگے۔ طوفانِ عشق کے تھپیڑوں نے تلوار سے

گھاٹ اُتارنے والے سو بیروں کے منہ پھیر دیئے کیا دیوتا کیا راچھس سب کے سب پروانہ اس شمع حسن کے گرد ہو گئے۔ آنکھیں چہرے پڑیں تو نرگس کی طرح ٹکٹکی بندھ گئی ؛

اِس تصویر نور نے سب کو از خود رفتہ اور جان و دل سے فریفتہ پاکر ایک عجیب انداز سے فرمایا:۔

کیوں رتنوں کے لئے لڑے مرے جاتے ہو۔ لاؤ میں فیصلہ کر دوں جس کو جو دوں قبول کرے۔ فضول جھگڑے بکھیڑے کا کیا فائدہ۔ راچھس حُسن نظر فریب سے اندھے ہو رہے تھے فوراً بول اُٹھے ؎

راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تیری رضا ہے
اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

وشن جی کو فکر تھی۔ کہ کال کوٹ کس کو دیا جائے۔ آخر شیوجی کی طرف خیال دوڑا کہ ان پر زہر ہلاہل اثر پذیر نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ شیوجی سے فرمایا:۔

"آپ ہی اسے نوش جان کریں۔ کیونکہ اور دیوتاؤں میں یہ طاقت نہیں کہ زہر ہلاہل کی سمیّت برداشت کر سکیں" ؛

شیوجی نے خوشی سے حلق میں سم قاتل ٹپکا لیا۔ تاثیر ہلاہل سے حلقوم نیلگوں ہو گئی۔ اور حُسن صبیح کے لئے یہ تاثیر زہر اُس قاتل کا کام کر گئی۔ جو کسی چاند سے مکھڑے پر مُہرِ خوبی ثبت کر کے نظارگیانِ جمال کے دلوں پر موہنی ڈال دیا کرتا ہے۔ شیوجی مہاراج کے جتنے نام ہیں۔ اُن میں نیلکنٹھ کا نام اسی واقعہ کی یادگار ہے ؛

زہر ہلاہل کا سر تا بھر تا کر کے وشن جی نے سُرا اور کلپ برکش کو بیکنٹھ کے حوالہ کیا۔ اور باروُنی یعنی مدارا راچھسوں کے نظر کی۔ راچھسوں نے صہبائے تیز بادہ نشہ انگیز جو پائی تو پھر کیا تھا پہلے ہی بے پیئے مست تھے۔ ساغر پر ساغر دور پر دور چلے۔ تو کچھ گھڑے کی چڑھی چلو ہوئے عقل و ہوش کھو کر نشہ فہم و ادراک ہرن ہو گیا ؛

سُرپت اندر دیوتاؤں کے راجہ تھے۔ راجہ کے لئے سواری موزوں تھی۔ لہٰذا اوچی شرواد (گھوڑا)، اورایراوت (ہاتھی)، ان کے حصے میں آیا۔ کوستبہ من بشن جی نے خود زیب گلو فرمایا۔ لکشمی جی کو بھی آغوش محبت میں لے لیا؛

امرت کی باری آئی تو دیوتاؤں نے امید لگائی۔ راہو زمانے بھر کا چھٹا ہوا تھا۔ راچھسوں کی پنگت سے اٹھ کر دیوتاؤں کے جتھے میں آبیٹھا اور بے منت غیرے امرت کے گھونٹ پئے۔ سورج اور چندرماں بھروپ پہچان گئے۔ وشن کی موہنی مورت سے کہا آپ نے کچھ پہچانا یہ کون حضرت ہیں۔ دیوتاؤں میں راہو نے گھس کر سب کی آنکھوں میں دُھول جھونکی۔ چکمے سے امرت پی لیا؛

موہنی مورت آگ بگولا ہوگئی۔ سودرشن چکر جو مارا تو سر الگ۔ امرت کی تاثیر رگ رگ میں پیوست ہو چکی تھی۔ سر اڑا کر آکاش پر پہنچا شور قیامت سے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ پیچھے کا دھڑ زمین پر چیت ہوگیا جن کو زمانہ راہ کیت کہتا ہے۔ ان کی وجہ تسمیہ یہی تھی جو بیان ہوئی اور سورج گرہن چندر گرہن کے باعث بھی ذات شریف ہیں۔ جو اُس وقت کا بخار ابتک نکالتے رہتے ہیں؛

حصہ بخرہ تو ہوگیا۔ چودھوں رتن جس جس کی قسمت میں تھے۔ اُسے مل گئے۔ مگر امرت دیوتاؤں کو ہضم ہوگیا۔ اس پر راچھس چرا ہندے ہوئے خوب نہرا گلا۔ اور پھر سے بندیاں بندھ گئیں۔ تیر ترکش کس گئے۔ اور میدان کارزار گرم ہوگیا؛

راچھس تھے ہٹے کٹے قصائی کے کُتّے۔ دیوتا سیدھے سادے بالکل گئو۔ ایک چیش نہ گئی۔ آخر سری بشن جی سے دُہائی کھینچی بشودر کا آسرا لیا وشن جی فوراً اسی موہنی روپ کو خیرباد کہکر نرائن بن گئے۔ اور راچھسوں کو وہ پودی مار ماری کہ اچار نکل گیا۔ ہزاروں کھیت رہے ہزاروں کو سمندر نے جھنجی بنا ڈالا۔ جو بھاگے ہوئے پہاڑوں کی کھوہوں میں منہ چھپا گئے؛

ایک راچھس تک نہ بچا۔ دیوتاؤں نے فتح کا پھریرا اڑایا مندرا اچل

کو اصلی مقام پر پہنچا دیا۔ سب نے سورگ کی راہ لی۔ امرت نرنارائن کے قبضۂ قدرت میں آیا؛

ادھیائے - ۶

شرط کی ہار جیت - کدرو کا فریب - بنتا کی غلامی اور گرڑجی کا ذکر

چوتھے ادھیاء میں ذکر ہو چکا ہے۔ کہ کدرو اور بنتا نے اوچی شروا کو دیکھا اور پرستش کی۔ اسی سلسلے میں لوم ہرشن رکھیشر فرماتے ہیں کہ کدرو نے بنتا سے دریافت کیا۔ کہ اوچی شروا گھوڑے کا رنگ کیا ہے؟

بنتا سر سے پاؤں تک بالکل سفید؛

کدرو۔ نہیں تم بھولتی ہو۔ دُم ضرور سیاہ ہے؛

ادھر بھی تائید کلام اُدھر بھی سخن پروری فیصلہ شرط پر ٹھیرا کہ جس کی بات جھوٹ ہو۔ غلامی اختیار کرے۔ کدرو جانتی تھی۔ کہ میں نے سفید کو سیاہ کہا ہے۔ ہار میں شک نہیں۔ اس نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ بنتا کی آنکھوں پر دیوار اٹھاؤ۔ اوچی شروا کی دُم میں لپٹ جاؤ۔ اگر شرط ہار گئی۔ تو غلامی کا کلنگ ماتھے پر لگیگا۔ بہتوں نے انکار کیا کہ ہم سے یہ نہ ہوگا قول ہے۔ جان جائے ایمان نہ جائے۔ کدرو اس جواب سے جل اُٹھی سراپ دے دیا۔ کہ تم سب آگ میں خاک سیاہ ہو چنانچہ یہی راجہ جنمیجے کے جگیہ میں لقمۂ نار عذاب ہوئے۔ ان کے علاوہ اور بیٹوں نے سوچا۔ کہ اگر انکار کرتے ہیں تو سراپ آگ میں جھونکیگا۔ اور ماں کو بھی غلامی کرنی پڑیگی۔ اس لئے طوعاً و کرہاً سر قبول جھکا دیا۔ اور تعمیل حکم کے لئے زبان دے دی؛

کشیپ جی کو بھی خبر پہنچ گئی۔ کہ کدرو نے میرے بہت سے جگر بندوں کو ملعقۂ آتش بننے کی بددعا دی ہے اس رنج نے ان کا کلیجہ تڑپا دیا۔ تھے صاحب کشف و کرامات فوراً ہی برہما جی تشریف لے آئے۔ ڈھارس دی کہ کدرو کا قصور نہیں میری مرضی ہی یوں تھی۔ یہ سانپ بنی نوع انسان کو تکلیف دیتے ہیں۔ سینکڑوں کو ڈس گئے۔ ان کو ایسا شراپ ہونا ہی لازمی تھا؛

یہ کہکر کشیپ جی کو وہ علم سکھایا جس سے زہر کی تکلیف کافور ہوجاتی تھی۔ بعدہ تشریف لے گئے؛

اب سویرے کا سہانا وقت ہے کہی بدی بات تھی کدرو اور بنتا شرط کی ہار جیت کے شوق میں گھر سے چل نکلیں۔ راستہ آکاش سے تھا۔ وہاں سے سمندر کا نظارہ دیکھا تو دل ٹھنڈا ہو گیا۔ سمندر میں سری بشن بھگوان کی آرامگاہ تھی۔ برن دیوتا بھی سکونت پذیر تھے۔ ناگوں کا بھی اسی میں قیام تھا۔ جواہرات کی کانیں بیشمار۔ اشیائے گرانبہا کا ہر طرف انبار۔ امرت کا سرچشمہ۔ چندرماں کا مطلع الانوار۔ لہروں کو دیکھ کر ڈوبے ہوبے دلوں میں خود بخود موجیں اُٹھتیں۔ پانی کی چادریں چاند سورج کی روشنی کے عکس سے ایک دریائے نور بہتا ہوُا نظر آیا؛

یہ نظارہ دیکھتے ہوئے ادھر یہ منزل مقصود کی طرف سیدھیاں بھر رہی تھیں۔ اُدھر سراپ سے خوف زدہ بیٹے اوچی شرداکی دُم سے جا چمٹے۔ سورج کے رتھ پر نگاہ جاتے ہی بنتا دیکھتی ہے تو اوچی شرداکی دُم سیاہ۔ اچنبھا سا ہوگیا۔ حیران رہ گئی کہ دن رات کیسی۔ قول ہار چکی۔ بات کا پاس تھا۔ غلامی کی۔ اور رانی کدرو کی لونڈی بن گئی؛

بنتا کے دوسرے فرزند گرڑجی تھے ان کی طاقتیں اندازۂ قیاس سے باہر تھیں۔ جہاں جس جگہ چاہیں اس کی شکل میں نمودار ہوجائیں۔ پلک نہ جھپکنے پاوے۔ جہاں منظور ہو وہیں پہنچیں۔ صورت ڈراؤنی چہرہ ہولناک۔ ولادت کے کچھ دنوں بعد آکاش پر پرواز کی۔ تو دیوتاوں کے ہوش

اُڑ گئے - بدن کانپ اُٹھا - کلیجے میں تھرتھری پڑ گئی - جان سنتر کوٹھوں میں چھپنے لگی - پروں کی سنسناہٹ سے او تار پر بہتے ہوئے دریا کی گھڑ گھڑاہٹ مات تھی - معلوم ہوتا تھا - کہ بادل گرج رہے ہیں - دیوتا کانپتے تھراتے اگنی دیو کی خدمت میں پہنچے - عرض کی "مہاراج گرڑجی نے کلیجہ ہلا دیا - ہاتھ پاؤں تھرا دیئے ایسا نہ ہو سب کو سواہا کر کے رکھ دیں" ؛

اگنی دیوتا - ڈرو نہیں - گھبرانے کی ضرورت ؟ گرڑجی تمہارے دشمن نہیں - خیر خواہ ہیں پشت پناہ ہیں - دیوتاؤں کے دست بازو - ہاں رکھشسوں کے لئے ضرور تیر و ترازو ہیں - اس طرح ڈھارس دیکر دیوتاؤں نے سب کو ساتھ لیا - گرڑجی کی خدمت میں گئے - اور ان کی مدح و ثنا میں یوں تر بزبان ہوئے :-

آپ رشیوں کے سرتاج ہیں - کھگ راج ہیں - سب نثر زبان پر - چاروں وید از بر - کال آپ کی نظر میں چلتا ہے موت کا نام سے دم نکلتا ہے - پرند آپ کی رضا کے پابند - عقاب آسمان آپ کی پابوسی سے سربلند - بشن بھگوان کے مرکب عرش پرواز - پرم سادھوؤں میں ممتاز دیوتاؤں پر نظرِ ترحم فرمایئے - آثار قیامت سے بچایئے - آپ کی تیزی پرواز سے دیوتا تھرتھراتے ہیں - ہاتھوں کے طوطے اڑے جاتے ہیں - آکاش کانپ رہا ہے پاتال مارے ڈر کے منہ ڈھانپ رہا ہے - زمین پر جوڑی سی چڑھی ہے سمندر کی کپکپی بڑھی ہے - دشاؤں کی جان نکل رہی ہے - جانداروں کی روح دہل رہی ہے - رحم فرمایئے - سب کو مصیبت سے بچایئے - گرڑجی نے ترس کھایا - چہرے کا تیج گھٹایا - ارن کا دیدار کیا - بھائی کو پیٹھ پر سوار کیا - ماں کے پاس دیدار دکھائے ؛

جس وقت سمندر متھا گیا تھا - راہو بھی امرت پینے کے لئے دیوتاؤں میں آ گیا تھا - سورج نے مخبری فرمائی - چندرماں جی نے آگ لگائی - وشن نے سودرشن چکر مارا - راہو کا سر اُتارا - دو ٹکڑے کیت راہو ہوئے -

سورج چندرماں سے کینہ خواہ ہوئے کیونکہ انہوں نے سورج کو ستایا- خسوف نے چندرماں کو گہنایا- سورج دیوتا نے کہا واہ- مفت میں حالت دی نیکی کا بدلہ بدی- دیوتاؤں نے خوب صلہ دیا- ہم کو خاک ہی میں ملا دیا تو ہمی سرلوک میں آگ بھر دوں دیوتاؤں کو جلا کر خاک کر دوں- غصے سے آگ ببولا ہو رہے تھے- راہو کیت حواس کھو رہے تھے- غصے کی دھن میں مست ہو گئے- گوشہ مغرب میں است ہو گئے- دیوتاؤں کا جی چھوٹ گیا- شیرازہ حواس ٹوٹ گیا- ڈرے- سورج دیوتا برآمد ہوئے کہ سب سوا ہا دہلے کہ کریں پھونیں- اور دنیا خاک سیاہ- برہماجی سے فریاد کی- خواہش استمداد کی- برہماجی نے فرمایا- ہمت نہ توڑو- جی نہ چھوڑو- گرڑجی اپنے بھائی اُرن کو گوشہ مشرق میں بٹھا گئے ہیں- وہ وہاں اپنا سکہ جما آئے ہیں- جب سورج دیوتا اودے ہوں گے- سب مرحلے خود طے ہوں گے اُرن سارتھی (رتھبان) بن جائینگے سورج کے تیج کو حکمت سے گھٹائینگے- چنانچہ وہی ہوا- اور دیوتاؤں کی رکھشا ہو گئی:

ادھیائے ۔ ۷

بنتا کی حالت غلامی - گرڑجی کو آزادی کی فکر اور امرت لانے کی بابت چیت

ایک وقت گرڑجی بنتا اور کدرو کے پاس رونق افروز تھے- باتوں باتوں میں ناگ لوک کا ذکر چھڑ گیا- کدرو گرڑجی کی سوتیلی ماں- بنتا سے بولی- کہ ناگ لوک کی شوبھا دیکھنے کو جی چاہتا ہے لے چلو- دکھلاؤ:

بنتا گرڑجی کی ماں، غلامی کی حالت میں تھی تعمیل حکم فرض- اس نے کدرو کو پشت ادب پر سوار کر لیا- اور گرڑ سے کہا:-

"جان وجگر اپنے بھائیوں کو تم لے چلو۔ یہ بھی دیکھ آئیں"۔ گروڑجی نے سر تسلیم خم کیا۔ کدرو کے بیٹوں اپنے سوتیلے بھائیوں (ناگوں) کو پیٹھ پر لاد کر پرواز تولے تو آناً فاناً میں سورج لوک کی قربت حاصل ہو گئی۔ گروڑجی کی کیا بات آفتاب کا اثر کہاں۔ ہاں سوتیلے بھائی ناگ جھلسنے لگے۔ بدن پھنکنے لگا چہروں پر مُردنی چھا گئی۔ غش پہ غش آنے لگا کدرو کی ماتا سے بچوں کا یہ حال نہ دیکھا گیا۔ راجہ اندر کا دھیان کیا۔ بڑی لجاجت سے التجا کی:

مہاراج آپ دیوتاؤں کے سرتاج ہیں۔ مہاراج ادھیراج ہیں ہزار آنکھوں سے چہرۂ انور کی رونق ہے۔ ابر رحمت پانی کا سر چشمہ ہے بڑے بڑے پرتاپی تپونی دھاری رکھیشر آپ کی پرستش سے صاحب کشف و کرامات ہوئے ہیں۔ میں آپ کو نمسکار کرتی ہوں۔ مجھ پر نظر ترحم ہو۔ پانی برسا کر میرے کلیجے کی تپن بجھائیے۔ کلیجے کے ٹکڑوں کو سوزشِ آفتاب سے بچائیے:

اندر نے دعا قبول کی۔ دریائے رحمت جوش زن ہوا۔ بادل اُمنڈے گھنگور گھٹائیں چھا گئیں۔ بجلی کی چمک آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرنے لگی۔ وہ دونگڑا برسا ایسی جھڑی لگی۔ کہ جل تھل ایک ہو گئے۔ ناگوں کی جان میں جان آئی۔ تازہ دم ہو گئے۔ ماں کے ساتھ رمنیک دیپ میں جا پہنچے۔ گروڑجی کی سواری تھی۔ وہاں سے جو اُڑے تو نکر اد اس دیپ کی سیر کی۔ گھور لوانا سر تالاب، اور منوہر کانن کے قدرتی نظارے تھے سمندر کی لہریں زمین پر پانی کی ہلکی چادر بچھا رہی تھیں۔ رنگ رنگ کے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے سارا جنگل مہک رہا تھا کنولوں کی شگفتگی نظر موہ رہی تھی۔ مستی بھرے بھنورے گونجتے ہوئے اس کنول کا رس لیکر اُس کنول کی بہار لوٹتے تھے۔ یہاں کے نظارہ نے ناگوں کو از خود رفتہ بنا دیا۔ خوب کلیلیں کیں۔ موجیں اُڑائیں جب طبیعت بھر گئی۔ تو گروڑجی سے تحکمانہ بولے:-

" اب یہاں سے دل اُچاٹ ہو گیا۔ جی نہیں لگتا ہے۔ کسی اور صحرائے پُرفضا کی سیر کراؤ "
گرڑجی نے دل میں کہا۔ واہ کوئی لونڈی غلام سمجھ لیا۔ کہ لادے لادے پھرو۔ ادھر سے اُدھر یہاں سے وہاں گھماؤ۔ یہ بات کیا ہے۔ ذرا ماتاجی سے تو پوچھو؟"۔ اُنہوں نے بنتا سے کہا :
" ماتاجی کدرو کے بیٹوں نے مجھے کیا سمجھ رکھا ہے جب دیکھا نوکر کی طرح پکارنا۔ جو جی چاہے حکم دے دینا۔ میں کان نہیں ہلاتا۔ دل ہی دل میں کُڑھ کر کام کر دیتا ہوں "
بنتا۔ بیٹا کیا کہوں۔ کدرو سے ایک شرط لگائی تھی میں چکمے میں آ گئی۔ اُس نے دھوکے سے مجھے نیچا دکھایا۔ اب قول کی پابندی ہے لونڈی بنی ہوئی ہوں "
گرڑجی کے دل پر اس بات سے گہرا چرکا لگا۔ شربت کا سا گھونٹ پی کر رہ گئے۔ مگر سوچتے سوچتے چال سوجھی۔ ناگوں سے بولے :۔
اگر ہماری ماں حالتِ غلامی سے آزاد ہو جائے۔ تو میں آپ کو جو چیز کہئے لادوں۔ فرق نہ ہوگا "
ناگ (بولے)۔ ہم ایک تدبیر بتائیں۔ تمہاری حالت پرستاری سے نہ آزاد ہو جائے۔ تو ہمارا ذمہ۔ ہمیں امرت لادو۔

ادھیائے ۲۰

امرت لانے کے لئے گرڑجی کی روانگی۔ واقعات سفر۔ دیوتاؤں کی مقابلے کو تیاری

گرڑجی (ماتا سے) امرت لانے کے لئے پابرکاب ہوں۔ مگر بھوک کے مارے

بے چینی ہے۔ بتاؤ۔ کیا کھاؤں ؟
ونتا۔ کھانے کی کیا کمی سمندر میں نکھادی نکھاد رہتے ہیں سب کا بھوگ لگاؤ۔ بات ہی کونسی ہے۔ مگر دیکھنا کہیں کسی برہمن کو نہ چٹ کر جانا کہ لینے کے دینے پڑیں۔ برہمن گروہ انسان کے ہادی و مرشد ہیں۔ ذرا غصہ کریں۔ تو تپش آفتاب سرد ہو جائے۔ دہکتی ہوئی آگ شعلہ انگیز چہرے کے سامنے راکھ دکھائی دے ؀
گرڑ۔ آخر برہمن کی پہچان۔ کیا کبھی موم کی طرح نرم۔ کبھی آفتاب کی طرح گرم ؀
ونتا۔ جو گلے میں اُترتے وقت تکلیف حلقوم کا باعث ہوں اور معدے میں اجیرن ہو جائیں ہضم نہ ہوں۔ بس وہی برہمن ہیں۔ اب جاؤ ایشور تمہارے دائیں رہیگا۔ میں بھی بیٹھی انتظار کرتی ہوں ؀
گرڑ جی ماں کا حکم پاکر اڑے تو آکاش ہی پر تھے۔ وہاں سے نکھادوں کے شہر میں جا اُترے۔ دیکھا کہ گروہ کے گروہ چلے آتے ہیں۔ ہر طرف بھیڑ ہی بھیڑ۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ منہ کھولا اور ایک جگہ بیٹھ گئے شکار کی ناک میں آنکھوں میں دھول جھونکنا منظور تھی۔ اس زور سے پھڑ پھڑائے کہ بھادوں کی اندھیری مات ہو گئی۔ ہاتھ کو ہاتھ نہ سوجھتا تھا۔ نکھاد اندھیرے میں چلتے چلتے آئے تو سب کے سب گرڑ جی کے منہ میں۔ گرڑ جی نے فوراً منہ بند کرلیا۔ اور سب کا ایک لقمہ کر گئے۔ دفعتاً منقار سے آگ کے شعلے بھڑکے گرڑ جی ڈرے کہ کوئی برہمن تو نہیں حلق سے اُتر گیا وہ بولے :۔
" اگر واقعی کوئی برہمن ہے۔ تو بے تکلف منہ سے باہر نکل آئے " ؀
صدا آئی کہ :۔
میں اکیلا نہیں میری زوجہ عفت گزین بھی لقمۂ اجل بن رہی ہے اس کو بھی تو ساتھ لے جانے کی اجازت ہو ؀
گرڑ جی۔ شوق سے نکال لو۔ اختیار ہے ؀
برہمن اور برہمنی دونو قہر فنا سے بچ کر جان کی خیر مناتے منزل مقصود کی طرف چل دئے۔ ادھر گرڑ جی نے بھی قدم اُٹھایا۔ تھوڑی دیر میں

کشیپ جی سے ملاقات ہوئی۔ صاحب سلامت مصافحہ و مُعانقہ کے بعد کشیپ جی نے پوچھا۔

" کہو۔ کھانے پینے کا سبیھتا کیا ہوتا ہے؟

گرڈ جی۔ کیا کہوں محتط تو اسی کا ہے پیٹ میں تو دینا پڑتا ہے ؛

کشیپ جی۔ پھر تو آدمیوں سے پیٹ بھرو ہر جگہ انکا جنگل ہی جنگل ہے ؛

گرڑ جی۔ ہاں مہاراج! آج نکھارل گئے تھے ان کو پیٹ کا ایندھن بنایا۔ مگر بھوک نہ مٹی۔ اب میں والدہ کو قید کی غلامی سے نجات دینے کو امرت لینے جاتا ہوں وہاں کوئی چیز بتائیے کہ کھاکر بھوک مٹاؤں اور امرت لاؤں ؛

کشیپ جی۔ وہ دیکھو سامنے سرور (تالاب) موجیں مار رہا ہے اس میں لمبا چوڑا کچھوا پہاڑ سا نظر آئیگا۔ اور جنگل میں ایک کوہ پیکر ہاتھی ملیگا۔ وہ تمہاری شکم سیری کو کافی ہونگے۔ یہ دونو ایک دوسرے کے مار آستین ہیں۔ یہ اس کے خون کا پیاسا وہ اس کی جان کا بھوکا۔ یہ پائے تو جیتا کھالے اس کا بس چلے۔ تو اس کی ہڈیاں چبالے۔ ایک زمانے میں یہ رشی تھے دولت پر آپس میں چل پڑی۔ خوب لڑائی جھگڑا ہوا۔ بھادسو رشی نے چھوٹے بھائی کو بد دُعا دی کہ آدمی سے کچھوا ہو جائے۔ سوپرتیک رشی نے بڑے بھائی کو کوسا کہ ہاتھی بن جائے۔ بددُعائیں قبول ہوئیں۔ ایک کچھوا بن گیا۔ ایک ہاتھی مگر جھگڑا نہ چُکا۔ دل کی گرہ نہ کُھلنا تھی نہ کھلی۔ ہاتھی جب پانی پینے جاتا ہے۔ کچھوا چوٹ کرتا ہے۔ دونو گتھ جاتے ہیں۔ خوب کٹا جھج ہوتی ہے اور نتیجہ ہر روز تین کانے جس وقت یہ دونو گتھے ہوں تم پہنچو اور دونو کو ڈکار جاؤ۔ سیری ہو جائے گی ؛

کشیپ جی یہ کہکر چلتے ہوئے اور گرڑ جی نے شکار مطلب کی تاک لگائی۔ ذرا دیر میں دیکھا تو ہاتھی اور کچھوے میں گتھاؤ ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے جھپٹ کر ایک پنجے میں کچھوے کو دبوچا۔ دوسرا چنگل ہاتھی پر مارا۔ اور اُڑ کر سمیر پربت پر دم لیتے ہوئے الونی تیرتھ کے کنارے پہنچے۔ یہاں دیکھا تو کل درختوں کا رنگ طلائی۔ برگ و بار انگاروں کی طرح لالوں لال۔

گرڑجی نے سر بفلک چھتنارے درخت پر ٹکا سر اکرنا چاہا- جو ہیں پنجے ٹیکے- شاخ تنے سے الگ- گرڑجی نے منقار سے شاخ پکڑلی کہ کہیں بال کھل رشیوں کو ضرر نہ پہنچے- اب گرڑجی کچھوے اور ہاتھی کو پنجوں میں دبوچے شاخ شجر کو منقار میں دبائے اُڑے بال کھل رشی حیران تھے کہ ایک پرند ایسا طاقتور کہ دیوتاؤں میں بھی یہ قوت دیارائی نہیں- اتنا بوجھ اُٹھا کر اُڑنا کسی خاص غیبی طاقت کا فیض ہے اُنہوں نے خوش ہو کر گرڑ نام رکھ دیا ؛

گرڑجی جگہ جگہ پھرے ملکوں ملکوں کی خاک چھان ڈالی مگر شاخ رکھنے کے واسطے کوئی مقام نظر نہ آیا- آخر وہ گندھ مادن[۱] پہاڑ پر پہنچے-

---

[۱] گندھ مادن پہاڑ गन्धमादन رومک پتن रोमक पतन کے اتر اور کیت مال ورش केत माल वर्ष اور الاورت ورش इलावृत वर्ष کے وسط میں واقع ہے (دیکھو سدھانت شرومنی) کیت مال و الاارت ورش جمبو دیپ کے نو ورشوں میں سے دو ورش ہیں- نو ورش کے نام حسب ذیل ہیں :-

(۱) الاارت ورش (۲) رمیک ورش रम्यक वर्ष (۳) ہرن می ورش हरण्यमय वर्ष (۴) کرد ورش कुरु वर्ष (۵) ہری ورش हरि वर्ष (۶) بھارت ورش (۷) کیت مال ورش (۸) بھدر اشو ورش भद्राश्व वर्ष (۹) کمپرکھ ورش किम्पुरुष वर्ष

شریمد بھاگوت کے قول سے بھگوان شری رامچندر جی کی مورتی سے شری جانکی جی کے ساتھ کمپرکھ ورش میں براجمان ہیں- اور شری مہابیر جی گندھربوں کے ساتھ ان کی اپاسنا میں مصروف اور کتھا سُننے میں مشغول رہتے ہیں (شریمد بھاگوت- اسکندھ پنجم ادھیائے ۱۹) جمبو دیپ پرتھوی کے سات دیپوں میں سے ایک دیپ ہے- سات دیپوں کے نام یہ ہیں (۱) جمبو जम्बू (۲) پلکش प्लक्ष (۳) شالملی शाल माली (۴) کُش कुश (۵) کرونچ क्रौंच (۶) شارک शारक (۷) پُشکر पुष्कर

بشن پران کے قول سے گندھ مادن پہاڑ سمیر کا جزو ہے- مہابھارت کے رُو سے واضح ہوتا ہے کہ یہ پہاڑ کیلاش سے فاصلہ پر ہے- کیونکہ مہاراجہ یدھشٹر جب گندھ مادن پہاڑ پر گئے تھے- تو اُنہیں بدرکا شرم یعنی شری کیدار بدری ناتھ اور کیلاش سے گزر کر

یہاں کشیپ جی مشغول عبادت تھے انہوں نے اپنے پرتاپی فرزند کو دیکھ کر کہا۔ دیکھو زیادہ تیزی نہ کرو۔ جلدی کی ضرورت نہیں بہت زور آزمائی بلیو دہ ہے جس شاخ کو تم لئے پھرتے ہو۔ اس میں بال کھل رشی تشریف فرما ہیں۔ ان کی غذا سورج کی کرن ہے کہیں ایسا نہ ہو وہ کسی حرکت سے ناخوش ہو کر غضب آلودہ ہوں اور ایک نظر قہر سے تم کو خاک سیاہ کر ڈالیں۔ اس لئے ذرا دم لو۔ صبر کرو۔ نہ زیادہ تیزی اچھی ہوتی ہے نہ عجلت۔ دیکھو سب بات بنائے دیتا ہوں کہ سانپ مرے نہ لاٹھی ٹوٹے۔ کام بھی بن جائے اور کسی اُفتاد کا بھی سامنا نہ ہو ؛

یہ کہکر کشیپ جی بال کھل رشی کی خدمت میں گئے۔ اور بڑے ادب سے بولے :-

مہاراج! آپ رشیوں کے سرتاج ہیں۔ تپشیا میں آپ کا جواب نہیں۔ کشف و کرامات میں آپ یکتائے زمانہ ہیں۔ خرق عادت میں بےنظیر ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۷) منزلیں طے کرنا پڑیں قصص ہ نواں پرب ملاحظہ طلب) ایشیاٹک ریسرچ جلد ۸ صفحہ ۳۲۱ میں درج ہے

Between the ranges to the northern south of meraur to ranges the western range called Gondha madaw does really assist and ou serves to the lamaedi of P. tolemj also called Kumudsain is the Purains As. Re vol VIII P. 321

یہ خیال صحیح نہیں Comoedi گندھ مادن کا نام نہیں ہو سکتا۔ گندھ مادن پہاڑ ہمالیہ پہاڑ کے شمالی حصے میں واقعہ ہے ؛

اس پہاڑ پر دروپدی کی فرمائش سے بھیم سین پھول لینے گئے جہاں سری مہابیر جی سے ملاقات ہوئی۔ مہابیر جی نے طاقت دکھائی بھیم سخت حیران ہوئے آخر مہابیر جی نے بھیم سے جنگ مہابھارت میں فتحیابی کے لئے غائبانہ کمک کا وعدہ فرمایا ؛

فرد یگانہ ہیں۔ گرڑجی آپ کا واس پیارا کلیجے کا ٹکڑا ہے۔ وہ اس وقت جس کام میں مصروف ہے۔ اس میں ذاتی اغراض مدنظر نہیں صرف بندگان خلائق کی بہبود کی غرض سے بار بار خدمت اٹھانا گوارا کیا گیا ہے۔ آپکی تکلیف کے خیال سے گرڑ اداے فرائض میں ہچکچاتا ہے۔ ڈرتا ہے کہ کہیں کوئی بات ناگوار خاطر نہ ہو۔ اور چشم عتاب کوئی قہر نازل نہ کردے اگر آپ اسے اجازت دیں تو زہے نصیب۔ میری عین سرافرازی۔ گرڑجی کا خاص شرف اور اہل روزگار کے لئے صورت بہتری۔ جانداروں کا رفاہ ؎

بال کھل رشی۔ گرڑجی شوق سے اپنا کام پورا کریں۔ ہم لوگ خود ہی چلے جاتے ہیں۔ دوسری جگہ تپ کر لینگے ؎

یہ کہکر بال کھل رشی وہاں سے راہی ہوئے۔ کوہ ہمالیہ پر تشریف لے گئے۔ اور وہیں ثابت قدمی سے تپ میں مصروف ہو گئے ؎

ان کے جانے پر کشیپ جی کو اطمینان ہوا۔ گرڑجی کی جان میں جان آئی۔ گرڑجی نے کہا

میں نے سارا زمانہ چھان ڈالا۔ زمین کا گز بنا۔ آکاش کے چکر لگائے لیکن کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جہاں اس شاخ کو رکھ سکتا۔ آپ زبان گوہر فشان سے فرمائیے کہ کون جگہ آپ تجویز فرماتے ہیں یہ شاخ اس قدر وزنی اور لمبی چوڑی ہے کہ اس کے رکھنے کے واسطے کوئی خاص الخاص مقام چاہیئے ؎

کشیپ جی۔ جہاں تک میں خیال کرتا ہوں۔ برفستانی پہاڑ سے بڑھکر اس کے لئے اور کوئی موقعہ موزون نہیں۔ وہاں نہ بنی نوع انسان سکونت پذیر ہیں۔ نہ دوسری اقسام کے ذی روح اور جاندار کسی کو کچھ تکلیف نہیں پہنچ سکتی۔ بس ایسے ہی پہاڑ پر جاؤ اور شاخ چھوڑ آؤ ؎

گرڑجی نے شکریہ ادا کیا اور شاخ کو لئے ہوئے وہاں سے ہوا ہوئے۔ ہوا پیچھے تھی یہ آگے۔ تیز پروازی آندھی کے جھونکوں سے کہیں بڑھی چڑھی تھی۔ آناً فاناً میں برف کے پہاڑ پر جا پہنچے۔ اور جس مقام پر کشیپ جی نے

فرمایا تھا۔ سو ہیں وہ شاخ چھوڑ دی شاخ کا گرنا تھا کہ گویا پہاڑ پہ پہاڑ ٹوٹ پڑا۔ کندن کی طرح چمکتی جواہرات کی طرح دمکتی ہوئی سر بفلک چوٹیاں تڑک گئیں۔ بڑے بڑے ٹیکرے پھٹ پھٹ کر ادھر اُدھر جا پڑے جب پہاڑوں کی چوٹیوں اور پتھر کی چٹانوں کا یہ حال ہوا تو درختوں کا کیا پوچھنا سارے درخت جڑ سے اکھڑ اکھڑ کر سربسجود ہو گئے۔ اور زلزلہ زمین اور پہاڑ کے تزلزل سے پھولوں کا ایک ڈونگرا برس گیا۔ شاخیں بالکل برہنہ ہو گئیں :

اپنے کام سے چھٹی کر کے گرڑ جی نے پہاڑ پر آسن جمایا۔ اور ہاتھی کچھوے کو مزے سے نوش جان کر کے منش لوک طرف چل پڑے گرڑ جی ادھر وہاں سے اُڑے ادھر طرح طرح کی بدشگونیوں کا تانتا لگ گیا۔ خراب خراب فالیں پیش نظر ہونے لگیں۔ آسمان بالکل صاف ابر کا نام ونشان نہیں۔ مگر بادل کی سی وہ مہیب گرج کہ الامان۔ اندر جی گھبرا اُٹھے۔ دل لرزنے لگا اپنے گرو برہسپت جی سے التماس کی :۔

مہاراج! یہ آج ہے کیا یہ قیامت کے آثار کیوں دل ہلائے ڈالتے ہیں۔ ایسا تو کوئی زبردست اور قوی بازو دشمن بھی نہیں جو میرے سامنے تک سکے۔ آنکھ بھر کے دیکھنے کی بھی تاب نہ لائے پھر اس ہیبت ناک حالت کی وجہ کیا ؟

برہسپت جی۔ ایک تو تم سے خود خطا گئی ہے جسے تم خود بھی جانتے ہو۔ عیاں راچہ بیان۔ دوسرے بال کھل رشیوں کے فیض ریاضت و کشف عبادت نے یہ سارا کھیل رچ دیا ہے۔ ان کی برکت کی طفیل کشیپ کا صاحب قدرت وصاحب طاقت فرزند گرڑ جی ہوا کے گھوڑے پر سوار آندھی کی طرح آرہا ہے۔ غرض یہ ہے کہ تم سے امرت چھین لی جائے گرڑ جی کوئی معمولی غیر یُوح نہیں اس میں خاص غیبی طاقتیں ہیں۔ امرت لے جانا تو کوئی بات ہی نہیں دُنیا جہان کا کیسا ہی مشکل کام کیوں نہ ہو۔ اس کے نزدیک آسان سے آسان ہے جو چاہے کر سکتا ہے۔ کسی کی ایک پیش

نہیں جا سکتی - امرت لئے بغیر آنے والا نہیں ؂
برہسپت جی کی بات سُنکر اندر جی نے کان کھڑے کئے اور دیوتا بھی
چونکنے ہوئے کہ یہ تو بُری ہوئی - بدشگونیوں کا رنگ ڈھنگ بے سبب نہ تھا -
مگر خیر امرت کی حفاظت ہی لازمی ہے - بس ہرچہ بادا باد - یہکہکر سب نے
اپنے اپنے ہتھیار سجے تیر ترکش بندھ گئے تلواریں کھنچ گئیں - بجر نے سر اٹھایا -
جڑاؤ ہتھیار بجلی کی طرح چمکنے لگے - جواہرات کے دستوں نے زمین پر
ستارے چھٹکا دیئے ؂

ادھیائے - ۹

گرڑجی کی امرت لینے کو روانگی - جنگ و جدل و یوتاؤں کی ہزیمت - گرڑجی کی فتح - امرت لانے میں کامیابی وشنن جی کی سواری میں سرفرازی - اندر سے مصالحت سپانپوں کی امرت سے محرومی - بنتا کی غلامی سے آزادی

اگر فردارشی جی نغمہ سنج ہیں - کہ گرڑجی ہاتھی اور کچھوے کا ڈکار لیکر چلے
تو دیوتاؤں کو تیر و ترکش باندھے پایا - سب کے سب ہتھیاروں سے لیس
ایک ایک میان سے باہر - تلواریں نیام سے اگلی پڑتی تھیں - تیر
کمان سے نکلے بھاگتے ہیں - مگر

سپاہی بہ لشکر نیاید بکار
یکے مرد جنگی بہ از صد ہزار

آستینیں تو سب کی چڑھی ہوئی تھیں مونچھوں پر سب تاؤ دے رہے تھے

لیکن دل کی دہشت ہاتھ پاؤں کی کپکپی پکار پکار کر کہہ رہی تھی ؎

نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد

بدن کی تھرتھری کیا تیر مارے گی۔ کانپتے تھراتے ہوئے ہاتھ کیا تلوار کا جوہر دکھا سکینگے ؎

عروسِ ملک کسے در کنار گیرد چُست

کہ بوسہ بر لبِ شمشیرِ آبدار زند

اِتنے میں گرڑ جی ہوا سے باتیں کرتے آندھی کی طرح آ ہی پہنچے۔ اور بس ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ تلواریں بجلی کی طرح ایک پر ایک گرنے لگیں۔ بجروں نے پہاڑ توڑنا شروع کئے۔ بجلیاں نظروں میں کوند رہی تھیں۔ پہاڑ ٹوٹتے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ گرڑ جی جھلائے تو پہلے بشوکرمان کو سمجھے ہیں دیوچار بشوکرمان بڑے سائنٹیفک ہیں۔ دیوتاؤں کے ہتھیاروں کی تمام غیبی طاقتیں اُنہی کی عقل و حکمت کا نمونہ ہیں۔ گرڑ جی نے اُنہیں ایسے بسم اللہ کی توان کے ہوش و حواس غائب۔ ساری عقلمندیاں رخصت۔ شہیر دل نے تیر قضا کا نمونہ دکھایا۔ منقار نے تیغ اجل پر رکھ لیا۔ سارا بدن لہولہان۔ اچھی طرح گرد جھاڑنے کو بازو پھڑپھڑائے تو پھر کیا تھا۔ ایک کالی آندھی سی آگئی۔ اور ہر طرف غبار ہی غبار۔ زمین سے آسمان تک گرد ہی گرد۔ یوں دیوتاؤں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر گرڑ جی نے جو پھر شہپر و منقار سے وار کیا تو خون کے فوارے جاری ہو گئے۔ وہاں زخم سے الامان و الحفیظ کی صدائیں آنے لگیں۔ کوئی دیوتا پھڑکنے لگا۔ کوئی سسکنے۔ کسی کی لب پر کراہ تھی۔ کسی کی زبان پر آہ۔ بدن پر زیورِ آہن کے عوض زخم کی بدھیاں نظر آنے لگیں۔ ہڈیاں پسلیاں خون کی ندیاں بہانے لگیں۔ اندر نے سوچا کہ بڑی ہُوئی شامت آگئی قیامت آگئی۔ فوراً بایو (ہوا) کو حکم دیا گرد و غبار ہٹائے تاریکی مٹائے۔ اُس نے پل مارتے ہی مطلع صاف کیا۔ اندھیارا مٹا روشنی چھا گئی۔ اب تو سب کی آنکھیں کھلیں۔ نظر کو سوجھنے بوجھنے لگا۔ دیوتاؤں نے ہتھیار سنبھالے۔ پرگھ ترسول۔ گدا اور قسم قسم کے چکروں سے مار دھاڑ شروع کی۔ دیوتا ہزاروں

گرڑجی بیک بینی دو گوش۔ دیوتاؤں کے ہتھیاروں نے گرڑجی کو چھپالیا۔ نہ راہ زفتن نہ روے ماندن۔ مگر گرڑجی مرد میدان تھے ہر مخالفانہ حملے پر اُن کا دل اور بڑھتا تھا۔ ہمت ہزار چند ہوتی تھی۔ ہتھیار پر ہتھیار ٹوٹتے دیکھ کر اہنوں نے تیغ ہمت کے وہ جواہر دکھائے کہ

فلک گفت احسن ملک گفتہ زہ

دیوتاؤں کی صفوں کو چیرتے دل کے دل پھاڑتے۔ خون برساتے ہاتھ دکھاتے بجلی کی طرح کڑکتے بادل کی طرح گرجتے آکاش پر پہنچے اور شہپر و منقار سے پر سوفار و خنجر خونخوار کا کام لے کر دیوتاؤں کے بدن چھلنی کر ڈالے۔ ہرے ہرے زخموں کا ایک باغ کھلا ہوا نظر آنے لگا ؎

ہر روئیں سے جاری ہوا فوارہ لہو کا
ضرب ایسی لگی خون دہن زخم نے تھوکا

گرڑجی کے حملوں نے دیوتاؤں کے قدم اُکھاڑ دیئے سارا دن تین تیرہ نو دو گیارہ ہوگیا۔ جس کا جدھر سینگ سمایا بھاگ نکلا جہاں پائے فرار تھکا۔ سانس لی سادھ منڈلی اور گندھربون نے مشرق میں جان چھپائی جنوب میں بشو ردر پناہ گزین ہوئے۔ سورج نے مغرب میں منہ چھپایا۔ اشونی کماروں نے گوشہ شمال میں جانبری کی صورت نکالی۔ جو دیوتا خم ٹھونک کر جُٹے رہے اُن کو بھی سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگنا پڑا۔ گرڑجی سے ایک پیش نہ گئی ؛

اگن دیو شعلہ خو۔ آتش مزاج یہ دیکھتے ہی آگ بگولا ہو گئے۔ شعلۂ غیظ بھڑک اُٹھا۔ نائرہ غضب آگ برسانے لگا۔ چشم چشم سے انگارے دہک اُٹھے زمین پھکنے لگی۔ آکاش گرم توے (تابہ) کی طرح جل اُٹھا۔ مگر گرڑجی پر آنچ بھی نہ آئی۔ ان کے تیج نے جو پھونک ماری تو بھڑکتے ہوئے شعلے ایک دم سے گل۔ دہکتے ہوئے انگارے سرد۔ اگن دیوتا کا منہ دھواں۔ بدن بالکل عرق عرق ؛

جب آتشِ فساد پر پانی پڑ گیا۔ نارِ مخالفت بجھ گئی۔ گرڑ جی نے چھوٹا
سروپ کیا۔ اور امرت کی فکر میں منزلِ مقصود کی راہ لی۔ بات کہتے دیر ہوتی
ہے مگر گرڑ جی کے پہنچنے میں دیر نہ ہوئی۔ وہ جا پہنچے۔ اور دیکھا تو امرت
کے گڑھے کے ارد گرد ایک آہنی چکر چکر کھاتے پایا جس سے آگ کے
شعلے بھڑک بھڑک کر بجلی کی تڑپ کو مات کرتے تھے۔ گرڑ جی نے اس چکر
کے گرد چکر لگایا۔ اور بالکل چھوٹا سروپ بنا کر ایک باریک سوراخ سے پار
ہو کر گھڑے کے پاس جا ہی پہنچ گئے۔ وہاں دیکھا تو دو واقعی خونخوار گڑھے
کے پہرے پر نظر آئے۔ سانپ تھے یا نمونۂ قیامت ہر نفس گرم سے شعلے
نکلتے تھے۔ ذرا سی حرکت زبان انگارے برساتی تھی۔ گرڑ جی نے پھر شہپروں
سے آندھی چلائی۔ اور ایسی گرد اڑائی کہ سانپوں کی آنکھیں چوندھیا
گئیں۔ کچھ سجھائی نہ دیا۔ گرڑ جی نے اب منقار سے چکر کو ادھر سے ادھر
کر دیا۔ اور امرت کا گھڑا لیتے ہوئے گھر کی طرف چلے۔ بڑے سورج کے
سامنے سے گزرتے ہوئے آگے بڑھے ہی تھے کہ بشن بھگوان سے سامنا
ہوا۔ بشن جی اُن کی ہمت وجرأت طاقت وشجاعت کو سراہتے ہوئے بولے:۔
"آفرین تمہارے دست بازو کو۔ دریائے رحمت جوش پر ہے۔ جس
گوہرِ مقصود کی آرزو ہو طلب کرو۔ ابھی دوں دیر نہ کروں"
گرڑ جی (ہاتھ جوڑ کر) آپ کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے کسی چیز کی کمی
نہیں۔ اگر آپ سایہ دامنِ دولت میں رکھئے تو مزید مہربانی۔ باہن بنایئے
تو اور بھی قدردانی۔ امرت تو میرے پاس بھی ہے جس کو پلا دوں فنا اثر
نہ کر سکے۔ کسی کے مارے نہ مر سکے۔ مگر آپ بر دان دیں۔ کہ امرت نہ
پیوں اور پھر ہمیشہ جیوں۔
بشن۔ بہت اچھا۔ کامنا سپھل پدوی اٹل۔ آج سے تم ہمارے باہن
(سواری) اور تمام پرندوں میں افضل زمن ہوئے۔
گرڑ جی نے عاجز نوازی اور ذرہ پروری کا شکریہ ادا کیا۔ اور رخصت ہو کر

[1] اسی بر دان سے بشن جی کا نام گرڑ دھوج اور گرڑ گامی ہوا۔

امرت لئے ہوئے اپنی ماتا ونیتا، کی خدمت میں چلے۔ ادھر سے یہ جا رہے
تھے۔ اُدھر سے اِندر آ رہے تھے۔ دونوں سے راستہ میں مڈبھیڑ ہو گئی امرت کو
لئے ہوئے دیکھ کر اندر سے ضبط نہ ہوا۔ بجلی کی طرح تڑپ کر ایک بجر رسید کر دیا
گرڑ جی ہنس پڑے اور بولے بجر ہے یا پھول کی پنکھڑی۔ یہاں تو ایک
رویاں بھی میلا نہ ہوا۔ مگر خیر دِدہیچ[1] رشی کی ہڈیوں کی عزت رکھنا ہے

[1] ددہیچ اتھرومنی اور کردم کی دختر شانتی کے فرزند۔ جب دو اشونی کماران کی خدمت
میں تحصیل علم کے لئے گئے راجہ اندر نے ددہیچ رشی سے کہا اگر آپ ان کو تعلیم دینگے۔
تو آپ کا سر کاٹ دیا جائیگا۔ مہارشی ددہیچ کے حکم سے اشونی کماروں نے مہارشی کا سر
کاٹ کر گھوڑے کا سر لگا دیا۔ اور اسی گھوڑے کے منہ سے مہارشی نے اشونی کماروں کو
تمام علوم کی تعلیم دی۔ راجہ اندر نے اپنے قول کے مہارشی کا پھر بھی سر کاٹ ڈالا۔ تب
اشونی کماروں نے ان کی گردن پر اصلی سر جما دیا۔ بھگوت میں انکا نام **दधीच** ددہیچ
لکھا ہے جب دکش پرجاپت نے وہ جگیہ کیا تھا۔ جس میں شوجی کی ہتک کی گئی تھی اور
ستی جی کو جل جانا پڑا تھا۔ ددہیچ دکش کی رائے کے خلاف تھے نندی دبیل انہیں سے
شو منتر لے کر شوجی کے باہن ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ انکا تپ بھنگ کرنے کے لئے
اندر نے المبکہار نامی اپسرا کو روانہ کیا۔ اسی وقت مہرشی سرستی ندی پر ترپن کر رہے
تھے۔ اپسرا کو دیکھتے ہی کام دیو کا اثر ہوا اور تخم سے سارسوت مُن کی ولادت ہوئی۔
برترا اُسر اسے جب دیوتاؤں نے شکست کھائی تھی۔ اسوقت اندر نے مہرشی ددہیچ
سے ان کی ہڈیاں مانگی تھیں۔ مہرشی ایسے فیاض اور پراپکاری تھے کہ گو یا راجہ اندر نے ان
سے ہمیشہ دشمنی کی۔ مگر انہوں نے سوال پورا کرنے کے لئے ہڈیاں دے دیں۔ اور چولا
چھوڑ دیا۔ مہرشی کی ہڈیوں کے اندر بجر کے علاوہ تلوار۔ ترسول۔ چکر۔ گدا ای
اقسام کے مختلف خونخوار ہتھیار و مہا استر، بنے۔ چنانچہ سنسکرت کا قول ہے،

तस्यास्थिमि रथो गृक्र प्रहृ: सुमनावतय कारयम्मा
दिव्याता तानि प्रहारणान्यला वनासी वृाल चकप्र
पारधाव्ववयपमदा दीनम .प.

اور اندر بجر کی آبرو۔ اسلئے تمہاری خاطر سے ایک پر گرائے دیتا ہوں کہ خیر کچھ یادگار روزگار رہ جائے۔ تمہارے بجر کی ہیٹی تو نہ ہو۔ دوہیچ رشی کی ہڈیوں کی توجش نہ مٹے۔ ورنہ کیا مجال تھی۔ کہ ایک بال بیکا ہوتا جسوقت گرڑ جی نے پر گرایا دیوتا ببل کی تصویر کی طرح دم بخود ہو گئے۔ خوبصورتی نے تصویر حیرت بنادیا اور گرڑ جی کو سُپرن کے نام سے پکارنے لگے۔ اندر جی نے فرمایا کہ

"امتحان دست قدرت کی آرزو ہے دکھائیے ممنون عنایت فرمائیے"

گرڑ جی
دیکھوں نظرِ قہر سے دریا کو تو جل جائے
یہ کیا صفت موم ہر اک کوہ پگھل جائے
سورج پہ چڑھے تپ جو نظر میری بدل جائے
ماہی زمین خاکِ کفِ پا سے کچل جائے

ابھی کرۂ زمین کو ایک پر پر اُٹھا کر جہاں کہیئے رکھ آؤں۔ سمندر موج مارتے ہوں تو پرواہ نہیں۔ پہاڑ بھی آسمان سے باتیں کرتے ہوں تو باشد۔ سب کے سب میری طاقت کے لئے پھول کی ذراسی پنکھڑی سے زیادہ نہیں ۔

اندر۔ اور یہ امرت کہاں لے جائیے گا ۔

گرڑ جی۔ ماتا بنتا کی ضرورت سے لئے جاتا ہوں سوتیلی ماں کدور انے بڑا فریب کیا خیر سب کچا چیٹھا سُنا کر، اب میں جہاں امرت رکھ دوں۔ آپ شوق سے لے جا سکتے ہیں :۔

اندر جی نے گرڑ جی کی نظرِ عنایت کا شکریہ ادا کیا۔ ممنون توجہ ہوئے دوستی کا اظہار کیا اور نقش قدم پر قدم رکھتے چلے ۔

گرڑ جی گھر پہنچے۔ اپنی والدہ بنتا کے پاس ہوئے۔ کدرو (سوتیلی ماں) اور سب سانپوں (سوتیلے بھائیوں) کو مجتمع کرکے کہا :۔

لیجئے امرت حاضر ہے۔ کشایہ دیکھئے۔ اب دیر کی ضرورت نہیں جھٹ پٹ غسل کیجئے۔ اور امرت پیجئے۔ آج سے میری ماں حلقۂ غلامی سے آزاد۔ اب ما بخیر شما بسلامت ۔

سوتیلے بھائی پیرہن میں پھول اُٹھے دانت نکل آئے بتیسی کھل گئی بولے :۔

ابھی گئے۔ اور فوراً سے پہلے آئے ؞

سب سانپ موچیں اُڑاتے بغلیں بجاتے نہانے کو گئے۔ اندر نے جو بید ان
خالی پایا۔ تو امرت کا گھڑا لے اڑے یہ جا وہ جا آناً فاناً میں نظر سے غائب۔
جب سانپ نہا دھو کر آئے تو امرت ندارد۔ اب کس کو نذر کریں۔ سمجھ گئے
کہ ساری کرتوت اندر کی ہے انہیں نے بتا دیا۔ پرسی تھالی آگے سے ہٹالی۔
یہ ہمارے جعل فریب کا خمیازہ ہمارے چھل کپٹ کا معاوضہ تھا۔ کہ کردنہ بیافت
خیر کچھ مضائقہ نہیں جو چیز ہاتھ سے چلی گئی۔ اس کے لئے کف افسوس ملنا فضول
یوں دل سمجھا بجھا کر سانپوں نے اس کُشا کو زبان سے چاٹنا شروع کیا جس پر
امرت کا گھڑا رکھا تھا۔ امرت کے رکھے جانے کی وجہ سے کُشا پاک مانی جانے
لگی۔ مگر کُشا کو چاٹنے سے سانپوں کی دو زبانیں ہو گئیں۔ بنتا کے گلے سے
طوقِ غلامی اُترا۔ گرڑ جی اپنی ماتا کے ساتھ اس دشتِ پُر بہار اور صحرائے
غیرتِ گلزار میں رہنے بسنے لگے دلوں کی پژمردگی دُور اور عشرت کافور ہوگئی ؞
اُگر شر دہارشی فرماتے ہیں۔ کہ جو لوگ گرڑ جی کے اس حالات کو صدقِ عقیدت
سے سماعت کریگا۔ یا صاحبانِ علم کو پڑھ کر سُنائے گا۔ اُس کی نجات میں
گرڑ جی کی برکت سے تشکک نہیں ؞

ادھیائے۔ ۱۰

سیس ناگ جی کی تپشیا۔ برہما جی کی تشریف آوری۔ زمین کا سیس جی کے پھن پر قیام

سوت جی فرزند دلبند اُگر شروا کی ناگوں کے نام گنا کر یوں گلفشانی ہیں کہ:۔
سیس جی بھی کدرو کے نورِ نظر و لختِ جگر ہیں۔ وہ اپنی والدہ کی آغوشِ محبت
سے جدا ہو کر مشغولِ ریاضت ہوئے۔ ہوا بھانک کر عبادت کرنی شروع کی۔

پہلے گندھمادن میں رہے پھر بدر کاشرم (یعنی بدری ناتھ) میں سکونت اختیار کی ۔ اس بعد گتو کرن تیرتھ ہمالیہ پہاڑ اور پشکر راج میں تپ کیا عبادت شاقہ اور ریاضت لائقہ سے برہما جی نہایت خوش ہوئے ۔ خود پشکر راج میں تکلیف کی دیکھا کہ سیس جی ہڈیوں کا مالا ہو گئے گوشت پوست کا نام و نشان تک نہیں یہ حالت دیر انہا سے زیادہ اثر پذیر ہوئی چشمہ عنایت موجزن ہوا ۔ فرمایا ۔ سیس جی تمہاری تپسشیا حد سے گذر گئی ۔ میں تم سے بہت خوش ہوں ۔ جس چیز کی خواہش ہو بے تکلف مانگ لو ۔

سیس جی ہاتھ جوڑ کر ۔ پتا جی کوئی ہوس نہیں ۔ کسی چیز کی طلب نہیں صرف ایک افسوس ہے کہ میرے بھائی سب عقل سے خارج اور ایک دوسرے کے لیئے مارِ آستین ہیں ۔ آتش حسد گھر پھونکے دیتی ہے ۔ نائرہ رشک سے سب کے کلیجے سلگا کرتے ہیں ۔ گرڑ جی کو بھی میرے بھائیوں سے دشمنی و عداوت ہے ۔ اس لیئے میں نے تو تہیہ کر لیا ہے کہ تپسشیا کرتے کرتے خواہ جان ہی چلی جائے چاہے چولے کو ہون سواہا کر ڈالے مگر بھائیوں کا منہ نہ دیکھوں گا ۔ مجھے صورت دیکھنا گوارا نہیں ۔

برہما جی ۔ وہ بڑے عقل کے دشمن ہیں ۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ ان کو سراپ دے چکی ہے اس کا خمیازہ بھی ان کو اُٹھانا لازمی ہے بس تم ان کو اُن ہی کے حال پر رہنے دو ۔ اور اپنی کہو کیا خواہش ہے ؟

سیس جی بس صرف یہی ہے کہ میری طبیعت کسی حالت میں دھرم اور تپ سے نہ اُچٹے ۔

برہما جی ۔ تمہاری خواہش مجھے بہت پسند آئی ۔ میں خوشی سے بر دان دیتا ہوں لیکن اب میری ایک بات مانو ۔ یہ متحرک کرہ زمین اپنے پھن پر روک لو ۔

سیس جی حکم سر آنکھوں پر ۔ مگر ذرا تکلیف فرما کر کرۂ خاکی میرے سر پر رکھ دیجیئے ۔

برہما جی ۔ اس کی کچھ ضرورت نہیں ۔ تم طبق خاک کے نیچے چلے جاؤ زمین تمہیں خود راستہ دے دیگی ۔

۱؎ یہ تیرتھ بیتا پدو کھری کے متصل ٹکٹ دودہ پر واقع ہے جسے گو کرن کہتے ہیں ۔

سیس جی نے حکم کی تعمیل کی - کرۂ خاکی سر پر رکھ لیا - اور یوں متحرک و متزلزل زمین ساکت ہوئی ؎

ادھیائے - ۱۱

راجہ پر یچھت کو شرنگی رشی کا سراپ اور تکشک ناگ کے زہر سے وفات

اُگر شرواجی رطب اللسان ہیں - کہ پانڈو کی نسل میں راجہ پریچھت بڑا اہل اقبال اور صاحب جاہ و جلال راجہ گذرا ہے یہ ابھمنیو کا فرزند جگر پیوند تھا - ایک روز سیر و شکار کی ہوا سمائی تو ایک صحرائے پر فضا کی راہ لی جنگل میں پہنچتے ہی ایک ہرن پر تیر سر کیا مشیت ایزدی سے نشانہ بچ گیا اور ہرن سر پر پاؤں رکھکر جو اڑا تو ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو گیا - راجہ نے پیچھے گھوڑے ڈالدیئے - سارا جنگل چھان مارا مگر ہرن کا کہیں پتہ نہیں - اتفاقاً ایک تپوبن میں پہنچے جہاں شمیک رشی مون زخاموشی ، سادھے ہوئے مشغول عبادت تھے راجہ نے کہا :-

"رشی جی ! میں راجہ ابھمنیو کا لخت جگر ہوں - پریچھت نام ہے شکار کو نکلا تھا - ہرن کو تیر مارا تو وہ غائب ہو گیا - لاکھ تلاش کی مگر بے سود - آپ نے ہرن کو بھاگتے دیکھا ہو تو بتا دیجئے ؎

وہاں مون سدھی تھی بولتا کون لب پر مہر خاموشی لگی ہی رہی - راجہ کو غصہ آیا کہ اخ آہ - یہ دماغ - سوال کا جواب بھی ندارد - تاؤ پیچ کھا کر ایک مُردہ سانپ اٹھایا اور گلے میں ڈال کر تھوڑی دیر منتظر رہا کہ شاید اب کان پر جُوں رینگے زبان کا قفل ٹوٹے - مگر رشی جی بدستور کان میں تیل ڈالے بیٹھے رہے سانس ڈکار بھی نہ لی آخر راجہ گھر کو لوٹا - اور شدنی اپنا

اثر دکھا گئی۔ رشی کے فرزند شرنگی جی دیولوک سے آ رہے تھے راستے میں کرشن نامی ایک دوست سے ملاقات ہوئی ادھر ادھر کی باتوں میں کرشن کی زبان سے نکل گیا کہ:-

شرنگی جی تمہارے پتا کیسے مرتاض باکمال عابد صاحب جلال و ان کے گلے میں پرتچھت مردہ سانپ ڈال کر سوانگ بنایے بڑے شرم کی بات ہے۔ کیا اسی منہ پر تمہیں برہم گیانی ہونے کا دعوے ہے؟

شرنگی رشی کے دل پر جیسے کسی نے گھونسہ مارا۔ اور کرشن سے پوچھا:-

"اچھا اور تو سب خیریت ہے پتا جی اچھے تو ہیں؟ راجہ نے یہ گستاخی کیوں کی؟ کیا کوئی پتا سے بدعنوانی ہوئی تھی۔ کہیں کوئی سراپ تو نہ دیے بیٹھے تھے"؟

کرشن نے ساری سرگذشت کہہ سنائی۔ جس پر تاؤ کھا کر شرنگی رشی نے آچمن کیا۔ اور بد دعا دی۔ کہ

"آج سے ساتویں روز راجہ پریکشت کو تکشک ناگ ڈس لے"۔

یہ بد دعا دیکر وہ آشرم میں آئے اور سانپ اپنے والد بزرگوار کے گلے میں لٹکتا پایا۔ یہ صورت حال دیکھ کر شرنگی جی رو پڑے۔ اور اپنے پتا سے کہا کہ

میں نے جونہی آپ کے شان میں ایسی گستاخی کا واقعہ سنا۔ راجہ کو بد دعا دے دی"؟

شمیک رشی جان و جگر تم نے بڑی غلطی کی راجہ پرتچھت بڑا رعیت پرور دھرماتما رشیوں کا دستگیر ہے اُس سے یہ خطا بشریت سے ہو گئی۔ اشتہا کے بارے کچھ نہ سوجھتا تھا اسی وجہ سے یہ نادانی کر بیٹھا؟

شمیک رشی شرنگی جی سے اظہار افسوس کر کے سوچے کہ جو کچھ لکھی بدی تھی وہ تو ہو ہی گئی۔ شرنگی کی بددعا خالی نہیں جاتی۔ کمان سے نکلا ہوا تیر کب لوٹا ہے پس تدبیر یہی ہے کہ راجہ کو خبر کر دوں غریب بے خبری میں تو نہ مارا پڑے۔ انہوں نے اپنے مرید رشید گیور مکھ سے فرمایا:-

"ابھی ابھی جاؤ - راجہ پرتچھت کو خبر کرو - کہ شرنگی نے تمہیں اس قسم کی بددعا دی ہے"۔

گیور کھ فوراً راجہ کی خدمت میں گیا - اور کل کیفیت عن وعن کہہ سنائی ۔

راجہ پرتچھت کو سمیک رشی کی شان میں بے ادبی ہونے کا سخت افسوس ہوا وہ اپنی نادانی سے عرق عرق ہو گئے - مگر خبرِ مرگ سے ان کے چہرے پر ذرا بھی میل نہ آیا ۔

اراکین دولت جمع ہوئے اعیانِ حکومت سے دربار بھر گیا بددعا کا معاملہ پیش ہوتے ہی رائے قرار پائی کہ دریائے گنگ کے ساحل پر ایک ستون کی ایسی عمارت تعمیر کی جائے جہاں پرندہ پر نہ مار سکے - طائرِ خیال کی بھی رسائی نہ ہو ۔

کارکنانِ سلطنت نے فوراً عمارت بنوائی - ہتھیلی پر سرسوں جمائی - سنگین پہرے مقرر ہوئے زبردست چوکیاں بیٹھیں مجال کیا کہ ہوا بھی گزر سکے - مجرب سے مجرب تریاق عمدہ سے عمدہ قاطع زہر دوائیں ڈھیر ہو گئیں بڑے بڑے جھاڑ پھونک کرنے والے منتروں سے زہر اُتارنیوالے باکمال برہمن جمع کئے گئے - کہ اول تو تکشک آہی نہ پائے آئے تو کاٹ ہی نہ سکے - اور کاٹے تو جھٹ پٹ زہر اتار دیا جائے ۔

ادھر یہ خیال یہ حفاظت اُدھر کشیپ رشی کے دل میں ہمدردی کا خیال جڑ پکڑ گیا - ان کے تلووں سے لگی کہ راجہ کو مرنے ندیں ۔

جو دن موت کے لئے بدا ہوا تھا عین اُسی وقت کشیپ جی گھر سے چلے - کہ تکشک راجہ کو ڈسے تو میں زہر اُتار کر چنگا کر دوں - اس کے صلے میں راجہ پریچھت جس قدر پاؤں پوجے کم ہے کشیپ رشی جا رہے تھے کہ تکشک سانپ برہمن کے بھیس میں ان سے ملا اور پوچھا -

"مہاراج کہاں کا قصد ہے ؟

کشیپ جی ۔ راجہ پریچھت کے یہاں جاتا ہوں آج تکشک ناگ اُسے ڈسنے والا ہے میں نے ٹھانی ہے کہ راجہ کو مرنے نہ دوں - منتروں

کے زور سے زندہ کر دوں ؛
تکشک کام تو ضروری ہے مگر اس سامنے والے درخت کو میں منتر پڑھ کر جلا ڈالوں تو آپ ترو تازہ کر سکتے ہیں ؟
کشیپ جی۔ہاں کیوں نہیں۔ آزمائش کرو۔ ناگ کنگن کو آرسی کیا ؛
تکشک نے ایک بڑے بھاری بڑ کے درخت پر دانت لگاتے ہی تاثیر زہر سے سارا درخت راکھ کر ڈالا نیخ و بن برگ و بار سب خاکستر ہو گئے۔ کشیپ جی نے ساری راکھ کو ایک جگہ ڈھیر کر کے منتر پڑھ کر جو پھونکا تو بجنسہ وہی ہرا بھرا درخت اسی طرح اپنی جگہ پر کھڑا نظر آنے لگا تکشک کے ہوش اڑ گئے سوچا کہ یہ برہمن منتر ودیا میں کامل الوقت ہے اس کے ہوتے راجہ پر زہر اثر نہیں کر سکتا۔ اس نے عرض کی :-
مہاراج! آپ کو فقط مال و دولت کی آرزو ہے وہ مجھ سے یہیں لے لیجئے۔ اتنی زحمت اٹھانے سے کیا حاصل ؟
کشیپ جی دل میں خوش ہو گئے۔ سوچے کہ یہیں دولت مل جاتی ہے۔ تو اور پاؤں توڑنے سے کیا فائدہ۔ راجہ کی زندگی کے دن پورے ہو گئے۔ دولت ڈب میں کرو اور ٹھنڈے گھر کا رستہ پکڑو۔ تکشک سے کہا :-
" خیر آپ ہی کا کہنا سہی۔ لائیے دلوائیے میں گھر کیطرف لمبا پڑوں ؛"
تکشک نے خزانہ ڈھیر کر دیا۔ کشیپ جی سب لادے پھاندے گھر پھرے اور تکشک نے ہستناپور کیطرف سیدھیاں بھریں۔ وہاں دیکھا تو چوکی پر چوکی پہرے پر پہرا بیٹھا ہے فوراً سانپوں کو بلا کر کہا :-
تم سب تپسوی کا بھروپ بھر کر پھل پھول پانی وغیرہ راجہ کے ہاتھ میں دو ؛
سب سانپوں نے یہی کیا اور راجہ کو پھل وغیرہ دیکر اشیرباد دے آئے۔ راجہ سمجھا کہ بلا ٹل گئی۔ تیر قضا خالی گیا۔ وزیروں سے بولا :-
" اب تو آفتاب غروب ہوتے کو ہے ساتواں دن گذرنے میں کسر ہی کیا رہ گئی۔ آپ سب یہ پھل لے جائیں نوش جان کریں ؛"

تمام عزیز و اقارب وزیر و امیر پھل اُٹھانے لگے راجہ کے دل میں آیا۔ کہ میں بھی ایک پھل چکھ لوں۔ راجہ نے بھی ایک پھل اُٹھالیا۔ جس کو توڑتے ہی ایک سرخ رنگ کا سیاہ چشم کیڑا نظر آیا۔ راجہ بولا:۔

دن تو ختم ہو گیا۔ آفتاب چھپا ہی چاہتا ہے ابھی تک تو خیریت رہی کہیں یہی کیڑا تو پیغام اجل نہیں لایا۔ ممکن ہے کہ یہی شرنگی رشی کی بد دُعا کو سچ کر دکھانے آیا ہو ؛

راجہ اس کیڑے کو مزاحاً کندھے پر رکھ خندہ زن ہوا ہی تھا۔ کہ وہ آنِ واحد میں افعی خونخوار بنکر راجہ کے جسم میں لیٹ گیا اور ایک بلند آواز سے گرج کر راجہ کو ڈس لیا۔ آواز ایسی ہولناک تھی۔ کہ راجہ کے سب عزیز و اقارب امیر و وزیر دہل کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ راجہ بستر مرگ پر سو گیا۔ اور تکشک بجلی کی طرح چمک کر آکاش میں غائب ہو گیا ؛

کریا کرم سے فراغت ہو جانے پر راجہ جنمیجے پریچھت کا فرزند سریر آرائے جہانبانی و اورنگ نشین حکمرانی ہوا۔ راجہ جنمیجے بھی پانڈوں کی نسل میں صاحب اقبال فرمانروا تھا۔ رعیت پروری میں بے نظیر دھرم میں بھی بے مثال ؛

ادھیائے ۱۲۔

بے اولادی کی وجہ سے باور رشیوں پر عذاب جرتکار کی شادی۔ شادی کے بعد مفارقت باہمی اور آستیک کی پیدائش

سوت جی کے جگر پیوند راوی ہیں۔ کہ جرتکار بڑے صاحب ریاضت

تھے۔ جہاں پہنچے تب کے جھنڈے گاڑ دیئے۔ دورانِ سیاحت میں انہوں نے ایک مقام پر ایک حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ ایک عمیق غار تھا۔ غار میں خس کا ستون منصب تھا۔ جس میں کئی آدمی چمگادڑوں کی طرح نیچے سر اور اوپر پاؤں کئے لٹک رہے تھے۔

جرتکارنے متعجب ہو کر سوال کیا:۔

آپ لوگ کون ہیں اس دردانگیز حالت کی وجہ۔ یہ عذاب سقیم کیوں؟ اُلٹے لٹکے ہوئے آدمی۔ نہ کوئی گناہ۔ نہ کوئی قصور۔ نسل منقطع ہو جانے سے اس عذاب میں گرفتار ہو رہے ہیں۔ ہمارا تعلق جن رشیوں سے ہے۔ وہ یاور کے خطاب سے مشہور زمانہ ہیں خاندان بھر میں صرف ایک لڑکا باقی ہے جسے جرتکار کہتے ہیں۔ اس کی ابھی شادی نہیں ہوئی۔ اگر تمہارے کہنے سے وہ شادی کرلے تو اس عذاب سے چھٹکارا مل جائے یہ ستون ایک تو یونہی چھوٹی ہوئی ہے اس پر طرہ یہ کہ چوہوں کو رات دن کا مشغلہ ہاتھ آگیا ہے جب دیکھو حرکات رہے ہیں۔ بس

اگر ماند شبے ماند شبے دیگر نمے ماند

ایک دن افتاد رکھی ہوئی ہے ہم ہونگے اور تحت الثریٰ جرتکار مرتاض کامل ہے۔ وہ شادی کرکے صاحب اولاد ہو جائے۔ تو ہمارے لئے بھی نجات رکھی ہوئی ہے۔ ورنہ یہ غار ہے اور یہ ستون اور عذاب جان ہے اور ہم کو کوئی اور جانبری کی صورت نہیں۔

جرتکار تو میں ہی ہوں۔ آہ آپ میرے بزرگ اور اس قید عذاب میں؟ میں شادی تو نہ کرتا۔ مگر اب مجبوری واقع ہو گئی۔ شادی کرنا فرض ہے۔ لیکن میں اس عورت سے شادی کروں گا۔ جو قریب قریب میری ہمنام ہو۔ میں اُس کے فرائض پرورش سے سبکدوش رہوں۔ اگر ایسی عورت ہتھے چڑھ گئی۔ تو رفیق جلوت وخلوت بنا کر صورت بقائے نسل سے گرفتاران عذاب کو رہائی دونگا:۔

یہ کہکر وہ وہاں سے ہوا ہوئے اور حطلوبہ مجوزہ کی تلاش شروع کی مگر ایسی عورت دُنیا کے پردے پر کہاں کیسی روز اسی فکر میں غلطاں و پیچاں جارہے تھے۔ کہ سانپوں نے باسکی ناگ سے عرض کی:-

"جرتکارشی بن میں وارد ہوئے۔ شادی کی فکر اور عورت کی تلاش ہے"

باسکی ناگ کی ایک بہن تھی۔ باسکی نے اُسے لباس زرکار و زیور جواہر نثار سے نور کے سانچے میں ڈھال کر جرتکار کی خدمت میں پیش کیا۔ اور درخواست کی:-

"اس کو خدمت میں قبول کیجئے"

جرتکار نے درخواست نامنظور کی اور فرمایا:-

"میں ایسی عورت چاہتا ہوں جس کا نام میرے نام کے نقطۂ مقابل ہو۔ اور اس کی پرورش میرے لئے بارِ خاطر نہ ہو"

باسکی مہاراج! یہ بھی جرتکاری کے نام سے موسوم ہے۔ آپ اس کو عقد میں لائیے پرورش کا بار میری گردن پر۔

جرتکار۔ یہ ہے تو شادی قبول۔ لیکن ایک شرط اور ہے سمجھا دیجئے کہ میری نظر ہی میں چلے۔ اگر کبھی خودرائی کی اور مرا کہنا ٹالا تو بس رسم راہ القط۔ میں اسی وقت تلانجلی دیدوں گا۔

باسکی نے یہ شرط بھی منظور کی اور قران السعدین ہوگیا۔ ایک عالیشان مکان زیب و آرائش۔ فرشِ راحت و بسترِ استراحت سے عجائب خانہ نفائسات تھا۔ اسی میں نوشاہ و عروس ہمقران ہوئے۔ نوشہ نے عروس طنّاز و محبوبہ سراپا ناز کو خوب سمجھا بجھا دیا کہ "ہوشیار خبردار جس وقت مرضی کے خلاف بات ہوئی۔ رشتہ منقطع سمجھنا۔ میں فوراً چھوڑ کر چلتا دھندا کروں گا"

عروس نوس نے سرِ قبول خم کیا۔ اور دونو بڑے پیار سے رہنے بسنے لگے حتی کہ نخلِ مراد بار آور ہوا۔ ظہور امید کے آثار نمایاں ہوئے۔ ایک روز

جرتکارو محبوبہ دلنواز معشوقہ طناز کے زانو کو تکیہ سر بنائے ہوئے سرگرم
خواب استراحت تھے۔ سوتے سوتے شام کر دی اور سندھیا کا وقت آگیا۔
نازنین با اخلاص سوچی کہ اگر بیدار کرتی ہوں تو شاید ناراض ہوں سونے
دوں تو سندھیا میں ناغہ ہونے سے دھرم ساقط ہوتا ہے۔ اس پس و
پیش میں سوچتے سوچتے دھرم کا خیال مقدم معلوم ہوا۔ اُس نے
بڑی نرمی بڑی شائستگی اور بہت شیریں زبانی سے جگا کر گذارش کی :-

"مہاراج! سندھیا کا وقت آگیا ہے"۔

جرتکار کا شعلۂ غضب بھڑک اُٹھا۔ بڑے طیش سے بولے کہ :-

"ہیں یہ بے ادبی۔ اتنی گستاخی"!

جرتکاری (ہاتھ جوڑ کر، میری یہ مجال۔ یہ طاقت! فقط یہ خیال
تھا کہ سندھیا کا ناغہ نہ ہو۔ ورنہ اس قدر جُرأت نہ ہوتی۔

جرتکار۔ میری سندھیا ناغہ ہو!

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

سورج کی مجال بھی تھی۔ کہ بغیر مجھ سے چلو بھر پانی لئے غروب ہو جاتا تو نے
میری نیند حرام کی۔ بس اب مجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ تو جانے اور
تیرا بھائی جانے اسی کے گھر میں رخصت۔

جرتکاری کے آنسو اُمنڈ آئے زار زار رو پڑی۔ قدموں پر سر رکھ
دیا ہاتھ جوڑ کر بولی :-

"میں بالکل بے قصور ہوں بال بھر خطا نہیں۔ آپکا عتاب محض
فضول ہے۔ آپ ناحق میرے گلے پر خنجر فرقت پھیرتے ہیں۔ ہائے
ابھی تو کلیجے کا ٹکڑا ابھی آنکھوں کا تارا اور زندگی کا سہارا نہیں ہوا"۔

جرتکار۔ اب تو جو ہونا تھا ہو چکا نقش مقدر مٹ نہیں سکتا۔ مگر تو پریشان
نہ ہو فکر کی ضرورت نہیں۔ تجھے وہ تیجسوی اور پرتاپی آنکھ کا تارا ملیگا۔ کہ
سب فکر و کاہش فراموش ہو جائے گی۔

یہ کہہ کر جرتکار نے تو بن کا رستہ لیا۔ اور جرتکاری سر پر خاک اُڑاتی

بھائی کے پاس پہنچی۔ باسکی نے کہا:۔

جرتکار کی ناراضگی بے وجہ نہ ہوگی ضرور تجھ سے کوئی قصور سرزد ہُوا۔ جرتکاری نے سب کیفیت سنائی۔ مگر باسکی کے پاس علاج کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ جرتکار صاحب کشف و کرامات ہیں۔ عبادت و ریاضت میں مرتبہ کمال حاصل ہے۔ اس لئے بددُعا کے خوف سے ان کے پاس جانا خلاف مصلحت جانا بھانجے کی ولادت سے ڈھارس تھی بس وہ چپکا ہو رہا۔ ناگوں نے جرتکاری کی پرستش کی۔ اور تھوڑے دنوں میں جرتکاری کے بطن سے آستیک جلوۂ شہود میں آئے۔ یہ نام لفظ استے کی وجہ سے رکھا گیا۔ کیونکہ جرتکار یہی لفظ بولکر روانۂ صحرا ہوئے تھے۔

آستیک نے چھیوں رشیوں کے سایہ عاطفت میں وید اور ویدانگ کی تعلیم سے فارغ التحصیل ہو کر ناگ لوک میں سکونت اختیار کی۔ سانپوں کو بہت آرام دیا۔ حتیٰ کہ جنمجے کے سرپ جگیہ کے آتشکدۂ جانسوز سے بھی اُن کو نجات دی۔

ادھیائے ۱۳

جنمجے کو راجہ پرتچھت کے واقعۂ مرگ سے آگاہی۔ سرپ یگیہ کا عزم

سونگ رشی راگر شروا رشی سے جب پرتچھت رگرائے عالم باقی ہے تو راجہ جنمجے کو کیونکر سانحۂ جگرخراش سے آگاہی ہوئی۔ اس کے سمجھنے بھی ایک جنبش لب کی ہوس ہے۔

اگر شروا۔ ایک دن ادھر ادھر کی باتوں میں راجہ جنمجے کو اپنے والد ماجد کے انتقال پُرملال کا خیال آگیا۔ وزرائے دولت سے ارشاد ہوا کہ کل

کیفیت سُنائیں ٭

وزرائے باتدبیر و مشیران خوش تقریر نے عرض کی کہ:۔

"جہاں پناہ! شہنشاہ و قمر کلاہ راجہ پریچھت فہم و فراست میں ضرب المثل تھے۔ ویدوں کے عالم باعمل تھے۔ رعایا عہد دولت مہد میں آرام سے بسر کرتی تھی۔ جان و دل سے دم بھرتی تھی۔ مہاراج نے ساٹھ برس حکومت کی۔ پھر رحلت کی۔ ایک روز شکار کے لئے دار الحکومت سے قدم نکالا۔ ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈالا۔ غزال چوکڑی بھرتا ہوا اچھلاوے کی طرح تیر سے اوجھل ہو گیا۔ بہت تلاش کی۔ مگر پتہ نہ لگا۔ شدنی کچھ اور تھی۔ راجہ کو نہ معلوم کیا سوجھی کہ مردہ سانپ اُٹھا کر شمیک رشی کے گلے میں ڈال دیا۔ شرنگی رشی کے فرزند مرتاضانِ عالم میں سربلند تھے انہوں نے بددعا دی:۔ تکشک ناگ نے ساتویں روز زہر اُگلا اور راجہ راہ نوردِ منزل دار باقی ہوئے ٭

جنمیجے۔ میں ضرور عوض لونگا تو سہی تکشک ناگ کو خاک سیاہ نہ کر دوں۔ مگر یہ تو کہو کہ تم لوگوں کو کشیپ اور تکشک کی بات چیت کیونکر معلوم ہوئی" ٭

وزرائے سلطنت ہمیں ساری سرگذشت لکڑہارے سے معلوم ہوئی یہ لکڑہارا بھی اسی درخت کے ساتھ تودۂ خاکستر ہو گیا تھا جس کو دانت سے کاٹ کر تکشک نے تاثیر زہر سے راکھ کر ڈالا تھا۔ اور جسے پھر کشیپ نے منتروں کی برکت سے نخل پر بہار بنا کر اپنے کمال سے تکشک کو متحیر کر دیا تھا۔ اس درخت کے ہرا ہوتے ہی لکڑہارے میں بھی جان پڑ گئی۔ اور اسی کے کو رازِ نہانی سے واقف ہونے کا موقع حاصل ہوا ٭

راجہ جنمیجے کو اس واقعہ سے سخت رنج ہوا قسم کھالی کہ جب تک تکشک کو مزہ نہ چکھا لوں۔ تب تک دائیں ہاتھ کا کھانا حرام ہے کشیپ جی دولت کے لالچ میں اندھے ہو گئے۔ آتے آتے گھر پلٹ پڑے ان کو لازم تھا کہ راجہ کو زندہ کرتے۔ ان کے لالچ نے

راجہ کی جان لی۔ سچ ہے۔ لالچ بُری بلا ہے ؏

بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند

ادھیائے ۱۴

راجہ جنمجے کا سرپ یگیہ سانپوں کا قلع قمع۔ تکشک کی جانبری

راجہ جنمجے کی بات پتھر کی لکیر تھی۔ ارادہ پختہ۔ عزم پکا تھا۔ کہ تکشک کی قرار واقعی گوشمالی کی جائے۔ تکشک ہی نہیں اس کے تمام بھائیوں کی بھی اچھی طرح خبر لی جائے۔ جگیہ کے ادھشٹاتا مہاتماؤں سے استدعا کی کہ وہ تدبیر ہو کہ تمام سانپ اڑ اڑ کر آتشکدہ اجل میں پھنک پھنک کر خاک سیاہ ہوں طرح دہی کا موقع نہیں۔ پاداش لازمی ہے ۔

سرپ جگیہ کے لئے زمین کی پیمائش ہوئی۔ منڈپ بنے نشستگاہیں تیار ہوئیں۔ ہر قسم کا سامان لیس ہوا۔ رشی منی رونق افروز ہوئے اور سرپ یگیہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ جا بجا چوکیاں قائم تھیں۔ پہرے بیٹھے تھے۔ کہ اجازت کے بغیر کوئی جگیہ کے احاطہ میں قدم نہ رکھ سکے ۔

ہون کی آگ بھڑکی۔ منتروں سے جگیہ بھومی گونج اُٹھی۔ قسم قسم رنگ رنگ کے سُرخ زرد سبز سیاہ افعی خونخوار و اژدر آتشبار آپ سے آپ اُڑ کر ہون کی آگ میں گرنے لگے دیکھتے دیکھتے لاکھوں کروڑوں سانپ جل کر راکھ ہو گئے۔ ہون کے دھوئیں کی طرح شعلوں پر سانپ ہی سانپ لہرا لہرا کر فی النار و السقر ہوتے ہوئے نظر آئے ۔

بھر گو نبس میں درج ہے کہ اس عظیم الشان جگیہ میں بڑے بڑے بزرگ اور کامل رشی شریک تھے ہون کا کام چند نامی برہمنوں کے سپرد

تھا۔ شام بیدی جے مُنی تھے۔ ساگر جی و پنگل رشی یجر بیدی۔ بیاس جی مع شاگردانِ رشید۔ اودالک رشی۔ دیول منی پربت منی اور اترے رشی وغیرہ سب وید کے عالم باعمل۔ کشف و کرامات میں ضرب المثل جگیہ میں مصروف اظہارِ کمالات تھے۔ ان کے منتروں کی تاثیر سے کروڑوں سانپ کتمِ عدم میں مفقود اور نیست و نابود ہو چکے۔ تو تکشک کی روح قبض ہونے لگی۔ جان کے خوف سے اندر کے سایۂ عاطفت میں پناہ گیر ہوا۔ اندر نے تسلی دی فرمایا کہ:۔

یہاں تمہیں کچھ خوف نہیں بے فکر رہو میں نے برہما جی سے کہکر پہلے ہی پیش بندی کر لی ہے" ۔

ان تسلی بخش الفاظ سے تکشک کو ڈھارس ہوئی۔ اور اطمینان سے اندر کے زیر قدم پناہ گزین رہا ۔

ادھر باسکی ناگ کو بھی یگیہ کے منتروں نے مقناطیسی کشش دکھائی۔ اس نے اپنی بہن جرتکاری سے فریاد کی کہ موت بلا رہی ہے۔ اب یگیہ میں جلنے سے مفر نہیں۔ جلد اپنے فرزند آستیک کو یاد کر مجھے بلائے ناگہانی سے بچائیے ۔

جرتکاری نے آستیک کو بُلا کر سرپ یگیہ کا حال سنایا۔ اور باسکی کی حفاظت چاہی۔ آستیک جی بولے :۔

"ایک باسکی کیا۔ میں تمام باقیماندہ سانپوں کی حفاظت کرونگا۔ ممکن کیا ہے کہ رویاں بھی میلا ہو" ۔

باسکی کو دلجمعی ہوئی۔ جان میں جان آئی۔ اور سانپوں کو بھی اطمینان ہوا۔ آستیک جی یوں ڈھارس دیکر یگیہ شالا پہنچے۔ راجہ نے اندر آنے کی اجازت دی۔ آستیک رشی جگیہ منڈپ میں گئے۔ راجہ کو دعا دی۔ جگیہ کی تعریف میں تر زبان ہوئے۔ اور فرمایا کہ :۔

"مہاراج ادھیراج! میں اپنے عزیزوں کی حفاظت کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ ان کو معاف کیجئے ۔

راجہ جنمجے۔ بہت بہتر۔ جو آپ کی مرضی ؞

اتنے میں مرتاضانِ روشن ضمیر و عابدانِ عدیم النظیر راجہ کے پاس آئے۔ اور فرمایا کہ:۔

"اور تو کروڑوں سانپ آئے مگر بنیادِ فساد غائب ہے جس نے سارا زہر بویا۔ وہ اندر کی پناہ میں مزے کر رہا ہے ؞

راجہ نے حکم دیا کہ کچھ پروا نہیں۔ وہ منتر پڑھو کہ تکشک کیا راجہ اندر بھی بال سے باندھا چلا آئے ؞

رشیوں مُنیوں نے منتر پڑھنا شروع کئے اداہن ہونے لگا اب تو راجا اندر کی سب سٹی بھولی۔ بران پر چڑھ کر دوڑے وِدیادھر ساتھ۔ اپسرائیں ہمراہ۔ تکشک ایک گوشہ چادر میں۔ راجہ اندر جگیہ کے متصل آئے۔ تو حواس جاتے رہے۔ ہوش اڑ گئے۔ گھبرا کر تکشک کو نکالا۔ اور جگیہ میں پھینک کر آپ چلتے ہوئے تکشک اندر کے بل پر پھُوتا تھا۔ اب کیا کرتا۔ منتروں نے وہ تاثیر دکھائی۔ کہ جیسے ڈھیلے ہوگئے ساری ہیکڑی گرد برد۔ ایک نہ چلی۔ اگن کنڈ نے اپنے قریب کھینچ بلایا۔ برہمن خوش ہو گئے کہ بس مار لیا۔ سب کارج سدھ۔ تکشک اب جلا۔ اب سواہ ہوا۔ اسی خوشی میں راجہ سے بولے:۔

ہاں مہاراج! اب برہمن جو بردان مانگے۔ شوق سے دیجئے۔ ہمارا کام پورا ہو گیا ؞

راجہ آستیک سے مخاطب ہوئے کہ:۔

ہاں فرمائیے کیا خواہش ہے"؟

آستیک جی تکشک کی حالت زار دیکھ رہے تھے۔ اور سمجھ رہے تھے کہ کوئی ساعت کا مہمان ہے۔ راجہ سے بولے:۔

"بردان یہی مانگتا ہوں کہ فوراً سرپ جگیہ بند کیا جائے۔ اسی وقت سے سانپوں کی جان بخشی ہو۔ اب کوئی جلنے نہ پائے ؞

راجہ جنمجے۔ اور جو کچھ مانگئے دوں۔ سیم و زر الماس و جواہر حاضر کروں؟

مگر جگیہ کو ہونے دیجئے ؎
آستیک۔ روپیہ سونا چاندی آپ کو مبارک ہو۔ ہم فقیروں کو دھن دولت سے کیا کام۔ جو کہا ہے وہ کیجئے تو آپ ہی کا بھلا ہے ؎
نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را۔
سمجھانے سے تھا ہمیں سروکار اب مانو نہ مانو تم ہو مختار
آستیک جی کی باتیں سنکر وزیران دولت و مشیران سلطنت نے بھی راجہ کو اونچ نیچ دکھائی نیکی بدی سمجھائی۔ راجہ نے بھی خیال کیا۔ کہ خلاقِ عالم کی خلقت نیست و نابود نہیں ہو سکتی۔ پس اب جد وجہد فضول۔ ایک جان کے لئے اتنے خون تو ہو چکے۔ آخر جگیہ بند ہوا تکشک کی جان بچی۔ آستیک رشی راجہ کو دعائیں دیتے پتو بن کو چل دئیے۔ سب رشیوں منیوں نے آشرم کی راہ لی ؎
(سوت کے فرزند اُگر شروجی کا بیان ہے۔ کہ جو شخص سرپ یگیہ کے حالات سُنے یا پڑھیگا اُسے زہرِ مار سے خوف وخطر نہ ہوگا) ؎

ادھیائے ۱۵

جنمجے کو مہابھارت سننے کی خواہش

جس وقت سرپ یگیہ کا آغاز تھا۔ بہت سے رکھیشر جلوہ افروز ہوئے تھے۔ اُن میں برہم گیانی ویدو یاس جی بھی تشریف فرما تھے یہ وہی ویدو یاس جی ہیں۔ جنھوں نے ویدوں کو شرح وبسط کے ساتھ چار حصوں پر منقسم کیا اٹھارہ پوران تصنیف فرمائے بہت سے اُپ پوران بھی کمال لیاقت کی یادگار ہیں۔ چھند اور سمرتیوں میں کوٹ کوٹ کر لیاقت بھردی۔ اہل جہان نے

بشن کا اوتار مانا۔ ان کی قابلیت کی کہیں نظیر نہیں ملتی۔ راجہ جنمجے نے بیدویاس جی کی بڑی خاطر و مدارات کی۔ طلائی سنگھاسن پر آنکھیں بچھا کر بٹھایا پرشن کی۔ جگیہ کی غایت اصلی بیان فرمائی اور عرض کی:۔

مہاراج! میرے بزرگان عالی مکان یعنی پانڈو خاندان کے مہاراجگان کشورستان کے اتہاس بیان فرمایئے۔ اوصاف حمیدہ و خصائل پسندیدہ کے ہوتے یہ مہابھارت کی جنگ عظیم کیوں رونبطہور ہوئی۔ او مہاراج کرشن جی نے باوجود قرابت قریبہ اس عالم گیر خونریزی سے کیوں باز نہ رکھا جس نے خاندان کا خاندان کرکشیتر کی خاک میں ملا دیا ؛

ویاس جی۔ یہ پرتھی ناتھ شدنی کسی طرح نہیں ٹلتی۔ ہونی ہو کر رہتی ہے۔ کسی کا کچھ بس نہیں چلتا۔ برج چندر آنند کند سری کرشن خالق و برحق و قادر مطلق نہیں۔ انہوں نے دنیاوی خیالات سے بہت چاہا۔ کہ جنگ و جدل نہ ہو۔ لیکن بغیر کارزار چارہ نہ تھا۔ گاو زمین کو بار عذاب سے سبکدوش کرنے کے لئے کوئی حیلہ ضروری تھا۔ پس جو ان کی مرضی ہوئی وہی ہوا کسی کی مجال نہ تھی۔ کہ مشیت حق میں ایک ذرہ برابر تغیر و تبدل کر دے ؛

یہ فرما کر ویاس جی نے بیشم پائن سے فرمایا کہ کرو اور پانڈو خاندان کے محاربۂ عظیم کے کوائف و حالات جو میں نے تمہارے صفحہ یادداشت پر نقش کر دیئے ہیں۔ حرف بحرف راجہ جنمجے کے گوش گزار کرو۔ بیشم پائن نے تعمیل ارشاد کی۔ اور چشمۂ طبع مواج موجزن ہونے لگا؛

ادھیائے ۱۶

مہابھارت کے تمہیدی حالات

بیشم پائن فرماتے ہیں کہ:۔

جدھشٹر بھیم سین - ارجن نکل سہدیو پانچوں پانڈو گندھ - مادن میں قیام پذیر تھے جب ہستناپور تشریف لائے تو بھیشم پتامہ - بدر اور دھرتراشٹر کا کلیجہ ہاتھ بھر کا ہوگیا - باشندگان شہر کی کلی کلی کھل گئی - جو دیکھتا پچھاور ہوتا تھا صورت سیرت پر سب لوٹ ہو رہے تھے - لیکن درجودھن اور اس کے بھائی دل ہی دل میں جلتے اور صیاد کی طرح کمین میں رہتے تھے - ایک دن بس چلا تو بھیم سین کو زہر دیا اس پر بھی نیت نہ بھری اٹھا کر دریا میں ڈال دیا مگر

دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر ست

جس کو بھگوت رکھے اسکو کون چکھے

بھیم سین بال بال بچ گیا - ایک رویاں بھی نہ میلا ہوا - ایک مرتبہ پانچوں کے پانچوں بھائیوں کو رال اور راکھ کے مکان میں پھونکنے کی کوشش کی - لیکن حافظ حقیقی نے وہاں سے بھی صحیح سلامت نکالا - دل کی گرہیں نہ کھلنا تھیں نہ کھلیں - آخر نخل عناد جڑ پکڑ گیا - حتی کہ اٹھارہ چھوہنی دل کٹ گئے کوروں کا خاندان صفحۂ ہستی سے مٹ گیا - صرف پانڈو دھرم کے طفیل باقی رہے - انہوں نے چار دانگ عالم میں فرمانروائی و کشور کشائی کے جھنڈے گاڑے - آفتاب اقبال کی روشنی پھیلائی - راجہ جنمیجے! آپ کے خاندان میں آج تک جتنے صاحب تاج و تخت گزرے سب معدلت گستر - رعیت پرور - فرائض دینی و دنیوی سے آگاہ - ابنائے زمانہ کے پشت و پناہ تسلیم کئے جاتے ہیں - میں برہما سے شروع کر کے راجہ جدھشٹر تک سب تاجداروں کا شجرہ اور مختلف تذکرے سناتا ہوں ؂
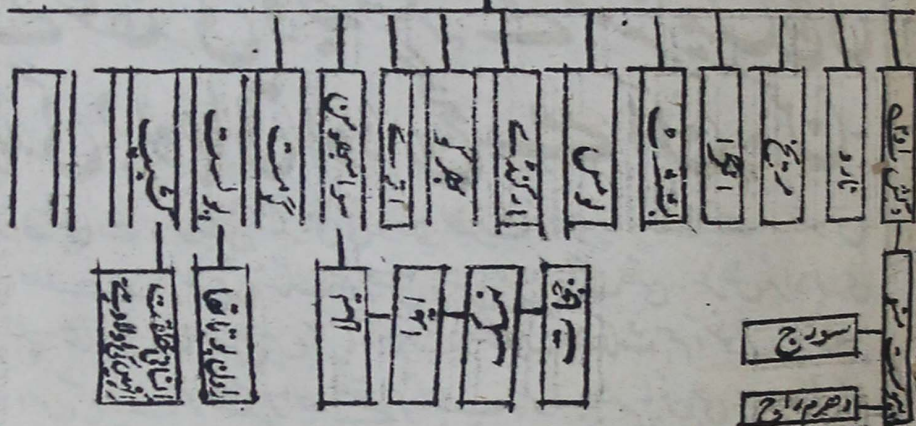
دکش کے ہزار بیٹے تولد ہوئے مگر ناروجی نے انہیں علوم معرفت وحقیقت کا ایسا عالم باعمل بنا دیا کہ دنیا چھوڑ بیٹھے۔ سلسلہ کائنات کی غرض پوری نہ ہوئی۔ تب دکش نے نارو کو بد دعا دی کہ کہیں تمہارا قدم ہی نہ ٹھہرے۔ موقع وعظ و پند کیا خاک نصیب ہوگا۔ لڑکوں کے علاوہ پچاس لڑکیاں بھی دکش کی آرامِ جان تھیں۔ ان میں سے دس لڑکیاں دھرم راج سے منسوب ہوئیں۔ ۱۳ کشیپ جی کے ساتھ۔ ۲۷ چندرماں کے ساتھ جن کو ۲۷ نچھتر کہتے ہیں۔ دنیا میں جتنے حیوانات مرغ و مور چرند وپرند ہیں۔ سب کشیپ جی کی اولاد سے عالم وجود میں آئے۔

ادھیائے ۱۷

راجہ ججات اور شکر کی کنیا دیوجاتی کے عقد کی وجہ شکر کے منتر اپدیش سے کچ کی زندگی دیوجاتی اور کچ سے آن بن۔

راجہ ججات دیوجاتی شکر جی کی دخترِ غیرتِ اختر پر فریفتہ تھے۔ شوقِ مواصلت میں آغوشِ تنگ اور عشق و حسن میں جنگ تھی۔ غرض مُراد پوری ہوئی۔ شاہدِ مُدعا بغل میں آیا۔ طالب و مطلوب ہمسلک ہم آغوش ہوئے۔ اس کیفیت کو سُنکر راجہ جنمجے کو تعجب ہوا۔ بشمپائن جی سے سوال کیا راجہ چھتری شکر جی برہمن پھر یہ رشتہ مندی کیسی "؟

بشمپائن نے جواب دیا۔

شکر جی راچھسوں کے مرشد کامل اور صاحب اعجاز ہیں۔ مردے کو زندہ کر دینا معمولی سی بات۔ ادنے' سا کرتب۔ سہل سا ٹٹکا اور بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ ادھر برہسپت جی دیوتاؤں کے مرشد برحق و پیشوائے مطلق ہیں۔ ان کا لختِ جگر اور نورِ نظر کچ شکل و شمائل میں چندے آفتاب و چندے ماہتاب ذہن و فراست میں لاجواب تھا۔ اس کا دل چپٹایا۔ کہ کسی طرح شکر جی سے اعجاز جان بخشی سیکھ لے اس خواہش میں ہزار برس تک خدمت کی اطاعت گزاری میں جان لڑا دی شکر کی صاحبزادی دیوجاتی مجسم تصویر نور نشۂ حسن میں چور کچ کے حُسن گلو سوز و جمال عالم افروز پر ہزار جان سے قربان تھی۔ تیرِ محبت کلیجے میں تیر و ترازو تھا۔ راچھس اور دیت سوچے کہ معاملہ بے ڈھب ہے۔ کہیں ایسا

نہ ہو کہ صورتِ حال رنگ لائے اور بات اور کی اور ہو جائے کچ منتر سیکھ گیا۔ تو بس قیامت ہے۔ بہت ہی بُری ہو گی۔ پس بہتر ہے کہ اڈا ہی اُڑا دو۔ مکھی بیٹھے گی کس پر۔ یہ سوچ کر کچ کو جنگل میں لے گئے اور وہیں بسترِ مرگ پر سلا دیا۔ گھنٹے گزرے پہر گزرے دن بھر کی نوبت آئی مگر کچ نہ آج آتا ہے نہ کل انتظار میں دیوجانی کی آنکھیں سفید ہو گئیں ع

جب کوئی بولا صدا کانوں میں آئی آپکی

مگر جب نظر اٹھائی تو سناٹا۔ دل میں دبی ہوئی محبت نے تڑپا دیا صبر کی تاب و طاقت نہ رہی۔ شکر جی سے عرض کی۔ کہ کچ اب تک نہیں آیا بفیب دشمناں کچھ نوع دیگر تو نہیں۔ تلاش لازمی ہے ؛

شکر جی صاحبِ اعجاز تھے۔ دانندۂ راز تھے صاف معلوم ہو گیا کہ کچ قتل کیا گیا۔ انہوں نے منتر پڑھا اسم دم کیا تو دیکھتے کیا ہیں کہ کچ صحیح سلامت جنگل سے آرہا ہے راچھسوں کو تلووں سے لگی تھی۔ وہ کب پیچھا چھوڑنے والے تھے۔ کئی مرتبہ یونہی جان لی یونہی دل کا بغض نکالا۔ مگر شکر یہ ہے کہ شکر جی کی بدولت ایک پیش نہ گئی۔ جب ہوا کچ از سرِ نو زندہ ہو گیا راچھس یونہی جلتے تھے۔ بار بار کی ناکامیوں سے اور بھی جل اُٹھے۔ ایک روز خس کم جہاں پاک کے خیال سے تکا بوٹی کر کے آگ میں جھونک دیا اور راکھ شراب میں گھول کر شکر جی کو پلا دی۔ کہ اب تو نہ زندہ ہو سکیگا۔ دیوجانی نے پھر انتظار میں پریشان ہو کر اپنے پتا شکر جی سے عرض کی کہ :-

"کچ پھر نہ جانے کیا ہوا پتہ نہیں معاملہ کیا ہے" ؛

شکر جی نے مراقبے میں آنکھ بند کر کے دیکھا تو فوراً ہی جان لیا کہ اُس کے جسم سوختہ کی خاکستر انہیں کے پیٹ میں ہے گھبرائے۔ پریشان ہوئے۔ حیرت ہوئی کہ صورتِ حال کیا ہے۔ آخر منتر وردِ زبان کیا تو شکم سے آنے والی آواز کانوں میں گونجی کہ :-

"اس مرتبہ میری خاکستر آپ کو پلا کر راچھسوں نے آپکی آنکھوں میں

خاک جھونک دی اور یوں دل کا غبار نکالا ؎

شکر جی نہایت فکر مند ہوئے ہاتھ پاؤں بھول گئے سوچتے تھے کہ کیا کریں- اتنے میں پھر کچ نے شکم کے اندر سے آواز دی کہ:-

"فکر فضول ہے- پریشانی بے نتیجہ- منتر سے سب مشکل حل سمجھئے آپ مجھے منتر بتا دیں- میں پیٹ چاک کر کے پیش نظر ہوں اور پھر جسم مُردہ میں منتر کے ذریعے سے رُوح پھونک دوں"

شکر جی نے منتر بتایا- کچ جی برآمد ہوئے اور گورو جی نے منتر پڑھکر جلا دیا۔
اس واقعہ حیرت انگیز کا نتیجہ بہت ہی مؤثر ہوا یعنی اسی وقت سے ممانعت کر دی گئی کہ خبردار کوئی برہمن آئندہ سے فریفتہ بادہ مشکناب و شیفتۂ شراب خانہ خراب نہ ہو۔

جب ایشور نے کچ اور دیو جاتی کو پھر بلایا تو دونو شکر جی کے پاس بڑے چین سے بسر کرنے لگے- کچھ دنوں کے بعد کچ نے شکر جی سے رخصت طلب کی دیو جاتی کو مفارقت ناگوار ہوئی کچ سے کہا:-

"جدائی گوارا نہیں- تحمل کا یارا نہیں- ہجر و فراق کے جھنجھٹ فضول- کہہ دو کہ شادی قبول"

کچ- ہیں تو گرو کی بیٹی مجھ سے شادی کا سوال- توبہ توبہ ایسا ناپاک خیال ؎

دیو جاتی اس جواب سے آگ ہو گئی- جھلا کر سراپ دے دیا کہ جو منتر تو نے اس محنت سے سیکھا وہ کبھی اثر پذیر ہی نہ ہو- کچ نے بھی جواب ترکی بہ ترکی دیا- کہ تجھے ادھرم کی طرف رغبت ہوئی- اور اس پر یہ غرے ڈبے تو بس جا اپنے اعمال بھگت- کوئی خویش آمدنی پیش برہمن تجھپر تھوکیں بھی نہیں کشتری کے پاؤں سے بندھے ؎

کچ جی یہ بد دُعا دیکر وہاں سے چلتے ہوئے برہسپت جی کے قدم چومے والدہ کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچائی- راجہ جنجھے سب حالات سنکر بولے:-

"شاباش مرحبا"

این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ادھیائے ۱۸

دیوجانی اور شرمسٹا کی دوستی دشمنی دونو کی راجہ ججات سے شادی شکر کی بددعا سے راجہ کی پیرانہ سالی اور چھوٹے راجکمار کی سعادتمندی سے سامان خوشحالی۔

بیشم پاین مائل شیوا بیانی ہیں۔ کہ جب راچھسوں کے دستِ تظلّم سے ۳۰ بار کچ کی انی ٹلی مرمر کے جیئے آگ پھوس کے پاس ہوتے برہمچریہ پر آنچ نہ آنے دی۔ دیوجانی کے ہاتھ سے دامن صبروشکیب چاک نہ ہونے دیا۔ آلائش سے پاک رہے تو اندر پھولے نہ سمائے۔ شاباشی دی۔ پیٹھ ٹھونکی۔ اور اس کارِ نمایاں کا صلہ اس بردان سے دیا۔ کہ جب جگیہ ہو۔ دیوتاؤں کے حصّوں میں ان کا بھی ایک حصہ تسلیم کیا جائے۔ کچ کے اعزازِ سرمدی و افتخارِ ابدی کا حال تو معلوم ہی ہو چکا اب ذرا دیوجانی کو دیکھنا چاہیئے سو وہ کس رنگ ڈھنگ میں ہے ؞

دیوجانی کچ کی یاد دل سے نکال باہر کر چکی۔ اب اس سے اور سرمسٹا سے چولی دامن کا ساتھ اور دانت کاٹی روٹی ہے یہ راکشسوں کی مرشد زادی وہ راکشسوں کے فرمانروا کی شاہزادی دونو اٹھتی جوانی کے

نشے میں چور حسن وجمال پر مغرور آفتاب و مہتاب کو نظر میں نہ لاتی غنچہ
وگل کو چٹکیوں پر اڑاتی تھیں۔ پاؤں میں سنیچر تھا۔ نچلی بیٹھنے کی قسم تھی
آج اس جنگل کی سیر ہے تو کل اس مرغزار کی گلگشت۔ تالابوں میں موجیں
اڑا رہی ہیں۔ باغوں میں پریوں کا اکھاڑہ جمع ہو رہا ہے۔ کسی روز لہر آئی
تو دونوں سہیلیوں کے ساتھ کلیلیں کرتی ہجولیوں کے ساتھ موجیں
اُڑاتی ایک ندی پر پہنچیں دریائے حسن طوفان خیز تھا اور قلزم جوش شباب
میں موج انگیز۔ سب کی سب دریا میں اتریں۔ اور جوانی کی مستی خیز چہلیں شروع
ہوئیں۔ دیوجانی نے چھینٹا دیا تو چولی آنچل سے بےخبر سرمشٹا اد لکے ساتھ
گھوم کر نشانہ بچا گئی سرمشٹا نے غوطہ لگا کر ساری کو ٹھکی دی تو دیوجانی
فوراً ہی جھک کر ایک ہاتھ سے سینہ چھپائے دوسرے ہاتھ سے سکر
پھندی بچانے لگی۔ کہ کہیں کھل نہ جائے۔ یہ دریائے شباب میں تیرنیوالی
نازنینیں دیر تک کھڑی کلیلیں کرتی رہیں۔ اسی عرصے میں اندرجی ادھر
سے گزرے دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا دل لگی جو سوجھی تو سب کی پوشاکیں
سمیٹ کر آپس میں گڈ مڈ کر دیں۔ اور نظر بچا کر چلتے ہوئے دونو حسینان گل اندام نہا دھو کر کنارے
آئیں تو جلدی میں پوشاکیں بدل گئیں سرمشٹا کے کپڑے دیوجانی نے پہن لئے دیوجانی کے کپڑوں سے سرمشٹا
نے تن ڈھانپا جب پوشاکیں بدلی ہوئی نظر آئیں تب تو آنکھیں کھلیں وہ
اُدھر میان سے اور یہ ادھر جامے سے باہر ہوئی۔ حسب ہم ہچ مچی اُس نے
اُسے کھوٹی سنائی۔ اس نے اس کو نام رکھے آخر نوبت بانیجا رسید۔ کہ
سرمشٹا نے دیوجانی کو اُٹھا کر جھم سے ایک کنوئیں میں ڈال دیا۔ اور آپ
روانہ باشد۔ دیوجانی تہ پر پہنچی تو ہوش غائب۔ حواس ندارد۔ پانی میں
کچھ گھاس نظر آئی۔ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہی بہت
ہوتا ہے۔ دیوجانی نے اسی کا آسرا لیا۔ اور زندگی کی
گھڑیاں گننے لگی۔ مگر قول ہے ع

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

اسی عرصے میں راجہججات عرصۂ شکار سے پیاس کے مارے بیچین اسی کنوئیں پر پہنچا۔ ایک حسین گل اندام و نازنین سمن فام کی آواز نے چونکا دیا۔ رگِ حمیت متحرک ہوئی۔ جوشِ ہمدردی نے غرق دریائے حوادث کو ورطۂ ہلاکت سے بچا لیا۔ جب دیو جاتی باہر آئی شکر ادا کر کے بولی :۔

آپ نے میرا ہاتھ پکڑا ہے اور وہ بھی بایاں نہیں دایاں بس میں آپ کی ہو چکی۔ بانہہ گہے کی لاج رکھیئے۔ خدمت میں قبول کیجیئے“ ؂

راجہ نے کہا :۔

”یہ بات غیر ممکن ہے شکر جی کی بیٹی کے ساتھ مَیں ایسی گستاخی نہیں کر سکتا۔ ادھر سے انکار تھا۔ ادھر سے اصرار۔ مگر جائے غور ہے ؂

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
باز مے گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

ایک چاند سا ٹکڑا سامنے ہو ایک نور کی تصویر چشمِ فسوں ساز سے حسن پرست دل پر موہنی ڈال رہی ہو۔ تو پاکباز سے پاکباز دل بھی ایک دفعہ ضرور آپے سے باہر ہو جائے۔ پھر ججات کس شمار قطار میں تھا۔ دل دے بیٹھا اور منہ سے ہاں نکل ہی گئی ؂

شکر جی نے دونو کی شادی کر دی۔ اور رانو اس کی رونق کچھ اور کی اور ہی ہو گئی۔ کچھ دن زیادہ نہ گزرے تھے۔ کہ سرمشٹا کی بھی قسمت لڑی اور راجہ ججات ہی کی آغوشِ تنگ میں حسن جوانی کے ارمان نکلے۔ کارسازِ عالم کے فضل و کرم سے دونو کو ایک ایک کلیجے کا ٹکڑا نصیب ہوا۔ مگر دل کی گرہیں کھلنا تھیں نہ کھلیں ؂

دیو جاتی یوں ہی خار کھاتی تھی۔ اس پر سوتیا ڈاہ شکر جی کے پاس پہنچی۔ رو رو کر عرض کی۔ پہلے جو کچھ ہوا تھا وہ خیر گزشتہ راصلواۃ۔ مگر اب اس پر طرہ سنئے وہی سرمشٹا یہاں بھی میری چھاتی کا پتھر بنی راجہ نے اس سے شادی رچالی۔ شکر جی بیٹی کے دکھ سے کراہے فوراً ہی بد دعا دی کہ :۔

"ججات بوڑھا چپل ہو جائے۔ بسر مشتا کے کام ہی کا نہ رہے"۔
بددُعا تیر بہدف تھی۔ ججات کی جوانی فوراً ڈھل گئی۔ صبح پیری کا ظہور ہوا۔ مگر بمصداق ے

بڑھاپے میں جوانی سے زیادہ جوش ہوتا ہے
بھڑکتا ہے چراغِ صبح جب خاموش ہوتا ہے

راجہ کی خواہشاتِ نفسانی غالب رہیں۔ مگر عالم پیری سے مجبور۔ آخر اپنے راجکماروں سے کہا کہ جو سعادتمند ہو اپنی جوانی مجھے دے ڈالے۔ سب لڑکوں نے دو ٹوک جواب دیا۔ کہ معاف کیجئے۔ ہم تعمیل ارشاد سے قاصر ہیں۔ پسر اصغر چپاتی ٹھونک کر کھڑا ہو گیا کہ لیجئے ہم حاضر ہیں:
راجہ ججات کی جوانی پھر لوٹ آئی۔ اور ایک ہزار برس تک خوب جی کھول کر بہارِ حسن کی گلزار لوٹتا رہا۔ جب نیت چھک گئی طبیعت بھر گئی تو دنیا کی طرف سے منہ پھیرا۔ جنگل کی راہ لی۔ عبادت میں دل لگایا۔ ریاضت سے جی بہلایا۔ بڑے بیٹے سلطنت سے محروم رہے چھوٹے بیٹے پرد نے حکومت پائی جس کو راجہ اندر نے بہ نفسِ نفیس راج نیت سکھائی:

ادھیائے ۱۹

راجہ اندر کا راجہ ججات پر عتاب بدعا راجہ کا مصیبت میں استقلال اور اُسکا انجام بخیر

راجہ ججات کی عبادت حد سے گزر گئی۔ ریاضت شہرت پکڑ گئی راجہ اندر کے دل پر اثر ہوا۔ دریافت کیا۔ کہ:-
"راجن ریاضت و عبادت میں تمہارا کون جواب ہے"۔
ججات۔ کوئی بھی نہیں۔ دیوتا سے لیکر انسان تک کوئی میرا مدِ مقابل

نہیں ہوسکتا۔ سب پر میں ہی فائق ہوں ؛
اندر۔ یہ غرور کے کلمے۔ یہ تکبر کے الفاظ تو سبھی بڑے بول کا سر نیچا ہو بس اس کی نخوت کی سزا یہی ہے۔ کہ سورگ سے نیچے پھینکے جاؤ ؛
ججات۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔ رضائے مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ زبردست کا ٹھینگا سر پر۔ خیر پھینکئے اختیار ہے مگر اتنی عنایت سمجھئے۔ کہ کہیں ستھی پٹی جگہ نہ دھکیلا جائے گا۔ عین ذرہ نوازی ہوگی ؛
راجہ ججات اندر کی مرضی سے زمین پر ٹپکے گئے۔ یہ ابھی اوفنچ میں تھے۔ کہ آستیک رشی کی نظر پڑ گئی پوچھا:۔
آپ کا کیا نام ہے۔ اندر کی سی شکل و صورت بشن جی کی سی طرز و روش یوں آکاش سے آنے کا سبب۔ اس طرح گرنے کا باعث۔ میری عقل کام نہیں کرتی پس آپ یہیں ٹھہر جائیے یہاں مجال نہیں کہ کوئی دیوتا پھٹک سکے۔ اندر چیز ہی کیا ہے جو دل آزاری کر پائے ؛
جب راجہ وہیں تھم گیا اوفتاد اسی جگہ پر ختم ہو گئی تو آستیک جی نے کہا۔ میں آپ کا نواسا ہوں آپ میرے نانا ہیں۔ آستیک میرا نام ہے آپ کو تکلف نہ ہوگی۔ مگر بتائیے کہ سورگ میں کیا مشاہدات رہے اور آپ کو کس کس لوک کی سیر کا شرف حاصل ہوا ؛
ججات۔ میں سرمایۂ خیر و ثواب سے مالامال تھا۔ دولت حسنات و برکات بٹی پڑی تھی۔ مگر برا ہو کمبخت غرور و نخوت کا اس نے لٹیا ڈبو دی ایک جھنجھنی نہ رہنے پائی ؛
عالم موجودات میں مال و دولت کچھ چیز نہیں۔ روپیہ پیسہ ہاتھ کا میل ہے۔ اگر کوئی دولت ہے تو بس ویدوں کی واقفیت۔ نیک افعالی و خوش اعمالی۔ انسان دولت پائے تو اترا کر نہ چلے بلکہ جتنی ہو جائے تب بھی یہی سمجھے کہ درخت کے سائے کا ٹھکانا کیا۔ ابھی یہاں ہے ذرا دیر میں ادھر ہو جائے گا۔ پس دولت پر ناز کرنا فضول۔ تونگری پر پھولنا بالکل بھول۔ اگر مصیبت آپڑے تو استقلال سے جھیلے کال کو ٹالے

کال سے اپنے کو نہ گھٹوائیے۔ کوفت سے کچھ حاصل نہیں۔ پریشانی بالکل بے نتیجہ۔ خوشی ہو یا رنج عشرت ہو یا عسرت سب نخلِ اعمال کے برگ و بر۔ شجرِ افعال کے ثمر ہیں۔ کوئی شیریں ہے کوئی تلخ۔ تقدیر کے آگے تدبیر نہیں چلتی۔ عقل مقدم ہے اور نوشتۂ قسمت مقدم تر۔ جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے ضرور ہو گا۔ تاہم تدبیر بھی شرط ہے ؎

رزق ہرچند بے گماں برسد — شرطِ عقل ست جستن از در ہا
گرچہ کس بے اجل نہ خواہد مُرد — تو مرو در دہانِ اژدرہا

ہر حال میں خوش ہر رنگ میں مست رہنا انسان کے لئے نہایت ضروری امر ہے۔ نہ آئے کی خوشی نہ گئے کا غم ؎

ز رنج و راحتِ گیتی مرنجاں دل مشو خرم
کہ اندازِ جہاں گاہے چنیں گاہے چناں باشد

خزاں کے بعد بہار ہے سرور کے پیچھے خمار۔ جہاں گنج ہے وہاں مار ہے۔ جہاں پھول ہے وہاں خار۔ نہ خوشی ہی کو ثبات ہے۔ نہ رنج کو قیام۔ نہ ہمیشہ صبح ہی ہے نہ شام۔ سب سے پہلے امر نگر کی سیر میں میرا دل محو ہوا۔ عجب مقام پُر بہار ہے جو نظارہ ہے خوشگوار ہے ہزار جوجن لمبی بستی ہر جگہ عشرت پرستی اور چپے چپے پر نزہت ہی نزہت برستی ہے۔ اندر پوری سے پرجاپت کے لوک میں مدتوں قیام رہا۔ آرام سے آرام رہا۔ پھر نندن بن کی ہوا کھائی اپسراؤں سے طبیعت بہلائی یہاں راجہ اندر کا عتاب ہوا زمین پر پھینکنے کی ٹھہرائی گئی۔ تین مرتبہ دیودت نے مجھے عزم بالجزم سے آگاہ کیا۔ اور آخر وہی ہوا جو اندر کی مرضی تھی ؏

آستیک نے کہا میرے قریب بزرگ ہیں ہیں آپ کا خورد۔ میرا فرض ہے کہ ہمیشہ آپ کی مدد کروں۔ سو آپ کو زمین پر گرنے سے بچا دیں گے ہیں پائے استقامت جما دیں گے ؏

ججات۔ مجھے یہ قبول نہیں ہے۔ نہ معلوم برہمنوں کو کیا کچھ

دیا۔ نادار سیٹھ ساہوکار بن گئے۔ جو جس کی ہوس ہوئی بے غل و غش پوری کی۔ میں آپکا گرانبار احسان ہونا دھرم کے خلاف سمجھتا ہوں ؎

حقّا کہ با عقوبتِ دوزخ برابر است
رفتن بہ دستگیریٔ بیگانہ در بہشت

اتنے میں تروان بھکشو آموجود ہوئے انہوں نے کہا :-

"راجہ ججات! تم آستیک کی پیشکش قبول نہیں کرتے۔ تو لو میں اپنے اعمالِ حسنہ و ریاضت و عبادت کا ثواب نذر کرتا ہوں"

ججات۔ مہاراج صرف آپکی کرپا چاہیئے مجھے آپ بھی معاف رکھیں میرے لئے آپ کی اتنی ہی ہمدردی کیا کم ہے

یہاں یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ دفعتہً اوج ہوا پر پانچ طلائی بوان سورج کی طرح نور برساتے جگمگ کرتے اترتے ہوئے نظر آئے۔ سب کی نگاہیں ادھر کو اٹھ گئیں۔ آستیک نے راجہ ججات سے پوچھا :-

یہ بوان کس کے ہیں؟ ان میں کون سوار ہے اس طرف آنیکی وجہ؟

ججات۔ ان میں راجہ شوی اور مہرشی بسومان رونق افروز ہیں اور مجھ کے لے جانے کے آرزو میں آرہے ہیں

اتنے میں بوان پہنچ گئے۔ مہرشی اور راجہ شوی نے ججات کی مزاج پرسی کے بعد کہا :-

آپ کے مصاحب کا خیال ہمارے رونگٹے کھڑے کرتا ہے آپ زمین میں گریں۔ اور ہم کھڑے دیکھیں۔ حمیت مقتضی نہیں۔ ہمارے ثواب آپ قبول فرمائیں تو عین بندہ پروری

ججات۔ آپ کی ہمدردی کا شکریہ۔ مگر میں اس سے زیادہ ممنونِ الطاف و مرہونِ اعطاف ہونگا۔ اگر آپ معاف رکھیں :-

بسومان وشوی۔ اگر یہی تو پھر آئیے بوان پر رونق افروز ہو جئے۔ آستیک جی بھی تشریف لے چلیں تفلن رشی بھی سوار ہوں

راجہ ججات۔ ہاں اس کا مضائقہ نہیں

اور یوں پانچوں صاحب بوانوں پر سوار ہو کر سورگ لوک کو تشریف لے گئے ؛

ادھیاے ۲۰

سورج بنسی و چندر بنسی راجے مہاراجے اور ہندو جغرافیہ

راجہ جنمیجے کے سوال پر ویشم پائن نے پرو بنس اور کوروخان کے راجاؤں کی جو فہرست بیان فرمائی۔ اس کو ہم مزید تحقیقات اور ضروری کیفیت کے ساتھ نذر ناظرین کرتے ہیں یہ بھی خیال رہے کہ مہابھارت میں زمانہ تکمیل تصنیف تک کے نام درج ہیں۔ مگر ہم موجودہ زمانے تک سلسلہ ملا دینا مناسب سمجھتے ہیں۔ تاکہ ترتیب نامکمل نہ رہے اور وہ جغرافیہ بھی بیان کرتے ہیں جس کا ابنائے زمانہ کو علم نہیں۔ واضح ہو کہ مختلف کتب ہنود کی رو سے جب برہما کا ظہور ہوا۔ ہیژدہ ہزار عالم کتم عدم سے عالم شہود میں آئے۔ آفتاب[۱] و مہتاب کو پرورش نباتات حفظ معدنیات و تحفظ ذی روح کی خدمت سپرد ہوئی۔ اندر کو امراؤتی کی حکومت ملی۔ نرک جمراج کے سپرد ہوا۔ چترگپت جی محاسب اعمال خلائق مقرر ہوئے اور تکشتر و اجرام علوی یعنی سیارے، پانچ تتو[۲] کا جلوہ ہوا۔ انسانی خلقت کی چار[۳] فرقوں میں تقسیم ہوئی ؛

۱ سورج یا آفتاب۔ چاند یا قمر۔ منگل یا مریخ۔ راہ یا راس۔ برہسپت یا مشتری۔ سنیچر یا زحل۔ بدھ یا عطارد۔ کیت یا ذنب۔ شکر یا زہرہ۔ آتش ؛

۲ باد یعنی ہوا۔ جل یعنی آب۔ اگن یعنی آتش۔ پرتھی یعنی خاک۔ آکاش یعنی خلا ؛

۳ برہمن۔ چھتری۔ ویش۔ شودر ؛

برہماجی نے ایک شخص کو اپنے موہرے سر سے پیدا کر کے نارد نام رکھا۔ اور چاروں وید کی تعلیم دی۔ بعدہٗ حصولِ اولاد کی فکر میں کئی لڑکے پیدا کئے جنہیں پرجاپت و منو کہتے ہیں۔ ان کو حکم ہوا۔ کہ فرمانروائے ہفت اقلیم ہوں۔ مگر سب انکار کر بیٹھے۔ عبادت و ریاضت ہی پر قناعت کی۔ عرصہ تک طوائف الملوکی رہی۔ کسی کا کسی پر دباؤ نہ کسی کا کسی پر کوڑا نہ آنکس۔ برہماجی کی درخواست پر بشن جی نے اپنے فرزندِ دلبند پرجا سے فرمایا کہ بھولوک یعنی دنیا میں فرمانروائی کرو۔ شریروں کو سزا خوش اطواروں کو جزا دو۔ دھرم کی شاہراہیں کھلیں۔ شر و فساد کا سدِ باب ہو۔ پرجا نے صاف انکار کر دیا کہ اہلِ دنیا بد اعمال ہیں۔ ان میں رہنا بھی اپنی مٹی خراب کرنا ہے پس حکومت نامنظور۔ عبادت لطفِ زندگی کے لئے کافی ہے۔ بشن جی نے اسی وقت دُعا کی۔ اور فوراً ہی پرجا کی پشُت سے ایک لڑکا تولد ہوا جسکا نام کیرت حمنت ہوا۔ مگر اس نے بھی ریاضت اختیار کی۔ اس کا لڑکا دم رکھ بھی مشغولِ عبادت ہوا۔ آننگ نے بھی باپ کی پیروی کی۔ مگر اس کے لڑکے اتیبل کو بشن جی نے زبردستی فرمانروائے عالم بنایا جب راجہ اتیبل سریر آرا ہوئے پردۂ دنیا کو خاشاکِ ظلم و ستم سے پاک و صاف کیا۔ لیکن شوکت و عظمتِ شاہانہ سے نفرت رہی۔ اور لباسِ درویشی و صحرا نشینی اور ریاضت و عبادت پر قناعت کی اس کے بعد انگ جانشین ہوا۔ عہد معدلت مہد میں رعیت شاد ملک آباد رہا۔ عدل و داد کی گرم بازاری تھی امن و امان سے سامانِ مطلب بر آری۔ انگد کے اشتغالِ عبادت سے بینو اس کا بیٹا متمکن سریرِ سلطنت ہوا۔ بینو نے ایسا آسمان سر پر اٹھایا کہ وہ اندھا دھند مچائی۔ کہ اہلِ زمانہ چیخ اٹھے۔ رشیوں مُنیوں نے بشن جی سے شکایت کی بشن جی سخت ملول خاطر ہوئے۔ فوراً قدرتِ کاملہ سے ایک قوی دست وجیہ شکیل انسان پیدا کر کے نوبرت کے نام سے کرۂ خاک پر روانہ کیا۔ نوبرت زمین پر آیا۔ بینو کو تہ تیغ کر کے عنانِ حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اور اپنا نام نوبرت پرتھو مشہور کیا۔ راجہ

نے انصاف و عدل سے خلقت کو بامراد کیا۔ اسیرانِ رنج وغم کو قید مصائب سے
رہائی بخشی۔ مدت دراز کے بعد راجہ پرتھو نے شکر (یعنی زہرہ) کو نائب السلطنت
و مدار المہام دولت مقرر کر کے صحرا کی راہ لی۔ اور ریاضت و عبادت میں
مصروف ہوئے۔ پرجا سے بینو تک سات پشتیں گزریں۔ ان ساتوں کو لشن
پتّر کہتے ہیں۔ جب شکر نظم و نسق حکومت پر قادر ہوئے ابنائے خلائق کو
راہ راست کی تعلیم دی۔ اور عدل و داد سے تمام مخلوق کو راضی و شاکر رکھا
شکر جی نے برہمنوں کو اپنا مدار المہام سلطنت مقرر کیا اور کبیر کھ رکھیشر کو نیابت
دی۔ نیز مدح و ثنا کے لئے دو شیوا بیان اور بید خوان برہمن متعین کئے۔ جن کا
نام سوت اور باکدیو تھا۔ بھاٹ جنہیں فارسی داں باد فروش کہتے ہیں انہیں
کے بقایے نام ہیں۔ قبل میں ان دو مورثان اعلیٰ کی نسلیں ہی بھاٹ کہلاتی
تھیں۔ اب امتداد زمانہ سے سینکڑوں فرقے ہو گئے ہیں ؛

نوبت کے بعد کبیر کھ رکھیشر اورنگ آرائے جہانبانی ہوئے۔ اور اپنا
نام راجہ پرتھو رکھا۔ راجہ پرتھو کا عہد اہل عالم کے لئے بہت مبارک تھا۔ جس
میں عزت سے گزر ہوتی تھی۔ ہر طرف امن و امان۔ ہر جگہ خوشی کے سامان۔
راجہ پرتھو نے سب سے پہلے روئے زمین کو خس و خاشاک سے پاک و صاف
کر کے ہموار کیا۔ زمین شکریہ عنایت بے غایت کے لئے عورت کے بھیس
میں حاضر ہوئی۔ راجہ نے کہا جا اپنے مقام پر ٹھیرو۔ جب یاد ہو تب حاضر
ہونا۔ زمین رخصت ہوئی۔ اور اپنے مرکز اصلی پر قائم ہو گئی۔ پھر دریائے
محیط مرد کے لباس میں پابوس ہوا۔ اور عرض کی۔ جہاں پناہ جتنے زر و گوہر
کی ضرورت ہو۔ ابھی ابھی پیش نظر کروں۔ راجہ نے پھر ویسا ہی کہہ کر
اُسے رخصت کیا۔ اس کے بعد سمیر پربت ایک درویش کا جامہ پہنکر آستان
بوس ہوا۔ اور گزارش کی۔ میں اس کرۂ زمین کا مالک ہوں۔ جتنا سونا
مطلوب ہو۔ ابھی ڈھیر ہو جائے۔ بعدہٗ مہادیو جی کے خزانچی
کبیر جی آئے۔ فرمایا کہ جو چیز درکار ہو فرمائیں۔ یہیں موجود
کردوں ؛

راجہ پرتھو نے تمام زمین کے سات حصّے کئے۔ اور ہر حصے کا نام علیحدہ رکھا۔ یہ سات حصے حسب ذیل ہیں:-

۱- جنبو دیپ۔ جس کا نصف حصہ دریائے شور سے محیط ہے۔ اور کوہستان و خرابہ آباد ہے۔ طول ۵ لاکھ ۱۷ ہزار ۳ سو ساٹھ جوجن۔ عرض ۲ لاکھ ساٹھ ہزار ۲ سو ۶۵ جوجن۔ سمیر پربت ۸۴ جوجن بلند اُتر میں واقع ہے۔ اور اس کے گرد و نواح میں سات پہاڑ معدن جواہرات مختلف الاقسام ہیں:

۲- شاکدیپ۔ طول ۴ لاکھ ۷ ہزار ۴ سو ۲۴ جوجن۔ یہ بحیرہ سفید سے محیط ہے۔ اور اس میں بھی کوہستان ہے:

۳- شالملی دیپ۔ طول ۳ لاکھ ۲۱ ہزار ایک سو ۸ جوجن۔ دریائے جغرات سے محیط ہے۔ پہاڑ بکثرت ہیں۔ دریائے جغرات اس لئے کہتے ہیں کہ پانی جغرات سے مشابہ ہے:

۴- کشش دیپ۔ طول ۲ لاکھ ۸۶ ہزار ۷ سو جوجن[1] گھی کے رنگ کے پانی کا دریا محیط ہے۔ پہاڑ بہت ہیں:

۵- گومیدک دیپ یا پلکش دیپ - طول ۲ لاکھ ۹۷ ہزار ۵ سو ۷۰ جوجن۔ اس کے گرد ایک دریا ہے۔ جس کا پانی ذائقہ اور بو میں بعینہ شراب ہے:

۶- کرونچ دیپ۔ طول ۲ لاکھ ۱۸ ہزار ۶ سو ۴۸ جوجن۔ شیرۂ نیلشکر کے رنگ کا دریا محیط ہے۔ پہاڑ بھی بہت:

۷- پلشکر دیپ۔ سب دیپوں سے چھوٹا ہے۔ طول ۱ لاکھ ۱۴ ہزار ۲ سو ۴ جوجن دریائے آب شیریں سے محیط ہے۔ اور پہاڑ بھی بہت واقع ہے:

راجہ پرتھو نے سات دیپ تقسیم کرکے جنبو دیپ کے نو حصے کئے جن کو سنسکرت زبان میں ورش اور عربی میں اقلیم کہتے ہیں۔ جنبو دیپ کے

[1] اہل ہند کی اصطلاح میں ایک جوجن چار کوس کے برابر ہوتا ہے:

نو حصے حسب ذیل ہیں:۔

ا۔ بھارت ورش یعنی ہندوستان۔

۲۔ کن ورش یعنی تاتار چینی شریمد بھاگوت اسکندھ ۵۔ ا دھیاے ۵۹ کے رو سے بھگوان پرشوتم سری رامچندر جی کی شکل میں جانکی جی کے ساتھ یہیں رونق افروز ہوئے ہیں۔ اور سری ہنومان جی گندھربوں کے ساتھ یہیں پرستش کرتے اور کتھا سنتے رہتے ہیں*

(۳) ہری ورش۔ یعنی ایشیائی روس*

(۴) کرو ورش یعنی مکسیکو*

(۵) ہرنیہ ورش یعنی یونائٹڈ اسٹیٹس (ممالک متحدہ)

(۶) رمنک ورش یعنی کینیڈا*

(۷) الاورت ورش یعنی قطعہ وسطی مابین ایشیائی روس و کینیڈا بالفعل یہ حصہ دریا بُرد ہے۔ اور اب دریا بکثرت برودت سے ہمیشہ منجمد رہتا ہے*

(۸) کیتومال ورش یعنی کیمسکٹکا و امریکہ رُوسی اس کا بھی ایک حصہ تہ آب ہے*

(۹) بھدر ترنگ ورش عرف بھدراشو ورش یعنی گرین لینڈ و آئس لینڈ وغیرہ یہ بھی ¾ حصہ زیرِ آب ہے*

تقسیم اقالیم کے بعد راجہ پرتھو نے ناروجی اور شکر جی کے مشورے سے ساتوں اقلیموں میں عمارتیں تعمیر کیں شہر و قریہ و دیہ آباد کئے اور ہر جگہ چاروں ورن کے لوگ یعنی برہمن چھتری ویش شودر لبائے گئے راجہ پرتھو کے عہد میں تمام خلقت مرفہ الحال و فارغ البال تھی۔ اتفاقاً ایک سال قحط پڑا۔ سب کھیتیاں سُوکھ گئیں۔ ایک دانہ پیدا نہ ہوا۔ راجہ کو سخت حیرانی و پریشانی ہوئی۔ خیال گذرا کہ شائد مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا یا بندگانِ خلائق کسی امرِ ناشائستہ کے مُرتکب ہوئے۔ زمین کو یاد کیا مگر وہ حاضر نہ ہوئی۔ راجہ کو سخت غصہ آیا۔ گھوڑے پر سوار ہوا۔ تیر و کمان

لئے ہوئے موضع زمین میں پہنچا۔ زمین جی چُرا کر بھاگی۔ راجہ نے پیچھا کیا۔
زمین پاتال میں پہنچی۔ وہاں سے سُرگ لوک میں گئی۔ راجہ بھی بگٹٹ پیچھے
پیچھے پہنچا۔ اور زمین کو بڑی جد وجہد سے لے آیا۔ اور کہا تمام خلقت نے
تخمریزی کی۔ ایک دانہ بھی نہ اُگا۔ سب تخم اُگل دے۔ زمین بولی میرا قصور
نہیں۔ دنیا سے دھرم رخصت ہو گیا۔ جو چاہتے ہیں زہر دار کرتے ہیں۔
راہ ثواب میں کوڑی خرچ نہیں کرتے۔ پھر جیسی کرنی ویسی بھرنی۔ راجہ
کو حیرت ہوئی۔ اور کہا :-

راجہ۔ اے پرتھوی میں تیرا شکر گذار ہوں۔ کہ تُو نے حالات خیر و شر سے
مجھے آگاہ کیا۔ لیکن میری خواہش ہے۔ کہ جو اناج بویا گیا ہے وہ واپس
کر دے۔ پرتھوی بولی۔ مجھے عذر نہیں۔ تعمیل ارشاد منظور رہیگا۔ گائے بنتی
ہوں۔ آپ مجھے دوہ لیں۔ جو مجھ میں ہو گا۔ آپ کے ہاتھ آ جائے گا ؂

پرتھوی گائے بنی اور ہماچل پہاڑ بچھڑا بن گیا۔ راجہ نے گائے کو دوہا تو
کثرت سے دودھ نکلا۔ راجہ نے حکم دیا۔ کہ قلبہ رانی شروع ہو۔ اور یہی
دُودھ زمین پر چھڑکا جائے۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور سوکھے کھیت ہرے
بھرے ہو گئے۔ ابنائے روزگار کی فاقہ شکنی ہوئی۔ سوکھے دھانوں پانی
پڑا۔ اُسی روز سے راجہ نے زمین کو اپنے نام پر پرتھوی کا خطاب دیا۔ چونکہ
ساتوں دیپ کے فرمانروا اسی کی اولاد میں سے ہیں۔ اور چتر اسی راجہ کی
ایجاد ہے۔ اسی سے اس کی نسل کا خطاب چھتری ہوا۔ راجہ پرتھوی کی اولاد
میں سے کئی۔ راجہ فرمانروائے ہفت اقلیم ہوئے ؂

راجہ پریابرت شاہنشاہ ہفت کشور منصف سخی شجاع اور نہایت
رعیت پرور تھا۔ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے تھے۔ شکرے و باز کبوتر
کے دوست تھے۔ راجہ پریابرت کے سات فرزند تھے۔ راجہ نے ہر ایک کو
ایک ایک قطعہ کا فرمانروا بنایا اور خود گوشۂ عبادت میں [illegible]
میں سے راجہ اگنیدھر جمبو دیپ کا مالک ہوا اس کے نو لڑکے تھے راجہ نے
جمبو دیپ کو نو حصوں میں منقسم کر کے ایک ایک حصہ ایک ایک [illegible]

کے حوالے کیا۔ جن کی اولاد زمانہ درازتک اریکہ آرائے عالم پناہی رہی۔ لڑکوں میں سے راجہ نابھ آریہ ورت کا حکمران تھا۔اس کے تین فرزند تھے۔راجہ نابھ نے ہندوستان کے تین حصے کرکے تینوں لڑکوں کو دے دیئے۔اور خود مشغول ریاضت ہوا۔راجہ نابھ کے لڑکے اپنے اپنے حصے پر قابض ہوئے۔ ہرایک نے اپنی اپنی قلمرو کا نام اپنی مرضی کے موافق رکھا چنانچہ ایک قلمرو جانب مغرب جانگل دیش کہلائی جسے اہل ہند نوکوٹی مارواڑ کہتے ہیں وہ بالادست گجرات ہے وہاں کے کوئیں بہت عمیق ہیں۔جب کنوئیں سے ڈول نکلتا ہے لوگ ڈھول بجاتے ہیں کہ اس کے کھینچنے والے کو ڈول نکلنے کا علم ہوجائے یہاں کے باشندے گندم رنگ اور نہایت قوی الجثہ ہوتے ہیں۔بڑے درخت کم چھوٹے فصلی پودے ہر سال نکلتے اور معدوم ہوتے رہتے ہیں۔آب وہوا ناقص استعمال افیون لازمی ورنہ زندگی دشوار چھوٹے بڑے پہاڑ بکثرت۔ آندھیاں بشدت۔ریگ کی افراط۔میوہ وگل کی قلت۔باجرہ اور موٹھ اجناس پیداوار غلے ندادد۔زبان غیر ملک والوں کے لئے عجیب وغریب۔ گفتگو سمجھنا وقت طلب ؛

دوسرا حصہ انوپ دیش کہلایا۔ ملک بنگالہ اس میں دریائے شور کے ساحل پر واقع ہے۔کنوؤں کا پانی بہت قریب۔درختوں میں رطوبت زیادہ اور بارآوری بکثرت۔باشندے اکثر سیاہ فام کمزور کم ہمت جھگڑالو دغاباز وخائن گو جاہل کم عموماً سب صاحب علم۔عورتیں ہواپرست اور بے شرم۔چاول مچھلی غذا۔مرض بادی کا زور ؛

تیسرے قطعۂ منقسمہ کا نام سراڈھ دیش ہوا۔پانی نزدیک چھوٹے بڑے درخت اعتدال کے ساتھ بارآور اسی میں اندرپستھ دلی واقع ہے اہل ملک صحیح البدن شیریں کلام۔بامروت صاحب جرأت دریادل۔گندم گوں عورتوں مردوں کا مزاج معتدل۔آب وہوا خوشگوار۔تمام اقسام کے میوہ وگل غلہ ورباحین کی کثرت ؛

چونکہ اس وقت زمانے کی تقسیم ممالک و قیام ولایات کا ذکر آیا ہے
لہذا ہم ناظرین باتمکین کی خدمت میں عرض کرنا مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ
اہلِ یورپ ہی نے علم جغرافیہ میں تحقیقات کے ڈنکے نہیں بجائے ہیں۔
بلکہ ہندوؤں کے زمانہ میں بھی جغرافیہ مکمل تھا۔ یورپ کے جغرافیہ دان جغرافیہ
دانی کی مہارت پیٹ سے لیکر پیدا نہیں ہوئے ان کو جو کچھ معلومات حاصل
ہوئی ہے وہ ہندوؤں کے طفیل سے اگر یہ نہ ہوتا تو یورپ کوملبس پر ناز نہ
کرتا۔ اس کی سالانہ یادگار سے اس کا شرادھ نہ کرتا۔ مگر ہندو ایسی اچھی بات پر
فخر نہیں کرتے انہیں اس وقت سے امریکہ معلوم تھی جب دُنیا کی بنیاد پڑی
تھی۔ ہند و جغرافیہ کیا ہے۔ ہندوؤں کے یہاں آجکل کی ولایتوں اور شہروں کے
کیا کیا نام تھے۔ کون کون مقام کس کے نام سے منسوب ہیں یا کس کس نے
آباد کئے اس کی تشریح و توضیح شائقینِ تحقیقات کے لئے کچھ کم دلچسپ
نہ ہوگی۔ چنانچہ ہم ذیل میں کتبِ مستند کے رُو سے اپنی تحقیقات حوالہ قلم
کرتے ہیں۔ اور اس حصہ کو ہند و جغرافیہ کے نام سے موسوم کر کے دکھاتے ہیں
کہ ہمارے بزرگوں کی تحقیقات کس نامعلوم زمانہ سے حد تکمیل کو پہنچی ہوئی ہے
ہم پہلے دیپ اور ورش کی تکمیل کا حال بیان کر چکے ہیں۔ اور اب اس کے
سلسلہ کو ضمیمہ تحقیقات میں شامل کر کے دکھانا چاہتے ہیں کہ قدیم ہندو
یعنی ہمارے بزرگ تحقیقاتِ جغرافیہ میں بھی موجودہ جغرافیہ دانوں سے
ہزار قدم آگے تھے ؞

جغرافیہ کی تحقیقات میں ہند و جغرافیہ دانوں کی تحقیق محدود سے وسیع
و بسیط ہوتی گئی ہے مگر ہم اس زمرہ میں سب کے خیالات کا نفس مطلب
عرض کرتے ہیں۔ شائقین تحقیقات حوالجات سے تصدیق
فرمالیں ؞

پنڈت سری رام چندر بنگال نواسی نے رسالہ بھارت بچار میں بھارت
ورش کو روئے زمین ثابت کیا ہے۔ چنانچہ وہ بھارت ورش کے
تین حصہ حسب ذیل کرتے ہیں :-

ا- اشوکرانت اشوجات یعنی یورپ بھوشہ
پران پورب کھنڈ

نوٹ- ہندو لوگ یورپ کو اشوجات نہ معلوم کس جگہ سے
کہتے چلے آئے ہیں یعنی کو پادری الیسو یا عیسو کہتے ہیں اس سے
ظاہر ہوتا ہے کہ اشوجات یعنی عیسو کی ذات یعنی عیسائی
اسی نام سے پہلے بھی پکارے جاتے تھے *

۲- رتھ کرانت سور جارکا یعنی افریقہ
۳- بشن کرانت یا اسیجننگ یعنی ایشیا

گو پنڈت جی کا بھارت ورش کو پرتھوی بھر کہنا ایک تعجب خیز بات
معلوم ہوتی ہے۔ مگر ہیں حال کے اولڈ اینڈ نیو ہمسفیر یعنی قدیم وجدید کرۂ زمین
جن کا دوسرا نام پرتھوی ہے قدیم سنسکرت جغرافیہ میں نابھ ورش و بھارت
ورش نیز کرم بھومی کے خطاب سے موسوم ہوئے ہیں اور اس سے ثابت
ہے۔ کہ مختلف زمانوں میں کرہ زمین مختلف ناموں سے منسوب کیا گیا اور
ایک وقت یعنی ہندؤں کے دور عالمگیر میں کل کا کل بھارت ورش میں
داخل تھا *

لوگ اس بات سے متحیر ہونگے۔ کہ کہاں نابھ ورش یا بھارت ورش
یا کرم بھومی کہاں روئے زمین۔ کل تختۂ ارض کی گنجائش بجا مگر نہیں
بعض مغالطے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ کہنے کو تو بہت کچھ وزن رکھتے ہیں لیکن
ان کی اصلیت میں بھر شمع بھر جان نہیں ہوتی *

غور کریجیے کہ سورج بنسی چکرورتی راجے مہاراجے اجودھیا کے راجے
کہلاتے تھے۔ دھرتراشٹ اندرپرست ہی کے راجہ مشہور ہیں پرتھی راج
ہندؤں کا آخری شہنشاہ دہلی و اجمیر کا مالک کہلاتا تھا قنوج کے راٹھوروں
اور ان سے قبل کے عظیم الشان فرمانرواؤں کی سلطنت قنوج ہی
کہلاتی تھی حالانکہ ان میں روئے زمین کے فرمانروا اور فاتح بھی تھے
اطراف یا اقطاع عالم میں بھی حکومت کا جھنڈا لہراتا تھا مقبوضات ہند

کے بیرونی سرحدی مقامات بھی تحت تصرف و قبضۂ اقتدار میں تھے۔ مگر نہیں کیا قلمرو اور کیا ممالکِ محروسہ سب اسی نام کے ذیل میں تھے۔ جو دار السلطنت کو حاصل تھا ؟

ہندوؤں ہی پر فرض نہیں اہل اسلام بھی اسی طریق کے پیرو تھے۔ شاہجہان وغیرہ کی حکومت تمام سرزمین ہند ہی نہیں بلکہ افغانستان۔ بلخ بدخشان تک تھی۔ مگر نہیں یہ شہنشاہِ دہلی کہلاتے تھے۔ چنانچہ آج بھی نظام حیدر آباد کے نام سے ظاہر ہے۔ کہ حیدر آباد کا تمام نام مقبوضات ملک دکن سے مراد رکھتا ہے۔ علیٰ ہذا بیگم بھوپال۔ نواب رامپور۔ مہاراجۂ اندور وغیرہ صاف ثابت کرتے ہیں کہ مقبوضات خواہ کتنے ہی وسیع ہوں حکومت کی وسعت چاہے جس قدر ہو۔ ان سے یہ قیاس نہ کر لینا چاہیئے۔ کہ نظام کی حکومت صرف حیدر آباد ہی پر محدود ہے یا شاہجہان بادشاہ صرف دہلی کا ہی بادشاہ تھا نہیں بلکہ یہ سمجھنا ہوگا کہ وہ تمام ہندوستان کا شہنشاہ تھا۔ کابل بلخ و بدخشان وغیرہ بہت سی ولائتیں اور بھی اس کی قلمرو میں شامل تھیں۔ جب ہم اس امر کا لحاظ کرتے ہیں۔ تو ہمیں شک کرنے کا کوئی پہلو نہیں سوجھتا کہ تمام روئے زمین کو قدیم راجگانِ ہند کے زمانۂ جہانگیری میں آریہ ورت یا بھارت ورش خواہ نابھ ورش یا کرم بھومی نہ کہتے ہوں کیونکہ آخر الذکر ناموں سے ملقب ہندوستان کے اگلے زمانہ میں روئے زمین کا سرتاج تھا اور تمام ممالک ارضی اسی کے زیر حکم یا داخل قلمرو تھے۔ چنانچہ ہمیں مزید ثبوت کی ضرورت نہیں پرتھوی کا نام ہی ہے۔ جو راجہ پرتھو کے نام سے اب تک منسوب چلی آتی ہے۔

سنسکرت میں پرتھوی کل روے زمین اور کرۂ زمین اور کرۂ خاکی کو کہتے ہیں۔ اس کا یہاں کے راجہ کے نام سے ملقب ہونا صاف بتا رہا ہے کہ بنگال کے پنڈت سری رامچندر کا خیال کبھی غلط نہیں طبقۂ ارضی ضرور نابھ ورش وغیرہ کے ناموں سے منسوب رہا ہوگا کیونکہ تاریخی تحقیقات سے خصوصیت کے ساتھ ثابت ہے کہ اگلے زمانے میں کل دُنیا ہندوستان کے ماتحت

اور زیر نگین تھی۔ انگریزی ماڈرن جاگرفی میں زمین پانچ حصّوں پر منقسم ہے:-

ا۔ ایشیا

۲۔ یورپ

۳۔ افریقہ

۴۔ امریکہ شمالی و امریکہ جنوبی

۵۔ آسٹرل ایشیا

آجکل سنسکرت کا دور دورہ نہیں لوگ یہ بھی جانتے نہیں کہ ہندو جغرافیہ دیکھنا ہو تو کس کتاب میں دیکھیں جن کو کچھ مذاقِ تحقیقات ہوا۔ وہ بھاگوت میں ٹٹولتے ہیں اور پھر قہقہہ لگاتے ہیں کہ واہ بس نام بڑے درشن تھوڑے۔ بھاگوت کا یہ زور شور اس پر ہندوں کا یہ ناز مگر "جو چیرا تو اک قطرۂ خون نکلا"۔ جغرافیہ بمنزلہ صفر۔ ان عقلمندوں کی عقل جہاں تک تعریف کی جائے کم ہے جن کو یہ تک معلوم نہیں۔ کہ شفاخانہ اور ہے اور یتیم خانہ اور۔ محکمہ مالی میں محکمہ ملکی کی باتیں کہاں۔ کہاں تعزیرات ہند کہاں قانونی عدالت دیوانی۔ کہاں پایونیر کہاں تھیاصوفسٹ گورمنٹ گزٹ میں امرت بازار پترکا کے مضمون کہاں بس بھاگوت میں جغرافیہ کو تلاش کرنا بالکل الٹو لنشی اور پھر بھاگوت پر قہقہے لگانا خاص نو طرز مرصع لیاقت کا نمونہ ہے یا نہیں۔ بطلیموس کو آج کل کے عقلمند اور محقق مشہور جغرافیہ نویس سمجھتے ہیں جغرافیہ کا اقتباس ہم نے ناڈر جھتان کے نمبر ۲ میں قلمبند کیا ہے۔ نئے زمانہ کے محققین جغرافیہ کے معاملہ میں یا تو بطلیموس کو ہمہ دست سمجھتے ہیں یا بھاگوت کو ہم از دست اور پھر منہ چڑھاتے ہیں۔ کہ واہ وا۔ اگلے جغرافیہ کی اتنی ہی بساط اتنی ہی کائنات مگر اپنی فہم و فراست کو نہیں سمجھتے۔ کہ حلوائی کی دکان سے اطلس فرنگ چاہنا دانشمندی ہے یا گستاخی معاف بیوقوفی۔ قدیم جغرافیہ کی شایقین کو بھاگوت کی ورق گردانی سے کچھ حاصل نہیں۔ اگر ان کو واقعی شوق ہے۔ اور ان میں کچھ جوہر لیاقت بھی ہے۔ تو وہ گرگ سنگھتا ملاحظہ

فرماویں وشو کھنڈ و گولوک کھنڈ کی سیر کر جائیں چھتر سمساس دیکھیں وشنو پُران وغیرہ سے قدیم جغرافیہ کے سبق یاد کریں- خوب خیال ہے کہ موجودہ اور گزشتہ زمانے کے جغرافیہ میں جو کچھ اختلاف ہے وہ مختلف زبانوں کی پولیٹیکل حدبندی سے ظہور پذیر ہوا ہے- چنانچہ مہاراجگان ہنود کے دوران حکومت میں کم و بیش اختلاف ہوتا رہا ہے- یعنی اگر کسی کی حکومت وسیع ہوئی تو اسی لحاظ سے حدبندی کی گئی- اگر کمی ہوئی تو اسی پیمانہ سے- ان اختلافات کا سبب عموماً پولیٹیکل لحاظ سے بھی رُونما ہوا ہے نام کے تغیرات و تبدلات کے اسباب بھی یوں ہی ہوتے ہیں- چنانچہ دیکھ لیجئے- کہ نواب آصف الدولہ کے زمانے تک بنارس- شاہجہانپور- الہ آباد بریلی وغیرہ اودہ میں شامل تھے- نواب سعادت علی خان صوبہ دار اودہ کی مسند نشینی کے زمانے سے صرف موجودہ بارہ ضلعے شامل اودہ رہ گئے اور آدھی سلطنت انگریزوں نے حاصل کر کے ممالک مغربی و شمالی کا ایک جدا صوبہ قائم کر لیا جسے اب چند سال سے ممالک متحدہ آگرہ و اودھ کا نام حاصل ہوا ہے ابتک ملک برار داخل حکومتِ نظام تھا- اب اس کو بھی علیحدگی نصیب ہوگئی- آسام اور بنگال کے بھی حصّے بخرے ہو گئے- سرحد کابل پر بھی ایک مغربی و شمالی سرحدی صوبہ قائم ہوگیا- چنانچہ چند سال کے اندر اندر ہندوستان کے جغرافیہ میں صرف پولیٹیکل ضروریات سے وہ وہ تبدیلیاں واقع ہو گئیں جن پر ناواقف آدمی ضرور تعجب کرے اور جن سے انگریزی جغرافیہ اور اس کے نقشے بھی نمایاں تبدیلیاں آسمان کو زمین اور زمین کو آسمان کر کے دکھا رہی ہیں:-

ہندو جغرافیہ موجودہ صورت میں ضرور مختلف ہوگا اس کی وجہ صرف امتدادِ زمانہ ہے- اہل ولایت جو جغرافیہ کی تحقیقات میں برابر سرگردان چلے آتے ہیں- اب تک امریکہ کو انڈیا کہنے سے باز نہیں آتے- حالانکہ کولمبس کو مرے ہوئے بھی صدیوں گذر گئیں- اور انگریز آدھی دنیا میں حکومت

کا سکہ بٹھا چکے۔ ایک وقت وہ بھی تھا۔ کہ ہندوستان کی تلاش میں واسکوڈی گاما سر مارتا پھرتا تھا مگر آج یہ بھی زمانہ ہے کہ یورپین تحقیقات مکمل سمجھی جاتی ہے۔ پھر بھی ہنوز دہلی دُور است وسطی افریقہ کا نقشہ دیکھا جائے اس میں چند خطوط کے سوا نہ کسی شہر کا نام بلیگانہ مقام کا۔ پہاڑ اور ندیوں کی ہستی صرف لکیروں تک محدود ہے قطب جنوبی کے حصہ زمین کو وکٹوریہ لینڈ کہتے ہیں۔ اس حد کا ٹھیک پتہ بس صرف سائے سے دکھا دیا گیا ہے۔ کہ فرضی حد یہ ہے سائبیریا اور گرین لینڈ وغیرہ کے نقشوں کا بھی کچھ ٹھیک ٹھاک نہیں عقلی گدے لگائے گئے ہیں۔ جب یہ اِس زمانے کے موجودہ جغرافیہ کا حال ہے۔ تو ہندو جغرافیہ پر اعتراض کرنا خردمندی ہو یا حماقت پسندی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے ؛

پنڈت سری رام چندر کے قول کی تائید ایک بات سے اور بھی ہوتی ہے یعنی جمبو دیپ کے جو نو کھنڈ قدیم سنسکرت جغرافیہ میں درج ہیں۔ ان کی رُو سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی زمانہ میں ایشیا اور افریقہ باہم خلط ملط تھے چنانچہ دیکھ لیجئے کہ جمبو دیپ کے نو کھنڈ کون کون ہیں ؛

بھارت ورش۔ ہندوستان ؛

الا درت ورش۔ آیلا سکا یعنی زمین درمیانی ایشیائی روس و کناڈا

رمیک ورش کینیڈا

ہرنیہ ورش۔ امریکہ متحدہ (یونائیٹڈ اسٹیٹس)،

ہری ورش۔ روس[۲] و یورپ

بھدراشو ورش۔ گرین لینڈ و آئس لینڈ۔ اس کے حصے بھی دریابُرد رہتے ہیں[۱]

کیت مال ورش۔ کیمسکٹکا و امریکہ روسی کا ایک حصہ پانی میں غرق رہتا ہے ؛

[۱] یہ حصہ دریابُرد اور آب دریا منجمد ہے ؛

[۲] یہ بعضوں کے خیال میں ایشیائی روس سے مراد ہے ؛

کمپر کھ ورش ۔ تا تار چینی ۔
کورو ورش ۔ مکسیکو[1]
یہ جمبودیپ کے نو کھنڈ تھے ۔ جو قلمبند کئے گئے ہیں اب جغرافیہ دنیا
کے مشہور ممالک اور شہروں کے قدیم وجدید نام معرض تحریر میں آتے ہیں۔
تاکہ ناظرین اس قیمتی معلومات کو قدر کی نگاہ سے دیکھیں ۔

مروجہ نام	قدیم نام	مروجہ نام	قدیم نام
یورپ	اشوکرانت واشوجات	برٹن	آورتن
انگلینڈ	اندردیپ واندیپ	روم	روم
اٹلی	بٹنچر	رشیا (روس)	رُش
سسلی	ترن کریا	یورپی روس	ہری ورش
پرتگال	پیشوشیل	سٹپیریا	ہیرو
جرمنی	کرمتہ ۔ کرونچ ۔ کامل	بخارا	شتخارا
ہالینڈ	سنیک	چین	پارت ۔ چین
بلجیم	کٹ		مہاچین
آسٹریا	اشوک اشویا	تبت ۔	تال توکہک
گال یا فرانس	پرلیاکہک	تاتاری	پاروت
اسپین	تامس ویش	عرب	آورت
ڈنمارک سویڈن	کے ماٹک	ایران یا فارس	پارسیہ
اسکنڈنیونا	مارک	مکہ	اشوودریون
یورپین ٹرکی	ارنیک ترسٹک	مدینہ	ازوناش کارسکار
ترکستان	پاروت	کابل	سیہنو
افریقہ	رمتہ کرنت وسورجارکا	قندھار	گاندھار
کینیبل	کانول	ہرات	کیکے

[1] یہ کوریا جاپان سے بھی مراد ہے ۔

مروّجہ نام	قدیم نام	مروجہ نام	قدیم نام
بربری	بربر	مسقط	اپواہ اپرانت
ٹھیک ٹھیک معلوم نہیں	باڑودھان	سیلون	سنگلدیپ
	بارن	ملاکا	اُپ لُوکا
	اُپ دیپ	برہما	برہمات۔ برہمادیش
	رکشسا باس	ہندوستان	کمُارکا
ڈیگاسکر	مدھکاسک	امریکہ	کماڈیپ، سوبرن بھوم
ایشیا	بشن کرانت، اسیجنگ	شمالی امریکہ	اتر کمار
ایشیاٹک ٹرکی	شک وترشک	امریکہ متحدہ	ہرنیہ ورش
گرین لینڈ	بھدرشش	گجرات	گورجراٹ
کنیڈا	رمیک ورش	کرناٹ	کرانچی
	کورو ورش	ملابار	پانڈے
جنوبی امریکہ	دکشن کمار	دکن	کسکندھا
برازیل	تلہ	ہرات	کیکے
پیرو	ہرنیہ پور	میسور	ماہشک
آسٹرل ایشیا	رمنک	اوڑیسہ	
پالینشیا	سوبرن پرستھ	مہاراشٹ	زاشٹ
یہ نام نامعلوم ہیں مگر سنسکرت جغرافیہ		ترہٹ	بدیہہ متھلا
ہیں مندرج ہیں		قنوج وغیرہ	مھوڑے کانکج
لنکاورگ دیپ		گیا	مگدہ لیکٹ
(اسمائے مقامات کمار کا یعنی ہندوستان،		پٹنہ	پاٹلی
بھوٹان	ورد		
دارجلنگ	وردلنگ	بیدناتھ۔ کال گاؤں راج محل آرہ وغیرہ	نگ دیش
پنجاب	پنچ ند	بھاگلپور	چمپا

مروجہ نام	قدیم نام
کشمیر	گیرگ۔ کاشمیر
فیض آباد نوابگنج وغیرہ	اوتر کوشل
بنارس	کاشی
کروچھتیر	کروجانگال
دلی	اندرپرستھ
اجین	اونت۔ بشارا
متھرا	سورسین
گنگ وجمن کے وسطی ملک	انتربید
شمالی ہند یعنی پہاڑوں کے اندر کا ملک	اوتراکھنڈ
دکن نربدا اور مہاندی کا جنوبی حصہ	دکشن دیش
صوبہ اودھ	اجودھیا و اوتر کوشل
شمالی ہند و دکن کا وسطی ممالک	آریہ ورت وٹنہ بھومی
ممالک متحدہ اودھ آگرہ	
یگرام ضلع پروہی	سمرہی نگر
کان پور	کانہ پور
الہ آباد	پریاگ۔ بارناوٹ پانڈوں کے زمانہ میں نام تھا۔

مروجہ نام	قدیم نام
میدنی پور	پنڈ
رنگپور۔ دیناجپور راج شاہی	متس دیس
باقرگنج۔ ڈھاکہ ندیا	بنگ دیش
کرشنانگر۔ کلکتہ شانتی پور	گیڑ
میمن سنگھ	اب بنگ
کامروپ	پراگ جوتش
کاسگنج	چترپور۔ امیر تیمور کے دہلی میں آنیکے بعد سے کاسگنج نام ہوا۔
وسط ہند	
جبلپور	ساگر نربدا
بنگال	
کلکتہ	کالی گھاٹ
ندیا	نودیپ
جسر	مرلی
میدنی پور	
فریدپور یا ڈھاکہ	ڈھاکہ
جلاپور	
چٹ گاؤں اچانگر	
چاٹگام اور اسلام آباد سلہٹ	چھتر گرام شری ہٹ شاستری تلش دیش اسی کے آس پاس ہے۔

مروجہ نام	قدیم نام
فرخ آباد	فرخ سیر نے فرخ آباد نام رکھا۔
چنار گڈھ	چرنادری تعمیر کردہ راجہ بھرتری
بالا سور	بالیشر
پرنیا کے ترکا مورنگ پہاڑ اور جنگل	کرات دیش
بردوان	بردھماں
کٹک	انکل دیش
پوری یعنی جگن ناتھ ے صدر مقام	پرشوتم پوری جگن ناتھ جی کا مندر اسی مقام پر راجہ ننگ بھیم دیو نے بنایا تھا جو ۱۱۷۴ء میں گدی پر بیٹھا تھا
کروا	
منگیر	مدگر
جنوبی بہار	مگدھ
شمالی بہار	متھلا یا جنک پور
پٹنہ	پاٹلی پتر پدماوتی کسم
ترہٹ	ترے بھگت
کنڈک و کوسی ندی کے بیچ کا ملک	متھلا و دیہہ ترہت اسکا وسطی حصہ ہے
رہتاس	رہتاسم
آسام	آسم
ملک آسام	انگ دیش

مروجہ نام	قدیم نام
ہگلی	گولن
کجار	ہیرمپ
خیر آباد صدر مقام	سود آرا
میمن سنگھ	
کامروپ یعنی آسام کا مغربی حصہ	پراگ جوتش یا کامروپ دیش جس میں رنگپور میمن سنگھ سلہٹ چنتاپور کچار منی پور آسام گوہاٹ شامل تھے۔

پنجاب

مروجہ نام	قدیم نام
حصار	ہریانہ
تھانیسر	ستھان تیرتھ کرکشیتر
کانگڑا	نگرکوٹ
امرتسر	گورورامداس کے عہد سے امرتسر نام ہوا جس کی وجہ تسمیہ امرتسر نام کے تالاب سے ہے۔
بیرہ	بہاٹن
لاہور	لوپور و لوکوٹ
شیخوپورہ شاہ پور	مدردیش
قلعہ اٹک	اٹک بنارس
جھنگ	جھنگیالا۔

مروجہ نام	قدیم نام	مروجہ نام	قدیم نام
شیوپور واقعہ آسام	شیوساگر	لیتا	سندھ سویز
دکن		کوہ مغربی گھاٹ	
دولت آباد	دیوگری دیوگڈھ	کوہ دریائی مشرقی	پشچم انیلے
گونڈوانہ	سنگھ گڑھ	گھاٹ ونیلگری	پورب انیلے
اوگر	اُودے گری	جاوا	جودیپ
بیجانگر	وجے نگر ترسنگھا	کامدے	کمُدر
حیدرآباد	زون	کانجی ورم	کانجی پورم
	ورنگل الغ خان بن	تلنگانہ	تیلنگ دیش
	محمد تغلق نے نام رکھا	مچھلی پاٹن	مسولی پٹم
سلطانپور	تھا مگر ورنگل کا نام	**متفرقات**	**متفرقات**
	بدستور قایم ہے	اجین	دھارانگر
پانڈی چری	پتھ چری	چمپانیر	پاواگڑھ
چنگل پت	چنگل پت	میواڑ	مدیوار
اورنگ آباد	کھڑکی	پاٹن	انلواڑہ
مدراس	مندراس ومندراج	تملک	تامرالپت
ٹراونکور	تریواُنکر	دھولگری	دھول گر

شہروں کے متعلق تاریخی تحقیقات

پشاور- پرشاپورہ اس کا نام تھا۔ پُرشاپورہ- گندھار یعنی قندھار کا چوتھی صدی میں دارالسلطنت تھا- اس زمانہ میں پشاور قندھار غزنی کابل بامیان اور ہرات وغیرہ ممالک میں بُدھ مذہب جاری تھا- واسو میو پشاور کا بدھ مجتہد ہو کر جاپان گیا تھا- جہاں اب تک اس کے نام کی تعظیم ہوتی ہے ؎

قنوج کا نام اہل اسلام نے شاہ آباد رکھا تھا جو عہد انگریزی میں منسوخ ہوا۔ اُسے
پنچالہ بھی کہتے تھے۔ دور ست جگ میں راجہ مہودن نے اپنے نام سے منسوب
کیا تھا۔ یعنی مہودے تریتا میں راجہ کُشن خلف سری رامچندرجی نے اس کا نام
کُشن استھل رکھا۔ دواپر میں راجہ گادھ کے نام سے گادھ پور کہلایا۔ شروع
کلجگ میں قبل مسیح ۱۲۲۱ء میں راجہ کے بنے کنیان کبج نام رکھا۔ اس کی
روایت یہ ہے کہ راجہ مذکور کی دختر گوژہ پشت تھی جس کی شادی اُس نے برہمن
سے کر کے گادھ پور یعنی قنوج کو جہیز میں دیا۔ چونکہ دختر لاولد تھی لہذا بنا بر
بقائے نام گادھ پور کو کنیاں کبج یعنی دختر گوژہ پشت کے نام سے موسوم کیا۔
کثرت استعمال سے قنوج ہو گیا۔ بحوالہ گلدستۂ قنوج و دہلی مہاتم اودھ ۱۲۲۱
بعد کلجگ اور ۲۸۵۹ برس قبل مسیح راجہ کشن بن راجہ پورب والئے قنوج
نے آباد کیا (منتخب التواریخ) حدیقۃ الاقالیم میں راجہ کشن کو بن پورب
بن ہند بن حام بن حضرت نوح لکھا ہے۔ قوس کے نام غلط ہیں
پورب اولاد سیم سے تھا جو ہند و تھا۔

انگ دیش۔ یعنے آسام و آوا۔ راجہ انگ چندر بنسی کے نام سے
موسوم ہے۔ رامائن میں راجہ دسرت کے ہمعصر راجہ روم پاد بیس
کے راجہ تھے۔

بہادر ۱۸۳۷ء قبل مسیح و ۲۷۰ سال بعد طوفان راجہ مہاراج (ہمعصر
جمشید و فریدون) بن راجہ راجہ کشن نے آباد کیا۔ منتخب التواریخ۔

قلعہ گوالیار (بحوالہ گلدستۂ قنوج) بال چند سپہ سالار افواج راجہ
مہاراج نے تعمیر کیا۔ یہ شخص قدر دان علم موسیقی تھا۔ تمام استادان فن
گوالیار میں بسا دیئے۔ چنانچہ اب تک گوالیار علم موسیقی کے لئے مشہور
ہے (بحوالہ احسن التواریخ مولفہ سید آقا حسن نامی ملازم ریاست بلرامپور
(اودھ) اس قلعے کی بنیاد گوالی باسدھ جوگی (صاحب ریاضت و عبادت
وحبس دم) نے ڈالی۔ اب تک قلعے میں جوگی کی نشستگاہ پرستش گاہ
عوام ہے۔

بنارس - بوجہ دار السلطنت باناسُر باناسری نام تھا - اور بوجہ دریاے بُرن
وُرن داسی برناسی یا بارانسی - لیکن زیادہ تر کاشی کے نام سے مشہور چلا
آتا ہے - اس کی بنیاد ۱۳۰۴ برس قبل مسیح راجہ سورج والی قنوج ہمعصر
رستم نے ڈالی تھی - مگر اس کے فرزند راجہ بھراج نے بہت رونق کے
ساتھ آباد کیا - کاشی کے معنے آراستہ کیا ہُوا ہے ۔

بھرائچ (اودھ)، ۱۳۳۶ برس قبل مسیح راجہ بھراج بن سورج (عالم علم
موسیقی و مصنف کتب موسیقی و واضع خطاب راجپوت)، نے آباد
کیا (منتخب التواریخ)

قلعہ کالنجر، ۱۳۱۷ برس قبل مسیح راجہ کدار برہمن سابقاً راجہ کوہستان
سوالک والی قنوج ہمعصر کیخسرو و کیقباد نے تعمیر کیا (گلدستۂ قنوج)
کالنجر شہر سورج راجہ دشمنت کے پوتے کے نام سے منسوب ہے ۔

لکھنوتی یا گوڑ دیس ۱۲۴۳ برس قبل مسیح راجہ سنگل بن کدار ہمعصر
افراسیاب نے آباد کیا تخمیناً ۲۰۰۰ برس تک دار الحکومت بنگال رہا -
عہد اسلام میں ویران ہو گیا تھا (منتخب التواریخ) مگر ہمایوں کے وقت میں
جنت آباد کے نام سے موسوم ہوا (خلاصۃ التواریخ)

قلعہ رہتاس واقعہ بہار ۱۱۶۲ برس قبل مسیح راجہ رہنت بن
سنگل نے تعمیر کیا (تواریخ ہند)

قلعہ جنبو ۱۰۷۹ برس قبل مسیح راجہ کیدراج بن مہاراج ثانی قوم
کچھواہا ساکن مارواڑ والی قنوج نے تعمیر کیا (منتخب التواریخ)

دھلی ۳۲۷ برس قبل مسیح راجہ دہلو بن راجہ جے چند بیتالار
کیدراج، والی قنوج ہمعصر راجہ پورس و سکندر کے نام سے موسوم
ہوئی (تواریخ ہند دہلی)

شمس آباد (متصل قنوج)، کھور اسکا اصلی نام - اور جو بعد قتل راجہ جے چند
راٹھور اس کے قریبی رشتہ دار جے سنگھ کے قبضہ میں تھا - شمس الدین
التمش نے اس کا نام تبدیل کیا ۔

بھرت کھنڈ۔ دوراہ ست جگ میں راجہ بھرت چندربنسی کے نام سے منسوب ہؤا۔

ہستناپوری۔ راجہ بھرت کی نسل میں راجہ ہستی نے آباد کیا تھا۔

قلعہ تاراگڑھ متصل اجمیر جے پال جوگی والی اجمیر و مرشد پرتھی راج و جے چند کی یادگار ہے۔

جالندھر۔ جالندھر ناتھ جوگی شاگرد گرو گورکھ ناتھ کے نام سے منسُوب ہؤا۔

راولپنڈی۔ راولناتھ جوگی کے نام سے منسوب خیال کیا جاتا ہے۔

شادستی پوری راجہ شادست نے دوسرت جگ میں آباد کی تھی۔ اس کا مروجہ نام معلوم نہیں۔

بھوپال۔ اصل نام بھوج پال تھا راجہ بھوج کا بسایا ہؤا ہے۔

بھاگل پور۔ راجہ جیت نے چمپاپوری کے نام سے آباد کیا۔

قلعہ نرور۔ دواپر میں مشہور راجہ نل سورج بنسی نے بسایا تھا۔

ریاست بلرامپور اودھ۔ راجہ بلرام سارے یکے از بزرگان خاندان جگجے سنگھ مرحوم نے آباد کی۔

ڈنڈک بن صحراے وسط ہند کا نام تھا۔ اکشواکو راجہ کے خاندان میں راجہ ڈنڈ اس سرزمین کا راجہ تھا۔ مگر شکراچارج کی بددُعا سے ملک اجڑ کر جنگل ہوگیا اور ڈنڈکارنیہ کے نام سے منسوب ہوا۔

گورکھ پور۔ گورکھ ناتھ کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں مچھندر ناتھ کو انہوں نے ڈھونڈ نکالا تھا۔

عظیم آباد پٹنہ۔ پٹن دیوی کے نام سے پٹنہ مشہور تھا اعظم شاہ ابن عالمگیر نے عظیم آباد نام رکھا۔ آخر دواپر و آغاز کلجگ میں تا عہد جراسندھ پھول پور مشہور رہا۔ بعدازاں راجہ پاٹل نے پاٹل پتر نام رکھا۔ انقلاب ایام سے ویران ہوئے پر پلٹا خطاب پایا۔ مگر پھر پٹن دیوی کے نام سے منسُوب ہؤا۔

لاہور۔ راجہ لوخلف راجہ رامچندر کے نام سے منسوب ہے۔ بعض تاریخوں میں اس کا اصلی نام لہود لہاور د لوپور درج ہے +

آگرہ۔ اصل نام بوجہ کثرت آبادی قوم اگروالہ۔ اگر وره تھا سکندر دی نے بادل گڈھ اور اکبر نے اکبر آباد نام رکھا۔ مگر آگرہ کا اصل نام ابھی تک قائم ہے +

فیض آباد (اودھ)، اس کا قدیم نام بندی ٹیلہ تھا۔ نواب برہان الملک نے بنگلہ نام رکھا۔ نواب صفدر جنگ کے عہد سے فیض آباد ہوا +

لکھنؤ۔ سری لچھمن جی کے نام سے لچھناپوری لکشناپوری مشہور تھا۔ یہاں لچھمن ٹیلہ ایک مقام تھا۔ جہاں سے مشہور ہے کہ لچھمن جی رامچندر جی سے باتیں کر لیتے تھے +

ولٹو۔ والبھ رکھ کے نام سے مشہور ہے +

مصرکھ۔ در اصل مشرت ہے یعنی کل تیرتھ اس میں موجود ہیں +

غزنی۔ مہاراجہ گنج نے بنام گنجنی آباد کیا تھا (ٹاڈ راجستان) +

قندھار۔ گاندھار اصلی نام تھا۔ بھرت جی برادر سری رامچندر نے آباد کیا تھا۔ رامائن فارسی منظومہ عہد جہانگیر ؎

بھرت را گفت دلشکر داد بسیار
ستاند ملک مغرب ہم بہ پیکار
رواں شد سوے مغرب را بہ لشکر
نمودہ ہر زباں ہر جا مسخر
نمود آباد آنجا شہر قندھار
نشاط افزائے آں شہرے چو گلزار

یہ اشعار اشلوک رامائن بالمیکی مندرج تشریح ٹیکسلا سے موافق ہیں۔ گندھار چندربنسی راجہ گندھار کے نام سے موسوم ہے +

متھرا۔ آباد کردہ سری سترگھن برادر سری رامچندر مہاراج ہے۔ مذکورہ بالا رامائن فارسی :-

ستر گھن گشت بر دشمن مظفر / شتاباں شادماں آمد بہ لشکر
بروز سعد در جائے حمیدہ / کنار جمن دریا بر گزیدہ
نمود آباد متھرا نام شہرے / بنا شد مثل او شہرے بدہرے
بیدر بیجاپور واقع ملک دکن / آباد کردہ راجہ رامچندر مہاراج
دو شہرے سوئے دکن کردہ آباد / بہ لچھمن نیز آں اقلیم خوش داد
بدر گویند نام آں شہر نامی / کہ معمور است آں شہر گرامی
دگر شہرے کہ بیجاپور نام است / بنا ایں شہر اندر عہد رام است

بیجاپور اصل میں وجے پور تھا مثل وجے نگر جو اب بیجے نگر مشہور ہے +

(۲۴) بعض سنسکرت نام کے مقامات کی تشریح :-

آریہ ورت۔ بحر مغربی یعنی بحیرہ عرب سے بحر مشرقی یعنی خلیج بنگالہ تک عموماً مانا جاتا ہے۔ اوائل میں روئے زمین آریہ ورت تھا۔ مگر چونکہ آریہ ورت صدر مقام تھا۔ اس لئے گھٹتے گھٹتے یہ حد رہ گئی +

برہم رشی دیش۔ ملک درمیانی دریائے سرستی و گنگا +

مدھ دیش۔ ملک درمیانی بندھیاچل جانب جنوب و ہمالیہ جانب شمال تا اتصال دریائے گنگ وجمن +

ملیاگر۔ واقع ولایت دکن مغربی گھاٹ (نام کوہ آنملے) کا حصہ جس سے کرت مالا و تامر پرنی ندیاں نکلتی ہیں۔ اول الذکر میں مچھ اوتار ہوا تھا (سری بھاگوت)

کیلاش۔ تبت و مانسرور کے متصل کشمیر کے اوتر مشرقی حصے میں ہے۔ اس سے سندھ۔ شطرنج دریائے پنجاب اصلی نام شتدرر (جو ستلج کہلاتا ہے) اور برہم پتر نکلتے ہیں۔ بھوٹنے اسے تس کہتے ہیں۔ اور اس کے دوسرے سنسکرت نام گنگار۔ گن پربت رجتاد ہیں۔ مندودک ان کے تالاب سے بھاگیرتھی گنگا نکلی ہیں +

کپل وستو۔ نیپال میں جانب شمال اودھ دامن ہمالیہ میں بودھ کا مولد ہے۔ حال ہی میں یہاں اشوک کا ستون برآمد ہوا ہے۔ اس پر کندہ

ہے۔ کہ یہ مقام پیدائش بودھ کا ہے۔ اب اس مقام کا نام معلوم نہیں کیا ہے +

راج گرہ۔ مگدھ کا دارالسلطنت تھا۔ حال کا نام معلوم نہیں +

نکمبھلا یہاں میگھ ناد کی جگیہ شالا لنکا میں تھی +

کرونچ اجرمن۔ یہاں سوامی کارتک جی نے کرونچا سُر اور بعض پرانوں کے رو سے تارکا سُر کو مارا تھا اُسی سے اُن کا نام کرونچ داران ہُوا +

کلنک واقع ملک دکن۔ یہاں کچھ اوتار ہُوا۔ ایک عجیب بات یہاں ہے۔ کہ ایک حوض آب شیریں کا ہے جس میں برہمن اور گائے کی ہڈی ڈالنے سے ایک برس میں پتھر ہو جاتی ہے۔ اور کسی کی ہڈی پتھر نہیں ہوتی (احسن التواریخ)

ہندوؤں کے شاستروں میں امتداد زمانہ کی تقسیم منونتروں اور یگوں میں کی گئی ہے۔ اور دورہ ایام کا ذکر چھوڑ کر ہم اپنے شاستروں سے صرف یگوں کا حساب قلمبند کرتے ہیں۔ یعنی :-

(۱) ست یگ ۱۷۲۸۰۰۰ سال (۲) تریتا ۱۲۹۶۰۰۰ سال (۳) دواپر ۸۶۴۰۰۰ سال (۴) کلجگ ۴۳۲۰۰۰ سال +

انسانوں کے پندرہ دن کا ایک دن پتر یا چندر لوک ہوتا ہے۔ اماوس چندر لوک کی دوپہر ہے۔ اور پورنماشی آدھی رات۔ تحقیقات حال سے چندر لوک کے دن رات کی مدت یہی پائی گئی ہے۔ اور ہمارا ایک سال دیو لوک کے ایک دن کے برابر مانا گیا ہے۔ اتراین کی ششماہی پوس کے مہینے سے شروع ہوتی ہے۔ اس دن دن شروع ہوتا ہے۔ اور یہ ششماہی دیوتاؤں کا دن مانی گئی ہے۔ دوسری ششماہی دکشنائن ہے۔ جسے دیوتاؤں کی رات کہتے ہیں۔ چار جگوں کو برہما کا ایک دن یعنی کلپ کہتے ہیں۔ جب تک کلپ یعنی برہما جی کا دن ہے تب تک عالم موجودات کا قیام ہے بعدہ برہما جی کی رات میں دنیا کی فنا۔ اس عالم ظاہری و اسباب جزوی میں بھی سلسلہ ظہور و بطون برابر

جاری رہتا ہے۔ اور یوں عالم مجموعی میں کبھی کائنات عالم کا قیام ہوتا ہے۔ اور کبھی معدومی۔ برہماجی بھی اپنی کروڑوں سال کی عمر کو اس زمانے میں تلانجلی دیتے ہیں۔ اور دیوتا لوگوں کی طاقتوں کا زمانہ بھی ختم ہو کر دوسروں کے قبضۂ اقتدار میں آجاتا ہے۔ گویا دیوتا اور برہماجی کی پدوی تک کرموں کا نتیجہ چلا آتا ہے۔

دورہ ست جگ کاتک سدی نومی سے شروع ہوا اس میں چار اوتار ہوئے۔ مچھ اوتار۔ کورم یعنی کچھ اوتار۔ باراہ اوتار۔ نرسنگھ اوتار اور عظیم الشان راجوں میں سورج بنسی ۳۴ راجہ اجودھیا میں سریر آرا ہوئے۔ اور پریاگ میں ۲۳ چندر بنسی اس دورے میں نیمسار مقدس پتہ نہ تھا۔ ۶ سو ہزار سورج بنسی گہن ہوئے۔ معرکہ مقدس تریتا جگ کی ابتدا ماہ بیساکھ کی تیجی سے ہے۔ اس جگ میں تین اوتار۔ باون اوتار۔ پرسرام اوتار۔ سری رام اوتار ہوئے۔ اس دورے میں ۱۲ ہزار مرتبہ سورج اور چندر گہن ہوئے مہاتیرتھ پشکر تھا اور انسان کی عمر دس ہزار سال کی دواپر ماگھ بدی اوماوس سے ابتدا ہوئی دو اوتار ہوئے۔

(۱) شری کرشن پورن اوتار (۲) بودھ اوتار۔

اس دورے میں کرکشیتر تیرتھ کی مہان تھی ۶ ہزار مرتبہ سورج اور چاند گہن ہوا۔ دورہ کلجگ کا آغاز بھادوں کی ۱۳ سے ہے۔ اس دورے میں انسان کی عمر کی انتہا ایک سو بیس برس تک ہے۔ اس کے آثار یہ ہیں:۔

برہمن بید خواں نہ رہیں گے۔ ریاضت و عبادت کرم ودت اور دھرم سب نابود رہیں گے۔ جھوٹ۔ جعل۔ کپٹ۔ دغا بازی۔ مکر۔ فریب۔ لالچ حرامکاری کی عملداری ہوگی۔ عورتوں سے شرم و حیا اُڑ جائیگی۔ مرد عورتوں کے جامے میں نظر آئیں گے۔ زن مریدی کا دور دورہ ہوگا۔ عورتیں مردانہ لباس پہنینگی۔ باپ بیٹے کو ترک کریگا۔ سپوت والدین کو گالیاں

دینگے۔ شریف بھیک مانگیں گے۔ رذیل مزے کریں گے۔ رذیل بااختیار ہونگے۔ شریف بے اعتبار ذلیل وخوار۔ شریفوں سے افعال قبیحہ سرزد ہونگے۔ رذیل نکوکاری میں مصروف اور پابندی رسم وآئین میں مشہور ومعروف ہونگے۔ دھرم کو زوال ہوگا۔ اپنی اپنی ہولی اپنا اپنا پھاگ ہوگا۔ جس راستے پر چاہیں گے۔ لوگ آنکھ بند کیے چلیں گے۔ اس راہ میں نہ ڈاکو نہ رہزن ملیں گے۔ دس برس کی لڑکی کنسنٹ بل کو طاق پر رکھیگی۔ اسی سن میں بیٹا جن کر دکھائیگی۔ دولت وحشمت مغرب کے حصہ میں آئیگی۔ پچھیں وہیں چلی جائیں گی۔ ہندوؤں کی حکومت سوا اقوام مختلف کی ماتحتی لازمی۔ انسان کے قد کا پیمانہ ۳½ ہاتھ تک ہوگا۔ لڑکے ایک حصہ پیدا ہونگے۔ لڑکیاں تین حصے۔ ظروف مٹی کے ہونگے زیوروں کی اوقات کان سے پنسل پر رہ جائیگی۔ اس دور کے میں پیشنگوئی ہے کہ بلدہ سنبل مراد آباد میں بھادو کرشن ۲ کو سنا برہمن بشن شرما نام کے گھر میں کلکی یعنی نشکلنک اوتار ہوگا۔ ایشور کی ایشور ہی جانے۔ انسان ضعیف البیان کو کیا خبر۔

اسمائے راجگان خاندان پرومیس یا سورج بنسی

سورج۔ دیوسوت منو۔ اکشواکو۔ بلکشی عرف ششاد۔ پرنجے عرف کاکتہ آیناس۔ راجہ پرتھو۔ بشو گندہ۔ اردرہ۔ یوناشو۔ شرادست۔ بدرشو۔ کول شویا عرف ڈھندہار۔ دردہاشو۔ نکمبھ برناشو۔ سین جت۔ یوناشو۔ راجہ ماندھاتا عرف سوندھو پردکش۔ ترس دسیو اترن۔ ہرشچو۔ اعلیٰ دو بندن ترشکو عرف ستیرت۔ راجہ ہرشچندر۔ رد ہست۔ ہردت چپ۔ سودیوبجے۔

لہ دس لڑکوں سے مہربات کے فرزند انرت نے انرت دیش یعنی استھل دوارکا آباد کیا +
لہ ان کے فرزند تھے ۔ شہر ساوستی پور اسی راجہ نے بسایا تھا +
لہ یہ وہی مشہور ست بادی راجہ ہے۔ جس کے کار ہائے خیر کے اس زمانے میں ناٹک کھیلے جاتے ہیں ۔۔

بھروک برک ۔ باہوک ۔ راجہ ساگر[1] ۔ اسمنجس ۔ انشومان ۔ دلیپ ۔ راجہ
بھاگیرتھ[2] ۔ شورت نابھ ۔ سندھودیپ ۔ ایوتا ۔ ارت پرن ۔ سروکام ۔ سوداس
متر سہ ۔ اشک ۔ مولک ۔ دسرتھ[3] ۔ ایڈبیر ۔ بشست ۔ کھٹوانگ[4] ۔ دیرگھ باہو ۔
دلیپ ۔ راجہ رگھو[5] ۔ اج ۔ مہاراجہ دسرتھ ۔ مہاراج سری رامچندر ۔
کش ۔ انتھ ۔ نشدھ ۔ راجہ نل ۔ نابھ ۔ پنڈریک ۔ کشیم دھنوار ۔ دیوانیک
اینھ پاریاتر ۔ نل ۔ استھل ۔ بجر نابھ ۔ سنگھن ۔ بدھ برت ۔ ہرن نابھ ۔ پشیہ ۔
دھرو سندھ ۔ سدرشن ۔ اگن برن ۔ سیگھر ۔ مارت ۔ پرسسرت ۔ سندھی ۔
امرکھن ۔ مہسوان ۔ بشوساہ ۔ پرسین جت ۔ تکشک ۔ برہدبل ۔ برہد رن ۔
اروکیہ ۔ تیس برہد ۔ برتیوتم ۔ بھان ۔ دواک سہدیو ۔ برہدشو ۔ بھان مان ۔
پرتکاشو ۔ سوپرتیک ۔ مرودیو ۔ سنکشتر ۔ پشکر ۔ انترکش ۔ سپتا ۔ مترجت
برہدراج ۔ برہی ۔ کرتنجے ۔ رن جے ۔ سنجے ۔ شاک ۔ سودھو ۔ لانگل ۔
پرسین جت ۔ کشدرک ۔ کندک ۔ سورتھ ۔ سومتر ۔ بھاگوت اور بشن پوران
کے رو سے سورج بنسی کا آخری راجہ سومتر تھا ۔ چونکہ اولاد
کوئی نہ تھی ۔ لہذا تخت حکومت بجر ناتھ کو حاصل ہوا ۔ اس لئے یہاں
سے سورج بنسی راجوں کا دوسرا سلسلہ سمجھنا چاہیئے ۔ چونکہ ناظرین کے
لئے مزید معلومات کی ضرورت ہے ۔ اس لئے ہم سورج بنس کے
شجرے کو زمانہ حال تک مسلسل کئے دیتے ہیں ۔ کہ نوشتہ بماند

[1] اسی راجہ کا ذکر رامائن میں ہے جس کے ۶۰ ہزار بیٹے کپل منی کے سراپ سے جل کر خاک سیاہ ہو گئے تھے ۔ اور جن کی تارن کے واسطے بھاگیرتھ سری گنگا جی کو آکاش سے لائے تھے ۔ ساگر کا نام راجہ سگر ہی کے نام سے موسوم ہے ۔ اور اب تک اس راجہ کی مورتیاں اطراف بحر الکاہل میں پوجی جاتی ہیں ۔ یہ راجہ چکرورتی تھا ۔

[2] یہی راجہ گنگا جی کو آکاش سے لایا تھا ۔ اسی سبب سے گنگا جی کو بھاگیرتھی بھی کہتے ہیں

[3] یہ راجہ وہ نہیں جو سری رامچندر جی کے والد تھے

[4] اس راجہ کی چار دانگ عالم میں حکومت تھی

[5] یہ رگھو معروف و مشہور راجہ تھا ۔ جس کے وقت سے سورج بنسی ہوا ہے ۔

سیہ برسفید - داشتہ آید بکار راجہ بجر ناتھ - مہارتھی - ات رتھی - اچل سین
کنک سین - مہا سین - انگ رتھی - نیچے سین - سہواوت - رشیا دت -
سوبجا دت - سو مکنا دت - سوم دت - سلادت - کیشوادت - ناگا دت -
بھوگا دت - دیوا دت - آسا دت - کال بھوجا دت - گرمھا دت - باسپا -
عرف باپا راول ✣

(یہاں سے خاندان اول شروع ہوا) کھمان راول - گوبند راول
مہیندر آیو - سنگھ برما - سکت کمار - سالیاہن - ترباہن - امبا پرشاد -
کیرت برما - نر برما - نرپت اوتم - بھروں - عسر بجی بیج - گرنا دت - بھاؤ سنگھ
گاز سنگھ - ہنس راج - سوبیہ لوک - رنحل - بیر سنگھ - تیج سنگھ - رانا سمر سنگھ[1]
کرن سنگھ (یہاں سے خطاب راول کی تبدیلی ہوئی) ✣

اور مہاراجگاں سورج بنسی مہارانا و رانا
کے خطاب سے مخاطب ہوئے یہ
خطاب آج تک قائم چلا آتا ہے

راہی رانا - نربت رانا - جبس کرن - ناگپال - پُن پال - پرتھی پال
کیول سنگھ - بھوم سنگھ جے - لکشم سنگھ - رانا ارسی - جیت سنگھ - رانا لاکھا -
رانا موکل سی - کمبھ رانا - رائے مل - سنگرام سنگھ - رتن سنگھ - بکرماجیت -

[1] یہ چتوڑ کا فرمانروا اور دہلی کے آخری مہاراجہ پرتھی راج عرف رائے پتھورا کا
بہنوئی تھا - شہاب الدین غوری کی لڑائیوں میں اسکی لڑائیوں کے کارنامے مشہور روزگار ہیں
آخری لڑائی میں اس نے فوج اسلام میں گھسکر محمد غوری کو گرفتار کرلیا تھا - مگر بہادران
غنیم کے کاری زخموں نے میدان جنگ ہی میں سلا دیا - اس کے تین بیٹے تھے - کرن سنگھ
راہی راول اور کونکرن سنگھ مسند نشین ہوا - دیب نروان ہندی کے مشہور ناول میں
کرن سنگھ اور ادکھا دتی کی پاک محبتوں کا بڑے موثر الفاظ میں خاکہ کھینچا ہے - اس کے بعد
خاندان راول کا نام تبدیل ہوا - اور جانشین مہارانا و رانا کے لقب سے معروف ہوئے
کونکرن نیپال چلا گیا - اور وہیں پایہ سلطنت جما دیئے - نیپال کی خود مختار سلطنت اسی کی
اولاد کے قبضہ اقتدار میں اب تک قائم چلی آتی ہے -

رانا اودے سنگھ۔ پرتاپ سنگھ۔ امر سنگھ۔ کرن سنگھ۔ مہارانا جگت سنگھ
رانا راج سنگھ۔ رانا جے سنگھ۔ رانا امر سنگھ۔ رانا سنگرام سنگھ۔ جگت سنگھ
راج سنگھ ثانی و دیگر راجگان مابعد فرمانروائے ریاست اودے پور
میواڑ⁂

شجرہ حسب و نسب راجگان چندر بنسی

برہماجی۔ مرتچ۔ کشیپ۔ سورج (دھرم راج اور جمناجی دختر ہیں)
دیوست منو۔ اکشواکو (ان سے سورج بنسی کی شاخ چلی) ایلا[۱] دختر پر وردا
(اس سے پرو بنس یعنی چندر بنسی کی شاخ چلی) جنیشٹھ نہک[۲] ججات
دیوجانی کے بطن سے دو فرزند ہوئے۔ تربس و جدو۔ جدو
سے جدو بنس چلا۔ جس میں مہاراجہ سری کرشن چندر تھے۔ سرمشٹا
دوسری رانی سے الوردپ و دردہی دو فرزند ہوئے۔ پرو (اس
نے ۹۲ جگ کئے تھے) جنمیجے۔ پراچوت۔ سنجاتی۔ اہم جاتی۔ سار بھوم جیسین
اواجین آریہ۔ مہابھوم۔ ایتنائی۔ اکر دوسن۔ دیوانتہ۔ آرنیہ۔
رکش تنسار۔ تنسور۔ ایلن۔ دشنیت۔ بھرت (اسی نام سے بھارت
ورش ہندوستان کا نام ہوا)۔ بھومنو۔ درشنیشر۔ سہوتر۔ ہستی۔
(بانی ہستناپور) نکھن۔ اجمیڑا۔ راجہ رکش۔ سم ورن۔ کورو۔ پریکشت
راجہ جہنو۔ سورتھ۔ بدرتھ۔ سر و بھوم۔ جے سین۔ رادھکا۔ آیوتیہ⁂

---

[۱] بدھ چندر ماں کے فرزند سے منسوب ہوئی [۲] اس کے بھائی چتر بردھ نے کاشی میں گدی قائم کی [۳] شجروں میں جابجا اختلاف ہے۔ مہاراجہ دگجے سنگھ بہادر فرمانروائے ریاست بلرام پور۔ اودھ کی فرمائش سے جو احسن التواریخ تیار کی گئی ہے۔ اس میں اس مقام پر بھی یہ نام شامل ہیں۔ راجہ بیر بر۔ راجہ نہہ۔ راجہ بھید۔ راجہ سرد من۔ راجہ باہوگر۔ اسی طرح جابجا ناموں کا اختلاف اور کمی و بیشی ہے۔ یہی حال تاڈ راجستان کے کے ناموں کا بھی ہے⁂

[۴] راجہ اجمیڑا تریتا میں ہوئے ہیں [۵] اُن کے عہد تک تریتا کا دورہ رہا⁂

کرودھن - دیوانیا پرکش بھیم سین - دلیپ - راجہ پرتیپ - راجہ شانتنو[1] - بچتر بیرج (پانڈو و دھرتراشٹ و بدرجی تین فرزند تھے)؛

پانڈو ——— بچتر بیرج ——— دھرتراشٹ

ازرانی کنتی　　ازرانی مادری　　یکصد فرزند مع یک دختر

جدھشٹر　بھیم　ارجن　نکل　سہدیو

یودھیہ ازبطن رانی مدردیش

برند برت ازبطن دروپدی

ازبطن دروپدی سرت کرت

ازبطن رانی اولپی

ازبطن سوبھدرا ابھمنیو

سوہوتر ازبطن دختر راجہ مدردیش

ست سوم ازبطن دروپدی　　گھٹوت کچہ ازبطن دختر رکشسنی　　گندھنا ازبطن راجہ کاشی

ازبطن رانی چندیری　　ستانیک ازبطن دروپدی

راجہ پریچھت

ویشم پائن جی شجرہ حسب و نسب بیان فرما کر سخن سنج ہیں۔ کہ راجہ جنمجے آپ کے خاندان کا رتبہ دنیا میں نہایت بلند ہے آپ کے متقدمین اور آباواجداد سرتاج زمانہ مانے جاتے ہیں۔ بزرگوں نے تلوار کے زور اور بازوؤں کے بل پر فرمانروایان عالم کو مطیع کر کے کوس لمن الملکی بجایا۔ آفتاب اقبال کی روشنی روئے زمین کے چپے چپے پر پھیلی ہوئی تھی۔ پانچوں پانڈو اصل میں دیوتا تھے۔ صرف دیکھنے میں انسان۔ اس کا ادنیٰ ثبوت ایک یہی ہے کہ ارجن پیکر انسانی وجسم خاکی سے امراوتی اور سورگ کی سیر کر آئے۔ یہی نہیں بلکہ دیوتاؤں نے انہیں اپنے سلاح جنگ دیئے۔ راجہ دھرتراشٹ گو نابینا تھا۔ مگر جسم میں دس ہزار ہاتھیوں کی

[1] چترانگدا اور مہابھارت کے مشہور سوربیر بھیشم پتامہ ان کے فرزند تھے؛

طاقت تھی بیٹے کی محبت نے اور بھی اندھا کر دیا نیک و بد نہ سمجھائی دیا۔ ور جودھن کی خاطر دہشت اور پانڈوؤں کے ساتھ ہر موقع پر بدسلوکی آخر مہابھارت ہوئی۔ ۱۸ اچھوہنی دل کا خون کرکشیتر کی خاک میں گرم تو ے کی بوند ہوگیا۔ اس خونخوار دشمنی کی بیخ و بنیاد مٹانے اور فتحمندی کا ڈنکا بجانے پر بھی پانڈوؤں نے راجہ دھرتراشٹ کی خدمت اپنی سعادت سمجھی ہر وقت آنکھوں کے تلوے سہلاتے اور قدموں کی خاک آنکھوں سے لگاتے رہے۔ دھرتراشٹ معمولی راجہ ہی نہ تھا بلکہ اس کا پایہ تمام راج رشیوں سے افضل ہوا۔ راجہ پانڈو بڑے ہی اقبال مند اور دھرماتماؤں میں سربلند تھے۔ بدرجی کے کالبد عنصری میں دھرم راج کا جلوہ تھا۔ دھرم راج کے قالب خاکی قبول کرنے کی وجہ مانڈھب رشی کی بد دعا تھی۔ جو تیر بہدف ہوئی۔ اور جس کے طفیل بدرجی کو چندربنسی شجرے کی زینت بڑھانی پڑی ؎

ادھیاے ۲۰۔

دھرم راج اور مانڈھب رشی کی بد دُعا

بدرجی کے پیدائش کی اصلیت

جنمیجے بیشم پائن جی کی تقریر سے متحیر ہوئے۔ انہوں نے سوال کیا دھرم راج نے کیا خطا کی۔ کہ مانڈھب رشی نے بد دعا دی اور وہ ایک شودری کے بطن سے عالم شہود میں آئے۔ اور یہ معاملہ حیرت انگیز معلوم ہوتا ہے ؎

بیشم پائن۔ راجن سُنیے! مانڈھب رشی بڑے مرتاض و صاحب کشف تھے۔ انہوں نے ایک درخت کے نیچے قدم ہمت جمائے

اور ایک ہاتھ بند کرکے ایسا تپ کیا کہ باید وشاید- اتفاقاً راجہ کے یہاں چوری ہوئی- زروجواہر سب لٹ گیا- چوروں نے سب مال ومتاع مانڈھب رشی کی کٹی میں رکھا- اور خود بھی وہیں جا چھپے- سویرا ہوا تو راجہ کے محل میں سناٹا یہ چیزیں نہیں وہ اسباب نہیں- چوروں کی تلاش ہال کی جستجو شروع ہوئی- کنوؤں میں بانس بانس میں کنوئیں ڈالے گئے- سعیٔ کی طرح ڈھونڈ چراغ لیکر ادھر اُدھر گھومے- مگر پتہ ندارد- سب حیران کہ چوروں کو زمین کھا گئی یا آسمان- کمبخت کہاں الوپ انجن لگائے گئے- سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر غائب ہو گئے- آخر جوئندہ یابندہ کا قول ٹھیک ہوا ڈھونڈنے والوں نے زمین کھود کر چوروں کو ڈھونڈ نکالا- پاؤں توڑتے سر مارتے مانڈھب رشی کے آشرم میں تقدیر لے آئی- دیکھا تو اٹھائی گیرے وہاں موجود ہیں- سب کو ایک دم دھر لیا یہ نہیں بلکہ مانڈھب رشی کی بھی مشکیں کس لیں- اور سب مال مسروقہ لئے ہوئے والی ملک کے سامنے لے آئے- مانڈھب رشی کی حالت ریاضت میں مون سادھے تھے- زبان پر مہر سکوت ثبت تھی- لبوں پر قفل خاموشی لگا تھا- ہر حالت میں چپ لگائے رہے- ایک حرف نہ بولے- راجہ کے سامنے بھی سر بمہر گنگ رہے- زبان نے جنبش نہ کی- طوطی ناطقہ بلبل تصویر کی طرح خاموش ہی رہا- راجہ پر غصہ کا بھوت سوار تھا- غیظ وغضب نے عقل کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی تھی- آؤ دیکھا نہ تاؤ- اونچ سمجھی نہ نیچ- ایکدم سے حکم دیا- کہ سب کو دار پر کھینچ دو- مانڈھب رشی سولی پر چڑھائے گئے تو تین انگل سولی جسم میں پیوست وہاں ایشور کی یاد میں جانے کی خبر ہی کسے تھی- سکھ دکھ کا خیال ہی کہاں- کانٹا چبھنے کی بھی تکلیف محسوس نہ ہوئی- وہ بڑے آنند سے اسی طرح ایشور میں لین دل ہی دل میں وید منتروں کا ورد کرتے رہے مجال کیا- جو ذرا تیور بھی میلا ہوا یا ماتھے پر شکن بھی پڑی ہو- اُف کرنے کا ذکر ہی کیا- اب تو راجہ کی آنکھیں کھلیں- ہوش ندارد- حواس غائب- بدن کانپ اُٹھا- کلیجہ تھر تھر

کانپ گیا۔ راجہ نے کانپتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر بڑی عاجزی سے التجا کی کہ مہاراج!
نادانستہ خطا ہوئی ہے میرا چنداں قصور نہیں۔ آپ معاف فرماویں۔ میں ابھی
سُولی سے اُتارے لیتا ہوں۔ راجہ نے بہت کوشش کی کہ رشی کو سولی سے
اتار لے۔ مگر جسم میں پیوست تین انگل سولی جزوِ بدن ہوگئی۔ کسی طرح نہ نکلی
راجہ نے بہت تیل پانی ایک کیا مگر مجبور:

سخت حیران پریشان ہوکر آخر سولی کا بیرونی حصّہ تُرشوا کر صبر کیا۔ مگر جسم
میں چُبھی ہوئی تین انگل سولی جزوِ بدن ہی رہی۔ مانڈھب رشی اس حالت
میں روانۂ صحرا ہوئے۔ اور پھر بدستور تکمیلِ ریاضت میں ہمہ تن مصروف۔
ہمّت قوی تھی۔ حوصلہ بلند تھا۔ جو دُھن بندھی وہ بندھی۔ آندھی روگ
آئے۔ پانی برسے کچھ ہو مجال کیا کہ استقلال میں فرق آئے۔ انہوں نے سُول
کو مغزِ استخواں بنا کر ایسا تپ کیا کہ سیدھے سورگ لوک کو چلے گئے۔
کوئی سدِراہ نہ ہو سکا:

سورگ لوک میں گئے تو دھرم راج سے سامنا ہوا۔ پوچھا:

(رشی)۔ کیوں دھرم راج جی بیگناہ کو سُولی کیا معنے۔ نہ میں اُودھو کے لینے
نہ مادھو کے دینے میں۔ نہ دنیا سے واسطہ نہ جہان سے سروکار۔ اس حالت
میں بھی مجھے سُولی۔ اور سولی بھی وہ جو اس وقت تک گوشت میں پیوست
ہے آخر کوئی قصور کسی طرح خطا:

دھرم راج۔ جو کچھ ہوتا ہے بے بُنیاد اور بلاوجہ نہیں ہوتا آپ کی افتاد اور
زحمت کی بھی ایک علّتِ غائی تھی۔ آپ جب بچّے تھے اونچ نیچ کی سمجھ نہ تھی
کھیلنے کودنے کے سوا کچھ مطلب نہ تھا۔ ذی روح کے سکھ دکھ کی پروانہ تھی وہ
طفلی کا زمانہ تھا اور وہ آزادی کا دور اتفاقاً ایک ٹڈی (ملخ) آپ کے ہاتھ آئی
آپ نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ ایک کانٹا اُٹھایا۔ اس کے شرمناک عضوِ زیرین
میں چبھو دیا۔ اس پر جو گزری وہ جانے۔ آپ کو کیا خبر۔ مگر کہ کرد
کہ نہ یافت ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو

از مکافاتِ عمل غافل مشو

کرنی بھرنی ضرور ہے۔ اعمال وہ چیز ہیں۔ جن کے لئے کہا ہے ؏

کیا خوب سودا نقد ہے اِس ہاتھ دے اس ہاتھ لے

آپ کو بھی کئے ہوئے کا پھل ملا۔ ٹڈی والا کانٹا آپ کے لئے سولی ہو گیا۔ مانڈھب رشی۔ مجھ سے جو ہوا عالمِ طفلی کی نادانی سے ہُوا اگر اس عمر اور اُس زمانۂ نافہمی کی بھی سزا و جزا ہے تو آج سے مَیں اپنے تپو بل یعنی ریاضت و عبادت کے برتے پر یہ حد قایم کرتا ہوں۔ کہ عہد طفلی میں ۱۴ برس تک کا سب نیک و بد معاف۔ کوئی قصور ہو تو قابل معافی پاداش کی ضرورت نہیں۔

مانڈھب رشی نے اسی پر بس نہ کی۔ بلکہ دھرم راج پر بھی زہر اُگلا۔ جوشِ غضب میں بد دعا دی۔ کہ تم نے خفیف جرُم اور ذراسی خطا پر اس سنگین سزا کا مستوجب کیا تو سہی تمہارے رُوح شودر کے قالبِ خاکی میں قیام پذیر ہو اور تم کرہ خاکی کی ہوا کھاؤ۔

بددُعا تیر بہدف تھی نشانہ بے خطا ثابت ہُوا۔ جہاں شست بندھی تھی وہیں جم کر بیٹھا۔ دھرم راج کو دنیا کی آب و ہوا نے کھینچ بلایا اور کالبد عنصری کے ساتھ بدرجی کا خطاب حاصل ہُوا۔

یوں دھرم راج بدرجی ہوئے۔ اور بدرجی کرشن جی کے بھگتوں میں آپ ہی اپنی نظیر بڑے دھرماتما نیت کے داتفکار۔ کوروبنس کی رفاقت فرض منصبی تھا راجہ دھرتراشٹر کے مشیر خاص اور مُدبّر با اخلاص تھے۔ جو بات کہتے خیر خواہی کی۔ جو مشورت دیتے بہبود جہاں پناہی کی۔ حال و ماضی و مستقبل (بھوت۔ بھوشٹ۔ برتمان یعنی گذشتہ موجودہ آئندہ واقعات) گویا آنکھوں کے سامنے ہی پھرتے تھے۔ ورجودھن وغیرہ سے جو ناجائز حرکات سرزد ہوتیں جو بات خلاف معاملت ظہور پذیر ہوتی سب کے حسن و قبیح بتاتے۔ نیک و بد سمجھاتے اونچ نیچ دکھاتے۔ پانڈوں (جدھشٹر۔ بھیم۔ ارجن۔ نکل۔ سہدیو) کو جانتے تھے۔ کہ پانچوں

کے پانچوں دھرما تما ہیں۔ دھرم کی راہ میں چلنے کے لئے اُن کا قدم آگے ہی پڑتا ہے۔ نیت یعنی معاملات دینی و دُنیوی وغیرہ میں وحید روزگار ہیں۔ دھرم اور نیت کے خلاف نہیں چلتے۔ پس ان کو اُن سے خاص انس تھا۔ اُن کو فخر الانسان جانتے تھے۔ اور اُن کی خاطر داشت و حفاظت سے ہر وقت کام اور سروکار تھا جب مہابھارت ۱۸ اچھوہنی دل کا خاتمہ کرچکی سارا پروار ملیا میٹ ہوگیا تو خود بھی دھرتراشٹ کے ساتھ صحرانشین ہوئے خوب تپ کیا۔ اور موعودہ وقت پر قالب خاکی کو زمین کے حوالہ کرکے آپ پھر اپنے مسکن اصلی کو چلے گئے وہاں پہنچے تو پھر بدر جی اب کہاں۔ دھرم راج ہی کی جے جے کار ہونے لگی۔

ادھیائے ۲۱

پرسرام جی کی فتوحات سے چھتری قوم کا قتلِ عام۔ رشیوں منیوں کے پتو بل سے قیام نسل و انتظام۔ راچھسوں کا خروج۔ ظلم و ستم کا عروج بشن جی کی خدمت میں دیوتاؤں کی فریاد۔ درخواست امداد سحاب رحمت کی بارش۔ قبول گذارش برج میں دیوتاؤں کی جلوہ فرمائی

کرشن اوتار کے لئے انتظام پیشوائی۔ دیوتاؤں اور راچھسوں کے اوتاروں کا گوشوارہ۔ اظہار قدرت کا نظارہ

بھیشم پاتن بذلہ سنجی فرماتے ہیں۔ کہ پرسرام جی جمدگن جی کے فرزند کو اپنے والد بزرگوار کے دشمنوں سے عوض لینے کی دھن سمائی تو ۲۱ مرتبہ کورکشیتر کی زمین خون سے لال کی۔ ہر مرتبہ لہو کا دریا بہادیا۔ چھتری قوم کو ہر وقت موت کا سامنا تھا۔ پرسرام جی نے جہاں کسی چھتری کو برسر حکومت پایا پرسا چمکاتے ہوئے پہنچے۔ اور بس ایک دم سے چھتریوں کا صفایا دل کے دل کھیرے لکڑی کی طرح کاٹ کر پھینک دیئے گھاس کٹتے دیر لگتی ہے مگر چھتری راجوں مہاراجوں اور ان کی فوج کے سر کٹتے دیر نہ ہوتی تھی۔ جہاں پہنچ گئے بس زمین چھتریوں سے صاف ہوگئی ایک بھنگا بھی نہ بچا۔ ہزاروں راجوں مہاراجوں کی پتی برتا رانیاں مہارانیاں اور لاکھوں سورما چھتریوں کی عصمت مآب خاتونیں خانماں برباد و خانہ ویران ہوکر اپنے پیارے خاوندوں کی یاد اور غم ماتم کو کلیجے سے لگائے ہوئے جنگلوں میں جان بچاتی پھرتیں۔ ادھر جب پرسرام جی کے پرسے کا پیٹ بھر گیا۔ تو تپشیا کے لئے اپنے تپوبن کو چلے گئے۔ ادھر چھتریوں کی راج استریاں تپوبنوں (یعنی وہ بن جہاں رشی منی تپشیا کرتے ہیں) میں گھومتی پھرتی ہوئی رشیوں منیوں کی شرناگت یعنی پناہ میں پہنچیں رشیوں سے درخواست کی۔ کہ چھتری کل ناش ہوگیا ہے پرسرام جی کے پرسے نے کوئی متنفس باقی نہ چھوڑا۔ اب آپ کی چشم ترحم و نگاہ عاطفت ہو کر چھتریوں کا نام صفحۂ دنیا سے نہ مٹے ؀

رشیوں منیوں کا دل پسیج گیا۔ رگ حمیت متحرک ہوئی لپنے تپوبل سے چھتری نسل قائم کی۔ چونکہ برہم تیج شریک تھا اور جوگ کا پربھاؤ

شامل لہٰذا جو چھتری پیدا ہوئے سب دھرموان پرتاپی تپسوی۔ یہ چھتری اوج اقبال سے صاحب تخت و تاج ہوئے۔ دھرم کا آفتاب چمکا دیا۔ طبقۂ خاک آبیاری فیض و کرم سے سرسبز و شاداب ہوا۔ خزاں کا نام ندارد ہر طرف بہار ہی بہار۔ اہلِ عالم فارغ البال۔ بندگانِ خلائق آسودہ حال ؛

اس زمانۂ امن و امان میں بھی آخر کار کفار پیدا ہوئے۔ طاقتوں کا ڈنکا بجایا۔ ریاضت کے فیض سے آسمان سر پر اُٹھایا۔ ایسے ایسے بر پائے کہ زور و طاقت پر اُتر آئے۔ نشۂ غرور نے اندھا کر دیا۔ کسی کو نظر میں نہ لاتے۔ ہر ایک کو اُنگلی پر نچاتے تھے۔ دھرم کا خون ہونے لگا۔ کفر کی عملداری بیٹھ گئی۔ مگر گمرُ نے اپنا سکہ جمایا۔ نارستی کے ڈھنڈورے پٹے۔ برہمنوں کے چھکے چھوٹے سادھوؤں کی جان پر آبنی۔ تپسویوں (صاحبانِ ریاضت) کے ہوم کرتے ہاتھ جلنے لگے۔ جوگ اور جپ کے گلے پر چھُریاں چلنے لگیں۔ زمانہ ہی کچھ اور کا اور ہو گیا۔ دورہ ایام کی بالکل کایا پلٹ ہو گئی۔ مردم آزاری اور ستمگاری کا اور چھور نہ تھا۔ آخر نوبت بایں جا رسید کہ زمین گناہوں کے بوجھ سے کانپ اُٹھی۔ کرہ خاکی سُرمے کی طرح پسنے لگا۔ جب سر سے پانی گزر گیا۔ طاقتِ برداشت باقی نہ رہی تحمل نے جواب دے دیا۔ صبر نے ساتھ چھوڑ دیا۔ تو زمین سر پر خاک اُڑاتی بگولے کی طرح سرگرداں۔ غبار کی طرح اُفتان و خیزاں دیوتاؤں کی خدمت میں پہنچی۔ زمین بوس ہو کر تی سے ریزہ تک سب سرگزشت کہ سُنائی۔ رو رو کر فریاد کی شکایت بیداد کی۔ درخواست استمداد کی ؛

دیوتا لوگ پہلے غوطے میں گئے۔ پھر زانو سے سر اُٹھایا تو فرمایا:۔ اے پرتھوی (زمین)، تیری شکایت درست۔ فریاد بجا۔ مگر افسوس کہ ہم دیوتاؤں کو وہ دستِ قدرت حاصل نہیں۔ جو اِس آشوب اور

فتنے کو چٹکی سے ہلا کے رکھ دے۔ بیشک تجھ پر پھونک مار کر اُڑا دے بدعت ہے ظلم ہے جفا ہے جور ہے۔ تعدی ہے ستم ہے۔ مگر ہم عاجز ہیں ناچار ہیں معذور ہیں۔ مجبور ہیں اگر دسترس ہوتا بس ہوتا۔ قوت ہوتی طاقت ہوتی تو اسی وقت تیری شکایت دُور کرتے۔ کافرانِ مذہب (راچھسوں) کو کافور کرتے۔ یہ واقعی حقیقت ہے۔ عذر لنگ نہیں ہیں راچھسوں سے ہیچ میچ تاب جنگ نہیں۔ بہتر ہے کہ سری وشن جی سے فریاد کر۔ خواہش امداد کر۔ چل ہم بھی ساتھ چلتے ہیں۔ راچھس تجھ کو نہیں ہم کو بھی تو کھلتے ہیں۔ انکو نیچا دکھانا ہی واجب۔ جڑ بنیاد سے مٹانا ہی مناسب ہے یہ کہکر سب دیوتا اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور برہماجی کے دائرہ دولت پر پہنچے ساری کیفیت سنائی کل سرگزشت بیان فرمائی۔ برہماجی نے فرمایا مَیں تعمیل ارشاد کو حاضر ہوں مگر درصل قاصر ہوں۔ مجھ سے یہ کام انجام نہ ہوگا۔ صرف بشن جی ہی سے یہ قضیہ تمام ہوگا:

برہماجی بھی ساتھ ہوئے۔ مہادیوجی۔ اندر۔ ورن۔ یم کوبیر سب کے سب ہمراہ چلے۔ بشن جی کی بارگاہِ معلیٰ دیوتاؤں کے لئے کیا دُور تھی۔ بل مارنے در دولت پر تھے۔ سب خدمتِ اقدس میں تشریف فرما ہوئے متفق اللفظ اور یک زبان ہو کر عرض کی:-

مہاراج۔ راچھسوں نے ناک میں دم کر رکھا ہے۔ ظلموں کی حد۔ بدعتوں کا شمار نہیں۔ زمین بار گناہ سے کچلی جاتی ہے۔ اہل زمانہ کو اُٹھتے چین نہ بیٹھتے آرام۔ نہ زمین ہی جگہ دیتی ہے نہ آسمان۔ کیا کریں۔ کہاں جائیں کیونکر جان بچائیں۔ جب سب طرف سے مایوسی ہوئی۔ اب جو مرضی وہی مقدم:

بشن جی مہاراج (برہماجی سے)، آپ لوگ گھبرائیں نہیں سب فکر دکاوش ہے آفت و مصیبت ایک دم میں کافور ہو جائے گی۔ آپ پرتھوی کو ڈھارس دیں۔ کہ ذرا تحمل و تامل سے کام لے۔ مَیں جلد و کل میں اوتار لیتا ہوں بہرائے کفار کا گردن پر بار لیتا ہوں۔ ظالمانِ بدکردار و ستمگارانِ جفاشعا

ایک سرے سے نابود ہونگے ظلم وستم کے راستے مسدود ہونگے۔ دیوتاؤں سے کہہ دیجیئے۔ کہ دنیا کی ہوا کھائیں۔ قالب عنصری میں نور موفور کا جلوہ دکھائیں ؛

برہما جی اس سخن سنجی سے پھولے نہ سمائے۔ صدقِ عقیدت سے جس گائے دیوتاؤں سے فرمایا :-

کامیابی مقصد مبارک۔ بس اب آپ سب صاحب برج میں اوتار دھارن کرکے ذات واقدس وعلیٰ کے مرکبِ اجلال وموکبِ اقبال کے استقبال کی کارروائی میں ہمہ تن مصروف ہوں ؛

یہ سن کر سب دیوتا وشن لوک سے رخصت ہوہوکر اپنے اپنے استھانوں پر تشریف لے گئے۔ پرتھوی اپنے مرکز کی طرف عازم ہوگئی۔ خوشی کی حد خورمی کی انتہا نہ تھی۔ مردہ جسم میں تازہ خون دوڑتا ہوا معلوم ہوتا تھا اب دیوتا بشن جی کے ارشاد کی تعمیل میں سرگرم ہوئے سب نے برج میں اوتار لیا۔ ادھر راچھسوں کی بھی ٹولی قایم ہوئی۔ جس کی فہرست ذیل میں قابلِ یادداشت ہے :-

دیوتاؤں کی فہرست جنہوں نے سری کرشن اوتار کے زمانے میں اوتار لیا۔ اور روئے زمین پر دوسرے ناموں سے موسوم ہوئے ؛

کرشن اوتار کے زمانے کے نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے برج میں اوتار لیا	کرشن اوتار کے زمانے کے نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے برج میں اوتار لیا۔
سری کرشن چندر آنند کند	سری بشن بھگوان جو ترتیا میں سری رام چندر جی تھے	بلرام جی ترتیا میں یہ سری لچھمن جی کا اوتار تھے	شیش جی

کرشن اوتار کے زمانے کے نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے برج میں اوتار لیا	کرشن اوتار کے زمانے کے نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے برج میں اوتار لیا
رکمنی جی (دختر راجہ بھیشم)	لکھشمی جی (ترتیا میں ان کا اوتار سیتاجی کے نام مبارک سے مشہور زمانہ ہوا)	دروپدی (راجہ دروپد کی راجکماری پانڈوں کی راج رانی) راجہ دیوک	اندرانی جن کا نام شچی تھا گندھرب راج (گندھربوں کے راجہ)
پردمن جی (سری کرشن جی کے فرزند ارجمند)	سنت کمار	درونا چارج جنہیں درون بھی کہتے ہیں	برہسپت جی دیوتاؤں کے گرو۔
پانچوں پانڈو مہاراجہ جدھشٹر بھیم سین رانی کنتی کے جگر بند ارجن نکل وسہدیو۔ رانی مادری کے جگر بند	بسوے دیوا دھرم راج، پون جی، راجہ اندر [illegible] اسونی کمار	استھوتھاماں (دروناچارج کے فرزند) بھیشم پتامہ اور ان کے بھائی (جو گنگا جی کے بطن سے عالم وجود میں آئے تھے) کرپاچارج	سری مہادیو جی بسوان کا ذکر آغاز ترجمہ ہذا کے حاشیئے میں ہو چکا ہے۔ رُدر گن
ابھمنو فرزند ارجن جو مہابھارت میں قتل ہوئے راجہ پرکھشت (ابھمنیو کے لخت جگر)		شکنی راجہ قندھار کے مہارتھی	دواپر جگ
دھرشٹ دمن	پرجا چندرماں جی کے نورِ نظر۔ اگنی دیوتا	راجہ دریودھن فرزند راجہ دھرتراشٹ راجہ دھرتراشٹ کے سو فرزند	کلجگ (کا انش) راون کے جگر بند

راجہ درجودھن (۲) بیوتس (۳) دوشاسن (۴) دوسیہ (۵) شل (۶) سندہ (۷) سولوچن (۸) نند (۹) توبند (۱۰) دردہرش (۱۱) کرن (۱۲) بکرن (۱۳) وِش کرن (۱۴) چترد (۱۵) نبشنت (۱۶) سوباہو- (۱۷) مورتی (۱۸) درمرشن (۱۹) مہا باہو (۲۰) درمکھ (۲۱) وشکرن (۲۲) اُپ چتر (۲۳) چترا کش- (۲۴) چلدو چتر (۲۵) انگد (۲۶) درمُد (۲۷) دوپرہرش (۲۸) برت سو (۲۹) بکٹ (۳۰) سم (۳۱) اور ن نابھ (۳۲) پدم نابھ (۳۳) نند (۳۴) اُپسندک (۳۵) سیناپت (۳۶) سوشین (۳۷) کنڈودر (۳۸) مہودر

کرشن اوتار کے زمانے کے کا نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے برج میں اوتار لیا	کرشن اوتار کے زمانے کے نام	دیوتاؤں کے نام جنہوں نے برج میں اوتار لیا
ساتکی جی (جدو بنسی) راجہ پانڈو انرودھ فرزند سری کرشن جی	مرت گن ہنس نامی گندھرب کا مدیو	راجہ دھرتراشٹ ربدر جی	ہنس نامی گندھرب کا بھائی دھرم راج

راچھسوں کی فہرست

جو کرشن اوتار کے زمانے میں جنم لیکر پردۂ خاک پر بانی ظلم و ستم ہوئے

کرشن اوتار کے زمانے کے نام	اگلا نام	کرشن اوتار کے زمانے کے نام	اگلا نام
راجہ جراسندھ ششپال راجہ شل راجہ اتموجا راجہ کاشی	بپرجیت راچھس راون ہرن کشیپ (پرہلاد کا باپ) سنگھ ناد (پرہلاد کا چھوٹا بھائی) کیت مان چندر بھاش	دنت بکر راجہ بھیگرت راجہ اوگرسین راجہ اشوک برہدرناتھ راجہ درم	کمبھ کرن ہرناکشپ باسکل بیر بھانو اشو سوکشم بشوی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۵ (۳۹) چتر باہو (۴۰) چتر بریار (۴۱) سوبر یار (۴۲) ادروبر (۴۳) وچن (۴۳) پوباہو (۴۴) جترباک (۴۵) سوکنڈل (۴۶) بھیم بیہگ (۴۷) بہا پاہور (۴۸) بھیم بل (۴۹) ملاکی (۵۰) اوگرایدہ (۵۱) بھیم شر۔ (۵۲) کنکابو (۵۳) ڈرہابودہ (۵۴) ڈرہ پرہا (۵۵) ڈرہ کشتر (۵۶) سوم کیرتی (۵۷) انودی (۵۸) جراسندھ (۵۹) ست سندھ (۶۰) سسہرباک (۶۱) اوگرشروا (۶۲) اوگرسین (۶۳) کشم (۶۴) اپرجیت (۶۵) چنڈ نک (۶۶) بشالاکش (۶۷) درادھن (۶۸) اودہست (۶۹) سوہست (۷۰) بات بیگ (۷۱) سبرجیس۔ (۷۲) اودت کیتو (۷۳) بہواشی (۷۴) ناگ دت (۷۵) انویان (۷۶) کوچی (۷۷) نشنگی (۷۸) ڈنڈی۔ (۷۹) ڈنڈودھار (۸۰) دہوگرہ (۸۱) اگربھیم (۸۲) رتھ۔ بیر (۸۳) بیرا (۸۴) بیریاہو (۸۵) الولپ (۸۶) ابھے (۸۷) رورگرما (۸۸) ڈھارنہ (۸۹) انادرشٹی۔ (۹۰) کنڈ بھدی (۹۱) برادی (۹۲) دیرگہ لوچن (۹۳) دیرگہ باہو (۹۴) بیو بھوتنے۔

ادھیائے ۲۲

راجہ دشینت کی تفریح سیر شکار تپوبن میں ورود موکب اقبال رشی آشرم کی سیر شکنتلا رشی کنیا کے حسن گلوسوز کی دلفریبی راجہ کے دلپر جوشِ عشق کا قابو

راجہ جنمیجے متذکرہ بالا حالات سنکر نہایت خوش ہوئے تحقیقات و معلومات کو ہزار جان سے سراہا۔ پھر ہوس ہوئی۔ کہ مہاراجہ بھرت کے فرزند اور اپنے بزرگ خاندان راجہ دشینت کے حالات سے استفادہ حاصل کریں اشتیاق دل سے تھا عرض مطلب زبان پر آ گئی۔ کہ مہاراج اب مہاراج دشینت و شکنتلا ماتا کے ذکر خیر سے امرت کی چاشنی دکھلائیے ؂

بیشم پائن کی زبان پر بار دھر رکھی ہوئی تھی۔ طبع مواج کا دریا اُبل رہا تھا فرمایا کہ راجہ جنمیجے سنئیے۔ سماعت فرمائیے :۔

راجہ دشینت سچ مچ دھرم کا سروپ تھا۔ دھرم کی اُس کے نام سے عزت اور دھرم کے نام سے اس کی شہرت تھی۔ رشیوں کی عقیدت اسکے دلپر جمی تھی۔ برہمنوں کا ہزار جان سے معتقد فرمانبردار اور خدمتگذار تھا۔ اقبال وہ کہ قلمرو میں بیننک گھڑی تھی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۶) (۹۵) کنگا گد (۹۶) کنڈح (۹۷) چترک (۹۸) بھیم (۹۹) بکرم (۱۰۰) دریودھن ؂ راجہ دھرتراشٹ کے ان سو لڑکوں اور ایک لڑکی موسومہ دشلا میں سے صرف فرزند دوم بیوتس دھرماتما ہوا۔ وہی مہابھارت کی لڑائی میں محفوظ رہا۔ باقی فرزند پیوست خاک ہوئے ؂

عدل و انصاف کے جھنڈے گڑے ہوئے تھے۔ زور بازو وہ کہ بڑے بڑے تلوار کے دھنی لوہا مانتے اور بزرگ کے سامنے کمان کی طرح جھکتے تھے۔ قصہ مختصر راجہ کیا تھا اپنے زمانے کا آفتاب نصف النہار تھا جس کی شعاع نور چار دانگ عالم میں اپنی روشنی سے آنکھوں میں چکا چوند ڈال رہی تھی ؛

ایک دن کی بات ہے۔ راجہ کو سیر و شکار کی دُھن سمائی ہوا کے گھوڑے پر سوار سیدھا ایک جنگل میں پہنچا۔ وہاں دیکھا تو بہار ہی اور کیفیت ہی نرالی تھی۔ رُت بسنت کا سماں نظر آ گیا۔ گلزار ہمیشہ بہار کی فضا نظروں سے پھر گئی جدھر دیکھئے طائرانِ خوش الحان چہک رہے ہیں طرح طرح کے پھول مہک رہے ہیں جس طرف نظر اُٹھائیے۔ سبزہ زار کی بہار ہرے بھرے درختوں کی قطار تالابوں میں کنول حُسن و خوبی پر اترا رہے ہیں۔ بھنورے مستی بھرے سروں میں گونج گونج کر دل لبھا رہے ہیں۔ راجہ نے یہ فرحت بخش نظارہ دیکھا تو طبیعت گلزار اور آنکھیں ہری ہو گئیں دل کی کلی کھل گئی یہ کلیجے کا کنول کھلکھلا اُٹھا وابستگی آگے قدم بڑھائے ہوئے لے گئی۔ تو وہاں دوسرا ہی دلفریب نظارہ تھا مالنی ندی اپنی سی موج میں لہریں لیتی ہوئی جا رہی تھی۔ چادرِ آب کی تہیں۔ سورج کی نقرئی کرنوں کے عکس سے سچے گوکھرو اور گوٹے کی زینت دکھاتی بہاؤ پر عالمِ نور کی کیفیت سے دل لبھاتی آگے بڑھتی چلی جاتی تھیں ندی کے کنارے ایک سبزہ زار کی بہار تھی۔ دوسری طرف ایک آشرم کی جس کے ارد گرد چھتنارے سے گنجان درخت ایک ایسے سلسلے اور ترتیب سے اہل نظر کے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچاتے راجہ کے دل سے عیش سلطنت بھلاتے تھے اگن کنڈ سے لپٹیں نکل رہی تھیں اور دھوپ سگندھ کافور وغیرہ کی خوشبو دھوئیں میں مل جل کر اس کی لپٹوں سے جنگل کا جنگل مہکا رہا تھا اس آشرم پر چھائے ہوئے درخت پھولوں سے لدے اور پھلوں سے آئے ہوئے تھے کہیں طوطی کی خوش الحانی تھی۔ کہیں بلبل کی نغمہ خوانی۔ کوئل کوکتی تھی۔ تو مینا بھی دل لبھانے میں نہ چوکتی تھی۔ خلاصہ یہ کہ ادھر پرند مست تھے اُدھر چرند خود پرست تھے۔ ہرن اپنی چشم سُرمگین سے آہو چشموں کی چشم سُرمگین کا نشہ ہرن کرتے تھے

تو غزالان رعنا کے سبزۂ عارض کی سی ہری ہری دُوب کی طرح چرتے
تھے جنبش صبا زمین پر فرش گل بچھاتی تھی راجہ دشینت کو اس سبزہ زار
کی بہار نے ایسا محو کیا کہ از خود رفتہ ہو گیا۔ نہ سیر کی فکر رہی نہ شکار کی۔ نہ
معلوم کون طاقت تھی جو آگے ہی کھینچے لئے جاتی تھی دل پر قابو نہ تھا دین و
دنیا فراموش ہو رہی تھی۔ آخر کار راجہ دشینت وہاں پہنچا۔ جہاں چھتنارے
درختوں کے سائے میں رشی منی تپ کر رہے تھے۔ ہون کنڈ کے ارد گرد
ایک مقدس صورت والوں کی منڈلی رونق افروز تھی۔ ماتھے پر کھور جسم بھر
میں بھبوت۔ کمنڈل بائیں طرف گلے میں کنٹھی وید منتر زبان پر تھے۔ اوم
سواہا کی آواز سے تربھون گونج رہا تھا۔ راجہ ہون کنڈ سے اٹھنے والے دھوئیں
کا رخ دیکھتا ہوا وہیں پہنچ گیا۔ جہاں یہ نظارۂ دلفریب چشم حقیقت بیں
جادو ڈال رہا تھا۔ راجہ نے سب کو ڈنڈوت اور پرنام کی اور زمین بوس ہوتا
ہوا ذرا اور آگے بڑھا تو بھاگ کھل گئے۔ ایک ایسا آشرم نظر آتا کہ رنواس
کی خوبیاں نظر سے گر گئیں۔ راج پاٹ کے ٹھاٹ باٹ سے دل پھیکا پڑ
گیا۔ وہاں کیا تھا کچھ بھی نہیں۔ صرف کش آسن بچھے ہوئے تھے ایک پندرہ
سولہ برس کی نوخیز رشی کماری سہیلیوں میں بیٹھی ہوئی تھی بس اس کے سوا
نہ وہاں وہ محلے پنج محلے تھے۔ نہ زیب آرائش جنگلی درختوں کی قطار کے
سوا نہ آراستگی و زیبائش نہ شیشہ آلات تھے۔ نہ جھاڑ فانوس نہ مسند و تکیہ تھا
نہ فرش فروش نہ پری پوشان ماہ تمثال۔ نہ زہرہ جمالان خورشید
حصال۔ راجہ یہاں کی قدرتی فضا اور فطرتی بہار پر ایسا
شیفتہ اور اس تصویر نور اور حسن کی جیتی جاگتی جوت پر ایسا
فریفتہ ہوا کہ نظر گر گئی۔ ٹکٹکی بندھ گئی۔ نہ قدم آگے بڑھ سکا
نہ نظر نہ دل قابو میں رہا نہ جگر۔

خیال ہوا کہ لکشمی کا جلوہ جہاں افروز ہے۔ یا اُس کا
مرقع حسن و جمال گلو سوز چہرے سے نور برس رہا تھا۔ آنکھ
کا تل زر حسن کی کسوٹی پر گھس رہا تھا۔ جس جگہ یہ سرمایہ غمزہ و ناز

وسر چشمہ کرشمہ و انداز جلوہ فگن تھی۔ ایک نظر فریب انجمن جمی تھی۔ رشیوں کی استریاں ہار گوندھ رہی تھیں۔ پھولوں کے گجرے تیار کئے جا رہے تھے شکنتلا کے چہرے سے سورج کی روشنی ماند تھی۔ رشیوں کی استریاں ستاروں کے نقطہ مقابل تھیں جن میں یہ شبیہ نور چاند تھی۔ راجہ کا دل قابو میں نہ رہا۔ صبر و شکیب نے دو ٹوک جواب دیا۔ جذبہ اشتیاق و کشش عشق نے اُکسایا کہ چلو کس کی راہ ہے۔ کس کی رہ جائیگی قریب سے آنکھیں سینک لیں۔ نظر بھر کر دیکھ لیں۔ بس پھر کیا تھا۔ مہاراجہ نے وزیروں کو ٹرکایا مشیروں کو لوٹا بتایا کہ جاؤ ادھر اُدھر گھوم آؤ۔ دشت پُر بہار کی ہوا کھاؤ میں سستاتا ہوں۔ ذرا دیر جی بہلاتا ہوں۔ ادھر ہمراہی راہی ہوئے اُدھر راجہ نے رشی کے آشرم کا رخ کیا۔ جذبۂ شوق غالب تھا۔ بس پل مارتے وہیں تھا جہاں وہ زہرہ فلک محبوبی و مشتری خوبی پر تو حُسن سے آفتاب کی روشنی ستارے چھٹکا رہی تھی ؛

سب کی سب شائستہ تھیں۔ مہمان نواز تھیں راجہ کو آتے دیکھا تو ادب سے کھڑی ہو گئیں شکنتلا آنکھیں نیچی کئے سر جھکائے استقبال کو بڑھی اور شرمیلی نگاہ کی ایک جھپک دکھا کر تبسم آشنا لبوں کو برگِ گل سی جنبش دیتی ہوئی بولی :-

مہاراج آئیے۔ تشریف ارزانی فرمائیے ؛

یہ سرو گلشن رعنائی و نہال چمنستان خوبی و زیبائی پھولوں کے زیور سے لدی ہوئی تھی۔ ایک طرف ہار پھولوں کی مہک دوسری طرف گل عارض و زُلف مشکبو کی خوشبو۔ راجہ کا مشامِ جان معطر ہو گیا۔ چار آنکھیں ہوتے ہی دل پر ایک چوٹ لگی کلیجہ بھڑک گیا سہیلیاں دوڑ پڑیں۔ ہاتھوں ہاتھ لائیں۔ پلکوں کے ساتھ کشش آسن بچھا دیا۔ اور سر آنکھوں پر بٹھا کر مہمان نوازی کے برتاؤ برتنا شروع کئے۔ شکنتلا ایک مہکتے ہوئے پھولوں کا خوشنما ہار لائی اور بڑے تیور انداز سے راجہ کے گلے میں ڈال دیا۔ یہ حُسن سلوک راجہ پر جادو کا سا اثر کر گیا۔ اور زبان گوہر فشاں یوں مائل سوال ہوئی :-

"مہرشی جی کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ درشن نہیں ہوئے"

شکنتلا۔ (مسکراتی ہوئی) تلسی دل اور پھل پھول کی تلاش میں ابھی ابھی کہیں گئے ہیں۔ ذرا دیر میں تشریف لاتے ہونگے

راجہ دشنیت۔ تم کس کی صاحبزادی ہو؟ کہاں یہ موہنی مورت یہ بھولی بھولی صورت۔ کہاں صحرانشینی۔ گوشہ گزینی۔ اس کا سبب آخر کوئی وجہ؟

شکنتلا۔ کنو رشی میرے والد بزرگوار ہیں۔ میں ان کی بیٹی ہوں ان کا آشرم بالکل ہی پاس ہے اسی لحاظ سے میری بھی یہیں بود و باش ہے

راجہ دشنیت۔ تم کنو رشی کی کماری ہو وہ تو کنوارے ہیں ان کو تعلق دنیوی سے واسطہ ہی نہ رہا۔ تخم مردمی کو زائل ہونے کی قدر نہیں۔ پھر تم ان کی صاحبزادی کیسی؟

شکنتلا۔ ان باتوں کی تو مجھے واقفیت ہی نہیں میں ایسے اسرار کیا جانوں مگر ہاں رشی جی مہاراج نے جو تذکرہ بیان فرمایا ہے اسکا نفس مطلب جو یادداشت میں ہے گوشگزار کرتی ہوں اس سے زیادہ کچھ نہیں جانتی

شکنتلا کی پیدائش کا حال شکنتلا کی ہی زبانی

زمانہ دراز گزرا کہ گادھ جی کے فرزند ارجمند نے ایسا بھاری تپ کیا کہ اندر کے بھی ہوش اڑ گئے۔ حواس جاتے رہے۔ روح کانپ گئی۔ دل لرز گیا۔ کہ کہیں میرے سنگھاسن کے ماتھے نہ جائے۔ میرے سر نہ بیٹھے یعنی اندر کی پدوی بسوامتر نہ پا جائیں میں اپنا سا منہ لیکر رہ جاؤں تلووں سے لگی تھی۔ ریڑھ مارنے کی دھن سمائی۔ اپسراؤں کی سرمایہ ناز گندھروں سے سرفراز جامۂ حسن وخوبی جامع اوصاف محبوبی مینکا اپسرا کو یاد فرما کر پٹی پڑھائی۔ کہ جس طرح سے بنے بسوامتر پر سی کرن منتر چلائے۔ چھب دکھا کر حسن عالم فریب کا وارفتہ بنائے۔ چشمان فسوں ساز وہ جادو ڈالیں ایسا ٹونا کریں کہ راج رشی جپ تپ سب بھول جائیں

تلگنی کا ناچ نچادیں ؛

مینکا بولی- تعمیل ارشاد میں عذر و انکار نہیں. فرماں پذیری ہے عار نہیں- لیکن ظاہر کہ ع

این خیال است و محال است و جنوں

بسوامتر کے برابر آج کوئی اہل کشف و کرامات نہیں. ان کو چکمہ دے کر انٹی پر چڑھانا آسان بات نہیں چشمِ غضب اگر شعلہ انگیز ہو تو چشمہ آب بھی شرر انگیز ہو- نظر بھر کر دیکھیں تو آفتاب جل بھن کر رہ جائے چاند چاندی کی طرح گل کر بہ جائے- دُور کیوں جایئے اور کسی کا کیوں ذکر سمجھئے آپ اپنے ہی کو دیکھ لیجئے- کہ چھکے چھوٹے ہوئے ہیں- وضو ٹوٹے ہوئے ہیں- اوسان خطا ہیں باختہ ؛

بسوامتر کو آپ کیا کوئی ایسا ویسا مانتے ہیں اسید ھارشی ہی جانتے ہیں- بششٹ جی اکیلے صاحب جمال صاحب کمال ان کے صاحبزادوں سے نظر بڑھی ہوئی تو بششٹ جی کی ایک نہ چلی- کشف و کرامات کی ذرا دال نہ گلی- بسوامتر جب غصّے میں بھر گئے تو اپنی ہی کر گئے- نئو کے نئو بیٹوں کو ہلاک کیا- بات کی بات میں سب کا قصہ پاک کیا یہی نہیں بلکہ کشتری ہو کر راج رشی سے اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا- اپنے نام کو برہم رشیوں کی فہرست میں داخل کیا- اس سے بڑھ کر اوصاف و خصائل کیا ہونگے فضائل کیا ہوں گے بس حد ہے چشمۂ فیض و ریاضت سرچشمۂ برکت و عبادت سے دریائے عظمت کی روانی دکھادی کہ خشکی ندی زمین پر بہادی ؛

آپنے شاید سنا ہو کہ ایک وقت نینگ رشی نے جگ کا سرانجام کیا ایک ایک بات کا معقول انتظام کیا- جگیہ میں بسوامتر جی بھی رونق افروز تھے- ہر طرح دمساز و دلسوز تھے- جو وقت سوم کا دور چلا- تو طرفہ رنگت نظر آئی- بسوامتر کو دیکھ کچھ اور ہی سمائی بیٹھے بیٹھے کشف و کرامات کا اظہار کیا دوسرے لوگ قائم کرنے کے لئے نئے نکشتروں کو نمودار کیا تماشائیوں میں سے کسی کو حیرت ہوئی- کسی کو غیرت- آپ اپنے رکھیشر

کو زلف مشکیں کے پھندے میں پھانسنے کے لئے بھیجتے ہیں یا اژدھے
کے منہ میں جھونکتے ہیں۔ میری تلی تلی کانپتی ہے رویاں رویاں
لرزتا ہے آئندہ جو مرضی جو حکم ہے

اگر بخشے زہے رحمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

آگ میں بھی جھونک دو تو بھی اُف نہ کروں۔ موت کے
منہ سے بھی نہ ڈروں *

راجہ اندر۔ بہت باتیں نہ بناؤ۔ ٹالے بالے نہ بتاؤ کسی اور سے حیستے کرو
تم اور بسوامتر سے ڈرو۔ بسوامتر سے باون ہزار تمہاری جیب میں پڑے رہتے ہیں
تبھی تو گندھرب تک تمہیں اپنا سر تاج کہتے ہیں۔ بہت بھولی بھالی نہ بنو۔ جامۂ
خیالی نہ بنو۔ جاؤ اور بسوامتر کو بھیڑ بکری بناؤ۔ جس وقت تمہارا حسن نظر فریب
نظر سے گزرا سمجھ لینا کہ ناوک عشق جگر سے گزرا۔ اسی وقت لوٹ پوٹ نہ
ہوئے تب کرامات۔ آنکھ ملتے ہی دنیا آنکھوں سے اوٹ نہ ہو جائے تب
بات۔ تم جاؤ انداز و کرشمہ دکھاؤ مچل گیا کہ آنکھ لڑے اور تدبیر پٹ پڑے
تم سنجیدہ ہو فہمیدہ ہو۔ ایک نگاہِ غلط میں تو بسوامتر کا کام تمام ہو جائیگا
بس دیر و درنگ نہ کرو۔ عذر لنگ نہ کرو۔ جاؤ غمزہ و ادا کا کرشمہ دکھاؤ۔ صرف
تمہیں پہ کامیابی مقصد کا انحصار ہے۔ تمہاری عذر پر سارا دارو مدار ہے۔ تم کو
ہزار کام چھوڑ کر یہ کام کرنا ہوگا۔ دل و جان سے یہ دم بھرنا ہوگا۔ عذر و انکار
فضول۔ بس کہدو کہ خدمت قبول۔

در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست

مینکا اپسرا۔ آپ کے حکم سے سرتابی نہیں کر سکتی۔ آپ کی بات
ٹو کنا بمنزلۂ کفر۔ نگر میں لاکھ سرمایۂ حسن و جمال ہوں۔ دلربائی میں
اپنی آپ مثال ہوں۔ لیکن پتھر میں جونک لگنا محال۔ چشمِ خورشید
سے پانی نکل سکے کیا مجال۔ ہاں ایک تدبیر ہے جو چل جائے۔ تو

دل نہیں توڑ سکتا۔ یہ کام مشکل ہے۔ موم نہیں پتھر کی سل ہے پس حمایت
ضروری ورنہ ہر حال میں معذوری و مجبوری۔ آپ اس کے لئے اور ہی کام
کریں۔ یعنی کام دیو سے انتظام کریں کہ بسوامتر کو اپنے ڈھب میں کر کے
چیر غٹو کرے۔ حسنِ ملیح و صبیح پر لٹو کرے۔ ادہر میری حالت پر نظارہ
کیجئے۔ اور پون دیوتا کو ہمراہ کیجئے۔ اس طرح سب کام بن جائیگا۔ لقد
مراد ہاتھ آئیگا ورنہ محال۔ کوئی بسوامتر کا آسن ڈگا سکے کیا مجال ؎

راجہ۔ اخیر یہ کیوں۔ کام دیو کو تکلیف دینے کی ضرورت وایو دیوتا کو بھیجنے
کے لئے قبول گزارش کی صورت ؟

مینکا۔ جی ہاں۔ ضرورت نہیں تو اور کیا۔ اس میں آپ کو حاجتِ غور کیا۔
پس حکم دیجئے ارشاد فرمائیے دونوں پا برکاب ہوں۔ تاکہ آپ تکمیلِ
مقاصد میں کامیاب ہوں ؎

وایو دیوتا سے کہئے کہ جب میں جاؤں ناز و انداز دکھاؤں تو فتنہ
سازی کرے دست درازی کرے۔ کبھی گھونگٹ الٹ دے کبھی آنچل
کبھی چولی کھول دے کبھی لہر حسن کے کنول۔ بس وہ چال ہو کہ یہ شعر
حسب حال ہو ؎

ہوئے ہیں خود نما اعضا نہ پیراہن میں ٹھیریں گے
اِدھر سینہ چھپاتے ہو اُدھر بازو نکلتے ہیں

میری طرف پون دیوتا کارستانی دکھائیں ادہر کام دیوا اپنی جانفشانی
جس وقت مجھ سے نظر دوچار ہو وہ چالاکی دکھائیں کہ تیر نظر سینے میں
دوسار اور کلیجے کے پار ہو اگر یہ تدبیر کارگر ہوئی تو سمجھ لیں کہ مہم سر ہوئی ؎

راجہ اندر کو اشتعال سنگھاسن چھن جانے کا خیال تھا۔ جو بات مینکا نے کہی
ماننا پڑی کام دیوا اور وایو کو یاد کیا خاطر خواہ ارشاد کیا۔ دونوں اندر کے ہوا خواہ
ہوئے مینکا کے ہمراہ ہوئے مینکا بسوامتر جی کے آشرم میں پہنچی تو ساری
سٹی پٹی بھول گئی حواس جاتے رہے۔ راج رشی جی کے تیج نے شیر سے
لومڑی بنادیا ساری [illegible] مضبوط

کرکے ناز و کرشمہ دکھانے اور حسنِ جہان فریب پر رجھانے لگی۔ کام دیو اور
وایو دیوتا سدھے ہوئے تھے کہی بدی بات تھی۔ منطقہ ٹھیک ہو چکا تھا
ادھر پون جی نے نیکا کی اوڑھنی کو ادھر اُدھر اڑا کر چولی آنچل کا
نظارہ دلفریب پیش نظر کیا ادھر کام دیو نے گھس پیٹھ کر لبوامتر جی
کے دل میں گھر کیا پھر کیا تھا ادھر سحرِ حسن و جمال اُدھر حسن پرستی کا خیال سے

درمیان قعرِ دریا تختہ بندم کردہ
باز میگوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

کی رنگت ہوئی۔ جو ہیں نیکا اٹھلاتی مسکراتی مرگ کا لوچ دکھاتی ہوئی
سامنے آئی۔ جپ تپ بھنگ ہو گیا۔ اور ہی رنگ ہو گیا لبوامتر جی آپے
میں نہ رہے۔ دنیا دین فراموش۔ صرف تعشق کا جوش۔ اب کیا تھا منیکا
کے پو بارہ ہوئے۔ بازی مار لی۔ پری شیشے میں آتار لی۔ لبوامتر کو شوق مواصلت
نے کہیں کا نہ رکھا نہ دنیا کا نہ دین کا رکھا۔ ادھر شرم و ناموس ہیں۔ اُدھر
امنگ اور آغوشِ تنگ تھی۔ شرابِ وصل کے دَور چلتے تھے دلوں کے ارمان
نکلتے تھے۔ مالتی ندی کا کنارہ تھا اور حسن و عشق کی دلبستگیوں کا نظارہ۔ آخر
آگ پھوس کے میل جول نے شعلہ زنی کی قوس مواصلت نے نشانے پر تیر افگنی
کی نیکا اپسرا بار دار ہوئی۔ آخر کار میں زینت کنار ہوئی ؎

نیکا اپسرا میری ماتا جب لبوامتر کو تپ سے ہٹا چکی سول ہٹا چکی تو بس
یہاں سے ہوا ہو گئی دیکھتے ہی دیکھتے کیا جانے کیا سے کیا ہو گئی۔ اب رہ گئی
اکیلی میں۔ نہ کسی کو خبر نہ کسی کو آگاہی کہ کون ہوں کہاں سے آئی زمین سے
یا آسمان سے بھلا ہو تپو بن کے پرندوں کا جنہوں نے رحم کھایا مجھ پر پروں
کا چھتر چھایا لبوامتر نے جپ تپ سے دل لگایا۔ مجھے گوشۂ دل سے
بھلا دیا۔ مگر ؏

مردے از غیب بروں آید و کارے بکند

الشھد کی مہربانی اتفاقاً کنو رشی سندھیا کے لئے ادھر سے گزرے چشم کشف باز
تھی [illegible]

کسی اپسرا کی بیٹی ہے رگِ حمیت نے گوارا نہ کیا۔ کہ منہ موڑ جائیں جوشِ محبت نے
منظور نہ کیا۔ کہ لاوارث کو پرمیشور پرے سرپرست چھوڑ جائیں۔ پس گود میں اُٹھا لیا۔
سینے سے لگا لیا جب کٹی میں آئے تو شادیانے بجائے اور رشیوں کی استریوں نے
آنکھ کی پتلی کی طرح نگاہ میں رکھا آنچل کی پناہ میں رکھا۔ یہ جو سب سامنے
جلوہ کناں ہیں۔ میری بزرگ اور منہ بولی ماں ہیں۔ آپ دھرم شاستر کے ودھیکار
ہیں نیت سے خبردار ہیں۔ پس آپ کے سامنے کوئی بات کہنا سورج کے سامنے
چراغ جلانا ہے دھرم شاستر میں آپ نے دیکھا ہوگا مگر میں نے سنا ہے
کہ تین طرح کے پتا ہوتے ہیں:۔

اول وہ جس کے جوہر مردمی سے اولاد کا ظہور ہو۔

دوم۔ وہ جس کی ذات بابرکات سے زندگی کا قیام رہے۔

سوم۔ وہ جو اولاد کی پرورش و پرداخت کرے۔

کنور رشی میرے زندگی کے محافظ ہیں آج جو پیکر عنصری آپ ملاحظہ فرما رہے
ہیں۔ وہ کنور رشی ہی کی طفیل نظر آرہا ہے ورنہ یہ صورت آج کہاں ہوتی
لاوارثی کی حالت میں ہڈیوں کا بھی پتہ نہ لگتا۔ اس سے آپ سمجھ سکتے ہیں
کہ گو میرے جسم میں خون تو بسوامتر جی ہی کا دوڑ رہا ہے۔ مگر میں اپنا پتا کنور رشی
ہی کو جانتی ہوں۔ جن کی بدولت یہ خاک کا ڈھانچا آپ کے سامنے منہ
سے بولتا۔ اور چلتا پھرتا نظر آرہا ہے۔ میرا نام شکنتلا ہے شکنتلا نام بے وجہ
نہیں۔ اس میں بھی ایک باریک رمز ہے جس وقت میں زمین پر گری تھی اور میری
مادرِ مہربان مجھ کو پرمیشور کے بھروسے پر چھوڑ کر اپنے وطن مالوفہ کو پھری تھی۔ اس
وقت جنگل کے پرندوں نے اپنے شہپروں سے مجھ پر سایہ کرکے
ماں کے آنچل کا لطف دکھایا تھا۔ اس حالت میں کنور رشی پہنچے اور
مجھے آغوشِ محبت میں لے لیا۔ تو اسی نظارے کی بنیاد پر مجھے
شکنتلا کے نام سے پکارا۔ گو میں ساری کہانی اور روداد
باستانی سُنا گئی۔ مگر یہ سب برا سے بیتی ہے کل کا لیا گیا

کو کنورشی کماری ہی سمجھتی ہوں۔ پدرم سلطان بود سے مجھے واسطہ
نہیں قصہ مختصر میں کنورشی کی بیٹی ہوں۔ اور یہ میری جائے سکونت ہے ؛

ادھیائے ۲۳

راجہ دشنیت اور شکنتلا کا گندھرب بواہ

راجہ دشنیت شکنتلا کی تیغ نگاہ سے لبسمل ہو چکا تھا حسن وجمال
ولتمثال بے مثال نے دل پر موہنی ڈال دی تھی۔ منہ سے پھول جھڑتے
دیکھے تو اور کلی کلی کھل گئی۔ لب شیریں زبانی نے دو میٹھے بولوں میں
تنگ نبات کا ذائقہ چکھا دیا۔ تو اس حلوائے بے دود پر اور بھی
رال ٹپک پڑی۔ سوچتا تھا کہ یا مصور حقیقی کیا ہے ؎

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل میکشد کہ جا اینجاست

کیا صورت ہے کیا موہنی مورت۔ قالب خاکی کے رؤئیں روئیں سے سورج
کی کرنیں پھوٹی نکلتی دکھائی دیتی ہیں سر سے پاؤں تک چودھویں
رات کے چاند کی روشنی کا سا نور برستا ہوا نظر آ رہا ہے۔ تجلی رُخ پر
بجلی کی چمک قربان تھیائے رخسار ہے کندن کی دمک مات۔ یہ
رشی کماری ہے یا جوالا مکھی کی جیتی جاگتی جوت ۔ یہ پیکر حسن ہے
یا منہ سے بولتا بقعہ نور ؛

جوش عشق نے پاؤں پھیلا دیئے۔ جذب اُلفت نے امنگوں کو اکسایا ہوسیں
آپے میں نہ رہیں۔ اشتیاق بولا کہ ہر چہ بادا باد دل کے ارمان نکالو۔ آغوش
تنگ نے اُبھارا۔ کہ کس کی رہی ہے کس کی رہ جائے گی۔ جس طرح ہو
سکے پہلو میں بٹھالو آج سے بڑھ کر دن اور کون ہو گا۔ خوش قسمتی کے

لیئے دوسری ایسی ساعت پھر کہاں - یہ سونے کی چڑیا اب اڑنے نہ پائے آئی ہوئی
مچھی ہاتھ سے نکل گئی - تو عمر بھر کیلئے پھر پچھتانا پڑیگا بس کارِ امروز بفردا مگذار *
محل میں ایک سے ایک قبول صورت ایک سے ایک ماہ طلعت رانیاں ہیں تو کیا
سب اس مایۂ حُسن دلفریب کی ایڑی چوٹی پر قربان ہیں کوئی اس کے
پاؤں کا دھووَن بھی نہیں - اور پاسنگ برابر بھی نہیں - دل کہتا تھا حسینانِ
جہان کیا مال ہیں سب پر لعنت - اندر کی اپسرائیں ہوں تو اف نہ کروں -
پریوں پر تُف نہ کروں - آج تقدیر نے وہ مرقعِ حُسن دکھایا ہے کہ جسے صورت گر
قدرت نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے - بس زندگی سپھل کر لو جان دے کر ہم بغل
کر لو - نہیں تو یہ گدڑی کا لعل تاج شہنشاہی کی قسمت سے اُڑ کر کسی صحرا نشین
کی کٹی کا گوہر شبچراغ اور اے دشنیت تیرے کلیجے کا داغ بنیگا *
سچی محبت کا اثر اوپر اوپر نہیں جاتا - یہ وہ تیر ہے جو شکار اور شکاری کے
کلیجے میں یکساں ترازو ہو کر رہتا ہے *

ادھر تو شمع جلتی ہے اُدھر پروانہ جلتا ہے

اگر یہ نہ ہو تو عشق کی تاثیر اور حُسن کا اثر ہی کیا - اس موقع پر ہمیں مناسب معلوم
ہوتا ہے کہ اپنے تصنیف کردہ حُسن و عشق کے چند تمہیدی بند نذر ناظرین
کریں جو کہ غالباً اس مذاقِ محبت کے سلسلے میں موزون ثابت ہوں گے *-

ہے اُفق آج طبیعت کا کچھ ایسا ڈھنگ نیا | نیا انداز سخن - طرز نئی - ڈھنگ نیا
فکر کا سحر نیا - طبع کا نیرنگ نیا - | شعبۂ نغمہ نیا - پردہ آہنگ نیا

حُسن اُدھر عشق ادھر دونوں ہیں جکڑے دل کو
درد ہمدرد فقط ہے جو ہے پکڑے دل کو

حُسن کو دیکھ کے دل جوش میں پکار اٹھا واہ | عشق نے مل کے مگر منہ سے نکلوا دی آہ

حُسن نے پیش نظر کی جو بہارِ شبِ ماہ
عشق نے سامنے آنکھوں کے کیا روز سیاہ

جیسے دو دوستوں کے جھگڑے میں گلابی دیکھی | انکی ضدین میں دو دل کی خرابی دیکھی
حُسن یا عشق ہو جب دل پر اثر کرتا ہے | آسمان اور زمین زیر و زبر کرتا ہے

عشق جب اس سینے پہ خونِ جگر کرتا ہے ‏ جب دیکھئے تب ٹیڑھی نظر کرتا ہے

کبھی ان دونوں کے دل کو نہ یکجا دیکھا
دو غنیموں کی چڑھائی کا نتیجہ دیکھا

ضدی بچوں میں کھلونے کی جو مٹی ہے خراب ‏ عشق سے حُسن سے دلبر ہے بعینہٖ وہ عذاب
حُسن کی بات کا ہے رُعب سے کوئی نہ جواب ‏ عشق سے کچھ نہ ہے بس خواہ ہو پیری کہ شباب

دل پہ دو سمت سے دو چھریاں چلتی ہیں
گانسیاں تیر و پیکاں کی جگر ملتی ہیں

ضدی بچوں کو کچھ بھی تو ہے کھلونے پر کا ترس ‏ حُسن و عشق ایسے ہیں جن پر نہ تو قابو ہے نہ بس
ان کو دل توڑنے میں رنج نہ کچھ پیش و نہ پس ‏ اپنے مقتول کے مرنے کی نہ جینے کی ہوس

حُسن برحق ہے جو خودداری پہ عشق ہوتا ہے
عشق حیف اپنی ہی جڑ کاٹ کے خوش ہوتا ہے

حُسن کا غمزہ بجا۔ عشوہ بجا۔ ناز بجا ‏ شیوۂ غنج و کرشمہ بجا انداز بجا
شغل تیر افگنی چشم فسوں ساز بجا ‏ خولفشانی نگاہ غلط انداز بجا

عشق معلوم نہیں دیکھ رہا ہے خواب کیا۔
خونِ دل کرنے کو اسمیں پہ سرخاب کیا

ذکر یہ مستی صہبا میں جو چھیڑا ہم نے ‏ بیٹھے سنبھلائے لیا سر یہ بکھیڑا ہم نے
قلزمِ حُسن کا کھایا جو تھپیڑا ہم نے ‏ ڈھونڈتے پایا تو اک عشق کا بیڑا ہم نے

مگر افسوس نہ بیڑے نے کہیں کا رکھا
آسماں کا نہ سمندر نہ زمین کا رکھا

ہیں تو بیڑے پہ مگر بیڑے سے کچھ آس نہیں ‏ غم غلط جس سے ہو ملاح کوئی پاس نہیں
کیا نہیں غم نہیں کلفت نہیں یاس نہیں ‏ جو ہیں خوشبو وہ نہیں ان میں وہ بو باس نہیں

بیڑا یہ تو کس طرح بھنور سے نکلے۔
حُسن یا عشق کہ دونو کے اثر سے نکلے

اسجگہ عقل کا یا ہوش کا کچھ کام نہیں ‏ طرہ امیر ہے خیالات اگر خام نہیں
حُسن پر دوش نہیں عشق پر الزام نہیں ‏ کچھ غرض اس سے نہیں اس سے بھی کچھ کام نہیں

قدرتی جو ہے اثر وہ کہیں جانے کا نہیں
حسن یا عشق ہو مقدور چھپانے کا نہیں

عشق بے حسن تو بے عشق بھی ہے حسن فضول — فطرتی قاعدہ یہ ہے تو یہ قدرت کا اصول
عشق بلبل نہ ہوتا تو نہ اِتراتے پھول — حسن ہوتا نہ تو پھر کیا تھی سمن کیسی ببول

حسن گل عشق عنادل کے سبب سے چہکا
کبک کا عشق جمال مہ شب سے چمکا

حسن یا عشق جب انسان کو لبھا لیتا ہے — بھیڑ بکری دل شیدا کو بنا لیتا ہے
یہ محبت کا وہ الفت کا مزہ لیتا ہے — تاکتا جسکو ہو صورت پہ رجھا لیتا ہے

اے افق حسن ہو یا عشق غضب ہیں دونو
دل کو وارفتہ بنانے کے سبب ہیں دونو

راجہ دشنیت کے دل پر جو تاثیر عشق غالب آئی تھی۔ وہ خالی نہ گئی۔ اُس نے شکنتلا کو بھی سان لیا۔ اور دونوں طرف یکساں تیزی کے ساتھ محبت کی آگ سلگ اُٹھی دونو طرف کے تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھے نہ رتی بھر زیادہ نہ تل بھر کم۔ دشنیت سے نہ رہا گیا۔ دل کسی طرح نہ مانا بے قابو ہو کر بول اُٹھا۔

پیاری! میں نے تمہاری شوا بیانی سنی ساری کہانی سنی میں سمجھ گیا۔ کہ تم ظاہرا رشی کماری ہو مگر اصل میں راج دُلاری ہو۔ تمہیں دیکھ کر میرا کلیجہ ہاتھ بھر کا ہو گیا دل نے وہ آنند لوٹا کہ عمر بھر میں نصیب نہ ہوا تھا ایشور تمہارا حسن و جمال قایم رکھے۔ بدر نوجوانی کا کمال دائم رکھے تم کنول کا پھول ہو۔ مگر افسوس کہ تالاب تمہارے لائق نہیں تم شمع نور افروز ہو لیکن حیرت ہے کہ کوئی پروانہ شایق نہیں۔ شہد کے لئے مگس جسم کے لئے نفس ضرور چاہیئے۔ گوہر کے لئے جوہری جنس قیمتی کے لئے مشتری نہ ہو تو خوبی و نفاست بیکار۔ گل بغیر بلبل۔ سرو بغیر صلصل ہو تو کیا لطف بہار۔

راجہ دشنیت اتنا ہی کہہ پائے تھے۔ کہ نکتہ شناس سہیلیاں نفس مطلب کو پہنچ گئیں۔ طرز کلام سے بھانپ لیا۔ کیلا پرار ہے چتون سے تاڑ گئیں کہ رنگت اور ہے۔ قیافے سے جان لیا کہ تیر تعشق طرفین کے کلیجے میں دوسار ہو گیا ہے وہ نظر بچا بچا کر ادھر سے اُدھر ہو گئیں۔ ایک نہ ایک بہانے سے موقع ٹال

گئیں۔ دل میں خوش کہ مراد بر آئی۔ سونے کی چڑیا خود اڑ کر گھر آئی۔ ایشور نے جوڑی برابر کی دکھائی۔ اب مزہ تب ہے کہ شادی ہو۔ ایک نے کہا سکنتلا ایسے ہر نابی راجاؤں کے قابل ہے۔ کنو رشی بھی ایسی جوڑی کی تلاش میں تھے۔ کیا عجب تقدیر کی رسائی ہو دان دونو کی کدخدائی ہو ؛

دوسری سہیلی بولی پیاری سہیلیو آثار تو نیک ہی معلوم ہوتے ہیں۔ ادھر دُشنیت شکنتلا کے حسن نظر فریب پر فریفتہ ہے۔ ادھر شکنتلا دُشنیت کے جمال دلفریب پر شیفتہ ع

دونو طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی

یہی بھانپ کر یں وہاں سے چلی آئیں۔ کہ کسی کے دل کی دل میں نہ رہے۔ جس طرح چاہیں ہنس بول لیں۔ ہمارے سبب سے کچھ خلل نہ ہو۔ اس سے موقع ٹال جانا ہی لازم تھا۔ "اب جو ایشور کی اچھیا"۔ "جو قسمت کا نوشتہ" یہ کہ کر سب کی سب زبان دابے دبے قدم اپنے اپنے آشرموں میں چلی گئیں۔ اور دل میں یہ ہوس لئے رہیں کہ آج ہی سرنا بھرتا ہو جائے۔ تو کیا بات ہے۔ ادھر سہیلیاں کھچڑی پکا رہی تھیں۔ ادھر سناٹا دیکھ کر راجہ کا جذبۂ عشق اور کھل کھیلا زبان نچلی نہ بیٹھ سکی۔ آخر یہ الفاظ زبان پر آ ہی گئے ؛

پیاری بُرا نہ ماننا۔ کچھ کہنے کو جی چاہتا ہے۔ بُرا مانو تو پہلے سے روک دینا ؛

شکنتلا۔ آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں۔ میں کیا جانوں۔ مگر جو کہنے کی خواہش ہو۔ بے تکلف فرمائیں۔ بُرا ماننے کی کون بات۔ پھر میں بُرا مانوں! یہ آپ کا خیال ٹھیک نہیں ؛

راجہ گستاخی معاف کرنا۔ کیا تمہیں تمام میری رانیوں کا سرتاج بننے میں کچھ عذر ہے؟ میرا سارا رنواس تمہارا پانی بھریگا۔ پاؤں دابے گا۔ نظر دل میں چلیگا۔ جو کہو گی وہی کرے گا۔ میں بھی ہر وقت تمہارا دل ہاتھ میں لئے رہوں گا۔ کسی بات میں اُف نہ کروں گا۔ خزانہ تمہارا ہو گا۔ زمانہ

تمہارا ہوگا۔ حکومت پر تمہارا اختیار تمہیں سیاہی سلطنت کا دارومدار۔ سر سے پاؤں تک جواہرات ہی جواہرات ہونگے۔ ہر ہفت عروس سے ہفت اختربات ہوں گے۔

شکنتلا شرم و حیا کے سبب سے ان باتوں کا جواب نہ دے سکی۔ دل تو بھڑک اٹھا۔ مگر ادائے معشوقانہ نے ہونٹوں پر مہر لگادی مسکرائی اور شرمائی ہوئی ایک نظر غلط انداز سے راجہ کی طرف دیکھ کر سر نیچا کر لیا۔ راجہ پر یہ ادا اور ستم کر گئی۔ اور دل میں سمجھ گیا کہ الخاموشی نیم رضا۔ پھر کیا تھا۔ حوصلہ کھل کھیلا۔ جراتِ شمشیر برہنہ ہو گئی۔ بے تکلف زبان سے یہ الفاظ نکلے:

میرے کلیجے کی مالک۔ میرے دل کی مختار شکنتلا۔ دل پر اب قابو نہیں۔ میدان خالی ہے۔ کوئی آس پاس نہیں "نے غم دزد نے غم کالا"۔ میں ہوں اور تم۔ بس ایسا موقع پھر کب حاصل ہوگا زیادہ اشتیاق میں رکھا تو کیا فائدہ۔

بس گندھرب بواہ میں اسی وقت کیا مضائقہ ہے:

در کارِ خیر حاجتِ ہیچ استخارہ نیست

گندھرب بواہ شاستر کے رو سے بھی جائز و روا ہے۔ پھر مین میکھ فضول ہے دیکھو کہا ہے ؎

جو کرنا ہے آج ہی کر لے کال کال کیا کرنی
شبھ کارج میں ہے من مورکھ کا بھدرا بھرنی

شکنتلا۔ آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر۔ مگر سمجھ لیجئے۔ کہ پربس بندھ ہوں۔ دل پر ضرور اختیار ہے۔ مگر جسم عنصری پر قابو نہیں۔ یہ پتا کنور شی کے حکم کے تابع ہے۔ آپ گھبرائیں نہیں۔ مجھ پر زور نہ دیں۔ وہ ابھی ابھی آتے ہونگے۔ کیا عجب کہ آپ کی تقدیر بھلا دا دے کر حصول مدعا کے لئے یہاں لائی ہو۔ پتاجی کو خود خواہش ہے کہ کوئی پرتاپی راجہ ملے تو ہاتھ پیلے کر کے مجھ سے چھٹی کریں۔ پس اس قدر

اضطراب فضول۔ ذرا دم لیجئے۔ صبر کیجئے۔ دیکھئے وہ آپ کو دیکھ کر کیا فیصلہ کرتے ہیں؛

راجہ دشینت۔ تمہارا کہنا بہت صحیح۔ مگر پیاری میں کیونکر پہلو چیر کر دکھاؤں۔ کہ میرے دل کی کیا کیفیت ہے۔ ایشور جانتا ہے۔ کہ تاب صبر نہیں۔ تم پتاجی کی آگیا چاہتی ہو۔ تو اس کے لئے یہ منطق ہے کہ پتا پتر وغیرہ کون ہیں؟ نظر حقیقت بین سے دیکھو تو صاف سمجھ میں آجائے کہ آتما ہی پتا ہے آتما ہی پتر۔ آتما ہی بھائی آتما ہی سب کچھ۔ صرف آتما ہی سے ذائقہ حیات ہے اور آتما ہی سے نجات۔ پھر آتما کے ہوتے کسی بازپرس یا حصولِ ارشاد کی کیا ضرورت۔ جو آتما کہے وہی کرو۔ ادھر آتما کا حکم ادھر شاستر کی اجازت۔ پھر لیت ولعل کی کیا ضرورت۔ شاستر ڈنکے کی چوٹ کہہ رہا ہے۔ کہ انسان کے لئے آٹھ قسم کی شادیاں جائز ہیں جن میں چھتری کے لئے گندھرب بواہ افضل ہے اور راچھش بواہ بھی نامناسب نہیں۔ مجھ پر بھی ہوائے نفسانی غالب ہے اور تمہارا دل بھی میرا طالب ہے نہ مجھ کو تاب صبر ہے نہ تم مجال شکیبا۔ پھر دل کو مار کر رکھنا۔ خواہشات کو زنجیروں میں جکڑ جکڑ کر قید کرنا میری دانست میں دھرم کے خلاف ہے آئندہ جو مرضی؛

شکنتلا جوشِ عشق سے خود ازرفتہ ہو رہی تھی۔ بھری جوانی نشۂ حسن شراب عشق کی مستی سے آپے میں نہ تھی دل بے قابو ہو گیا تھا خواہشوں پر بس نہ رہا تھا۔ سوچی کہ دل تو دے ہی چکی ہوں طبیعت تو آ ہی چکی ہے۔ پھر نہ ایسا تخلیہ کا موقع ہاتھ آئے گا نہ دشینت ایسا چکرورتی راجہ۔ ادھر پتاجی دکنو رشی بھی ایسے ہی تاجدار کی تلاش میں تھے۔ پس راجہ کے دل کی ہوس کیوں رہ جائے۔ میں بھی شیفتہ وہ بھی فریفتہ پھر کیوں ترساؤں۔ راجہ کا دل دکھاؤں جو شدنی ہے وہی ہنکر دکھاؤں۔ اور پھر لطف یہ ہے کہ دھرم بھی نہ گنواؤں؛

یہ سوچ کر اس نے راجہ دشینت سے کہا:۔

گو میں اپنے دل کی مالک اور مرضی کی مختار نہیں۔ مگر آپ راجہ ہیں اس لئے

تعمیل ارشاد سے بھی انکار نہیں۔ مگر ہاں ایک شرط ہے قول ہاریئے ہاتھ پر ہاتھ ماریئے تو کہوں ؛

راجہ دشنیت - قول جان کے ساتھ۔ لاؤ ماروں ہاتھ پر ہاتھ۔ جو کہہ دوں مجال کیا کہ پھٹ پڑے۔ جو زبان سے نکال دوں ممکن ہے کہ ٹل سکے ؟

شکنتلا - یہ ہے تو بس زبان دیجئے قول ہاریئے کہ اگر ایشور مجھے لڑکا دے تو وہی آپ کا جانشین ہو مالکِ تاج و نگین ہو ؛

راجہ دشنت - بس اتنے ہی کے لئے ہاتھ پر ہاتھ مارنا۔ قول ہارنا واہ میں سمجھتا تھا کہ کوئی پہاڑ اُٹھانا پڑے گا۔ برہمانڈ ہلانا پڑیگا بس اسی کے لئے اتنے عذر و انکار۔ اس قدر طوالتِ گفتار۔ کہو تو گلے گلے پانی میں اقرار کروں حلف سے وعدہ وفائی کے پہلوؤں کا اظہار کروں ؛

شکنتلا - اگر یہ ہے تو نہ آپ کے اصرار کی ضرورت نہ میرے انکار کی صورت ؛

راجہ دشنیت - (جذبۂ شوق سے گلے لگا کر) ؎

ساقی بریز بادۂ عشرت بجامِ ما
مطرب بگو کہ کارِ جہاں شد بکامِ ما

اس شعر کا مطلب راجہ کی زبان پر آتے ہی گند ھرب بواہ کے تھیٹر کا پردہ گر گیا۔ اور چشمِ قلم کی نگاہ ادھر سے اُچٹ کر دوسرے سین کی انتظار میں تھوڑی دیر ستانے کے بعد دیکھتی ہے۔ تو اور ہی نظارہ تھا ؛

راجہ دشنیت اور شکنتلا دونوں نشۂ محبت میں چور بیٹھے ہوئے تھے شکنتلا کی شرماتی ہوئی نگاہ کچھ کچھ بے تکلف تھی۔ اور راجہ مستی عشق سے جھوم جھام کر کہہ رہا تھا کہ پیاری آج سے ہم تمہارے اور تم ہماری ہو چکیں۔ دل تمہارے پاس ہے۔ اور جسم ادھر ادھر۔ ہم جس وقت لشکر میں پہنچے فوراً ہی وزرائے سلطنت و عیانِ حکومت کو بھیج کر تمہیں بلائیں گے۔ اور سب رانیوں کا سرتاج بنا کر تمہیں راجوں کے

رنواس کا لطف دکھائینگے - گھبرانا نہیں - غم کھانا نہیں - ہم گئے اور تم ہمارے پاس پہنچیں ÷

راجہ دشینت کو یہاں دیر ہو گئی تھی - ہمراہیوں کا خیال آیا تو دوسری فکر پیدا ہوئی - آخر شکنتلا کو گلے سے لگا کر چھاتی پر پتھر رکھے ہوئے وہاں سے لمبا پڑا راستے میں وزیر ملے - فوج قدمبوس ہوئی - اور سیر و شکار کی تفریح نے دل کو دوسری ہی محویت میں مصروف کیا دل میں یہ خیال کہ اگر کنورشی نے معاملہ سُنا تو نہ جانے کیا کہیں - کیا سمجھیں مگر شکار کی دلچسپی نے کئی دن تک تپوبن کی ہوا کھلائی - لیکن یہ توفیق بھی دلائی - کہ بھولے سے بھی شکنتلا کی یاد آئی ہو - سب وعدے فراموش قول و قرار نقش بر آب ÷

اب ادھر کی سُنیئے - راجہ جب وقت روبراہ ہوا اس کے کچھ دیر بعد کنورشی پھول پھل سے لدے پھندے آشرم میں تشریف لائے - چشم خیال میں رنگت ہی کچھ اور محسوس ہوئی - شکنتلا ایک تو نہائی دھوئی نہ تھی - دوسرے ناظرین سمجھ سکتے ہیں - کہ وہ موقع تھا کہ کسی سے چار آنکھیں نہ ہوسکیں - پس سامنے نہ جاسکی - کنورشی سمجھ گئے کہ کچھ نہ کچھ بھید ہے آج یہ رنگت بے وجہ نہیں - چشم باطن اور روشن ضمیری سے نظر گردی تو پوری تصویر نگاہِ تصور میں پھر گئی - جو کچھ گزرا تھا چشمدیدہ کے برابر ہو گیا - رشی جی فوراً ہی شکنتلا کے پاس پہنچے - وہاں نظر اُٹھنے کے لئے منہ ہی کہاں تھا - گردن جھکی جاتی تھی - مگر رشی جی دل پر کچھ میل آ گیا تھا - ماتھے پر شکنیں پڑ گئی تھیں انہوں نے کہا -

او شکنتلا - غضب کی بات ہے کہ تو اتنی خود مختار ہو جائے دن جاتے تھے - کہ راتیں - اگر ذرا اور میرا انتظار کر لیتی تو کیا گرہ سے چلا جاتا - افسوس تو نے خود رائی کی - مجھ کو طاق پر بٹھا دیا کچھ مال ہی نہ سمجھا - ہائے بیٹی سے یہ امید - میں تو خود چاہتا تھا کہ جلدی سے ہاتھ پیلے کروں - تجھے کسی پرتاپی راجہ کے گلے منڈھوں - مگر تو نے اپنی

رائے ہی کو مقدم سمجھا خیر- مگر دیکھ لینا کہ کردنی خویش آمدنی پیش کا ثبوت ضرور ہو گا کسی صورت سے ہو- اے شکنتلا تو میری بیٹی ہو کر ایسے اہم کام اپنی را سے کرلے- اور میرا انتظار ہی نہ کرے- تو اپنے دل سے سمجھ کہ تاسف ہو کہ نہ ہو ؞

میں جانتا ہوں کہ تو نے شاستر کے خلاف بات نہیں کی- شاستر میں یہ بھی اجازت ہے کہ جب زن مرد کی یکجائی سے آگ پھوس کا سامنا ہو- تو بلا سے وید کی رچا ہون منتروں اور شاستر کی ودھیوں کا ساز و سامان نہ ہو- تو تب بھی ادھرم نہیں ہے- لیکن شاستر کی مرجادا اور ہے- لوک مرجادا اور- خیر جو ہو گیا- وہ ہو گیا- اس کی شکایت نہیں- اب گوش ہوش سے سُن- راجہ دشینت تیرے پتی ہو چکے- وہ نکٹ شرومنی ہیں- ہر بات کے دھنی ہیں- خلقت انسانی میں سرافراز تاجداروں میں ممتاز- اگر ان پر نفس امارہ غالب آیا- اور انہوں نے تجھے سینے سے لگایا- تو کچھ مضائقہ نہیں- جو شدنی ہے ہوتا ہے- آدمی وہی کاٹتا ہے جو بوتا ہے- پس اب الماضی لایذکر- گزشتہ را صلوٰۃ ع جو تھا ہونا ہو گیا اب چپ ہو رہو جانے بھی دو- پر عمل چاہیئے- اور رشیت کے کاموں سے ہر جا خاموشی- مگر بیٹی میں نے نظر کشف منظر (دبیہ درشٹی) سے دیکھا تو کچھ اور ہی معاملہ نظر آیا تم باردار ہو گئیں- نخل ہمیشہ بہار ہو گئیں- اب حمل سے وہ خورشید تاباں ہو گا- جو کل روئے زمین پر روشن ہو گا چپے چپے پر اس کا پرتو انوار نور افگن ہو گا- ذرے ذرے میں اس کی تجلی شمع اقبال کا شعلہ نائرہ زن ہو گا- ہفت اقلیم تحت اقبال ہونگے ہفت کشور دولت فیض جہانبانی سے مالا مال ہو نگے ؞

شکنتلا کی آنکھ اوپر نہ اُٹھتی تھی- سر زمین گڑا جاتا تھا- مگر یہ کلمات خیر سنکر اُس نے دور ہی سے قدموں پر سر جھکایا- اور فوراً ہی غسل کر کے پھر اپنے پتا

کنور رشی کی خدمت میں حاضر ہو کر قدموں پر سر جھک گئی۔ ان کے دست مبارک سے جنگل سے چنتے ہوئے پھول پھل لئے۔ قسمل چرن دھوئے اور اپنی آنکھوں کی طرح آسن بچھا دیا۔ سب معمولی خدمات انجام دے کر سامنے آکھڑی ہوئی۔ اور ہاتھ جوڑ کر بولی پتا جی:۔

ان ہونی کے ہون کو تاکت ہے سب کو
ان ہونی ہونی نہیں ہونی جو ہونی ہوئے سو ہو۔

جو ہونی ہے وہ ہزار میں ہوتی ہے لاکھ میں ہوتی ہے۔ اس کو کوئی ٹال نہیں سکتا۔ اس کے روکنے کی کسی کو مجال نہیں۔ آپ سب جانتے ہیں پس زیادہ تشریح بیکار۔

آج اتفاقیہ راجہ گھوڑا دوڑاتے شکار کھیلتے ادھر آگئے۔ اپنی کٹی میں بیٹھی ہوئی میں ہار گوندھ رہی تھی۔ میں کیا جانوں کہ راجہ کیسے ہوتے ہیں۔ اور راجوں کا تیج پرتاب کیا۔ جب وہ کٹی میں آپہنچے تو میں نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لے کر کشاسن پر بیٹھایا۔ پھل پھول دئیے سہیلیوں نے بھی آنکھیں بچھا دیں۔ خاطر داشت کی ذرا سی دیر میں سب سہیلیاں کنائی کاٹ گئیں۔ کاندھی دے گئیں۔ اور مجھ کو اکیلا چھوڑ دیا۔ میں اکیلی رہ گئی۔ تو جان لیجئے کہ راجہ کا رعب مجھ پر غالب آسکتا تھا یا میرا۔ بس قصہ مختصر یہ ہے۔ کہ آپ میری خطا معاف فرمائیں۔ جو کچھ قصور ہوا اس کو دامن پردہ پوشی سے چھپائیں۔ جو کچھ ہونہار تھی وہ تو ہو ہی گئی۔ ہاتھ کی لکیریں نہیں مٹ سکتیں۔ بس آپ راجہ اور اس کے ارکین دولت پر بھی نظر عفو کریں۔ اور وہ دعا دیں جو مفید حالت ہو۔

کنور رشی نے فرمایا شکنتلا خیر تیری خاطر ہے میں تیرے دل کو دکھانا نہیں چاہتا۔ دعا دیتا ہوں۔ کہ راجہ دشینت ہمیشہ موجیں اڑائے خوشیاں منائے۔ اس کی عقل ٹھیک رہے۔ اقبال ہر حال میں شریک رہے۔

شکنتلا۔ (قدموں پر جھک کر) آپ نے اشیرباد دیا۔ میں نے امرت پیا۔ اب یہ دعا کیجئے۔ کہ جس پرونش سے تعلق ہوا ہے اس کے جو راجہ ہوں۔

چکرورتی یعنی شہنشاہ روئے زمین ہوں۔ اور ان کا دھرکرم عدیم النظیر۔ ان کا فیض ابنائے عالم کا دستگیر ہو ÷
کنورشی۔ ہر بات سے اطمینان رکھو جو تونے چاہا وہی ہوگا تیری اولاد اور اس کی نسل تمام راجاؤں میں سرافراز اور روئے زمین کے سرمایۂ ناز ہوگی ÷

ادھیائے ۲۴

راجہ بھرت کی ولادت شکنتلا کی راجہ دشینت کے دربار میں حاضری راجہ دشینت کا اظہار لاعلمی۔ شکنتلا کی پر جوش گفتگو آکاش بانی راجہ دشینت کی شکنتلا پر مہربانی بھرت کی حکمرانی اور بھرت کھنڈ کے نام سے حیات جاودانی

شری بیشم پاین سخن سرا ہیں کہ مہاراجہ جنمیجے آپ نے ملاحظہ کیا کہ شدنی کیسی زبردست ہے ہونی ہو کر رہتی ہے۔ کہاں راجہ دشینت کہاں ہوائے سیر وشکار۔ کہاں گلگشت مرغزار کہاں تپوبن میں رسائی۔ کہاں آشرم کی دلربائی۔ کہاں نظارۂ حسن وجمال کہاں صورت حال۔ اس پر دوطرفہ بیتابی دل ہی دل میں اضطرابی۔ ادھر سے گذارش اُدھر بھی تاثیر عشق سے سفارش۔ نہ کنورشی کا انتظار نہ سہیلیوں سے کچھ استفسار۔ نہ اصرار محبت کا اظہار آخرش محبت میں مانا مزہ لوٹ لیا۔ کلیہا میں گرہ پھوٹ لیا۔ کنورشی گو خود رائی سے کسی قدر کبیدہ ہوئے

گونہ رنجیدہ ہوئے۔ لیکن خوش ہوئے کہ جو خواہش تھی۔ پوری ہوئی فکر سے
دُوری ہوئی۔ الیشور کی دین شکنتلا اسی وقت باردار ہوئی۔ جب دشنیت
سے ہمکنار ہوئی۔ آخر نخلِ محبّت ثمر باردار ہوا۔ صدفِ بطن سے جلوہ گوہر
شاہوار ہو۔ صورت وہ کہ آفتاب تصدق۔ مورت وہ کہ پورنماشی کا چاند
نثار۔ جمال سے دیوتاؤں کا جمال آشکار۔ پیشانی کے جلال سے مہرِ نیمروز
کی نورافشانی نمودار ہر ایک کو دیوتاؤں کا گمان تھا۔ ہاتھوں ہاتھ میں چھ
ریکھا کا نقش اور چکر گدا کا نشان تھا۔ کنورشی پھڑک اُٹھے۔ اور رکھیشر بلبل کی
طرح چہک اُٹھے۔ کہ آہا یہ تو بڑا تیجسوی ہوگا۔ راجگانِ زمانہ سے قوی ہوگا۔ قیافہ
پر آثارِ شہنشاہی چہرے پر جہاں پناہی۔ اتنے میں الہام ہوا کہ لو مبارک۔
اورنگ جہانگیری آج سے اس کے نام ہوا۔ ذرا سن بڑھے تو آفتاب اقبالمندی
پر چڑھے جسوقت سریر آرائے جہانبانی ہوگا۔ آپ ہی اپنا ثانی ہوگا۔
بڑے بڑے جگ اسی کے نام نامی سے یادگار ہونگے۔ سب ذات حمیدہ صفات پر
جان و دل سے نثار ہونگے۔ اکاش بانی سُنتے ہی سب آنند ہوگئے خورسند
ہوگئے۔ کنورشی نے سرودمن (سب کو قابو میں رکھنے والا) نام رکھا پرورش سے
کام رکھا۔ جسوقت صورت نظر آتی طبیعت پھڑک جاتی۔ شکنتلا اپنے کلیجے
کے ٹکڑے کو سینے سے لگائے آنکھ کی پتلی بنائے رہتی۔ سہیلیوں کے
لیے سرودمن کھلونا تھا۔ اور سرودمن کے لئے شکنتلا کی سہیلیوں کی
آنکھیں بچھونا ؛

چند ماہ کے بعد سرودمن گود سے اُترے۔ فرش زمین کی قسمت جاگی۔
گھٹنیوں چل کر ماں کے کلیجے کو ہاتھوں بڑھایا ؛

ٹھمک چلت رامچندر باجت پیجنیاں

کی دلچسپ کیفیت نظر سے گزرنے لگی۔ توتلی باتوں سے سامعین کے
دل کا کنول کھلتا۔ آنکھوں کو لطفِ دیدار سے کچھ اور ہی سکھ ملتا تھا
سب دل میں خوش کہ ایک دن گلبن گلشن اقبال۔ نوباوہ گلزار حسن و جمال۔
صاحب جاہ و جلال ہوگا۔ ہلال سے بدر کمال ہوگا ؎

بالائے سرش زہوشمندی
مے تافت ستارہ بلندی

کی ساری علامتیں چہرے سے جھلکتی تھیں آنکھیں بچپن کے کھیل دیکھ کر پھڑکتی تھیں ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات۔ شدنی دوجہ رامعنی برگ کے سارے آثار پیش نگاہ تھے۔ زائچہ قسمت کے بُرج شرف میں مہر و ماہ تھے۔ کھیل کود میں اشغال شاہی۔ لہو و لعب میں شان عالم پناہی کھلونوں میں ہاتھی گھوڑوں سے رغبت اور کھیلوں سے نفرت قصہ کوتاہ مزاج میں طنطنۂ شاہی۔ دماغ میں بوئے جہاں پناہی تھی شاہی ذکر اذکار سے دلاویزی مفہوم مطالب جہانبانی میں ذہن کی تیزی کنور شی نہال ہوتے تھے۔ جب دیکھتے کہتے تھے عمرت دراز باد ؎

یادش بخیر راحت جانم خوش آمدی
کردی شگفتہ دل ہمن وہم خوش آمدی

پانچویں سال میں پاؤں رکھا تو اور بھی جوہر کھلے۔ بن کی سیر بھائی گلگشت کی ہوا سمائی۔ دوڑتے دوڑتے گرے کھیلتے کھیلتے شیر بکڑ لائے آج اگر بچہ فیل کے کان رہا تھ ہے۔ تو کل بگھیلا ساتھ ہے۔ کبھی چیتے کی کمر توڑ دی کبھی شیر کی کلائی مروڑ دی ؎

کنور شی کو عروج اقبال کا اطمینان ہوا۔ علوم کشف سے بھی گیان ہوا پس انہوں نے اپنے مریدان رشید سے فرمایا:-

کہ سرودمن صاحب اقبال ہے صاحب جلال ہے۔ اب جنگل میں رکھنے کی ضرورت نہیں۔ یہاں اس کے عروج بخت کی صورت نہیں۔ لڑکی اپنے گھر ہی اچھی عورت کا خاوند ہی کے پاس رہنا لازم پس شکنتلا کو ہستنا پور لے جاؤ دشنیت سے ملاؤ۔ سرودمن کا جمال جہاں آرا دکھاؤ۔ دل کا کنول کھلاؤ۔

چیلوں نے قدموں پر سر جھکایا وہاں سے قدم اٹھایا۔ اور شکنتلا کو راجہ دشنیت کے دربار میں پہنچایا۔ سرودمن آغوش محبت میں تھے۔ نگاہ عاطفت میں تھے۔ کنور شی کے مرید رشید تو انہیں پیروں لوٹ گئے۔ شکنتلا وہیں ٹھہری رہی۔

جس وقت راجہ دشینت کا سامنا ہوا شکنتلا قدموں پر گری۔ جان و دل سے
فدا ہوئی۔ اور بڑے ادب سے عرض کی :-

مہاراج! میں آپ کی کنیز ہوں - ہمخوابہ عزیز ہوں۔ کنو رشی کے آشرم
میں آپ مجھ سے ملے تھے۔ دونوں کے دلوں کے کنول کھلے تھے۔ آپ
نے گندھرب بواہ کیا تھا۔ قول و قسم کو گواہ کیا تھا۔ کہ جو میری خاتم عصمت
کا نگین ہوگا وہی مسندنشین ہوگا۔ چنانچہ (سروودمن کو پیش کرکے) یہ تاج
نگین ہے۔ آپ کا جانشین ہے۔ راج کا وارث بنائیے۔ تاج و تخت کا
مالک تسلیم فرمائیے :

راجہ دشینت کو فوراً آشرم کی یاد آگئی سارا معاملہ نظر کے سامنے پھر گیا
مگر دیدہ دانستہ لاعلم بنکر بولا :-

مجھے کچھ علم نہیں کیسا گندھرب بواہ کیسی رسم و راہ۔ گندھرب بواہ کو میں دھرم
کے خلاف سمجھتا ہوں۔ اس کے کانٹوں میں جان بوجھ کر الجھنا امر محال ہے
ایسا اقبال نصیب دشمنان دور دراز حال ہے۔ کہاں تو تپسوی کی دختر کہاں
میں شہنشاہِ بلند اختر۔ دوشالے میں کملی کا پیوند نمک میں کوزۂ قند یہ کب
ممکن ہے بس باتیں نہ بنا جا ٹھنڈے ٹھنڈے آشرم کو چلی جا۔ یہاں کچھ کام نہیں
گوہر عصمت کے دام نہیں :

شکنتلا نے جو ہیں یہ الفاظ سُنے شعلۂ غضب بھڑک گیا بچھو کا سا زہر
سارے بدن میں پھر گیا آنکھیں خون کبوتر۔ بالکل لال لال۔ چہرہ دہکتے ہوئے
انگارے کی مثال۔ رخ سے شعلے لپکتے تھے ہونٹ پھڑکتے تھے مگر طیش
کو ضبطِ تہذیب سے ربط کرکے بولی :-

کیا یہی قول یہی عقد یہی وعدہ تھا
او دغاباز فسوں ساز مُکرنے والے

راجن اس وقت انجان بنا زعم طاقت تنا افسوس وہ دن بھول گئے۔
کہ جب قدم پر سر رکھا تھا۔ میوہ نورس چکھاتا پہلے ہاتھ پاؤں جوڑ کر ٹانٹی پر
چڑھانا پھر مطلب گتھ جانے پر بتا بتانا کیا یہی دھرم ہے مہاراج

ادھر راج شرم ہے شرم ہے۔ اسوقت پہچانتے بھی نہیں۔ کون سامنے ہے جانتے بھی نہیں۔ وہ وقت اب کاہے کو یاد ہو۔ جب تاج سر پاؤں پر رکھتے تھے۔ ایک بات نہ ٹلکتے تھے۔ جب کام نکل گیا۔ تو جان پہچان ہی نہیں اگلی باتوں کا نشان گمان ہی نہیں۔ دل پر ایسی بیسا ہی اُف اوہ ایسی دھرم سے گمراہی۔ اپنے موقع پر کھیسیں نکال لینا۔ اور جب کام بن جائے تو یوں ٹالنا خیر مضائقہ نہیں دیدہ خواہد شد۔ اگر میں جانتی کہ گوں کے یار مطلب کے دوست ہو تو منہ نہ لگاتی عصمت سر نہ چڑھاتی۔ آہ بڑا جبر کا ہوا بھاری چکمہ کھایا۔ مگر خیر راستی راستی ہے۔ ناراستی ناراستی ہے اگر اس وقت کیئے کو نہ پچھتائے تو ادھر ہاتھ لایئے شرط لگاتی ہوں کہ ابھی ابھی آپ کو آپ کی کرتوت کا مزہ چکھاتی ہوں آپ راج کے مالک ہیں۔ رہروانِ دھرم کے سالک ہیں اس پر یہ حال یہ جنجال وہ کام کیجئے۔ جس سے کلیان ہو وہ بات کیجئے۔ جو دھرم کی جان ہو۔ جو ایکدفعہ کسی کا ہاتھ پکڑتا ہے اس کا قدم میدانِ ثابت قدمی سے نہیں اکھڑتا۔ مردوں کی ایک بات چھتریوں کا قول جان کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ مجھے دین دُنیا کا نہ رکھ کر منہ موڑتے ہیں رشتہ مستحکم تنکے کی طرح توڑتے ہیں۔ یہ بڑا پاپ ہے نہیں نہیں پاپ کا بھی پاپ ہے آپ دل میں کہتے ہونگے۔ کہ اس وقت گوں تھی مطلب نکال لیا۔ سناٹا پاکر باغِ حسن دیکھ بھال لیا۔ اب پوچھنے گچھنے والا کون ہے

سُونا گھر بھوتوں کا راج کی شکل تھی۔ اسوقت تو گرم بغل تھی۔ مگر
ایں خیال است و محال است و جنوں

جس بات کے لئے ناتھ پر ہاتھ مارا ہے جو قول ہارا ہے۔ اس کا گواہ آپ کی خاطر عاطر ہے۔ اور ساتھ ہی ایشور حاضر ناظر۔ آپ لاکھ باتیں بنائیں مجھ کو چٹکیوں پر اُڑائیں محال ہے محال رات دن ہو جائے۔ کیا مجال عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔ اور میرا اور نہیں ایشور تو گواہ ہے۔ وہ انصاف کرے گا۔ آپ کا گناہ معاف کریگا۔ میری طرف سے آپ کا

دل صاف کریگا - اور میری دلی التجا پر پاداش قصور سے انحراف کریگا -
صرف ایک ایشور ہی نہیں - سب دیوتا میرے گواہ ہیں - سورج چندرماں شاہد
رسم وراہ ہیں - کیا اگن کیا پون کیا پرتھوی کیا جون سب گلے گلے پانی میں ایمان
کی کہیں گے جس وقت گنگا جلی سامنے رکھ دوں گی تو خاموش نہ رہیں
گے - میرے سرتاج مہاراج مجھے جھوٹا بنا سکتے ہو - مجھ کو جھٹا بتا سکتے ہو - مگر
یہ تو جھوٹ نہ بولینگے - دھرم ایمان سے ساری قلعی کھول دینگے - انہی کی شہادت
پر انحصار سہی - انہی کی گواہی پر دار ومدار سہی - مگر خوب سمجھ لینا کہ ان کے
آگے کوئی فقرہ چل نہیں سکتا - جھوٹ پھل نہیں سکتا - دودھ کا دودھ پانی
کا پانی ہو جائیگا نہ عمر شہنشاہی فانی ہو جائیگا - مہاراج ادھیراج جن کے دل
میں سنتوش ہے انکو کچھ نہیں دوش ہے - ان کے گناہوں کو دھرم راج نظر
انداز کرنے میں دروازہ معافی باز کرتے ہیں - جن کو پاس سخن و پاس وضعداری
نہیں ان کی رستگاری نہیں - آپ جان بوجھ کر میرا اپمان کرتے ہیں دوسرا
ہی دھیان کرتے ہیں - اس سے بہتری کی امید فضول - بالکل بھول کہے دیتی
ہوں - راستی سے نہ گزریئے - ایشور سے ڈریئے - اگر آپ نے مجھ ایسی پتی برتا
کا دل کڑھایا - تو سمجھ لیجئے - کہ سچ اور بات ہونہار ہے میرا دل دکھایا
تو بہتری دشوار ہے - مجمع عام میں میری ذلت وخواری - دامن عصمت پر
دھبا لگا کر یہ کج ادائی و بے اعتنائی - کہیں ایسا نہ ہو - کہ میری آہ کارگر ہو -
فریاد کا اثر ہو - نہ یہ راج رہے نہ تخت و تاج - ابھی میرے دل سے نکلے ہوئے
آنسو آنکھ میں بھر آئیں تو خوف ہے کہ سر کے سو پرچھے نہ نظر آئیں ؛

میری گود کا لعل تمہارا نور نظر ہے میرا لخت جگر ہے - اسکے جسم میں
تمہارے ہی خون کا جوہر ہے - یہ تمہارے ہی نیسان محبت کا پیدا کیا ہوا
گوہر ہے - فرزند کی یہ قدر دانی - لخت جگر پر ایسی نامہربانی - بیٹا ہی بڑھاپے
میں باپ کے ہاتھ عصا ہے - جوانی میں دست و پا ہے - باپ ہی
نہیں ہفتاد پشت کو تارتا ہے - سب بگڑے کام سنوارتا ہے
ظاہر میں پسر ہوتا ہے - مگر دراصل جان پدر ہوتا ہے - اگر باپ

شجر تو بیٹا ثمر جیسے شجر کے بغیر ثمر اسی طرح ثمر کے بغیر شجر نہیں دونو لازم و ملزوم ہیں۔ دونو ایک ہی ذات علی العموم ہیں۔ اپنے خون سے یہ بیوفائی۔ لپنے باما انگ سے یہ بے اعتنائی۔ ڈرتی ہوں کہیں کچھ اور بات نہ ہو جائے کانپتی ہوں کہ کچھ اور واہیات نہ ہو جائے۔

جہانتک مجھے معلوم ہے جو سُنی سنائی بات ہے۔ اسی کی رُو سے کہتی ہوں بڑا بول نہیں بولتی۔ صرف حقیقت کھولتی ہوں۔ کہ استری کون ہے جو خاوند کو جان پران جانے نہیں نہیں اپنا پرمیشور مانے۔ عورت شوہر کے باما انگ (اعضائے چپ) کے نام سے مشہور ہے۔ اس کے بغیر مرد مجبور ہے۔ ہر کام میں عورت باما انگ ہو کر دست راست سے زیادہ کام کرتی ہے۔ اطاعت و رضا جوئی میں نام کرتی ہے۔ پتی برتا عورت محل میں ہو تو شاہد مدعا بغل میں ہو۔ جگ بھی بھل پدوی بھی اٹل گھر میں چہل نہ کسی بات میں نقصان نہ کسی کام میں خلل ہے

"ہر کہ زن ندارد آسائش تن ندارد" کی مثل جس مرد کے گھر میں عورت ہے۔ عیش و آرام کی صورت ہے۔ رفیق جلوت ہے۔ انیس خلوت ہے۔ گرہستی کی مدار المہام۔ شریک رنج و آلام پتی برتا استری گھر میں ہو تو صورتِ عیش نظر میں ہو۔ عورت سے بڑھ کر شریکِ حال نہیں۔ دافع رنج و ملال نہیں۔ تنہائی میں غمگسار۔ یک جائی میں غمخوار۔

انتہا یہ ہے کہ مرد کے لئے راستی ہوتی ہے

دھرم کے کاموں میں گرو کی طرح رائے زن دنیوی فرائض میں پتا کی طرح دافع رنج و محن۔ کھانے کھلانے کے وقت ماں سے زیادہ مہمان نواز امور مشورت میں مشیرانِ صداقت شعار سے سرافراز۔ خود مرتی ہو۔ جان سے گزرتی ہو۔ مگر اُف نہ کرے۔ اپنی راحت پر تف نہ کرے۔ عورت نہیں تو مرد کا اعتبار نہیں۔ اعتبار نہیں تو مرد صاحب اقتدار نہیں

عورت سے مرد کو ذائقہ حیات ہے۔ عورت سے مرد کی بالا بات ہے۔ یہی نہیں
بلکہ مرد کے لئے درجہ نجات وسبب فخر ومناجات ہے۔ جو استریاں پتی برت
دھرم پالتی ہیں۔ وہ پاپی سے پاپی خاوند کو نرک تک سے نکالتی ہیں عورت
عورت ہی سے مردوں کا ظہور ہے۔ قدرت کو عورت کی عزت منظور ہے۔
بچہ خاک دھول میں بھرا ہو زمین پر لوٹ رہا ہو تو مرد اٹھا کر کلیجے سے لگا لیتے
ہیں۔ انسانوں کا فرض کیا وحش وطیر تک اولاد پر تن من قربان کرتے ہیں افسوس
کہ آپ برہم گیانی ہو کر اپنے کلیجے کے ٹکڑے آنکھوں کے تارے کی صورت
سے چڑھتے ہیں۔ دیکھنے تک کے روادار نہیں۔ دوسرا ہوتا تو دوڑ کر گود میں اُٹھا
لیتا چھاتی سے لگا لیتا۔ آپکو ذرا بھی خون کی الفت نہیں دل میں نام کو محبت نہیں
واجب تو یہ ہے کہ پیوند جگر کو گلے سے لگائیے۔ راحت جان پر قربان جائیے
میں نے کتنے دنوں آپ کی اس امانت کو کلیجے کے اندر رکھا۔ جب بھگوت
نے چاند سی صورت دکھائی۔ تو آنکھوں میں اجالا۔ حسن وجمال کے سانچے میں
ڈھلا۔ جس وقت یہ زمین پر گرا تھا دل ہجوم عشرت میں گھرا تھا۔ آکاش نے
خوشخبری سنائی۔ ملہم غیبی کی یہ آواز آئی کہ ؎

گلوں کو فصل گل میں گلشن آرائی مبارک ہو
بہار آئی بہار آئی بہار آئی مبارک ہو

اے تپوبن میں بھگوت کے چرنوں میں دھیان لگانے والے اے جپ
تپ سے اپنی زندگی کا سکہ بٹھانے والے۔ مبارک مبارک
آج تمہارے آشرم کے بھاگ کھل گئے۔ بن کے کانٹے تک پھولوں میں
تل گئے۔ جو گل آج کھلا ہے۔ وہ سمجھو کہ تمہاری ریاضت عبادت
کا صلہ ہے۔ یہ لڑکا معمولی نہیں کوئی گاجر مولی نہیں۔ بڑا ہونہار ہے
اس کا بخت بیدار ہے۔ پردہ دنیا پر حکمرانی کرے گا۔ روئے
زمین پر جہانبانی کرے گا۔ دھرم کرم میں فائق بزرگوں
سے بھی لائق ہوگا۔ جب قدم زینت سریر ہونگے تو
اشومیدھ جگ نوشتہ تقدیر ہوں گے۔

راجہ صاحب! آپ کا کس طرف خیال ہے۔ بغلیں جھانکنے کا کیا محل ہے
یہ آپ کا جان وجگر ہے خون کا اصلی جوہر ہے پہلے اکیلے آپ تھے۔ اب
بیٹے کے باپ ہوئے۔ بیٹا آتما ہوتا ہے۔ آئینہ ہو رُونما ہوتا ہے
آپ کو بیٹے کی تعریف افق کی زبان سے سناتی ہوں۔ اس کی تصویر
نظم میں کھینچ کر دکھاتی ہوں *

فرزند کی تعریف

فرزند راحتِ جگر والدین ہے ۔ آرام ہے قرار ہے تسکین ہے چین ہے
زیبائش اپنے گھر کی ہے زینت ہے زین ہے ۔ نورِ نگاہ نور بصر نور عین ہے
پتلی کہ خال دیدہ روشن کہوں اُسے
سرمہ کہوں کہ آنکھ کا انجن کہوں اسے
عینک پدر کی آنکھ کا تارا ہے نورِ عین ۔ گودی کا لال جان سے پیارا ہے نورِ عین
ہر پیر کو عصا کا سہارا ہے نورِ عین ۔ آئینہ حیات کا پارا ہے نورِ عین
خود و زرہ چلتہ و بکتر ہے رزم میں۔
گھر میں چراغ۔ گو میں دل شمع بزم میں۔
نورِ نگاہ پنجۂ مژگان کی ہے چھڑی ۔ پتلی اسی عصا کی سہارے سے ہے کھڑی
تصویر اسی کی دیدۂ مردم میں ہے جڑی ۔ ڈورا اسی سے آنکھ کا موتی کی ہے لڑی
ممتاز یہ عصا ہے عصائے کلیم سے
قدر اس نگیں کی بڑھ کے ہے دُرِّ یتیم سے
جب شکل دیکھ لی تو کلیجہ پھڑک اُٹھا ۔ آنکھوں سے پردۂ پلک مردمک اُٹھا
فوراً بلائیں لینے کو دستِ پلک اُٹھا ۔ مرغِ نظر زبان مژہ سے چھلک اُٹھا
یادش بخیر راحتِ جانم خوش آمدی
کردی شگفتہ دل بمن دہم خوش آمدی
بیٹا ہوا جوان تو یہ قولِ پیر ہے ۔ گرنے کا غم نہیں کہ عصا دستگیر ہے
شمر کانہ دندغہ نہ غم نہ دار و گیر ہے ۔ دشمن کو خود کماں ہیں تو فرزند تیر ہے

ہے ساتھ اگر پسر تو پدر پیل مست ہے
ہاتھ اس کا ہاتھ میں ہے تو خنجر بدست ہے

فرزند سے بلند ہے خاندان کا نام   اجداد کا نشان ہے باپ ماں کا نام
تعویذ جاں خلق ہے آرام جاں کا نام   گر یہ نہیں نشاں کہاں کا کہاں کا نام

توقیر سنگِ خاک نہ ہو لعل اگر نہ ہو
یہ لال اگر نہ پائے تو قدر بشر نہ ہو

وہ نخلِ باغ کیا ہے کہ جسمیں ثمر نہیں   کس کام کا صدف ہے کہ جس میں گہر نہیں
ہالہ وہ کیا ہے جسمیں فروغِ قمر نہیں   وہ پھول رہ کے خار سے ہے جسمیں زر نہیں

روشن ہے گھر مکان میں جو گھر کا چراغ ہے
جس میں نہ بو ہو گل وہ نہیں بلکہ داغ ہے

آئینہ مثلِ سنگ ہے سیماب اگر نہیں   تاریک رات ہے جو فروغِ قمر نہیں
اندھا کنواں ہے جس میں ذرا آب تر نہیں   پھوٹی ہے آنکھ جسمیں ضیائے بصر نہیں

گھر کیا نہ جس میں نورِ نظر کا چراغ ہو
ہے مرغزار پھول سے خالی جو باغ ہو

بیقدر اسکے آگے بدخشاں کا لال ہے   ہیچ اسکے سامنے چمنستاں کا لال ہے
پتھر کا وہ ہے لال یہ انساں کا لال ہے   وہ آشیاں کا لال ہے یہ ماں کا لال ہے

یہ گھر کی آبرو ہے یہ عزت ہے کان کی
وہ باغ کی بہار یہ راحت ہے کان کی

ہے نیلم سیاہی دل صدقہ پسر   نقدِ حیات دولت جاں سکۂ جگر
فیروزہ و زمرد و الماس و سیم زر   گنجِ عقیق کانِ طلا معدنِ گہر

بیٹا جو پاس ہے تو ہر اک مال پاس ہے
لعلوں کا رنج کیوں ہو کہ یہ لال پاس ہے

گھر کا چراغ اور ہے شب کا چراغ اور   یہ تو نہال اور ہے شمشاد باغ اور
یہ لال اور ہے گر شب چراغ اور   داغ اس کا اور ہے گردش کا داغ اور

دیکھی نہ ایسے لال کی تمثال رنگ میں

جنگل ہیں بوستان ہیں بدخشاں ہیں سنگ ہیں

یہ خون وہ ہے جو زندگیٔ والدین ہے — تشبیہ جسکو آنکھ سے ہے یہ وہ عین ہے
روشن ہے جس کے نام یہ وہ نور عین ہے — کہتے ہیں جسکو راحتِ جاں یہ وہ چین ہے

یہ گل اُفق بڑھائے مکانوں کو باغ سے
روشن ہو ایک گھر ہے گھر کے چراغ سے

پران پتی پرتھی! اُف اوہ اتنی جلدی بھول گئے۔ یہاں آتے ہی بازو نعمت پر پھول گئے۔ وہ دن یاد ہے کہ آپ شکار کھیلتے کھیلتے میرے گھر گئے مجھکو دیکھ کر آپے سے گزر گئے۔ ملاقات ہوئی تو اور ہی بات ہوئی میں نے خاطر داری کی۔ فرمانبرداری کی۔ آپ نے ہاتھ پر ہاتھ مارے زبان ہارے۔ اب جان پہچان ہی نہیں۔ بات سُننے کے لئے گویا کان ہی نہیں ہیں۔ بسوامتر کی بیٹی اور اس منیکا کے آنکھ کی پُتلی ہوں۔ جو چھ اپسراؤں میں ایک اور سب کی سرتاج ہے۔ واہ رے میرے نصیب کہ بچپن میں ماں نے بن میں چھوڑ کر ممتا کی آنچ بھلا دی آپ گوہرِ عصمت کو سلکِ محبت میں پرو کر کیچڑ میں پھینکتے ہیں۔ خیر میں تو آخر حرم میں جا کر آپ کا نام جپتی رہوں گی۔ لیکن مجھ سے اور کوڑھ نہ سمیٹا جائے گا۔ لیجئے یہ اپنا فرزند۔ یہ اپنا جگر بند

سپردم بتو مایۂ خویش را

نہیں نہیں مایۂ خویش نہیں بلکہ آپ کی امانت۔

راجہ دُشینت۔ بسوامتر کی رشی کماری۔ منیکا کی دلاری یوں غیرت سے ہاتھ دھو کر بیسواؤں کی طرح میرے سامنے آئے۔ مجھے چکمے سے ڈب میں لائے جاؤ بسوامتر کا نام بدنام نہ کرو۔ منیکا کے نام پر دھبہ نہ لگاؤ۔ میں ایسے فقروں میں آنے والا نہیں۔ ایسے فقرہ باز میری جیب میں پڑے رہتے ہیں بس ہوا کھاؤ یہاں سے تشریف کا ٹوکرا لے جاؤ۔ جہاں جی چاہے رہو۔ جہاں مرضی ہو وہاں بسو۔ مجھ سے غرض۔ مجھ سے واسطہ؟

شکنتلا۔ فراست نہ بڑھ چلئے۔ زبان کو روکے رہئے۔ آپ نے کیا کوئی ایسا ویسا سمجھا ہے۔ میں آپ سے ہزار درجہ اچھی ہوں۔ آپ سے گھٹ نہیں۔ آپ

یہی نہ کہ پرتھی کے راجہ ہیں زمین کے مالک ہیں بس میں وہ ہوں کہ جس
لوک میں چاہوں جاؤں جہاں مرضی ہو رہوں - نہ مہیندر روک سکتے
ہیں نہ جم کو بیر ہوں یا برُن - سب سر آنکھوں پر جگہ دیں - گستاخی معاف
بدصورت آدمی کے سامنے جب تک آئینہ نہیں ہوتا - وہ سمجھتا ہے
کہ مجھ سے بڑھ کر حسین دنیا کے پردے پر نہیں - مگر جب آئینے پر نظر پڑی
تو ساری قلعی کھل گئی - نشۂ حسن کرکرا ہو گیا - صاحبِ حسن اپنی صورت پر
اِترا کر کسی کو بھلا بُرا نہیں کہتے - دنیا میں جو بدزبان ہے جسے بات کرنے
کی تمیز نہیں - اس سے بڑھکر میں کسی کو بُرا نہیں سمجھتی - جو کم فہم ہے - اُس
سے نیک و بد کا امتیاز نہیں ہوتا - بُری بات ہی کی طرف راغب ہوتا ہے -
دیکھ نہ لیجئے کہ سؤر ہمہ نعمت چھوڑ کر جب ہو گا - غلاظت پر ہی منہ ماریگا
عقلمند اور فراست پسند بری باتوں سے بھی اچھی باتوں کو
اسی طرح چن لیتے ہیں - جس طرح ہنس پانی سے دودھ کو
نکال لیتا ہے ؂

بدلگام لوگ کسی کو سخت و سست کہکر اِتنا خوش ہوتے ہیں -
جتنا سادھو لوگ کوئی خلاف حرف زبان سے نکل جانے پر رنج محسوس
کرتے ہیں - دنیا میں اس سے زیادہ تھکائی کی بات کیا ہے کہ خراب
شخص نیک آدمی کو خراب کہے - غصہ ور اور بدطینت آدمیوں سے
لامذہب اور کفر پسند لوگ تک پناہ مانگتے ہیں - ایماندار اور حق پرستوں
کا فکر ہی کیا - جو لوگ اپنے فخرِ خاندان بیٹے کو ترک کرتے ہیں - اُن کے ہاں
لکشمی رہ نہیں سکتی - سارے دیوتا اس کی جڑ کاٹے بغیر
نہیں رہتے - ایک دن ساری لُٹیا ڈوب جاتی ہے -
فرزند سے بقائے نسل ہوتی ہے - اسے حیاتِ جاوداں
کہتے ہیں - ایسے فرزند کو تلانجلی دینا سراسر خلاف بلکہ
خونِ انصاف ہے - پران پتی آپ بے اولاد ہیں -
کوئی نورِ نظر ضوئے بصر - چراغ خاندان راحتِ جاں نہیں - جو

بے اولاد ہے۔ وہ ہمیشہ ناشاد ہے۔ اس کی کبھی نجات نہیں عیش و عشرت کی کوئی بات نہیں۔ محل کی زینت فرزند سے ہے۔ تاج و نگین کی عزت جگربند سے ہے۔ دیکھئے کہنے والوں نے کہا ہے ؎

گھر قبر سے بدتر ہے جو فرزند نہیں ہے

یہ وہ ہے عصا پیر جواں رہتا ہے جس سے ۔ یہ وہ ہے نگیں نام و نشاں رہتا ہے جس سے

وہ شمع ہے پُر نور مکاں رہتا ہے جس سے ۔ وہ دُر ہے قوی رشتۂ جاں رہتا ہے جس سے

کھوتے نہیں یہ مال زر و مال کے بدلے

موتی بھی لٹا دیتے ہیں اس لال کے بدلے

سمجھ لیجئے کہ کوئی ہفت اقلیم کا تاجدار ہے۔ تو اس میں اندر کی پریوں کا اکھاڑہ جمع ہے۔ لاؤ لشکر کی انتہا نہیں۔ لیکن اُس گھر کا چراغ بڑھاپے کا لاٹھا نہ ہو۔ تو سب مٹی۔ زندگی کا کچھ لطف نہیں۔ میرے پتا جی کنو رشی فرماتے تھے۔ کہ سرودمن صاحب دیہیم ہوگا۔ فرمانروائے ہفت اقلیم ہوگا۔ ان کی بات چھوٹی نہیں۔ انہوں نے جو کہا ہے وہ برہما کے اکشر کے برابر ہے۔ یاد رکھیئے۔ کہ آپ کے بعد یہی چار دانگِ عالم میں حکمرانی کرے گا۔ پردۂ دنیا پر جہانبانی کرے گا۔ حیرت ہے کہ آپ ایسا دھرماتما یوں آنکھوں پر دیوار اٹھائے۔ سفید کو سیاہ بتائے۔ میرا ضمیر خالص شاہد صداقت ہے۔ مجھ میں یہ بھی طاقت ہے۔ کہ ابھی کلیجے کے ٹکڑے کو کلیجے سے لگائے مہیندر پربت پر چلی جاؤں۔ اور منیکا ماتا کو ساری رام کہانی سناؤں مگر خیال ہے۔ کہ لاکھ آپ میری ہتک کرتے میری راستی پر شک کرتے ہیں مگر پھر بھی پت پرمیشور ہیں اور میں آپ کی داسی ڈرتی ہوں کہ آپ کو ہاتھ ملنا اور پچھتانا پڑیگا۔ تو مجھے دُکھ ہوگا۔ میں ہر حالت میں استری دھرم کو نبا ہوں گی۔ کبھی آپ کا بُرا نہ چاہوں گی۔ اس سے بار بار اصرار سے مطلب دلی کا اظہار ہے۔ کہ سو کنوئیں سے ایک باؤلی افضل۔ سو باولیوں سے ایک یگیہ اعلیٰ سو یگیوں سے ایک فرزند بہتر اور سو فرزندوں پر ایک راستی کا شرف۔ اگر ترازو میں سو اسمیدھ یگیہ کے مقابل ایک ستیہ

تولا جائے۔ تو ستیہ ہی کا پلہ جُھکا ملیگا۔ سداستی وہ ہے کہ جس کے مقابلہ میں نہ وید خوانی کی کچھ بساط ہے۔ نہ تیرتھوں کے اشنان کی۔ اگر ایسے ستیہ کو آپ طاق پر بٹھاتے ہیں۔ میری صداقت پر اعتماد نہیں۔ تو بہت اچھا رخصت میں بھی نہیں چاہتی کہ جسے راستی سے لگاؤ ہی نہیں اس کے ساتھ رہوں میں تو چلتی ہوں۔ میرے یہ الفاظ یاد رکھیئے۔ کہ آپ کے بعد یہی آپ کا لختِ جگر زینت آرائے اورنگ جہانبانی اور فخر افزائے اعزاز خاندانی ہوگا۔ یہ کہہ کر شکنتلا نے قدم اٹھایا ہی تھا۔ کہ فوراً آکاش سے آواز آئی ؎

شکنتلا جلدی نہ کر۔ ذرا ٹھہر"

اے راجہ دُشنیت کدھر خیال ہے۔ سروومن تیری آنکھ کا تارا جان سے پیارا ہے۔ ماں کا فرض صرف اتنا ہی ہے۔ کہ بیٹے کو اپنے بطن میں امانت رکھے پرورش پرداخت کو ماں سے کچھ واسطہ نہیں یہ باپ کا فرض ہے۔ اس لئے تو سروومن کو لے اور شکنتلا کی قدرو منزلت کر یہ تیری رانی ہے۔ پتی برت میں لاثانی ہے۔ شکنتلا کا کہنا ٹھیک ہے پتھر کی لیک ہے۔ جو بدقسمت ہیں۔ وہ بیٹے کو چھوڑتے ہیں۔ اس کی محبت سے منہ موڑتے ہیں۔ تیرا یہ چراغ خاندان کا نام روشن کریگا۔ روئے زمین پر حکومت ہوگی۔ پرتھوی کو اس کے نام سے شہرت ہوگی ؎

جونہیں یہ آوازِ آسمانی آکاش بانی گوش زد ہوئی راجہ اور اہل دربار کا رنگ بدل گیا سب کے دانت نکل آئے۔ باچھیں کھل گئیں۔ راجہ نے اپنے پروہت اور وزیر سلطنت سے کہا؛ کیوں کچھ سُنا۔ یہ آواز غیب کا کیا منشاء ہے۔ گو میں جانتا تھا۔ کہ سروومن میرا فرزند ہے اور شکنتلا میری دلبند مگر اہل زمانہ کی طعنہ زنی کے لحاظ سے کانوں پر ہاتھ رکھتا تھا۔ اب الہام غیبی نے جو بات تھی۔ بتادی۔ گتھی سلجھادی پس اب میں کلیجے کے ٹکڑے کو سینے سے لگاتا ہوں ؎

یہ کہکر راجہ نے سردمن کو گود میں بٹھایا اور گلے سے لگا لیا۔ شکنتلا سے بولا معاف کرنا۔ چونکہ ہماری تمہاری ملاقات خفیہ تھی۔ لوگ واقفِ اسرار نہ تھے۔ لہذا میں نے اپنے جیسے گائے۔ فقرے بنائے۔ جو تم نے مجھے جوشِ غضب میں کہا وہ میں نے اَن سنی کئے دیتا ہوں۔ تم بھی میری باتوں کو دل سے دھو ڈالو۔ القصہ دونوں میں صفائی ہو گئی۔ شکنتلا سے رنواس کی زینت بڑھی۔ سولھوں سنگار کے سارے سامان ڈھیر ہو گئے لونڈی باندیوں کا میلہ لگ گیا۔ جو شکنتلا ایک دن جنگل میں پھل پھول توڑتی پھرتی تھی۔ وہ مہاراجہ دشنیت کی مہارانی ہوئی۔ سردمن کا نام بھرت رکھا گیا۔ آخر راج تلک ہوا۔ اور رنگ حکومت کی تقدیر چمکی۔ فرمانروایانِ عالم تابع فرمان ہوئے۔ روئے زمین پر حکومت کا سکہ بیٹھا راجہ بھرت نے بڑے بڑے عظیم الشان جگیہ کرکے اندر کی بھی آنکھیں نیچی کیں۔ صرف کنورشی کو اتنی دولت دی جس کا شمار دس سنکھ تھا یہی رشی ہر امر میں مشیر کار تھے۔ راجہ بھرت کے زمانے میں پرتھوی کا نام بھرت کھنڈ یا بھارت ورش ہوا۔ اور ان کی نسل ان کی نیکنامی کے طفیل بھارت بنسی کہلائی ؛

ادھیاے ۲۵

تسودری اور پاراشر جی کا اتفاق ملاقات ودے پائن عرف بیاس جی کی پیدائش کے حالات

راجہ بھرت کی پیدائش اور کارہائے نمایاں کا تذکرہ سن کر راجہ جنمجے بہت ہی خوش ہوئے۔ اور بیشم پائن سے درخواست کی کہ :-

مہاراج! سری ویاس جی کی پیدائش کے حالات بھی بیان فرما کر ممنون تو جہات فرمائیں۔ مجھے سُننے کا نہایت اشتیاق ہے۔

بشمپاین۔ سُنئے راجہ جنمیجے۔ پروبنس یعنی چندربنسی راجاؤں میں ایک راجہ بسو گزرا ہے۔ جن کے دھرم کرم کی دنیا میں دھوم تھی۔ بس حد ہے۔ کہ راجہ اندر نے اپنا فلک سیر بوان نذر کیا۔ جس پر راجہ ممدوح گندھرب اور اپسراؤں کے ساتھ محوِ سیر رہتا تھا۔ چنانچہ اِس لحاظ سے عوام الناس اوپر چر کے خطاب سے مخاطب کرتے تھے۔ اس کے تخم ثمر جوانی سے دو گلبن باغ زندگانی لطن ماہی سے زینت آرائے گلشن دار فانی ہوئے۔ ایک دُختر ایک فرزند۔ فرزند کو راجہ نے نگاہ میں رکھا اور دختر کو ملاح کے حوالے کیا۔ اِس کے جسم سے مچھلی کی تو بو آرہی تھی۔ مگر آفتاب حُسن خط نصف النہار پر چمکتا تھا۔ اور سب اُسے متسودری کہتے تھے۔ ملاح نے اُسے یہ خدمت سپرد کی تھی۔ کہ جو کوئی نیک پاک سیدھا سادہ رشی منی جتی بیراگی آئے اِس کو اس کشتی پر سوار کر کے اِس کنارے سے اُس کنارے پہنچا دیا کرے۔ چنانچہ اسی شغل میں بارہ برس کا سِن و سال ہوا۔ تو بدرِ حُسن اور بھی با کمال ہوا۔ کسی روز پاراشر جی جمنا کے گھاٹ پر وارد ہوئے۔ پار جانے کی خواہش ظاہر کی۔ ملاح نے متسودری کو کہا جا پہنچا آ۔

پاراشر جی کے سوار ہوتے ہی کشتی روانہ ہوئی۔ متسودری کو دیکھا تو پاراشر جی کے مُنہ میں پانی بھر آیا۔ دریائے عشق میں غوطہ کھانے لگے۔ کشتی صبر منجدھار میں ڈگمگائی۔ جب تابِ ضبط نہ رہی متسودری سے بولے۔

دل اختیار سے باہر ہے۔ صبر و شکیب جواب دے گئے۔ اب ضبط کا یارا نہیں تیرے حُسن دلفریب نے بے قابو کر دیا۔

متسودری۔ یہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ میں ذرا سی چھوکری ایسی باتیں کیا جانوں اِدھر اُدھر کے گھاٹوں پر آدمیوں کا میلہ ہے۔ اُسی پر دن

کا وقت آپ کو خیال کیا ہے؟

پاراشر۔ تو فقط "بہت اچھا جو مرضی" کہہ دے باقی میں حسب انتظام کرلونگا۔
مجال کیا جو کوئی دیکھ بھی سکے ٭

ستسوورتی۔ مانا کہ اس وقت اونٹ کی چوری نہوڑے نہوڑے ہوگئی
کلہیا میں گڑ پھوٹ گیا۔ مگر پاؤں بھاری ہوگیا۔ تب کیا ہوگا۔ اس وقت
کسی کے سامنے کیسے آنکھیں ہونگی۔ جو ہوگا تھوکیگا۔ ہنسیگا ٭

پاراشرجی۔ اس بات کا بھی اطمینان رکھ۔ پیٹ رہ بھی جائے تو تیرے
علاوہ اور کسی کو خواب میں بھی علم نہ ہوگا۔ میں ذمہ وار ہوں ٭

ستسوورتی۔ بھلا سنئے تو کہاں آپ رشی مہاراج ساکشات دیوتا
کہاں میں ایک ملاح کی چھوکری۔ اس پر تمام بدن میں مچھلی کی بسانہند۔
سب لوگ تو مجھ سے گھناتے ہیں دور بھاگتے ہیں کہ ناک نہ سڑ جائے
دماغ نہ بگڑ جائے۔ آپ کو یہ کیا ہوا سمائی ہے ٭

پاراشرجی۔ مجھے سب بھید معلوم ہے تجھے نہ معلوم ہوگا کہ تو کس کی
لڑکی ہے۔ مگر یہاں رتی سے ریزہ تک علم ہے تو کچھ بسانہند وساہند کا
خیال نہ کر۔ میرے بدن سے چھوا اور بس عطر کی لپٹیں آنے لگیں صندل
کی خوشبو پھیل گئی۔ تو مطلق نہ گھبرا۔ غنچۂ عصمت بھی منہ بندھی کلی بنا
رہیگا۔ تاریکی بھی ہوجائیگی۔ خلاصہ یہ کہ کسی بات کے اندیشے کی
جگہ نہیں۔ سے بس کہہ دے کہ "سر تسلیم خم ہے" ٭

یہ کہہ کر رشی نے ادھر نظر اٹھائی زمین کو کہُر نے چھالیا وہ
گھمٹا ٹوپ تاریکی ہوئی کہ ساحل تو ساحل کشتی پر ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی
دیتا تھا۔ ستسوورتی نے رشی کا یہ کمال دیکھا تو کانپ اٹھی نازک
دل پر چوٹ سی چڑ گئی۔ تھرتھرائی ہوئی بولی:۔

رشی جی مہاراج روح لرز رہی ہے۔ آپ کا یہ تیج ادپر جانے والا
نہیں ضرور حمل رہے گا۔ اور پھر میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل
نہ رہونگی ٭

پاراشر جی۔ یقین رکھ کہ حمل ہو گا تو صرف تو ہی جانیگی اور کسی کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہوگی۔ یہ بھی سمجھ کہ اگر مجھ سے حمل رہا تو وہ لڑکا پیدا ہو گا۔ جس کا سا عالم و فاضل نہ پیدا ہوا نہ اب ہے نہ آئندہ ہو گا۔ علم و فضل اُس کی ذات پر ختم ہونگے؀

متسودری بالکل کم سن بارہ برس کی عمر تھی۔ رشی کے رعب میں آگئی۔ سراپ سے ڈری۔ آخر راضی برضا ہو گئی؀

پاراشر رشی بہت خوش ہوئے بردان دیا کہ آج سے بدن کی بد بو زائل ہو خوشبو ایک جوجن تک دماغوں کو معطر کرے اور جو فرزند پیدا ہو وہ صاحب فضل و کمال اور فخر کاملین ماضی و حال و استقبال ہو۔ یہ دعا دے کر رشی تو اس پار سے اُس پار اُتر گئے۔ متسودری کے روئیں روئیں سے عطر کی لپٹیں آنے لگیں رگ رگ نافہ مشک کا کام کر گئی۔ بس حد ہے کہ کہاں تو متسودری نام تھا۔ کہاں جوجن گندھا یعنی ایک جوجن تک خوشبو پھیلانے والی کا خطاب زبانزد خاص و عام ہو گیا؀

آخر بیاس جی کا ظہور ہوا۔ علمی دنیا میں عالم نور ہوا جو ہیں بیاس جی زمین پر گرے جنگل کی ہوا سمائی بن کی طرف قدم اُٹھا دیئے۔ متسودری نے کہا۔

”جگر بند جگر پیوند۔ بھلا ایک نظر تو دیکھ لیتے کہ کلیجے میں ٹھنڈک پڑ جاتی؀

ویاس جی۔ ماتا جی اس وقت مَیں نہیں رُک سکتا۔ سیدھا جنگل میں جانے دیجئے۔ تپ کے سوا مجھے پل مارنے کی فرصت نہیں ہاں جب کبھی آپ یاد کریں گی۔ مَیں بال باندھا فوراً حاضر ہونگا۔ جب کوئی ضرورت ہو بے تکلف دھیان کریجیگا۔ میں وہیں ہونگا۔ جو فکر ہو گا اُس کے رفع کرنے کا میں ذمہ دار۔ آپ بے فکر رہیں؀

ویاس جی نے یہ کہا اور جنگل کی طرف سیدھیاں بھریں۔ ویاس جی کا اصل نام دوے پائن تھا۔ یہ اس لئے کہ وہ جمنا جی کے ٹاپو میں پیدا ہوئے

سے آراستہ ہوئے تھے۔ جب اُنہوں نے ابنائے روزگار کے فوائد دینی و دُنیوی کو مدنظر رکھ کر ویدوں کی تعلیم عام کی ویدک تعلیم کو ضروری حصّوں میں منقسم کیا۔ اٹھارہ پران تصنیف فرمائیے۔ تب سے ویدویاس کے نام نامی سے شہرت پائی۔ ویاس جی وشن اوتار کے زمانے کے مشہور رشی ہیں۔ مہابھارت میں بھی حالات تاریخی کے سلسلے میں ویدوں کا لب لباب حوالۂ قلم اعجاز رقم کیا ہے۔

ادھیائے ۲۶

راجہ مہابھک اور گنگاجی کی باہمی محبت اور بھیشم پتامہ کی پیدائش کے تمہیدی حالات

لوم ہرشن جی راجہ دیوبرت کی پیدائش کا حال سناتے ہیں جن کو اہل زمانہ بھیشم پتامہ کے خطاب سے ملقب فرماتے ہیں۔
رشی جی کی رطب اللسانی ہے کہ راجہ اکشواک سورج بنس کے آفتاب تھے۔ ان کی نسل میں راجہ مہابھک ایساست باوی گزرا ہے کہ باید وشاید۔ رعایا کے مقابلے میں اولاد کی کچھ حقیقت نہ سمجھتا تھا۔ بندگان خلائق کے لئے جان تک چلی جائے تو باشد۔ اسمید جگوں کا تانتا لگا دیا۔ خیر وحسنات کا دریا بہا دیا۔ جب سُرگ کی راہ لی تو اندر اور دیوتاؤں نے ہاتھوں ہاتھ لیا خود آؤبھگت کی۔
یک روز برہم سبھا کا اجلاس ہوا۔ تمام دیوتا رونق افروز انجمن ہوئے دیوتاؤں کی استریاں بھی جلوہ فگن تھیں۔ جن میں گنگاجی کے حسن وجمال

کا نور مہابھک راجہ پر موہنی ڈال گیا۔ آج تک ایسا جمال جہاں افروز نظر سے نہ گزرا تھا۔ پس ٹکٹکی بندھ گئی نظر چہرے پر جمی تو وہیں کی ہو رہی۔ برہم سبھا کے رونق افروز بھانپ گئے تاڑنے والوں نے تاڑ لیا کہ یہ ٹکٹکی خالی از علت نہیں۔ برہما برافروختہ ہوئے اور کہا۔

ہیں یہ گستاخی۔ یہ سوے ادبی۔ نہ کسی کا پاس نہ لحاظ تم اِس مجمع پاک میں بیٹھنے کے لائق نہیں۔ بس سزا یہی ہے۔ کہ دُنیا میں جاؤ قالب خاکی میں عمر گذارو؛

راجہ مہابھک سخت نادم ہُوا شرمندگی سے گردن جھک گئی۔ آخر برہما کا قول صادق ہُوا۔ یعنی قالب خاکی پھر گلے پڑا مگر اگلے جنم میں کام نیک کئے تھے۔ اِس لئے برہماجی نے فرمایا تھا کہ راجہ پرتیپ کے یہاں ولادت ہوگی اور تاج عالمگیری زینت سر ہوگا؛

راجہ مہابھک بھی بڑا شکیل و جمیل تھا۔ گنگاجی اِس کی صورت پر فریفتہ ہوگئیں۔ راجہ پر برہماجی کا عتاب ہُوا۔ تو اُن کے دل پر چوٹ لگی کہ ہائے غریب میری بدولت مارا پڑا۔ اِس کے ساتھ رفاقت کرنا فرض ہے۔ اور اِس کی مطلب برآری کی کوشش لازمی۔ جب محفل برخواست ہوئی۔ گنگاجی بھی اپنے پتا برہماجی سے اجازت لے کر وہاں سے رخصت ہوئیں۔ راہ میں دیکھا تو آٹھ بسو منہ لٹکائے سر جھکائے بیٹھے ہوئے نظر آئے پوچھا۔

کیوں کیوں! خیریت تو ہے۔ چہرے پر فکر و تردّد کے آثار ہیں۔ کوئی وجہ؟

آٹھ بسو۔ کیا کہیں۔ بڑا قصور ہو گیا۔ بششٹ جی برہماجی کے فرزند ارجمند ہیں۔ وہ اپنے فرائض پرستش میں مشغول تھے۔ ہم نے کچھ خیال نہ کیا۔ آنکھیں بند کئے لانگتے چلے گئے۔ آخر نتیجہ بھگتنا پڑا بششٹ جی برانگیختہ ہوئے۔ جوش غضب میں فرمایا کہ

کیا اندھے بنکر آنکھوں پر پٹی باندھے گھومتے ہو۔ جیسے کچھ سجھائی

ہی نہیں دینا۔ اچھا پھر یہ بھی چکھو۔ دنیا کے جال میں پھنسو بشسٹ جی کا سراپ تو تیر بہدف ہے۔ نشانہ بچ نہیں سکتا۔ ہم راضی برضا ہیں۔ لیکن فکر اتنی ہے کہ دنیا میں پیدا ہوں تو کس کے بطن سے۔ اگر آپ منظور فرماویں۔ تو بطن اقدس میں جگہ پانے سے ہماری بیڑیاں بہت جلد کٹ جائیں گی ؛

گنگا جی۔ اچھا منظور مگر ہاں ایک بات ہے تم میں سے ایک کو ضرور دنیا میں قیام رکھنا پڑیگا۔ وجہ یہ کہ اگر میں نے سب کو نذر آب کر دیا تو مجھے اولاد پیدا کرنے سے کیا حاصل۔ اولاد پیدا کی اور نام دنیا میں نہ رہا تو فائدہ جس بسو کا نام دیو تھا۔ اُس نے سر قبول جھکا دیا۔ مگر یہ بھی کہا کہ رہنے کو تو دنیا میں رہونگا۔ لیکن ہستی کا جھنجھٹ نہ ہوسکیگا۔ نہ شادی بیاہ سے کاٹھ میں پاؤں دینا قبول ہے۔ زنجیر تعلق سے آزاد رہونگا بھگوان کی یاد کرونگا بس ؛

گنگا۔ خیر جو مرضی! پیارے دیو۔ دیکھ لینا میرے بطن سے پیدا ہونے کا کیا پھل ملتا ہے۔ سنو تو سہی تم ایسے صاحب اقبال صاحب جلال صاحب قدرت و صاحب طاقت ہوگے کہ کوئی بہادر طاقتور سے طاقتور کیا مجال کہ سامنا کر سکے۔ اور جب تک دنیا قائم ہے تب تک نام رہے ؛

ادھیاے ۲۷

گنگا جی کی راجہ پرتیت کے یہاں رونق افروزی راجہ شانتنو کا جوش عشق شرائط کے بعد شادی میمنت آبادی

چھتیسویں ادھیاے کے سلسلے سے لوم ہرشن رشی فرماتے

ہیں۔ کہ راجہ پرتیت نے برہماجی کی بددعا سے پھر قالب خاکی میں ظہور کیا۔ گنگاجی میں اشنان کرنے کی دھن رہتی تھی۔ چنانچہ کسی روز راجہ موصوف کو سری ہردوار میں اشنان کرنے کا اتفاق ہوا۔ یہ گنگا گھاٹ پر جا بیٹھے۔ اور گنگاجی کی موہنی مورت سوہنی صورت کے تصور میں محو ہوگئے۔ دفعتہً راجہ عالم محویت سے چونک پڑا۔ دیکھا تو ایک عجیب سوطھوں سنگار سے آراستہ اور ہر صفت عروسی سے پیراستہ زانو پر رونق افروز نظر آئی۔ دل پھڑک اُٹھا دل کی کلی کلی کھل گئی۔ دل بے قابو ہوگیا۔ مگر ضبط سے کام لے کر پوچھا۔ "پیاری تو کون ہے۔ اِس موہنی مورت پر قربان۔ سوہنی صورت پر نثار"

جواب۔ میں گنگا ہوں۔ جس کے دریائے حسن کی لہریں دیکھ کر دیوتاؤں کی کشتی قلب بھی گرداب عشق میں ڈگمگاتی ہے۔ دل کی لہر اور اپنی موج سے آئی ہوں کہ دریائے محبت میں ڈوبے ہوؤں کی ڈوبتی ہوئی ناؤ کنارے لگاؤں۔ اور پیاسے کی پیاس بجھاؤں

راجہ پرتیت۔ تم میری لڑکی کے برابر۔ آنکھ کی پتلی کے مد مقابل اِس پر لطف یہ کہ دائیں زانو کو جلوہ افروزی سے عزت بخشی جو بیٹی کے واسطے موزوں ہے نہ کہ اور کسی کے لئے جس سے اور تعلق ہو۔ اِس کی نشست کے لئے بایاں زانو ہے۔ نہ کہ دایاں۔ بس مجھے لازم ہے کہ تمہاری شادی اپنے فرزند سے کردوں جو اوصاف میں خائق اور سچ مچ تمہارے لائق ہے۔

راجہ مہابھگ جس کا ذکر ۲۶ ویں ادھیائے میں آچکا ہے۔ اور جس کا دلی تعلق گنگاجی سے ہو چکا تھا۔ راجہ پرتیت کے یہاں پیدا ہو چکا تھا راجہ نے اُس کو شانتو کے نام سے ملقب کیا۔ اور یہی وہ صاحب قسمت تھا جس کی آرزو پوری کرنا گنگاجی کو منظور خاطر تھی

دلوں کی دبی ہوئی محبت عرصے سے گلشنی کی آگ تھی۔ شانتو کی جونہی نظر پڑی وہ بے قابو ہو گیا۔ دبی ہوئی محبت ایک نیم نگاہی کی

اداہی کے ساتھ اُبھرائی وُہ فریفتہ ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ شادی کی گھڑیاں اور راتوں کو ستارے گننے لگے۔

لیجئے شادی کی مبارک گھڑی آگئی۔ سب ٹھاٹھ باٹ درست ہوگئے جس وقت گٹھ بندھن کا موقع ہوا۔ گنگاجی نے فرمایا۔

گڈیوں کا سابیاہ نہ کیجئے پہلے ذرا میری سُن لیجئے۔ ورنہ سب آڈمبر بیکار۔

شانتنو۔ نہیں نہیں! شوق سے میری پرن ظاہر کرو دل میں نہ رکھو۔

گنگاجی۔ اس شرط سے شادی کرونگی جو اولاد پیدا ہو اُس کو خواہ میں کچھ ہی کروں آپ کو بولنے یا ٹوکنے کا اختیار نہیں نیز جب تک آپ میری نگاہ میں پھلینگے کہنا کرینگے۔ تب تک میرا اور آپ کا تعلق۔ اگر کوئی امر میرے خلاف مزاج ظہور میں آیا۔ بس رشتہ شکست۔ رسم و راہ الفظ میں فوراً ہی تنکے کی طرح تعلق توڑ کر چلتی پھرتی نظر آؤنگی۔ مروت محبت کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔

شانتنو راجکمار پر حسن وجمال نے وُہ طلسم کیا تھا۔ کہ دل پر کسی طرح قابو ہی نہ تھا۔ فوراً سب باتیں منظور کیں اور قصہ کوتاہ شادی ہوگئی۔ سرگ کی برہم سبھا میں مہابھگ کے دل میں جوش محبت پیدا ہوا تھا۔ اُس کا یوں انجام بخیر ہوا۔ شانتنو اور گنگاجی دونوں ایسے محبت میں ڈوبے کہ گل و بلبل۔ کبک و قمر۔ سرو قمری۔ شہد و مگس۔ آب و ماہی کا جوش عشق مات کر دیا۔ دونوں ہر وقت ایک دوسرے کو آنکھوں کے سامنے رکھتے نظر سے اوٹ نہ ہونے

دیتے آوازہ محبت چار دانگ

عالم میں گونج رہا تھا

ادھیائے ۲۸

بھیشم پتامہ کی پیدائش راجہ شانتنو اور گنگاجی سے مفارقت

گنگاجی راجکمار شانتنو کے رنواس کی زینت تھیں آغوش محبت میں جگہ پائی تو آٹھ فرزند تولد ہوئے۔ سات لڑکے جو ہیں پیدا ہوئے گنگاجی نے ایک ایک کو گنگا جل میں ڈبو دیا۔ اور اُف نہ کی۔ شانتنو کا کلیجہ تڑپ جاتا تھا۔ کہ ہائے کلیجے کے ٹکڑوں کا یہ حال ماں کی ممتا کا یہ انوکھا رنگ مگر شرط کا خیال تھا قول وقسم کی پابندی تھی۔ اس لئے دل ہی دل میں کڑھ کر رہ جاتا تھا زبان سے ایک حرف نہ نکالتا تھا جب آٹھواں فرزند عالم شہود میں آیا۔ شانتنو سے نہ رہا گیا۔ بولا اب تحمل کی طاقت نہیں۔ ہر مرتبہ آنکھ کے تارے کو تمہارے ہاتھ سے ڈوبتے دیکھا نہیں جاتا۔ ناگن بھی اپنے بچے کو نہیں ڈستی سخت بے درد ہو۔ ڈائن بھی ایک گھر چھوڑ دیتی ہے۔ تم اپنے ٹکڑوں ہی کی جان کی پیاسی رہتی ہو۔ اب کے یہ لڑکا نہ ضائع ہونے دونگا۔ سات کو تم موت کے مُنہ میں جھونک چکیں میں نے دم نہ مارا سانس ڈکار نہ لی۔ جو کچھ گذاری اپنے دل پر۔ اب پرمیشور کی دین پر لات نہیں ماری جاتی۔ اولاد کے ہوتے لاولدی کا داغ گوارا نہیں۔ جو بے اولاد ہوتا ہے۔ اُس کو جیتے جی بھی نرک مرنے پر بھی نرک۔ تُم چاہے خفا ہو چاہے خوش اب کی مرتبہ تمہاری ایک نہ چلنے دونگا خبردار لڑکے کو پانی میں نہ بہانا *

گنگاجی بولیں کہ بس شرط پوری ہوگئی۔ آپ کو ٹوکنے یا بات ڈکنے کا مجاز نہ تھا۔ آپ سے زبان نہ دابی گئی۔ خیر۔ بانجیر شما بسلامت۔ یہ لیجئے اپنا بیٹا۔ ہنیں رخصت۔ میں اپنے فرض سے سبکدوش ہوئی۔ اب آپ جانیں اور آپ کا کام مجھے آپ سے کچھ سروکار نہیں۔ شانتنو نے یہ بات سُنی تو ہوش اُڑ گئے۔ حواس جاتے رہے۔ کیسیں باندھیں ہاتھ جوڑنے لگا۔ قدموں پر سر رکھ دیا۔ غرض جانبین کے برتاؤ پر یہ شعر حسب حال تھا ؎

اِدھر سے کیا نہیں منت نہیں کہ پیار نہیں
اُدھر سے ایک نہیں سو نہیں ہزار نہیں

راجہ کی خوشامد گرم توے کی بوند ہوگئی۔ عرض و معروض چکنے گھڑے پر کا پانی ہوگیا۔ گنگاجی کے جو دل میں سمائی پتھر کی لیک تھی۔ وہ قول سے نہ پھریں جو کہا تھا کر کے دکھا دیا نظر پھیری تو بس سورگ میں جا پہنچیں۔ لڑکا شانتنو کے پاس رہا۔ پہلے دیوبرت نام تھا پھر بھیشم ہوا۔ اور جب باپ کی رفاقت میں عمر بھر شادی نہ کی تو پتامہ کا خطاب ملا۔ برہماجی دنیا بھر کے پتامہ کہلاتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ بانی کائنات ہیں۔ بھیشم پتامہ فرائض سعادتمندی سے کنوارے رہے کوئی اولاد پیدا نہ کی۔ اس وجہ سے ان کو پتامہ کا خطاب ملا۔ ہندو جب بزرگوں کا شرادھ اور ترپن کرتے ہیں۔ تو بھیشم پتامہ کا نام بھی شریک کیا جاتا ہے اور حصہ دیا جاتا ہے ایک طرف برہما خالق مخلوقات ایک طرف بھیشم لاولد۔ ہر ہندو کا فرض ہے کہ دونو کو پتامہ سمجھ کر عزّت کرے۔

راجہ شانتنو کے جو آٹھ فرزند ہوئے وہ وہی آٹھ بسو تھے۔ جن کا ذکر پچھلے ادھیائے میں آچکا ہے۔ بسو یعنی لڑکوں کو تو حسب مرضی خاص گنگاجی نے نذر آب کیا۔ آٹھویں بسو کے لئے انہوں نے فرمادیا تھا۔ کہ دُنیا میں رہے۔ چنانچہ اس کا ظہور بھیشم پتامہ کے چولے میں ہوا جن کی شہرت تاریخی دُنیا میں بھی جاودانی ہے۔ جس وقت گنگاجی

رخصت ہوئیں اُنہوں نے فرمایا کہ :۔

راجہ شانتنو۔ جن کو تم اپنے فرزند سمجھتے ہو وہ آٹھ بسو تھے میں نے اُنہیں کی خاطر تمہاری آغوش تنگ کی پروا کی تھی۔ سات بسو سرگ میں اپنی راہ لگے گئے۔ آٹھواں بسو تم کو سونپے جاتی ہوں۔ اسے جان کی طرح رکھنا۔ یہ ایسا طاقتور ہوگا کہ زمانہ لوہا مانیگا۔ مجال کیا کہ کوئی آنکھ بھی اُٹھا سکے یہ وہ ہوگا۔ جو تمہارے نام کو تمہارے خاندان کے نام کو روشن کرے گا۔ اور زمانے میں اس کے کارہائے نمایاں یادگار ہی نہ ہونگے۔ بلکہ عوام الناس اپنے بزرگوں کا سرتاج سمجھینگے۔ ایک مرتبہ اس نے بارنی رشی کی گائے اُڑالی تھی۔ اس کی سزا یہ ملی کہ دُنیا میں رہنا پڑیگا۔ مگر عذاب و ثواب کچھ ہوں ہر حال میں اس کا سا مرد میدان بہادر۔ جری۔ شجاع نہ ہوُا ہے نہ ہوگا۔ ہر موقع پر فتح بستۂ فتراک رہیگی۔ اور اس کے آگے ہمیشہ ظفرمندی کا ڈنکا بجیگا۔ یہ فرماکر گنگاجی تو نو دو گیارہ ہوگئیں اور شانتنو کلیجہ مسوستا ہاتھ ملتا رہ گیا۔

ادھیائے ۲۹

ستسوودری اور راجہ شانتنو کی شادی

گنگاجی جب شانتنو کو داغ مفارقت دے گئیں۔ اور دیوبرت (المعروف بھیشم پتامہ) اپنے لخت جگر کو یادگار چھوڑ گئیں تو راجہ شانتنو پر جو گزرتی اُنہیں کا دل جانتا تھا نہ دن کو چین نہ رات کو آرام ہر وقت بے قراری۔ ہر لحظہ آہ و زاری۔ خواب و خور حرام۔ نہ صورت راحت نہ شکل آرام وزرائے سلطنت و اُمرائے حکومت نے بہت پاپڑ بیلے خوب کوشش کی تب بمشکل ذرا بچین دل بہلا۔ اور دل کی

تڑپ کلیجے کی ٹیس کم ہوئی؀
راجہ شانتنو اپنے خاندان کا فخر ہوئے عقل کلمہ پڑھتی تھی۔ راستگوئی گھٹی میں پڑی تھی۔ رعایا پروری میں نظیر نہ رکھتا تھا۔ اور آفتاب اقبال ایسی بلندی پر تھا کہ بدر کی نگاہ بھی کام نہ کرتی تھی۔ اوصاف بہمہ صفت موصوف تھے خصائل وفضائل مشہور و معروف تھے۔ حتےٰ کہ مہاراج ادھیراج یعنی شہنشاہ عالم پناہ کا خطاب حاصل کیا۔ سلاطین زمانہ آستان دولت پر سر جھکاتے اور اورنگ حکومت کے سامنے تاج جہانبانی اُتارتے تھے۔ ہستناپور بیت الحکومت تھا وہیں پایہ تخت سلطنت تھا۔ شجاع اقبال سے زمانہ منور۔ آفتاب جلال کے سامنے خورشید انور بمنزلۂ شرر تھا اتفاق کی بات ہے کہ کسی روز راجہ شانتنو سیر و شکار کی تفریح سے دل بہلاتے گنگا کے کنارے پہنچے۔ ایک تو پانی کمر تک تھا۔ سوچے کہ کشتی کی کیا ضرورت یوہیں اُس پار سے اُس پار ہو جائینگے۔ یہ خیال جمتے ہی گنگا جی میں اُتر گئے اور دوسرے ساحل کی طرف رُخ کر دیا۔ چلتے چلتے بیچوں بیچ میں پہنچے تو ایک لڑکا کھڑا ہوا نظر آیا۔ چہرہ مہرہ پرنور صورت بدر کامل کی تصویر۔ ہاتھ میں تیر ہے کمان ہے کچھ عجب آن بان کچھ نرالی ہی شان ہے پانی دیکھا تو تھما ہوا تھا۔ اور ہی رنگ جما ہوا تھا۔ اس حیرت خیز نظارے سے راجہ گرداب حیرت میں پھنسا تھا کہ یکایک گنگا جی نمودار اور نور افروز پر وہ انور ہوئیں؀
راجہ نے نہ دیوبرت کو پہچانا نہ گنگا جی کو وہ دونو کو دیکھ کر تصویر حیرت بن گیا اور مطلق خیال نہ گزرا کہ ایک دل کی مالک ہے۔ اور ایک کلیجے کا ٹکڑا آخر گنگا جی نے خود مخاطب کر کے فرمایا کہ:۔
راجہ صاحب یہ وہی آپ کا آٹھواں فرزند ہے جس کی وجہ سے آپ نے مجھ سے ترک تعلق کیا۔ یہ وہ آپ کا فخر خاندان ہے جس کے سامنے اندر جی نے بھی دھنش بان کو ہاتھ سے پھینک دیا۔ صاحب طاقت

ہی نہیں صاحبِ لیاقت ہی نہیں۔ عالمسان زمانہ میں فرد و یگانہ راج دھرم
میں یکتائے زمانہ ہوگا۔ برہسپت جی اور شکر جی سے تمام علوم پر عبور
حاصل کیا ہے۔ شستر بدیا پرسرام جی نے سکھا کر اُستادِ زمانہ بنا دیا
ہے۔ لیاقت و فراست دانائی میں آج اس کا نظیر و عدیل نہیں ہے۔ ہر علم و
فن ہر ہنر و کمال میں اس طرح کا کوئی فارغ التحصیل نہیں ہے۔
گنگا جی کی یہ باتیں سُنکر جیسے راجہ شانتنو کی آنکھیں کھل گئیں۔ گویا
سوتے سے جاگ اُٹھا۔ دیکھا تو ایک وہی گنگا جی ہیں۔ جن کے جوشِ
عشق میں اس کا دل گرفتار دامِ محبت رہا تھا۔ اور پھر جن کے ناوکِ فرقت
کی خلش سے اِس وقت بھی کلیجے کی تڑپ بدستور قائم تھی۔ دوسرا وہ
کلیجے کا ٹکڑا۔ جو سات آنکھ کے تاروں کے غروب ہو جانے پر اُس
نے آفتاب کی طرح ڈوبنے نہ دیا تھا۔ گنگا جی کو دیکھ کر اُن کا کلیجہ ہاتھوں
بڑھ گیا۔ دل کا آنند کیا تھا قابلِ بیان نہیں۔ خون کی محبت نے بے قابو
کر دیا دوڑ کر راست جان (دیوبرت) کو کلیجے سے لگا لیا اور مکان میں لے
گئے۔ دیوبرت بہمہ صفت موصوف تھے۔ لیاقت کلمہ پڑھتی تھی۔
راجہ نے ولیعہد اور نگینِ تاجِ سلطنت بنا لیا۔ امورِ ملکی میں آپ کی
مشورت تیر بہدف ہوئی۔ عظیم الشان سلطنت کا ایک معقول جزو
سایۂ دامنِ دولت میں گلزار ہوا۔ دیوبرت عاقلانِ زمانہ میں فائق کاملین
لیاقت میں سب سے لائق تھے۔ رحم و کرم میں لاجواب رعیت پروری
و عاجز نوازی میں انتخاب۔ طاقت و شجاعت میں آپ ہی اپنی نظیر
اور حد درجے کے شور بیر تھے۔ اوراقِ آئندہ میں اُن کے کار ہائے
نمایاں و اوصافِ شایاں بہت کچھ جلی قلم اور آبِ زر سے لکھے جانے
کے مستحق ہونگے۔ اس لئے یہاں صرف اسی بات پر بخلِ سخن و کوتہ قلمی
سے کام لیا جاتا ہے۔ کہ یہ اور اوصاف کے علاوہ سعادتمند بھی ایسے
تھے۔ کہ نہ کبھی ہوا نہ ہوگا۔ شہزادن ایسے سپوت سے بھی سبقت لے
گئے۔ بچے سے جوان ہوئے جوان سے بڈھے ہوئے مگر صرف باپ کی

خاطر بیاہ نہ کرنا ٹھانا نہ کیا۔ یہ کیا جیتے جی جانا ہی نہیں کہ عورت کیا چیز ہوتی ہے۔ عورت میں کیا مہر خاب کا پر ہے۔ قدرت نے عورت کو مرد کے لئے کیوں پیدا کیا۔ مردوں کو عورت کی کس لئے ضرورت ہوتی ہے۔ ایک طرف تو راج کے سکھ دوسری طرف بھگوت بھجن نہ گرہست آشرم میں بال بھر خلل نہ ایشور کی ارادھنا میں خیالات دنیوی کا دخل و عمل۔ ضدّین میں وہ کام کرتے تھے جو دوسرے سے ممکن نہ تھا۔ نفس امارہ کو زیر اور اندریوں پر دل کو سیر کر کے وہ تپ کیا ایسے ایسے برت کئے کہ دیوتاؤں کے جی چھوٹ گئے۔ مرتاضان عالم کے دھنو لوٹ گئے +

اتفاق کی بات۔ ایک روز راجہ شانتنو کو سیر و شکار کی ہوا سمائی تو سیدھے جمنا کے کنارے پہنچے وہاں عالم ہی اور تھا۔ وہ خوشبو پھیلی ہوئی۔ وہ مہک آ رہی تھی کہ دل پھڑک گیا۔ اُسی طرف سمندِ عزم کو ایڑ دی۔ جدھر طلبۂ عطار کی لپٹیں آ رہی تھیں۔ جب ٹھکانے پر پہنچے تو حیرت میں رہ گئے۔ کہ میں ایک نور کی تصویر میں نافۂ مشک عطر بیزی کیسی۔ راجہ کی جس پر نگاہ پڑی تھی وہی ستسودری تھی۔ جس کا ذکر اگلے صفحات میں آ چکا ہے۔ یہ جمنا کے کنارے پیرایۂ حسن سے آراستہ و پیراستہ کھڑی کشتی پر جمال کا دریا بہا رہی تھی۔ اور ملّاح جس نے پالا پوسا تھا۔ پرورش و پرداخت کی تھی چند قدم کے فاصلے پر موج کر رہا تھا۔ راجہ نے جو ہیں وہ مرقع حسن دیکھا دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ بے ساختہ طبیعت آ گئی۔ دِل بے قابو ہوا۔ ٹکٹکی بندھ گئی۔ بوئے عنبر بیز نے مشام جان معطر کرتے ہی جوش عشق کے لئے سونا اور سوگندھ کی کہاوت صادق کی۔ ملاح طرز نگاہ سے بھانپ گیا۔ قیافے سے تاڑ گیا کہ رنگت اور ہے۔ دونو ہاتھ جوڑے ہوئے سامنے آیا۔ قدموں پر سر جھکا دیا اور گزارش کی مہاراج۔ کیا آ گیا۔ کیا حکم۔ کیا ارشاد ہے +

راجہ شانتنو۔ کچھ نہیں صرف ایک ؎
ملّاح۔ آپ جان و مال کے مالک ہیں۔ حکم کے آگے سر کوئی چیز نہیں۔ جان تک قدموں پر تصدّق ؎
راجہ شانتنو۔ اگر ایسی ہی راج بھگتی ہے تو اس زہرۂ چرخ خوبی و مشتری بُرج محبوبی کو ہمیں سونپ دو۔ کلیان کا کلیان اور احسان کا احسان ؎
ملّاح۔ مہاراج کہاں آپ راجوں مہاراجوں کے سرتاج۔ کہاں میں ملّاح غریب و محتاج مگر یہ آپ کی عاجز نوازی تھی۔ کہ آپ نے میری چھوکری کو شاہنشاہی عظمت کی نظر سے دیکھا۔ ستسووری کے زہے نصیب۔ میرے اہو بھاگ مگر میں خدمت میں گستاخ نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی کہو نگا۔ کہ میں کملی کا پیوند پھول اور خار سے نسبت کیا معنے۔ کہاں ذرّہ کہاں خورشید کہاں ریزۂ خاک کہاں ناہید میں اس تعلق کو جائز نہیں سمجھتا۔ یوں آپ مالک ہیں۔ ہر چہ رضائے مولٰے از ہمہ اولٰے۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔ مگر نہیں۔ آپ کا سوال آپ کی شان کے خلاف ہے۔ راجہ شانتنو اس جواب پر خاموش ہو گئے۔ خاموش ہی نہیں ہوئے۔ بلکہ چپ چاپ گھر کو لمبے پڑے۔ لیکن محبت کی جو آگ دل میں بھڑک رہی تھی وہ دبانے سے نہ دبی بلکہ اور تیز ہوتی گئی۔ دن ہے یا رات صبح ہے یا شام کسی وقت ستسووری کی صورت نگاہ سے اوجھل نہیں ہوتی۔ آنکھ جھپکی اور وہ تصویر سامنے پلک کھلی اور مرقع جمال آنکھوں کے آگے عشق کی رنگت اور ہوتی ہے۔ محبت کے ڈھنگ ہی نرالے ہیں۔ راجہ نے لاکھ چھپایا مگر بھانپنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔

تاڑ جاتے ہیں تاڑنے والے

دیوبرت بھیشم پتامہ سمجھ گئے کہ ضرور کچھ دال میں کالا کالا ہے۔ یہ چہرے کی زردی۔ آنکھوں کی تری بے وجہ نہیں۔ راجہ

شانتنو سے کہا۔

کہ پتاجی آخر معاملہ کیا ہے۔ مجھ سے تو فرمائیں۔ میرے ہوتے آپ فکرمند ہوں۔ مجھے طاقت برداشت نہیں۔ میری موجودگی میں آپ کو تکلیف ہوئی تو زندگی پر زوف۔ حیات پر تین حرف ٭

راجہ شانتنو۔ لختِ جگر۔ نورِ نظر کیا کروں۔ ستیوتی پر طبیعت آگئی ہے۔ دل پر قابو نہیں۔ جب تک وُہ رنواس کی زینت نہ ہے تب تک چین نہیں۔ اسی کو نت میں جان گھُل رہی ہے اسی گہنی چوٹ سے دل بیقرار رہتا ہے ٭

دیوبرت۔ بس اتنی سی بات۔ واہ میں تو سمجھتا تھا۔ کہ ایشور نہ کرے کوئی مہم عظیم ہے کوئی دور از امکان بات ہے۔ لیجئے میں ابھی جاتا ہوں۔ اور سب ٹھیک ٹھاک کئے آتا ہوں۔ یہ کہکر دیوبرت جی اُٹھے چند مشیران با اخلاص و وزیران خاص کو ہمراہ لیا اور سیدھے ملاح کے پاس پہنچے۔ تو ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد ذکر چھیڑا کہ کھوٹ جی تمہارے بھاگ جاگ گئے۔ تمہاری دختر نیک اختر کا ستارہ بلند ہوگیا راجہ شانتنو کی اس پر نظر پڑی۔ بس تمہاری اقبالمندی اور اس کی سربلندی میں کیا شک ٭

ملاح۔ آپ کا فرمانا تو درست۔ مگر غور تو فرمائیے۔ کہاں راجہ بھوج کہاں گنگوا تیلی۔ راجہ شانتنو چکرورتی مہاراج ادھیراج۔ ستیوتی مچھر ذلیل کی بیٹی۔ ذرے کو آفتاب سے کیا نسبت۔ کہاں افلاک۔ کہاں خاک ٭

دیوبرت۔ ہم ایسے فقروں میں آنے والے نہیں یہ چِستے کسی اور کو سُناؤ۔ اگر سیدھی اُنگلیوں سے گھی نہ نکلیگا تو تم پر ہی مثل صادق ہوگی کہ

آنچہ دانا کند کند۔ نادان

لیک بعد از خرابی بسیار

ہم کو وُہ قوت حاصل ہے کہ تمہاری بساط ہی کیا۔ تم بال ہی کیا ہو۔ کوئی بڑا راجہ مہاراجہ بھی ہو تو اُس کی ایک پیش نہ جائے۔ ہم وہی کر کے

چھوڑیں جو ہماری مرضی ہو۔ خیریت اسی میں ہے کہ تسوودری کو ہمارے حوالے کرو نہیں تو ہم اپنا زور غرور ح کرکے دکھا دینگے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں۔ پل مارتے تسوودری راجہ شانتنو کے محل میں ہو گی۔ اور تم پر وہی کہاوت صادق ہو گی کہ

پانڈے دونو دین سے گئے نہ حلوا رہا نہ مانڈے

ملّاح۔ آپ مالک ہیں آپ کو سب کچھ اختیار ہے۔ مگر اَنّ داتا میں تو حکم سے باہر نہیں۔ جو فرمایئے سر آنکھوں پر۔ لیکن بیاہ شادی تو گھروندا نہیں کہ ابھی بنایا اور ابھی بگاڑ دیا۔ یہ نازک معاملات ہیں من مانی گھر جانی نہیں اگر حکم ہو تو کچھ عرض کروں؟

دیوبرت۔ نہیں نہیں جو کچھ کہنا ہو بے تکلف کہو میں ماننے کو تیار ہوں۔ بیوہار میں مروّت کیسی +

ملّاح۔ آپ کی مربیانہ نظر عنایت اور انصافانہ خیالات کا شکریہ مجھے صرف یہ عرض کرنا ہے۔ کہ تسوودری کے سرمایہ عصمت کا کوئی شاہی معاوضہ چاہیئے۔ پس اس کے لئے میری خواہش ہے کہ اس کے بطن سے جو فرزند ہو وہی سریر سلطنت پر قدم رکھے۔ اگر یہ منظور ہے۔ تو فوراً علے نور۔ ورنہ یہ ناچیز مجبور +

دیوبرت۔ بس اتنے ہی کے لئے یہ لیت و لعل یہ چنیں و چناں۔ ارے اس کا تو میں ذمہ دار ہوتا ہوں۔ یہ بات تو میرے ہاتھ کی ہے۔ جیتے جی اپنا بیاہ نہ کروں گا۔ بس چھٹی اسی پر فیصلہ رہا راج اس کی مجھے ہوس ہی نہیں۔ اس وقت بھی مجھے راج سے سروکار نہیں آئندہ بھی واسطہ نہ رہیگا۔ تمہاری بیٹی سے جو فرزند ہو وہی سلطنت کا مالک بس تو خوش ہوا ہے +

ملّاح۔ اگر آپ یہ شرط کرتے ہیں۔ اور قول ہارتے ہیں۔ تو لیجئے تسوودری موجود ہے۔ آپ خوشی سے ساتھ لے جایئے۔ مجھے کچھ عذر نہیں +

اس گفتگو کے ختم ہوتے ہی جوجن گندھا عرف ستسودری لانے غسل کیا۔ سولھویں سنگار نے قدرتی حسن و جمال کو اور بھی نور کے سانچے میں ڈھال دیا۔ ملبوس زرکار و زیور جواہر نگار سے ایک نور کی تصویر میں چاند ستارے پڑے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ ملاح بھی دل کا بادشاہ تھا۔ حیثیت سے بڑھکر جہیز دیا اور دیوبرت جوجن گندھا سے بولے آپ آج سے میری ماتا ہوئیں تشریف لے چلیئے ×

جوجن گندھا دیوبرت کے ساتھ ہوئیں۔ دونو کی مسافت گھنٹوں میں طے ہوئی جوہیں جوجن گندھا پر راجہ شانتنو کی نظر پڑی راجہ کے جسم میں گویا جان آ گئی۔ دیوبرت کے کارنامۂ سعادت سے ایسے خوش ہوئے کہ گلے سے لگا لیا۔ اور دعا دی کہ لخت جگر ہمیشہ شادکام رہو۔ جب تک مرضی نہ ہو موت کا وار نہ چلے۔ جس وقت تک چاہو زندگی قائم رہے۔ ملک الموت تمہاری نظر میں چلے۔ کوئی دکھ تمہیں نہ ستاوے ×

دیوبرت کو تو یہ دعا دے دی جو نقش مقدر ہو گئی۔ اور پھر اپنی رغبت دلی و محبت قلبی سے جوجن گندھا کے ساتھ شادی کرتے زندگی کا آنند اُٹھایا ×

ادھیاے ۳۰

ستسودری کے بطن سے چترانگد اور بچترببرج کا ظہور

اور بھیشم پتامہ کے سایۂ عاطفت میں دونو کی فرمانروائی

۹۹ویں ادھیاے میں جوجن گندھا عرف ستسودری، اور راجہ

شانتنو کی شادی کا ذکر آچکا ہے۔ اسی کے سلسلے سے بھیشم پاتن جی فرماتے ہیں۔ کہ جس متسوودری کا نام جوجن گندھا ہوا تھا وہ راجہ شانتنو کے رنواس میں رانی ستوتی کے نام نامی سے مشہور زمانہ ہوئی ادھر حسن صباحت ادھر بوے جسم کی مشک بیزی راجہ شانتنو سچے دل سے عاشق رہتا جان سے زیادہ پیار کرتا اور طرفین میں وہ محبت والفت تھی۔ کہ بس یک جان و دو قالب ہی معلوم ہوتے تھے۔

ایشور کی دین۔ ستوتی (عزت جوجن گندھا) کے البطن سے دو فرزند تولد ہوئے۔ ایک چترانگد۔ دوسرا بچتر بیرج۔ ان دونو کے دودھ کے دانت بھی نہ اکھڑے تھے۔ کہ راجہ شانتنو راہگرائے عالم جاودانی ہوا دیوبرت قول کا پابند۔ بات کا پورا تھا۔ اُس نے شرط وفا نباہی چترانگد کو تخت حکومت پر بٹھایا۔ اور خود عنان نظم و نسق اپنے ہاتھ میں لی قریب وجوار کے سرکش راجے اس شیر بیشہ شجاعت کے سامنے بھیڑ بکری بن گئے۔ جنہوں نے سر اُٹھایا مُنہ کی کھائی۔ چند ہی روز میں تمام راجگان عظیم الشان و فرمانروایان جہاں مطیع و فرمانبردار ہو گئے۔ کسی کی ایک پیش نہ گئی ہوتے ہوتے چترانگد جوان ہوا۔ جوانی دیوانی مشہور ہی ہوتی ہے۔ دولت و حکومت کے نشے نے اندھا کر دیا۔ عادات و خصائل بگڑ گئے۔ جب دیکھئے سیر یا شغل شکار میں نوشی سرور و خمار۔ اور تو اور دیوتاؤں کو بھی نظر حقارت سے دیکھتا۔ بزرگوں اور مہاتماؤں سے بھی نفرت کرتا۔

ایک دن شکار کی سوجھی تو مٹی کرکشیتر میں لے گئے۔ شکار کھیلتے کھیلتے گندھرب راج سے سامنا ہو گیا۔ مزاج عرش پر تھا۔ غرور کے مارے زمین پر پاؤں نہ ٹکتے تھے۔ آخر باہم چل پڑی دو طرفہ تیر و ترکش بندھ گئے۔ میدان کارزار گرم ہوا۔ آخر گندھرب راج کی فتح ہوئی۔ چترانگد کھیت رہا۔ اور اہل خاندان کو داغ فرقت دے کر غرور و خود رائی کا خمیازہ کھینچا۔

دیوبرت نے جب سُنا تو صدمہ ہوا مگر مجبور۔ آخر سوم ماتم سے فراغت حاصل کر کے بچتر بیرج کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور خود جان دل سے محافظ حکومت رہا۔

بچتر بیرج دانا و فہیم اور دُور اندیش و سلیم تھا۔ جو بھیشم پتامہ کہتے تھے۔ اِسی پر عمل کرتا۔ بغیر مرضی تنکا نہ ہلاتا۔ چنانچہ اُس کی حکومت چمکی اور سلطنت کا باغ ہرا بھرا ہوا۔

ادھیائے ۱۰۲

کاشی کی راجکماریوں کے ساتھ بچتر بیرج کی شادی اور وفات حسرت آیات

راجہ بچتر بیرج جب سن شعور کو پہنچا تو بھیشم پتامہ جی کو شادی کی فکر ہوئی۔ اتفاق سے اُنہیں دِنوں کاشی نریش کی تین مہ جمال و خورشید تمثال لڑکیوں کا سوئمبر تھا۔ بھیشم پتامہ سُن گن پاتے ہی تیر کی طرح وہاں پہنچے سوئمبر میں ہر طرف راجہ ہی راجہ نظر آتے تھے ایک سے ایک شور ہر ایک سے ایک صاحب تقدیر مگر بھیشم پتامہ پہنچے تو ہر ایک نے اُن کے لئے آنکھیں بچھادیں سر آنکھوں پر بٹھایا۔ بہت خاطر تواضع بڑی آؤ بھگت کی۔

جس وقت سوئمبر کی کارروائی کا آغاز ہوا۔ راجہ کاشی کی تینوں راجکماریاں جواہرات میں غرق زرق برق پوشاکیں پہنے رونق افروز ہوئیں اور راجہ ممدوح کی طرف سے سوئمبر کے اصول گوش گذار کئے گئے۔ تاکہ شرکاے محفل پابند رہیں۔

یہ سُنکر بھیشم پتامہ جی کرڑکے اور فرمایا کہ کاشی نریش ورونق افروز آن محفل! شادی کی آٹھ قسمیں ہیں۔ اور ہر ایک کے مختلف اصول ؛

آٹھ قسم کی شادیوں کی تشریح

(۱) برہم بواہ۔ افضل ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ دُختر کو لباس و زیور سے آراستہ و پیراستہ کرکے ہاتھ میں پانی لیکر کنیاں دان کردیا جائے ؛

(۲) آرش بواہ یہ افضل تو نہیں مگر متوسط درجے کا ہے۔ اس کا قاعدہ یہ ہے کہ دو گائیں لڑکی کے خاوند سے حاصل کرکے عقد کردے ؛

(۳) اُسر بواہ۔ یہ ناقص ہے۔ اس کا اصول یہ ہے۔ کہ دولت دے کر یا عزیز و اقارب کو طمع میں پھانس کر یا نقد و جنس کے عوض میں کسی کی لڑکی سے شادی کی جائے ؛

(۴) راکشس بواہ۔ بہت خراب ہے۔ اس کا اصل اصول یہ ہے کہ زبردستی اور جبر ظلم سے لڑکی کے بزرگان خاندان کو مجبور و معذور کرکے لڑکی کی خلافِ مرضی شادی کرلی جائے ؛

(۵) گندھرب بواہ۔ یعنی ادھر مرد عورت پر فریفتہ ہو اُدھر وہی عورت اُسی مرد پر شیفتہ اور وہ دونو رضامندی اور جوش محبت سے شادی کرلیں۔ یہ بواہ بھی افضل مانا گیا ہے ؛

(۶) دیو بواہ۔ یہ اعلےٰ درجے کا بواہ ہے۔ اسی کے اصول پر سوئمبر کی کارروائی ہوتی ہے۔ اس کا اصول یہ ہے کہ یگیہ کیا جائے۔ جس میں لڑکی آراستہ و پیراستہ ہو کر جس کو پسند کرے۔ اس کے ساتھ منسوب ہو ؛

(۷) پرجاپت بواہ۔ یہ بھی افضل ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ لائق و فائق لڑکا یا کوئی نوجوان تلاش کرکے حسب حیثیت جہیز دے کر کنیاں دان کیا جائے ؛

(۸) پشاچ بواہ۔ یہ حد درجہ کا ناقص اور داخل گناہ ہے اس کا

قاعدہ یہ ہے کہ کوئی لڑکی خواب غفلت میں سوتی یا کسی قسم کے نشے میں بیہوش و حواس باختہ ہو اس کو موقع پاکر اُڑا لے جانا اور ایسے عالم غفلت و بیہوشی میں اس کو زینت آغوش کرنا۔

بھیشم پتامہ کی غرض اور تھی جوش طاقت و زعم بہادری قابو میں نہ تھا۔ اُنہوں نے کہا کہ ان آٹھ قسم کی شادیوں میں گورا چھس بواہ ممنوع ہے۔ مگر نہیں راجاؤں اور ممالک کے فرمانرواؤں کے لئے ایسا بواہ ناجائز نہیں وجہ یہ کہ سومبر میں بہادری و شجاعت کا اظہار ضروری ہے۔ پس لازم ہے۔ کہ جس کو اپنے تیر و تفنگ تیغ و خدنگ پر ناز ہو۔ جو قوت آزمائی میں ممتاز ہو وہ بازی جیت سکتا ہے چنانچہ لیجئے میں تو اپنا دم داعیہ دکھاتا ہوں۔ جس کے منہ میں دانت ہوں۔ سامنے آئے یا میری مونچھیں نیچی کرے یا اپنی آنکھ۔ بہر حال لیجئے میں تو رخصت۔

یہ کہکر بھیشم پتامہ نے راجہ کاشی کی تینوں لڑکیوں کو سوار کر کے رتھ ہانکا تو یہ جا وہ جا۔ راجے پشیمانی کے ساتھ ہی سخت غضبناک ہوئے۔ غیرت نے عرق عرق کر دیا۔ خون کے گھونٹ پی کر دانت پیس پیس کر رہ گئے۔ اکیلے سب کا پتہ پانی ہوتا تھا تاب مقابلہ و مجادلہ نہ تھی۔ آخر سب نے گٹھوت کی سب یک دل ہو کر دوڑ پڑے اور بہادروں کے ٹڈی دل نے رتھ کو چھا لیا۔ بھیشم پتامہ چاروں طرف سے گھر گئے۔ اور ہر جانب سے تیروں کی بوچھاڑ ہونے لگی۔ بھیشم پتامہ کو دست قدرت حاصل تھا۔ نہ بہادران صف شکن کی پرواکی نہ تیروں کے مینہ سے دل اوچھا ہوا اُنہوں نے کمان کا چلہ چڑھا یا ترکش سے تیر نکال کر چٹکی کے وہ جوہر دکھائے کہ جدھر وار ہوا پرے کے پرے خالی صف کی صف میں سناٹا۔ ہوتے ہوتے میدان صاف ہو گیا۔ سب راجے دُم دبائے سر پر پاؤں رکھ نو دو گیارہ اور تین تیرہ ہوئے کسی کا دم نہ ٹکا۔ ساری ہیکڑی گرد شیخی کرکری

ہو گئی اور سچے دل سے بھیشم پتامہ کا لوہا مانا۔ شجاعت کو سراہنے لگے۔ بہادری کے قائل ہوئے۔ جب حملہ آوروں سے چھٹی پائی پالا ہاتھ رکھ لیا تو بھیشم جی فتح و نصرت کا ڈنکا بجاتے ظفر مندی کا پھریرا اُڑاتے تینوں راجکماریوں کو لئے ہوئے گھر کی طرف لپے پڑے کچھ دور ہی چلے تھے کہ راجہ شالو نے آکر رتھ گھیر لیا۔ یہ خبر سنتے ہی اور راجے بھی آپہنچے اور گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی ادھر بھیشم پتامہ تن تنہا یک تینی و دو گوش اُدھر فوج کثیر التعداد تیروں کا دونگڑا برس گیا۔ بھیشم پتامہ جس وقت گرماے شیر کی طرح گرجتے ہوئے دل میں گھسے تو ایک ایک تیر سے صفیں کی صفیں صاف۔ دسنے کے دستے ندارد۔ پہلی ہی جھپٹ میں نہ راجہ شالو کا رتھبان رہا نہ رتھ کے گھوڑے۔ فوج جان چھوڑ کر بھاگی راجہ کو بھیشم پتامہ نے چپر غٹو کیا۔ اب تو راجہ شالو کی آنکھیں کھلیں جان کے خوف سے قدم پکڑ لئے اور رو رو کر جان کی امان چاہی ؞

بھیشم جی کو ترس آگیا سمجھے کہ ؎

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

از خورداں خطا و از بزرگاں عطا

بس معافی دی جان بخشی کی اور کہا کہ بس ٹھنڈے ٹھنڈے گھر چلے جاؤ۔ راجہ شالو ادھر جان لئے اُنہیں پیروں گھر لوٹا اور جتنے اور راجے تھے وہ اس سے پہلے ہی کان دبائے ہوئے کھسک گئے ؞

بھیشم پتامہ سیدھے گھر پہنچے۔ ماتا ستوتی سے عرض کی کہ یہ سوغات لائے ہیں قبول فرمائیے میں ان راجکماریوں کو اس غرض سے لایا ہوں کہ بچتر بیرج کے ساتھ بیاہ دوں ؞

ستوتی بولی۔ دھن ہو بھیشم۔ تمہاری قوت و طاقت دیکھ کر ہاتھ بھر کا کلیجہ ہو گیا۔ تم شوق سے بچتر بیرج کی شادی کرو۔ مالک مختار ہو ؞

یہ سنکر راجہ کاشی کی دختر کلاں "انبا" بولی کہ بھیشم جی۔ اس وقت میں آپ کے اختیار میں ہوں۔ رتی بھر بس نہیں۔ مگر آپ دھرماتما ہیں۔

اس لئے اتنی گزارش کی معافی مانگتی ہوں کہ میری شادی راجہ شالو سے قرار پا چکی ہے۔ دل بھی راجہ شالو کو دے چکی ہوں۔ پتاجی کا بھی یہی پرن ہے۔ اب تقدیر آپ کے ساتھ حاطفت میں لے آئی۔ پربس بندھ گئی ہوں۔ لیکن آپ کے عدل و انصاف دھرم و کرم کا آسرا لے کر صرف یہ چاہتی ہوں آپ کی نیت خیر جس امر کو گوارا یا منظور فرمائے اُس سے عذر و انکار نہیں۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔

بھیشم کے دل پر ان باتوں کا اثر ہوا اُنہوں نے اُسی وقت برہمن بلائے اور صلاح مشورہ کے بعد انبا کی شادی راجہ شالو سے کر کے دولو کو گردیدۂ احسان و ممنون منت لے پایاں کیا اور راجہ کاشی کے یہاں بڑی شان و شوکت کے ساتھ روانہ کر کے دھرم اور نیت کے ڈنکے بجائے۔ اب رنگیلی انبالکا اور انباکا ان کو شاستر کے احکام کی پابندی کے ساتھ منسک کرکے بچتر بیرج کے رنواس کی زینت بنایا۔ ادھر یہ چندے آفتاب چندے ماہتاب اُدھر بچتر بیرج خوش رویان زمانہ میں انتخاب۔ یہ اُن کو دیکھ کر جیتا وہ آنکھوں سے اس کے تلوے سہلاتیں کچھ عرصے تک بڑے عیش و عشرت سے بسر ہوئی رات دن جشن صبح و شام مشغلۂ شادمانی مگر افسوس کہ بچتر بیرج کی عمر نے وفا نہ کی۔ اس نے عالم جوانی میں داغ جدائی دیا انبالکا اور انبا پر جو گزری وہ ایشور کسی دشمن کو بھی نہ دکھائے۔ اُدھر سہاگ کا غم۔ ادھر لاولدی کا افسوس حالت سخت دردناک تھی۔ بھیشم پتامہ کو سخت صدمہ ہوا۔ رانی ستوتی کے رنج کی حد نہ تھی۔ سب سے زیادہ غم یہ کہ کوئی وارث تخت و تاج نہیں۔ اسی کوفت میں سب کی زندگی حرام رہی اور یہ فکر رہی کہ تخت سلطنت کی زینت و زیبائش کے لئے کون تدبیر کی جائے۔

ادھیاے ۳۲

رانی ستوتی کو بچتر بیرج مرحوم کی لاولدی کا غم بیاس جی کی طلبی۔ دھرتراشٹ۔ پانڈو اور بدر کی پیدائش

جب بچتر بیرج کا پیچھا ہُوا رانی ستوتی صدمۂ ماتم سے سخت بیقرار ہوئی۔ یا تو وہ سامان راحت یا یہ آثار ماتم۔ آخر ایک دن بھیشم پتامہ کو یاد کیا تخلیہ کی باتیں ہوئیں ستوتی نے کہا۔ بھیشم جی تم دھرم کے رگ وریشہ سے واقف ہو۔ راج نیت کی ایک ایک گُنہ تمہیں معلوم ہے تمہیں سمجھانا سورج کے آگے شمع جلانا ہے۔ میری خواہش ہے کہ بس تم تخت حکومت پر جلوس کرو سریر سلطنت کا خالی رہنا ناموزوں ہ

بھیشم۔ ماتا آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ مگر کیا کروں طبیعت کو اورنگ آرائی کا مذاق نہیں۔ اگر مَیں سلطنت کے پھندے میں پھنسا تو بھگوت بھجن اور ایشور بھگتی سے ہاتھ دھونا پڑیگا میری یہ عمر بھر کی کمائی ہے۔ اس کو مَیں تاج سلطنت کے لالچ میں کھو نہیں سکتا۔ آپ مجھے معاف رکھیں لالچ کے ساتھ ایشور سے لو لگانا کارے دارد چنے کا چبانا اور شہنائی کا بجانا کبھی ممکن نہیں۔ مَیں عمر نداری بر بجز کو ناپسند کرتا ہوں ہ

ستوتی۔ اگر راج سے نفرت تاج سے تنفر ہے تو آخر سلطنت آرائی کی کوئی تدبیر خاندان کے بقائے نام کی کوئی صورت۔ اور کچھ نہیں مانتے تو پھر بچتر بیرج کی رانیوں کو فرزند عطا کرو۔ کسی طرح نام اور کام تو چلے ہ

بھیشم پیتامہ۔ (کانوں پر ہاتھ رکھ کر) چھی چھی - یہ ادھرم۔ مجھ سے ایسی باتوں کی امید۔ میں ایسے ارشاد کی تعمیل سے قطعی معذور ہوں۔ ہاں بیاس جی سے کہیئے تو عجب نہیں۔ کہ نقش مراد کرسی نشین ہو وہ غالباً شجرہ خاندان کو پھر بار آور کر دینگے۔ آپ کو معلوم ہوگا۔ جب سری پرسرام جی نے ۲۱ دفعہ کے قتل عام سے چھتریوں کو بیخ و بنیاد سے نیست و نابود کر دیا تھا۔ تب رشیوں اور کاملین ہی کی بدولت سے سر سے چھتری قوم کا سلسلہ چلا تھا۔ اسی نظیر پر سری بیاس جی کی توجہ سے یہ خزاں رسیدہ درخت بھی ہرا بھرا ہو سکتا ہے ۔

رانی ستوتی کو یہ بات پسند آئی اور بھیشم پتامہ کے پرن اور پرتگیہ کو سچے دل سے سراہا۔ پھر بیاس جی کو صدق عقیدت سے یاد کیا۔ وہ گویا وہیں موجود تھے پلک جھپکنے کی بھی دیر نہ ہوئی ۔

بیاس جی نے آتے ہی ماتا کے قدموں پر سر جھکا دیا اور ہاتھ جوڑ کر پوچھا۔ کیا حکم۔ کیا ارشاد ہے۔ کیوں یاد ہوئی ۔

رانی ستوتی نے سارا کچا چٹھا کہہ سُنایا اور پھر جو خواہش تھی بیان کی بیاس جی گویا ہوئے کہ ماتا جی آپ کے حکم سے سرتابی کی مجال نہیں۔ آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر دم مارنے کی طاقت نہیں۔ بہت خوب لیجئے تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہوں۔ آپ بچترویرج کی رانیوں (امبالکا و انبکا) سے فرمادیں کہ ایک سال نہایت پاکیزگی و احتیاط سے برت کریں۔ جس کی برکت سے قالب عنصری پاک وصاف ہو جائے اور پھر صورت مطلب برآری ہو ۔

ستوتی ۔ بیاس جی گھڑی میں گھر جلے اڑھائی گھڑی بھدرا۔ تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود۔ راج سونا پڑا ہے بھیشم پتامہ جی بار سلطنت تو سر پر لئے ہیں۔ مگر عبادت و ریاضت سے ایسی اہم خدمات کی فرصت کہاں۔ پس اتنے دنوں کیسے بسر ہو۔ اس قدر انتظار اختیاری بات کے لئے اور پھر تمہارے ہوتے ۔

بیاس جی - تو پھر ماتا جی ایک دوسری بھی تدبیر ہے۔ رانیوں سے کہو

خوب سنگار کریں۔ پیرایۂ عروسی سے آراستہ ہوں۔ جب نور کے سانچے میں ڈھل جائیں۔ تو میرے سامنے آئیں۔ پیرایہ خیال رکھیں کہ نہ شرمائیں نہ جھجکیں۔ دل بیخوف رکھیں۔ فکر و تردّد کا خیال بھی نہ ہو مجھے رشی جانکر نفرت نہ کریں۔ اس طرح سے مراد حاصل ہو سکتی ہے۔ کامیابی مدعا میں شک نہیں؛

رانی نے اپنی بہوؤں یعنی بچتر بیرج کی رانیوں سے تذکرہ کیا اُنہوں نے کانوں پر ہاتھ رکھکے کہ ماتا جی معاف کیجئے ہم باز آئیں۔ رانی ستوتی نے سمجھایا بجھایا تو اُنہوں نے کہا خیر بہتر۔ جو مرضی۔ آخر راضی برضا ہوکر دو نو رانیوں نے سنگار کیا ہر ہفت عروسی سے تصویر نور نظر آنے لگیں۔ اور وہ حسن پھوٹ نکلا کہ آفتاب و ماہتاب اِن چاند کے ٹکڑوں سے شرما گئے؛

سب سے پہلے انبکا دیاس جی کے سامنے آئی رات کا وقت تھا دیکھتی کیا ہے۔ کہ عجیب و غریب صورت پیش نظر ہے۔ سر پر لمبی لمبی جٹائیں۔ مونچھیں بھوری بھوری۔ بدن سُرخ سا سرخ جسم بھر پر بھبھوت ماتھے پر کھور۔ جو ایسی صورت شکل ایسے چہرے مہرے ایسی وضع قطع پر نظر پڑی انبکا جھجکی اور ایسی سہمی کہ آنکھیں کھلیں نہ رہ سکیں بند ہو گئیں۔ جب انبکا آنکھیں بند کئے۔ بیاس جی کے سامنے سے گزر گئی تو رانی ستوتی نے پوچھا کہ کہئے میری مراد پوری۔ انبکا کے بیٹا ہو تو کیسا؛

بیاس جی۔ جی ہاں سب کام سدھ۔ آپ کا پوتا بڑا بہادر صاحب طاقت اور عقلمند ہوگا۔ لیکن آنکھوں سے محروم بینائی نہ ملیگی؛

ستوتی۔ یہ کیوں۔ وجہ؟

بیاس جی۔ جب انبکا سامنے سے گزری مجھکو دیکھتے ہی آنکھیں بند کرلیں۔ یہ آنکھوں کا بند کرنا بیٹے کی بینائی کا دشمن ہو گیا؛

ستوتی۔ یہ تو بیڈھب ہوئی۔ اندھے کو کورونش میں راج تِلک نہیں

سکتا۔ مگر خیر مضائقہ نہیں ابھی امید باقی ہے۔ یہ کہکر وہ انبالکا کے
پاس گئی سر سے پاؤں تک نور کے سانچے میں ڈھالا اور سمجھا بجھا
کر بیاس جی کے سامنے روانہ کیا۔ نوعمر تھی۔ راجوں رانیوں نے
شاہانہ و امیرانہ شکل وصورت۔ پوشاک ولباس کے سوا اور کچھ
دیکھا ہی نہ تھا۔ جوہیں ویاس جی پر نظر پڑی چہرے کے ساتھ ہی
سارا بدن زرد پڑ گیا ایک تو سونے سے پیلی تھی۔ دوسرے غیرت
کے مارے ہولی کے سے رنگ میں رنگ گئی؂

جب انبالکا چلی گئی تو ستونی نے بیاس جی سے پوچھا کہ کہئے
انبالکا کی گود میں کیسا بیٹا کھیلتے دیکھونگی؂

بیاس جی۔ وہ لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کی شجاعت و طاقت ضرب المثل
ہوگی۔ لیکن انبالکا مجھ کو دیکھ کر زرد پڑ گئی۔ شرم اور حیا اور جھجک سے
دل مٹی کی طرح بدن پیلا ہو گیا۔ اس لئے بیٹے کا رنگ زرد اور نام بھی
پنڈو ہوگا؂

رانی ستونی کو یہ سُننے سے دل ہی دل میں ملال تھا کہ انبکا بڑی
بہو اندھے بیٹے کی ماں ہوگی۔ اس لئے وہ اُس کے پاس گئی۔ اور کہا
بہو جی ایک مرتبہ اور بیاس جی کے سامنے جاؤ۔ وہاں سے اُٹھ کر
دیاس جی کو بھی راضی کیا۔ انبکا رانی ستوتی کے منہ پر کچھ نہ کہہ سکی سر تسلیم
خم کرنا پڑا تھا۔ مگر ایک دفعہ رشی جی کی وضع قطع صورت شکل دیکھ کر
سہم چکی تھی۔ وہ چال کھیل گئی۔ اس نے ایک خواص خاص کو سولھوں
سنگار سے آراستہ کر کے بیاس جی کی خدمت میں بھیج دیا۔ خواص
خواص ہی تھی۔ لونڈیوں میں رانیوں کے خواص کہاں وہ بے تکلفانہ
بیاس جی کے حضور میں آئی نہ شرم و حیا اُٹھلاتی مسکراتی سامنے
کھڑی ہو گئی؂

بیاس جی نے کہا۔ مجھ سے یہ چکمہ۔ میرے سامنے بہروپ ؎
بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش من انداز قدت را مے شناسم

کہاں کاشی کی راجکماری کہاں تو اُس کی ایک خواص۔ مگر دعاے کاملین خالی از اثر نیست ٭

خورشید داخل بُرج حمل ہو گیا گوہر زینت درج حمل۔ وہ فرزند پیدا ہوگا۔ جو کلیجے کو سکھہ دے گا۔ علوم میں کامل۔ نقش فضل کا عامل گیان دھیان میں فرد زمانہ ایشور بھگتی میں یگانہ۔ دھرم میں مشہور عالم ہوگا۔ اور بدر نام ٭

یہ کہتے ہی بیاس جی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ ایک کوندھا تھا۔ جو پلک جھپکتے ہی نظر سے اوٹ ہو گیا۔ اور راجہ بچتر بیرج مرحوم کے رنواس میں آوازۂ مبارک وسلامت سے خاص چہل پہل شروع ہوئی ٭

انبکارانی کے بطن سے راجہ دھرتراشٹ کی ولادت ہوئی جن کی شکل و صورت پر نور ہی نور برستا تھا دس ہاتھیوں کا جسم میں زور مگر آنکھیں کور ۔ قفل گھٹی میں پڑی تھی۔ اقبالمندی ہاتھ باندھے سامنے کھڑی تھی ٭

انبکارانی نے بھی ثمر مراد پایا پانڈو نے جلوہ دکھایا۔ حسن وجمال میں بےمثال علوم وفنون میں صاحب کمال۔ طاقت میں لاثانی شجاعت میں ضیغم پیشہ جہانبانی۔ کل اوصاف میں فرد مگر رنگِ بدن زرد ٭

انبکا کی خواص بھی دولتِ اولاد سے مالا مال ہوئی بدرجی کی ولادت سے نہال ہوئی۔ بدر کا نام بشن کی بھگتی میں مشہور عام ہے دھرم کی واقفیت میں نام ہے۔ ماضی وحال (بھوت اور برتمان) سے خبر تھی۔ کیفیت مستقبل (بھوشت) پیش نظر تھی قصہ کوتاہ یہ تینوں فرزند دیوتاؤں کی طرح تیجسوی اور ایسے پرتاپی ہوئے کہ حالات طشت از بام ہیں سوانح عہد شہرۂ عام ہیں ٭

ادھیائے ۴۳

بچترا بیرج کے رنواس میں دھرتراشٹ پنڈو۔ بدر کی ولادت۔ جشن شادیاں

بیشم پائن جی فرماتے ہیں۔ کہ جب بچترا بیرج کی رانیوں کے بطن سے دھرتراشٹ پنڈو اور بدر کا ظہور ہوا۔ بھیشم پتامہ جامے میں پھولے نہ سمائے قبا کے بند تڑک گئے بڑے دھوم دھام سے جشن ولادت کیا ہستناپور بند نوازوں سے باغ ہمیشہ بہار اور گلزار بیخار ہو رہا تھا۔ دھجائیں خوشی کا پھریرا اُڑاتی پتاکائیں عیش وعشرت کا جھنڈا اگاڑے ہوئے تھیں۔ گلی گلی کوچہ کوچہ میں کیوڑے گلاب کے چھڑکاؤ سے خوشبو ہی خوشبو بسی تھی۔ ذرے ذرے سے عطر کی لپٹیں آتی تھیں۔ برہمن دکشنا سے مالا مال ہوگئے رشی نذرانوں سے خوشحال۔ ہر طرف کنچن برس گیا۔ ہر ایک کے سامنے منوں کا ڈھیر تھا روپے انکڑی ہو رہے تھے۔ زر و جواہر کنکری سے زیادہ نہ سمجھے جاتے تھے۔ مال و دولت لٹنے کا یہ حال تھا۔ کہ بس برسات کے ڈونگڑے کی سی کیفیت تھی آندھی کا سا جھونکا چل رہا تھا لاکھوں گائیں دان ہوگئیں۔ ہزاروں جاگیریں بٹ گئیں۔ برہم بھوج ہوئے۔ ناچ رنگ سے نہ دن کو فرصت تھی نہ رات کو۔ محفلیں راجہ اندر کا پرستان ہو رہی تھیں۔ ہر وقت شادیانوں سے کان بھرے رہتے تھے،

بھیشم پتامہ نے بڑی محبت سے پالا جان کی طرح حفاظت کی جب پڑھنے کے لائق ہوئے تو بڑے بڑے ودوان پنڈتوں کے سپرد کیا

سب ہونہار تھے۔ ذہن رسا تھا۔ فیض تعلیم سے ویدوں شاستروں میں کامل عبور ہو گیا ؏

راجہ دھرتراشٹ خوبصورتی میں فرد طاقت و توانائی میں بے نظیر ہوئے۔ راجہ پنڈو کی تیر اندازی مشہور زمانہ ہوئی۔ بدر جی دھرم شاستر میں اہل زمانہ سے سبقت لے گئے ؏

راجہ دھرتراشٹ پیدائشی نابینا تھے۔ اس لئے راج گدی سے محروم رہے۔ اس کی شادی گندھارا (قندھار) کے فرمانروا راجہ سوبل کی راجکماری گاندھاری کے ساتھ ہوئی جسے بیاس کی زبان مبارک سے سَو بیٹوں کا بروان ملا ؏

راجہ پنڈو جدو کل کے سرتاج بسدیو جی کی بہن یعنی راجہ سورسین کی راجکماری کے ساتھ منسوب ہوئے۔ راجکماری کا اصلی نام پرتھا تھا۔ مگر شادی کے بعد مہارانی کنتی کے نام سے مشہور ہوئی۔ پرتھا یعنی مہارانی کنتی نے دُرباسا رشی کی ایسی خدمت کی تھی کہ اُنہوں نے خوش ہو کر اپنی طاقت غیبی سے وہ منتر سکھا دیا جس سے دیوتا بس میں رہیں۔ اس دیو بسی کرن منتر کی وہ طاقت تھی کہ جب ضرورت ہو جس دیوتا کو چاہے بلالے اور جو خواہش ہو پوری کرالے۔ مہارانی کنتی کا حسن عالم فریب یکتائے روزگار تھا۔ چاند سورج تلوؤں میں منہ دیکھتے تھے اپسرائیں ایڑی چوٹی پر قربان ہوتی تھیں۔ یہ مہارانی دنیا کی پنج کنیاؤں میں ایک اور شہرت میں آپ اپنی نظیر ہے۔ ان منتخب زمانہ پنج کنیاؤں کے نام نامی یہ ہیں۔ (۱) مندودری۔ لنکا کے فرمانروا راون کی پٹ رانی (۲) تارا سگریو کے برادر بزرگ راجہ بالی کی راج رانی (۳) اہلیا۔ گوتم رشی کی زوجہ جس کا جسم گوتم جی کے سراپ سے پتھر ہو گیا تھا۔ اور جو سری رامچندر جی کے خاکِ قدم کی برکت سے ترگئی (۴) مہارانی کنتی عرف پرتھا موصوف الصدر سری بسدیو جی کی بہن راجہ سورسین کی بیٹی سری کرشن کی بوا راجہ پنڈو کی خاص محل (۵) مہارانی دروپدی۔ راجہ جدھشٹر

بھیم - ارجن - نکل - سہدیو کی رانی ؛

ادھیائے ۳۸
کرن کی پیدائش

بشم پائن کہتے ہیں کہ مہاراج جنمیجے اس کرن کی ولادت کا حال بھی سُن لیجئے - جسکی سخاوت و شجاعت کے ڈنکے بج چکے ہیں ؛
جس وقت دُرباسا رشی کنتی کو دلربسی کرن منتر سکھا کر چلدئے - کنتی نے سوچا کہ نہ جانے منتر صحیح ہو یا غلط ذرا آزمائش تو کرلوں اس لئے اسی خیال سے اشنان کیا - عمدہ سے عمدہ پوشاک پہنی - ۱۲ - ابھوشن - اور ۱۶ سنگار حسن جوانی کو اور بھی لے اُڑے یہ ایک پاک جگہ پر بیٹھ گئی منتر زبان پر تھا اور دل میں سورج بھگوان کا دھیان - منتر تیر بہدف تھا اثر دکھا گیا ذرا ہی دیر میں سورج بھگوان دیوتا روپ ہو کر سامنے آکھڑے ہوئے اور بولے کیوں کیا خواہش کیا ہوس ہے - ابھی پوری ہو جائے ؛
کنتی - ڈنڈوت کرکے ، مہاراج تکلیف دہی معاف - کوئی خواہش یا آرزو نہیں صرف یہ دیکھنا تھا کہ منتر میں کچھ تاثیر بھی ہے - یا خالی خولی سرکھپی ؛
سورج نارائن - ہم آئیں اور بے کچھ کئے جائیں - ناممکن بالکل محال ہماری نظر تم پر پڑ چکی - جمال دلفریب کا جادو چل چکا - ایک بیٹا مبارک اور بیٹا بھی وہ جس کی طاقت جس کی شجاعت جس کی سخاوت ہمیشہ یادگار زمانہ رہے گی ؛
کنتی - آپ کی نظر رحمت کا شکریہ مگر مہاراج - میں ابھی کنواری ہاں ماں باپ حاملہ دیکھینگے تو کیا خیال کرینگے میں مُنہ دکھانے کے لائق کیسے رہونگی ؛
سورج نارائن - تم بے فکر ہو کوئی اندیشہ نہ کرو - ممکن نہیں کہ حمل کی کسی

کو خبر بھی ہو یا غنچۂ عصمت کو ہوا بھی لگی ہوئی معلوم ہو۔ دامن عصمت بے داغ رہے تب بات سورج نارائن یوں تسکین دے کر نظر سے غائب ہو گئے۔ یہاں میعاد معینہ پر کرن نے پیکر عنصری کا جلوہ دکھایا۔ چہرہ چاند کا ٹکڑا جس میں سورج کی سی چمک۔ جسم پر کوچ یعنی سورج کا بخشا ہوا ملبوس۔ کانوں میں جواہرات سے جڑے ہوئے کنڈل ہاتھ پاؤں سڈول۔ عضو عضو سے بہادری نمایاں رگ رگ سے جلال عیاں۔ کنتی کو خوشی تو ہوئی۔ مگر چار آنکھوں کی شرم و لحاظ نے آتما کی آنچ پر پانی ڈال دیا۔ اس لئے کرن کو ایک صندوقچے میں مقفل کیا راتوں رات ندی کے کنارے پہنچی صندوقچہ دریا میں چھوڑ کر کلیجے کے ٹکڑے کو ایشور کے حوالے کر کے لوٹ آئی۔ کسی کو کان کان خبر نہ ہونے پائی کہ کیا ہوا کیسا معاملہ گزرا۔ کنتی کرن کو دریا میں تو بہا آئی مگر دل میں روتی تھی۔ کہ ہائے ایسا چاند کا ٹکڑا ایسا کلیجے کا ٹکڑا نظر اور جگر سے جدا ہو گیا۔ گنگا جی کا بہاؤ ہستنا پور کی طرف تھا۔ صندوق پانی کی رو بہتا ہوا ہستنا پور بس ایک جگہ رک گیا۔ راجہ دھرتراشٹ کا رتھبان "سوت" اس وقت گنگا جی میں اشنان کر رہا تھا۔ اس کی عورت بھی پانی میں موجیں اڑا رہی تھی۔ سوت نے دفعتہً صندوق آتے دیکھا وہ لپکا اسے باہر نکال قفل توڑا تو آنکھیں کھل گئیں دیکھا کہ ایک سورج کی تصویر آنکھوں میں چکا چوندھ کر رہی ہے۔ حلیہ بجنسہ وہی تھا۔ جو پیدائش کے وقت حوالہ قلم ہو چکا سوت لاولد تھا۔ مدت سے اولاد کی فکر جان لیتی تھی۔ کرن کو دیکھ کر ہاتھ بھر کا کلیجہ ہو گیا۔ خوشی کی حد نہ تھی۔ بیوی سے کہا۔ لے سری گنگا مائی نے ہمیں تمہیں بیٹا عطا کیا۔ ذرا صورت دیکھو۔ کیسی تیجسوی اور موہنی ہے۔ بھلا کسی آدمی کے کوئی اس صورت شکل کا بیٹا ہو سکتا ہے ضرور یہ کسی دیوتا کی آنکھ کا تارا اور کلیجے کا ٹکڑا ہے؛

عورت نے کرن کو گود میں لے لیا۔ کلیجے سے لگا لیا۔ پیار کیا۔ جب نہانے دھونے سے فراغت پائی تو دونوں جورو خاوند گھر آئے۔ گنگا جی کے بخشے

ہوئے آنکھ کے تارے کو بڑی محبت سے پالنا شروع کیا۔
اب کرن نے ہوش سنبھالا۔ ہاتھ پاؤں نکالے۔ ماں باپ کا کلیجہ دیکھ دیکھ کر ہاتھوں بڑھنے لگا۔ ایک دن دھرتراشٹ کے دربار میں لے گئے۔ بیٹے سے نذر دلائی۔ دھرتراشٹ لیاقت سے خوش ہوگیا۔ دریودھن کی تتلی کلی کھل گئی۔ ایسا خوش ہوا کہ ہر وقت ساتھ رکھنے لگا کرن آنکھوں سے دم بھر جدا ہو تو قیامت کا سامنا پل بھر کی جدائی ناگوار۔ بس حد ہے کہ کرن دریودھن کی ناک کا بال ہوگیا۔ جتنا یہ پانی پلائے اتنا وہ پیئے اس کے کہے بغیر اس کا تنکا ڈلانا دشوار۔

ادھیائے ۳۵

راجہ پنڈو اور بدرجی کی شادیاں

راجہ جنمیجے کی استدعا پر مشم پاین مائل سخن ہیں۔ کہ کنتھل دیش کا راج بہت مشہور تھا۔ وہاں کا راجہ بھی اپنے ہمعصروں میں سربلند و ممتاز تھا۔ اُس نے اپنی بیٹی کنتی کے سوئمبر کا رنگ جمایا۔ دُور دُور کے راجے مہاراجے تشریف لائے۔ ملکوں ملکوں کے فرمانرواؤں نے محفل شاہنشاہی کی رونق بڑھائی۔ بھیشم (پتامہ) بھی راجہ پنڈو کے ساتھ لئے ہوئے سوئمبر میں جا پہنچے۔ بہادروں میں افضل تھے۔ قوت جہانگیری کا شہرہ تھا۔ بڑی عزت ہوئی بہت کچھ خاطر و مدارت۔ حسب قاعدہ کنتی محفل عشرت میں آئی۔ ہر ہفت عروسی حُسن جمال کو چار چاند لگا رہا تھا۔ ہاتھ میں جیمال تھی۔ فوج ناز و کرشمہ جلو میں۔ ایک چکر ادھر دوسرا چکر ادھر سے اُدھر لگایا۔ ایک سے ایک خوش رُو اچھے سے اچھے صاحب جمال دیکھے۔ مگر جی تو کس پر۔ راجہ پنڈو پر۔ خط و خال پر دل

قربان ہو گیا۔ ادائے جوانی کی سچی محبت نے بلائیں لیں۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔
بے تکلف جیمال گلے میں ڈال دی۔ تمام راجے مہاراجے منہ دیکھ کر
رہ گئے۔ بھیشم نے بغلیں بجائیں۔ بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی
راجہ کنتقل نے بہت خاطر تواضع کی۔ دان دہیز سے گھر بار پاٹ دیا
راجہ پنڈو اور کنتی بڑے عیش و عشرت سے رہنے لگے۔ خبر ہی نہ تھی
کہ رنج و غم کس کا نام ہے۔

کچھ دنوں بعد مدر دیش میں سوئمبر ہوا۔ بھیشم جی راجہ پانڈو کو لئے
ہوئے وہاں بھی جا موجود ہوئے۔ شاہانہ جلوس جلو میں لاؤ لشکر ہمرکاب
تھا۔ میزبان راجہ نے بڑی خاطر داشت کی مراسم مدارات اس خوبی سے
ادا کئے۔ کہ بھیشم جی اور راجہ پنڈو کا دل خوش ہو گیا۔ مدر دیش کے راجہ
نے راجہ پنڈو کے حُسن و جمال قدامت و جسامت پر فریفتہ ہو کر انہیں کے
ساتھ مادری کی شادی کر دی اور بھیشم جی خوشی کے ڈنکے بجاتے دان
دہیز سے لدے پھندے وارد ہستنا پور ہوئے۔

راجہ دھرتراشٹ اور راجہ پانڈو کی شادیوں سے فراغت پاکر
بھیشم جی کو بدر جی کی شادی کی فکر ہوئی خواہش یہ تھی کہ برابر کی جوڑی
ہو چنانچہ چار دانگ عالم میں سفیر بھیجے قاصد دوڑائے آخر راجہ دیوک
کی بیٹی کی قسمت جیتی اور زائچہ مطابق آیا۔ جس طرح بدر جی شودر عورت
سے پیدا ہوئے تھے۔ اُسی طرح راجہ دیوک کی اس بیٹی کی ماں بھی شودر
تھی۔ اس پر بڑی حسین بڑی عقلمند۔ بس برات چڑھی اور بیاہ ہو گیا۔
بھیشم جی راجہ دھرتراشٹ۔ راجہ پنڈو اور بدر جی کو جان سے زیادہ
چاہتے تھے۔ خود دُنیا سے ہاتھ اُٹھائے تھے۔ مگر ان سب کی دُنیوی
بہبود کے لئے جان تک لڑانے سے عار نہ تھا۔ راجہ پنڈو جب
سریر آرائے جہانبانی ہوئے تو بڑے بڑے اشومیدھ جگیہ کئے جن
کے کرتا دھرتا راجہ دھرتراشٹ رہے۔ تمام دنیا کے تاجدار خراج گزار
تھے فرمانروایان عالم آستان عالم پناہی پر فرق اور سر جھکاتے اور

جسین امدادت گھستے تھے۔ راجہ پنڈو نے بہت جگیہ کیئے۔ اور اوج اقبال کی برکت سے ہمیشہ کے لئے اپنا نام زندہ چھوڑا ۔

ادھیاے ۳۶

راجہ پنڈو کا شغل شکار۔ کدنب رشی کی بددعا راجہ پنڈو کی صحرانوردی و گوشہ گزینی۔ رانیوں کی رفاقت

بہشم پائن کی تقریر ہے کہ کسی روز راجہ پنڈو کو سیر و شکار کی ہوا سمائی ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوئے تو سیدھے جنگل میں جا پہنچے تیر کے دھنی تھے۔ نشانہ کبھی نہ ہچتا تھا بہت سے ہرن چت ہوئے مگر راجہ کی نیت سیر نہ ہوئی۔ شوق زوروں پر تھا۔ ہوس شکار آگے بڑھا لے گئی۔ دھرم شاستر کا تو حکم ہے کہ کسی جاندار کی دلآزاری جائز نہیں۔ دوسرے کی جان لینا بڑا پاپ ہے۔ چنانچہ دانشمندوں نے کہا ہے

میازار مورے کہ دانہ کش است کہ جاں دارد و جاں شیریں خوش است
ہمائے برہمہ مرغاں ازاں شرف دارد کہ استخواں خورد و طائرے نیازارد

مگر نہیں راجہ کے دندان ہوس تیز تھے شوق شکار نے اندھا کر دیا۔ شاستر کے احکام نظروں سے اوٹ ہو گئے۔ کچھ اُونچ نیچ نہ سجھائی دی ہاں ایک ہرنی ہرن پر عمل لطف زندگی کے وقت تیر مار دیا پہلا وار خالی ہوا تو تابڑ توڑ چار اور تیر سر کئے۔ نشانے بھرپور تھے جم بیٹھے۔ ہرن اور ہرنی زخمی ہو کر چت ہو گئے۔ راجہ خوش خوش اُن کے پاس پہنچا تو

دنگ رہ گیا۔ وجہ یہ کہ ہرن وکدنب نامی رکھیشر تھا۔ اور ہرنی اس کی استری
چونکہ ون کو مرد کو لطف صحبت جائز نہیں۔ اس لیئے رشی نے انسانی قالبوں کو
ہرن اور ہرنی کے چولے سے مبدّل کر کے مذاق طبیعت کی صورت نکالی
تھی۔ مگر اتفاق کی بات۔ راجہ پنڈو آ پہنچے۔ دونوں کو تیر ستم کا نشانہ بنایا جو ہیں
راجہ کو پاس کھڑے ہوئے دیکھا۔ رشی نے دم توڑتے کہا کہ پرتھی ناتھ تم
چندر بنس کے سورج۔ ایسے دھرماتما۔ تمام دُنیا کے راجوں مہاراجوں
کے سرتاج۔ تم سے ایسا ادھرم ایسی خطا۔ خیر تمہارا تیر بے خطا تھا تو
دیکھو ہمارے ناوک دعا کا نشانہ بھی کیسا بھرپور ہے۔ تم نے ہمیں
لطفِ زندگی کے وقت رنگ میں بھنگ کر کے ہلاک کیا۔ میں تم کو
بددعا دیتا ہوں کہ جس وقت شمع شبستان خیال سے لذت حیات اُٹھاؤ
اُسی وقت پیمانہ حیات چھلک جائے دیر نہ ہو۔

رشی نے یہ کہا ہی تھا کہ طائر روح پرواز کر گیا۔ راجہ کے بھی حواس
جاتے رہے۔ ہوش اُڑ گئے جان نہ رہی غم نہیں پیر دل گھر میں آئے۔
تہیہ کیا۔ بس بہت دنوں راج کر لیا۔ دُنیا کی جی بھر کے ہوا کھائی۔ اب
بس بیاس جی کی طرح عاقبت بنانا چاہیئے۔ یہ سوچتے ہی بن کی دھن
سمائی۔ جپ تپ کا مستقل ارادہ کر لیا۔ رانیاں بھرتی صورت دیکھ کر جیتی
تھیں۔ اُنہوں نے ہمراہی پر کمر باندھی۔ قسمیں کھا کر کہہ دیا کہ یا تو ساتھ
رہینگی یا جان سے ہاتھ دھوئینگی۔

راجہ نے لاکھ سمجھایا ہزار فہمایش کی۔ مگر وہاں سنتا کون ہے کسی
نے ایک نہ مانی۔ ساتھ جانے کو کمر باندھ کے کھڑی ہو گئیں۔

بھیشم جی اور دھرتراشٹ اور بدر جی بددعا کا حال سنکر سخت رنجیدہ
ہوئے۔ مگر ناشدنی سے کسی کا چارہ کیا۔ کلیجہ تھام کر رہ گئے۔ راجہ پنڈو
روانہ صحرا ہوئے۔ رانیاں بھی سائے کی طرح ہمراہ گئیں۔ پہلی منزل میں
ہردوار پہنچے۔ تپو بن میں قیام کیا۔ دوسرا پڑاؤ کال کوٹ ہوا۔ پھر ہمالیہ پہاڑ
کی طرف سیدھیاں بھریں ہمالیہ سے اندرومن سرو ور پر تالاب اتنی

راہ لی آگے چلے۔ تو ہنس کوٹ پہاڑ پر دم لیا۔ وہاں سے گھومتے گھومتے ست سرنگ پہاڑ پر جا براجے یہاں بہار ہی اور تھی۔ رشیوں کا مجمع۔ تپسویوں کا ہجوم تھا۔ راجہ کی آمد سنکر سب نے استقبال کیا۔ بڑی عزت کے ساتھ آشرم میں لے گئے۔ اب دلچسپی کا کیا کہنا۔ آنند کی صورت ہی اور تھی۔ راجہ پنڈو نے بھی وہیں آسن جمائے دھونی رمائی۔ اور جپ تپ میں دل لگایا۔ رانیاں بھی پتی سیوا میں مشغول اور ایشور کی یاد میں مصروف رہنے لگیں+

ادھیاے ۳۷

راجہ پنڈو کو سرگ لوگ جانے کی ہوس میں اولاد کی فکر

راجہ پنڈو ست سرنگ پر تپ کرنے لگے۔ ایشور سے ایسا دھیان لگایا ایسی تپسیا کی کہ برہم رشیوں کو مات کر دیا۔ اور تپسوی اُن کی ذات پاک سے بڑے ہی خوش رہتے تھے۔ دن رات بھگوت چرچا تھا۔ ہر وقت دھرم کی باتیں۔ راجہ نے ایسی اندریاں بس میں کیں کہ کام کرودھ لوبھ موہ خواب میں بھی دل پر اثر نہ کر پاتے۔ خلاصہ یہ کہ ان کی عبادت و ریاضت کی دھوم مچ گئی اور دھرم کی پرتگیا کا آوازہ بلند ہوگیا+

کسی روز تمام رشی برہماجی کے درشنوں کے لئے جانے والے تھے۔ راجہ پنڈو نے بھی سُن گن پائی تو کہا کیوں صاحبو۔ ہم نے کیا خطا کی جو سب الگ سے برہم لوگ کو چلے۔ ہم سے پوچھا تک نہیں؛ جواب۔ معاف کیجئیگا۔ وہاں وہی جا سکتے ہیں جو مخلوق انسانی میں لائق و فائق ہیں علاوہ بریں جس کے اولاد نہیں اس کی وہاں گزر کہاں+

راجہ پنڈو۔ اولاد کی فکر میں میں بھی پریشان رہتا ہوں۔ مگر چارہ نہیں مجبور ہوں۔
جواب۔ انسان پر چند ضروری فرض ہیں جن کو رِن کہتے ہیں۔
(۱) دیورن۔ یعنی وید شاستر پڑھنا۔ ہوم جگیہ وغیرہ کرنا۔ (۲) پتر رن۔
سعادتمند اور دھرماتما اولاد پیدا کرنا (۳) رشی رن۔ عبادت و ریاضت شرادھ کرم وغیرہ (۴) منش رن۔ سچ بولنا۔ راست روی اختیار کرنا اور وہ اعلےٰ فرائض ادا کرنا۔ جو لوازمۂ ہستی انسانی ہیں۔
آپ اور فرائض سب ادا کر چکے۔ مگر ایک پتر رن کا فرض باقی رہ گیا ہے اس کے بغیر برہم لوک میں جانا محال۔
راجہ پنڈو۔ ایشور کا شکر ہے کہ میں دیورن۔ رشی رن۔ منش رن سے اودھار ہو گیا۔ اب ایک پتر رن رہ گیا۔ اس کے لئے میرا کچھ اختیار نہیں مہربانی کر کے آپ ہی فرمائیں تو زہے نصیب۔
جواب۔ ہم کیا اور ہماری رائے کیا۔ مگر چشم باطن اور ضمیر روشن سے دیکھتے ہیں تو آپ کی سرنوشت میں کچھ اور ہی عبارت نظر آتی ہے ہماری جہاں تک فہم و فراست کام کرتی ہے۔ ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ پتر رن سے بھی اپنے کو سبکدوش ہی سمجھیں آپ کے ایسے ایسے فرزندار جمند ہونگے۔ جن کو دیوتاؤں کی ہمدردی حاصل ہوگی۔ اور جو آپ کا نام ایسا روشن کرینگے۔ جیسا کہ دوپہر کو آفتاب۔ مگر یہ کام اور کسی کے بس کا نہیں۔ آپ ہی کے اختیار کا ہے۔ بس جایئے اپنی رانی سے کہئے۔
راجہ فوراً کنتی کے پاس گیا اور کہا کہ پیاری تم نے میرے لئے دنیوی عیش و آرام پر لات ماری۔ باغ و بہار پر صحرائے پُرخار کو ترجیح دی۔ اس کا شکریہ۔ مگر لاڈلی رانی اولاد کی فکر مجھے مارے ڈالتی ہے۔ گو جپ تپ میں رات دن دل بہلتا ہے۔ مگر یہ غم نہیں بھولتا وجہ یہ کہ اولاد نہیں تو سب اکارتھ۔ سُرگ میں وہی جاتے ہیں۔ جو صاحب اولاد ہیں۔ ہم ایسوں کی وہاں رسائی نہیں۔ اس لئے اس کا علاج تمہارے ہاتھ ہے۔ تم چاہو۔ تو مجھے پتر رن سے بھی سبکدوش کر سکتی ہو۔ مجھے رشی کا سراپ

ہے۔اس سے میں مجبور ہوں۔ اب کنتی تمہارے ہاتھ ہے جو چاہو کرو۔

ادھیائے ۳۸

دیوبسی کرن منتر کی برکت۔ دھرم راج سے راجہ جدھشٹر۔ پون جی سے بھیم۔ اندر سے ارجن کی پیدائش اور رانی مادری کے بطن اور اسونی کمار کے فیض نظر سے سہدیو نکل کی ولادت

جس وقت راجہ پنڈو نے کنتی سے پتر رن کا رونا رویا کنتی کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ ایک دریا سا اُمنڈ پڑا اس نے بڑے صبر و تحمل سے کام لے کر دل کو روکا کہا "پتی پرمیشور" آپ نے جو فرمایا بہت ٹھیک بیشک بے اولاد کی تارائن نہیں۔ مگر فرمائیے تو میں کیا کروں آپ کو کدنب رشی کا سراپ ہے پھر جب سواتی بوند نہیں تو موتی کہاں۔ میں پتی برتا ہوں کی چرن رج پاؤں کی خاک، ہوں پرائے مرد کا مُنہ دیکھوں۔ بالکل محال۔ بغیر مرد کے اولاد پیدا ہو یہ بھی ناممکن۔ یہ فرمائیے کیا کروں۔ جو غیر مرد سے اولاد پیدا کرتی ہے۔ اُس عورت کے لئے دُنیا میں روسیاہی عقبےٰ میں گھور نرک ہے۔ اور اس کی اولاد قوم اور خاندان کے لئے کلنک پس اس حالت میں فرمائیے۔ میرا اختیار کیا۔ مگر ہاں خوب یاد آیا۔ جب میں بالکل بچہ تھی۔ جانتی ہی نہ تھی کہ دنیا میں کیا ہوتا ہے۔ اس زمانے میں ایک روز درباسا جی میرے پتا کے گھر آ گئے۔ پتا جی نے

بہت تعظیم و تکریم کی خاص محل میں ٹھیرایا۔ نوکروں چاکروں کی کمی کیا تھی ہزاروں آدمی خدمت کے لئے مقرر ہو گئے۔ مگر مجھ کو یہ شرف حاصل ہُوا کہ ہر وقت چرنوں میں رہوں سیوا کروں۔ جو رشی فرمائیں۔ اُسی وقت کر دوں کسی سے پوچھنے گچھنے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ میں بھی خود مختار تھی۔ ایسی سیوا کی ایسا راضی رکھا کہ دُرباسا جی انتہا سے زیادہ خوش ہو گئے مجھ سے حکم ہوُا کہ کچھ بردان مانگ۔ اول تو ایشور کا دیا ہُوا سب کچھ موجود ہی تھا۔ دوسرے اس وقت سمجھ ہی کسے تھی۔ میں نے بھولی بھولی باتوں میں کہہ دیا کہ مہاراج آپ کی کرپا سے کسی بات کی کمی نہیں کسی چیز کی ضرورت ہو تو مانگوں آپ جو دینا چاہتے ہیں وہ اپنے ہی پاس رکھیں۔

رشی جی میری باتوں کو پی گئے مگر اُن کی مجھ پر بڑی مہربانی تھی۔ کہا اچھا بیٹی تجھے کچھ خواہش نہیں تو نہ سہی میں اپنی خواہش سے تجھے ایک منتر بتاتا ہوں۔ جس سے اندر۔ برن۔ جم۔ کوبیر۔ اسونی کمار۔ سورج۔ چندرماں سب تیری نگاہ میں چلینگے۔ جو تو اُن سے خواہش کریگی پوری ہوگی۔ رشی جی نے مجھے منتر پڑھایا۔ میں نے یاد کر لیا۔ چنانچہ آپ کی اجازت ہو تو اس منتر کو کام میں لاؤں دیوتاؤں کو بلاؤں۔ آپ کو چہرہ مقصود دکھاؤں۔

راجہ پنڈو کنتی کی ان باتوں سے بہت خوش ہو گئے۔ اُنہوں نے فوراً کہا کہ واہ گھڑی بھر میں گھر جلے اڑھائی گھڑی بھدرا کیا معنے۔ جو بات امکان میں ہے۔ اُسی کے لئے مایوسی سے نتیجہ۔ تم ابھی ابھی منتر پڑھو دیوتاؤں کو بلاؤ میری فکر دور کرو میں خوش میرا ایشور خوش۔

کنتی۔ آپ کی آگیا سر آنکھوں پر۔ فرمائیے کہ پہلے کس دیوتا کو بلاؤں۔

راجہ پنڈو۔ سری دھرم راج جی سے پہل کرو۔

کنتی نے حکم پاکر منتر پڑھنا شروع کیا۔ آواہن کی دیر تھی آناً فاناً میں جوان نمودار ہوُا۔ اور دھرم راج جی پل مارتے سامنے آموجود ہوئے۔

کنتی نے پہلے ڈنڈوت کی پھر چندن اور پھول چانول سے پوجا کی۔
دھرم راج خوش ہوئے اور بولے:۔
مہارانی جی۔ کیا آرزو کیا خواہش ہے کہو کیوں یاد ہوئی"
کنتی۔ (ہاتھ جوڑ کر) ایشور کا دیا سب کچھ ہے۔ ایک اولاد نہیں۔ آپ سے بیٹے کی درخواست ہے"
دھرم راج جی نے کنتی کے جمال عالم فریب کو ایک گہری نظر سے دیکھا۔ چُبھتی ہوئی نگاہ فیض سے وُہ نازنین سمن فام و حسین گل اندام فوراً باردار ہو گئی۔ دھرم راج جی نے کہا۔ "گل مبارک۔ دیکھا وُہ بیٹا پیدا ہوگا جس کے دھرم اور ست کے تمام عالم میں ڈنکے بجینگے۔ اس کا سا راستی پسند اور ایمان پرست دُنیا کے پردے پر نہ نکلیگا۔ یہ کہتے ہی دھرم راج تو نظر سے اوجھل ہو گئے۔ اور تپوبن میں اُجالے پاکھ کی پنچمی کو ٹھیک دوپہر کے وقت جدھشٹر کا ظہور ہوا رشی لوگ آنند میں مگن ہو کر راجہ پنڈو کو مبارکباد دینے آئے اتنے ہی میں آکاش بانی نے پردۂ غیب کا اسرار کھولا۔
"اے راجہ پنڈو تم بڑے خوش نصیب ہو۔ ایشور نے تمہیں وہ کلیجہ کا ٹکڑا عطا کیا۔ جس کا سا دھرماتما صاحب اقبال زور و طاقت میں بے نظیر نہ ہوا نہ ہوگا۔ جدھشٹر کے نام سے اُس کی شہرت اور نیکیوں سے خاندان کی عزت ہو گی۔ آکاش بانی کے ساتھ ہی آکاش سے پھولوں کا مینہ برس گیا۔ اور رشیوں نے اشیرباد دے دیکر اس نونہال گلشن اقبال و ہلال سپہر کمال کا نام جدھشٹر رکھا۔
راجہ پنڈو اس ولادت باسعادت سے بہت ہی خوش ہوئے۔ ہر وقت جدھشٹر کو نگاہ میں رکھتے پلکوں پر سلاتے تھے۔
ایک روز مہارانی کنتی سے فرمایا۔ پران پیاری میں چھتری ہوں چھتریوں کا ایک اولاد سے کلیجہ ٹھنڈا نہیں ہوتا۔ ویوتا تمہارے قابو میں ہیں پس ایسے کسی پون جی کو یاد کر کے ایک بیٹا اور درخواست کرو۔ مہارانی

کنتی نے بہت اچھا کہہ کر منتر پڑھا۔ پون جی ایک ہرن پر سوار وارد ہوئے پوچھا کیا آرزو ہے کس چیز کی تمنا ہے ۔

کنتی۔ ایک شہزور بیٹے کی ہوس نے آپ کو تکلیف دی۔ نظر عنایت کی امیدوار ہوں ۔

پون جی۔ اچھا تو نظر ملاؤ۔ آنکھیں سامنے کرو ۔

جوہیں کنتی کی چار آنکھیں ہوئیں پون جی کی اعجاز نگاہی اثر دکھا گئی کنتی کے حمل رہ گیا اور پون جی یہ کہہ کر غائب ہو گئے کہ لو مراد پوری۔ کامنا سپھل۔ وہ بیٹا دئے جاتا ہوں۔ جس کی طاقت جسمانی و قوت پہلوانی دنیا کو زیر و زبر کریگی۔ پہاڑ بھی سامنے ہوگا۔ تو ذرا سے اشارے میں ہل جائیگا۔ درختوں کو تنکوں کی طرح اُڑانا تو کچھ بات نہیں ۔

ولادت کی خبر سنکر سب رشی مہرشی جمع ہو گئے مبارک سلامت کا شور بلند ہو گیا۔ دفعتہ آواز غیب کانوں میں گونج گئی کہ یہ لڑکا السیاطین قوی البا شہزور ہوگا۔ کہ دنیا ہمیشہ اس کے نام پر فخر کریگی۔ کوئی انکا مقابل نہ ہوگا۔ آکاش بانی کے بعد اندر لوک سے پھولوں کی بارش ہوئی اور تپوبن ایک عشرت کدہ بن گیا۔ بھیم کنتی کے آغوش محبت میں پلنے لگا۔ راجہ پانڈو آنکھ کے تارے کو دیکھ کر جیتے تھے۔ ایک دن کنتی نہ معلوم کس ضرورت سے تپوبن سے دور نکل گئی بھیم گود میں تھا۔ ایک چٹان کے قریب پہنچی تو دیکھا موت سر پر سوار ہے۔ ایک شیر ڈکارتا سر پر ہی آموجود ہوا کنتی کے اوسان نہ رہے سن سے جان اُڑ گئی بھاگی تو گھبراہٹ میں بھیم ہاتھوں سے چھوٹ پڑا بھیم کے گرتے ہی شیر تو نہ جانے کیا ہو گیا۔ مگر ایک پتھر بالکل چکنا چور بھیم پر ذرا بھی چوٹ کا اثر نہیں۔ کنتی اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو کلیجے سے لگا کر وہاں سے گھر آئی۔ راجہ پانڈو سے کیفیت کہی۔ انہوں نے ایشور کا شکریہ ادا کیا۔ اور یقین کر لیا کہ بیشک بھیم بڑا ہی صاحب طاقت ہوگا۔ جس کے گرتے ہی پتھر بھی سرمہ ہو گیا اس کی تاب و توانائی میں کیا شک ۔

کسی تیسرے موقع پر راجہ پنڈو نے پھر کنتی سے خواہش کی کہ ایک بیٹا راجہ اندر سے بھی حاصل کرے۔ وہ تابع ارشاد تھی بولی جو حکم؛ درباسا رکھ نے اس منتر کے لئے ایک سال کی میعاد مقرر کی تھی۔ چنانچہ کنتی نے تین سو پینسٹھ دن برابر برت رکھے۔ پھر پاک و صاف ہو کر ادا ہن کے منتر کو مقصد براری کا ذریعہ بنایا۔ منتر پر تاثیر تھا راجہ اندر رونق افروز ہوئے۔ اور دریافت کیا۔ کیوں اس قدر برت اور جپ کی تکلیف سے غرض۔ کیا لخت جگر کی ضرورت ہے؛

کنتی۔ جی مہاراج۔ ایک فرزند عطا ہو وہاں کیا مشکل تھی۔ سوال ہوتے ہی کنتی حاملہ ہو گئی۔ اور راجہ اندر نے خوشخبری سُنائی کہ اے پنج کنیاؤں کی سرتاج۔ تیرا مطلب سدھ ہوس پوری۔ ایسا بیٹا ہو گا جو بہادران زمانہ میں یگانہ اور جنگ آوران یگانہ میں یکتائے زمانہ۔ صورت شکل وضع قطع دست و بازو۔ زور و طاقت میں میری زندہ تصویر ہو گا۔ اس کو کسی سے خوف نہیں۔ سری نارائن جی ہر وقت دست راست رہینگے۔ قوت بازو کا کام دینگے؛

یہ فرما کر اندر جی بوئے گل کی طرح نگاہ سے اوٹ ہو گئے۔ اور بعد ایام معینہ تپوبن میں ارجن کی ولادت کی خوشی چھائی۔ رشیوں نے آواز الہام سنی کہ راجہ پنڈو ارجن تمہارے کلیجے کا ٹکڑا نر کا اوتار ہے۔ اس کا جلال سورج سے کم نہ ہو گا۔ اس کی طاقتیں شیوجی کے دست و بازو کا جوہر دکھائینگی۔ اس کے آلات جنگ دیوتاؤں کے شستروں کو شرمندہ کرینگے۔ اس کے تیر عدو شکار ہونگے۔ اور اس کے خنجر ظفر پیکر۔ جب تک دُنیا قائم رہیگی۔ اس کا نام نیک روشن اور کارہائے نمایاں یادگار زمانہ رہینگے؛

ارجن کی پیدائش کا مژدہ سُنکر رشی مہرشی اپسرا گندھرب سب اپنے اپنے گھروں سے روانہ ہوئے۔ بھاردواج۔ گوتم کشیپ۔ انگرا۔ پولست۔ مارتچ وغیرہ سپت رشی آئے۔ بسوامتر جی نے نزول اجلال

فرمایا۔ سب لے ارجن کی بڑی تعظیم سے پرستش کی۔ گندھربوں میں اگرسین بھیم سین۔ چترسین۔ بسواسو نعرۂ مبارک باد بلند کرتے ہوتے وارد ہوئے کاسوما۔ انبکا۔ میناکا۔ اربسی وغیرہ اپسرائیں ناچتی گاتی آموجود ہوئیں ناچ گانا ہوا جنگل منگل کا پورا نظارہ تھا؛

راجہ پنڈو اور کنتی مارے خوشی کے پھولے نہ سماتے تھے۔ تمام رشیوں کو جی بھر کے دان دیا۔ راجہ اندر نے نقارۂ عشرت بجایا اندر لوک میں خوب جشن منائے گئے۔ ارجن کی ولادت کو زیادہ دن نہ گزرے تھے کہ راجہ پنڈو کو اور بھی آنکھوں کے سکھ کی ہوس ہوئی کنتی سے ارشاد ہوا کہ ایک بیٹے کی اور خواہش ہے۔ اپنی تدبیر عمل میں لاؤ؛

کنتی۔ مہاراج بس کیجئے۔ زیادہ لالچ نہیں ؎

طمع را سہ حرف است ہر سہ تہی

آپ کے لئے یہ تین بیٹے کیا کم ہیں۔ تربھون میں اُس کا ہمیشہ جشن رہیگا۔ میں تو اب ضرورت نہیں سمجھتی؛

راجہ پنڈو۔ اچھا تم خود نہ سہی۔ مگر مادری رانی کو تو ایک کلیجے کا ٹکڑا دلا دو اب تک اُس نے بیٹے کا سکھ نہیں دیکھا۔ مہربانی کرو تو اُس کی بھی گود بھری پڑی ہو جائے؛

کنتی۔ آپ کی رضا سر آنکھوں پر۔ بہت اچھا مادری کی بھی کیوں ہوس رہ جائے؛

یہ کہکر کنتی نے مادری کو وہ منتر یاد کرایا جس کی برکت سے اسونی کمار پر قابو حاصل ہو۔ مادری نے حسب قاعدہ منتر پڑھا۔ اسونی کمار تشریف لے آئے۔ سوال کیا کہ کیا مدعا کیا مطلب ہے کہو کون بر دوان دوں؛

مادری۔ اولاد کی خواہش نے خدمت اقدس میں گستاخ کیا۔ تکلیف دہی معاف؛

اسونی کمار نے نظرِ عاطفت سے مادری کی طرف دیکھا۔ معجزہ نگاہ اثر پذیر ہوا مادری کو نخل مدعا کی بار برداری کے آثار معلوم ہو گئے۔ اسونی کمار

نے کہا۔ تم کو ایک بیٹے کی طلب تھی ہے، دو دیتا ہوں۔ یہ دونو بڑے شکیل جمیل بڑے عالم و فاضل ہونگے ان کی طاقت و شجاعت کا سکہ اطراف عالم میں بیٹھیگا۔ اچھا لے رخصت ؛

ایام معہودہ گزر گئے۔ نخل امید گل بار ہوا۔ سہدیو اور نکل کی ولادت کے مژدہ فرحت انگیز سے راجہ پنڈو کا دل بھڑک اٹھا۔ رشی اشیرباد دینے دوڑے آئے فرمایا۔ ان فرزندوں کا حسن لیاقت برہسپت جی کے نقطۂ مقابل ہوگا۔ علم و فضل، عقل و فراست میں فرد روزگار۔ فنون جنگ میں آپ ہی اپنی نظیر اور حسن و صباحت میں اسونی کماروں کی عکسی تصویر ہونگے ؛

سہدیو اور نکل کی پیدائش سے نہوبن میں آنند مئی چھا گئی۔ جو تھا خوش جو تھا نہال۔ پانچوں بھائی ست سرنگ پہاڑ پر ہیل میل سے رہتے کھیلتے مالتے رشیوں منیوں کے کلیجے کو سکھ دیتے اور والدین کے دلوں میں ٹھنڈک پہنچاتے رہتے تھے۔ لیاقتیں قدرتی تھیں۔ جس کی نظر پڑ جاتی طرز و روش پر قربان ہو جاتا تھا ؛

ادھیائے ۳۹

مہارانی گاندھاری کے بطن سے دریودھن وغیرہ سو کوروں اور ایک دختر کی ولادت۔ دریودھن کی نسبت جوتشیوں کی پیشینگوئی۔ بدر جی کے مشورے سے راجہ دھرتراشٹ کا اختلاف

ہیشم پاہن جی رطب اللسان ہیں کہ راجہ دھرتراشٹ کی رانی گاندھاری

کو بھی اولاد کی ہوس تھی وہ چاہتی تھی کہ کس طرح صاحب اولاد ہوں۔ اور اولاد بھی وہ ہو جسے فخر زمانہ کہہ سکیں۔ ایک روز سری بیاس جی آ گئے۔ راجہ دھرتراشٹ نے بہت خاطر مدارت کی محل میں ٹکایا۔ گاندھاری کو خاطر تواضع کا موقع ملا۔ اس نے بڑی عزت و تعظیم کے ساتھ فرائض میزبانی ادا کئے۔ بیاس جی پیاسے تھے خواہش تھی کہ اچھا پانی ملے۔ گاندھاری نے پیاس بجھائی۔ اور وہ پانی پلایا کہ بیاس جی کا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا۔ بیاس جی کو سب قدرتیں تھیں کمالوں پر دست قدرت تھا۔ خرق عادت گویا کچھ بات ہی نہ تھی۔ جو زبان سے کہدیں وہ برہما کا اکشر پتھر کی لیک۔ وُہ گاندھاری کی خدمت سے نہایت خوش ہو گئے۔ فوراً زبان سے ارشاد ہُوا:

کوئی خواہش۔ کوئی آرزو۔ کوئی تمنّا۔ کوئی ہوس؟ ذرا زبان ہلا دیجئے۔ بس سب پوری پایئے:

گاندھاری نے کہا۔ اگر یہی مرضی مبارک ہے تو خیر سو لڑکوں کے لئے اجازت ہو۔ مگر وُہ ایسے صاحب زور و طاقت ہوں کہ زمانے میں نظیر نہ ہو:

بیاس جی نے استدعا قبول کی اشیرباد دے کر وہاں سے رخصت ہوئے تو گاندھاری کا نخل مراد بارور ہو گیا۔ یہاں کی بات تو یہاں رہی اب تصویر کے دوسرے رُخ پر نظر دوڑانے کی ضرورت ہے:

جس وقت راجہ پنڈو راج پاٹ چھوڑ بیٹھے۔ بھیشم پتامہ نے تخت سلطنت کو راجہ دھرتراشٹ کے قدموں سے رونق بخشی۔ راجہ پنڈو اور راجہ دھرتراشٹ میں دانت کاٹی روٹی تھی۔ دو تو محبت میں یکجان دو قالب تھے دوئی کا نام نہ تھا۔ جس وقت دھرتراشٹ نے خوشخبری سنی۔ کہ بھائی کے بیٹا ہُوا۔ بڑا خوبصورت بڑا نیجوان اُس کا نام جدھشٹر رکھا گیا تو اُس نے خوشی کے شادیانے بجائے مگر گاندھاری (رانی) اس خوشی کی متحمل نہ ہو سکی۔ اس نے فرط الم سے پیٹ پیٹنا شروع کیا۔ ایسی سینہ کوبی کی کہ شکم سے ایک ماس کا لوتھڑا لگ پڑا۔ گاندھاری سمجھی کہ حمل ساقط ہو گیا۔ بیاس جی کا بردان غلط۔ محض جھوٹھ۔ مگر اتفاقاً اسی وقت بیاس جی وارد

ہوئے فرمایا کہ آپ سب کو خیال ہے گھی کے سو گھڑے منگوا یئے اور اس لوتھڑے کو سو حصوں میں منقسم کر کے ہر ایک گھڑے میں محفوظ رکھیئے سب مطلب حاصل ہے ؛

راجہ دھرتراشٹ ویاس جی کے کمالوں کے معتقد تھے ۔ اس نے حسب ارشاد تعمیل کی گھی کے سو گھڑے موجود ہو گئے بیاس جی منتر پڑھے اسی لوتھڑے کے سو ٹکڑے کر کے ہر گھڑے میں ڈھانپ دیئے ایک تھوڑا ٹکڑا بچ رہا ۔ اس کو علیحدہ گھڑے میں بند کر دیا اور سب کو زمین میں سونپ کر فرمایا ۔ جس وقت نو مہینے گزر جائیں ترتیب کے لحاظ سے گھڑوں کے مُنہ کھولے جائیں سو لڑکے کلیجے کا سکھ ہونگے ۔ اور ایک لڑکی کلیجے کی ٹھنڈک ؛

بیاس جی تو یہ کہکر چلے گئے یہاں دن گنتے گنتے نو مہینے گزرے ایام مقررہ کے بعد ترتیب وار گھڑے کھولے گئے تو پہلے پہل دریودھن نمودار ہوا پھر یویونس پھر دساسن پھر دوسہ پھر جل سندھ پھر سم سہ پھر بند وپھر انو بندو پھر دروہرشن پھر کرن پھر بکرن پھر شل ۔ یوہیں سو فرزند عالم شہود میں آئے ۔ ایک دختر نیک اختر نے آخر میں جمال جہاں افروز دکھایا ؛

راجہ دھرتراشٹ ان سب کی ولادت سے نہایت خوش ہوا ۔ ناچ رنگ کا ٹھکانا کیا رات دن جشن تھے ۔ جس وقت زائچے (یعنی جنم پترا) تیار ہوئے ۔ راجہ نے فرزند اکبر کے واقعات زندگی کی نسبت سوال کیا ۔ اہل نجوم کا جواب بس یہی تھا کہ مہاراج لڑکا بڑا اقبالمند ہے ۔ جلال شاہنشاہی اِس کے قدموں سے بندھا سمجھیئے ۔ جشن جمال فزد روزگار ہوگا ۔ طاقت لاجواب ہوگی ۔ مگر ستارے ناقص ہیں گرہوں کی خرابیاں بہت ۔ اس کی زندگی میں بڑے بڑے اہم معاملات پیش آئینگے جو خیال میں نہ ہونگے ۔ ان نقصانوں سے سامنا ہوگا ۔ ایک عالم اس کے جھنڈے کے نیچے ہلاک ہوگا ۔ رعایا کی جان مفت جائیگی ۔ دھرم کی طرف خیال تک نہ ہوگا ۔ یہ دھرم کی جڑ کاٹیگا ۔ اور پھر اس کا پھل بھی

چکھیگا۔ اس کی موت بھی کچھ آسان نہیں۔ نیچے کا دھڑ دھات کی طرح مضبوط ہوگا۔ صرف اوپر کا جسم نازک۔ یہ صرف اُسی وقت جان سے بے آس ہوسکتا ہے۔ جب ایک ساتھ خوشی و رنج کا دل پر کاٹنے کا تلا اثر ہو اور پھر لطف یہ کہ گدا گرز کی لڑائی کے سوا اور کسی جنگ میں مجال کیا کہ رواں بھی میلا ہو سکے۔

نجومی انعام و اکرام لے کر اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے یہاں دھوم دھام ہوتی رہی جس وقت بھشم جی اور دھرتراشٹ تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ اُس وقت بدر جی نے کہا۔ آپ نے سُنا جوتسیوں نے کیا کہا۔ درلودھن کے گرہ دشا کہتے ہیں۔ کہ یہ پلے سرے کا دغا باز مکاروں کا گرو گھمنڈ تال اور چندربنس کے لئے کلنک لگانے والا ہوگا۔ ذرا بڑا ہونے دیجئے۔ جہاں ہاتھ پاؤں نکالے۔ بس سمجھ لیجئے۔ کہ خاندان غارت۔ دُنیا تباہ۔ ایسا آفت کا پرکالہ۔ عقل کا دشمن کہ آپ کی ناموری میں وہ بٹہ لگائے کہ قیامت تک داغ نہ مٹے۔ کچھ جوتشیوں پر ہی منحصر نہیں۔ مَیں نے جہاں تک ستاروں سے معلوم کیا میرے رونگٹے کھڑے ہو رہے ہیں۔ کہ ہائے کیا شدنی ہے۔ ایسے دھرمواں کل میں ایسا کپوت۔ آپ نے بھی سُنا ہوگا۔ کہ اس کے پیدا ہوتے ہی سیاروں نے چیخ چیخ کر کانوں کے پردے پھاڑ ڈالے چیخ کیا تھی کرخت آواز میں رونا تھا۔ یہ بدشگونی بدفالی اوپر اوپر جانے والی نہیں ضرور اپنا اثر دکھائیگی۔ ایشور نے آپ کو سو بیٹے دئے ہیں۔ ایک لڑکی عطا کی ہے ان میں سے یک نہ شد۔ ۹۹ لڑکے زندگی کے سکھ کے لئے کیا کم ہیں۔ عقلمند لوگ خون فاسد کو جسم ہی سے نکلوا ڈالتے ہیں۔ سارے بدن کی حفاظت کے لئے ایک عضو کاٹ ڈالنا عقلمندوں کا کام ہے درد بٹنے کے لئے آنکھ پھوٹ جانے کا غم نہیں ہونا۔ بھاڑ پڑے وہ سونا جس سے ٹوٹیں کان۔ بس میری رائے ہے کہ آپ محبت پدری کو ڈالیں چولھے بھاڑ میں اور درلودھن کو گنگا جی میں پھنکوا دیجیے۔

ابھی خیریت ہے۔ جب دریودھن بڑھا تو آپ کو بھی طاق پر بٹھا دیگا کسی کی ایک پیش نہ جائیگی۔ دھرتراشٹ اور گاندھاری نے یہ سنکر دریودھن کی صورت دیکھی تو ماتا پھڑپھڑائی خون اوٹ گیا منہ چوم کر بولے اس چاند کے ٹکڑے کو گنگا جی میں بہا دیں۔ ہائے بڑی بے رحمی ہوگی۔ یہ پیاری پیاری صورت یہ موہنی مورت نظر نہ لگے۔ اہا کیسے بھرے بھرے ہاتھ پاؤں ہیں۔ چاند میں داغ اس میں داغ نہیں۔ بڑھیگا تو وہ ڈیل ڈول ہوگا کہ لوگ حسد کرینگے۔ ہم ایشور کے دین کی بے قدری نہیں کر سکتے۔ پرسی ہوئی تھالی میں کوئی لات نہیں مارتا۔ بڑے بھاگوں سے یہ صورتیں دیکھنا نصیب ہوئی ہیں۔ ان میں سے ایسے کلیجے کے ٹکڑے کو دریا میں بہائیں ہم سے نہ ہوسکیگا۔ تقدیر کا حال کس کو معلوم ہے۔ قسمت کا نوشتہ کس نے پڑھ پایا ہے۔ بس وہم ہی وہم ہیں ایسے آنکھ کے تارے کو ہاتھ سے کھونا کون عقلمند پسند کریگا۔ آب نہ دیدہ موزہ از پا کشیدہ۔ قبل از مرگ واویلا ہم تو کبھی روا نہیں سمجھتے۔ اب رہی یہ بات کہ شریر ہوگا ننگ خاندان ہوگا ایسا ہوگا ویسا ہوگا۔ اس کی ابھی سے فکر کیا جب ایشور بڑا کریگا عقل و فہم دیگا تب کی بات تب دیکھی جائیگی؛

بدرجی اس دو ٹوک جواب سے خاموش ہوگئے۔ اور دل میں کہنے لگے کہ شدنی ٹلنے والی نہیں جو ہونہار ہے جو لکھی بدی ہے وہ ہو کر رہے گی؛

قصہ کوتاہ یہ بات رفت و گذشت ہوگئی۔ سب لڑکے آغوش عاطفت میں پلے۔ بڑے ہوئے سن تمیز کو پہنچے۔ لڑکی بہت خوبصورت تھی اُس کا بیاہ پنجاب کے راجہ جیدرتھ کے ساتھ ہوا یہ راجہ بڑا صاحب طاقت اور صاحب شجاعت تھا۔ اس کے واسطے دعا تھی کہ جو مخالف اس کا سر تراشے اُس کے سر کے خود سو پرخچے ہو جائیں؛

بشیم پاین اس قدر فرما کر بولے کہ راجہ دھرتراشٹ کے سو فرزندوں میں دریودھن بڑا خود پرست اور صاحب طاقت ہوا اُدھر راجہ پنڈو

کے یہاں سے بھیم ایسے شہزورہ کی اُسی دن ولادت ہوئی۔ دریودھن نے تخم عداوت بوکر کورؤں کی نسل تباہ اور منقطع کی کروڑوں بہادران روئے زمین کے خون سے کرکشیتر کی زمین کو سیراب کیا۔ پانڈو بڑے دھرم دان تھے اُن سے دریودھن کی عداوت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آفتاب اقبال گوشۂ مغرب میں جاچھپا ادھرم کا بیج درخت ہوکر ایسا پھل لایا کہ آخر بھیم سین کی گدا سے جان گئی اور بدنامی کا ٹیکا دُنیا میں رہ گیا۔

ادھیاے ۴۰

کدنب رشی کی بددعا کا اثر۔ راجہ پنڈو کی وفات مہارانی مادری کی رفاقت دائمی۔ ماتم عام مہارانی کنتی اور پانچوں پانڈوؤں کی ہستناپور میں رونق افروزی

راجہ پنڈو بڑا دانشمند تھا۔ بس حد ہے کہ اس نے برہم رشیوں کی طرح تپ کیا۔ مگر ہونی سے کسی کا بس نہیں۔ جو نوشتۂ تقدیر ہے۔ ضرور ہوتا ہے راجہ جانتا تھا۔ کہ کدنب رشی کا سراپ کیا ہے۔ عورت کی ہمبستری اس کو بستر مرگ پر سلانے والی ہوگی۔ لیکن نہیں موت کو بہانہ ڈھونڈنا تھا۔ اُس نے ایک آڑ نکالی ہی پر نکالی۔ ایک روز راجہ پنڈو اپنے آشرم میں تشریف فرما تھے کنتی و مادری بھی وہیں رونق افروز تھیں۔ کام دیو نے راجہ کو مادری کے حُسن وجمال پر لٹو کردیا۔ تاب ضبط نہ رہی عنان شکیب ہاتھ سے جاتی رہی دل بے قابو ہوگیا۔ مادری سے بولا۔ پیاری طبیعت آپے میں نہیں۔ دل بے اختیار ہے۔ جلدی سے آغوش تنگ میں

آگر کلیجے کو ٹھنڈک پہنچا دے ؛

مادری ۔ ہیں ہیں آپ اس وقت ہیں کہاں ۔ بس معاف رکھیئے۔ دور ہی رہیئے۔ ہاتھ نہ لگائیگا۔ کچھ اونچ نیچ کا بھی خیال ہے ؛

راجہ پنڈو ۔ تم لاکھ کہو مَیں ایک ماننے کا نہیں ۔ سب اونچ نیچ معلوم ہے کچھ ہو جائے تم کو میرا کہنا ماننا پڑیگا ؛

رانی مادری نے لاکھ ہاتھ مارے ہزار سر ٹپکا مگر راجہ کے سر کا بھوت نہ اُترنا تھا نہ اُترا اس نے بے اختیار ہو کر رانی کو دبوچ لیا اور ہوائے نفسانی کے پھیر میں جان دے دی بددعا نے عین وقت پر اثر کیا ۔ مادری دیکھتی ہے تو پنڈو اسرد ۔ چولا خاک ؛

مادری دوہتڑ پیٹ کر رو پڑی ۔ دردناک چیخ سے جنگل گونج اُٹھا کنتی سُنتے ہی دوڑی آئی دیکھا تو اور ہی گل کھلا ہوا ہے سر ٹپک دیا ۔ پٹ سے زمین پر گر پڑی ۔ چلائی کہ ہائے مادری کیا غضب ڈھا دیا ۔ مَیں نے اتنے دنوں نہ معلوم کیسے ٹالا تھا ۔ مَیں بڑی حکمتوں سے کوری بچی رہی تھی افسوس تجھے صبر نہ ہوا تو نے ساری عمر بھر کا سکھ ایک لمحے میں کھو دیا ؛

مادری ۔ مہارانی جی کیا کہوں ۔ راجہ نے ایک نہ مانی لاکھ سمجھایا ۔ نیک و بد سمجھایا ۔ مگر ان کے تو دن پورے ہو گئے تھے ۔ کسی طرح نہ مانا ۔ آخر یہ نتیجہ نظر آیا ۔ ہائے اب مَیں کیا کروں افسوس آسمان سر پر پھٹ پڑا ۔ اچھا مہارانی جی نکل و سہدیو کو تمہیں سونپتی ہوں مَیں اب نہ جیوؤنگی راجہ کا ساتھ دونگی ؛

سب رشی مہرشی کہرام سُنکر جمع ہو گئے کنتی و مادری کو سمجھایا ۔ پانچوں لڑکے گود میں بٹھا کر کہا ان کی طرف دیکھو ان سے دل بہلاؤ ۔ مادری پر غلبۂ محبت تھا ۔ آتش عشق شعلہ زن تھی ۔ اس نے ایک نہ مانی کنتی سے کہا کہ سہدیو و نکل تمہارے سپرد ان کو بھی جدھشٹر بھیم ارجن کی طرح سمجھنا ۔ مَیں رخصت ۔ یہ کہکر وہ راجہ پنڈو کے ساتھ ستی ہو گئی جو جسم بڑی ناز و نعمت سے پلے اور نور کے سانچے میں ڈھلے تھے

وہ دیکھتے دیکھتے تودہ خاکستر ہو گئے۔ دُنیا ناپائدار و حیات مستعار کا ایک کرشمہ اہلِ عبرت کے پیش نگاہ تھا۔

رشیوں مہرشیوں کو بھی بڑا رنج ہوا اُنہوں نے راجہ پنڈو اور مادری کے پھول بیٹے۔ کنتی اور جدھشٹر۔ ارجن۔ نکل۔ سہدیو کو ساتھ لئے وارد ہستناپور ہوئے۔ کنتی کو رنواس میں بھیج دیا۔ دربار میں راجہ دھرتراشٹ بھیشم پتامہ اور بدرجی سے ملے سارا واقعہ بیان کیا ماتم انگیز داستان سنائی سانحہ دردناک سے دربار اور رنواس میں کہرام مچ گیا۔ صدائے ماتم سے اہلِ افلاک کے کلیجے ہلتے تھے۔ رشیوں نے اہلِ ماتم کو ڈھارس دی آنسو پونچھ کر راجہ پنڈو کے پانچوں فرزندوں کو سونپا بھیشم جی نے جو ہیں ان حواس خمسۂ سعادت مصرعہا سے خمسۂ لیاقت کو دیکھا کلیجے سے لگا لیا پیار کیا آنکھوں سے پٹ پٹ آنسو گرنے لگے تاسّف آمیز لہجے میں بدرجی سے کہا۔

"دیکھو ایشور کی مایا۔ کیسے کیسے چاند کے ٹکڑے ہیں۔ کیسے کیسے بھولے بھالے بچے ہستی ناپائدار کے ایک اشارے میں یتیم ہو گئے پل مارے سر سے سایہ اُٹھ گیا۔ ہائے راجہ پنڈو جب سکھ اُٹھانے کا زمانہ قریب آیا تو تم دُنیا سے رخصت۔ افسوس دیوتاؤں کے پیدا کئے ہوئے بیٹوں پر یہ یتیمی کی مصیبت۔ آہ جن کے دست و بازو کے سامنے کسی طاقت کی کچھ بساط نہیں وہ یوں بے پدر مگر موت سے چارہ نہیں۔ آئی گھڑی نہیں ٹلتی دُنیا کو قرار ہستی موہوم کا اعتبار نہیں ہائے"

بھیشم جی دیر تک پانڈوں کو گلے لگائے رہے دربار میں ایک عجیب سناٹے کا عالم تھا۔ رشی لوگ پانڈووں کا ہاتھ بھیشم اور دھرتراشٹ کے ہاتھ میں دے کر چھلاوے کی طرح نظر سے غائب ہو گئے۔ درباریوں کو اچنبا ہوا کہ ہیں یہ دیکھتے دیکھتے کیا ہوا جو صورتیں آنکھ کے سامنے تھیں وہ کہاں الوپ ہو گئیں۔ بھیشم پتامہ نے کہا آپ لوگ متحیر نہ ہوں۔ یہ سب رشی گندھمادن پربت کے تپسوی ہیں انہیں کے

تپوبن میں دیوتاؤں سے ان پانچوں پانڈوؤں کا ظہور ہوا۔ یہ بڑے مہاتما
تھے دیوتا ان کی عزت و منزلت کرتے ہیں۔ ہم آپ سب لوگوں کے بھاگ
کچھ اُودے ہوئے تھے۔ کہ اِن کے چرن دیکھنا نصیب ہوئے ۔

دھرتراشٹ اور بھیشم جی نے راجہ پنڈو اور مہارانی مادری کے پھولوں
کو بڑی شاہانہ عزت و تعظیم سے زمین کو سونپا۔ عالیشان چھتری تعمیر کی
اردگرد سبزہ زار کا نظارہ دکھایا۔ مرتک سنسکار یعنی فرائض غمی میں شاہانہ
اولوالعزمی سے کام لیا گائیں دان دیں۔ دکشنائیں دیں سب کرم بڑے
جوش محبت سے کیئے اور کنتی اور پانچوں پانڈوؤں کو بڑی الفت و عزت
سے سایہ عاطفت میں جگہ دی ۔

ادھیاے ۱۲۸

ہستناپور میں پانچوں پانڈوؤں کی قدر و منزلت

راجہ جدھشٹر وغیرہ ہستناپور میں رہنے لگے جدھشٹر کی لیاقتیں دیکھ
دیکھ کر ہر ایک کی روح خوش ہوتی تھی۔ راجہ دھرتراشٹ بہت ہی عزیز رکھتے
تھے۔ بھیشم اور بدرجی جب پانچوں بھائیوں کو دیکھتے ہاتھ بھر کا کلیجہ ہو جاتا
پانڈو بھی بزرگان موصوف الصدر کی نگاہ دیکھتے رہتے۔ اشاروں میں
چلتے تھے۔ اطاعت و خدمت کا ہر وقت خیال رہتا تھا۔ رضا جوئی کا دم
بھرتے تھے۔ بھیشم پتامہ جی خیال رکھتے تھے کہ کسی وقت ان یتیم
بچوں کا دل نہ دُکھنے پائے۔ اہل شہر کیا امیر کیا غریب کیا سیٹھ کیا
ساہوکار کیا برہمن کیا سادھو سب ان کو دیکھنے آتے حسن و لیاقت کو
سراہتے سعادت و متانت پر آفرین کہتے تھے۔ حسن و جمال پر ہر ایک
نچھاور ہوتا تھا۔ شکل و صورت پر دل قربان ہوئے جاتے تھے ۔

جب جدھشٹر کو دیکھتے خوش ہوجاتے کہ واہ کیا دھرم کی زندہ تصویر ہے چہرے سے شان جہانبانی پیدا پیشانی سے نور اقبال ہویدا۔

بھیم پر نظر پڑتی تو کلیجے پھڑک اُٹھتے کہ آہا کیسا ہاتھ پاؤں ہیں۔ کیا ڈنڈ بلے تیوروں کے سے تیور مست ہاتھی کی سی چال ڈھال۔

ارجن نظر سے گزرتا تو طبیعت حسن صباحت ووجاہت پر واہ واہ کرتی۔ رگ رگ سے پھرتی نمایاں۔ عضو عضو میں خون بہادری کا جوش۔

یوہیں سہدیو ونکل پر سب فدا ہوتے جاتے تھے۔ دعائیں دیتے تھے۔ راجہ دھرتراشٹ کے بیٹوں میں سے کوئی بھی ان کا کسی بات میں ہم پلہ نہ تھا۔ سب کے سب اہل شہر کی نظروں سے گر گئے تھے۔

شاہی محلوں سے لیکر شاہی دربار تک ان پانچوں کے پرتو اقبال سے جگمگ کرتے تھے۔ جس طرف ان کا گزر ہوجاتا نگاہیں بچھ جاتیں۔ ایک عالم نور ہوجاتا۔ سب کی زبان صفت کرتے کرتے گھستی تھی۔ ہر جگہ تعریف کے پل بندھ جاتے۔

ان کا دستور تھا کہ جہاں سویرے آنکھ کھلی بھیشم پتامہ دھرتراشٹ بدرجی رانی کنتی اور گاندھاری کی خدمت میں پہنچے ڈنڈوت کرکے پاؤں چھوئے اور ہر وقت سب بزرگوں کی رضا جوئی سے غرض رکھی جب پڑھنے لکھنے کا سن ہوا تو تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوئی بھیشم پتامہ جی نے کرپاچارج کے حوالے کیا راجہ دھرتراشٹ کے سو فرزند بھی اُن کے ہم مکتب ہم درس اور ہم سبق ہوئے۔ جس وقت تعلیم سے فراغت ملتی پانچوں بھائی دریودھن دوشاسن وغیرہ کے ساتھ کھیلتے سیر کرتے بھیم طاقت و توانائی میں فائق تھا۔ اس لئے کھیلوں میں وہی میری رہتا دریودھن وغیرہ ہارتے تو بھیم ان پر چڑھی لیتا۔ یہ گھوڑے کی طرح کان دبائے سواری دیتے ان سب کی بھیم سے بوٹی بوٹی لرزتی زور و طاقت سے کانپتے تھے۔ اگر کبھی ہار کر کورو درخت پر چڑھتے تو بھیم درخت اکھاڑ کر پھینک دیتا۔ سب اوندھے سیدھے

زمین پر چت ہوتے چوٹیں آتیں۔ مگر بس نہ تھا۔ جب کبھی دریا میں چہل
پہل سوجھتی تو بھیم دریودھن وغیرہ کو گیند کی طرح اُچھال اُچھال کر
پانی میں غوطے دیتا اور کسی کی ایک پیش نہ جانے پاتی۔

ادھیائے ۴۲

دریودھن کی دلی عداوت کا اظہار۔ بھیم سین کو زہر خورانی دریا میں گرداب فنا کا سامنا۔ برن جی کی مدد سے بقائے زندگی۔ ناگ لوک میں قیام آخرکار ہستناپور میں واپسی

بھیم سین کھیل مال میں کوروں کو ایسا نیچا دکھاتا تھا۔ کہ اُن کے
حواس پراگندہ تھے۔ لاکھ کارستانیاں کرتے زور مارتے مگر کبھی دال
نہ گلتی تھی دل ہی دل میں پانی پی پی کر کوستے دانت پیس پیس کر خون
کے گھونٹ پی پی کر رہ جاتے تھے۔ آخر ایک دن سب بھائیوں
نے گٹھ جوڑ کی کہ بھیم سین کا فیصلہ ہی کر ڈالو۔ یہی ہمارے تمہارے
لئے فساد کی جڑ ہے۔ جب اڈا ہی نہ ہوگا تو مکھی کہاں بیٹھے گی۔ سب
ایک ٹھیکرے کے ہلائے ہوئے تھے فوراً ٹھہرا لی کہ بس بس درست
درست آج ہی یا اِدھر یا اُدھر۔

لیجئے گنگا جی کے کنارے پر خیمے ڈیرے کھڑے ہو گئے۔ جگمگیروں
شامیانوں میں ناچ رنگ کا سامان ہوا۔ دریودھن وغیرہ سب رنگ
رلیاں منانے لگے۔ مشہور یہ کہ پانچوں عموزاد بھائیوں کی دعوت ہے
جدھشٹر وغیرہ مکر و فریب سے ناواقف عیاری و مکاری سے بے علم

سیدھے سبھاؤ سے تھے۔ آج رنگ دیکھا تو جوت گھٹائی اور وہ بھی با استراحت
پڑ رہے۔ اور بھائیوں کی تو معمولی نیند تھی لیٹے تو آنکھ لگی۔ مگر بھیم سین
کو تو بے پیچ سانپ ہی سونگھ گیا کھانے کو تو زہر آلودہ کیا تھا مگر جس
وقت چار پانچ سے مٹھائی کھائی تو وہ سب سادہ کے برابر ہو گیا۔ دشمن ہوشیار
تھے۔ پانڈو غافل تھے۔ جیلسازوں نے بھیم کے زہر سے جکڑے
ہوئے بدن کو خوب کس کس کر باندھا اور گٹھڑی گنگا جی میں پھینک کر
بے فکر خوش بیٹھے ہوئے دل میں خوش کہ بس رہ مارا۔ بلا ٹالے
بابھ بھیم سین اب بھیم سین نہیں۔ ایک رسیوں سے جکڑی ہوئی لاش
بہاؤ پر جانے کی بہتے بہتے پہنچی تو ماں ناگ لوک میں۔ پاون جی نے
بھیم کو بچا لیا افسوس کیا اور کلیجے کے ٹکڑے کی یہ درد دشا صورت
سے پہچانی نے لگا سارا زہر کا فساد ہے۔ فوراً سانپوں کو حکم دیا۔ کہ زہر
زہر بھی ابھی سارا زہر کھینچ لیں۔ بات کہنے کی دیر تھی۔ سانپوں نے
زہر کھینچنا شروع کر دیا تھوڑی دیر میں بھیم کو کچھ ہوش آیا آنکھ کھولی تو ہاتھ
پاؤں رسیوں سے جکڑے ہوئے پائے اور سارا جسم گٹھڑی۔
اس پر طرہ زہریلے سانپوں کی موجودگی فوراً ہی بدن کسمسایا ہاتھ
پاؤں کو جنبش دی تو سارے بند تڑ تڑ ٹوٹ گئے رسیاں کچے دھاگے
کی طرح جگہ جگہ سے الگ الگ ہو گئیں۔ اب بھیم سین سنبھلے اور سانپوں
کے سر ہو گئے۔ جس کی طرف لپکے وہ دم دبا کر بھاگا جس کی طرف نگاہ
اٹھائی جان بچا کر ادھر ادھر دبک رہا۔ جو سانپ بھاگے وہ سیدھے
باسکی ناگ کے پاس پہنچے فریاد کی کہ بھیم کر نے آفت لائے۔ بھیم کا زہر
کیا کھینچا اپنے حق میں بس بو دیا لئے ہمارا آستین بن رہا ہے۔ باسکی
کا ایک سردار قوم آریک تھا وہ تو بھیم سین کے پاس گئے آریک نے
دیکھا تو کلیجے میں ٹھنڈک پڑی۔ باسک سے کہا یہ تو میری نواسی کنتی
کا منجھلا بیٹا ہے۔ یہ کہہ کر بھیم سین کو گلے سے لگایا پیار کر کے گھر
ساتھ لے گیا وہاں ایک مقوی عرق تھا بھیم سین کو پلا کر کہا کہ بس اب

بے فکر اس رس نے دس ہزار ہاتھیوں کی طاقت تمہارے جسم میں پیوست ہو گئی۔ بھیم سین پر زہر کا اثر تھا۔ پیاس سے زبان میں کانٹے پڑ رہے تھے حلق بالکل خشک۔ خوب پیٹ بھر کے عرق پیا۔ سانپوں نے دیکھا کہ بھیم سین تو ایک قطرہ بھی نہ چھوڑیگا منت وسماجت کی کہ کچھ ہمارے لئے تو رہنے دیجئے۔ بھیم سین نے کہا خیر کیا مضائقہ سانپ باقیماندہ ہی کو غنیمت سمجھے اور بھیم سین نے باسکی کے بستر راحت پر بڑے آرام سے استراحت کی ۔

اب یہاں کا حال سنیئے جس وقت سویرا ہوا تو پانڈو اور کورو جاگے دیکھتے ہیں کہ بھیم ندارد۔ پانڈو حیران پریشان اِدھر اُدھر ڈھونڈھتے پھرے کوروں نے بھی بناوٹ سے سوئی کی طرح ڈھونڈا مگر وہاں بھیم کہاں سب روتے پیٹتے گھر آئے۔ کیفیت سُنائی جس نے سُنا رو پڑا۔ ایک عجیب کہرام کا عالم تھا ۔

بدر جی روشن ضمیر تھے۔ وہ معاملے کی تہ کو پہنچ گئے۔ جدھشٹر سے فرمایا کہ برخوردار۔ رنج نہ کرو گھبرانے کی کچھ بات نہیں۔ بھیم سین ناگ لوک میں پون جی کے یہاں خیریت سے ہے کمبخت دریودھن نے اُسے زہر دیا۔ گنگا جی میں پھینکا جان لینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی مگر جس کو ایشور رکھے اُس کو کون چکھے دریودھن کی دشمن سے اُس کا ایک رویاں بھی میلا نہ ہوا تم صبر کرو۔ میں پاتال سے تمہارے قوت بازو کو بلائے لیتا ہوں۔ یہ کہکر بدرجی نے قاصد بھیجے وہ پر لگا کر اُڑے تو باسکی ہی کے یہاں تھے۔ پیغام سُنایا بھیم سین کی رخصت چاہی۔ اریک بھی عین موقع پر آگیا۔ دونوں نے قیمتی سے قیمتی زیور عمدہ سے عمدہ جواہرات نفیس سے نفیس تحائف۔ اعلےٰ سے اعلےٰ سوغاتیں دے کر بھیم کو ہستنا پور میں پہنچا دیا ۔

بھیم سین مع الخیر بھشم پتامہ راجہ دھرتراشٹ بدر جی اور اپنے بھائیوں سے ملا جس نے تحفہ تحائف دیکھے حیران رہ گیا وہ چیزیں

نظر سے گزریں۔ جو کسی نے خواب میں بھی نہ دیکھی تھیں۔ بھیم نے کل زیور و جواہرات اپنی ماتا مہارانی کنتی کے ہاتھ رکھے۔ اور سب بھائیوں کو اپنی جانبری کا مبارکباد دیا۔ عوام الناس دریودھن کی نالائقی پر ثھٹ کرتے تھے۔ دریودھن دل میں کٹا جاتا تھا۔ کہ ہائے بدنامی کی بدنامی ہوئی اور پھر ناکامی کی ناکامی ؛

ادھیائے ۴۳

کوروؤں پانڈوؤں کی تعلیم کے لئے درونا چارج کی تقرری

درونا چارج نے کرپی سے شادی کی جس سے اسوتھاماں کی ولادت ہوئی۔ جب آچاریہ جی گھر گرہستی والے ہو گئے تو روٹیوں کی فکر پڑی خیال ہوا کہ کچھ روزگار کرنا چاہئے سوچتے سوچتے سوچے کہ پرسرام جی سے بڑھ کر کوئی مرجع دانا نہیں وہ دولت بھی دینگے اور شستر ودیا بھی سکھا دینگے۔ بہرحال روٹیوں کی کمی نہ رہیگی۔ وہ تیر کی طرح پرسرام جی کی خدمت میں پہنچے قدم چھو کر گذارش کی ؛ مہاراج۔ بھاردواج کا بیٹا قدمبوس ہے ؛

پرسرام جی نے جوہیں بھاردواج کا نام سُنا بڑی عزّت و تکریم سے پیش آئے بڑی خاطر سے بٹھلایا مزاج پُرسی کے بعد پوچھا۔

تکلیف کا باعث۔ یادآوری کا سبب۔ کرمفرمائی کی وجہ ؟

درونا چارج۔ کیا عرض کروں کہتے شرم آتی ہے۔ شامت کی مار شادی کر بیٹھا۔ شادی کے بعد لڑکا پیدا ہؤا۔ روٹیوں کے لالے پڑ گئے۔ گھر گرہستی

کی فکر سر پر پڑی۔ صورت سوال ہے۔ زبان سے کیا کہوں۔ آپ کو سرچشمہ فیض اور دل کا بادشاہ سُنا تھا۔ قسمت نے رہبری کی۔ حاضر ہو گیا۔

پرسرام۔ افسوس آپ کو آنے میں ذرا دیر ہو گئی۔ میرے پاس جو کچھ سرمایہ اثاث البیت وغیرہ تھا ابھی برہمن لے جا چکے۔ صرف چند آلات حرب وضرب (شستر) یعنی ہتھیار کے سوا کچھ بھی پاس نہیں جو نظر کروں اگر مرضی ہو تو شستر بدیا سکھا دوں۔ جو ہر کسی نہ کسی وقت کام آ ہی جاتا ہے۔ شاید پھل دیے رہے۔

درونا چارج۔ آپ تھوڑی دیر پہلے ہاتھ جھاڑ بیٹھے۔ یہ میری قسمت میرے نصیب۔ خیر آپ مہربانی فرماتے ہیں تو شستر ودیا ہی سکھا دیجئے محروم تو نہ واپس جاؤں۔

پرسرام جی سے بڑھکر شستر ودیا کا عالم نہ ہوا نہ ہوگا۔ اُنہوں نے مفلس قلاش درونا چارج کو بڑے شوق اور بڑی محبت سے فن حرب وضرب سکھلایا اور تھوڑے ہی دنوں میں ایسا اُستاد کر دیا کہ دُنیا کے پردے پر جواب نہ رہا۔ درونا چارج فنون جنگ یعنی تیراندازی وغیرہ میں کمال حاصل کر کے گھر لوٹے تو ایک دن ایک نیا معاملہ پیش ہوا۔

اسوتھاماں اپنے ہمسنوں کے ساتھ رنگ رلیاں منا رہا تھا۔ اتفاقاً سب کے سب نے دودھ پیا۔ اسوتھاماں منہ دیکھتا رہ گیا۔ دل میں خیال کیا ہائے میں ہی بدقسمت جسے دودھ نصیب نہیں۔ وہ اپنے گھر دوڑا گیا۔ ماں سے فریاد کی دودھ کے لئے مچلا۔ وہاں کیا دھرا تھا۔ دودھ کا نام ونشان کہاں ماں کی مامتا پھڑپھڑائی۔ دل میں رو دی کہ ہائے میرا بچہ دودھ کی ایک چھانچھ کو ترسے مگر بس کیا دودھ کہاں سے لائے۔ آخر اس نے چانول پیسے اور پانی میں گھول کر ایک کٹورا اپنے کلیجے کے ٹکڑے کے ہاتھ میں دے کر کہا لو بیٹا دودھ پیو۔

اسوتھاماں کلجگی نہ تھا بھولے پن سے پانی میں گھولے ہوئے چانول پی لئے اور ماں کا شکریہ ادا کیا کہ بڑے مزے کا دودھ پلایا۔ بات رفت گذشت ہو گئی مگر کرپی (اسوتھاماں کی ماں) کو سخت رنج ہوا کہ ہائے میرا بیٹا دودھ کی ایک بوند کو ترسے وہ رنج و فکر میں بیٹھی ہوئی تھی کہ درونا چارج ادھر اُدھر سے گھومتے ہوئے گھر آئے کرپی نے جب مزاج ٹھیک دیکھا حواس ٹھکانے پائے۔ کہا پریتم۔ ہائے ایسا عالم جو ایسا شسترودیا کا اُستاد۔ ہائے اُسی کا بیٹا دودھ کو ترسے۔ پاس پڑوس میں جس گھر کو دیکھو گایوں کی شمار نہ قطار۔ ہر گھر میں دودھ کی نہریں سی بہتی ہیں۔ جس کے گھر میں گائے نہیں وہاں بکری ہے۔ افسوس میرے گھر میں ایک لڑکا اور وہ ایسا بدنصیب کہ دودھ کے نام سے بھی آگاہ نہیں۔ بس حد ہے۔ کہ ہم نے چانول گھول کر پلا دیئے۔ اور اس نے سمجھ لیا کہ یہی دودھ ہے۔ میں کلیجہ پکڑ کے رہ گئی۔ ہائے جس کے باپ تم ایسے۔ اُس کی یہ دُردشا یہ دُرگت۔

درونا چارج نے جس وقت اپنی پیاری بیوی کی زبان سے یہ دردناک الفاظ سنے اُن کا دل بھر آیا آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے انہوں نے کہا دھرم پتنی۔ تمہارا کہنا سب صحیح۔ بالکل درست۔ مگر پیاری میں دنیاوی خواہشات سے دور ہوں۔ دنیا کے سارے سامانوں سے مجھے کیا سروکار۔ ہم گوشہ نشینوں کو آرام و آسائش سے کیا واسطہ۔ اسی لئے گھر میں بھونی بھانگ نہیں۔ مگر پیاری تمہارے کہنے سے پہلے ہی میں سوچ رہا تھا۔ کہ پیٹ کے دھندے سے تمہاری اور اسوتھاماں کی ہوسیں پوری کروں۔ مگر جپ تپ کے خیال نے میرا ہاتھ پکڑا کسی کے سامنے ہاتھ پھیلانے نہ دیا۔ میرا ہر وقت ارادہ رہتا ہے۔ راجہ دروپد کے پاس جاؤں بچپن میں ہم دونو ہم سن ہم مکتب ہم سبق ہم درس تھے۔ جب کبھی بات چیت ہوتی تو وہ کہتے کہ بھائی

درون جس وقت مجھے راج ملا آدھی سلطنت تمہاری ہوگی۔ اور آدھی میری ایشور نے اُنہیں صاحب تاج کر دیا۔ اگر میں وہاں جاؤں تو ممکن نہیں کہ بات پٹ پڑے،،

بچپن کی باتیں اور ہوتی ہیں کھیل کود میں نہ جانے آدمی کیا کیا کہہ جاتا ہے۔ اس وقت کا اعتبار مگر جتنی مجھ سے اور اس سے محبت تھی اس کے لحاظ سے میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ آدھا راج نہ سہی تو کوئی نہ کوئی جاگیر ضرور دے گا۔ اس میں فرق نہیں،،

کرپی۔ جب یہ بات ہے تو پھر روز روز کی ہائے ہتیا کیوں۔ جاؤ۔ ادر راجہ دروپد سے کچھ اینٹھ لاؤ۔ لڑکا تو ایک ایک چیز کو نہ ترسے،،

درونا چارج۔ خیر تمہاری مرضی ہو تو لو چلتا ہوں۔ آؤ تم بھی چلو اسوتھاماں بھی چلے تمہارے اس کے چلنے سے راجہ کو اور بھی خیال ہوگا،،

کرپی گویا تیار بیٹھی تھی۔ اسوتھاماں بھی کمر باندھ کے کھڑا ہوگیا۔ تینوں وہاں سے چلے منزل مقصود پر پہنچے۔ راجہ دروپد کے دربار میں راجہ سے سامنا ہوا ادھر سے پرنام ادھر سے اشیرباد وغیرہ کے بعد یہ باتیں ہوئیں،،

درونا چارج۔ مترجی آپ کو راج پاٹ مبارک۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ میں اپنے ہم مکتب ہم سبق کو صاحب تخت و تاج دیکھ رہا ہوں۔ واہ واہ کیا زمانہ تھا۔ جب ہم آپ مل جل کے کھیلتے مانتے تھے دوئی نہ تھی۔ ایک تھیلی کے چٹے بٹے کہلاتے تھے۔ بس دانت کاٹی روٹی تھی اور کیا کہیں۔ ہم سے بڑھ کر آپ کا کوئی دوست نہ تھا۔ آپ نے ایک دفعہ نہیں سو مرتبہ کہا کہ راج ملیگا تو آدھا راج تمہیں دونگا۔ آپ یک سخن ہیں۔ آپ کی بات پتھر کی لیک ہوتی ہے۔ اس لئے میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کہ آپ وعدہ پورا نہ کریں تو خیر دوست کی رفاقت ہی کریں،،

راجہ دروپد۔ میں کچھ نہیں سمجھا کہ آپ کیا کہتے ہیں۔ میرا نہ کبھی کوئی

دوست تھا نہ دشمن۔ آپ کو شاید اس وقت مغالطہ ہوا ہے"۔
درونا چارج۔ نہیں مہاراج آپ نہ پہچانیں تو اور بات ہے میں تو پہچانتا ہوں۔ آپ نے مجھ سے آدھی سلطنت دینے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر مجھے جپ تپ کے ہوتے سلطنت سے کیا واسطہ۔ بُرا ہو زندگی کا غم ناداری بُز بجز کا معاملہ ہوا لوگوں نے کہہ سنکر شادی کرادی۔ شادی کے بعد ایک اسو تھاماں نام کا لڑکا پیدا ہوا مفت میں گھر گرہستی کا جھنجٹ گلے پڑا۔ روٹی کی فکر لازمی ہوئی آپ سے بچپن میں وعدے ہو چکے تھے۔ اس لئے امیدیں دولت در پر گھسیٹ لائیں بیوی ساتھ ہے لڑکا بھی ہمراہ اب وعدہ وفائی فرمائیے"۔
راجہ دروپد۔ تم کون ہو میں کچھ نہیں جانتا۔ اس پر یہ گستاخی کہ دوست کہکر پکارنا۔ میں راجہ میرے ایسے سچے دوست۔ کبھی ممکن نہیں اگر دوست دوست نہ کہتے تو شاید کچھ لابھ ہو جاتا۔ اب سیدھے گھر کی ہوا کھاؤ میرے پاس دینے کو کچھ نہیں۔ اگر کچھ کھانا پینا ہو تو خیر مضائقہ نہیں دلوادوں۔ جورو کو بھی کھلاؤ بچے کو بھی۔ درونا چارج نے جو یہ سوکھا جواب سُنا۔ بدن پر پسینا آگیا۔ سخت ندامت ہوئی۔ کہا اچھا مہاراج۔ نہ لینی نہ اپنے وعدے کی یاد آئی۔ خیر یہاں بھی ایشور مالک ہے"۔

یہ کہکر درونا چارج سخت مایوسی کی حالت میں وہاں سے واپس آئے بیوی اور لڑکے سے الگ شرمندگی اپنے آپ سے الگ ندامت بیوی نے ٹھیل ٹھیل کر بھیجا تھا۔ ٹھیکرا اس کے سر پھوٹا کہ ہائے تو نے ناک کھوئی نہیں تو میں کسی کا کنوڑا ہونا نہیں چاہتا تھا۔ افسوس آج بٹہ لگ گیا۔

درونا چارج کچھ غم کچھ افسوس کچھ بیوقوفی کچھ اپنی حماقت کچھ راجہ دروپد کے یہاں کی مایوسی کو روتے پیٹتے تو ذرا کچھ دن بھر سے اتفاق سے کرپا چارج ان کے سالے کا گھر راستے میں پڑا تھکے ماندے وہیں ٹھہر گئے

کرپاچارج درونا چارج کے کھالے تھے۔ اس زمانے میں وہ کوروؤں پانڈوؤں کو پڑھایا لکھایا اور کچھ بان بدیا سکھایا کرتے تھے۔ ان کے یہاں کا ٹھیرنا درونا چارج کے لئے اکسیر ہوگیا۔ یہ بھی کرپاچارج جی کے ساتھ جاتے اور جب وہ کہیں اِدھر اُدھر ہوتے تو درونا چارج جی اہل مکتب کو لکھاتے پڑھاتے اور علوم و فنون سکھاتے تھے۔ یونہیں چند سے بسر ہوئی۔ کرپاچارج اپنے بہنوئی کی نہایت خاطرداری کرتے بہن کے تلوؤں کے نیچے آنکھیں بچھاتے اور بھانجے کو پھولوں پر رکھتے تھے۔

درونا چارج کو معلوم تھا کہ ہستناپور کے کرتا دھرتا جو کچھ ہیں وہ بھیشم پتامہ جی ہیں۔ بھیشم جی کی طرح قدردان جوہر و کمالات اِس وقت چار کھونٹ میں نہ تھا۔ فیاض بھی ایسے تھے کہ کسی سائل کا سوال رد نہ ہوتا تھا۔ جو جس نے مانگا بے اُف کئے دے دیا۔ اس خیال کو مدنظر رکھ کر اُنھوں نے کرپاچارج کے یہاں کچھ دنوں قیام کیا اور تائید اقبال اور موقع مناسب کے منتظر رہے۔

ادھیائے ۱۳۸

درونا چارج کی بیداری قسمت۔ ہستناپور میں تشریف آوری۔ کرشمۂ تیراندازی۔ بھیشم پتامہ کی جوہر شناسی کوروؤں پانڈوؤں کی تعلیم و تربیت کیلئے تقرری

کورو اور پانڈو طرح طرح کی ورزشوں سے جی بہلاتے اور لڑکپن کے

کھیلوں میں موجیں اُڑاتے تھے۔ بھیم سین سب سے بارہ بانٹ تھا۔ اس سے کسی کی ایک پیش نہ جاتی تھی سب دبے رہتے تھے۔ ایک روز گیند کھیلنے کی ٹھہری کھیل ہو رہا تھا کہ بھیم سین کے ہاتھ کی ٹھیکی سے اتفاقاً گیند کوئیں میں جا گرا سب کورد بھیم سین کے سر ہوئے مگر زبردست کا ٹھینگا سر پر کسی کی ایک پیش نہ گئی۔ آخر سب مجبور کریں تو کیا کریں۔ سب کوئیں پر جمع ہوئے۔ کوئی کوئیں میں بانس ڈالتا ہے کوئی بانسوں میں کوئیں مگر گیند نہ آج نکلتا ہے نہ کل۔ راجہ جدھشٹر نے بھی بہت ہاتھ پاؤں مارے۔ لیکن گیند کا پتہ نہیں گیند تو گیند اپنے ہاتھ کی قیمتی انگوٹھی بھی کھو بیٹھے۔ اور یک نہ شد دو شد کا معاملہ ہو گیا۔ یہ انگوٹھی نہایت قیمتی تھی۔ انگوٹھی گری تو سب کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ کوشش ہوئی کہ جس طرح ہو سکے گیند اور انگوٹھی نکال لیں۔ سو کوردا اور پانچ پانڈو کوئیں کے اردگرد جمع تھے۔ ہر ایک اپنی تدبیر لڑا رہا تھا۔ مگر ایک بھی کارگر نہ ہوئی تھی۔ درونا چارج کچھ دور یہ تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اُنہوں نے سمجھ لیا کہ سب ہستناپور کے راجکمار ہیں۔ کوئیں پر سب کا جمع ہونا اس بات کا ثبوت ہے۔ کہ کچھ کھو بیٹھے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ کنوئیں سے نکال لیں:

درونا چارج جی۔ تائید بخت سے ٹہلتے ٹہلتے وہیں آ گئے۔ اور پوچھا کہ راجکمارو کیوں فکر میں ہو اتنا انتشار کیوں:

جواب۔ کیا کہیں ایک گیند کنوئیں میں جا پڑا۔ اس کے نکالنے کی فکر ہی تھی کہ انگوٹھی بھی گر پڑی۔ گیند سے تو خیر کھیلنے ہی میں ہرج ہوا تھا۔ انگوٹھی کے کھو جانے سے گھر میں خفگی بھی پڑیگی۔ اسی فکر میں پریشان ہیں:

درونا چارج۔ افسوس راجہ بھرت کی اولاد اور ذرا سے کام سے معذور جواب۔ آپ کا طعنہ دینا صحیح۔ مگر یہ طعنہ اس وقت درست ہو

آپ گیند اور انگوٹھی لا کر دکھا دیں یوں ہمیں بھی بہت فقرے آتے ہیں۔

درونا چارج۔ رہنس کر) تم سب راجکمار ہو تمہاری باتوں کا میں جواب تو دے نہیں سکتا۔ مگر خیر بچہ سمجھ کر ایک کھیل دکھائے دیتا ہوں۔ اچھا وہ سامنے ایک جھاڑو پڑی ہے کوئی اُٹھا تو لائیے۔ ہستناپور کے راجکمار کیوں جھاڑو اُٹھانے لگے تھے۔ وہ ہنس کر ٹال گئے۔ مگر درونا چارج کو موقع کی تاک تھی۔ اس سے بڑھ کر ان کو اظہار لیاقت کا کوئی موقع نہ تھا وہ وہیں پڑی ہوئی ٹوٹی پھوٹی جھاڑو اُٹھا لائے۔ ایک کمان بنائی چلہ چڑھایا اور جھاڑو کی سینک ماری تو گیند کے وار۔ اس کے بعد دوسری سینک لی اور ایسا چوکس نشانہ لگایا کہ سینک پر سینک جم بیٹھی۔ یوں ہی نشانوں کا تار بندھ گیا سینکوں کا تانتا لگ گیا۔ یہانتک کہ اخری سینک اوپر آگئی اور سب نے کھینچا تو گیند برآمد۔ ہر ایک فن تیراندازی و نشانہ بازی سے حیران ہو گیا۔ تعجب تھا کہ آدمی میں یہ غیبی طاقت کیسی جب اس کرشمے کو دیکھ چکے تو بڑی عاجزی بڑی منت سماجت سے درخواست کی کہ۔

لڑکے۔ مہاراج گیند کھو بھی جاتا تو کیا مال تھا۔ مقدم چیز انگوٹھی تھی۔ وہ تو کنوئیں ہی میں پڑی ہے۔ اس کو نکالئے تو آپ کا جش گائیں۔

درونا چارج۔ لیجئے ابھی ابھی آپ ذرا سیر دیکھیں۔

یہ کہکر درونا چارج جی نے ترکش سے نکال کر ایک تیر چلے پر چڑھایا جو میں چٹکی سے نکلا انگوٹھی پر جا پہنچا اور انگوٹھی کو چھوتے ہی وہاں سے اُڑا تو بس باہر ہی تھا بات کہتے دیر لگتی ہے۔ اس ساری کارروائی کو کچھ دیر نہ ہوئی۔

راجکمار گیند ہی کے نکلنے سے انگشت حیرت در دہاں تھے۔ انگوٹھی کا معاملہ سونے میں سہاگا ہو گیا۔ اس وقت تو وہ کھیلتے مالتے گھر کو آگئے جس وقت بھیشم پتامہ جی سے سامنا ہوا تو ساری باتیں خود بخود اُگل دینا پڑیں۔

بھیشم جی۔ نے کُل سرگذشت سُنی جب سب سُن چکے تو فرمایا کہ درونا چارج کے سوا کسی میں یہ دست قدرت نہیں کیا وہ یہاں آئے ہیں؟

جواب۔ جی ہاں اپنا نام وُہ یہی بتاتے تھے۔ کرپا چارج مہاراج کے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ بلا کے تیرانداز ہیں۔ بس کیا تعریف کی جائے؟

بھیشم پتامہ بہت خوش ہوئے اُسی وقت معزز اہلکار دوڑائے۔ بڑی خاطر تواضع سے درونا چارج کو بلایا۔ وُہ آئے بہت تعظیم وتکریم کی سرآنکھوں پر جگہ دے کر پوچھا کہ ا۔

مہاراج بھولتے بھٹکتے کہاں یہاں آ گئے۔ زہے نصیب کہ آپ نے مجھ ایسے شخص کو سرفراز کیا جو دُنیا میں کسی قابل نہیں؟

درونا چارج۔ میں فقیر آدمی جب تپ سے مطلب۔ قسمت کا لکھا بڑا تھا شادی ہوئی لڑکا ہوا۔ یہاں بھگوت بھجن سے سروکار بہ ڈھیوں کا بھینا کون کرے راجہ دروپد سے بچپن کی دوستی تھی۔ دوستانہ میں اُس نے آدھا راج دینے کے لئے زبان دے دی تھی۔ جب اودھر روٹی کے لالے پڑے کوڑی کوڑی کی محتاجگی ہوئی۔ اسوتھاماں دودھ کے لئے رو دیا تو میں راجہ دروپد کے پاس گیا۔ بچپن کی دوستی یاد دلائی نم کتنی کا دھیان دلایا۔ مگر وہاں دماغ عرش پر تھے مزاج ملنا چہ معنے وارد۔ جیسے کبھی کی جان پہچان کسی وقت کی صاحب سلامت ہی نہ تھی۔ ئیں اپنا سا منہ لئے پھر دھیان آیا کہ چلو کرپا چارج اپنے سالے کو دیکھتے چلیں آب و دانہ بہانے یہاں لے آیا اب دیکھئے مٹی کہاں لے جائے کس کس جگہ کی ٹھوکریں قسمت میں ہوں؟

بھیشم پتامہ۔ آپ یہاں تشریف لائے ہستناپور کی خوش قسمتی اسوتھاماں کو دودھ کا غم اور آپ کو ذراسی بات کیلئے اتنا قلق لیجئے کتنا دودھ چاہیئے آپ کے بیٹے کو دودھ سے نہ نہلا دوں گھر بیٹھا

دودھ کا دریا نہ بہ جائے تب کی سند۔ روپیہ پیسے کی بھی فکر فضول آپ کی کرپا سے ایشور کا دیا سب کچھ موجود ہے جو ہے سب آپ ہی کا ہے۔ یہ سب راجکمار میرے پوتے ہیں۔ آپ ان کی تعلیم و تربیت کا بیڑا اُٹھائیے علوم و فنون سکھائیے شسترودیا پڑھائیے بس اور کچھ کام نہیں ۔

یہ فرما کر بھیشم پتامہ جی نے توڑے کے توڑے اُٹھا دئے اور گروگرام (جس کو حال میں گڑگاؤں کہتے ہیں) رہنے بسنے کو دے دیا درونا چارج بڑے خوش ہوئے۔ دل میں سراہتے تھے کہ واہ بھیشم تم نہیں جیسا سُنا تھا اس سے زیادہ پایا بڑے دریا دل ہو سخی داتا ہو۔ قدردان ہو۔ شاہی کی نام کو بو نہیں یہ اخلاق یہ مروت یہ سادہ مزاجی۔ آفرین۔ آفرین۔ درونا چارج نے خوش خوش گروگرام کا راستہ لیا سب کورو اور پانڈو بھی حصول تربیت کی غرض سے ہمراہ ہوئے جب تعلیم و تربیت کا سلسلہ شروع ہوا درونا چارج نے سب سے مخاطب ہو کر کہا:۔

راجکمارو۔ مَیں تمہیں علوم و فنون گھول کر پلا دونگا مگر یاد رکھو ایک بات تم سب کو کرنا ہوگی۔ آج نہیں بلکہ جب میری مرضی ہوگی اس گول مول بات پر سب کے سب بغلیں جھانکنے لگے دریودھن وغیرہ کا کیا ذکر جدھشٹر جی بھی جی بجرا گئے خیال تھا کہ نہ جانے گروجی مہاراج

---

[1] پہلے اس کا نام یہ نہ تھا درونا چارج کی سکونت کیلئے گروگرام ہوا یعنی گرو کے رہنے کا گاؤں۔ اب یہ مقام گڑگاؤں کے نام سے مشہور ہے درونا چارج کی جس مقام پر سکونت تھی وہاں ایک تالاب انہیں کے نام سے موسوم ہے یعنی درونا ساگر۔ ان کی زوجہ کو سب ماتا جی کہتے ہیں۔ چنانچہ ان کی قیام گاہ پر اب سیتا ماتا کا مندر نشستگاہ خاص و عام ہے۔ گڑگاؤں کا ضلع انبالہ کی قسمت میں واقع ہے۔ جسے درونا چارج کے نام نامی کی یادگار سمجھنا چاہیئے۔

کیا مانگ بیٹھیں کیا دینا پڑ جائے اس سے سب چپ لگا گئے مگر ارجن
جیوٹ اور دل گردے کا نوجوان ٹھا چھاتی ٹھونک کر کھڑا ہو گیا مونچھوں
پرتاؤ دے کر بولا۔ کہ گروجی مہاراج میں خدمتگذاری کو حاضر ہوں جس
وقت جو حکم ہوگا بجا لاؤنگا آپ اطمینان رکھیں؛

درونا چارج نے ارجن کو گلے سے لگا لیا دل میں جان گئے کہ ارجن
ہونہار ہے۔ اس کا اقبال ضرور چمکیگا۔ انہوں نے خوش ہو کر کہا؛
درونا چارج۔ شاباش بیٹا شاباش۔ ہمت پر آفرین۔ جرأت پر صد رحمت
بڑوں کی بات یوں ہی رکھتے ہیں۔ سعادتمندی اسی کا نام ہے میرے
پاس اور کیا ہے جو تمہیں دوں۔ اچھا لو اشیرباد۔ میں دعا کرتا ہوں۔ کہ
تیر اندازی میں کوئی تمہارا مقابل ہی نہ ہو۔ کیسا ہی صاحب طاقت ہو
تم سے پست ہی رہے؛

ارجن نے اشیرباد سے خوش ہو کر درونا چارج جی کے قدموں پر
سر جھکا دیا۔ اُنہوں نے پیٹھ پر ہاتھ پھیر کر اُٹھایا اور بڑے پیار سے
تربیت آغاز کی۔ درونا چارج سب کوروُں اور پانڈووں کو وید شاستر
پڑھانے اور شستر ودیا سکھانے لگے۔ مگر نظر عنایت زیادہ ارجن ہی
پر تھی۔ کیونکہ اُن کے دل میں سوچی ہوئی خواہش کا دارومدار اسی پر تھا۔
ایک سو کوروُں اور پانچ پانڈووں میں سے صرف ارجن ہی تھا جس نے
حامی بھرلی۔ کرن ایسا دلاور بھی اس وقت کچھیا گیا۔ جرأت نہ پڑی کہ
چھاتی ٹھونک لے؛

ادھیائے ۴۵

درونا چارج کے فیض تعلیم سے کورو اور پانڈو راجکماروں کی تکمیل لیاقت وغیرہ

گورو گرام میں سب کورو پانڈو علوم و فنون حاصل کرتے تھے ایک سے

ایک گوشے سمت لے جانا چاہتا تھا۔ مگر نہیں ارجن عقل کا پتلا تھا۔ ذہن کو غضب کی رسائی ملی تھی۔ درونا چارج منہ سے کہنے بھی نہ پاتے کہ ارجن لے اُڑاتا۔ کرن بلا کا ہوشیار تھا۔ اس کی عقل بھی ضرور تیز تھی۔ مگر ارجن ارجن ہی تھا۔ کرن کو وہ بات نصیب نہ تھی جو اسے حاصل تھی۔ تاہم وُہ اپنے آپکو بہت کچھ سمجھتا تھا خصوصًا اس لئے کہ دریودھن سے گہری دوستی تھی وہ اس کا دم بھرتا۔ یہ اُس کا پاپی سیح مچ دانت کاٹی رہتی تھی دریودھن پانڈوؤں سے خار کھاتا تھا۔ ہر وقت بُرا چیتتا تھا کرن بھی دوستی کی وجہ سے سگ زرد برادر شغال ہو رہا تھا دریودھن کے سوا سب ہیچ جو دریودھن کہے وُہ ٹھیک۔

ایک روز درونا چارج جی کے یہاں پانی کا صفایا ہو گیا دیکھتے ہیں تو ایک بوند بھی نہیں۔ کسی سے کہا کہ جاؤ جلدی پانی لاؤ۔ وُہ گیا تو وہیں کا ہو رہا۔ پتہ ندارد۔ آخر درونا چارج نے شاگردوں سے فرمایا کہ سب کے سب بیٹھے ہو کسی سے ذرا پانی نہیں لایا جاتا۔ اسوتھاماں وہیں تھا اُس نے برتن اُٹھایا اور لمبا پڑا۔ ادھر چٹپٹی پڑی تھی بے پانی ہرج ہو رہا تھا۔ درونا چارج جی پھر بولے:۔

واہ اسوتھاماں بھی غائب۔ اتنے اتنے بڑے شاگرد اور افسوس کسی سے پانی بھی نہیں لایا جاتا۔ میں ایک ایک چلو کو ترسوں؛

سب تو مُنہ دیکھتے رہ گئے کچھ کرنے کی جرأت نہ پڑی۔ ارجن ٹنک کر اُٹھا اور بولا گرو جی مہاراج کتنا پانی لیجیئگا۔ ابھی حکم ہو تو دریا بہا دوں۔ یہ کہکر کمان ہاتھ میں لی اور چلے پر تیر چڑھا کر اس زور سے زمین پر مارا کہ پانی اُبل پڑا ارجن وہی پانی ایک برتن میں بھر کر گرو جی کی خدمت میں لے گیا انہوں نے دیکھا تو تازہ تازہ پانی سامنے تھا۔ بہت خوش ہوئے پیار کیا کلیجے سے لگایا اور کہا میں سمجھ گیا تمہارے برابر کوئی قوی دست نہ ہوگا۔ تیر اندازی میں لاجواب اور اقبالمندی میں فخر روزگار ہو گے۔ مَیں بھی تمہیں ایسی تیر اندازی سکھاؤں کہ سب

حیرت میں رہ جائیں جب چاہو آگ برسا لو جب منظور ہو آندھی چلا لو
ابر نہ ہو اور پانی برس جائے۔ دیکھتے دیکھتے نظر سے غائب ہو جانا کوئی
بات نہ ہو۔ چھوٹے سے بڑا بڑے سے چھوٹا ہونا بچوں کا کھیل۔ یہ کیا
ایسے ایسے ہزاروں کرتب وہنر دیا میں یاد کرا دوں۔ تب بات فن
تیراندازی میں دنیا کے عجائبات دیکھ لینا۔

قصہ مختصر درونا چارج جی نے ارجن کو نیزہ بازی۔ تیراندازی
رتھبانی وغیرہ وغیرہ میں اُستاد بنا دیا۔ اور ایسی لیاقت کوٹ کوٹ کے
بھر دی کہ سب حیران تھے ارجن کی وجہ سے درونا چارج کے فیض
تربیت کا عام شہرہ ہوا دور دور کے راجوں مہاراجوں نے اپنے بیٹے
ان کے سایۂ عاطفت وظل حمایت میں بھیجے۔ چنانچہ ایک بھیل
قوم کے راجہ کا لڑکا بھی حاضر خدمت ہوا۔ درونا چارج اس کو دیکھ کر
بولے بھیا انک لب۔ شاباش کہ تم کو لکھنے کا شوق ہے۔ مگر معاف
کرنا تم قوم کے بھیل بھیلوں کے افعال خلاف اِسی لئے تم کو
پڑھا لکھا نہیں سکتا۔ تم سمجھ لو کہ میں نے شاگرد کر لیا۔ مگر جو کچھ سیکھنا
ہو وہ گھر میں ہی کسی سے سیکھ لو یہاں کچھ مطلب نہ ہوگا۔

انک لب درونا چارج کے تنکا توڑ دینے سے مایوس گھر پلٹ
گیا دل میں اعتقاد تھا کہ بلا سے درونا چارج جی سکھائیں اگر میں
عقیدتمند ہوں تو خود بخود تیراندازی آجائیگی۔

وہ گھر گیا مٹی کی مورت بنائی اُسے درونا چارج فرض کیا اور
اس کے سامنے فن تیراندازی کی مشق شروع کی۔ اعتقاد پکا تھا
پیر من خس است اعتقاد من بس است کی کہاوت صادق ہوئی تیراندازی
میں انک لب نے وہ کمال حاصل کیا کہ بس چاروں طرف واہ واہ
ہو گئی بڑے بڑے قدر انداز لوہا مان گئے۔ کسی روز جدھشٹر اور دریودھن
وغیرہ پانڈو اور کورو بھی صید وشکار کی فکر میں شکاری کتوں کو ساتھ لئے
اس کی بازیگاہ کی طرف نکلے۔ وہ اُسی وقت درونا چارج کے درشنوں

کے لئے مکان سے نکلا تھا کمان کھینچی ہوئی تھی تیر چلّے پر چڑھا ہوا
تھا۔ کالی کالی صورت بھیانک شکل کتے دیکھ کر چونکنے ہوئے
ڈر کے سہم کے بھونکنے لگے۔ اِنک لب کتوں کی شیطانی پلٹن سے گھبرایا
اس نے جھکی میں دبا ہوا تیر سر کیا تو تیر سیدھا نشانے پر بیٹھا کتوں کے
مانھے گئی۔ اور تیر پھر وہاں سے اڑا تو کمان میں۔ درونا چارج کے تمام
شاگرد انگشت بدنداں رہ گئے تیر انداز کے پاس گئے کہ واہ تم نے
ہمارے کتوں پر تیر سر کیا اور تیر بھی وہ کہ جس کے کرتب سے ہم
حیران رہ گئے۔ تم کون ہو کیا نام ہے تمہارا استاد کون ہے ؛
انک لب۔ مَیں ناچیز بھیل ہوں۔ میرا باپ بھیلوں کا سردار ہے۔
تیر اندازی میں درونا چارج جی استاد ہیں جو کچھ ہاتھوں میں فن
ہے وہ انہیں کا فیض اور دست قدرت کی برکت ہے ؛
یہ بات تو وہیں کی وہیں رہ گئی۔ مگر ارجن کو بہت برا معلوم ہوا
اس نے دل میں خیال کیا کہ واہ درونا چارج بھی عجیب آدمی ہیں مجھ
کو اُستادِ وقت کامل زمانہ بنانے کی پرتگیا کی تھی اس کے عوض ایک بھیل
کے چھوکرے کو بہمہ صفت موصوف کر دیا۔ بڑی دغا دی ؛
ارجن نے درونا چارج سے منہ پھوڑ کر شکایت کی انہوں نے
کانوں پر ہاتھ رکھے کہ میں نے بھیل کے لڑکے کو کچھ بھی نہیں سکھایا ؛
ارجن۔ واہ واہ۔ دروغ گویم بر روئے تو۔ سب کے سامنے اس
نے کہا کہ مَیں درونا چارج جی کا شاگرد جو کچھ ہنر ہاتھ میں ہے وہ
اُنہیں کا طفیل ہے ؛
درونا چارج۔ اُس نے جو کچھ کہا میری سمجھ میں نہ آیا۔ ممکن ہے۔
کہ اس نے پرکٹی اُڑادی ہو۔ وجہ یہ کہ مَیں اور کسی بھیل کو شاگرد بنایا
اور تیر اندازی سکھانا بالکل محال ؛
ارجن۔ اتنے گواہ موجود ہیں جو اُس نے کہا اُس میں ایک حرف
اِدھر اُدھر نہیں ہوا مزید تحقیق کی ضرورت ہو تو وہ کالے کوسوں پر

نہیں قریب ہی ہے۔ ابھی ابھی سچ جھوٹ معلوم ہو جائیگا۔
ارجن کی رو و قدح سے درونا چارج متعجب ہو کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور ساتھ ساتھ چلے تو انک لب کا مکان سامنے تھا وہ منزل مقصود پر پہنچے دیکھا کہ وہ اپنی بازیگاہ میں ایک مٹی کی مورت کی پوجا کر رہا ہے اسی وقت کمان ہاتھ میں لی چلے پر تیر چڑھایا اور تیراندازی کی مشق شروع کردی اسی حالت میں درونا چارج اس کے سامنے سے گزرے وہ اپنے گرو کو پہچان کر لپکا قدم چھوئے اور ہاتھ جوڑے ہوئے مودبانہ لہجے میں عرض کی۔
مہاراج۔ آپ دھنیہ ہیں۔ میری نہایت خوش قسمتی تھی کہ آج میرا مرشد کامل میرے بازیگاہ میں آیا۔ وُہ دیکھئے آپ کی مورت ہے اِسی کے طفیل میں نے فن تیراندازی میں قدرے مہارت حاصل کر لی ہے۔
درونا چارج اعتقاد سے بہت گمن ہوئے ان کی کلی کلی کھل گئی انہوں نے سوچا کہ اگر یہی حالت رہی تو انک لب سے بڑھ کر کوئی فن تیراندازی کا عالم ہی نہ رہیگا۔ پس انہوں نے کہا کہ بھیل نرلش کے راجکمار تمہیں اعتقاد مبارک تمہاری حسن عقیدت تمہیں پھلی۔ مگر پیارے اگر تم کو میرا سچا اعتقاد ہے تو جس اُنگلی سے تیر کو چٹکی میں لیتے ہو جس سے شست لگاتے ہو وُہ ہم کو دے دو۔
انک لب۔ صرف ایک اُنگلی۔ آپ نے سر کی فہمایش کی ہوتی تو میں اپنے کو زیادہ خوش قسمت سمجھتا۔ لیجئے یہ اُنگلی نذر ہے۔ یہ کہکر وہ اپنے ہاتھ سے اُنگلی کاٹنے لگا۔ درونا چارج نے ہاتھ پکڑ لیا اور کہا کہ پیارے انک لب میرا یہ مطلب نہ تھا کہ تم اُنگلی کاٹ ڈالو۔ غرض صرف اتنی تھی۔ کہ جس اُنگلی سے اب شست باندھتے ہو اس کو کام میں نہ لاؤ۔
انک لب نے مرشد کا حکم سر آنکھوں پر مان لیا اور کہا کہ مجال کیا جو کبھی تعمیل ارشاد میں فرق ہو۔ حکم جان کے ساتھ ہے۔
درونا چارج۔ اچھا اس اُنگلی کو چھوڑ کر اور اُنگلیوں سے تیر مار کر دکھاؤ۔

انک لب۔ مہاراج۔ جو آ گیا بہت اچھا۔ یہ دیکھئے تیر جاتا ہے۔
انک لب نے یہ کہکر بیچ کی اُنگلی سے دباکر تیر مارا نشانہ پوری طرح
جم بیٹھا۔ درونا چارج پھڑک اُٹھے معتقد کو دعائے خیر دی۔ اور انک لب
کے اِس اعتقاد اور فن تیراندازی کی یہ برکت ہوئی کہ تمام بھیل
قوم درمیانی انگلیوں ہی سے تیر کی چٹکی کا کام لینے لگی؛
درونا چارج وغیرہ سب گھروں کو پلٹے وہاں ان کو ارجن ایسے فرمانبردار
ہونہار راجکمار کی تعلیم و تربیت کے خیال نے اور بھی زیادہ گدگدایا
چنانچہ اُنہوں نے پھر پوری محنت صرف کی۔ تمام تیراندازی کے فنون
ارجن کو سکھائے جدھشٹر کو نیزہ بازی و شہسواری میں فرد زمانہ کردیا بھیم
سین کے ہاتھ پاؤں درست تھے۔ پس فن کشتی اور گرز بازی میں
کسی کو نظیر نہ رکھا۔ نکل کو تلوار کا دھنی بنایا۔ سہدیو کو گدا یدھ کے
سارے اصول سکھادئے۔ ان کے کلیجے کا ٹکڑا اسوتھاماں تھا۔ اسے
بید و شاستر میں عالم و فاضل کیا جوتش بھی ایسی سکھائی کہ تمام ستارے
نظروں میں چلنے لگے۔ سہدیو بھی اسوتھاماں کا ہم درس تھا وہ بھی
ان علوم میں یکتائے روزگار ہو گیا۔ دریودھن کو طاقت وغیرہ تو تھی
مگر سٹھا تھا۔ طبیعت گھٹیل۔ عقل ٹھس۔ ذہن کند۔ مگر رشک و حسد
میں بارہ باٹ پانڈووں سے ناحق باپ مارے کا بیر تھا۔ جہاں اُن
کی کوئی بات دیکھی۔ بس کلیجہ جل بھن کے خاک۔ آنتیں سواہا۔ دل
میں یہی تھی کہ جہاں تک ہو پانڈوں کا نام و نشان نہ رہے۔ اُن کا
بیج مارا جائے کوئی روتے دھونے پانی دینے والا نہ رہے۔ ارجن سے
خصوصیت کے ساتھ بیر تھا۔ اُس سے قاطبتاً دشمنی تھی مگر ایک پیش
نہ جاتی تھی۔ ایک روز درونا چارج نے سب کا امتحان لیا درخت پر ایک
مصنوعی چڑیا بٹھادی۔ صنعت یہ تھی کہ چڑیا ادھر سے اُدھر اُڑتی اور
نگاہ میں پوری طرح سے جم نہ سکتی تھی۔ درونا چارج جی نے پہلے جدھشٹر
سے کہا کہ ہاں نشانہ لگاؤ۔ دیکھو وار خالی نہ جائے جدھشٹر نے نشست

لگائی تو نظر چکا چوند چڑیا سجھائی نہ دی۔ اُنہوں نے گروجی سے کہا پہلے تو ایک چڑیا اُڑتی دکھائی دیتی تھی مگر جس وقت تیر چلے پر چڑھایا تو وہاں درخت کے سوا کانی چڑیا نہ تھی؛

درونا چارج۔ اچھا تو بیٹھو سمجھ لیا کہ نشانہ بازی وارد۔ دریودھن سے مخاطب ہو کر جب راج جی۔ آؤ۔ چلے پر تیر چڑھاؤ نشانہ لگاؤ دریودھن کی بھی وہی حالت ہوئی پہلے دیکھا تو ایک چڑیا ادھر سے اُدھر اُڑ رہی ہے مگر جہاں ترکش سے تیر نکالنے نکالتے چٹکی میں تیر لیتے لیتے ذرا نظر اُچٹی تو بس چڑیا غائب اور درخت سامنے؛

دریودھن بھی ول ہار گیا نشانہ نہ لگا سکا۔ دریودھن کے بعد درونا چارج نے اور شاگردوں سے بھی فرمائش کی مگر سب ناکام۔ جہاں پہلے چڑیا سجھائی دی۔ وہاں بعد کو درخت کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ آخر میں درونا چارج نے ارجن سے کہا کہ لے اُٹھو تم نشانہ چت کرو؛

ارجن تیر کمان سنبھالتا اُٹھا پہلی ہی شست میں تیر مارا تو نشانہ بھرپور درونا چارج اس درمیان میں پوچھتے رہے کہ کیا نظر آرہا ہے مگر ارجن کا جواب یہی تھا کہ چڑیا۔ جس وقت نشانہ بھرپور پڑا طلسمی چڑیا زمین پر آگری؛

درونا چارج نے پیٹھ ٹھونکی شاباش دی۔ سب شاگردوں سے کہا ؎

اسی سعادت بزور بازو نیست
یک من علم را دہ من عقل مے باید

دیکھا ارجن کی لیاقت کو۔

پانڈو تو دل میں خوش ہو رہے تھے۔ مگر کوروبنسیوں کا دل کڑھتا تھا وہ اندر ہی اندر جلے مرتے تھے؛

اب دوسرا موقع پیش آیا درونا چارج گنگا کو گئے سب کورو پانڈو بھی ساتھ تھے جو ہیں درونا چارج ہاتھ منہ دھونے ہوئے مینچ دھارا میں

گئے مگرمچھ نے پاؤں دھر لیا۔ درونا چارج چلائے کہ ہائے میں گیا۔ مگر نے ٹانگ پکڑلی۔ کورو دوڑو پانڈوو لپکو۔ یہاں اس آواز سے سب کا خون خشک ہوگیا اور روح فنا۔ کسی کی جرأت نہ پڑی کہ جائے اور گرو جی کی جان بچائے آخر ارجن اٹھا اس نے تاک کر تیر مارا تو مگر چاروں شانے چت۔ پھر سانس بھی نہ آئی درونا چارج صحیح سلامت نکل آئے ارجن کی بہت تعریف کی۔ کورو دل ہی میں کڑھ کڑھ کے رہ گئے۔ دریودھن کے کلیجے میں آگ سلگتی تھی کہ ہائے ارجن ہم سے بڑھ گیا ہم موچی کے موچی ہی رہے؛

درونا چارج کی خوشی کی انتہا نہ تھی اُنہوں نے ارجن کو کلیجے سے لگا لیا اور ایک تیر دے کر کہا کہ پیارے ارجن تو اس تیر کی زمانے میں نظیر نہیں۔ جس وقت یہ چٹکی سے نکلے آگ ہی آگ زمین پر برس جائے۔ مگر اس کے لئے تمہیں یہ احتیاط لازم ہے کہ خبردار خبردار کبھی یوں سر نہ کرنا۔ جب دیکھنا کہ آخری مصیبت ہے۔ جب سمجھنا کہ کسی طرح مفر نہیں جب سوچنا کہ دشمن کسی طرح قابو میں نہیں آتا تب اس کو استعمال کرنا ورنہ نہیں۔ چنانچہ بان دے کر درونا چارج جی نے اُس کے تمام کرتب سکھا دے۔ اور ارجن کا پایہ سب شاگردوں میں بلند ہوگیا؛

ادھیائے ۴۶

درونا چارج کے فیض تعلیم و تربیت سے کوروؤں اور پانڈووں کا کمال لیاقت۔ امتحان۔ ارجن کی خاص

جوہر نمائی۔ کرن کی اظہار قابلیت۔ ارجن سے مقابلے کا ارمان۔ دریودھن کی عداوت۔ ارجن کی وجہ سے کرن کی پاسداری۔ کرن کو انگدیش کی حکومت سے سرفرازی۔ درونا چارج کا حقوق اُستاد کیلئے اظہار مدعا۔ کورو پانڈووں کا ارشاد استاد پر تعمیل کے لئے عزم بالجزم

راجہ دھرتراشٹ درونا چارج کے فیض تعلیم سے بہت خوش ہوئے ان کو اشتیاق ہوا کہ کسی دن سب کے کرتب دیکھیں اُنہوں نے درونا چارج سے کہا۔ مہاراج سنا ہے کہ لڑکے سب لائق ہو گئے۔ آپ نے ان کو خوب دل لگاکر تعلیم دی۔ مگر کبھی اپنی تعلیم کا نمونہ تو دکھایئے کہ چارپایہ بروکتا بے چند کا معاملہ تو نہیں ؛

درونا چارج۔ ان داتا آپ کے فرمانے کی بات ہے میں نے جو کچھ سکھایا ہے۔ اس کا عالم باعمل بنادیا ہے۔ موقع موقع پر امتحان بھی لے لیا کرتا ہوں ؛

دھرتراشٹ۔ بیشک آپ کا جی بھرا ہے۔ مگر میں نے اب تک کچھ بھی نہیں دیکھا کہ وہ کیا سیکھے کیا پڑھے ؛

درونا چارج۔ آپ کو اختیار ہے جب چاہیں امتحان لے لیں ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گوئے۔ نائی نائی بال کتنے۔ جہاں آگے آئینگے. آپ حکم دیں۔ سب کرتب معلوم ہوجائیگا ؛

دھرتراشٹ۔ تو پھر بس کوئی دن مقرر کیجئے۔ آزمائش ہو جائے ؛

درونچارج۔ جی ہاں۔ میری بھی کئی دن سے یہی خواہش ہے جب حکم ہو میدان بد دیا جائے۔

راجہ دھرتراشٹ تہ دل سے مشتاق تھا اس نے دن بد دیا۔

درونا چارج نے بھی اپنے شاگردان رشید کو راجہ کے منشائے خاطر سے اطلاع دی۔ ادھر شاگرد سب چاق چوبند ہونے لگے۔ ادھر میدان کا انتظام شروع ہوا۔ ہر طرف خیمے ڈیرے لگ گئے۔ شاہی نشستگاہ بنائی گئی۔ راجاؤں کے لائق ٹھاٹھ باٹ ہوئے یہی نہیں رنواس کے لئے بھی تماشہ گاہیں تیار ہوئیں۔ اور میدان میں ایک شہر کا شہر بس گیا۔ راجہ دھرتراشٹ رنواس سمیت وہاں آٹھہرے اطراف وجوانب کے مہمان راجے اور سورما راجوں کے بیٹے بھی وہیں آ بسے۔ جس روز کی بدی تھی وہ دن آ گیا۔ سب سے پہلے درونا چارج کی سواری آئی۔ اسوتھامان ان کا فرزند بھی ساتھ تھا۔ اس وقت ان کے ٹھاٹھ ہی اور تھے رتھ کی سواری تھی۔ اور پوشاک سر سے پاؤں تک سفید۔ اس سفیدی میں درونا چارج کا چہرہ جلال کے سبب سے جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ انہوں نے آتے ہی ایشور کی پرارتھنا کی۔ پھر برہمنوں اور بھوکوں ننگوں کو پیٹ بھر کے کھلایا۔ راجہ سے دان دلایا۔ جب دان پن سے چھٹی ہوئی تو وہ کھڑے ہو گئے اور باآواز بلند پکارے کہ ہاں شاگردان رشید ہوشیار موقع آزمائش ہے وقت امتحان ہے۔ بخورشید بجز رشید۔ بکوشید۔ اور شاعر نام آوری بخوشید دیکھیں آج کس کے سر نام وری کا سہرا رہتا ہے کون پالا مارتا ہے وہاں کہنے کی دیر تھی سب پہلے ہی سے کمر کسے کھڑے ہوئے تھے۔ فن حرب و ضرب کی نمائش شروع ہو گئی۔ کبھی کسی نے گھوڑے پر آسن جما کر بہادری کے کرتب دکھائے کبھی کسی نے پا پیادہ جوہر نمائی کی کبھی رتھ کی سواری تھی کبھی گھوڑے کا آسن۔ کسی وقت زمین جولانگاہ تھی۔ کبھی رتھ سے کام تھا۔ خلاصہ یہ کہ ہاتھیوں پر بھی وہ ہاتھ

دکھائے کہ سب دیکھتے رہ گئے ہر طرف سے مرحبا و آفرین کی آواز آتی
تھی۔ تیر جب جاتا نشانے پر جم بیٹھتا۔ تلوار جب ہاتھ میں لیتے کوئی
گھائی خالی نہ رہتی۔ ایک آندھی سی آتی اور پھر جیسے کچھ تھا ہی نہیں
گرز جس وقت چکر لگاتا گنبد فلک آگے پیچھے ہٹتا کہ کہیں جھڑپ نہ
آجائے۔ جس وقت گدا کی باری آئی دریودھن اُدھر سے اور بھیم سین ادھر
سے لپکا۔ جوڑ کم نہ بیش برابر کی تھی۔ چوٹیں چلنے لگیں ہاتھ دکھائے جانے
لگے۔ طمانچہ کمر چیر کر آغاز ہوا ہوتے ہوتے مونڈا پلٹ باہرانی کرک کی
نوبت آئی۔ اور بس اب لاج پر بات آپڑی دریودھن سوچتا تھا کہ
میری جیت ہو۔ بھیم سین کے دل میں تھی۔ کہ دریودھن ہاری مانے
کھیل میں منہ جوڑ لڑائی ہو پڑی دونو بہادر جٹ پڑے اور برابر
کی چوٹیں چل پڑیں بھیم سین کے طرفدار اپنی طرف واہ وا کرتے تھے۔
دریودھن کے خیر طلب اپنے خیمے میں آفرین کی صدا بلند
کرتے تھے۔ دونو بھپرے ہوئے شیر تھے نہ وہ اپنے کو رتی بھر کم سمجھتا
تھا نہ وہ اپنے کو جو بھر گھٹ۔ مقابلہ دیر تک قائم رہا اور بس یہی معلوم
ہونے لگا کہ ایک نہ ایک کا خاتمہ دھرا ہوا ہے جو ذرا کمزور ہوا اس
کے مارے جانے میں کچھ بھی شک نہیں؛

درونا چارج اس مقابلے سے گھبرائے اُنہوں نے اونچ نیچ
سوچ کر اسوتھاماں کو بھیجا کہ مقابلہ بند کرا دے دریودھن اور بھیم سین کو
اظہار طاقت سے روک دے مگر وہاں سنتا کون ہے۔ اِس کان
سے بات سُنی اور اُس کان اڑا دی۔ دونو بدستور گتھے رہے۔ آخر
درونا چارج بیچ میں جا کھڑے ہوئے اور دونو شیروں کو الگ الگ کر دیا۔

اس کے بعد ارجن کی باری آئی۔ درونا چارج کا حکم پاتے ہی
یہ میدان میں آیا سب کی آنکھیں کھل گئیں سر پر جڑاؤ مکٹ۔ بدن پہ زرکار
لباس جوہیں اہل تماشا نے دیکھا آنکھوں میں بجلی سے چمک گئی۔ چہرے پر
نور برس رہا تھا۔ لباس میں سورج کی کرنیں ٹکی معلوم ہوتی تھیں۔ اِس

جلال سے سونا اور سوگندھ سب کو دھوکا تھا کہ راجہ اندر تو نہیں اُتر آئے ہر ایک کے دل میں خیال تھا کہ گو ارجن راجہ اندر کا بیٹا ہے۔ مگر ایسا جلال تو راجہ اندر کا بھی نہیں اس لئے تو سے

اگر پدر نتواند پسر تمام کند

کا قول صادق کیا۔ مہارانی کنتی اپنے پیارے ارجن کو دیکھ کر کھلی جاتی تھی۔ اس کا کلیجہ ہاتھوں بڑھ رہا تھا کہ میرے لاڈلے کی ایسی پیاری صورت ہے۔ اور یہ عزت کہ ہر طرف سے مرحبا و آفرین کی صدائیں بلند ہیں۔ ارجن جس وقت میدان میں آیا شور تحسین بلند ہوا ایک تو خود ہی کامل زمانہ تھا۔ اس پر آزمائش کا وقت۔ اس نے جان توڑ کے اپنے ہنر دکھانا شروع کئے۔ اس نے پہلے ایک تیر مارا تیر ہوا پر پہنچا ہی تھا کہ دہکتے ہوئے انگارے برسنے لگے۔ بازیگاہ میں آگ ہی آگ بجھ گئی۔ یہ جوہر دکھا کر دوسرا آسمان دوز تیر مارا تیر چلّے سے نکلا ہی تھا کہ ساون بھادوں کی جھڑی مات ہو گئی اور ساری آگ گل۔ ایسا پانی برسا کہ تماشائی بھاگنے لگے۔ ارجن نے کہا اچھا جو گھبراہٹ کیسی ذرا سیر دیکھئے اتنے میں تیسرا تیر مارا تو کالی آندھی کے جھونکے چلنے لگے۔ گرد و غبار آسمان پر چھا گیا چوتھے تیر کا کرشمہ دکھایا تو خود سب کی نظر سے غائب۔ خاص و عام گرداب حیرت میں کہ معاملہ کیا ہے۔ پہلے آگ برسی پھر پانی۔ تیسری بار آندھی چلی چوتھی دفعہ آپ ہی الوپ واہ وا کیا کمال ہے۔ واقعی تیر اندازی ارجن پر ختم۔ سب کے سب شور تحسین و آفرین بلند کرتے ہوئے ادھر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھتے تھے کہ آخر ارجن گیا کہاں دیکھتے دیکھتے نظر سے اوجھل اسی عالم حیرت میں ارجن دفعتہً نمودار ہو گیا۔ اب سب کی عقل اور چکر میں ہوئی ارجن تو وہی ارجن ہے مگر ڈیل ڈول قد و قامت میں زمین و آسمان کا فرق۔ وہ تن و توش وہ ہاتھ پاؤں کہ خورد و کلاں کی عقل رفو چکر تھی۔ مگر ابھی اعجاز کمال ختم نہ ہوا تماشائی تعریف کے پل باندھتے ہی رہ گئے۔ کہ اب ارجن کا رنگ ڈھنگ

ہی ادھا پاؤں زمین پر اور سر آسمان پر سرو قامت ایسا بلند ہوا کہ پگڑیاں گر گئیں ٹوپیوں سے سر ننگے ہو گئے۔ مگر درازیِ قد کا اور چھور نہیں پیمانہ عقل قد و قامت ناپ نہ سکا۔ اس کے بعد ارجن نے ایک تیر کا ایک اور کمال دکھایا تو پہاڑ سا ڈیل پلک جھپکتے ہی دو چار بالشت کا نظر آنے لگا حیرت پر حیرت طاری تھی تعجب پر تعجب ہو رہا تھا۔ ارجن نے بائیں ہاتھ کے ایسے بہت کھیل دکھلائے۔ کبھی غائب کبھی موجود کبھی سر بفلک۔ کبھی کوتاہ قامت۔ یہ سارے فن دکھا کر اب وہ رتھ پر سوار ہوا۔ رتھ چلا تو ہوا بھی گرد نہ پا سکی۔ توسن نظر ہزار قدم پیچھے اس کا ترکش تیر اگلتا جاتا تھا اور اس کی چٹکی سے تیر نکلتے جاتے تھے۔ ہوا سے باتیں کرنے والا رتھ اپنے زور میں جا رہا تھا ادھر تیروں کا مینہ برسانے والے دھنش سے بانوں کی جھڑی لگ رہی تھی جتنے آہنی جانور نشانہ بازی کے لئے جولانگاہ میں رکھے گئے تھے۔ سب کو ارجن نے چھلنی کر کے رکھ دیا ایک ایک چھید میں دس دس تیر۔ سب جانور چھید چھید کے مار گرائے اور اپنے جسمانی تغیر و تبدل کے انہی کے ساتھ ہی کمالات بھی دکھلائے۔ رتھ کو چھوڑ کر ارجن نے ہاتھ میں تلوار لی۔ تلوار بجلی کی طرح چمکی۔ اور ارجن کوندھے کی طرح لپکا۔ ادھر سے اُدھر یوں پینترے بدل بدل کر چکر کاٹتا تھا کہ ایک پھرکی پورے زور میں گھومتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ ایک بگولا سا چکر کھا رہا تھا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ تھوڑی دیر تلوار کے ہاتھ دکھا کر ارجن نے چکر اُٹھایا چکر سے بھی سب کی عقل خوب چکر گھنی ہوئی کمند نے بھی سب کے چھکے چھڑا لئے۔ گرز سے بھی سب انگشت بدندان۔ نیزہ بازی سے بھی سب کے سب حیران۔ خلاصہ یہ کہ کوئی مردانہ اور بہادرانہ جوہر ارجن نے اٹھا نہ رکھا ہر ایک میں وہ دست قدرت دکھایا۔ کہ زمین و آسمان کلمات تحسین سے گونج رہے تھے۔ ارجن نے سب ہتھیار چوم چوم کر رکھ دئے۔ اور درونا چارج کی خدمت میں حاضر ہو کر ڈنڈوت کی۔ درونا چارج کا کلیجہ

ارجن کو دیکھتے ہی دوڑ کر گلے سے لگا لیا۔ بھیشم جی کی زبان معجز بیان سے کمالات سراہنے لگے۔ ارجن کے اظہار کمالات سے تمام لوگوں نے ایسے زور و شور اور جوش و خروش سے نعرۂ مرحبا بلند کئے باجوں نے وہ اظہار مسرت کیا کہ کان دیئے آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ یہ عزت یہ قدر دیکھ کر یہ تعریف اور صفت سن کر کرن کو تاب نہ آئی۔ وہ پیچ و تاب کھا کر شیر کی طرح بپھرا ہوا تھا دوڑنا چاہتا تھا کہ قدم چھوٹے اور اینٹھتا اکڑتا تنتا خم ٹھونکتا۔ زانوں پر تال مارتا میدان میں آ کودا۔ اس وقت اس کے چہرے کا جلال ہی اور تھا سورج کی شعاعیں جھلکتی نظر آتی تھیں۔ جس وقت خم ٹھونکتا تو وہ زور کی آواز نکلتی کہ زمین ہل جاتی تھی۔ دریودھن اور جدھشٹر وغیرہ سارے کورو پانڈو اس کے تیوروں کو دیکھ کر اچنبے میں ہو گئے۔ تمام تماشائیوں کا پتا پانی پانی ہو گیا۔ کرن نے تال ٹھونک کر ارجن کو للکارا اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلتے تھے کہ ارجن اپنے غرور میں مست ہے نہ کچھ آئے نہ جائے اور اس کی یہ تعریف وہ ابھی جانتا ہی کیا ہے۔ بالکل طفل نو آموز۔ میں ابھی برسوں سکھا سکتا ہوں۔ تعریف کرنے والوں پر بھی افسوس کہ اوچھے خیال والے ہیں۔ یہ دیکھو میں کرتب دکھاتا ہوں۔ جو کچھ کسر ابھی ہو وہ ارجن مجھ سے سیکھ لے؛

دریودھن کرن کے کرتب سے خوش ہو رہا تھا۔ اس کی رگ رگ خوشی سے پھڑک رہی تھی۔ مگر ارجن تاؤ کھا کر رہتا تھا دل میں ہوس تھی کہ میدان میں پہنچ کر دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ تو طرفین کی ہوسیں نکل جائیں۔ اس نے اپنی طبیعت کو بہت روکا اور دل ہی دل میں دانت کٹکٹاتا رہ گیا۔ کیونکہ موقع نہ تھا۔ ادھر کرن نے سارے کرتب دکھا ڈالے آگ برسی پانی کی جھڑی لگی۔ اندھیرا چھا گیا۔ غبار چھایا۔ اور پھر مطلع صاف کبھی غائب کبھی ظاہر کبھی پست فلک کبھی ورار قامت قصہ مختصر ارجن کے دکھلائے ہوئے سارے فن اس خوبی سے دکھائے کہ دریودھن

نے دوڑ کر چمٹا لیا اور کہا:-

کرن! میرا سب راج پاٹ تمہارا- میں تمہارا رضا جو- تم سفید و سیاہ کے مالک- ہر امر کے مختار- تمام بھائی تم پر قربان- سب تمہارے مطیع- واہ واہ تم میری سلطنت و حکومت کی سچ مچ جان ہی ہو۔

کرن- یہ تو آپ کی قدر دانی ہے- ورنہ من آنم کہ من دانم- اگر آپ ایسی ہی محبت ظاہر کرتے ہیں تو بے تکلفی معاف- دو ٹوک بات کہتا ہوں- آپ ہاتھ ماریئے کہ جو برتاؤ آج تک رہے ہیں- وہ ہمیشہ قائم رہینگے- جو رشتہ محبت اس وقت تک ہے- اُس میں بال بھر کمی نہ ہوگی- یہی نہیں بلکہ گرو جی سے اجازت لے کر ایک دفعہ مجھ سے اور ارجن سے مڈبھیڑ کرا دیں- دیکھوں وُہ بارہ بانٹ ہے یا میں اس کا گھمنڈ میں توڑتا ہوں- یا وہ میرا غرور۔

دریودھن- میں نے زبان دے دی ہاتھ مار لیا کہ جب تک زندگی ہے تب تک نہیں ہونگا اور تم ہو گے اور تم ہوئے میری محبت- میری محبت ہوگی اور تمہاری رضا جوئی- خوب اطمینان رکھو- کہ جو کہہ دیا وُہ پتھر کی لیک ہے- مجال کیا جو قول پٹ پڑے۔

ارجن یہ تیز ترٹپ باتیں اور دل دُکھانے والے کلمات سُن رہا تھا- اس کو تاب نہ آئی اور شیر کی طرح گرج کر بجلی کی طرح کڑکا۔

"او کرن- بہت ہاتھ پاؤں پر نہ پھول- طاقت پر نہ اترا- زعم فاسد فضول- بڑے بول کا سر ہمیشہ نیچا- تو جو پر منہ آتا ہے ملاحیاں سناتا ہے- ابھی میدان میں آجاؤں تو چیتھڑے ڈھیلے کر کے رکھ دوں- بوٹیوں کا پتہ نہ لگے- ساری شیخی دھری رہ جائے- دریودھن بھی دیکھ لے کہ بہادر کیسے ہوتے ہیں- تو بھی کرن بھی دیکھے اور میری ہی واہ واہ ہو کرن اپنے کو سمجھا ہی کیا ہے- سوت اولاد کا یہ مُنہ کہ راجہ پانڈو کے بیٹوں کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھ سکے- کہاں خورشید- کہاں ذرہ- ہم

راجکمار وہ ذلیل خوار۔ کرن آگ بگولا تھا مگر ارجن کے حقارت آمیز الفاظ سے
اس کی گردن نیچی ہو گئی۔ اِدھر غصہ اُدھر جھیپ مگر تھا دل کا شیر پھر کوکا کہ
کرن۔ بیٹھو بھی۔ چلے ہیں پدرم سلطان بود پر ناز کرنے۔ میں سورج نارائن
کا نورِ نظر ہوں۔ ذاتیات سے کیا فائدہ۔ لیاقت اور کمالات پر اتراؤ
تب بات ہے۔ ہمارے گرو مہاراج درونا چارج ہی درون کے فرزند
ارجمند ہیں۔ بید بیاس جی کو دیکھئے متسودری ایک ماہی گیر کی دختر نیک اختر
کی آنکھ کے تارے تھے۔ پھر میرے حسب ونسب میں کیا گھن لگ گیا
جو حضرت ارجن اتنا اُچھلتے کودتے ہیں۔ ہُنر دیکھو لیاقت دیکھو۔ اعمال و
افعال دیکھو پھر بات کرو۔ آج بہادروں کی آزمائش کا دن مقرر تھا۔
سب کار آزمودہ بلائے گئے تھے۔ کہ ارجن میں سرخاب کا پر لگا ہوا ہے
کہ وہی جو چاہے کرتب دکھائے جو چاہے کمال ظاہر کرے۔ مجھ کو
بھی ایشور نے دستِ قدرت دیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ کوئی جوڑ سامنے
چھوٹے تب مزہ آئے۔ یوں اکیلے تو رنڈیاں بھی ناچ لیتی ہیں۔ تلوار کا
مینہ اور تیروں کی بوچھاڑ ہو تب جوہر کھلے کہ جیالا کون ہے۔ سورما کون
ہے۔ تیر اندازی کسے کہتے ہیں۔ نبوٹ۔ بنکیتی سارے فن کیا چیز ہیں۔

اسی اثنا میں آدرت آ پہنچا کمر جھکی ہوئی تھی ہاتھ کو لاٹھی کا سہارا
تھا۔ ارجن اس جہل بڈھے کو دیکھ کر دیکھ کر ہنسا اور بولا کہ ذرا آپ کی رُخ
ملاحظہ ہو۔ انہیں صاحب کے ثبوت تن اکڑ کر مجھ سے مقابلہ کرنے کے
لئے اکھاڑے میں اُترے ہیں۔ فقرہ چست تھا۔ اور پانڈو بھی کھل کھلا
کر ہنس پڑے ہنسی روکے نہ رُکی۔ کرن کھسیا گیا کرن کی کھسیاہٹ
دیکھ کر دریودھن کے دل پر ایک تیر جم بیٹھا اس نے اسی وقت کہا
کہ راجہ کرن تمہیں انگدیش کی حکومت مبارک۔ آج سے تم وہاں کے
راجہ۔ یہ کہتے ہی ملازمان درگاہ کو حکم دے دیا کہ پلک نہ جھپکنے پائے
اور سنگھاسن حاضر ہو۔ ایک جواہرات سے جڑاؤ سنگھاسن زبان ہلاتے
ہی موجود ہو گیا۔ دریودھن نے ہاتھ پکڑ کر کرن کو اس پر بٹھلایا۔ اور تلک

کردیا۔ اب تو کرن کے سر پر مرصع چتر کے ہیرے جواہرات تڑپ دکھانے لگے۔ ہر طرف سے چنور ہونے لگا۔ تمام سامان شاہی پیش گھوڑے ہاتھی سب موجود۔ لاؤ لشکر کی کیا گنتی؛

اس وقت کیا کرن کے مزاج کا پوچھنا دماغ عرش پر تھا۔ اس نے وریودھن کا شکریہ ادا کیا۔ عمر بھر رضا جوئی کا بیڑا اٹھایا نسلاً بعد نسلٍ بطناً بعد بطنٍ فرمانبرداری کے لئے زبان ہاری؛

دریودھن نے دوڑ کر گلے سے لگا لیا اور کہا قول مرداں جاں دارد جب تک زندگی ہے ہم تم یکجان دو قالب۔ واثق کاٹی روٹی۔ کرن کا بڈھا باپ سامنے تھا۔ جس پر ارجن نے قہقہ لگایا تھا۔ کرن نے رتن جٹت سنگھاسن سے اُتر کر اُس کے پاؤں چومے اور رتھ نے اپنے پیارے فرزند کو کلیجے سے لگایا۔ دعائیں دیں اور انگدیش کی فرمانروائی کا مبارک باد دیا۔ دریودھن ارجن سے جھکتا تھا کرن کے کارنامے دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔ تقویت ہوئی کہ چلو ایک تو ارجن کی ٹکر لینے والا میرے ساتھ لگا بندھا ہے پہلے اسے خیال تھا کہ ارجن کا جوڑی دار کوئی نہیں۔ اب اس کا دل ٹھکانے ہوا۔ اس کی دل کی پریشانی گئی اُس نے یقین کر لیا۔ کہ کرن ارجن کو چٹکیوں پر اُڑا دیگا۔ اگر ارجن کی گردن توڑ نے والا ہے۔ تو صرف کرن۔ اب دریودھن کے چھکے تیز ہو گئے وہ اینٹھنے تننے والا اکڑنے لگا اور اسے اُمید ہوئی کہ کھٹکا جاتا رہا؛

ان سب باتوں میں دن ڈھل گیا۔ آفتاب نے گوشۂ مغرب میں منہ چھپا لیا شام کی شفق پھولنے دیکھ کر درونا چارج نے کہا۔ کہ بس محفل برخاست حکم پاتے ہی سب اپنے اپنے مکانوں کو چلتے۔ دریودھن نے اُسی وقت کرن کو عرش پر چڑھا دیا۔ لاؤ لشکر نوبت نقارے گاجے باجے کے ساتھ ہستناپور لایا۔ اور خوب تعریف کے آہی گائے؛

درونا چارج سرد گرم چشیدہ زمانہ دیدہ تھے۔ سمجھ گئے کہ کیا رنگ ڈھنگ ہیں۔ اُنہوں نے تخلئے میں پانڈوؤں کو سمجھایا کہ دریودھن اور کرن

مارے حسد کے جلے بھنے جاتے ہیں۔ نہ جانے موقع پا کر کیا کچھ کر اٹھا ئیں۔ بس احتیاط لازم۔ ہوشیاری مقدم۔ ورنہ خطرا رکھی ہوئی ہے۔ موت کے سامنے میں فرق نہیں۔ پانڈو ہال ہوں کر کے چپ ہو رہے اور اس وقت کی بات وہیں کی وہیں رہی۔ دوسرے دن سارا مکتب کا مکتب جمع تھا۔ سب شاگرد اپنے اپنے نشے میں مست تھے۔ کوروناچارج جی نے ضروری سبق پڑھا کر کوروؤں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا شاگردان رشید تم سب لوگ تمام فضائل میں افضل اور کمالات میں کامل ہو گئے اچھے اچھے اُستادِ فن تمہارے سامنے کان پکڑینگے۔ تمہاری ماہیت ہر علم و فن کے وھنی کو انگلیوں پر نچائیگی۔ میں نے سب ہنر سکھا دئے اب تمہارا اور کوئی جواب نہیں۔ ہم نے اُستادی کا حق ادا کیا۔ تم شاگردی کا حق ادا کرو۔ کام کچھ مشکل نہیں بالکل آسان ہے۔ اگر تم لوگ ذرا بھی اشارہ کر دو تو بن جائے؛

کورو۔ مہاراج جی۔ آپ بے تکلف فرمائیں۔ ہم لوگوں کا سر تک حاضر ہے۔ خدمتگذاری میں عذر کیا۔ تعمیل ارشاد عین شرف سعادت؛

درونا چارج۔ اجی بات ذرا سی ہے۔ جب میں تم سب کے سنوں تھا تب راجہ درو پد میرے ہم مکتب تھے۔ دوستی گہری تھی۔ وہ مجھے شفیق بدل رفیق سمجھتے تھے۔ میں اُنہیں رفیق بدل شفیق۔ بس حد ہے کہ دانت کاٹی روٹی تھی۔ چولی دامن کا ساتھ تھا۔ انہیں دیکھے بغیر مجھے اور مجھے اُنہیں دیکھے بغیر چین نہ تھا۔ سگے بھائی سے زیادہ محبت تھی۔ یکجان و دو قالب ہو رہے تھے۔ ایک دن باتوں باتوں میں راج پاٹ کا بھی ذکر آگیا میں نے اپنے منہ سے تو کچھ نہ کہا مگر خود راجہ درو پد بولے کہ جس وقت مجھے راج ملا میں آدھا راج تمہیں بانٹ دونگا فرق ہو تو کیا مجال میں اس وعدے کو دل میں لئے رہا۔ جب راجہ درو پد کی حکومت کا اچھی طرح سکہ بیٹھ لیا تو میں گیا اور راجہ سے درخواست کی کہ وعدہ پورا کیجئے۔ راجہ کا دماغ آسمان پر تھا اب ان کے

مزاج کہاں سے تھے۔ اُنہوں نے بے جیسے پہچانا بھی نہیں کہ کون ہے۔ ایسا سوکھا جواب دیا کہ میں اپنا سامنہ لے کر رہ گیا۔ دل پر وہ چوٹ لگی۔ کہ اس وقت بھی اُبھری ہوئی ہے اگر تم سعادتمند ہو تو جاؤ اور راجہ دروپد کو پکڑ کر لے آؤ۔ جس وقت راجہ دروپد نے دماغ کی لی پہچانا تک نہیں کہ کون ہوں مجھے اپنی بے عزتی سے سخت رنج ہوا میں نے ایشور سے کہا کہ اے اہل تکبر کا سر نیچا کرنے والے آپ نے کسی کا غرور نہیں رکھا۔ بس اگر راجہ دروپد کا غرور نہ ٹوٹا تو کیا لطف۔ بات تب ہے کہ راجہ دروپد پابزنجیر میرے سامنے آئے اور دیکھے کہ غرور کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ میری اس روز کی پت گیا پس آج جان آئی۔ تم ایسے لائق کو خائق سوربیر اتنے شاگرد تیراندازی میں باکمال تمام فنون حرب وضرب میں آپ ہی اپنی مثال ہو اگر وہ پر نگیا تم لوگوں کے ہوتے پوری نہ ہوئی تو زندگی پر دھر کال؎

دریودھن۔ مہاراج آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔ دروپد کی بساط ہی کیا ہے۔ ایشور نے چاہا تو ایک نہ ایک دن اُس کو آپ کے پنجے میں گرفتار دکھادونگا۔ صرف موقع کا انتظار ہے جب منطقہ لڑگیا راجہ دروپد آپ کے سامنے ہوگا؎

دریودھن کی اس بات کو سُنکر درونا چارج چپ لگا گئے۔ مگر جب پانڈووں کا سامنا ہوا تو انہوں نے کہا کہ بھیّا میں نے تم سب کو سکھایا پڑھایا آخر کچھ اُستاد کے حقوق بھی ہیں یا نہیں۔ اگر حقوق کا خیال ہے تو راجہ دروپد کو پکڑ لاؤ؎

پانڈوں نے بہت اچھا۔ جو مرضی۔ حکم جان کے ساتھ" کہکر سر جھکادیا۔ اور ظاہری الفاظ میں وہی نفس مطلب تھا۔ کہ راجہ دروپد خدمت میں حاضر کیا جائیگا؎

❈

ادھیائے ۴۷

کوروؤں کی راجہ دروپد پر چڑھائی۔ کوروؤں کی شکست پانڈوؤں کی کمک سے فتح۔ ارجن کے ہاتھ سے راجہ دروپد کی گرفتاری۔ درونا چارج کی خدمت میں راجہ دروپد کی حاضری عفو تقصیرات اور مع الخیر واپسی

درونا چارج کوروں اور پانڈوؤں سے راجہ دروپد کی گرفتاری کے لئے زبان لے چکے تھے۔ چنانچہ اس کام کے لئے دریودھن اور کرن نے لاؤ لشکر کے ساتھ پیشقدمی کی۔ ادھر سے فوج ظفر موج زعم طاقت میں مست اور نشۂ خودی میں چور پہنچی تو راجہ دروپد بھی خم ٹھونک کر سامنے آگیا۔ گھمسان کی لڑائی شروع ہوئی۔ راجہ دروپد کی فوج نے کوروؤں کے لشکر کو ناکوں چنے چبوائے اور دریودھن کو ایسا نیچا دکھایا کہ جان پر بن رہی تھی۔ قدم اکھڑنے ہی کو تھے کہ پانڈو آپہنچے اور مردہ جسموں میں از سر نو جان آگئی۔ پانڈو کوروں کے دست راست بنے اور کئی روز تک خون کے دریا بہتے رہے۔ بہادران صف شکن دلاوران پیلتن کی ناحق خونریزی پر تاسف کر کے ارجن نے راجہ دروپد سے کہا کہ لاکھوں بہادروں کی خونریزی سے کیا نتیجہ۔ آیئے ہم آپ دست بدست دو دو ہاتھ کریں۔ جو جیتے وہی میری۔ ہماری آپ کی منہ جوڑ لڑائی پر ہار جیت شکست کا فیصلہ۔

راجہ درو پد دلا چنا نہ تھا اس سے بھی بڑے بڑے سور بیروں کی کور دبی تھی۔ اُس نے کہا کیا مضائقہ ہے یہی سہی۔ یہاں کسی بات سے انکار نہیں۔ آخر لڑائی شروع ہوئی۔ درو پد اور ارجن دونو جُٹ گئے۔ وار پر وار ہوئے۔ داؤں پر داؤں پیچ۔ آخر ارجن نے نیچا دکھایا۔ راجہ درو پد کی ایک پیش نہ گئی۔ راجہ درو پد ہارا تو ارجن نے باندھ لیا اس کے وزرائے سلطنت اَور سپہ سالاران لشکر بھی قابو کئے اَور سب کو لاکر درونا چارج کے سامنے کھڑا کر دیا۔

جونہی درونا چارج نے راجہ درو پد ایسے عالیشان فرمانروا کو ارجن کی کمند میں گرفتار اور زنجیر مایوسی میں اسیر دیکھا ان کا دل پانی پانی ہوگیا۔ اور اس وقت تو اُن کے دل کی کچھ اَور ہی کیفیت ہوئی۔ جب راجہ درو پد نے جھک کے ڈنڈوت کی اور پھر آنکھ اوپر نہ اُٹھائی۔ درونا چارج اس حالت کو دیکھ کر بولے کہ راجہ درو پد اُف اوہ یہ دولت و سلطنت کا غرور یہ زعم یہ طاقت کا نشہ۔ مَیں بچپن کا دوست۔ ہم مکتب۔ ہم سبق۔ در دولت پر حاضر ہوا۔ فقر و فاقہ کی دردناک کہانی سنائی۔ مگر تم اپنے نشہ سلطنت میں مست اور دولت و ثروت کے غرور میں اندھے ہو رہے تھے۔ گویا پہچانا تک نہیں۔ دیکھ لیا کہ غرور کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔ اے راجہ درو پد ہم کو تپسیا سے غرض ہے نہ کہ راج کاج سے۔ ہم دُنیا کی سلطنت کو پنچ اگن میں تاپ ڈالنے والے ہیں۔ ہم کو راج سے کیا واسطہ۔ مگر بات کی بات تھی۔ ہم آزمانے گئے تھے کہ دیکھیں تم کتنے ہو اچھا ذرا سچ کہنا کہ تم نے ہم مکتبی کے زمانے میں آدھی سلطنت دینے کو زبان دی تھی کہ نہیں۔ راجہ درو پد شرم سے زمین میں گڑا جاتا تھا اس کی گردن نیچی ہوئی جاتی تھی نظر اُوپر نہ اُٹھتی تھی۔ اس نے منہ پر رومال رکھ کر بہت شرمندگی سے جواب دیا کہ:۔

ہاں مہاراج کہا تو ضرور تھا۔ مَیں منکر نہیں۔

درونا چارج۔ اچھا جب تم زبان دے چکے تھے تو اس کی پابندی کرنے

نہ کرنے کا تم کو اختیار تھا۔ مگر میری بے عزتی کیوں کی؟

راجہ دروپد۔ سب میری غلطی۔ جیسا کیا ویسا پایا بھی تو پہلے آدھی سلطنت کا وعدہ تھا۔ اب پوری سلطنت قدموں پر نچھاور ہے؟

درونا چارج۔ راجہ دروپد! ایک دربنا ہزار در کھلے تم غرور میں اندھے تھے۔ تم جانتے تھے کہ جو کچھ ہیں ہم ہی ہیں۔ مگر ایشور کی بڑی بڑی باہیں ہیں۔ وہ رائی سے پربت اور پربت سے رائی کرتا ہے۔ جس کو چاہے پل میں تارے جس کو چاہے ڈبودے۔ میں جب تم سے مایوس پھرا تو ایشور نے مجھے یہاں پہنچایا۔ بھیشم پتامہ کی آنکھوں میں حقیقت شناسی کا نور تھا اُنہوں نے مجھے پرچانا ایسا مالا مال کیا کہ کوئی ہوس باقی نہیں۔ گھر میں دولت پٹی پڑی ہے۔ گاؤں گراؤں کی کمی نہیں گائے بھینسوں کے دودھ کی نہریں جاری ہیں۔ ہاتھیوں کا پراکا پرا موجود ہے۔ تم مجھے کیا دے سکتے تھے بہت ہوتا۔ ایک آدھ مقطع یا گاؤں دے دیتے اس وقت ایشور کی کرپا سے میں تمہارے انگدیش کو مول لے سکتا ہوں۔ مجھے دولت وصولت کی خواہش نہ تھی صرف تمہیں یہ دکھانا منظور تھا کہ بڑے بول کا ہمیشہ سرنیچا ہوتا ہے۔ میرے شاگرد کل کے چھوکرے تم کو پکڑ لائے۔ کیا اس وقت میں ہاتھ پاؤں نہ دکھا سکتا تھا مگر نہیں تمہیں سبق سکھلانا تھا کہ غرور بُرا ہے۔ اس وقت تم میرے شاگردوں کے اختیار میں ہو وہ جو چاہیں تمہارے ساتھ کر سکتے ہیں۔ مگر نہیں تم میرے بچپن کے دوست ہو۔ ہم سبق ہو جس دوستی کا لحاظ تم کو نہ ہوا تھا۔ اُس کا پاس میں کرتا ہوں۔ تم کو رہائی دلوا دونگا۔ مگر جو آدھا راج دینے کو زبان دے چکے ہو۔ اُس کو حلق میں ڈال کر اگلوا لونگا۔ مروت ہو چکی؟

دروپد۔ مجھے کب عذر ہے۔ آپ کا میں خادم۔ سلطنت پر آپ تصدق اور جو کچھ ارشاد ہو وہ بھی سر آنکھوں پر؟

درونا چارج۔ میں اور کچھ نہیں چاہتا۔ بس آدھا راج حوالے کیجئے اور گھر کا راستہ لیجئے کہ جان بچی لاکھوں پائے؟

راجہ درو پد نے قدموں پر سر جھکایا آدھا راج درونا چارج جی کے نام لکھ کر جان بچائی اور درونا چارج کے حکم سے رہا ہو کر خیر صلاح سے راجدھانی میں گئے۔

ادھیائے ۸۴

راجہ دروپد کی راجدھانی میں واپسی۔ درونا چارج سے پاداش کا خیال۔ فرزند قاتل درونا چارج کی فکر۔ جاج رشی کی نظر توجہ۔ راجہ شاندہن اور مہارانی دروپدی کی پیدائش

راجہ دروپد درونا چارج سے ہاری مان کر راجدھانی میں پہنچے۔ شکست کی ندامت اور گرفتاری کی غیرت نے زندگی حرام کئے ہوئے تھی کسی کام میں دل نہ لگتا تھا۔ سب ٹھاٹھ باٹھ ردی معلوم ہوتا تھا۔ ایشور نے ایک لڑکا عطا کیا تھا جس کو سکھنڈی کہتے تھے۔ تھا وہ بہت ہی شور بیر انتہا کا طاقتور مگر ارجن کا سامنا کر سکے یہ دم نہ تھا۔ سکھنڈی کے بھی کوئی اولاد نہ تھا۔ بلکہ اس کے علامات مردمی قاطع نسل تھیں۔ اس لئے راجہ کو فکر ہوئی کہ دوسری اولاد پیدا کرنا چاہیئے۔ جب تک کوئی بہادر بیٹا پیدا نہ ہوگا۔ تب تک جس کا جی چاہیگا دبا لیگا۔ میری ایک نہ چلیگی۔ اور درونا چارج سے ہمیں کسی طرح عوض نہ لے سکونگا۔ اس خیال کو دل میں جما کر راجہ دروپد جنگلوں جنگلیوں رشیوں منیوں کے

درشن کرتے پھرے۔ ہر ایک سے عرض مدعا کی۔ مگر سب نے باتوں میں ٹرکا یا۔ آخر جاج رشی کے آشرم میں قسمت لے گئی۔ اُنہوں نے راجہ کو تشفی دی۔ بہت سمجھا بجھا کر کہا کہ ہم جگیہ کر کے ایسا لڑکا پیدا کر دینگے۔ جس کے ہاتھ درونا چارج کی موت ہی ہو۔ تم جاؤ راجدھانی میں جگیہ کا سامان کرو ہم آتے ہیں۔ اپنے بھائی انجاج کو بھی لئے آتے ہیں۔ دیکھو کیا بہار ہوتی ہے؛

راجہ درو پد ہوا کے گھوڑے پر سوار اپنی راجدھانی میں آ براجے جگیہ کی کاروائی شروع ہوئی پیچھے پیچھے جاج اور انجاج رشی بھی وارد ہوئے۔ اور اُنہوں نے جگیہ میں اپنی ریاضت شاقہ کی اعجاز نمائی شروع کی۔ جس وقت وید منتروں اور اُن کے فیض عبادت نے اثر کیا۔ ہون کنڈ سے ایک خوبصورت لڑکا نمودار ہؤا۔ چہرے چندے آفتاب چندے ماہتاب جسم پر خوشنما زرکار ملبوس۔ ہاتھ میں تیر و کمان۔ کمر میں تلوار۔ اس کے جلوہ افروز ہوتے ہی دفعتہً بجلی کڑکی۔ بادل گرجا اور یہ آکاش بانی ہوئی۔ کہ جگیہ کی کامیابی مبارک۔ وہ لڑکا پیدا ہؤا جو درونا چارج کو بستر مرگ پر سُلائے گا؛

اس الہام سے راجہ دروپد کے دل کا مرجھایا کنول کھل گیا۔ اس نے خوشی کے شادیانے بجائے تھوڑی دیر بعد دیکھتا ہے تو ہون کنڈ سے ایک دُختر نیک اختر بھی برآمد ہوئی۔ یہ لڑکی حُسن و جمال میں فرد یگانہ تھی۔ سورج چاند پاؤں کے دھوون بھی نہ تھے۔ اپسرائیں اُس کے سامنے سامنے منہ نہ کر سکتی تھیں۔ گندھرب سمجھتے تھے کہ آفتاب زمین پر اُتر آیا۔ اس کا جلوہ نظر آتے ہی آکاش سے آواز آئی۔ کہ یہ لڑکی ہیچ کنیاؤں میں سرفراز و ممتاز ہوگی۔ اس کے سبب سے وہ وہ خونریز لڑائیاں ہونگی کہ ہزاروں راجے میدان میں کھیرے ککڑی کی طرح کٹ جائینگے۔ لاکھوں بہادران صف شکن و دلاوران ضیغم افگن ٹڈیوں کی طرح زمین پر بچھے نظر آئینگے۔ جب آدمیوں کا یہ حال

ہوگا تو جانور غریب کس شمار میں ہیں خلاصہ یہ کہ حد درجہ خونریزیاں ہوں گی۔ اس لڑکی کی خوشی میں نوبت نقارے بجے اور جاج رشی نے راجہ دروپد کی گود میں دے دیا۔ رشیوں نے اشیرباد دیا پھول برسائے دکشنائیں پائیں حصول مراد سے خوش خوش گھر واپس گئے۔ راجہ دروپد کے لڑکے کا نام شتردمن رکھا گیا۔ اور لڑکی کا نام کرشنا مگر جب سن تمیز کو پہنچے تو ان ناموں میں تبدیلی واقع ہوئی جو شتردمن تھا وہ راجہ شاندیمن کہلایا اور جو کرشنا تھی۔ وہ دنیا میں مہارانی دروپدی پنچ کنیاؤں کی سرتاج مشہور ہوئی۔

جب شتردمن کسی قدر سن تمیز کو پہنچا تو راجہ دروپد کو تعلیم و تربیت کی فکر ہوئی گو درونا چارج سے دلی عداوت تھی مگر درونا چارج سے بڑھ کر کوئی کامل علوم و فنون بھی نہ تھا۔ راجہ دروپد نے اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو بھی انہیں کے پاس بھیج دیا کہ تربیت حاصل کرے شتردمن درونا چارج کی خدمت میں حاضر ہوا ڈنڈوت کی اور اظہار مدعا کیا۔ درونا چارج صورت دیکھتے ہی پہچان گئے کہ یہ صاحبزادے راجہ دروپد کے فرزند ارجمند ہیں۔ اور میرے قاتل۔ چنانچہ ڈنڈوت کے جواب میں اشیرباد دینے کے ساتھ ہی انہوں نے کہا۔

آؤ۔ درون کی جان کے گاہک۔ درون کے کال۔

یہ کہکر وہ ہنسے اور پھر خاموش ہو گئے دل میں سوچتے تھے کہ واہ کیا ایشور کی مایا ہے۔ جو مجھے قتل کرے گا وہی مجھ سے علم و ہنر سیکھنے آیا ہے۔ یہ خاموشی بالکل تھوڑی دیر رہی۔ آخرکار انہوں نے یہ سمجھ کر کہ ایشور اچھیا بلوان ہر چہ رضائے مولے از ہمہ اولے۔ شتردمن کو کلیجے سے لگا کر داخل مکتب کیا۔ اور اہل مکتب کی طرح اسے بھی استر ودیا شستر ودیا شاستر ودیا پڑھا کر استاد زمانہ کر دیا۔ بالکل بخل نہ کیا۔ غرض یہ تھی کہ کوئی یہ نہ کہے کہ شتردمن درونا چارج کا شاگرد اور اپنے ہم سبقوں سے لیاقت میں کم ہے صرف اپنی بدنامی کے خیال سے اسے

کامل فن بنادیا کہ آخر اسی کے ہاتھ سے درونا چارج کی موت ہوئی اور مہابھارت کے ۱۸ اچھوہنی دل والوں میں سے کوئی دوسرا سورمہ ہر بال بیکا نہ کرسکا۔

ادھیائے ۴۹

دریودھن کی دغابازی۔ بھیم سین کو زہر خورانی۔ گرداب فنا کا سامنا۔ اہل مِتی راجہ باسک کی وجہ سے جانبری۔ بعدہٗ باہم شادی میمنت آبادی

دریودھن کو پانڈوؤں سے عداوت تھی۔ مگر بھیم سین اس کی نگاہوں میں کانٹے سے زیادہ کھٹکتا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ بھیم سین نہ رہے تو بس پانچوں انگلیاں گھی میں ہو جائیں اور پانڈو کچھ بھی نہیں کرسکتے۔ رات دن دریودھن کو یہی فکر تھی مگر کیا بھیم سین اور کیا اُسکے بھائی سب محبت برادرانہ کے بھلاوے میں اس کی شعبدہ بازیوں سے ناواقف تھے۔ کسی دن جدھشٹر۔ ارجن۔ سہدیو۔ نکل کہیں اور تھے قیامگاہ میں صرف بھیم ہی بھیم تھا۔ اس موقع کو تاک کر دریودھن نے بڑی تعظیم و تکریم کے ساتھ بھیم سین کو مدعو کیا اور دعوت کی ٹھہرا دی۔ بھیم ایک دفعہ سکھ چکا تھا۔ مگر اس نے کچھ خیال نہ کیا۔ وہ بلا تکلّف شریک دعوت آئو اور جو کچھ سامنے حاضر کیا۔ سب سے پہلے غل غش چٹ کر گیا۔ بھنگ پینا تم سان ہے۔ مگر مہ جلیں پیچھے سے خبر لیتی ہیں بھیم سین کھانے کو لو کھانے کے ساتھ زہر ہلاہل کھا گیا۔ آخر نتیجہ یہ تھا کہ نبض ساقط۔ سانس غائب۔ پنڈا سرد۔ جب صبح ہوئی تو راجہ دھرتراشٹ

کو بھیم سین کے حال سے خبر کی گئی۔ راجہ دوڑا ہوا آیا حکیم طبیب سب بلائے پوچھا کیا حال ہے۔ سب کا جواب تھا کہ ابھی سدرمق قدرے قلیل جان باقی معلوم ہوتی ہے۔ مگر دھرتراشٹ نے ٹھنڈا برف کا سا بدن دیکھ کر باور نہ کیا۔ اور یہ تجویز کی کہ لاش کو جل پرواہ کر دینا ضروری ہے بھیم کے بھائیوں کو اس سانحۂ درد انگیز کی مطلق خبر نہ ہوئی اور بھیم سین کی لاش گنگا جی میں بہادری گئی۔ لاش گنگا میں چھوڑی گئی تو بہاؤ پر چلی پون جی لاش کے محافظ تھے۔ اُنہوں نے بخوف و خطر پاتال میں پہنچا دیا۔ جس وقت لاش اس مقام پر پہنچی جہاں باسکی ناگ کی کنیاں سیر کر رہی تھی تو جانبری کی صورت ہوئی۔ ایل متی نے (باسکی ناگ کی کنیاں) اس لاش کو بہاؤ پر دیکھا لونڈیاں باندیاں نوکر چاکر ساتھ تھے ایل متی کے حکم سے دوڑ پڑے اور مردے کو نکال لائے جونہی ایل متی نے بھیم کی صورت دیکھی دل ہاتھ سے جاتا رہا فریفتہ ہو گئی۔ مگر یہ کہ ہائے اسمیں جان نہیں ؛

ایل متی باسک ناگ کی دختر نیک اختر تھی۔ اس کے باپ ماں نے اس کو سری گورا پاربتی کی پوجن کی ہدایت کر دی تھی۔ اس غرض سے کہ خاوند عمدہ سے ملے اور سہاگ میں کبھی خلل واقع نہ ہو۔ ایل متی صدق دل سے پاربتی جی کی پوجن کرتی تھی۔ اتفاق کی بات کہ ایک روز تازہ پانی دستیاب نہ ہو سکا باسی پانی ہی سے گوری جی کی پرستش کرنا پڑی۔ فرض تو ادا ہو گیا۔ مگر پھل یہ ہوا کہ گوری جی نے سلنے کی دعا دی ؛

جس وقت بھیم کی لاش اس کے سامنے آئی۔ اس معاً پاربتی جی کی آواز غیب یاد آئی وہ سمجھ گئی کہ بردان کا ظہور اسی پر منحصر ہے وہ بھیم سین کو لئے ہوئے گھر آئی۔ ایک پرانے کپڑے کا گیند بنا کر امرت کنڈ میں پھینکا اور پھر نکالنا چاہا۔ امرت کنڈ کے محافظ مانع ہوئے ادھر سے انکار تھا ادھر سے اصرار۔ آخر ایل متی سب کے سر ہو گئی کہ گیند نہ نکالا تو خون تمہاری گردن پر۔ محافظ مجبور ہوئے اُنہوں نے گیند کو خوب

نچوڑ نچوڑ کر اس کے حوالے کیا۔ اور گیند ایل متی کے ہاتھ آیا تو کچھ امرت کی تری باقی تھی وہ بھیم سین کے مفید حال ہوئی اس کے اثر سے بھیم سین نے آنکھیں کھولیں دیکھا تو کچھ اور ہی سمان ہے۔ نہ دعوت نہ تواضع نہ وریودھن نہ دوشاسن نہ وہ سکان بن نہ وہ محفل حیران کہ دوسری جگہ میں کیونکر آگیا۔ ایل متی کو دیکھ کر پوچھا۔

تم کون ہو؟ اور جہاں میں ہوں۔ کس کا مکان ہے اور شہر کا نام مجھے یہاں کون لایا۔ آخر لانے کا کوئی سبب؟

جواب۔ میرا نام ایل متی ہے۔ باسک جی میرے پتا اس ملک کے فرمانروا ہیں۔ اس کا نام ناگ لوک ہے۔ آپ مردہ حالت میں بہتے ڈوبتے ترتے دریا کے بہاؤ پر آرہے تھے کہ میری نظر پڑ گئی۔ میں نے آپ کو گرداب فنا سے نکالا یہاں لائی امرت کی تاثیر سے زندہ کیا سری پاروتی جی کی کرپا اور بردان سے مجھے آپ کا درشن نصیب ہوا۔ اب مزے سے یہاں قیام کیجئے۔ رہیئے بسیئے آنند کیجئے؛

بھیم سین۔ تمہارا شکریہ کہ میری جان بچائی۔ اس کے شکرانہ سے کیونکر سبکدوش ہونگا؛

ایل متی۔ بس اسی طرح کہ یہیں میرے کلیجے کو ٹھنڈک پہنچاتے رہیئے مجھ پر احسان ہوگا۔ اگر طبیعت سنبھل گئی ہو اور تکلیف نہ ہو تو اپنا نام بتا دیجئے۔ فرمایئے۔ کہ وطن کہاں ہے۔ والد کا نام۔ آثار اقبال شاہی بے وجہ نہیں۔ سب حال کہہ جایئے؛

بھیم سین۔ چندر بنسی۔ سورج کی زندہ مورتی۔ جمبودیپ کے راجہ پنڈو کا لخت جگر ہوں۔ پانچوں پانڈوؤں میں ایک نام بھیم سین سُنا ہوگا وہی مَیں ہوں۔ عموزاد بھائیوں کی قلبی عداوت کا یہ دوسرا کرشمہ ہے مَیں اپنے نشۂ طاقت میں مست زہر و ہر کی پروا نہیں کرتا اسی سے دھوکا کھا جاتا ہوں۔ تم جانتی ہو۔ کہ تاثیر زہر ابھی تک رگ رگ میں پیوست ہے۔ اس لئے پیاس سے چکنا لگ رہا ہے۔

زبان میں کانٹے پڑ رہے ہیں۔ زبان تر کرنے کو کوئی چیز چاہیے کہو تو سامنے والے امرت کنڈوں سے پیاس بجھالوں ؛

ایل متی ۔کہیں ایسا غضب نہ کرنا امرت کنڈوں کی محافظت ان سانپوں کے سپرد ہے ۔جن کی ایک پھنکار پہاڑ کو پھونک کر راکھ کردے ۔ ان کے کاٹے کا منتر نہیں ۔ ایک امرت کیا ہزار اور تریاق بھی ہوں تو ان کے زہر آگے سب مٹی ۔ ذرا پیاس رو کو تھوڑی دیر ضبط کرو ؛

ایل متی لاکھ روکتی رہی مگر بھیم سین کب مانتا ہے ۔ وہ امرت کنڈ میں کود ہی پڑا ۔ اور امرت پینا شروع کر دیا ۔ سانپ ڈسنے کو دوڑے ۔ کاٹنے کو لپکے ۔ مگر بھیم سین نے ایک لکڑی کا ڈنڈا اٹھا کر جو ہاتھ دکھائے تو بہت سے سانپ فی النار ۔ کچھ زخمی ہوئے ۔ کچھ دُم دبا کر بھاگے ۔ راجہ باسک کے پاس دہائی دیتے روتے پیٹتے پہنچے ۔ کہ ہائے غضب ہو گیا ۔ ایک بڑا موٹا تازہ راچھس ناگ لوک میں آگھسا ۔ امرت کا امرت پیا اور سانپ کے سانپ مار کے زمین پر بچھا دئے

راجہ باسک نے اُن کو تسکین دی اور کہا کہ راچھس نہیں کون کا فرزند راجہ جدھشٹر کا قوت بازو ہے ۔ تم جاؤ اور جدھشٹر کی دہائی کھینچو ۔ اُس کے نام کی آن دو ۔ پھر کچھ نہ ہوگا ؛

سانپ دوڑتے ہوئے پھر امرت کنڈ کے پاس پہنچے ۔ جدھشٹر کی دہائی کھینچی ۔ گڑگڑا کر بولے کہ بھیم سین تمہیں راجہ جدھشٹر کی آن جواب ستم ڈھایا ؛

بھیم سین دہائی اور آن سنکر ہنستا ہوا کنڈ سے نکلا ہی تھا کہ راجہ باسک وہاں وارد ہوا ۔ بھیم سین کو بڑی محبت سے مکان پر لے گیا اور ایل متی اپنی راجکماری کے ساتھ شادی کر دی ۔ دان دہیز کی کیا کمی تھی ۔ سب ایک سے ایک بڑھیا سامان ۔ تحفہ تحائف مزید برآں ؛

ادھیائے ۵۰

سہدیو کی جوتش بدیا کے کمال سے واقفیت حالات ناگ لوک سے ایل متی اور بھیم سین کی ہستناپور میں آمد۔ دریودھن کا دلی رنج۔ پانڈووں کی خوشی

بھیم سین کی کیفیت اوپر بیان ہو چکی ہے۔ وہ گرداب بلا میں پھنسا تھا یہاں جدھشٹر نے بھیم سین کو نہ پایا۔ تو بڑی تشویش ہوئی۔ اس نے تین روز تک برابر تلاش کی مگر بھیم سین کا پتہ نشان نہ ملا۔ جب سب بھائی مایوس ہو رہے تھے۔ سہدیو نے اپنے فن اختر شناسی کا آسرا لیا۔ نجوم (جوتش) میں حد درجہ کا کمال حاصل تھا۔ جو ہیں ستاروں پر نظر جمائی۔ کل گرہ کل نچھتر سامنے آ گئے۔ اور سہدیو کے کان میں پھونکنے لگے۔ کہ بھیم سین بخیریت ناگ لوک میں ہے۔ ایک خوبصورت استری بھی ہاتھ آئی۔ دولت کا بھی بڑا لابھ ہوا۔ تین دن امرت جوگ کے تھے۔ وہ موت کے منہ میں کٹ گئے۔ اب کچھ کھٹکا نہیں سب چین ہی چین ہے۔

سہدیو ستاروں کی بتائی ہوئی باتیں راجہ جدھشٹر سے کہتا گیا وہ گوش دل سے سنتے گئے۔ آخر میں سہدیو نے کہا کہ ساری کارستانی دریودھن کی تھی۔ اس نے رسوئیے کو سکھا پڑھا کر بھیم سین کے کھانے میں زہر ڈلوا دیا۔ جب بھیم سین کے جسم میں زہر سرایت کر گیا۔ تو جلدی جلدی گنگا جی میں پھینکوا دیا۔ حالانکہ ایک بید ہاتھ کہتے کہتے مارا گیا۔

کہ بھیم سین مردہ نہیں۔ اس میں جان ہے۔ میں اسے ابھی چنگا کئے دیتا ہوں۔ مگر وریودھن کب ماننے والا تھا۔ اس کو بھی بیوقوف بنا کر ٹرکا دیا۔ ہر ایک شخص کو دھمکی دے دی۔ کہ اگر ذرا بھی بات پھوٹی تو سمجھ لینا کہ تسمہ نہ لگا رہے گا۔ بال بچّوں تک کی خیریت نہ ہوگی۔

راجہ جدھشٹر کی جان میں جان آئی کہ بھیم سین صحیح و سلامت ہے۔ بلا سے وریودھن نے اسے ہلاک کرنا چاہا۔ مگر ہمیں کسی کی دشمنی سے کچھ غرض نہیں اپنی سلامتی سے غرض ہے۔ دل نیک تھا۔ وریودھن کی دشمنی کا دل پر کچھ خیال ہی نہ ہوا۔ بھیم سین کی تندرستی کی خوشی نے سب رنج و غم بھلا دئیے۔ انہوں نے فوراً قاصد روانہ کئے وہ ہوا کی طرح ناگ لوک پہنچے راجہ باسک کو پیغام دیا۔ راجہ باسک نے بڑی قدر و منزلت شان و شوکت کے ساتھ بھیم سین اور ایل متی کو روانہ ہستناپور کیا بھیم سین ہستناپور میں پہنچا تو جدھشٹر ارجن سہدیو نکل کی خوشی کا کیا پوچھنا۔ جامے میں پھولے نہ سمائے اُچھل اُچھل پڑے ایل متی ناگ کنیاں کو کنتی وغیرہ تمام رانیوں نے کلیجے سے لگایا۔ صورت دیکھ دیکھ کر انتہا سے زیادہ خوش ہوئیں قیمتی سے قیمتی تحائف جس نے دیکھے حیران رہ گیا۔ وریودھن دل ہی دل میں جل مرا کہ ہائے بھیم سین پھر موت کے منہ سے نکل آیا۔ اور پھر اس پر لطف یہ کہ ناگ لوک کی دولت بٹور لایا۔ ایل متی کی سی خوبصورت عورت گھاتے ہیں۔ پانڈو خوشیاں مناتے تھے۔ کہ بھیم سین ایسا بھائی صحیح سلامت ملا راجہ باسک کی راجکماری بھی ہتھے چڑھی۔ قیمتی تحفہ تحائف بھی پلے پڑے۔

ادھیائے ۱۵

کرن کی حکمت عملی۔ پرسرام جی کے فیض تربیت سے تکمیل کمالات افشائے راز۔ پرسرام جی کا عتاب۔ کرن کی ہستناپور میں مایوسانہ واپسی

کرن کی عمر پندرہ سال کی تھی۔ جب وہ ارجن کے مقابلے کے لئے خم ٹھونک کر اکھاڑے میں اُترا تھا۔ درونا چارج کی شاگردی میں اس نے جو کچھ سیکھا۔ اس کی بساط سے بڑھ کر تھا۔ ارجن کے سوا کسی کی قدرت نہ تھی۔ کہ اس کا سامنا کر سکے۔ گو کرن نشۂ خودی میں چور اور ہاتھ پاؤں پر مغرور تھا۔ مگر پھر بھی ارجن کی طاقتیں اُس کی نظر میں جچی ہوئی تھیں۔ اسے معلوم تھا کہ باایں ہمہ وہ ارجن سے برابر کی ٹکر لینے کے قابل نہیں۔ دل میں جوش تھا۔ طبیعت میں اُمنگ تھی۔ ایک روز بیٹھے بیٹھے اُٹھا اور سیدھا پرسرام جی کی خدمت میں پہنچا اور ڈنڈوت کر کے عرض کی!۔

مہاراج میں برہمن کمار ہوں۔ خدمت کیلئے قسمت لے آئی شستر ودیا سیکھنے کی خواہش ہے۔ پرسرام جی نے کرن کو برہمن کمار جان کر سایۂ عاطفت میں لیا۔ کرن نے خدمت سے عظمت پائی۔ شستر ودیا میں حد درجے کا کمال حاصل ہو گیا۔ ایک روز پرسرام جی مندور تا آشرم سے چلے کرن بھی ہمراہ تھا۔ چلتے چلتے ایک پر فضا مقام

پر گزر ہوُا۔ سبزہ زار نے طبیعت ہری کر دی۔ خوش رنگ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو سے دماغ معطّر ہو گیا۔ ٹھنڈی ہوا کے ہلکے ہلکے جھونکے دل کا کنول کھلائے دیتے تھے۔ طائران خوشنوا کی میٹھی میٹھی بولیاں موہنی ڈالتی تھیں۔ بہار دلکش تھی نظارہ نظر فریب تھا۔ پرسرام جی ایک چھتنارے سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ سبزۂ خوابیدہ نے فرش گل کا مزہ دیا۔ صبا کے جھونکوں نے پھولوں کی پنکھی جھلنا شروع کی تو پرسرام جی کی آنکھیں جھپکنے لگیں۔ کرن نے پرسرام جی کا سر زانو پر رکھ لیا اور پرسرام لیٹتے ہی سو گئے۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی۔ کہ ایک جونک کے ہمشکل کیڑا آیا۔ اور کرن کی ران میں چمٹ گیا۔ چمٹتے ہی کاٹنا شروع کیا۔ تو ایک خون کی دھار ران سے بہ نکلی۔ زخم شدید تھا۔ تکلیف انتہا کی تھی مگر کرن نے اُف تک نہ کی۔ جیسا بیٹھا تھا ویسا ہی بیٹھا رہا۔ جنبش کا نام ندارد۔ کیڑا کاٹنے میں مصروف تھا۔ اور لہو کی دھار بہ رہی تھی یہاں تک کہ پرسرام جی کی پشت میں گرم گرم خون لگا۔ وہ چونک پڑے۔ دیکھا تو زمین سرخا سرخ ہو رہی ہے۔ اور ایک فوارہ سا کرن کی ران سے جاری ہے۔ پرسرام جی کرن کی مضبوطی کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ اُنہوں نے کرن سے کہا۔ شاباش۔ مگر فرزند ایمان سے کہنا کہ تم ذات کے برہمن ہی ہو۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ برہمن ہوتا تو چیخ کر بھاگتا معلوم ہوتا ہے کہ تم برہمن نہیں۔ کشتری ہو۔ اور تم نے مجھ سے شاستر اور شستر ودیا سیکھنے کے لئے یہ بھروپ بھرا ہے۔ بس سچ بتا دو کہ تم کون ہو؟

کرن قدموں پر گر کر ہاتھ جوڑے ہوئے مہاراج آپ بشن کا اوتار کیا ساکشات بشن ہی ہیں۔ آپ سے جھوٹ بولنا کیا۔ بے شک میں چھتری ہوں۔ صرف ودیا سیکھنے کے سبب سے جھوٹ بولا۔ آپ معاف فرمادیں۔ اگر میں اپنے کو برہمن ظاہر نہ کرتا تو آپ کبھی خدمت میں سرفراز نہ کرتے اعلےٰ سے اعلےٰ ہنر نہ سکھاتے نہ مجھے

شاستر پر عبور حاصل ہوتا۔ نہ شستر ودیا آتی۔ آپ نے کرپا کی۔ تو
اب میں تن تنہا بیک بینی و دو گوش بلا شرکت غیرے بذات واحد
ایک لشکر عظیم کو ایک دو تیروں میں کاٹ کر پھینک سکتا ہوں۔ میں
اتنا جھوٹ ضرور بولا مگر صرف ودیا حاصل کرنے کے لئے۔ اب آپ
کی نظر عنایت چاہیئے۔ پرسرام جی کرن کی اطاعت شعاری۔ سعادتمندی
وعقیدت۔ جودت وجدت سے بہت خوش تھے۔ اُنہوں نے
غصہ روکا۔ غیظ وغضب کے دہکتے ہوئے انگارے راکھ میں
دبا دئے۔ مگر نظر عتاب پھر بھی نہ سیدھی ہوئی۔ اُنہوں نے آخر کہا۔
تم نے میرے ساتھ دھوکا کیا۔ خطا تو بڑی تھی۔ مگر خیر طرح دیتا ہوں
تجھ کو میرے سکھائے ہوئے فن مبارک۔ یوں تو تیرا کوئی نقطہ مقابل
نہ ہوگا۔ مگر جب میدان جنگ میں اظہار فن کی ضرورت ہوگی۔ تو مجھ
سے جو سیکھا پڑھا ہے وہ سب مٹی ہو رہے گا۔

کرن کانپتا تھرتھراتا قدموں پر گر پڑا۔ ناک رگڑی منت سماجت
کی کہ مہاراج قصور ہوا معاف کیجیئے۔ سراپ واپس لیجئے۔ مگر پرسرام
جی بات کے دھنی تھے۔ جو زبان سے نکل گیا۔ اُنہوں نے کہا ایشور
کا شکر کر کہ میں نے طرح دی اتنے ہی سراپ پر بلا ٹل گئی۔ نہیں تو
اور نہ جانے کیا کرتا۔ بس اب جا۔ یہاں ٹھیرنے کی ضرورت نہیں۔

کرن مایوسی کو دل میں لئے ہوئے قدم چھو کر وہاں سے ہستناپور
میں واپس آیا اور درونا چارج کی خدمت میں تعلیم حاصل کرنا شروع
کی۔ دریودھن کرن کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا تھا اس کے کمالات
فن کے غرور میں اس کے قدم زمین پر نہ پڑتے تھے وماغ آسمان
پر رکھتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اُس کی سلطنت کی جان ہے تو کرن
شان ہے تو کرن۔ کرن دریودھن کی قدردانیوں سے گرویدہ
احسان تھا۔ اس سے ربط وضبط میں خصوصیت تھی۔ لہذا دریودھن کی
طرف داری کے خیال سے اس کو پانڈوؤں کے ساتھ ناحق ناحق

کا بیر رہتا تھا۔ اور اُن کی صورت سے دلی نفرت تھی۔

ادھیاے ۵۲

ارجن کی طلبی سے اندر کے ایراپت کی آمد۔ پرستش

کنوار کے مہینے میں اندھیارے پاکھ کی اشٹمی کو اہل ہستناپور رئیسان قرب وجوار ہاتھیوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ تیوہار پیش ہوتے ہی ہستناپور میں خاص دھوم ہوئی۔ عورتوں مردوں کا میلہ لگ گیا دریودھن کے فیلخانے کے تمام ہاتھی زرکار جھولوں اور قیمتی زیوروں سے آراستہ کئے گئے۔ سب کورو اور تمام محلات زیور و جواہرات میں غرق نور کی تصویر بن گئے۔ اتفاقاً ارجن اپنی ماتا مہارانی کنتی کے پاس گیا۔ دیکھا تو وہ پھٹے حالوں میں بیٹھی ہوئی ہے۔ چہرہ اُداس۔ مُنہ بالکل چپکی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر پوچھا۔ ماتاجی آج ایسا خوشی کا دن جس کو دیکھئے بادۂ عشرت سے مست ہے۔ سب کی زرق برق پوشاکیں سر سے پاؤں تک زیور ہی زیور۔ آپ کیوں میلے کچیلے کپڑے لادے ہوئے ہیں۔ اُٹھئے پوشاک بدلئے۔ زیور پہنئے۔ خوشی منائیے؛

مہارانی کنتی۔ بیٹا۔ بھلا میرا مُنہ ہے۔ کہ میں راگ رنگ میں شامل ہوں۔ تم پانچوں بیٹے یتیم۔ غریب۔ میں دکھیاری۔ آفت کی ماری۔ اگر تمہارے پتا ہوتے تو مجھے بھی راگ رنگ کی سوجھتی۔ تم جاؤ۔ کھیلو مالو۔ مجھے اسی طرح رہنے دو۔ تیوہار خوشی کا ہوتا ہے۔ سو ایشور کی کرپا سے راجہ دھرتراشٹ اُن کی رانی بیٹے بہوئیں سب شاد

رہے ہیں۔ میرا ابھی راج سہاگ ہوتا تو یہ نوبت کاہے کو ہوتی۔
ارجن۔ ماتاجی میرے ہوتے آپ کو یہ خیال۔ آپ کو راج پاٹ کی کیا پرواہ راج ہمارا ہے یا اور کسی کا۔ جب چاہیں لے لیں۔ ئیں آپ کا ایک بیٹا سو کے سو کوروں پر بھاری ہوں۔ آپ کو کس بات کی کمی۔ ابھی کہئے تو اندر کے ایراپت کو آپ کے سامنے لاکر کھڑا کر دوں۔ یہ سنٹے پھٹے ہاتھی کس شمار قطار میں ہیں۔
مہارانی کنتی۔ بیٹا۔ اگر تم میں ایراپت کے لانے کی طاقت ہے۔ تو بس اُسی کو لاؤ۔ ئیں اس کس مپرسی اور غریبی میں اُس کی پوجا کروں گی تم سعادتمند ہو تو لاؤ ایراپت کو۔
ارجن۔ یہ کتنی بڑی بات ہے۔ میں ابھی تو ایراپت کو حاضر کرتا ہوں آپ اُٹھیں منہ ہاتھ دھوئیں۔ کپڑے بدلیں۔
مہارانی کنتی یا تو اُداس تھی۔ یا اب اُس کے چہرے پر خوشی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ وُہ ارجن کو دعاوے کر اُٹھی۔ اور ارجن اس سے رخصت ہو کر درونا چارج کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان سے اجازت مانگ کر منتر پڑھتے پڑھتے ایک تیر مارا تو اندر لوک میں ہل چل مچ گئی۔ سب دیوتا راجہ اندر سے پکار رہے کہ ا۔
مہاراج ارجن نے ایراپت کو یاد کیا ہے تیر کی زبانی پیغام آچکا۔
راجہ اندر۔ ئیں ایراپت کو نہ بھیجونگا۔ بلانے کی پرواہ نہیں۔
دیوتا۔ ارجن آپ کا فرزند ہے۔ وہ آپ سے چاہے کچھ نہ بولے مگر ہم لوگوں کے ماتھے جائیگی۔ وُہ ضرور ہم پر غصہ اُتاریگا۔
اندر۔ اگر آپ لوگ اتنا ڈرتے ہیں تو خیر ایراپت کو لے جایئے مگر ایراپت کو مرت لوک سے کیا کام۔ وُہ وہاں کی زمین پر پاؤں نہیں رکھ سکتا۔
دیوتا۔ اس کا انتظام ہو جائے گا۔ ہم خود اُسے جھٹ پٹ واپس لے آئینگے۔

اندر کی اجازت پاکر دیوتا لوگ ایراپت کو ساتھ لئے ہوئے ہستناپور میں آئے تمام شہر میں دھوم مچ گئی۔ کہ ارجن نے اپنی ماتا کی پرستش کے لئے راجہ اندر سے ایراپت ہاتھی منگا لیا ساری خلقت دوڑ پڑی مہارانی کنتی خوش خوش آئی۔ درشن کئے۔ پوجا کی۔ ایراپت ہاتھی کے پاؤں زمین پر ٹکے نہ تھے۔ زمین سے دو بالشت اونچے تھے جھول اور عماری کا کیا پوچھنا سورج۔ چاند۔ ستارے چمکتے معلوم ہوتے تھے۔ تمام لوگوں نے اندر کے ہاتھی کی صدق عقیدت سے پوجا کی ہر لب کی زبان پہ ارجن کی تعریف کے ترانے تھے۔ سب کی زبان واہ واہ سے گھس رہی تھی۔ کنتی کا کلیجہ ہاتھوں بڑھ رہا تھا۔ مگر دریودھن اور کورو جلے کڑھے جاتے تھے۔ کہ ہائے اتنی بڑی سلطنت ایسی طاقت موجود ہونے پر بھی ہمارا ان غریب یتیم اور بے دست و پا پانڈوؤں سے آج کے تیوہار میں بھی سر نیچا ہی رہا۔

ادھیائے ۵۳

دریودھن کا رشک و حسد۔ راجہ دھرتراشٹر کی مجبوری۔ راجہ جدھشٹر کی ہستناپور سے رخصت۔ برناوہ (الہ آباد) میں تشریف بری۔ لاکھا مندر (رال اور لاکھ کے محل) میں قیام

جس وقت ارجن نے اندر کے ہاتھی ایراپت کو بلاکر اپنی انتہائی طاقت کا ایک ادنےٰ کرشمہ دکھایا۔ دریودھن کی چھاتی پر سانپ لوٹ گیا۔ اس کے تمام بھائی دل ہی دل میں جلنے لگے۔ گاندھاری کو بھی پھوٹی آنکھوں پانڈووں کی صورت نہ بھاتی تھی۔ کرن بھی تاؤ دکھاتا تھا۔ دوشاسن اور شکنی بھی پھکے جاتے تھے۔ سب میں باہم مشورت ہوئی کہ پانڈووں کا بسرتا بھرتا کیونکر کیا جائے۔ یہ لوگ تو بڑھے ہی چلے جاتے ہیں۔ چڑیمار کا ٹوٹا طرح طرح کا پنچھی بولا والا معاملہ ہوا۔ کسی نے کچھ رلئے دی۔ کسی نے کچھ۔ مگر سب کا نچوڑ یہی تھا کہ "بزن"۔ قتل موذی قبل از ایذا۔ گربہ کشتن روز اول۔

یہاں یہ مشورت ہو رہی تھی۔ وہاں دوسرا گل کھلا۔ جدھشٹر کی لیاقتوں کے ڈنکے بج رہے تھے۔ نیکیوں کا سکہ بیٹھا ہوا تھا۔ سعادتمندیاں دلوں پر تسخیر کا اثر کر رہی تھیں۔ عدل و انصاف نے ایک عالم کو گرویدہ الطاف کر دیا تھا۔ بھیشم پتامہ اور بدر کا کیا ذکر دھرتراشٹ بھی ایسا خوش ہوا کہ اختیارات شاہی جدھشٹر کے دست قدرت میں سونپ دئے۔ دریودھن دودھ کی سی مکھی ہو گیا۔ اب جلن کا کیا کہنا۔ حسد کی آگ حد سے زیادہ بھڑکی۔ سارے تھیلی کے چٹے بٹے اکٹھا ہو کر راجہ دھرتراشٹ سے روئے پیٹے کہ ہائے۔ یہ آپ کیا غضب کر رہے ہیں۔ سانپوں کو دودھ پلانا کس نے کہا ہے آپ ہمیشہ سے مالک تخت و تاج ہیں صرف نابینائی کی وجہ سے راجہ پنڈو کو راج دیا گیا تھا۔ اب ایشور کے فضل سے آپ کی سو آنکھیں موجود ہیں۔ ان کے ہوتے غیر مستحق پانڈوؤں کو مختار سلطنت کرنا اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنا اور شاخ پر بیٹھ کر اُسی شاخ کو کاٹنا ہے۔ اول تو اُن کا انگل بھر زمین پر استحقاق ہی نہیں۔ انصافاً ایک جھنجی ان کو نہیں ملسکتی۔ مگر خیر آپ کی خاص مہربانی ہے۔ مضائقہ کیا۔ کچھ

دے دلا کر بدبختوں کو یہاں سے ٹرکا یئے۔ ہم لوگوں کی چھاتی سے تو پتھر ہٹ جائے اور رات دن کی کڑھن سے نجات تو رہے۔
کہے سنے دیواریں مل جاتی ہیں۔ سکھائے پڑھائے اچھے سے اچھے عقلمندوں کی عقل ماری جاتی ہے کورو آخر کلیجے کے ٹکڑے ہی تھے۔ اور پانڈو بھی بھائی کے بیٹے یعنی بھتیجے جگر جگر دگر دگر کا معاملہ دھرتراشٹ پر ان کی توبہ تلا ہائے واویلا کا اثر ہوا۔ اس نے بھیشم پتامہ اور بدرجی سے تخلیہ کیا۔ تخلیے میں بات چھڑی کہ کورو پانڈووں کا فیصلہ آخر کیسے ہو؟ کوئی معقول تجویز ہونی چاہیئے۔
بھیشم جی۔ فیصلہ کچھ مشکل نہیں۔ نصفا نصفی پر سب معاملہ طے ہے۔
بدرجی۔ میری بھی یہی رائے ہے کہ دو حصے کردئے جائیں۔ دونو اپنے حصوں کے مالک۔
دھرتراشٹ۔ میرا بھی یہی خیال ہے۔ کہ کسی طرح روز روز کی ہائے ہلے تو جائے۔ تخلیے میں اس تجویز پر بلا اختلاف اتفاق ہو گیا۔
دھرتراشٹ محل میں آیا۔ دریودھن کو بلا کر کہا کہ
دیکھو پانڈو بھی راج کے حقدار ہیں۔ انصاف شرط ہے۔ اور ان کو آدھا راج دینا لازم۔ میرا ارادہ ہے کہ حصہ بانٹ کردوں۔
دریودھن۔ یوں تو آپ کو سب کچھ اختیار ہے۔ ہم لوگوں کو لنگوٹی بندھوا دیجئے۔ تو کیا عذر۔ مگر پانڈوؤں اور ہم لوگوں کی برابری راج کی آدھ بٹائی ہوئی تو میں دست بردار۔ آپ کا نام لے کر بھیک مانگ کھاؤنگا۔ مگر راج کی طرف آنکھ نہ اُٹھاؤنگا۔
راجہ دھرتراشٹ۔ تو آخر کچھ پانڈوؤں کا بھی حق ہے۔ یا نہیں۔
دریودھن۔ خیر اس سے کیا مطلب ہو یا نہ ہو۔ آپ کی نظر عنایت ہے تو بے تکلف تھوڑا بہت دیجئے۔ ہم لوگوں کو کچھ عذر نہیں۔
کئی روز تک بڑے ہی خفیہ طور پر آپس میں رد و قدح ہوتی رہی آخر

راجہ دھرتراشٹ کی ایک نہ چلی۔ اس کو مان لینا پڑا کہ کچھ دے دلا کر پانڈوؤں کا ٹر کانا ہی اچھا یہاں روز روز ایک شگوفہ چھوٹتا ہے۔ گل کھلتا ہے اس سے وہ کچھ دنوں برناوہ (موجودہ آلہ آباد) میں رہیں تو سب سے بہتر۔

دریودھن نے راجہ دھرتراشٹ سے خوب پخت وپز کر لی تھی۔ اس لئے اس کو یقین کامل تھا۔ کہ پانڈو برناوہ میں بھیجے جاوینگے۔ اس نے منتظم تعمیرات مسمے پروجن کو طلب کر کے خاص طور پر فہمائش کی۔ کہ ایک بہت ہی معقول، خوشنما نفیس مکان برناوہ میں جلدی سے تعمیر کرا دے۔ اس کے تمام اینٹ چونے گارے میں لاکھ ہو۔ رال ہو۔ اور وہ مصالحہ جس سے خود بخود آگ بھڑک سکے۔ اس کو لالچ دیا کہ جس وقت اس مکان میں پانڈو جل کر خاک سیاہ ہو گئے بس انعام جاگیر۔ خلعت اکرام سامنے ڈھیر ملینگے۔

پروجن انعام و اکرام کے لالچ میں برناوہ پہنچا۔ چند ہی روز میں ایک نہایت ہی نفیس مکان کھڑا ہو گیا لاکھ اور رال کے مکان کے ساتھ ساتھ اُس نے اپنی بھی ایک عالیشان حویلی تعمیر کر لی۔ اور پانڈوں کے انتظار میں وہیں رہنے لگا۔

اُدھر یہ کارروائی چوکس ہو گئی۔ ادھر دریودھن وغیرہ سب کورو راجہ دھرتراشٹ کی خدمت میں برابر حاضر رہنے لگے۔ جتنا دھرتراشٹ پانی پلائے پئیں جو دھرتراشٹ کہہ دیں وہی کریں۔ خوب روغن قاز ملا۔ خوب ہاتھ میں دل لیا۔ اور اکسا اکسا کر آخر ایک روز جدھشٹر سے کہلا کر چھوڑا کہ جان سے پیارو تمہاری جدائی کسی طرح گوارا نہیں ایشور گواہ ہے۔ کہ میں تم سب کو اپنے خاص بیٹوں سے زیادہ عزیز جانتا ہوں۔ مگر تم خود سمجھدار ہو۔ بھائیوں بھائیوں کی اَن بن کا نتیجہ ٹھیک نہیں۔ روز روز کا لڑائی جھگڑا اچھا نہیں ہوتا۔ نہ جانے کس وقت کس کے دل پر چوٹ لگے۔ اور پھر گوشت سے ناخن اور ناخن سے گوشت جدا ہونے لگے۔ تو اس سے عقلمندی یہ ہے کہ تم بالفعل تھوڑا

راج لے لو اور چند روز برناوہ میں دل بہلا آؤ۔ یقین رکھنا کہ میں بہت جلد بلا لونگا۔ تم ایسے سعادتمندوں کو میں دم بھر بھی آنکھوں سے جدا رکھنا نہیں چاہتا۔ مگر سردست مصلحت وقت یہی ہے ؛

راجہ جدھشٹر۔ میں اپنے باپ کو نہیں جانتا جو کچھ جانتا ہوں آپ ہی کو بھلا مجال ہے کہ آپ کی مرضی پر نہ چلوں۔ آپ کا حکم سر آنکھوں پر گو آپ کے قدموں کی جدائی کا رنج ضرور رہے۔ مگر مجھے یہ شرف کیا کم ہے۔ کہ آپ کے جادۂ اطاعت میں سر کے بل چلوں ؛

دھرتراشٹ نے جدھشٹر کو کلیجے سے لگا لیا اور کہا کہ :۔

بیٹا برناوہ کا راج مبارک۔ دیکھو ہنسی خوشی رہنا دل پر کسی طرح کا میل نہ لانا۔ میں بہت ہی جلد بلا بھیجونگا اطمینان رکھو ؛

راجہ جدھشٹر۔ (قدموں پر گر کر) میں تو اس سائے کو اپنے سر کیلئے نہایت ہی مبارک سمجھتا ہوں ایشور اس سر کو قائم و دائم رکھے۔ اچھا میں قدموں سے رخصت ہوتا ہوں ؛

راجہ دھرتراشٹ نے دعا دی اور راجہ جدھشٹر اپنی قیام گاہ کو لوٹے۔ سامان سفر بندھنا شروع ہوا۔ چلنے کی تیاریاں ہونے لگیں ؛

راجہ جدھشٹر بھیشم پتامہ سے رخصت ہو آئے۔ تو بدر جی سے ملنے لگے۔ بدر جی نے فرمایا کہ "بیٹا ذرا ہوشیاری سے رہنا۔ غفلت نہ کرنا۔ درلودھن نے تم سب کے رہنے کو لاکھ اور رال کا مکان بنوایا ہے۔ اس کی غرض یہ ہے۔ کہ جب تم سب سوتے ہو سب طرف سے آگ لگا دی جائے اور تمہارے دشمن وہیں راکھ ہو جائیں۔ میں تم کو یہ راز کی بات بتاتا ہوں۔ اپنے ہی تک رکھنا کسی اور کو کانوں کان خبر نہ ہو ؛

مگر یہ بھی خیال رہے۔ کہ میرے یہ کہدینے سے تم ایسا نہ ہو کہ اس مکان میں نہ اترو اور درلودھن سنک جائے ؛

جدھشٹر۔ چچا صاحب۔ آپ کی بزرگانہ محبت کا شکریہ کہ آپ نے ایسے راز مخفی سے اطلاع کردی۔ مَیں اس راز کو دل ہی میں رکھونگا۔ مجال کیا جو زبان پر آجائے۔ مَیں اُس مکان ہی میں ٹکونگا۔ خبرداری بھی رہیگی آپ بے فکر رہیں۔

بدرجی وغیرہ سے رخصت ہوکر دوسرے روز صبح کو راجہ جدھشٹر ہستناپور سے چلے پانچوں پانڈو و مہارانی کنتی کے ساتھ سواریوں پر جلوہ افروز تھے۔ ایک مختصر فوج جلو میں تھی۔ شہر کے بہت سے رئیس و امیر۔ سیٹھ۔ ساہوکار دور تک ساتھ گئے۔ آخر جدھشٹر کے اصرار اور منّت و سماجت سے سب اپنے گھروں کو واپس آئے صرف جدھشٹر کے ہمراہی راہی منزل تھے۔

کئی منزلوں کے بعد راجہ جدھشٹر برناوہ میں داخل ہوئے۔ برناوہ کے تمام روسائے عظام و امرائے ذی اکرام نے بڑی تزک و احتشام سے پیشوائی کی شہر میں لائے شہر کی آئینہ بندی کی نوبت نقارے بجوائے ناچ رنگ کیا شب کو دیپ مالا کی خلاصہ یہ کہ شہر میں خاص دھوم تھی کہیں ناچ کہیں رنگ کہیں جشن کہیں جلسہ۔

راجہ یدھشٹر اس مکان کے دروازے پر آئے جس میں دریودھن نے ان کی قیام کا انتظام کیا تھا۔ جونہی جدھشٹر نے چوکھٹ لانگھی اندر قدم رکھا پٹ سے چھینک ہوئی۔ سہدیو فوراً بول اٹھا کہ خیریت نہیں۔ شگون تو پہلے ہی ٹھیک ہوئے۔ دریودھن نے اِس مقام کو اس نفاست اور ایسی کاریگری سے بنوایا تھا۔ کہ دیکھ کر طبیعت پھڑکتی تھی راجہ جدھشٹر بھی روکاری دیکھ کر غش غش کر گئے۔ صدر پھاٹک پر طلائی اور نقرئی بڑے ہی خوشنما نقش و نگار۔ اعلےٰ صنعت کی مصوری راجہ جدھشٹر دروازے کی کاروائی دیکھ کر اندر داخل ہوئے۔ اور آنکھیں کھل گئیں۔ کیا

صحن کیا دالان کیا سقف کیا دیوار کیا بام کیا دریچے سب میں حد
درجے کی صناعی۔ جگہ جگہ شیشہ آلات جھاڑ۔ فانوس۔ سامان
آرائش۔ اسباب زیبائش پٹا پڑا تھا۔ معلاّ تصاویر وریشمی فرش
فروش سے سارا محل چوتھی کی دلہن بنا ہوا تھا۔ سب پانڈوؤں نے
مکان کی نفاست پر آفرین وتحسین کہی۔ پروجن ایک ایک گوشہ
دکھاتا پھرتا تھا۔ اور اس طرح خدمت کو حاضر تھا۔ گویا سچا جاں نثار
ہے۔ جدھشٹر کو ادھر اُدھر گھومتے گھومتے لاکھ کی بو آئی۔ اب
اُنہیں بدرجی کی بات کا یقین ہوا اور وہ ٹھہر گئے۔ پروجن نے
تمام سامان آسائش اور عمدہ کھانے بہم پہنچا دئے۔ کسی چیز کی
کمی نہ تھی۔ دن مکان کی سیر میں گزرا۔ اور رات ناچ رنگ میں،،

ادھیائے ۵۴

بدر کے قاصد کی رفاقت۔ سرنگ کی تیاری پانڈوؤں کی مکان سے خفیہ روانگی۔ اُن کے عوض پانچ فقیروں اور اُن کی ماں کا نقصان جان۔ دریودھن کو پانڈووں کی ہلاکت سُننے سے خوشی

پانڈوؤں نے وہ رات راگ رنگ میں کاٹی۔ صبح ہوئی۔ تو بدرجی

کا قاصد پہنچا۔ وہ تنگئے میں ملا۔ پیغام دیا کہ ذرا خبردار۔ لاکھ اور رال کا مکان ہے۔ جان جوکھوں سے مفر نہیں۔ یہ کہکر اس نے کہا۔ مجھ کو ایسا ویسا نہ سمجھئے۔ فن تعمیرات میں وہ دستگاہ رکھتا ہوں کہ بابد و شاید۔ اس مکان کے رگ وریشہ کا حال میرے خیال میں ہے۔ پروجن رنگا سیار اور مار آستین ہے۔ اس کی خاطر مدارت کا اعتبار نہیں ؛

بر تواضع ہاے دشمن تکیہ کردن ابلہی است

پائبوس سیل از پا افگند دیوار را

یہ صرف موقع کا منتظر ہے۔ جس وقت ذرا سی چلتی دیکھیگا۔ سب کو بھون بھان کر رکھ دیگا ؛

جدھشٹر۔ پہلے مجھے شک تھا۔ مگر چاروں طرف پھر کر کونے کونے کی سیر کی تو ہر جگہ لاکھ ہی لاکھ کی بو معلوم ہوئی۔ دوسرے جو ہیں چوکھٹ کے اندر قدم رکھا پیٹ سے چھینک ہوئی۔ مجھے بھی وحشت ہے مگر کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں ؛

قاصد۔ بیشک اندیشے کی بات ہے۔ مگر ایشور نے فن عمارت میں ید طولےٰ عطا کیا ہے۔ جو ارشاد ہو ابھی ممکن ہے ؛

جدھشٹر۔ جان کی حفاظت تو مقدم ہی ہے۔ پس کوئی تدبیر لازم۔ میری رائے ہے۔ کہ مکان کے نیچے نیچے ایک سرنگ دوڑا دیجائے جس میں ایک آدمی کا گزر آسانی سے ہو سکے۔ یہ کام بہت چپ چپاتے کیا جائے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو ؛

قاصد۔ سرنگ کھود دینا کچھ مشکل نہیں۔ آپ کے اقبال سے شام تک تیار ہو سکتی ہے ؛

جدھشٹر خیر اندیشی سے خوش ہوئے۔ بھیم سین کی نگرانی سرنگ کھدوانا شروع کردی ؛

اب شام ہوئی۔ ادھر سرنگ ہر طرح ٹھیک ٹھاک ہو گئی۔ ادھر

پانچ فقیر اپنی ماں کے ساتھ راجہ جدھشٹر کی بارگاہ میں حاضر ہوئے. اور صدا لگائی ؛

تین چار روز سے چھ جانیں بے دانہ پانی ہیں ۔ رات دن پیٹ میں تو ادبائے گئے ہیں ۔ آپ ایسے دھرم مورت مہاراج کا جشن سنکر حاضر ہوئے پیٹ کی آگ کا ایندھن ملے ۔ اگر اجازت ہو تو یہیں ٹھیر کر توے کی چاند ٹھونک لیں ؛

جدھشٹر دانی تھا ۔ اُس نے سوال سُنکر حکم دیا ۔ کہ ٹھیرنے کی جگہ اور کھانے پینے کی ہر ایک چیز دی جائے ۔ حکم کی دیر تھی ۔ ہمہ نعمتیں ڈھیر ۔ فقیروں نے رسوئیں تیار کی ۔ چھپن بھوگ موجود ہو گئے ۔ جب کھانے کو بیٹھے ۔ تو اور ڈڈیا ہوئی ۔ مہاراجہ جدھشٹر سے کہا ۔ کہ جہاں یہ سب نعمتیں دی ہیں ۔ تو شراب بھی دیجئے کیا یاد کرینگے ۔ کہ کبھی مہاراج جدھشٹر کے یہاں بھوجن کیا تھا ؛

جدھشٹر کو ردِ سوال معلوم ہی نہ تھا کہ کیا چیز ہے ۔ اس نے شراب بھی بہم پہنچا دی ۔ شراب پائی ۔ تو فقیر دعائیں دینے لگے . جشن گانے لگے ۔ بوتلوں کی ڈاٹیں کھلیں ۔ پیالے لبالب بھرے گئے ۔ دور پر دور چلنے لگے ۔ یہانتک کہ سب کو کچے گھڑے کی چڑھ گئی ۔ سب کے سب چلو میں اُلو ہو گئے ۔ اور اوندھے سیدھے گرے ۔ تو مردۂ صد سالہ کے برابر ۔ ایسے سوئے کہ بس ہمیشہ کے لئے قسمت نے آنکھیں ہی بند کر دیں ۔ ان کو کھاتے پیتے سوتے آدھی رات گزر گئی ۔ اور ہر طرف سناٹا چھا گیا ۔ پروچن دو راتوں کا جاگا ہوا تھا ۔ اس کی بھی آنکھ لگ گئی ۔ پانڈوؤں کے ولات جاگے سے فتنہ بیدار بخت خفتہ کی طرح سو گیا ؛

سب طرف سناٹا اور خوب غفلت کا عالم دیکھ کر راجہ جدھشٹر نے وہاں سے کھسکنے کی ٹھیرائی ۔ بھیم سین سے کہا مکان میں تو ایک ہی لگاؤ اور چلو ہم سب سرنگ سے نکل چلیں ؛

پانچوں پانڈو اپنی ماتا کنتی سمیت سرنگ کی راہ سے تو دو گیارہ ہوئے۔ اور مکان سے شعلے بلند ہونے لگے۔ آگ کی لپٹیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں۔ آناً فاناً میں پانچوں فقیر ماں کے ساتھ بھٹا ہو کر رہ گئے۔ پروجن بھی فی النار والسقر ہو گیا۔ شہر میں دُہائی پڑ گئی۔ کہ شاہی محل میں جل رہا ہے۔ لوگ سر پیٹتے دوڑے کہ ہائے پانچوں پانڈو جل کر راکھ ہو گئے۔ سب کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ایک عجیب ماتم نظر آتا تھا۔ ہر زبان ورجودھن کو کوستی تھی کہ اس کمبخت نے راجہ پنڈو کے کلیجے کے ٹکڑوں کو یوں دھوکے سے ہلاک کر ڈالا۔ مگر دراصل یہ بات تھی کہ راجہ جدھشٹر اپنے بھائیوں اور ماتا کنتی کو لئے ہوئے راتوں رات منزل مارتے کہیں سے کہیں پہنچ گئے۔ جنگل تک جاتے جاتے کنتی تھک گئی۔ قدم اُٹھائے نہ اُٹھتا تھا۔ بھیم سین کے سوا اور چار پانڈوؤں کے بھی پاؤں بھر گئے۔ ایک ایک قدم من من بھر کا معلوم ہوتا تھا۔ بھیم سین نے ماں کو تو کاندھے پر چڑھا لیا اور تھکے ماندے چاروں بھائیوں کو پیٹھ پر لادا پھول کی طرح اُٹھائے ہوئے لپکا تو دس کوس کٹتے معلوم ہی نہ ہوئے۔ اتنی لمبی چوڑی منزل مارنے میں صبح ہو گئی بھیم سین نے ایک درخت کے نیچے سب کو اُتار کر ذرا سستانے کا موقع دیا۔

وہاں صبح ہوئی تو جلے بھنے مکان کے ارد گرد ساری خلقت کا ہجوم۔ ایک عالم کا مجمع دیکھا تو پانچ مردوں اور ایک عورت کی ہڈیوں کی ڈھیریاں پڑی ہیں۔ سب نے افسوس کیا کہ ہائے کل جو پانڈو یہاں ناچ رنگ دیکھ رہے تھے۔ جو مہارانی کنتی اپنے بیٹوں کو برناوہ میں دیکھ دیکھ کر جیتی تھی۔ آج راکھ کا ڈھیر نظر آ رہی ہے۔

اس سانحہ دردانگیز و واقعۂ قیامت خیز کی خبر ہستناپور پہنچا ئی

گئی - دریودھن مارے خوشی کے جامے میں پھولا نہ سمایا - لیکن جب سُنا کہ اس کا رفیق پروچن بھی سواہا ہوگیا - تو اس کو تھوڑا رنج بھی ہوا - لیکن یہ رنج اس خوشی کے سامنے کچھ بھی نہ تھا - جو اس وقت اس کو خوبیٔ قسمت سے حاصل ہوئی تھی ؛

دھرتراشٹ بھی سمجھا کہ "خس کم جہاں پاک" مگر دُنیا دکھاوے کو اُس نے بہت ہی رنج و غم کیا - بھیشم پتامہ اور بدرجی بھی یہ حال سُنکر رو پڑے - اُن کے کلیجے میں غضب کی گہری چوٹ لگی - اور ہستناپور ماتم کدہ بن گیا ؛

دوسرے روز بدرجی کا قاصد واپس آیا - بدرجی سے ساری کیفیت بیان کر کے پانڈووں کی صحت سلامتی کا مژدہ سُنایا بدرجی نے بھیشم پتامہ کو بھی اس راز سے خفیہ طور پر اطلاع دے کر کہا کہ اب پانڈو کچھ دنوں روپوش رہیں گے - ظاہر نہ ہونگے وہ اچھی طرح ہیں - آپ فکر و تردد نہ کریں - بھیشم پتامہ کا بیقرار دل سنبھلا - اُنہوں نے بدرجی کو چھاتی سے لگا کر کہا - بھائی تم نے بڑا عمدہ کام کیا - خوش رہو ؛

ادھیاے ۵۵

پانڈووں کی آوارہ وطنی - بھیم سین کی ہڈمبا راکشسنی سے شادی گھٹوت کچ کی ولادت

پانچوں پانڈو جس وقت علے الصباح بڑ کے نیچے سستانے کو ٹھیر گئے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی - رات بھر کے

پانڈے تھے وہیں زمین پر سو گئے۔ صرف بھیم سین بیدار رہا۔
ہائے کیا زمانے کا انقلاب ہے۔ جو پانڈو سونے کی پلنگڑیوں
اور مخمل کے فرش کے سوا کہیں پلک نہ جھپکاتے تھے۔ جن کے
ناز و نعم سے پلے ہوئے جسموں میں فرش گل پر بچھے ہوئے پھولوں
کی پنکھڑیاں کھٹکتی تھیں۔ آہ آج اُن کی قسمت میں جنگل کی اونچی
نیچی زمین ہے۔ اور بالش سر کے عوض ایشور کا تکیہ۔ وہ مہارانی
کنتی جس کے قدموں کے نیچے راجہ پنڈو ایسا چکرورتی راجہ
اپنی آنکھیں بچھائے رہتا تھا۔ جس کے سر کو خاوند کا زانو
پھولوں کے تکیئے کی طرح جگہ دیتا تھا۔ حیف وہ درخت کے سائے
میں اپنی قسمت کے ساتھ سو رہی ہے اور یہ شعر حسب حال ہے
یاد مژگان میں میری آنکھ لگی جاتی ہے؛ لوگ سچ کہتے ہیں سولی پہ بھی نیند آتی ہے

سب سو رہے تھے۔ بھیم سین جاگ رہا تھا۔ دفعۃً سامنے
سے ایک راچھسنی لپکتی ہوئی آئی۔ اور بھیم سین پر ہاتھ صاف کرنا
چاہا۔ بھیم سین اُٹھ کھڑا ہوا۔ ایک درخت اُکھاڑا اور وہ ہاتھ دکھلائے
کہ اس کے جی چھوٹ گئے۔ وہ ہاتھ جوڑ کھڑی ہو گئی
اور بولی :-

تمہاری جوت تمہاری جرأت تمہاری شکل تمہاری صورت
نے مجھے اپنا بنا لیا۔ اب میں تمہاری ہو چکی۔ خدمت میں قبول
ہو۔ میں راچھسنی نہیں دیکھو کون ہوں؟

یہ کہکر اس نے صورت بدلی۔ تو ایک نور کی تصویر سامنے
کھڑی ہو گئی۔ چاند سا مکھڑا آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرنے لگا۔
یہ جمال دل افروز دکھا کر اُس نے کہا،

دیکھی آپ نے میری صورت۔ میرا نام ہڈمبا ہے اب سمجھ لو
کہ تمہاری لونڈی ہوں۔ کسی طرح اطاعت سے باہر نہیں۔ یہ بھی
خیال رہے کہ میرا بھائی ہڈمب آتا ہی ہوگا۔ وہ بڑا شہ زور ہے۔ تم

سے مقابلہ کرے گا۔ تم اس سے خم ٹھونک کر مقابلہ کرو اور وہ
تمہارے ہاتھ سے قتل بھی ہو جائے گا اور میں تمہاری لونڈی
ہی بنی رہونگی ؎

بھیم سین۔ مجھے تیری بات کا کیا اعتبار ہے کہ ابھی لڑتی تھی ابھی
لونڈی بننے کو تیار ہو گئی ؎

ہڈمبا۔ سونا جانئے کسے آدمی جانئے بسے ؎

تا مرد سخن نگفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

پہلے میں آپ سے ناواقف تھی۔ جب آپ کو دیکھا تو معلوم
ہوا کہ آپ ایسے ہیں۔ اسی سے دل آگیا۔ اب آغوش محبت میں
جگہ دیجئے ؎

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ہڈمب راچھس شیر کی طرح ڈکارتا بادل
کی طرح گرجتا سر پر آپہنچا۔ بھیم سین وہی درخت لئے ہوئے
سامنے جا ڈٹا۔ پہلے خوب سنگینی کے ہاتھ ہوے آخر کار
کشتی کی ٹھہری داؤں پیچ ہوتے ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ کہ
ایک دفعہ بھیم سین نے اٹھایا اور گدے سے زمین پر چت کر دیا۔ اُدھر
ہڈمب کی پیٹھ زمین پر لگی ادھر بھیم سین چھاتی پر چڑھ بیٹھا کسمساتا ہی
رہا اور بھیم سین نے پران نکال دیئے گدم گدے کی آواز سے
جدھشٹر وغیرہ بھی چونک پڑے۔ دیکھا تو بھیم سین راچھس کی چھاتی
پر سوار ہے اور راچھس بے دم ؎

ہڈمبا آکر بھیم سین کے قدموں پر گر پڑی۔ بھیم سین اسے ماتا
کنتی کی خدمت میں لے گیا اُس نے صورت دیکھی تو خوش ہو گئی
بھیم سین سے کہا۔ کہ اس کے ساتھ گندھرب بیواہ کر لو۔ بھیم سین نے
شادی کر لی۔ اور ہڈمبا پانڈوں کی خدمت میں سرگرم رہنے لگی۔
آخر گھٹوٹ کچ پیدا ہوا۔ پیدائش کے وقت ہی سے اس کی تیجا بحت

وطاقت کے آثار نمایاں تھے۔ چنانچہ مہابھارت کی جنگ وجدال اور تیرتھ جاترا کے زمانے میں جو کارنمایاں گھوت کچ نے کر دکھائے وہ دوسروں سے ممکن نہ تھے۔

پانڈوؤں نے چھتریوں کا بانا اُتار ڈالا تھا۔ اب وہ برہمن کے بھیس میں تھے۔ ان کا قیام ایک جگہ نہ تھا۔ آج اس جنگل میں ہیں تو کل اس پہاڑ پر۔ یہ روز بروز کی نقل وحرکت کچھ مصلحتاً تھی۔ کچھ پدر جی کے حسب منشا۔ کیونکہ اُن کی غرض تھی کہ نت نیا دانہ پانی ہو۔ ایک جگہ قیام نہ رہے۔

ادھیاے ۵۶

ویاس جی کی ہدایت سے پانڈوؤں کا اکچکر پور میں قیام بھیم سین کے ہاتھ سے بک راچھس کا قتل اہلِ شہر کی بلائے جانستان سے نجات

جب پانڈو صحرانورد تھے۔ بیاس جی نے ایک روز اُن کو درشن دیئے۔ پانچوں بھائیوں نے بڑی تعظیم وتکریم کی آنکھوں پر بٹھایا۔ بیاس جی نے کہا:۔

آجتک جو کچھ گزرا تی ہے ریزہ تک مجھے معلوم ہے۔ تم لوگوں نے بڑی تکلیف اُٹھائی۔ مگر دیکھو بڑے تحمل سے مصیبتیں جھیلنا۔ نیش کے بعد نوش رنج کے بعد راحت لازمی ہے۔ میری بات

یاد رکھو عنقریب راجہ جدھشٹر کے سر پر شاہنشاہی چتر سایہ فگن ہوگا (رانی کنتی سے مخاطب ہو کر) آپ کچھ فکر نہ کریں۔ جلدی دن پھرینگے۔ آج جو پانڈو آوارہ وطنی کے مصائب جھیلتے ہوئے جنگلوں کے کانٹوں پر چلتے پھرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے قدموں کے نیچے تاجداران زمانہ کی آنکھیں بچھی ہوئی دیکھیگا بہتر ہے۔ کہ اب آپ اپنے پیارے بچوں کو لیکر اکچکر پور میں قیام پذیر ہوں وہی جگہ آفتاب اقبال کے لئے مشرق انوار ہوگی۔

بیاس جی یہ کہکر چلتے پھرتے نظر آئے۔ یہاں پانڈووں نے اکچکر پور کا راستہ لیا۔ جب پوری میں پہنچے۔ تو ایک برہمن کے گھر جا ٹکے۔

اکچکر پوری میں عرصے سے ایک آشوب اُٹھ رہا تھا۔ کوئی بک راچھس نامی ہر روز ایک نہ ایک برہمن کو چٹ کر جاتا۔ اور اس سبب سے ہر روز ہر گھر میں ماتم کا سامنا رہتا۔ پوری کے رہنے والے سخت تنگ آئے۔ آخر اُنہوں نے متفق الرائے ہو کر راچھس کی خوراک کے لئے اپنی جماعت میں سے ایک ایک کی باری مقرر کر دی۔ اور اس طرح ہر وقت کے اندیشۂ موت سے جان بچائی۔ اور باشندگان مقامی چھکڑے مٹھائی اور کھچڑی لدوا کر راچھس کی خدمت میں حاضر ہوتے اُس شخص کو پیش کرتے جس کی اس روز باری ہوتی۔ راچھس مزے سے مٹھائی کھچڑی اڑاتا اور آدمی کو ڈکار جاتا تھا۔ لوگ اپنی جان کی خیر مناتے۔ "دن کٹ جئے سو امر ہوئے" کے مصداق اسی جانبری کو غنیمت سمجھتے تھے۔ ہاں جس کی دوسرے روز باری ہوتی۔ اُس کے دل سے پوچھنا چاہیئے۔ رات کیونکر کٹتی تھی۔ اس کے رشتہ داروں کے کلیجے میں کیسے نشتر چبھتے تھے۔

جس روز پانڈووں نے برہمن کے یہاں ٹکا سر اکیا اُس روز اسی برہمن کو باری تھی۔ اور سب سامان لیس تھا۔ دیر صرف اتنی تھی کہ باپ کہتا تھا کہ مَیں طعمۂ قضا ہونگا۔ بیٹا جھگڑتا تھا کہ نہیں لقمۂ اجل ہونے کے لئے میری باری ہے۔ وہ کہتا تھا کہ مَیں بڈھا ہو چکا۔ دُنیا کی بہت سیر کر لی۔ آخر ایک دن مروں ہی گا۔ پس جیسے آج ویسے کل مجھ سے اب دُنیا لسنے والی نہیں۔ یہ کہتا تھا کہ واہ پالا پوسا گوہ مُوت کیا۔ نہ دن کو دن جانا نہ رات کو رات۔ مَیں ایسے باپ کو اپنے جیتے جی دو روزہ زندگی کے واسطے اپنے ہوتے موت کے مُنہ میں جھونکوں ممکن نہیں۔ یہ دونوں یوں حجتیں کر رہے تھے ادھر برہمنی کی جان اُڑی جاتی تھی۔ کہ خاوند جاتا ہے۔ تب بھی زندگی حرام بیٹا جاتا ہے۔ تب بھی مرن دونو طرح خرابی ہے۔ وہ اس وقت زار زار رو رہی تھی بھیم سین نے جو ہائے واویلا سُنی تو پوچھا۔

"ماتا جی۔ کیوں معاملہ کیا ہے۔ یہ رونا دھونا کیسا۔

برہمنی۔ بیٹا کیا کہوں۔ ہائے آج گھر اُجڑتا ہے۔ تم مہمان ہو۔ جاؤ بیٹھو تمہیں ان باتوں سے کیا کام۔

بھیم سین۔ ماتا جی بتانے میں بھی کچھ ہرج ہے۔

برہمنی۔ نہیں بتانے سے میرا گرہ سے کیا جاتا ہے۔ خیال فقط یہ ہے کہ میں تو کڑھ رہی ہوں۔ تم کو بھی مفت رنج ہوگا۔ کسی کے رنگ میں بھنگ کرنے سے کیا مطلب۔

بھیم سین۔ ہمارے رنگ میں بھنگ نہ ہوگا۔ آپ مہربانی کرکے بتادیں تو میری دلجمعی ہو جائے اور بس۔

برہمنی نے راچھس کی خلق آزاری۔ مردم خواری وغیرہ کی ساری سرگذشت بیان کرکے کہا کہ آج میرے گھر کی باری ہے اسی لئے باپ بیٹا جھگڑ رہے ہیں۔ باپ کہتا ہے کہ میں جاؤنگا۔ بیٹا کہتا ہے کہ نہیں مَیں۔ میری دونو طرح سے مشکل ہے۔ یہ آنکھ پھوٹے تو

پڑدہ آنکھ پھوٹے تو ورد- کون سی انگلی کٹواؤں اور کونسی نہیں ؛

بھیم سین. بس اتنی بات کیلئے یہ ہاے ہتیا- آپ نہ کوئی آنکھ پھوٹنے دیں نہ انگلی کٹوائیں- آج سب کیٹر دنـ سے میں راچھس کے لئے حلوا سے دودھ ہونگا؛

برہمنی اور برہمن- نہیں بیٹا نہیں- ہم لوگوں کا چاہے جو کچھ ہو جائے اپنے مہمانوں کا ایک رواں میلا ہونے دینا منظور نہیں ہاؤ بیٹا بھائیوں کے ساتھ جی بہلاؤ؛

بھیم سین- ماتاجی آپ کو فکر کیا- ایشور کی کرپا ہے ہم پانچ بھائی ہیں- اگر ان میں سے ایک نہ رہا تو کیا ہماری ماتا اوروں سے دل بہلا نہیں سکتی ہیں- تمہارا تو ایک ہی پتر اس پر کچھ گزری- تب تو تمہارے پران ہی نہ بچنگے- اس سے کہتا ہوں کہ مجھے اپنے بیٹے کے عوض بھیجدو؛

برہمنی- بیٹا یہ راچھس ایسا ویسا نہیں- کال کو بھی پائے تو کھا جائے- ہاتھی کی ہڈیاں دانت سے چبا ڈالے- بس حد ہے- کہ اس نے سارے گاؤں والے مُنہ میں جھونک لئے- ہم لوگوں کے لئے کہیں بھاگنے کا راستہ بھی نہیں- کہ اندھیرے اُجالے یہاں سے پر لگا کر اُڑجائیں- میں بڑھاپے میں اپنے ماتھے پر کلنک لگانا نہیں چاہتی- تم جاؤ اور باتوں میں دل بہلاؤ- ان باتوں سے تمہیں کیا کام-

بھیم سین- ماتاجی- یہ تو اب ہونے کا نہیں- کہ میں کل سویرے نہ جاؤں- آپ اجازت دے دیں- اور پھر دیکھیں- کہ کیا مزہ ہوتا ہے- راچھس کے سامنے آنے بھر کی دیر ہے- ایشور چاہیگا- تو ہڈیاں پسلیاں چور چور دیکھ لیجیئگا- آپ کا بال بیکا ہو تو میں ذمہ وار سمجھ لیجئے کہ میری اور اُس کی مڈبھیڑ ہوئی- اور پھر ہمیشہ کیلئے چھٹی؛

برہمنی اور برہمن نے لاکھ سمجھایا دھمکایا- ڈرایا- مگر بھیم سین کوئی وہڑو گھسٹرو تو تھا ہی نہیں- اس نے کہا کہ اب دنیا ادھر کی ادھر

ہو جائے ماننے کا نہیں۔ آپ کے بیٹے کے بدلے ضرور جاؤنگا اور
دیکھونگا۔ کہ وہ کیسے سب کو چٹنی کر جاتا ہے ؛

دونو جورو خاوندوں کی رات بھر نیند حرام رہی تھی۔ یا تو انہیں
اپنی ہی فکر تھی یا بھیم سین کی ایک تیسری ہی فکر ہو گئی ؛
رات بھر آنکھ نہ جھپکی۔ ہونٹ سوج گئے۔ جس وقت صبح ہونے
کو ہوئی بھیم سین برہمن کے پاس آیا اور کہا کہ مٹھائی اور کھچڑی لے کر
چلیئے۔ آپ بھی سوار ہو لیجئے۔ کیونکہ آج آپ کی باری ہے۔ میں پیچھے
سے آکر سب کھایا پیا نکال کے چھوڑونگا۔ آپ بے فکر رہیں کچھ خوف
نہ کریں۔ جب تک جان میں جان ہے۔ مجال کیا جو کوئی رواں بھی میلا
کر سکے ؛

ابھی منہ اندھیرا ہی تھا کہ بھیم سین اُٹھا۔ نہایا دھویا۔ پوجا
پاٹ سے فرصت کی اور جونہیں نور کا تڑکا ہوا۔ چندرماں جی کا دھیان
اور سورج بھگوان کو ڈنڈوت کرکے گدا لئے ہوئے شہر میں پہنچا۔ اہل
شہر مٹھائی اور کھچڑی کا چھکڑا لادے پھاندے کھڑے تھے اور انتظار تھا۔
کہ برہمن آئے۔ برہمن اور بھیم سین سے کہی بدی تھی۔ وہاں لوگ
پوچھنے گئے۔ تو برہمن کا پتہ نہیں۔ بھیم سین نے کہا اچھا برہمن
نہیں تو جانے دو آج ہماری باری سہی۔ یہ کہکر وہ چھکڑے پر لد بیٹھا
لمبے لمبے ہاتھ مارے کہ ذرا دیر میں مٹھائی کی چور اور کھچڑی کا
ایک دانہ بھی باقی نہ بچا۔ بھیم سین اب پیٹ پر ہاتھ پھیر کر اُٹھا
اور ادھر ادھر سے گوبر اور مٹی لاکر چھکڑے کو جیوں کا تیوں بھر دیا۔
اب تک راچھس اپنے حسب معمول ڈکارتا۔ گرجتا ہوا آپہنچا
چھکڑا دیکھا تو نہ مٹھائی نہ کھچڑی۔ گوبر ہی گوبر ہے یا مٹی۔ وہ جل اُٹھا۔
آنکھیں غصے سے خون کبوتر ہو گئیں۔ بجلی کی طرح تڑپ کر بھیم سین کی
طرف دانت کھٹکٹاتا ہوا لپکا۔ بھیم سین ایشور سے چاہتا تھا۔
کہ راچھس پہل کرے جونہیں وہ نابکار قریب آیا۔ یہ تال ٹھونک کر

سر پر جا پہنچا اُدھر سے اس نے اسے اور ادھر سے اس نے اُسے دبوچا اور گھسے پر گھسے چلنے لگے۔ وہ بھی طاقتور۔ یہ بھی شہزور۔ دیر تک کشتی ہوتی رہی۔ آخر راچھس کا دم پھول گیا۔ اور بھیم سین نے داؤں کرکے جو پھینکا۔ تو دھم سے زمین پر چاروں شانے چت۔ بھیم سین اس وقت بجلی ہو رہا تھا۔ راچھس کی پیٹھ زمین سے لگنے ہی نہ پائی کہ یہ چھاتی پر جا پہنچا۔ اور ایسے رگڑے بتائے کہ ہڈیاں چرمر ہو گئیں اور پنجرے کا پنچھی پھُر سے اُڑ گیا۔ بھیم سین نے اس کا سر تراشا اور دروازہ شہر پر لٹکا دیا کہ ظالموں کو عبرت ہو۔ بک راچھس کے مرتے ہی اس کے بھائی بندوں کی بھی نانی مر گئی۔ وہ بھیم سین کی خدمت میں حاضر ہوئے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اپنی بیگناہی کا اظہار کیا معافی چاہی۔ امیدوار نظر عاطفت ہوئے۔ بھیم سین نے احتیاط آئندہ کی قسمیں لے کر معافی دی اور برہمن کے قیام گاہ پر واپس آکر سب کو ساری واردات سُنائی۔ سب بہت خوش ہوئے برہمنی کی خوشی کا کیا پوچھنا اس نے ہزاروں اسیسیں دیں۔ بھیم سین کی طاقت کو سراہا پانڈوں کا احسان مانا۔

پانڈووں نے اس واقعہ کی شہرت کے لحاظ سے یہاں زیادہ قیام کرنا مناسب نہ جانا۔ برہمنی سے رخصت ہو کر اُسی وقت دوسری طرف کو چل دیئے۔ یہاں جب اہل شہر نے راچھس کا سر دروازۂ شہر پر دیکھا تو نہایت ہی حیرت ہوئی۔ کہ یہاں ایسے کال کا کال کونسا پیدا ہو گیا۔ پوچھتے پچھتے خبر لگی۔ کہ فلاں برہمن کے ایک مہمان نے تمام شہر کی جان بچائی تو سب کے سب وہاں دوڑ پڑے۔ دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہیں۔ برہمن اور برہمنی نے کہہ دیا کہ پانچ بھائی اپنی ماں کو لئے ہوئے رات بھر یہاں ٹکے تھے سویرے ایک بھائی نے راچھس کو مارا اور سب اپنی راہ لگے یہ نہیں معلوم کدھر گئے لوگوں نے لاکھ ادھر ادھر پاؤں توڑے چراغ لے کر ڈھونڈھا مگر پتہ نہ ملا۔

ادھیائے ۵۷

ویاس جی کی ہدایت سے پانڈووں کا کنتھل نگر میں گزر۔ انگار برن گندھرب سے جنگ و صلح

جس وقت بک راچھس جہنم واصل ہو چکا۔ پانڈو اپنی راہ لگے۔ راستے میں بیاس جی نمودار ہوئے بھیم سین کو شاباش دی۔ شکر گزار ہوئے۔ کہ اس نے اپنی طاقت و جرأت بک رچھس کو مار کر برہمنوں کو امان دی۔ جدھشٹر سے کہا کہ تم کو اس نیک کام کا مبارک باد۔ اب میری صلاح ہے کہ کنتھل نگر میں بود و باش کرو۔ وہاں تم سب کا ستارہ اوج پر ہو گا بے انتہا دولت ملیگی۔ وہ وہ چیزیں ہاتھ آئینگی۔ جو کسی نے نہ دیکھی ہوں۔ اس کے بعد تم ہو گے۔ اور راج سنگھاسن راج تلک ہو گا اور تم"

بیاس جی تو یہ کہکر چلتے ہوئے پانڈووں نے کنتھل نگر کی طرف قدم بڑھایا۔ پانچال دیش (پنجاب) راستے میں تھا۔ ادھر کی سیر کرتے وقت برہمنوں سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے ادھر ادھر کی باتیں کرکے دروپدی کے سوئمبر کی خوشخبری سنائی۔ پانڈوسن کے جیب ہو رہے۔ منزل پر پہنچتے پہنچتے رات ہو گئی۔ رات کے وقت اجنبی مسافروں کو دیکھکر انگار برن گندھرب کے ہمراہیوں نے للکارا کہ کہاں بے وقت گھوم رہے ہو۔ پانڈووں نے کہہ دیا کہ ہم مسافر ہیں۔ یہ ہیں وہ ہیں۔ مگر اپنی گلی میں کتا بھی شیر ہوتا ہے۔ گندھرب

کے ہمراہیوں کی گیدڑ بھبکیاں تیز ہی رہیں۔ جب وہ کسی طرح سیدھے نہ ہوئے۔ اینٹھے ہی رہے۔ تو ارجن نے چلّے پر تیر چڑھایا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ ارجن نے ایسے تیر برسائے۔ کہ سارے مخالفوں کے جی چھوٹ گئے۔ راجہ گندھرب اپنی رانی کو لئے ہوئے ارجن کی خدمت میں حاضر ہوا۔ معافی مانگی اور گندھرب لوک کے وہ اعلےٰ سے اعلےٰ گھوڑے نذر کئے۔ جن کی گرد اشہب صبا اور سمند نظر بھی نہ پا سکتا تھا۔

ارجن نے عفو تقصیرات کی۔ گھوڑے قبول کئے۔ اور کہا:۔
اُس وقت ہم مسافرانہ حالت میں ہیں۔ ابھی کچھ دنوں اور غریب الوطنی رہیگی۔ اس لئے گھوڑے اپنے ہی یہاں رکھیئے۔ جب ہم واپس پھرینگے تو طلب کرینگے۔
گندھرب راج۔ آپ نے ہم سب کی جان بخشی کی۔ بڑا احسان کیا۔ مجھ پر کوئی نہ کوئی خدمت کرنا ضرور فرض ہے۔ اس لئے اگر خلاف نہ ہو تو ایک منتر سکھا دوں۔ جس سے آپ ایک جگہ بیٹھے بیٹھے دُنیا بھر کا حال دیکھ اور معلوم کر سکتے ہیں۔
ارجن۔ کیا مضائقہ۔ آپ مجھے یہ منتر سکھا دیں۔ اور آپ کو میں وہ منتر بنا دونگا۔ جس سے ایک تیر میں چاروں طرف آگ ہی آگ بھڑک اُٹھے۔

دونوں میں باہم صلح ہو گئی۔ اور باہم منتر سیکھے سکھائے گئے جب اس سے فراغت ہوئی۔ تو راجہ گندھرب بولا کہ:۔
گو سورج کو چراغ دکھاتا ہے۔ تاہم بمصداق "کرمہائے تو مارا گستاخ" یہ استدعا کرنے کی جرأت کرتا ہوں کہ آپ آئندہ سے شب کے وقت جب کسی عورت کو ساتھ لے کر چلیں تو برہمن کو آگے لے جایا کریں۔
ارجن۔ یہ کیوں؟
راجہ گندھرب۔ مَیں آپ سے نیتی کی بات کہتا ہوں کیوں کا جواب

نبتی والے جانیں۔ مگر ذرا سا شگونہ میں بتلائے دیتا ہوں کہ اگر یہ نہ ہوتا تو میرے ہمراہی آپ کی منزل کھوٹی نہ کرتے۔ رات کے وقت آپ پانچوں صاحب جا رہے تھے۔ ایک عورت ساتھ تھی۔ اور سب کے پیچھے دو برہمن تھے۔ یہ حالت ٹوکنے کے قابل تھی۔ چنانچہ وہی بات پیش آئی۔ اور اس کی نحوست کا بھی تھوڑا بہت ظہور ہو گیا۔ برہمن کو پیچھے لے چلنے میں نرادر ہوتا ہے۔ اور اس نرادر کا نتیجہ خرابی ہے

ارجن۔ اور بشسٹ ایسے برہم گیانی ساکشات برہما کے پتر کے سو بیٹے بسوامترجی نے جو مار ڈالے ہ

راجہ گندھرب۔ اس کا حال میں بیان کرتا ہوں۔ آپ نتیجہ نکال لیں ہ

ادھیاے ۵۸

بشسٹ منی اور بسوامتر رشی کی باہمی مخالفت۔ اس کے نتائج۔ پاراشر جی کی ولادت راچھسوں کا قلع قمع

انگارہ برن گندھرب ارجن سے مخاطب ہے کہ بشسٹ جی برہما جی کے فرزند عبادت و ریاضت میں سرتاج زمانہ ہوئے اُن کے فضائل و کمالات کا ثبوت یہی ہے کہ مہاراجہ اکشواک ایسے چکرورتی یعنی روئے زمین کے فرمانروا اور اُن کے ایک سے ایک باقبال جانشین کے گرو اور پروہت کی پدوی صرف انہیں کے حصے میں رہی بشسٹ جی برہم گیانی تھے۔ اُن کو پروہتائی سے

کیا سروکار۔ مگر چونکہ اسی خاندان میں بھگوان بشن سری رامچندر جی کے نام نامی و اسم گرامی سے جلوۂ نور حقیقی دکھانے کو تھے۔ لہذا اُنہوں نے سری برہماجی کے حکم سے پردہتائی کی پدوی کو ذات بابرکات سے عزت دینا منظور کیا۔ بششٹ جی اپنی استری اُرن دھتی کے ساتھ تپوبن میں تپسیا سے زندگی کا آنند لوٹ رہے تھے۔ کہ ایک روز کا ذکر ہے کہ گادھیپور عرف قنوج کا راجہ گادھ صید و شکار سے دل بہلاتا ان کی کٹی کی طرف نکل آیا۔ بششٹ جی نے راجہ کی بڑی خاطر و مدارت کی زبانی ہی نہیں عملی۔ راجہ سے لے کر تمام فوج حتٰی کہ نوکر چاکر سب کی دعوت کر دی گئی۔ کٹی میں بھونی بھانگ نہ تھی۔ مگر جس وقت دعوت ہوئی دنیا کی کون نعمت تھی۔ جو مہمانوں کے سامنے ڈھیر نہ تھی۔ اوڑھنے بچھونے۔ فرش فروش کی بھی کمی کا کیا ذکر۔

تمام چیزوں کا انبار لگا ہوا تھا۔ آناً فاناً میں وہ وہ عالیشان محل تیار ہو گئے جو راجہ گادھ نے خواب میں بھی نہ دیکھے تھے۔

گادھ کو حیرت ہوئی کہ میں اتنا بڑا راجہ میرے پاس ایسا کوئی سامان نہیں ایسے کھانے زندگی بھر میں نہیں کھائے۔ ضرور اس میں کچھ بھید ہے۔ بششٹ جی ظاہر میں تو فقیر بنا ہوا ہے۔ مگر اس کے پاس وہ دولت ہے۔ کہ راجوں مہاراجوں کو بھی نصیب نہیں۔ بششٹ نے تپسیا کر کے ساری دولت اپنی کٹی ہی میں بٹور رکھی ہے ہم لوگوں کی قسمت میں پھونک چھوڑ دیا۔ ہمسوہی بڑا مزہ کرتے ہیں۔ راجوں کی زندگی اکارتھ۔ آج آہ ذرا سی کٹی میں یہ ساز و سامان یہ دولت و ثروت۔

راجہ گادھ کی عقل چکر کھا ہی رہی تھی کہ معلوم ہوا یہ بششٹ جی کی دولت و ثروت کا پرکاش نہیں۔ ساری کرامات صرف ایک گئو کی ہے۔ اس نے سوچا کہ بس کسی نہ کسی طرح کامدھین کو ہتھیانا

چلے ہیئے ایسی چیز چھوڑنا محض بیوقوفی راجہ گادھ اس خیال کو دل میں لئے ہوئے بششٹ جی کے پاس پہنچے۔ اور عرض کی:۔

مہاراج۔ آپ کو دنیاوی دولتوں سے کیا کام۔ آپ تپسوی ہیں۔ مگر پھر بھی میں ایک ہزار گائیں نذر کرتا ہوں۔ آپ مجھے اپنی گؤ دے دیجئے:

بششٹ۔ آپ جو مانگیں میں خوشی سے دے دونگا۔ مگر گؤ پر میرا قابو نہیں۔ یہ ان لوگوں کا مال ہے۔ جو ایشور سچدانند کی یاد میں جوئے کو سواہ کر رہے ہیں:

راجہ گادھ۔ اگر آپ سیدھی طرح نہ دینگے۔ تو شکایت نہ کریں میں پھر طاقت سے کام لونگا:

بششٹ۔ یہ آپ کو اختیار ہے۔ میں آپ کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتا:

راجہ گادھ نے طیش میں آکر فوج کو حکم دیا کہ "لے چلو اس گائے کو خبردار کوئی روکنے نہ پائے:

یہ کہکر وہ خود اٹھا۔ گائے کی رسی کھولی اور وہاں سے چلانے کے لئے ایک کوڑا رسید کیا۔ کہاں کامدھین کہاں کوڑا۔ کامدھین چیخ پڑی اور رسی تڑا کر سیدھی بششٹ جی کی خدمت میں حاضر ہو کر انسانی آواز میں بولی:۔

"کیوں مہامنی برہم پتر۔ مجھ سے کوئی خطا کہ آپ قدموں سے جدا کرتے ہیں:

بششٹ جی۔ بھلا مجھے تمہارے قدموں سے چھوٹنا گوارا ہو سکتا ہے۔ مگر اس وقت میرا بس نہیں۔ راجہ راج مست پر اترا ہوا ہے تمہاری غیبی طاقتیں دیکھ کر اس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ میں نے لاکھ سمجھایا۔ ایک نہیں مانتا اور تمہیں اپنی شاہی طاقت سے گھسیٹے لئے جاتا ہے۔ میں ایک تپسوی ہوں۔ مجھ میں یہ قوت کہاں کہ تم کو راجہ سے چھین سکوں۔ ہاں تم میں سب کچھ قدرت ہے

مرضی ہو۔ تو تمہارا کوئی کچھ نہیں بنا سکتا۔ تم مختار ہو۔ مالک ہو۔ جانا تمہاری خوشی پر منحصر ہے؛

کامدھین۔ ہاں یہی بات ہے۔ لیجئے ذرا مزہ دیکھو؛

یہ کہتے ہی اُس نے کان کھڑے کرتے ہی دُم پھٹکاری۔ تو راچھسوں کا ایک ٹڈی دل جمع ہوگیا۔ سب راچھس ادھر شاہی فوج پر ٹوٹ پڑے۔ ادھر کامدھین اپنے سینگوں سے تیغ و تفنگ کا کام لینے لگی۔ دم بھر بھی نہ گزری تھی کہ سارا لشکر کھیت رہا۔ میدان صاف لاشوں پر لاشے پڑے ہوئے تھے۔ خون کا دریا بہ رہا تھا۔ جو زخمی تھے وہ سسک رہے تھے۔ راجہ کو جان بچانا دوبھر ہوئی وہ تو کدم بھاگا اور ایک جنگل میں چھپ کر جان بچائی۔ کامدھین سب کا صفایا بول کر بششٹ جی کے پاس لوٹ آئی اور کٹی میں قیام کیا؛

راجہ گادھ دل میں کٹ گیا۔ کسی کو منہ دکھانے کی صورت نہ رہی۔ آخر اُس نے تہیہ کیا کہ بس جب تپ سے بششٹ جی کی خبر لی جائیگی تو سہی۔ وہ تپشیا کروں کہ بششٹ کو طاق پر بٹھا دوں؛

بسوامتر دُھن کے پکے تھے۔ مزاج میں ہٹ تھی۔ جس طرف جُھک پڑے جُھک پڑے۔ جو خیال جم گیا جم گیا۔ بس جب تپ میں دل لگا دیا۔ جان توڑ کر ایسی تپشیا کی کہ دیوتاؤں کے جی چھوٹ گئے بس حد ہے۔ کہ جس وقت بسوامتر جی نے جگیہ کیا تو راجہ اندر اور اور دیوتا سوم پان کرنے کے لئے بال باندھے دوڑے آئے۔ ذرا بھی مین میکھ نہ کر سکے۔ جب تک راجگی کی راجہ گادھ نام رہا۔ جب تپ کے زمانے سے بسوامتر بسوامتر کہلانے لگے۔ وہ طاقت اور اپنی قدرت حاصل کر لی۔ کہ دوسری سرشٹی ہی رچنا شروع کر دی اپنی قدرت سے نئے ستارے اور نچھتر پیدا کر دئے۔ اور بہت سے جاندار وں کو قالب عنصری پہنا دیا چنانچہ مشہور ہے کہ گائے کی ایک ٹکر پر بھینس پیدا کی۔ ایک جانور کے جواب میں دوسرا جانور

ایک اناج کے مقابلے میں دوسرا اناج پیدا کر دیا۔ اور ناریل سے آدمی پیدا کرنے کی آرزو تھی کہ دیوتاؤں نے منّت سماجت کرکے باز رکھا۔ بسوامتر راجہ تھے۔ تپ کی طاقتوں سے راج رشی ہوئے۔ اور آخر کار برہم رشی کی بھی پدوی حاصل کر لی۔ ایک راجہ کلماکھ پاد رہا تھا۔ اس کو سراپ سے راچھس کا قالب مل گیا تھا۔ بسوامتر نے اس کو بچارا دیا وہ ایک تو کریلا تھا۔ جب بسوامتر نے نیم پر چڑھا دیا تو اور بھی کڑوا ہو گیا۔ شمشیر ظلم و ستم پر باڑھ رکھی اور بششٹ جی کے سو بیٹے تہ خاک کئے۔ بششٹ جی کو سخت صدمہ ہوا۔ مگر غصہ پی گئے۔ بسوامتر سے عوض لینے کی نہ ٹھانی۔ دل پر غضب کی گہری چوٹ لگی تھی۔ زندگی سے بیزار ہو گئے اس لئے جان دے دینے پر کمر باندھی پہلے سومیر پربت کی چوٹی پر سے پھاند پڑے۔ پھر جلتی آگ میں کود پڑے۔ چھاتی پر پتھر باندھ کر سمندر میں غوطہ لگایا۔ مگر ذرا بھی صدمہ نہ ہوا۔ آگ برف ہو گئی۔ پہاڑ سے گرتے ہی جیسے کسی نے گود میں لے لیا۔ آخر ہاتھ پاؤں باندھ کر دریائے بیاس کی تہ میں جا پڑے۔ مگر رشی کا بند بند خود بخود کھل گیا۔ اور دریا کی لہروں نے ساحل پر اچھال دیا۔ دریائے بیاس کی نہاں اس روز سے کچھ اور کی اور ہو گئی۔ بششٹ جی کی دھن بندھی رہی۔ انہوں نے پھر شتدندی یعنی ستلج میں جان دینے کا ارادہ کیا۔ وہ اس کی بیچ دھارا میں ڈبکی لگا گئے۔ لیکن ایشور کی کرپا سے اس دریا سے دفعاً کی ہزار دھارائیں اِدھر اُدھر بہ نکلیں اور وہ خود پایاب ہو گیا۔ بششٹ جی جان دینے کی کوشش کرتے کرتے تھک گئے۔ مگر اُن کا ارادہ کامیاب نہ ہوا۔ آخر ہاری مان کر جنگلوں کی خاک چھاننا شروع کی۔ اگر آج اس صحرا میں ہیں تو کل اس بیابان میں ایک روز یونہی پاؤں کا سنیچر منا رہے تھے۔ کہ ایک عورت اُن کے پاس آئی اور قدموں پر سر جھکا کر بولی کہ:-

مہاراج میں آپ کی بہو ہوں۔ آدرشنتی نام ہے۔

بششٹ جی کچھ پوچھنے بھی نہ پائے تھے۔ کہ وید منتروں کی آواز کانوں میں گونجنے لگی۔ اور آدرشنتی قدم پکڑ کے بیٹھ گئی۔ بششٹ جی کو سخت حیرت ہوئی۔ کہ یہاں میرے اور اس عورت کے سوا تیسرا آدمی نہیں۔ یہ وید منتروں کی آواز کیسی۔ اُنہوں نے پوچھا:۔
معاملہ کیا ہے۔ وید منتروں کی آواز میں کہاں سے سن رہا ہوں؟
آدرشنتی۔ آپ کے فرزند کالاں شکتی سے میں حاملہ ہوں اور یہ آواز حمل کی ہے۔ بششٹ جی کو سخت حیرت ہوئی۔ مگر اس حیرت پر اس بات کی خوشی نے پردہ ڈال دیا۔ کہ میری بہو کی اولاد کوئی معمولی نہیں۔ جب ابھی سے وید پاٹھ کا یہ حال ہے۔ تو جب ظہور ہوگا۔ نہ جانے فضائل خصائل کی کیا کیفیت ہوگی۔ اُنہوں نے آدرشنتی کی بڑی خاطر تواضع کی اور فرمایا:۔
اچھا بیٹی تم یہیں رہو۔ میں تمہاری ساس اُرن دھتی کو بھی بُلائے لیتا ہوں۔ کہ اکیلی سے دو کیلی ہو جاؤ۔
ادھر یہ باتیں ختم نہ ہوئی تھیں کہ سامنے سے ایک مہیب صورت راچھس آتے نظر آیا آدرشنتی نے کہا:۔
پتاجی مہاراج بیچے غضب ہوگیا۔ وہ سامنے راچھس آرہا ہے اب آپ کی اور میری خیر نہیں۔
بششٹ جی۔ تم بیفکر رہو۔ یہ اصل میں راچھس نہیں کلماکھ پاد راجہ ہے فقط میرا پ سے راچھس کا قالب نصیب ہوگیا۔
یہ کہا ہی تھا کہ راچھس پاس پہنچ گیا۔ کچھ ہاتھ پاؤں نہ لگانے پایا تھا۔ کہ بششٹ جی نے ایک منتر پڑھ کر پھونکا۔ تو صورت ہی کچھ اور ہوگئی۔ راچھس کا نام و نشان نہیں دیکھا تو کلماکھ پاد راجہ ہاتھ جوڑے ہوئے کہہ رہا ہے کہ:۔
جگت گرو۔ مہامنی خطا معاف کیجئے۔ پاد راجہ شودرش کا بیٹا میں ہوں جو کلماکھ پاد کے نام سے بدنام ہے۔ ہائے اس زندگی میں میں نے بڑے عذاب سہے۔ اب آپ سب پاپ دور کریں۔

بشسٹ جی۔ بس ایک یاد رکھو۔ خبردار کبھی کسی برہمن کی حقارت نہ کرنا۔ تب تو نجات ہے نہیں تو تم جانو اور تمہارا کام؛
کلماکھ پاد۔ مہاراج کبھی ایسی خطا نہ ہوگی۔ جان و دل سے خدمت نہ کروں تو گنہگار جو سزا چاہیے دیجئے۔ مگر اب یہ فرمائیے کہ اکشواک بنس کی بیل کیسے بڑھیگی۔ خاندان میں کوئی چراغ نہیں؛
بشسٹ جی۔ اچھا تم جاؤ اچھی طرح راج کرو۔ وارثِ تخت و تاج بھی ہو رہے گا۔ فکر کی بات نہیں؛

راجہ کلماکھ پاد اپنے راج سنگھاسن پر بیٹھا اور یہاں کچھ دنوں کے بعد آدرشتی کی امید بر آئی نور نظر نے صورت دکھائی۔ لڑکا بڑا خوبصورت بڑا تیجسوی اور پرتابی تھا۔ چہرے پر وہ مذہبی جلال کہ بس معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا بھاری تپیشری ہے؛

بشسٹ جی سو بیٹوں کے غم میں جان دینے پر اُتارو تھے۔ مگر جان نکالے نہ نکلتی تھی۔ آخر پوتے کی امید پر اُنہوں نے صبر کیا۔ اور جس وقت پوتے کی صورت دیکھی آنند ہو گئے۔ اور پاراشر اس لئے نام رکھا کہ اُنہوں نے اس کے لئے جان دینے سے ہاتھ اُٹھایا تھا۔ سو بیٹوں میں سے ایک کی یادگار دیکھ بشسٹ جی کا کلیجہ ہاتھوں بڑھتا تھا۔ اُنہوں نے بڑی محنت سے پالا۔ پرورش کی۔ ایسا پڑھایا لکھایا کہ علامۂ عصر کر دیا؛

پاراشر بشسٹ جی کو پتا پتا کہکر پکارتے تھے۔ اور سمجھتے تھے کہ انہیں سے میرا جنم ہوا۔ ایک روز آدرشتی گود میں ہٹھلائے ہوئے تھی۔ اس کو غم ہوا کہ ہائے میرے پتی پرمیشور نے یہ آنکھوں کا سکھ نہ دیکھا۔ وہ آنکھوں میں آنسو بھر لائی۔ اور بیٹے کو کلیجے سے لگا کر کہا:۔
"پران پیارے" "کلیجے کی ٹھنڈک تمہارے پتا ہمیں تمہیں چھوڑ گئے ہیں۔ جن کو تم پتا پتا کہتے ہو وہ میرے سسر ہیں اور تمہارے دادا تمہارے پتا جوانی ہی میں گزر گئے۔ اُنہیں راچھسوں نے قتل کر دیا؛

پاراشر گو بچے تھے مگر اس دردناک سرگذشت سے اُن کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ غصے سے تاؤ کھا گئے۔ اور قسم کھائی کہ تو سہی ایک راچھس بھی جو میرے ہاتھ سے بچ کے زندہ رہ سکے۔ بچپن کا یہ پرن ہوش سنبھالتے ہی رنگ دکھا گیا۔ تپشیا گھٹی ہی میں پڑی تھی۔ ایسا تپ کیا کہ غیبی طاقتیں دن دونی رات چوگنی بڑھتی گئیں۔ آخر کار ایک جگیہ کیا اور آپ منتر پڑھنے بیٹھ گئے تپ کا تیج الگ منتروں کی تاثیر جدا ہزار ہا راچھس آپ سے آپ آکر ہون میں سواہا ہو گئے۔ جو تھا پربندھا چلا آتا تھا۔ رشیوں منیوں کو راچھسوں پر رحم آیا۔ چنانچہ اگست۔ پولست۔ کرت۔ مہاکرت۔ دیول اترے وغیرہ جگیہ میں تشریف لائے پاراشر جی کی خوشامد درآمد کی۔ منت وسماجت کے ساتھ عرض پرداز ہوئے ؂

کہ بس اب غصہ تھوک ڈالئے۔ راچھس اپنے کئے کا بہت ہی پھل پا چکے۔ آپ کو بیشک سب کچھ طاقت ہے۔ مگر سوچئے کہ ایشور کی سرشٹی ایک سرے سے ندارد نہیں ہوسکتی۔ کبھی کسی کا بیج ناش ہوا ہے۔ نہ ہوسکتا ہے۔ اس لئے خونریزی سے فائدہ پاراشر جی نے فوراً انتظام کائنات کا لحاظ کرکے اسی وقت جگیہ ملتوی کر دیا ؂

ادھیائے ۵۹

راجہ کلماکھ پاد کی سرگذشت انگاربرن گندھرب

کی زبانی پانڈوں کی پروہتائی کے لئے دھوم رشی کی منظوری دروپدی سوئمبر کے لئے پانڈوؤں کا دروپد نگر میں داخلہ

انگاربرن گندھرب ارجن سے مخاطب ہوا کہ بشسٹ جی کے پوتے پاراشر جی ہمعصروں میں ممتاز اور رشیوں منیوں میں سرفراز ہوئے حال ماضی مستقبل کی تمام باتیں گویا پیش نظر تھیں۔ یہی پاراشر جی ہیں جنہوں نے ستیہ وتی عرف جوجن گندھا کے بطن سے بیاس جی کو پیرایہ ہستی پہنایا تھا۔

ارجن اتنا سنکر بولے کہ آپ نے قبل میں ذکر کیا ہے کہ بشسٹ جی نے راجہ کلماکھ پاد کو ایک بیٹے کے واسطے بردان دیا تھا۔ وہ اس کی بات تو ادھوری ہی رہ گئی۔

انگاربرن۔ نہیں نہیں میں سناتا ہوں سنئیے۔

راجہ کلماکھ پاد کسی روز جنگل میں محو گلگشت تھا۔ سیر کرتے کرتے دیکھتا کیا ہے کہ درختوں کے کنج میں ایک تپسوی برہمن اپنی عورت کے ساتھ کلیل کر رہا ہے راجہ سراپ کے اثر سے راچھس ہو چکا تھا وہ دیکھتے ہی لپکا اور برہمن پر جا ٹوٹا۔ چاہتا تھا کہ منہ میں رکھ لے کہ اس کی عورت بول اٹھی:۔

"کیوں کیوں یہ کیا؟ مانا کہ سراپ سے راچھس کا چولا پہننا پڑا۔ مگر دراصل ہیں تو آپ راجہ کلماکھ پاد ہی۔ اکشواک ایسے دھرماتما راجہ کی نسل میں ہو کر آپ کو یہ حرکت زیبا نہیں۔ آخر غریب برہمن کا قصور بہتر ہے کہ بزرگوں کے دھرم کی طرف جائیے اور میرے خاوند کی جان بخشی فرمائیے۔

راجہ کلماکھ پاد کسب سننے والا تھا۔ اس نے یہ گزارش اس کان سے سُنی اُس سے اُڑا دی اور برہمن کو حلوائے نرم کی طرح ڈکار گیا۔
برہمنی کے تن بدن میں آگ لگ اُٹھی۔ اس نے فوراً ہی سراپ دے دیا کہ راجہ جس وقت تو اپنی رانی سے ہمبستر ہو۔ اُسی وقت بستر مرگ پر دم توڑے۔

سراپ کو مدتیں گزر گئیں۔ راجہ کلماکھ پاد بھی راچھس کے چولے میں مست تھا۔ نیک و بد کی تمیز ہی نہ تھی۔ آخر جب بششٹ جی نے اپنے تپو بل ہی سے راچھس سے انسان بنا کر ایک بیٹے کے لئے اشیرباد دیا۔ تو اب اُس کی آنکھیں کھلیں اور برہمنی کا سراپ یاد آنے سے وہ بہت ہی متفکر ہؤا۔ اپنے افعال قبیحہ پر سخت لعنت ملامت کی راجہ کلماکھ پاد رانی کے پاس جاتا ہے تو جان سے ہاتھ دھونے کا اندیشہ آخر سوچتے سوچتے سوچا کہ جنہوں نے بردان دیا ہے وہ آپ ہی اپنی اشیرباد کو پورا کر دکھائیں گے۔ چنانچہ اس نے اپنی رانی کو بششٹ جی کی خدمت میں روانہ کیا۔ درشنوں کی دیر تھی کہ نخل آرزو بار وار ہو گیا۔ اور ایام مقررہ کے بعد دیدار فرزند سے آنکھیں شاد ہوئیں۔ راجہ کلماکھ پاد کے بعد اسی کو سورج بنسی سنگھاسن حاصل ہؤا اور خاندانی شجرے کا سلسلہ منقطع نہ ہونے پایا۔

ارجن نے راجہ کلماکھ پاد کی سرگذشت گوش ہوش سے سُنی۔ اس کے بعد دریافت کیا کہ یہاں کوئی لائق و فائق رشی ہے جس کو میں اپنا پروہت مقرر کر سکوں۔ بغیر پروہت کے بڑا حرج ہے۔
انگار پرن گندھرب۔ یہاں دھوم رشی ایک بڑے مہاتما اور گیانی تپشوی ہیں۔ اُن کا سا پروہت آپ کو دوسرا نہ ملیگا۔ بہتر ہے۔ کہ آپ اُنہیں سے عرض کریں۔

راجہ گندھرب اتنا کہکر گندھرب دیش کے گھوڑوں کو لئے ہوئے اپنے دارالحکومت کو چل دیا۔ یہاں پانڈو دھوم رشی کی خدمت

میں پہنچے۔ اُنہوں نے اُن کی اوج اقبال و طاقت جہانگیری کا خیال کرکے پروہتائی منظور کرلی۔ اس کے بعد پانچوں بھائیوں نے سوئمبر کا عزم کیا۔ راستے میں بہت سے رشی مُنی برہمن پنڈت ملے۔ سب کی پانچوں پانڈووں نے خدمت اور خاطر تواضع کی آخر بیاس جی بھی رونق افروز ہوئے۔ اور اپنے ساتھ پانڈوؤں کو دروپد نگر میں لے گئے۔ وہاں ایک گاؤں کے آشرم میں دو تین روز تک قیام کیا۔ پھر راجدھانی کی ایک دھرم سالہ میں سب کے سب جا ٹکے خاص و عام جانتے تھے۔ کہ سب سادھ سنت برہمن ابھیاگت ہیں۔ کسی کو خبر نہ تھی کہ راجہ پنڈو کے جگر بند بھی دروپدی کی قسمت کے جگانے کے لئے دروپد نگر میں وارد ہیں۔

راجہ دروپد کی دلی خواہش تھی۔ کہ اس کی دروپدی ارجن ایسے فخر زمانہ کے ساتھ منسوب ہو۔ مگر جس وقت اُس نے سُنا کہ پانچوں پانڈو لاکھا مندر میں جل پھنک گئے وہ کلیجہ پکڑ کر رہ گیا۔ اس کی امیدیں ٹوٹ گئیں۔ لیکن نارد جی نے آ کر آس دی کہ گھبرائیے نہیں پانڈو صحیح سلامت ہیں۔ چونکہ غرض یہ تھی کہ ارجن ہی داماد بنے۔ اس لئے اس نے سوئمبر میں بھرمک جنتر تیار کرایا جو اس طرح گھومتا تھا کہ کسی کی نظر نہ جمتی تھی۔ دروپد نگر میں اس وقت تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ شہر کے چاروں طرف راجہ ہی راجہ نظر آتے تھے۔ خیموں سے زمین چھپی ہوئی۔ سوئمبر کا مکان بہت ہی نفیس تعمیر کیا گیا تھا۔ راجاؤں رشیوں منیوں اور اہل شہر کے لئے حسب لیاقت اونچی اونچی نشستگاہیں آراستہ کی گئی تھیں اور سب کے وسط میں تیر اندازی کے لئے بھرمک جنتر قائم تھا۔

ادھیاے ۶۰

دروپدی کا سوئمبر۔ راجگان زمانہ کی ناکامی۔ ارجن کی کامیابی

بیشم پائن راجہ جنمجے سے کہتے ہیں۔ کہ جس روز دروپدی کا سوئمبر تھا۔ اس روز دروپد نگر میں کچھ اور ہی چہل پہل تھی۔ صبح ہی سے باجے گاجے بجنے لگے۔ اندھیرے منہ ہی گلی گلی میں کیوڑے گلاب سے چھڑکاؤ ہو گیا۔ سڑکیں تماشائیوں سے اٹی تھیں۔ راجوں مہاراجوں کی سواریوں کا تانتا لگا ہوا تھا۔ کثرت ہجوم سے پیک صبا کو راستہ نہ ملتا تھا شانے سے شانہ چھلتا تھا۔ سوئمبر کے مکان کی رونق چوتھی کی دلہن کے سنگار کو مات کر رہی تھی۔ چاروں طرف کھائیں۔ اردگرد سر بفلک فصیل۔ جس پر موقع موقع پر طلائی برجیاں۔ ایک خوشنما پھاٹک بند نوازوں سے آراستہ۔ محراب زرق برق۔ منقشی جھالریں۔ نوراً علےٰ نور پھولوں کی سجاوٹ سب پر طرہ۔ سب اسی طرف سے مکان سوئمبر میں جاتے تھے۔ انہیں میں پانچوں پانڈو بھی برہمن کی وضع بنائے رونق افروز محفل ہوئے دیکھا تو ایک وسیع میدان کے بیچوں بیچ ایک نفیس چبوترے پر دو زرکار ستون آسمان سے باتیں کر رہے ہیں۔ ان کی بلندی کے درمیانی حصے میں ایک چکر شن شن چکر کھا رہا ہے۔ چکر کے بیچ میں ایک بہت ہی بڑی خوشنما جواہرات سے جڑی سونے کی

مچھلی آویزاں ہے۔ اور ٹھیک اُس کے نیچے ایک وزنی کمان کیساتھ
کچھ تیر رکھے ہوئے ہیں۔ چکر اس روز سے گھومتا تھا کہ نظر جمنا محال.
سوئمبر میں شرط تھی کہ جس میں دم ہو۔ قوس گراں کو تان کر بھرے ہوئے
کڑاہ میں مچھلی کے عکس پر نظر جمائے شست باندھے مچھلی کو ہدف
تیر کردے۔ جو اس معرکے میں سرخرو رہیگا۔ اُسی کو دروپدی نصیب
ہوگی۔ دوسرے کو نہیں تمام محفل سامان آرائش سے آراستہ تھی
اطلس و کمخواب کے فرش نظر کا قدم نہ جمنے دیتے تھے۔ پہلے رشیوں
منیوں کی صف تھی بعدہ راجوں مہاراجوں کی نشستگاہیں۔ سب کے
آخر میں خاص و عام کی بیٹھکیں۔ والیان ملک میں دُور دُور کے راجے
مہاراجے آئے تھے۔ مثلاً

دریودھن اور اُس کے ۲۵ بھائی
شکنی راجہ قندھار (دریودھن کا ماموں)
مہاراجہ شل فرمانروائے کابل و قندھار وغیرہ والد شکنی
راجہ جراسندھ والی ولایت بہار عرف مگدھ۔ اور اس کے دو بھائی
مہاراجہ ملک بیراٹ
راجہ بکدنت۔ والی ملک بنگالہ
مہاراجہ سال۔ فرمانروائے ملک چین و بدخشاں
راجہ سوت حاکم دوآب
راجہ برہدبل تاجدار کوہستان
مہاراجہ جیدرتھ سر آرائے ولایت پنجاب (عرف پنچالکا)
راجہ ششپال راجہ ملک چندیری
مہاراجہ پرسرام والیِ ملک آودھ
راجہ کرن
اسوتھامان فرزند درونا چارج
سری کرشن چندر جی مہاراج

سری بلبھدر جی۔ پردمن جی۔
ساتکی جی۔
سانب
کرت برما
اکرور وغیرہ جدو بنسی بڑے تزک و احتشام سے رونق افروز ہوئے۔ جس وقت تمام راجے مہاراجے آگئے۔ خوشی کے شادیانے بجے اور سہیلیاں دروپدی کو لئے ہوئے محفل میں آئیں۔ دروپدی اس وقت نور کے سانچے میں ڈھلی۔ اپنے حسن و جمال سے دوپہر کے آفتاب کو مات کر رہی تھی۔ ایک تو قدرتی رنگ و روپ اس پر سولھویں سنگار۔ سر سے پاؤں تک مرصع زیور۔ زرق برق لباس۔ اہل نظر کی آنکھوں میں ایک نور کی تصویر کے روئیں روئیں سے بجلیاں کوندھ رہی تھیں۔ لاکھ۔ آنکھ بھر دیکھنا چاہتے تھے۔ لیکن نظر میں چکا چوند پیدا ہو جاتی تھی۔

رمبھا اور مینکا اس کے پاؤں کی دھوون بھی نہ تھیں۔ رتی (کامدیو کی استری)، یا اندرانی کی بھی اس کے سامنے آنکھ نیچی تھی جس نے دروپدی کی طرف آنکھ اٹھائی۔ بس تصویر حیرت بن گیا۔ آنکھوں کی پتلیاں قطب از جا نجنبد ہو گئیں۔

دروپدی کے آتے ہی درشٹ دمن اپنی بہن کے پاس آکھڑا ہوا اور سب کو بلند آواز سے بولا کہ:-

تاجداران زمانہ! موقع ننگ و ناموس ہے اور قسمت آزمائی کا وقت۔ ادھر دیکھیے چکر میں جواہرات سے جڑی ہوئی سونے کی مچھلی پھرکی کی طرح گھوم رہی ہے۔ اس کے نیچے زمین پر تیل سے بھرا کڑاہ رکھا ہوا ہے جس میں مچھلی عکس افگن ہے۔ جن صاحب کو دم داعیہ ہو تیل کے کڑاہ میں عکس دیکھ کر چکر کی مچھلی پر تیر سے نشانہ لگائیں۔ تب شاید مقصود ہم بغل ہوگا۔ میری بہن راجکماری دروپدی

جیمال لئے موجود ہے۔ اس کو ایشور نے اگنی کنڈ سے پیدا کیا ہے جس کا ستارہ بلند ہو۔ اس کے ہاتھ سے جیمال پہنے۔ ہاں بہادران پیل افگن و دلاوران کوہ شکن اُٹھئے۔ لیجئے دھنش بان کے جوہر دکھائیے "

دھنش وزنی تھا۔ بہت سے لوگ تو دیکھتے ہی ہمت ہار بیٹھے۔ بہتوں نے زور لگایا۔ تو جنبش ندارد۔ کسی نے اُٹھایا تو چلہ چڑھانا محال۔ آخر سب نے جی چھوڑ دیا۔ سب تھرتھرا کے اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ یا تو محفل گونج رہی تھی یا تو بالکل سناٹا ہر طرف سکوت کا عالم۔ یہ رنگت دیکھ کر درشٹ دمن اپنی جگہ سے اُٹھا۔ اور افسوناک لہجے میں کہا:۔

"شرم! شرم! ایسے مکٹ دھاری ایسے ایسے جیدبھرے کے راجے موجود اور پھر بھی دروپدی کنواری۔ نشانہ لگانا کیسا۔ قوس بھی چڑھائے نہ چڑھ سکی"

آہ آج ارجن اور بھیم ہوتے تو میرے پتاجی کا پرن کیوں اکارتھ جاتا افسوس نالائقوں نے دغا فریب سے ایسے شہزور اور سورپیر پانڈووں کو لاکھ اور رال میں پھونک کر بہادروں سے دنیا سونی کر دی"

یہ الفاظ کوروں کے واسطے تیر سے بڑھ کر تھے۔ دریودھن کرن اور شکنی تلملا کر رہ گئے۔ مگر کرن تڑپ کر اُٹھا اور گرج کر بولا:۔

"درشٹ دمن زبان سے ایسے کلمے۔ کوروں پر ناحق ناحق کا الزام۔ پانڈو اپنے اعمال سے اس موت مرے۔ اُن کو اُن کے افعال کی سزا الٰہی گرہ دشا نے پھل دکھایا۔ کسی اور کا کیا قصور یہ دھنش چیز ہی کیا ہے۔ ابھی ابھی مچھلی کو چھید پھاڑ کر دھنش کے بھی پرخچے اڑائے دیتا ہوں۔ اچھا لے آنکھیں کھولو میری بھی طاقت دیکھ لو"

یہ کہکر کرن لپکا اور جوہیں کمان اُٹھانے کو جھکا دروپدی بول اُٹھی "جائیے جائیے آپ بیٹھئے۔ میری جیمال ناقص البطنوں کے لائق نہیں"۔

کرن اس فقرے سے دل میں کٹ گیا۔ آنکھیں نیچی ہو گئیں۔ اتنے میں سری کرشن جی بول اُٹھے۔ کہ کرن تم کیوں تکلیف کرو۔ آؤ بیٹھو کرن دل میں کھسیانا ہوکر دریودھن کے قریب جا بیٹھا۔ اور برہمنوں کی صف سے یہ آواز آتے سنائی دی کہ:۔

او برہمن کمار کیا بیوقوفی کرتا ہے۔ جب ایسے ایسے صاحب طاقت تیر تلوار کے دھنی جی چھوڑ بیٹھے تو تو کیا بنائیگا۔ ناحق برہمنوں کی ذلت کرانا چاہتا ہے۔

یہ آواز بڑے زور شور سے محفل میں گونج گئی۔ سب چونکنے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان برہمن جھپٹ کر چبوترے پر جا پہونچا۔ دھنک اُٹھایا چلّہ چڑھاتے ہی تیر چلّی سے نکلا۔ تو مچھلی تیل کے کڑاہ میں تھی۔ اور ہر طرف سے واہ واہ کی صدا بلند۔

دروپدی نے بڑھ کر گلے میں جیمال پہنادی۔ وہ دل ہی دل میں حسن صورت پر غش ہو گئی۔ جدھشٹر وغیرہ کی خوشی کا کیا پوچھنا اچھل اُچھل پڑے۔ سری کرشن جی نے بلبھدر جی کے کان میں کہا۔ یہ ذات شریف ہمارے ارجن ہی ہیں۔

ادھیائے ۶۱

سوئمبر میں کرن اور دریودھن کا حسد ارجن اور

بھیم سین کی جنگ - کوروں کی شکست پانڈووں کی فتح یسری کرشن جی کی فہمائش سے مخالفوں کا سکوت

جس وقت ارجن کے گلے میں جےمال پڑی - تمام راجے آتش حسد سے جل اُٹھے - غل مچ گیا کہ اس برہمن کی کیا مجال جو دروپدی کو لیجائے ہمارے جیتے جی کبھی یہ ممکن نہیں - سب آستینیں چڑھا کر کھڑے ہو گئے - تلواریں میان سے اُگل پڑیں - تیر چلّے پر چڑھ گئے - دروپدی کا نازک دل اس ہنگامۂ عظیم سے گھبرا اُٹھا - اس کے چہرے پر اُداسی چھا گئی - ارجن نے کہا - پیاری گھبراؤ نہیں ذرا سامنے تو آنے دو میں ایک ایک کو زمین پر سلا کے چھوڑونگا میں اکیلا سب پر بھاری ہوں - اور پھر چار بھائی اور بھی چر سا نکالنے کو موجود ہیں - کسی کا تسمہ نہ لگا رہ پائیگا:

یہ کہکر ارجن نے دروپدی کو اپنے قریب بُلا لیا اور تن کے کھڑا ہو گیا - کہ دیکھیں کون سامنے آتا ہے - دریودھن نے کرن کو ابھارا وہ اکڑتا ہوا اُٹھا اور للکارا -

کہ برہمن دیوتا - کھڑے کیا ہو - ذرا ایک ایک پانی تو کر لو - اور آخر جو جیتے دروپدی اُس کی:

ارجن - جاؤ گھر وا سے میں بیٹھو چلے ہیں دو دو ہاتھ کرنے - میں نے راجہ درویدکا پرن نباہا - سب کی ناک رکھی - میرے ہوتے دروپدی کو کون پا سکتا ہے:

ارجن نے بھیس بدلا ہوا تھا - کرن نے مطلق نہ پہچانا کہ کون ہے وہ ارجن کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سنتے ہی جھپٹ پڑا - ارجن نے ایسی تھپکی دی کہ دس قدم پر جا پڑا - اور سنبھل کر لگا تیر برسانے

ارجن نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ تیروں کی ایک جھڑی سی لگ گئی۔ دریودھن کو تاب کہاں تھی۔ تاؤ کھا کر اُٹھا اور تیار تھا کہ کرن کی مدد کرے ذرا بھیم سین نے اُسے ڈپٹا اور لگے پکڑ ہونے۔ ارجن نے کرن کو پھر ایسے تیر کے جوہر دکھائے کہ غش آنے لگا چپکے سے ڈنڈوت کی اور ایک کونے میں جا کھڑا ہوا۔ بھیم سین نے گدا اُٹھایا تو دریودھن کے بھی حواس غائب۔ دل میں خیال کہ برہمن ہے یا بھیم سین۔ کرن اور دریودھن تو یوں ہی مان کر چپ لگا گئے۔ اور دو چار راجے بگڑے تو ارجن اور بھیم نے رگ سیدھی کر دی۔ سب محفل سے بھاگنے لگے۔ اور یقین ہو گیا کہ ان کے برابر طاقتور اور کون ہوگا۔ جنہوں نے کرن اور دریودھن کی بھی باقی کچائی نکال دی؛

ابھی کچھ راجے سرگوشیاں کر رہے تھے۔ کہ ان برہمنوں کو نیچا دکھلانا ضروری ہے۔ ورنہ ہیٹی اور کرکری ہیں کیا شک۔ استنے میں مہاراج سری کرشن چندر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اُنہوں نے کہا بڑے شرم کی بات ہے۔ کہ خود تو سوئمبر جیتا نہ گیا اب ایک سورمے نے پالا مارا تو کھسیانی بلی کھمبا نوچے والی کہاوت۔ دروپدی ارجن کی طرف اشارہ کر کے، اس برہمن کا مال ہے۔ اگر اب کسی نے اُسے چھیڑا تو کہتا ہوں کہ مجھ سے بگڑ جائیگی۔ میں سب کو مار اُتار دوں گا۔ سری کرشن جی کی یہ ڈانٹ تیر بہدف ہوئی۔ ہر طرف سے آواز آنے لگی۔ جی ہاں بہت ٹھیک۔ ٹھیک ٹھیک؛

سب راجے محفل سوئمبر سے رخصت ہو لئے۔ اور راجہ دروپد خوش خوش ارجن اور دروپدی کو محل میں لے گئے۔ درگا جی کی پوجا کرائی۔ بعد پانچوں پانڈو دروپدی کو لے کر ماتا کنتی کے پاس چلے۔ رانی کنتی دھرم شالہ میں نہایت تشویش میں تھی اسے اندیشہ تھا کہ دریودھن و کرن وغیرہ بھی سوئمبر میں آئے ہیں۔ کہیں مڈبھیڑ ہو جائے۔ یا بھید کھل جائے۔ تو وہ ضرور میرے کلیجے کے ٹکڑوں کو آزار

پہنچا پائینگے۔ وسوم رشی اُسے تشفی دیتے تھے اور سمجھاتے تھے کہ اول تو ممکن ہی نہیں کہ راز فاش ہو۔ بالفرض ہو بھی جائے تو پانڈووں کا کوئی بال بیکا نہیں کرسکتا:

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ پانچوں پانڈو قیامگاہ پر پہنچے خوش خوش ماتا کنتی سے کہا کہ:-

"ماتا جی آج تو بڑے گہرے ہوئے خوب مال مارا۔ بڑی ہی عمدہ چیز للائے:

ماتا۔ اچھا بیٹا مبارک۔ بڑے پیار سے پانچوں بھائی بانٹ لو:

دروپدی کو رانی کنتی کی یہ بات سخت ناگوار ہوئی۔ اور پانچوں بھائی ایک دوسرے کو مُنہ دیکھ کر رہ گئے۔ جدھشٹر کی زبان سے نکلا:-

جو شدنی تھا وہ ایشور نے ماتا جی کی زبان سے نکلوا دیا۔ پھر ہم لوگوں کو کیا عذر:

ارجن نے دروپدی سے ماتا کے قدم چھونے کو کہا۔ وہ قدموں پر جھکی معلوم ہوا کہ ارجن دروپدی کو جیت کر لایا ہے۔ اب تو اس کے ہوش اُڑ گئے۔ کہ ہائے بے سمجھے سوچے کیا بک دیا۔ مگر اب کیا ہوتا تھا سخن از زبان رفتہ و تیر از کمان جستہ باز بدست نمے آید:

رانی نے بڑے پیار سے دروپدی کو گلے سے لگایا ساتھ کی سہیلیوں کی خاطر تواضع کی۔ پانڈو خوش خوش باتیں کر رہے تھے کہ سری کرشن جی بلدیو جی بھی وارد ہوئے۔ پانڈووں سے ملے۔ ارجن و بھیم کی فتحیابیوں کا مبارکباد دیا۔ رانی کنتی سے فرمایا کہ "پھوپھی" دروپدی نہیں لکشمی ہے۔ دیوتاؤں نے اسے اگنی کنڈ سے پیدا کیا۔ دیکھنا خوب اچھی طرح خاطر داشت کرتی رہنا۔ اس کا ردیاں نہ دُکھنے پائے:

وہاں راجہ دروپد ارجن و بھیم کی اعلےٰ طاقتوں سے حیران ہر ایک سے کہتا تھا کہ یہ مجھے آدمی نہیں معلوم ہوتے ضرور دیوتا ہیں جنہوں نے کرن شل وریودھن ایسے کوہ پیکر پیل افگن بہادروں کو دو دو ہاتھ دل

میں سیدھا کر دیا۔ مگر اسے یہ نہ معلوم ہوا کہ آخر یہ ہیں کون۔ اس امر کے دریافت کرنے کی غرض سے اس نے اپنے بیٹے درشٹ دمن کو دھرم شالہ میں روانہ کیا۔ دھرشٹ دمن وہاں پہنچا۔ تو سری کرشن جی بلبھدر جی رونق افروز ملے۔ کچھ ادھر ادھر کی باتیں کیں۔ کچھ گفتگو سُنی۔ اور انہیں پہروں راجہ دروپد کی خدمت میں واپس آیا۔ سری کرشن جی وبلدیوجی کی موجودگی۔ برادرانہ برتاؤ وغیرہ کی سب چشم دید کیفیت بیان کی۔ راجہ دروپد بہت ہی خوش ہوا کہ جب ان لوگوں کو سری کرشن جی بھائی بھائی کہتے ہیں۔ تو ان سے بڑھ کر اور خاندانی لوگ کون ہونگے۔ شک ہے کہ میری دروپدی کا سوئمبر ہو گیا۔ وہ اُونچے گھرانے میں ہی بیاہی گئی۔

ادھر دروپدی کی ماں نے بھی اپنی طرف سے پروہت کو بھیجا تھا کہ حالات حسب ونسب دریافت کر آئے۔ چنانچہ اس نے بھی واپس آکر دشٹ دمن کے بیان کی تائید کی اور رنواس میں آنندی چھا گئی۔

ادھیائے ۶۳

پانڈوؤں کی راجہ دروپد کے یہاں عزت راجہ دروپد کو ان کے حسب ونسب سے آگاہی۔ دروپدی کے پانچ شوہروں کے تعلقات پر بحث بیاس جی کا فیصلہ

راجہ دروپد کو ابھی تک کامل یقین نہ تھا کہ پانڈو در اصل پانڈو

ہی ہیں - اس لئے انہوں نے تجویز کی کہ ان کی دعوت کر کے روش و طریق سے شک رفع کر لیا جائے - اس نے راج محل کو خوب آراستہ کیا - تمام قسم کے ہتھیار تیر ترکش ڈھال تلوار برچھی بھالے وغیرہ سج دیئے - اور ارد گرد کے وسیع احاطے میں رتھوں، گھوڑوں، ہاتھیوں کا میلہ لگا دیا - پانچوں پانڈو بڑے اعزاز سے بلائے گئے بڑی تعظیم و تکریم سے استقبال ہوا - راجہ دروپد بنفس نفیس تمام ہتھیار اور ہاتھی گھوڑے دکھانے بہلانے لگا - پانڈو عقلمند تھے - صورت سے دل کی بات تاڑ جاتے تھے - انہوں نے ہر چیز کو دیکھ دیکھ کر اپنی وسیع معلومات کے دفتر کھول دیئے - جدھشٹر نے دور سے ہاتھی گھوڑوں کو دیکھ کر سب کے حسن و قبیح ظاہر کئے - بھیم سین نے ہاتھیوں کے نقص عمدگی کا خاکہ کھینچ دیا - ارجن نے نظر سے دھنش بانوں کی دیکھ بھال کی سہدیو نے تلواروں کے جوہر پرکھے نکل نے گھوڑوں کے عیب و ثواب کی تصویر کھینچ دی - راجہ دروپد ان کی واقفیت و معلومات سے سمجھ گیا کہ ہاں واقعی یہ چھتری ہیں - ان کی فہم و فراست ان کے اوج اقبال کا پتہ دیتی ہے - مگر یہ وضع یہ لباس کیسا - راجوں کے بیٹوں کو فقیری سے کیا سروکار - اس نے مؤدبانہ لہجے میں پوچھا - سچ سچ فرمائیگا - کہ آپ لوگ کون ہیں - دیوتا ہو یا جکش - گندھرب ہو یا کنّر مجھے برہمنوں کے بھیس سے حیرت ہوئی ہے ؛

راجہ جدھشٹر - راجہ پنڈو کے بدنصیب بیٹے ہیں - چچیرے بھائیوں نے اس قدر تنگ کیا کہ بس عاجز آگئے - لاکھ اور رال کی شعلہ زنی سے جان بچا کر صحرا نوردی پر کمر باندھلی ہے - ابتک کوروؤں کو ہمارا پتہ نہیں - سوئمبر میں بھی ان کی آنکھیں اندھی رہیں - حالانکہ ارجن نے کرن کو اور دریودھن کو بھیم سین نے نیچا دکھایا - سری کرشن جی کی ہماری ماں حقیقی پھوپھی ہیں - صرف انہوں نے ہم لوگوں کو پہچانا ان کے بڑے بھائی سری بلدیو جی نے باقی بس ؛

راجہ درو پد یہ سُنکر بہت ہی خوش ہو گئے۔ پانڈووں کو عمدہ طور سے شاہانہ پوشاکیں پہنائیں۔ مہارانی کنتی درو پدی کے ساتھ رنواس میں گئیں وہاں درو پد کی رانیوں نے بڑی خاطر مدارت کی۔ بڑی دھوم دھام سے دعوت ہوئی۔ ہر مزے اور مزدوالقے کے پکوان ڈھیر تھے ناچ رنگ دعوت تواضع سے فراغت پاکر راجہ درو پد نے ارجن سے کہا "آئیے چلئے کچھ مراسم شادی بھی ادا ہو جائیں۔ فرائض کی انجام دہی مقدم ہے"۔

ارجن۔ میں حاضر ہوں مگر ایک عجیب گتھی پڑگئی ہے۔ اور پھر مزہ یہ کہ نہ جس کو سلجھائے بغیر بنتا ہے۔ نہ اُلجھی رکھنے سے مفر ہے یعنی معاملہ کہتے بنتا ہے نہ چھپائے۔

راجہ درو پد۔ نہیں نہیں آپ بے تکلف کہیں۔ اگر تخلیے کی ضرورت ہو تو جہاں کہئے چلوں۔

ارجن۔ یہاں بھی تو ہم پانچوں بھائیوں اور آپ دو باپ بیٹوں کے سوا کوئی غیر نہیں اس سے بڑھ کر تخلیہ اور کون ہو گا۔ مگر بات ہی کچھ عجیب پیچیدہ ہے۔

راجہ درو پد۔ آپ جتنا تامل کرتے ہیں۔ اتنی ہی زیادہ میری طبیعت اور اُلجھتی ہے۔ ایشور کے واسطے جلد صاف کہئے۔

ارجن۔ کیا عرض کروں۔ جب میں سوئمبر سے گیا۔ آپ کی راجکماری بھی ہمراہ تھی۔ ہم سب ماتا کے پاس پہنچے۔ تو خوشی میں مست ہو کر صرف اتنی خوشخبری سنائی کہ ایک بڑی عمدہ چیز لائے ہیں۔ یہ زبان سے نہ نکلا کہ کیا لائے ہیں۔ ماتاجی انتظار میں بے چین تھیں۔ اُنہوں نے بھی کچھ پوچھا نہ گچھا۔ پٹ سے کہدیا کہ پانچوں بھائی بانٹ لو۔ آپ مشکل یہ آپڑی ہے کہ کوئی چیز ہو تو تقسیم کرلیں۔ عورت کا حصہ بخرہ کیسے ہو۔ ہمارے برادر بزرگوار دھرم کا روپ ہیں۔ وہ ماتاجی کا بچن جان کے ساتھ سمجھتے ہیں۔ ہم سب اُن کی باپ سے زیادہ تعظیم کرتے ہیں۔ کچھ سمجھ میں

نہیں آتا کہ نمسکار کیسے ہو۔

راجہ دروپد (فکر مند ہو کر) یہ تو آپ نے عجیب بات سنائی۔ بڑے بھائی کی بی بی ماں کے برابر۔ چھوٹے بھائی کی عورت بیٹی کے نقطہ مقابل۔ اور پھر یہ کیا واہیات کہ ایک عورت کے پانچ پانچ خاوند۔ ایسا تو دیکھنا کیا کبھی کانوں سے بھی نہ سُنا۔

راجہ دروپد کو اس فکر میں سخت پریشانی ہوئی۔ انہوں نے فوراً پروہت اور عالم و فاضل برہمن طلب کئے۔ مگر معاملہ جیوں کا تیوں ہی رہا۔ کسی نے کچھ صلاح مشورہ نہ دیا۔

راجہ جدھشٹر نے فرمایا:۔

"تو اچھا جلدی کیا ہے۔ گھبراہٹ کی کیا ضرورت۔ وید بیاس جی کو طلب فرما لیجئے۔ وہ دو ٹوک فیصلہ کر دینگے۔

بیاس جی کی طلبی کو آدمی دوڑے۔ ہوا کی چال گئے۔ نظر کی چال آئے۔ بیاس جی نے قدم رنجہ فرمایا۔ اور معاملہ پیش ہوا۔ بیاس جی تھوڑی دیر غوطے میں رہے آخر فرمایا کہ:۔

کچھ ہو شدنی جو تھی وہ ہو چکی۔ جو لکھا بدا تھا ہو چکا۔ رانی کنتی کی زبان سے جو نکلا وہ ایشور ہی کی زبان سے تھا۔ اب ردوبدل کی گنجائش نہیں۔

اے راجہ دروپد آپ فکر مند نہ ہوں۔ جب میں پانڈوؤں اور دروپدی کے پچھلے جنم کا کچا چٹھا سناؤنگا۔ تو آپ کے موجودہ خیالات اور ہی ہو جائیں گے۔

ادھیا ۶۳

دروپدی اور پانڈوؤں کے پچھلے جنم کا حال

بیاس جی کی زبانی اور شادی میمنت آبادی

بیاس جی یوں سخن سنج ہیں۔ کہ اے راجہ دروپد تمہاری راجکماری دروپدی کوئی معمولی لڑکی نہیں۔ یہ پنج کنیاؤں میں سے ایک کنیاؤں ہے جسے یاج رشی نے اگنی کنڈ سے پیدا کیا تھا۔ پچھلے جنم میں یہ ایک برہمن کی عورت تھی۔ مگر جورو خاوند میں اَن بن تھی۔ یہ نیک تھی۔ اور وہ بد اعمال۔ آخر اس نے مہادیو جی کو اپنی تپشیا سے اتنا خوش کیا۔ کہ خود بنفس نفیس سامنے آموجود ہوئے۔ اور کہا کیا خواہش ہے مانگ لو۔ برہمنی بر مانگنے لگی۔ تو پانچ مرتبہ زبان سے بر ہی کا لفظ نکلا۔ شیوجی مسکرائے۔ اور بردان دیا کہ اچھا خواہش قبول پانچ بر ملینگے اطمینان رکھو۔

دروپدی کی پیدائش اور پانچ شوہروں کے بردان کا حال سُنا کر بیاس جی نے کہا کہ یہی نہیں۔ ایک دوسرا معاملہ اور ہے سنیئے کہ آپ کا وشواس دور ہو جائے۔

ایک زمانے کا ذکر ہے کہ راجہ اندر کیلاش پہاڑ پر موسم خوشگوار سے دل بہلاتے ہوئے خراماں خراماں گنگا جی کے تٹ پر جا پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ ایک عورت کھڑی ہوئی نالہ زار رو رہی ہے۔ اور آنسو سے ٹپکے ہوئے قطرے دریائے گنگا میں کنول کے پھول بن کر تیرتے جاتے ہیں۔ اندر کو حیرانی ہوئی کہ کہاں آنسو کہاں کنول کے پھول اس میں ضرور کچھ بھید ہے۔ انہوں نے عورت سے بڑھ کر پوچھا:۔ اس طرح رونے کی وجہ!

عورت۔ وجہ کیا بتاؤں۔ ساتھ ساتھ چلے آیئے جو کچھ ہوگا آنکھوں سے دیکھ لیجیئے گا۔

عورت اندر کو لئے ہوئے ایک ایسے پرفضا مقام پر پہنچی جہاں مہادیو

اور پاربتی جی بڑے راجسی ٹھاٹھ سے آنند میں مگن باہم چوسر سے جی بہلا رہے تھے۔ اس وقت مہادیو پاربتی جی کی وضع ایسی شاہانہ تھی کہ اندر بالکل نہ پہچان سکے۔ دل کو زعم تھا کہ دیوتاؤں کا راجہ ہوں یہ خود مجھے تعظیم دیں۔ اس خودی کے خیال نے انہیں بڑی بے تکلفی سے وہاں کھڑا کر دیا۔ مگر وہ دونو سرچشمۂ قدرت متوجہ بھی نہ ہوئے نظر بدستور چوسر کی طرف رہی۔ غیرت جاگی ہاتھ باندھے۔ بڑے ادب سے کھڑی رہی جس وقت نظر اٹھی تو ڈنڈوت کی مگر اندر کھونٹی کی طرح کھڑے ہی رہے۔ مہادیو جی نے ان کی طرف دیکھ کر کہا کہ اُف اوہ اتنا غرور۔ اچھا جاؤ۔ پہاڑ کی اُس کھوہ کو دیکھ آؤ۔

نظر اُٹھنے کی دیر تھی کہ اندر کی رنگت بدل گئی۔ مہادیو جی کے تیج کے سامنے چہرہ چٹکی ہوگیا۔ کانپتے ہوئے کھوہ میں گئے دیکھا تو اپنی صورت شکل اور وضع قطع کے چار شخص بیٹھے پائے۔ اندر کو حیرت ہوئی کہ یہ معاملہ کیا ہے۔ مہادیو نے فوراً ہی جمال اصلی دکھا کر کہا کہ :۔

تمہاری طرح یہ چاروں بھی اندر تھے۔ آخر غرور نے اس نتیجے کو پہنچایا۔ کہ یہاں قید کئے گئے۔ تم بھی مارے غرور کے زمین پر پاؤں نہیں رکھتے۔ تو تم بھی اس کا خمیازہ بھگتو۔ اب تک چار اندر تھے۔ اب پانچ ہوگئے۔ میں اس غرور کی سزا سناتا ہوں کہ تم پانچوں دنیا میں پیدا ہو۔ اور قالب خاکی میں خاک سے خاکساری کا سبق سیکھو۔ پانچوں اندر ہاتھ جوڑ زمین بوس ہوئے۔ کہ آپ کی مرضی میں دخل کیا۔ مگر مہاراج اتنی مہربانی کیجئے۔ کہ ہم دنیا میں پیدا ہوں تو دیوتاؤں سے پیدا ہوں۔ انسان سے نہیں۔

شیوجی۔ اچھا کیا مضائقہ۔ اتنی تمہاری بھی مرضی سہی۔

یہ کہکر ویاس جی بولے کہ اے راجہ درپد۔ پانچوں اندر تو یہی پانچوں پانڈو ہیں۔ اور دروپدی وہ عورت ہے جو گنگا جی کے کنارے

گھڑی رو رہی تھی اور پھر اندر کو مہادیو پاربتی کی خدمت میں لائی بر ہما جی
کی یہی خواہش ہے کہ پانچوں پانڈووں سے دروپدی کی شادی ہو۔
اس میں انسانی عقل کو دخل نہیں۔ دروپدی اُن پنچ کنیاؤں میں سے
ایک کنیاں ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔ منددوری۔ تارا۔ اہلیا۔ کنتی۔
دروپدی۔ دنیا کی کوئی عورت حسن و جمال۔ دھرم کرم میں پنچ کنیاؤں
کے سامنے سر اونچا نہیں کرسکتی۔ پس آپ کچھ مین میکھ نہ کریں بے
تکلف ہاتھ پیلے کردیں ؁

بیاس جی راجہ دروپد کو سمجھا بجھا کر تشریف لے گئے۔ یہاں محل
میں شادی کی رسمیات ادا ہونا شروع ہوئیں ؁

ایک بہت ہی عالیشان اور نہایت ہی نفیس منڈوا پہلے سے
تیار تھا۔ جس کی ساخت اعلےٰ صناعی کا ایک قابل دید نمونہ تھی۔ جواہرات
سے جڑے طلائی ستون۔ چاندی سونے کے میناکار مصنوعی کیلے
چاروں طرف خوشنما بندنواریں جن میں منقشی جھالریں۔ منڈوے
کے نیچے دولہا دلھن کی بٹھانے کے لئے بہت ہی معقول بیدی۔ اس
کے قریب رتن جٹت سنگاسن۔ جس پر داہنی طرف جدھشٹر، بھیم سین
ارجن۔ سہدیو و نکل بٹھلائے گئے اور بائیں طرف راجکماری۔ دروپدی
دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کے بعد مراسم شادی ادا ہوئے۔ اور دروپدی
کی رخصت محل میں آئی۔ راجہ دروپد نے خوب دل کھول کر دان جہیز
دیا۔ رتھ۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ پالکی۔ نالکی۔ لونڈی۔ غلام۔ نوکر چاکر۔
زر و جواہر زیور و ملبوس سے دھرم شالہ میں جگہ نہ رہی۔ سری کرشن جی
نے رشتہ محبت نباہا۔ کروڑوں روپیہ نقد۔ جواہرات۔ زرکار پوشاکیں
ہر قسم کی سواریاں بہم پہنچا کر ایسا شاہانہ ٹھاٹھ باٹ کردیا۔ کہ بڑے بڑے
مہاراجوں کو نصیب نہ تھا۔ کرشن جی کے اس برتاؤ کی غایت اصلی
یہ تھی کہ مغرور دریودھن کا دل کڑھے اور اس کی یہ خام خیالی دور
ہو جائے کہ پانڈوؤں کو جاہ و حشم مال و دولت کی کمی ہے۔ دریودھن

اور کرن وغیرہ کو دروپدی کی شادی اور پانڈوؤں کی دولتمندی کا حال سُنکر بڑی جلن ہوئی وہ مارے حسد کے انگاروں پر لوٹے۔ پانڈووں کے خیر خواہ راجے مہاراجے جان کی سلامتی اور عروج اقبال سے بہت خوش ہوئے۔ مبارکباد پیش کئے۔ تحفہ تحائف بھیجے حتّٰی کہ براٹ نگر میں پانڈوؤں کے فروغ اقبال کا اچھی طرح ڈنکا بجنے لگا۔

ادھیائے ۶۴

درجودھن کا پانڈوؤں پر حملہ آوری کے لیے عزم راجہ دھرتراشٹ کی ممانعت۔ بھیشم پتامہ کے مشورے سے پانڈوؤں کی طلبی۔ تقسیم سلطنت کا تصفیہ۔ بدرجی کی روانگی۔ راجہ درپد سے پانڈوؤں کی رخصت سری کرشن جی کے ہمراہ ہستناپور میں آمد۔ باہم ملاقات

جس وقت درجودھن وکرن وغیرہ نے پانڈوؤں کی صحیح سلامتی اور بیدار بختی کا حال سُنا سخت متحیر ہوئے۔ کہ کیونکر جلتی ہوئی آگ سے جان بچا گئے۔ ان لوگوں کو ناکامی کا بہت ہی رنج ہوا۔ اس پر دروپدی سے شادی اور دولت وصولت کی بہم رسی سے اُن کے کلیجے پر ایسی چوٹ لگی۔ گویا اُن کی گرہ سے کچھ گر پڑا اور جان پر پہاڑ ٹوٹا۔ کرن بولا:
اجی مہاراج غضب ہوگیا۔ دشمنوں کے ہاتھوں کو تھوا لی اٹی

بھلا پانڈو ہم لوگوں کو چین سے بھی رہنے دینگے فقط یہاں آ لینے کی دیر ہے۔ ہر موقع پر یہ بلوہ بچ گئے۔ ایک رو یاں بھی میلا نہ ہوا۔ لاکھ مندر میں غریب پروچن ہمارا رفیق تو جل کے راکھ ہو جائے۔ یہ سب بیٹے کٹے نکل بھاگیں اور میتھے جائے بیچارے فقیروں کے بھلا کچھ چالاکی کی بھی حد ہے۔ بڑی آفت کے پرکالے اور عقل کے پتلے ہیں۔ اجی دریودھن مہاراج وہ یہاں آئے اور خون خرابہ کی ٹھیر گئی جلے ہوئے دل کے پھپھولے بغیر پھوٹے رہیں۔ ممکن نہیں پس علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد۔ خیریت اسی میں ہے کہ اُن کو ابھرنے اور سر اُٹھانے کی مہلت ہی نہ دی جائے؏

اب ہم آپ چلیں۔ اچانک حملہ کردیں۔ چاروں طرف سے گھیر کر دم میں پیس کے رکھ دیں۔ چلئے چھٹی ہے۔ پھر مزے سے پاؤں پھیلا کر سوئیے نہ کتے کا کھٹکا نہ بلی کا غم۔ نے غم دزد نے غم کالا؏

دریودھن۔ بھائی کہتے تو ٹھیک ہو۔ جب اُن کے ہاتھ پاؤں میں جان آجانے لگی۔ تب تو اور بھی دو بانہیاں ہو جائینگے۔ نہ مارے مرینگے نہ کاٹے کٹینگے لوہا لگ جائیگا۔ اچھا دیکھو ابھی میں پتا جی کے پاس جاتا ہوں اور دھرنا دے کر اُن پر زور ڈالتا ہوں۔ کہ فوراً فوج کشی کی اجازت دیں؏

دریودھن اسی وقت راجہ دھرتراشٹر کی خدمت میں پہنچا۔ جوب تو یہ تلامچائی وہاں پہنچی۔ بھبٹ پڑ گئے کہ ہائے پتا جی آپ کے ہوتے پانڈوؤں کی وجہ سے ہماری یہ ذلت۔ یہ درگت جب دیکھئے وہی میری۔ اُنہیں کا سرا اونچا۔ وہی بارہ باٹ میری اور کوروں کی رائے ہے۔ کہ ان کو ہمسنے نہ دیا جائے وہیں گھسا کر رکھ دئے جائیں۔ ہماری فوجیں لیس ہیں۔ لشکر چاک چوبند۔ صرف آپ کے اشارے کی دیر ہے؏

راجہ دھرتراشٹر۔ میں اس رائے کی تائید کرنیکے لئے تیار نہیں

یہ محض خیال خام ہے۔ تم اپنی طرف سے پہل کرو۔ سوتی بھیڑیں جگاؤ۔ مَیں کبھی منظور نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر وہ پیشقدمی کریں۔ تو کچھ مضائقہ نہیں ہے

ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گوے

مگر بیٹھے بٹھائے آپ ہی دردسر مول لینا کس عقلمند نے کہا ہے۔ تم کو صرف اپنی ہوشیاری کی ضرورت ہے۔ جس وقت وہ ادھر کا رخ کریں۔ سمجھ لینا وہاں تم لڑنے گئے تو ندامت کے سوا اور کچھ حاصل نہیں۔ راجہ دروپد کو تم ایسا ویسا جانتے ہو۔ اس کی کمک ہی پانڈوؤں کے لئے کیا کم ہوگی۔ اس پر خیال کرو کہ سری کرشن جی کیا کان میں تیل ڈالے بیٹھے رہینگے۔ ان کی فوج ظفر موج کا قدم پانڈوؤں سے ہزار قدم آگے ہوگا۔ اس صورت میں تم کیا پانڈوؤں سے بھڑ سکو گے۔ ہاں یہ ہوگا کہ جہاں ایک طرف اتنا کلنک لگ چکا ہے وہاں تھوڑے اور مُنہ پر سیاہی لگے گی۔ میرا پانڈوؤں کی طرف سے دل صاف ہے۔ وہ بڑے ضابطہ بڑے بُردبار۔ بڑے متحمل اور بڑے سنجیدہ ہیں۔ وہ کبھی تم سے بدسلوکی نہ کرینگے۔ کئی موقع ہو چکے۔ مگر اُنہوں نے اُف تک نہ کی۔ خیال ہی نہ کیا کہ کیا ہوا۔ اگر ان کا دل سیاہ ہوتا۔ عوض لینے کی خواہش کرتے۔ تو ہزار دفعہ خون خرابے ہو چکے ہوتے۔ مگر نہیں اُنہوں نے لیاقت خرچ کی اور ہر معاملے کو رفت وگذشت کر دیا۔ پچھلی باتوں پر وہ بدستور خاک ڈالے ہوئے ہیں۔ تم اُن سے برائی کی امید نہ رکھو۔ اور اسی سے کہتا ہوں کہ کچھ نہ بولو نہ چالو۔ گھر میں چپ بیٹھے رہو۔ دُنیا میں اور ہنسی نہ کراؤ۔ اچھا میں نے اپنی ٹھیک ٹھاک رائے بتا دی۔ اب جاؤ کرن کو بھی یہی سمجھا دو۔ سوتے ہوئے سانپ کو جگانے کی کوئی عقلمند رائے نہیں دے سکتا۔

راجہ دھرتراشٹ کا دو ٹوک جواب سُنکر دریودھن اپنا سا مُنہ لئے

ہوئے حواشیوں کے پاس پہنچا- پتاجی کے منشاے ولی سے اطلاع دی- اور کرن کی تجویز پر پانی پڑگیا*

اس کے بعد بھیشم پتامہ اور بدرجی راجہ دھرتراشٹ سے ملے. اور امور مملکت و رموز سلطنت کے متعلق دس بیس باتیں ہوچکیں تو بھیشم جی نے پانڈوؤں کا ذکر چھیڑ کر فرمایا:-

"مہاراج خبر ہے- کہ پانڈو پانچال (پنجاب) میں بخیر و عافیت ہیں- سوئمبر میں راجہ دروپد کی بیٹی دروپدی کو آپ کے بھتیجے بڑی عظمت و شان سے جیت کے سب راجوں مہاراجوں کی گردن جھکا چکے- سُنا ہے- کہ درجودھن اور کرن ارجن اور بھیم سین سے خاص سوئمبر میں لڑے- مگر اُنہوں نے مار کے بھگا دیا- اب اُن کے لاؤ لشکر کا کیا ٹھکانا- راجہ دروپد اور سری کرشن چند نے دولت سے پاٹ دیا ہے- فوجوں سے ٹڈی دل جمع ہوگئے ہیں- واہ کیا ایشور کی مایا ہے- جن پانڈوؤں کو سب سمجھتے تھے کہ لاکھا مندر میں جل کے خاک سیاہ ہوگئے ہیں- اُن پر آنچ تک ذرا بھی آنچ نہ آئی- اور صحرا نوردی کی حالت میں اُن کا ایسا اقبال چمکا کہ اور راجوں مہاراجوں کی آنکھیں چوندھیا رہی ہیں- سچ ہے جس کو ایشور رکھے اُسے کون چکھے ٥

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

مہاراج اب مصلحت وقت اور ہے- ورنہ نتیجہ اچھا نہیں بھیم سین کو دو مرتبہ زہر دیا گیا- مرنے میں رہ ہی گیا تھا- مگر حافظ حقیقی نگہبان تھا- موت ہی زندگی کا کام کر گئی- لاکھا مندر کی کیفیت اظہر من الشمس ہے- اس لئے مجھے اندیشہ ہے- کہ کہیں ہوا پاکر دلوں کی دبی ہوئی آگ شُلگ نہ اُٹھے تو پھر پانی کی فکر کرنا پڑے- اس سے میری رائے ہے- کہ لاڈلے بھتیجوں کو بڑے پیار سے بلائیے اور آدھا راج بانٹ کر وہ کلنک مٹائیے- جو آپ کے ماتھے پر آپ کے بیٹوں نے لگا رکھا ہے*

راجہ دھرتراشٹ۔ (دست بستہ) آپ میرے بزرگ ہیں۔ مُربّی ہیں۔ سایہ سر ہیں۔ میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ جب آپ کوئی ہدایت فرماتے ہیں۔ میں اپنے آتما کو ساکشی کر کے کہتا ہوں کہ میری تو زندگی حرام ہو رہی ہے۔ دریودھن نے میرے مُنہ میں سیاہی لگادی وہ وہ نالائق حرکتیں کی ہیں۔ کہ اور ہوتا تو نہ جانے کتنا زمین و آسمان ایک کرتا۔ مگر واہ رے میرے پیارے لائق بھتیجے ایشور عمر دراز کرے ہمیشہ پھولیں پھلیں۔ اُنہوں نے باوجود لیاقت و طاقت ذرا بھی کینے کو دل میں نہ رکھا۔ اور آئینہ کی طرح صاف رہے بدلہ لینے کا خیال چہ معنے دارد۔

بدرجی۔ مہاراج پانڈو سمجھ لیجئے۔ کہ چندر بنس کی ناک ہیں اور اُنہوں نے سر اونچا کر دیا۔ واقعی یہ آوارہ وطنی کے سزاوار نہیں۔ آپ کی اسی میں عزت و منزلت ہے۔ کہ اب انہیں آدھا راج دے کر روز روز کی ہائے ہتیا سے چھٹی کر لیں۔

دھرتراشٹ۔ ہاں بھائی مجھ سے اپنے پیارے بھتیجوں کی جدائی سہی نہیں جاتی۔ میری تو رائے یہ ہے۔ کہ تم خود جاؤ اور بڑے پیار سے لے آؤ۔ اور کسی کو بھیجوں تو وہ اثر نہ ہوگا۔ جو تمہارے جانے سے ہوگا۔ تم جاؤ گے تو فوراً چلے آئینگے گلے سے لگ کر کلیجے میں ٹھنڈک پہنچائیں گے۔

بدرجی رخصت ہو کر روانہ ہوئے۔ مارون مار چلے۔ اور منزلوں کے عوض دنوں میں داخل پنجاب ہو گئے۔ راجہ دروپد کو اُن کے آنے کی خبر لگ گئی تھی۔ اس نے بڑی تزک و احتشام سے پیشوائی کی پانڈوؤں نے قدم لئے۔ بڑی خاطر مدارت بڑی تواضع و تکریم ہوئی۔ موقع پاکر بدرجی نے راجہ دروپد سے کہا:۔

مہاراج۔ اب بھتیجوں کو گھر چھوڑے ہوئے بہت دن ہو گئے ہم لوگ جدائی سے پریشان ہیں۔ اور راجہ دھرتراشٹ بھی چنانچہ

جوشِ محبت مجھے خود گھسیٹ لایا۔ آپ مہربانی کر کے اجازت دیں ہ
راجہ دروپد۔ یہ تو آپ نے خوب کہی۔ مَیں اپنے عزیزوں سے کہوں
کہ جاؤ گھر سے بلاوا آیا ہے۔ آپ پہلے بھتیجوں سے فرمائیے پھر جو منشا
ہوگی۔ اُس کا مَیں پابند ہو سکونگا ہ
پدر جی۔ (راجہ جدھشٹر سے) آپ کو مَیں لینے آیا ہوں بھیشم پتامہ جی
نے یاد کیا ہے۔ اور راجہ دھرتراشٹ کی تاکید ہے۔ کہ کھانا وہاں
کھائیں پانی یہاں پئیں ہ
راجہ جدھشٹر۔ مَیں اس معاملے میں کچھ نہیں کر سکتا۔ سری کرشن چند
جی موجود ہیں۔ جو ان کی رائے وہی میری ہ
آخر سری کرشن جی سے مشورہ لیا گیا۔ اُن کی رائے ہوئی کہ بلا تامل
جانا چاہیے۔ چنانچہ وہ خود تیار ہوئے اور پانڈوں کو ساتھ لے کر پدر جی
کے ہمراہ روانہ ہستناپور ہوئے۔ راجہ دروپد نے اس موقع پر بڑی فراخ
حوصلگی اور دریا دلی سے کام لیا۔ خزانہ فوج جلوس دے کر دریودھن
پر ثابت کر دیا۔ کہ او مغرور تو اپنی شان و شوکت پر اتراتا ہے۔ دیکھ پانڈوں
کو نہیں کسی بات کی پروا نہیں۔ پانڈو چلے تو ہستناپور پہنچے۔ روساو
اُمرائے دارالحکومت نے منزلوں آگے جا کر شرف پابوس حاصل کیا
اور خوشی کے شادیانے بجائے۔ پھر راجہ دھرتراشٹ بھیشم پتامہ
امرائے خاندان اراکین سلطنت کو ساتھ لئے ہوئے پہنچے۔ بڑے
تپاک اور محبت سے ملاقات ہوئی۔ راجہ دھرتراشٹ اور بھیشم پتامہ
جی نے پہلے سری کرشن جی کا بڑے اعزاز کے ساتھ استقبال کیا۔
پھر بھائی کے کلیجے کے ٹکڑوں کو کلیجے سے لگایا۔ جوشِ محبت میں
آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے۔ زبان یوں اظہارِ الفت کرتی تھی
کہ پیارے بھتیجو۔ برناوہ کے واقعہ سے مَیں تو مردہ ہی ہو گیا تھا۔
ہر وقت موت کی آرزو تھی۔ مگر ایشور نے میرے بڑھاپے کی لاج رکھی کیونکہ
میرا یہ جانکاہ صدمہ اس روز دائمی عشرت سے مبدّل ہوا۔ جب سوئمبر

کے کارہائے نمایاں کی کیفیت معلوم ہوئی۔ بعدہ ملنے کی خوشخبری سنکر میرا جنم ہی سپھل ہوًا۔ ایشور کا ہزار ہزار شکر کہ اتنے دنوں کی جدائی کا زمانہ خیریت سے کٹ گیا۔ اور ہم سب بچھڑے ہوئے ہنسی خوشی ملے۔ اب شوق سے راج کا کام سنبھالو۔ میں نے راج آدھم آدھ بانٹ دیا ہے۔ اس کے بعد سب رنواس میں گئے مہارانی کنتی اور دروپدی مہارانی گاندھاری اور کوروؤں کی استریوں سے ملیں جس نے دیکھا دروپدی کے چاند سے مکھڑے کی بلائیں لیں۔ کسی کی آنکھ چمکتے ہوئے چہرے پر نہ ٹھیرتی تھی محل میں خوشی کے راگ چھڑے۔ دربار میں ناچ رنگ ہوًا۔ اہل شہر نے محفلیں سجائیں جشن کے شادیانے بجائے۔ سری کرشن جی نے مہاراجہ دھرتراشٹ اور بھیشم پتامہ وغیرہ کو سوئمبر کے کارہائے نمایاں کی ایک ایک بات سنائی۔ سب نے صدائے احسنت ومرحبا بلند کی اور کئی روز تک جشن اور جلسے ہوتے رہے۔

ادھیائے ۶۵

راجہ جدھشٹر کا آدھے راج پر قبض ودخل اور کھانڈوبن میں اندرپرست شہر کی آبادی

تقسیم سلطنت کا مشورہ طے ہی پاچکا تھا۔ چنانچہ راجہ دھرتراشٹ نے فرمایا:۔

پیارے جدھشٹر آدھا راج تمہارا حصہ ہے تم مجھے مٹوں

سے زیادہ عزیز ہو۔ تمہارے دھرم کرم نیک اعمال و خوش افعالی
سے میں نہایت خوش ہوں۔ جو پچھلی باتیں رفت گذشت
ہوگئیں۔ اب اُن کا دھیان بھی نہ لانا۔ درپودھن تمہارا چھوٹا
بھائی ہے۔ اس کو بھی اپنے بھائیوں کی طرح سمجھنا۔ اگر وہ
کوئی خطا بھی کرے۔ تو بزرگانہ عنایت سے محروم نہ رکھنا۔ از خورداں
خطا و از بزرگاں عطا میری خواہش ہے کہ میں پانڈووں اور کوروں
کو شیر و شکر دیکھوں اسی لئے "دو بادشاہ در اقلیمے نہ گنجند" کا دو
ٹوک فیصلہ کردیا۔ اب شوق سے کھانڈوبن میں تخت پر جلوس کرو
یہ بڑی ہی پُر فضا جگہ ہے۔ جمنا کا کنارہ۔ سبزہ زار کا نظارہ اور
پھر جہاں تمہاری راجدھانی ہوگئی وہاں کی رونق کا کیا پوچھنا ؎
اگر فردوس بر روے زمین است ہمیں است و ہمیں است و ہمیں است
کا قول صادق آئیگا۔

راجہ جدھشٹر نے قدموں پر سر جھکا دیا۔ اور راجہ دھرتراشٹ
نے سینے سے لگا کر رخصت کیا۔ پانڈ سری کرشن جی کے ساتھ روانہ
ہولئے۔ جلو میں ایک قلیل فوج اور مختصر لشکر تھا کھانڈوبن میں پہنچکر
سارے بن کی سیر کی۔ اور آبادی شہر کے لئے ویاس جی کا دھیان
کیا۔ وہاں کیا دیر تھی بیاس جی پل مارتے ہوئے آ پہنچے۔ انہوں نے
قطعہ زمین کی پیمائش کرا کے مجوزہ وسعت کے اردگرد خندقیں کھدوائیں
وسط میں سر بفلک قلعہ تعمیر کرا کے راجدھانی کو اندرپرست کے نام
سے موسوم کیا۔ زمانہ تعمیر میں بیاس جی۔ وبول۔ اترے۔ اگست بست
کرت۔ مہا کرت۔ دھرشی اپنی کشف و کرامات کے کمالات دکھاتے رہے
بس حد ہے کہ راجہ اندر بھی دیوتاؤں کو لئے آ موجود ہوئے اور شہر کی
نفاست و دلکشی دیکھی۔ قلعہ بہت رفیع و وسیع تھا۔ اس کے آس
پاس فوجی پڑاؤ قائم کئے گئے۔ چھاؤنیاں چھائی گئیں۔ ہر طرف
عمارتوں سے ساری زمین ڈھپ گئی۔ خندق کے چاروں طرف

تعمیل تھی۔ جگہ جگہ کوئیں اور باولیاں چپے چپے پر باغ و بوستان
خلاصہ یہ کہ تھوڑے دنوں پیشتر جو جنگل خارزار بنا ہوا تھا۔ دیکھتے
دیکھتے باغ ہمیشہ بہار اور شہر یکتائے روزگار ہوگیا۔ مہاراجہ جدہشٹر
اور اُن کے بھائیوں کے ایوانوں کا کیا پوچھنا۔ ہر قصر جواہر نگار
تھا۔ ہر محل طلاکار۔ اس پر شیشہ آلات فرش فروش کی خوبیاں
طرّہ۔ نقاش عقل میں یہ دستگاہ نہیں۔ کہ اُن کی عجیب و غریب
نفاستوں کی تصویر حرفوں میں کھینچ سکے۔ ہر محل میں جابجا تالاب
تھے۔ حوضوں کا شفاف پانی موجیں مار رہا تھا۔ پائیں باغ کی بہار
تعمیرات کی خوبیوں کو اور بھی لئے اُڑتی تھی۔ کہیں نرپ لیلائی
تعمیر۔ جس میں مہاراجہ جدہشٹر اور پانڈو یا مہمان تاجداروں کے
لئے تفریح طبع اور کھیل تماشے کے لئے عمدہ سامان تیار تھے۔
کہیں چترگڑھ یعنی تصویر خانہ جس میں دیوتاؤں اور تاجداران
زمانہ کی تصویروں اور مجسموں سے نقاشان روزگار و مصوران
فخر دیار کے جوہر دکمالات آئینہ ہوتے تھے

اسی طرح آئینہ خانہ۔ آبدار خانہ وغیرہ کی عجیب ہی دلآویز کیفیت نظر
آتی تھی۔ باغوں کی آراستگی کا کیا کہنا۔ ہر طرف سبزہ زار غنچہ گل کی
بہار طیور خوش الحان کی نغمہ خوانی مرغان نواسنج کی خوش الحانی۔ فصیل
آسمان سے باتیں کرتی تھی۔ اور طلائی برج دوازدہ آسمان سے ٹکر لیتے تھے
جدھر دیکھئے طرح طرح کے استر قسم قسم کے شستر۔ کہیں چکر ہیں۔
کہیں بھالے کہیں تیر کے دھنی رسالے ایک جگہ برچھیاں بجلی کی سی
چمک دمک دکھا رہی ہیں تو دوسری طرف بندوقیں چھپتا ہی جا رہی
ہیں۔ موقع موقع پر لوہے کی بھاری بھرکم شتگھنی یعنی توپیں نصب
قدم قدم پر چوکی پہرے قائم۔ راج کی طرف سے مسافروں کیلئے سرائیں
تعمیر ہوئیں۔ سادھوؤں۔ برہمنوں کے لئے دھرم شالے اطراف و جوانب
کے سیٹھ ساہوکاروں۔ تاجروں۔ سوداگروں نے اونچے اونچے مکانات

بنا کر کھانڈو بن سے راجہ اندر کی راجدھانی بھوگ وتی کو مات کردیا۔ راجہ جدھشٹر نے راج سنگاسن پر قدم رکھا اور اندر پرست کو بہت اقبال سے وہ رونق حاصل ہوئی۔ کہ ہستنا پور سب کی نظروں سے گر گیا +

ادھیائے ۶۶

نارد منی کی اندر پرستہ میں تشریف آوری اور درو پدی کے شبستان کے لیے پانچوں پانڈوؤں کی میعاد خلوت کی تقرری

شہر اندر پرست آباد ہو گیا۔ اس کی رونق و عظمت کے تمام دنیا میں ڈنکے بج گئے۔ ایک روز پانچوں بھائی بڑی محبت کے ساتھ ادھر اُدھر کی گپ شپ ہانک رہے تھے۔ کہ خبر ہوئی شری نارد منی جی تشریف لائے ہیں۔ سب دوڑ پڑے۔ بڑی تعظیم سے لائے۔ بٹھلایا۔ خاطر تواضع کی اور پوچھا:-

"مہاراج۔ آج ہم لوگوں کا کیا بھاگیہ اودے ہوا کہ آپ نے درشن دئیے" +

نارد منی۔ آپ جانتے ہیں کہ میں جہانیاں جہاں گرد ہوں دنیا جہان کی خبریں مجھ سے سُن لیجئے میں نے درو پدی کی خبر سُنی۔ تو آپ کو مبارکباد دینے آ پہنچا ہوں۔ اس کے علاوہ مجھے سند اور اُپسند کی چشم دید کیفیت کا تجربہ بھی یہاں گھسیٹ لایا +

راجہ جدھشٹر۔ میں کچھ نہ سمجھا کہ آپ نے کیا فرمایا۔ کون سند اور

کون سند۔ اور کیسی کیفیت +

ناردمن میں آکاش پرتھی پاتال کا گردیوں دن رات گھومنا ہی کام ٹھیا چنانچہ ایک مرتبہ ایک واقعہ نظر سے گزرا۔ یعنی سند اور مُسند دو بھائی ایک عورت پر دل وجان سے فریفتہ ہوئے۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ میں یہ نور کی تصویر اپنے دل کے چوکھٹے میں جڑوں۔ یہ چاہتا تھا کہ میں آنکھ کی پتلی بناؤں۔ رقابت بڑی ہوتی ہے۔ آخر دو تو میں چل پڑی مارو مار ہوئی اور نتیجہ یہ ہوا کہ دو نا اودھر راہی ملک عدم یہ اِدھر لقمۂ اجل۔ نہ اس کا مطلب ہوا۔ نہ اُس کا مجھے آپ کی شادیوں سے اندیشہ ہوا۔ کہ ایشور نہ کرے۔ کبھی کسی کے دل پر میل آجائے اور گوشت سے ناخن۔ اور لاٹھی مارے پانی جدا ہو۔ اس لئے میں ایک تجویز کرنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ کی مرضی ہو تو کہوں +

راجہ جدھشٹر۔ آپ جو فرمائینگے ہماری بہتری کے لئے ہوگا۔ جو دل میں ہو۔ شوق سے کہہ دیجئے ہم لوگ تعمیل ارشاد کے لئے حاضر ہیں +

ناردمن۔ میں یہ تجویز کرتا ہوں۔ کہ آپ پانچوں بھائی اوقات خلوت کی میعاد مقرر کریں۔ اس میں کبھی رنج وملال کی صورت ہی نہیں ہو سکتی کیا خوب ہو کہ ایک ایک بھائی کے لئے ایک ایک سال کی راتیں مقرر ہو جائیں۔ اس درمیان میں جس کی یکجائی سے دروپدی حاملہ ہو اُسی کی ولدیت اولاد کے نام کے سامنے لکھی جائے۔ اس ایک سال کی میعاد کے اندر جو کوئی رات کو دروپدی کی خوابگاہ میں چلا جائے۔ اُس کی سزا یہ کہ بارہ برس تک صحرا نوردی کرے۔ اس طرح میری رائے میں اصول کی پابندی سے کبھی کوئی نقص نہ واقع ہوگا۔ اور سب بھائی بڑے ہیل میل سے رہ سکینگے۔ رقابت خواہ کسی قسم کی ہو نہایت کٹھن ہوتی ہے۔ اس میں بھائی کے دل میں بھائی کا جوش خون قائم نہیں رہتا۔ اور وہی نظریں پیش نظر ہوتی ہیں۔ جیسی سند اور مُسند نے قائم کیں +

پانڈوؤں نے سرآنکھوں سے ہدایت مانی اور نارد من چلتے پھرتے نظر آئے +

ادھیائے ۶۷

ارجن کا بارہ برس کے لئے بن باس راجہ باسک کی ناگ کنیاں سے شادی۔ پرسرام جی سے فن تیراندازی کی تکمیل

پانچوں پانڈوؤں نے نارد من کے ارشاد کی تعمیل کی اور باریاں مقرر کرلیں راجہ جدھشٹر سب سے بڑے تھے۔ اس سے پیشتر ۔۔۔۔ ان کے شبستان لطف حیات میں دروپدی نے شمع حسن وجمال کی روشنی پھیلائی۔ ایک روز رات کا وقت تھا۔ راجہ جدھشٹر دروپدی کے ساتھ خوابگاہ میں تھے کہ در دولت پر ایک شخص فریادی ہوا فریاد یہ تھی کہ ہمارے گئو کو سنڈے مسٹنڈے چور چرائے لئے جاتے ہیں کسی کی نہیں سنتے۔ اے دھرم وان پانڈو گئو کی رکھشا کرو۔ اور چور کو کئے کی سزا دو +

ارجن فریاد سنتے ہی اس کے پاس آیا اور کہا:۔

مہاراجہ جدھشٹر تو آرامگاہ میں ہیں۔ میں چلنے کو حاضر ہوں۔ ابھی چور کو مزہ چکھاتا گئو کو چھوڑ دیتا ہوں لیکن افسوس یہ ہے کہ میرے ہتھیار اسی آرامگاہ میں ہیں۔ جہاں کسی کو جانے کی اجازت نہیں۔ میں بھی جاؤں تو بارہ برس کا بن باس بغضب ہو۔ اس سے فدا دم لو میں چوروں کو زمین سے کھود کر نکال لونگا +

فریادی۔ واہ مہاراج واہ۔ گھڑی میں گھر جلے اڈھائی گھڑی بھدانا تاتریاق

از عراق آوردہ شود۔ مار گزیدہ مُردہ شود۔ آپ نے خوب کہی چور گئو لے کر بھاگا جارہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ٹھیرو۔ کیا خوب +

ارجن نے لاکھ تسکین دی ہزار سمجھایا۔ مگر فریادی برہمن نے ایک نہ سُنی۔ مجّت پر حجّت کئے گیا۔ اور ایسی کھری کھوٹی سنائیں کہ آخر کار ارجن نے بن باس قبول کیا۔ اور برہمن کی دادرسی اور گئو کی حفاظت سے جان نہ چرائی۔ اور اُسی وقت چادر سے منہ لپیٹ کر جدھشٹر اور دروپدی کی خوابگاہ میں گیا۔ اپنے ہتھیار اٹھالایا۔ برہمن کی رفاقت کی چوروں کو پکڑا۔ گئو چھین کر حوالے کی اور گھر آکر بارہ برس کے بن باس کی ٹھان لی +

راجہ جدھشٹر اور دوسرے بھائیوں نے لاکھ سمجھایا کہ برہمن اور گئو کی حفاظت کر کے جو تم نے دھرم کیا۔ اُس کے مقابلے میں اس بات کی کیا بساط ہے۔ دوسرے تم منہ ڈھانپ کر گئے۔ پھر مضائقہ کیا +

ارجن۔ کچھ ہو۔ جو بات نارد مُنی جی کے سامنے طے ہو چکی ہے۔ میرا عمل کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ اُسی پر رہیگا۔ بھائی صاحب آپ کیوں فکر کرتے ہیں۔ بارہ برس کس شمار اور قطار میں ہیں۔ باتوں میں کٹ جائینگے۔ اور پھر لطف یہ کہ ان ایام میں مجھے تیرتھ جاترا سے جنم سپھل کرنے کا بھی شرف حاصل ہو جائیگا +

راجہ جدھشٹر اور بھیم سین وغیرہ نے ارجن کو بہت سمجھایا۔ مگر اس نے ایک نہ سُنی۔ اور چل کھڑا ہوا۔ پہلا مقام ہردوار میں ہوا۔ وہاں اشنان کرتے وقت کہیں الوپی نامی راجہ باسک کی راجکماری کی آنکھ لڑ گئی۔ وہ ایسے جوان رعنا کو دیکھ کر از خود رفتہ ہو گئی۔ دل آچکا تھا۔ آنکھوں سے صورت ہٹانا ناگوار تھی۔ وہ ارجن کو لے سیدھی پاتال لوک میں پہنچی اور منشائے خاطر ظاہر کیا +

ارجن نے کانوں پر ہاتھ رکھے کہیں ہیں۔ یہ کیا۔ میں تیرتھ جاترا کو نکلا

ہوں ۔ مجھے بیاہ شادی سے کیا واسطہ +

الوپی ۔ اچھا تو پھر آپ تیرتھ جاترا کریں میں یہاں ہیرا چبا کے لیتی ہوں ۔ گلے پر تلوار پھیرتی ہوں ہتیا آپ کے سر ۔ جہاں تیرتھ جاترا کے ادر پھل ہیں وہاں ایک یہ بھی سہی ۔ خیر یہاں سے بھی نواب لوٹ کے جایئے +

ارجن ۔ اس کی سچی محبت دیکھ کر دل پر قابو نہ رکھ سکا ۔ اس کو شادی قبول کرنی پڑی اور سنگے ہاتھوں گندھرب بواہ پر کفایت کی ۔ ارجن کے ہر وقت قدم اُٹھتے تھے ۔ مگر الوپی کا اصرار جنبش نہ کرنے دیتا تھا ۔ آخر ایک چاند کا ٹکڑا پیدا ہوا ۔ جو ارجن اور الوپی دونو کی آنکھوں کا تارا تھا ۔ ارجن کو تیرتھ کرنا تھا ۔ اس لیئے اُس نے بمشکل الوپی سے دامن چھڑایا ۔ اور وعدہ وعید کر کے اچھی طرح تشفی دے کر الوپی کی سچی محبت کو دل سے سراہتا سری پرسرام جی کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ انہوں نے بڑی خاطر داشت کی فنون تیر اندازی سکھلا دیئے ۔ اور ارجن معلومات تیر اندازی میں کمال حاصل کر کے پھر تیرتھ جاترا کیلئے عازم ہوا +

ادھیائے ۶۸

ارجن کی تیرتھ جاترا منی پور میں راجکماری چترانگد سے شادی ببرباہن کی ولادت پانچ السرا ونکی نجات چترانگد کی دوسری بہن سے بھی ارجن کا عقد

ارجن جب پرسرام جی سے رخصت ہوا تو سیدھا انوپ دیش پہنچا

سمندر کے ساحل پر تمام تیرتھوں کے درشن کیئے پھر منی پور کی راہ لی۔ وہاں ایک باغ میں ٹکا سرا کیا۔ اتفاقاً چترا انگدا راجہ منی پور کی راج کماری سکھیوں کے جھمگھٹے میں وہاں آئی ارجن پر نظر پڑی۔ دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ راجہ کو خبر لگی تو راجکماری کی مراد بر آئی۔ راجہ نے فی الفور شادی کردی۔ ارجن ایک سال تک اس آفتاب حسن و جمال سے کلیجے میں ٹھنڈک پہنچاتا رہا۔ اور اپنے نور نظر ببر باہن، کا سکھ دیکھ کر وہاں سے نیمسارن تیرتھ میں آگیا۔ اور وہاں سے سوبھدر تیرتھ میں۔ یہ تیرتھ بڑا متبرک ومقدس تھا۔ سیر گل و گلزار الگ۔ آب وہوا کی بہار الگ۔ دلچسپی مزے کی تھی۔ نظارہ دلفریب تھا ارجن وہاں ٹھہرا اور کہا میں یہاں کے پانچوں کنڈوں میں ضرور اشنان کروں گا۔ وہاں کے لوگوں نے ممانعت کی کہ تیرتھ جاترا کرنے آئے ہو یا جان دینے۔ ان کنڈوں میں ایسے ایسے مگرمچھ ہیں کہ ہاتھی کو بھی نگل جائیں۔ پھر تم کس کھیت کی مولی ہو۔ بس بہت اشنان کر چکے کنڈوں سے ہاتھ دھوو۔

ارجن۔ بھلا ئیں۔ اگست۔ سوبھدر پھو سلوم۔ کارند ھم۔ پھر واج کنڈوں میں اشنان نہ کروں ممکن نہیں۔ مگرمچھ ہیں تو کیا مضائقہ آپ مجھے نہ روکیں نہ ٹوکیں۔ فقط سیر دیکھیں۔

یہ کہہ کر ارجن سوبھدر کنڈ میں اُترا۔ اُترتے ہی ایک مگرمچھ نے ٹانگ پکڑی اور پانی میں سے جانا چاہا۔ ارجن طاقتور اس نے ایک جھٹکا دے کر جو دوڑ لگائی۔ تو خود بھی پانی سے باہر اور مگرمچھ بھی کنارے پر اب تو سب لوگ حیرت میں ہو گئے۔ مگر یہ حیرت ایک چھلاوہ سی تھی اس وقت کا عالم تعجب قابل دید تھا۔ جب دیکھتے دیکھتے وہ خونخوار جانور ایک خوبصورت عورت کی شکل میں نظر آنے لگا۔ اور کانوں میں یہ آواز آئی کہ:۔

اے راجہ ارجن ہم پانچ اپسرائیں ان پانچ کنڈوں میں زندگی کے

دن پورے کرتی اور اعمال بھگت رہی ہیں۔ جراہوالعطر بن کا ایک رشی کو دیکھ کر یہ دھن سمائی۔ کہ بڑا بھگت بنا ہے تو سہی اس کا تپ کھنڈن نہ کر دیا۔ غرور حسن نے کانوں میں پھونک دیا۔ کہ ہاں ہاں ضرور ضرور چنانچہ ہم رشی کے پاس نازو انداز سے پہنچیں۔ خوب نخرے تلے بگھارے نازو کرشمے دکھائے۔ مگر پتھر میں کہیں جونک لگتی ہے رشی جیوں کے تیوں آنکھیں بند کئے بیٹھے رہے۔ ہم پر زعم جوانی کا بھوت غرور حسن کا پڑھا جن سوار تھا۔ اس پر شامت طرہ۔ ان کو خاموش پا کر ہاتھوں سے چھیڑ خانی بھی شروع کر دی۔ اور ایسا زچ کیا کہ آخر رشی جی آگ ہو گئے اور جل کر یہ دعا دی کہ:۔

ہے ایشور یہ پانچوں کی پانچوں نگر مچھ ہو جائیں +

اب تو ہم لوگوں کے اوسان خطا ہوئے۔ حواس چھوٹ گئے۔ قدموں پر گر پڑیں۔ کہ مہاراج معاف کیجئے ہم ابھی ناسمجھ ہیں۔ آپ نے سراپ دے ڈالا آخر ہمارے ادھار کی سبیل۔ مہارشی بولے کہ اچھا تو صبر کرو۔ جس وقت پانڈو کا قدم چھوئے گا اس وقت نجات ہو جائے گی +

چنانچہ شکر ہے کہ آپ نے آج درشن دئے۔ مجھے تو نجات مل گئی۔ اب چار میری ہمجولیاں اور باقی ہیں۔ ان پر نظر عنایت ہو جائے۔ یہ کہکر وہ جو اُٹھی تو بس آکاش پر تھی یہاں ارجن چاروں کنڈوں میں نہایا۔ چاروں اپسراؤں کو دام مصیبت سے آزاد کیا خاص و عام کے نعرۂ مرحبا سنے۔ اور پھر چتر انگدا کے جوش محبت میں منی پور کی راہ لی۔ وہاں دیکھا تو آنکھ کا تارا بیر باہن سب کی آنکھوں کو سکھ دے رہا ہے۔ دل کی کلی کلی کھل گئی +

راجہ منی پور کے کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ اس نے بیر باہن کو گود لے لیا۔ اور اپنی دوسری بیٹی کی شادی بھی ارجن ہی کے ساتھ کر کے دوسرے نور نظر سے بھی مُنہ دیکھا +

ادھیائے ۶۹

ارجن کے ساتھ سری کرشن چندر جی کی بہن سوبھدرا کی شادی۔ اور لبعدہ واپسی اندرپرستھ

ارجن ہستی پور سے روانہ ہُوا تو سیدھا دوارکا جی پہنچا۔ کرشن جی کو خبر لگ چکی تھی۔ اُنہوں نے بڑے شان و شوکت سے استقبال کیا۔ تمام دوارکا چوتھی کی دلہن کی طرح سج گئی۔ ارجن راج محل میں ٹھیرایا گیا۔ رکمنی جی جامونتی وغیرہ کرشن جی کی پٹ رانیوں نے بڑی او بھگت کی۔ مہاراج کرشن دیو کی بہن سوبھدرا نے جونہی ارجن کی دلفریب صورت دیکھی۔ دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور ارجن پہ بھی حسن گلوسوز نے موہنی ڈالی۔ یک نہ شد دو شد کا معاملہ ہُوا۔ دونو طرف آگ برابر لگی ہوئی۔ آخر پھوس کا سامنا ہُوا۔ گندھرب بواہ میں پروانہ و شمع سی بے تکلفیاں بھی ہوگئیں۔ سری کرشن جی دانائے اسرار تھے ان سے بھید کہاں چھپ سکتا تھا۔ سارا راز ان پر فاش ہوگیا اُنہوں نے ارجن سے کہا:۔

بس اب یہاں ٹھیرنے کا موقع نہیں۔ تم سوبھدرا کو لے کر چلتا دھندا کرو۔ نہیں تو بڑی ہوگی ــــ مصلحت کھسک کر جانے میں ہی ہے۔

ارجن نے اس مشورت پر عمل کیا اور وہاں سیدھیاں بھریں تو بھگر میں دم لیا۔ بلرام جی کو اب تک کچھ خبر نہ تھی۔ اُنہوں نے جونہیں سُنا آپے سے باہر ہوگئے۔ فرمایا کہ ارجن جائیگا کہاں۔ تو سہی بولی

بوٹی بوٹی قیمہ کر کے نہ رکھ دوں ؛

بلرام جی کی آتش غضب کے شعلے چہرے سے لپکنے لگے۔ آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگیں۔ کسی کی مجال نہ تھی کہ جلتی ہوئی آگ پر پانی کا ایک چھینٹا بھی ڈال سکے۔ مگر مہاراج کرشن جی نے فرمایا ؛۔

بھائی صاحب۔ خیال تو فرمائیے۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب ملال کی کیا ضرورت۔ آپ کو خواہش تھی کہ سو بھدرا دریودھن کے ساتھ بیاہی جائے۔ سو بھدرا نے ارجن ایسا لائق و فائق شوہر تلاش کر لیا۔ جیسے رشتے میں دریودھن ویسے ارجن۔ اب رہے اوصاف وہ ظاہر ہیں اور زیادہ کیا کہوں ایک زمانہ جانتا ہے۔ کہ دریودھن سے بڑھ کر کوئی بیہودہ آدمی ہی نہیں۔ بس اس سے خاک ڈالیے جس کے ساتھ جس کا سمبندھ لکھا ہوتا ہے۔ اُس سے ہو جاتا ہے ؛

بلدیو جی کا غصہ تو فرد نہ ہوا۔ مگر ہاں یہ سمجھ کر چپ ہے۔ کہ یہ سب کرشن جی کی کارستانی تھی ؛

ارجن اس وقت تک بھکر ہی میں تھا۔ اس کے بارہ برس ہو لئے ہو چکے تھے۔ لہٰذا اس نے نارد کے حکم کی تعمیل کر کے وطن (اندر پرستھ) کی راہ لی۔ وہاں پہنچا تو بھائیوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ ان کی خوشی کی انتہا نہ تھی کیا کنتی کیا دروپدی کیا اور رانیاں جس نے دیکھا سو بھدرا پر نچھاور ہو گئیں اور آنند میں آنند بڑھ گیا ؛

ادھیاے ۰۷

دروپدی کے بطن سے پانچ فرزندوں کی پیدائش اور سو بھدرا سے ابھمنو کی ولادت

جب ارجن سو بھدرا کو لے کر حمست ہوا۔ تو سری کرشن جی نے اپنے

پتنا لبسدیوجی سے تذکرہ کیا کہ سمبندھ جس سے ہونا تھا ہو گیا۔ دونو دام محبت میں اسیر تھے۔ دونو گرفتار الفت ہوگئے مگر ہمارا فرض جو ہے اس سے ہم کیوں چونکیں مناسب ہے کہ باضابطہ و باقاعدہ شادی کرلی جائے۔ لبسدیوجی کو مشورہ پسند آیا۔ اُنہوں نے تمام دان جہیز ہاتھی۔ گھوڑے۔ لونڈیاں۔ باندیاں دے کر کرشن جی اور بلدیوجی کو ہستناپور کی طرف روانہ کردیا۔ پانڈووں نے آمدآمد کی خبر سُنی۔ توڑے شاہی انتظام سے استقبال کیا۔ سب کو شاہی ایوانوں میں ٹھیرایا۔ کرشن چندر اور بلرام جی کے ارشاد سے ارجن اور سوبھدرا کی باقاعدہ شادی ہوئی۔ جہیز میں دس ہزار ہاتھی دیے گئے۔ جن پر زربفت کی جھولیں پڑی ہوئی تھیں۔ اتنے ہی گھوڑے مع ساز و یراق زرین مرصع زیوروں سے آراستہ پیشکش کیے گئے۔ پالکیوں نالکیوں لونڈی باندیوں کا شمار ہی کیا بلدیوجی تو فرائض شادی ادا کرکے دوارکا سے کھسک گئے۔ سری کرشن چندرجی کو پانڈووں سے خاص محبت تھی اُنہوں نے قیام کیا کچھ دنوں کے بعد سوبھدرا کے بطن سے ابھمنو کا ظہور ہوا خوب جشن اور جلسے ہوئے ابھمنو کو دیکھ دیکھ..... کر کرشن جی بہت ہی خوش ہوتے تھے۔ اس کا چاند سا مکھڑا سب کے دلوں پر موہنی ڈالتا تھا۔

مہارانی دروپدی پنج کنیاؤں کی سرتاج کا مرتبہ سب رانیوں سے افضل تھا۔ ایشور نے اسے بھی پانچ آنکھ کے تارے دئے:

(۱) پرت بند۔ راجہ جدھشٹر سے (۲) ست سوم۔ بھیم سین سے (۳) سرت کرت۔ ارجن سے (۴) ستانیک۔ نکل سے (۵) سرت کرما سہدیو سے:

یہ پانچوں خمسۂ نظم جہانداری و حواس خمسۂ شہریاری بڑے صاحب لیاقت بڑے صاحب طاقت ہوئے۔ ان کے کارہائے نمایاں کا نظارہ اُس وقت ناظرین کی نگاہوں میں پھر جائیگا۔ جب مہابھارت کے موقع پر یہ میدان کارزار میں سربکف و خنجر بکف ہونگے:

ادھیائے ا۷

اگن دیوتا کی حاضری۔ کھانڈو بن جلانے کی درخواست سری کرشن جی کی منظوری اور ارجن کے ساتھ روانگی

جمنا کا کنارہ ہے۔ اور لب ساحل ایک عالیشان ایوان شاہی بلندی وہ کہ آسمان دیکھے تو آفتاب کی پگڑی زمین پر آرہے وسعت وہ کہ پیک قیاس تھک جائے۔ نقش و نگار سے باغوں کے گل بوٹے مات۔ درو بام سے برُوج فلک شرمندہ۔ آراستگی نورٌ علےٰ نور۔ ہر ہفت عروسی گرد۔ شیشہ آلات سے دن کو بھی تاروں بھری رات کا عالم تھا۔ فرش وہ جس پر پاے نظر پھسلے۔ الیسا محل اور ایسی آرائش و زیبائش اسی میں ایک روز سری کرشن جی مہاراج ارجن کے ساتھ چوسر کھیل رہے تھے۔ ادھر یہ تفریحی دلچسپی تھا اور ادھر دریاے جمن (جمنا) کا دلفریب نظارہ۔ کچھ آنند ہی اور تھا۔ دفعتہً دیکھتے کیا ہیں۔ کہ ایک برہمن سامنے کھڑا ہوا ہے۔ کرشن جی انتر جامی تھے۔ فوراً اصلیت جان گئے۔ پوچھا۔ کیوں؟ اگن دیوتا جی۔ اس وقت چاند کدھر نکلا۔ تکلیف کا باعث؟

اگن دیو۔ کیا کہوں۔ ایک مرض میں گرفتار ہوں۔ بھوک بالکل مرگئی ہے۔ کھایا تو نہیں جاتا۔

سری کرشن جی۔ یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ اہل دنیا اسی پیٹ کی آگ کو روتے ہیں۔ نہ پیٹ ہوتا۔ نہ بھوک لگتی۔ تو یہ سارا اڈنبر کچھ بھی نہ ہوتا۔ آپ کو بھوک پیاس کی ضرورت کیا۔ دوسرے میں ڈھونڈتر

نہیں کہ دوا دوں؛

اگن دیو۔ آپ مسخرے میں اُڑاتے ہیں۔ یہاں جان سوکھی جاتی ہے کہ نتیجہ کیا ہوگا آپ مذاق میں نہ ٹالیں میرا علاج دھونتر سے نہ ہوگا بلکہ اُس سے جس نے دھونتر کو پیدا کیا ہے۔ ایشور کے لئے ذرا پوری بات تو سُن لیجئے؛

سری کرشن جی۔ شوق سے فرمائیے مَیں ذوق سے سنونگا۔ یہ تو کہئے کہ معاملہ کیا ہے۔ پہیلی بجھانے کی ضرورت نہیں؛

اگن دیو۔ مہاراج۔ راجہ سنیک کے یہاں جگیہ تھا۔ جگیہ تھا یا آفت مہادیوجی نے بارہ برس تک ہون کی آگ میں گھی ہی کی مار کرادی۔ بارہ برس تک گھی ہی گھی پیتے پیتے آخر بیماری اُٹھ کھڑی ہوگئی اور دل سخت پریشان ہوا پہلے مَیں برہماجی کی خدمت میں پہنچا۔ کہ مہاراج کچھ علاج بتائیے۔ اُنہوں نے سنتے ہی کہا کہ اس کا علاج اور کوئی نہیں کھانڈوبن کو سواہا کرو۔ تب تندرستی حاصل ہونا ممکن ہے؛

کھانڈوبن وہ جنگل ہے۔ جہاں قدرتی طور پر آپ سے آپ سنجیون کی سی تاثیر کی جڑی بوٹیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کے استعمال سے عارضے کی جڑ تک جاتی رہیگی۔ برہما کے اس کہنے پر مَیں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ کہ آپ کھانڈوبن کے جلانے میں مدد دیں۔ ورنہ جان کی خیر نہیں؛

مگر ہاں خوب یاد آیا۔ ذرا یہ بھی خیال رہے۔ وہاں راجہ اندر کے رفیق و شفیق تکشک ناگ کی سکونت ہے اور جب کبھی آگ گرمی دکھاتی ہے۔ تو میگھ راج پانی کے دو ٹکڑے برساکر انگاروں کو راکھ کردیتے ہیں۔ سری کرشن جی نے ایک قہقہہ لگایا اور ارجن کے زانو پر ہاتھ دے مارا اور کہا " ارجن کچھ سُنا کیا دل لگی بات ہے"؛

ارجن۔ آخر مرضی مقدس کیا ہے۔ ارادہ تو کہئے اُٹھوں؛

سری کرشن جی ... ہی رہے۔ آخر اگن دیو نے بڑی عاجزی کے ساتھ کہا،

مہاراج آپ کو سب قوت ہے۔ کہاں گرڑ کہاں دیوتاؤں کا راجہ اندر۔ مگر آپ نے گرڑ کے سامنے اندر کا سر نیچا ہی کر کے دکھا دیا بس حد ہے کہ گرڑ جی کی پوجا کرنی پڑی۔ اس وقت میں بھی چشم ترحم کا مستحق ہوں۔ کرپا کیجئے ؛

سری کرشن جی۔ (ارجن سے) کہو۔ کچھ جرأت ہے ؛

ارجن۔ میں آپ کے ساتھ ہوں تو جرأت کا کیا پوچھنا ؛

سارے کھانڈ کو اک ہاتھ سے چکر دوں میں۔

چلیئے اُٹھیئے۔ ناچیز ارجن کا قدم کبھی آپ کے اقبال سے پیچھے نہیں پڑتا۔ ہاں اس وقت شرف ہے۔ کہ آپ کے پیچھے پیچھے چلوں ؛

سری کرشن جی فوراً ہی اُٹھ کھڑے ہو گئے۔ ارجن بھی ساتھ ہو لیا دائرہ حکومت سے باہر آئے تو ارجن کو کچھ اور خیال آیا۔ اُس نے اگن دیو سے کہا کہ آپ لئے تو جاتے ہیں خصوصاً اس کام کے لئے جس میں دانتوں پسینہ آجائے۔ پھوکٹ میں یہ کام ہوتے نظر نہیں آتا۔ آپ تو لائے اپنا اکشئے تیر۔ برن دیوتا سے منگوائے گانڈیو دھنش بشوکرماں سے لیجئے۔ کپی دھماو الارتھ تب کارج سدمہ سمجھئے ورنہ جاؤ کہ ہم بھی پاؤں کے لچھن چھڑا آئے ہ

اگن دیوتا۔ بس اتنی بات۔ ابھی ابھی لیجئے۔ مجال کیا جو دیر ہو ؛

یہ کہکر اگن دیوتا نے سب کا دھیان کیا۔ فوراً برن دیوتا نمودار ہو گئے۔ اپنا گانڈیو دھنش دیا۔ راجہ سومدت کا وہ ترکش پیش کیا۔ جس کی یہ تعریف تھی۔ کہ کبھی تیروں سے خالی نہ ہو۔ اس کے بعد بشوکرماں بھی رتھ لئے ہوئے آموجود ہوئے رتھ کیا تھا جواہرات اور سونے کا ایک آسمانی برج تھا۔ جس پر سب سوار ہو کر کھانڈو بن کی طرف چل پڑے۔ رتھ کے گھوڑے سفید (نقرہ) تھے۔ وہ اڑے تو پھر سمند خیال بھی پیچھے رہ گیا ؛

ادھیائے ۲۷

کھانڈو بن میں آتشزدگی اندر کی حفاظت میں ناکامیابی

کھانڈو بن چاروں طرف سے گھر گیا۔ پچھم کی طرف سری کرشن جی چکر لیے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ دکھن کی طرف ارجن گانڈیو دھنش لیکر ڈٹ گیا اگن دیو نے پورب کا ناکا روکا۔ پون دیو نے اتر کی طرف کا گھیرہ لیا۔ یہ گھیراؤ دیکھ کر تکشک ناگ تو سری کرشن جی کا درشن کر کے لڑکوں بالوں کو لئے ہوئے لمبا پڑا۔ آنچ نہ آنے پائی۔ اِدھر ارجن نے تیروں کا چھپر چھا دیا۔ ہوا کو بھی آنے جانے کی راہ نہ تھی۔ اب اگن دیو نے بن میں آگ لگادی۔ پون جی نے آگ کو اور ہوا دی۔ اب شعلہ زنی کا کیا ٹھکانا۔ ہر طرف آگ ہی آگ تھی اور شعلے ہی شعلے۔ جو پشو پکشی (چرند و پرند) تھے سب جان بچانے کے لئے ادھر اُدھر بھاگے مگر وہاں راستہ کہاں۔ آخر اندر کو خبر ہوئی۔ اس نے آگ بھبوکا ہو کر ۹۹ کروڑ میگھ مالاؤں کو موسلا دھار پانی برسانے کا حکم دیا۔ بن میں مینہ کی جھڑی لگی۔ پھٹ پھٹ کر پانی برسا۔ مگر ارجن کے تیروں نے وہ چھپر چھا رکھا کہ زمین پر ایک بوند کا بھی نام و نشان نہیں۔ بس یہی معلوم ہوتا تھا کہ گرم توے پر بوند پڑ رہی ہے۔ اور پڑتے ہی غائب۔ راجہ اندر کی طرف سے گندھرب ارجن کے چھائے ہوئے تیر کے چھپروں کو تہس نہس کرتے تھے۔ مگر ارجن پھر جیسے کا تیسا کر دیتا تھا جب گندھربوں کی ایک نہ چلی کچھ دال نہ گلی تو دانت کھٹکھٹا کر مقابلے کو آ گئے۔ مگر ارجن نے وہ ہاتھ دکھائے کہ سب لوگ دم بھاگ نکلے۔ کھانڈو بن میں ایک دانو کی بھی سکونت تھی۔ اس کا نام تھا میاسر۔ اس نے جو یہ رنگ ڈھنگ دیکھا تو زمین بوس ہوتا ہوا ارجن کی

خدمت میں حاضر ہؤا اور جاں بخشی چاہی۔ ارجن نے سایۂ عاطفت
میں لیا۔ اس کی ہیکڑی گرد برد ہو گئی۔ جس وقت ارجن کی طاقتوں
ایک کرشمہ نظر سے گزرا وہ حیران تھا کہ اکیلا ارجن اور اس نے گندھربوں
کی عظیم طاقت کو پس کے رکھ دیا۔ گندھرب جان توڑ کر لڑے۔ مگر
آخر سر پر پاؤں رکھ کر بھاگے۔ کسی کی بھی پیش نہ گئی۔

ادھیائے ۳۷

کھانڈو بن کے جلنے کے بعد کے متفرق حالات

جب کھانڈو بن سے جان بچا کر گندھرب وغیرہ بھاگے تو سیدھے
راجہ اندر کے پاس پہنچے۔ آتشزدگی اور بربادی کا حال سُنایا۔ اندر
انگاروں پر لوٹے آگ ہو گئے۔ کہا کہ دیکھو ابھی میں خود جاتا ہوں اور
فساد کی جڑ میں آگ لگاتا ہوں۔

یہ کہکر اندر جی بڑے زعم و غرور میں مست غصے میں بھرے ہوئے
ایراوت ہاتھی پر سوار کھانڈو بن کی طرف چلے۔ جونہی قدم اُٹھا کہ آکاش
بانی ہوئی۔

راجہ اندر کس خیال میں ہو۔ سری کرشن جی اور ارجن نر نارائن
ہیں۔ اُن سے تم کو تاب مقابلہ؟ مجال کیا جو کبھی سر ہو۔ ایسا نیچا دیکھو
کہ عمر بھر سینکتے نہ بنے۔

راجہ اندر اس آکاش بانی سے چونکتے ہوئے۔ ان کے غرور و
تکبر زعم و طاقت کا نشہ اُتر گیا۔ سری کرشن جی کی خدمت میں حاضر
ہوئے۔ سامنے ارجن تھا۔ اس کی قوتوں کی بڑی تعریف کی اور سری
کرشن جی مہاراج کا درشن کر کے جن پیروں سے آئے تھے انہیں
سے واپس چلے گئے۔

کھانڈو بن کی آتشزدگی وُہ تھی جس نے راجہ اندر کے ہاتھوں کے طوطے اُڑا دیئے لاکھ زور لگایا مگر ایک نہ چلی۔ تمام ذیروح کیا پرند کیا چرند سب راکھ ہوگئے۔ صرف سری کرشن جی کے درشنوں کے طفیل تکشک ناگ بال بچوں سمیت بچ نکلا یا باقی اور جو بھگوان کرشن دیو کی کرپا سے بچ رہے وہ چار پرند تھے۔ باقی سب سواہا ❖

تکشک ناگ کا بیٹا اندرسین کبھی نہ بچتا۔ مگر نہیں اس کی ماں اپنے کلیجے کے ٹکڑے کو کلیجے سے لگا کر بھاگی کہ اتنے میں ارجن کا بان پہنچا۔ ماں تو وہیں ٹھنڈی ہوگئی۔ اندرسین تلوہ بچ گیا اور ہوش سنبھالا تو ارجن کے خون ہی کا پیاسا بن بیٹھا۔ پہلے کچھ پیش نہ گئی۔ مگر ہاں جب ہاتھ پاؤں ہونگے۔ تو مہابھارت میں ارجن کے سامنے خم ٹھونک کر بہادران زمانہ کو ناکوں چنے چبوا دیگا ❖

کھانڈو بن میں پندرہ دن تک آگ سلگتی رہی سب درخت راکھ کے ڈھیر ہوگئے۔ ذیروحوں میں سے کوئی جانبر نہ ہوسکا۔ سارا جنگل کا جنگل صفایا۔ مے دانو راچھس ارجن کی پناہ میں جان بخشی کا شکر گزار تھا۔ اس نے جنگل کو صفاچٹ دیکھ کر کہا کہ آپ نے میری جان بچائی۔ آپ کے اقبال سے دانو کے گروہ کی سرغنائی حاصل ہے۔ فن تعمیرات میں لسوکرماں کا نقطۂ مقابل ہوں۔ جیسی تعمیر کا حکم ہو اس سے اچھی تیار کردوں۔ سری کرشن جی اور ارجن مے دانو کو لئے ہوئے اندرپرست میں واپس آئے۔ راجہ جدھشٹر اس کارنمایاں سے بہت خوش ہوئے مے دانو کی قدردانی کی۔ اس کے انتظام میں نئی نئی تعمیرات سے راجدھانی کو اور رونق حاصل ہوئی اور مہابھارت کے آدپرب کے آخری زمانے کا ہنسی خوشی سے خاتمہ ہوُا ❖

آدپرب ختم

مہابھارت

حصہ دوم

سبھا پرب

ادھیائے ا

سری کرشن جی کا مے دانو کو اندرپرست کی تعمیرات کے لئے ارشاد

آدپرب ختم کر کے بشم پاین جی نے سبھا پرب کا آغاز کیا اُن کی زبان سے جو گل فشانی ہوئی۔ اس کا سلسلہ حسب ذیل تھا یعنی جب کھانڈو بن میں سری کرشن جی کی نظر ترحم اور ارجن کی چشم کرم سے مے دانو کی جان بچ گئی۔ تو وہ نہایت ہی شکر گزار و احسانمند ہوا۔ اس نے دست لبستہ درخواست کی کہ کبھی کسی خدمت لائقہ کا ارشاد ہو کہ جس میں جان بخشی کے عوض کچھ تو خدمت سے عظمت حاصل کر لوں ؟

ارجن۔ مجھے کسی چیز کی خواہش نہیں۔ ایشور کا دیا سب کچھ

موجود ہے۔ پھر فضول کیا تکلیف دوں۔ تم عوض معاوضے کی فکر نہ کرو
یہاں معاوضے کی نہ کبھی خواہش ہوئی اور نہ ایشور کرے کبھی ہو۔

مے دانو۔ ایشور آپ کی اس نیت خیر کو برکت دے۔ مگر اس میں
مضائقہ کیا ہے۔ اگر آپ کوئی کام مجھ سے لیں بھلا میں اپنی جان
کا معاوضہ کیا دے سکتا ہوں۔ مجھ میں یہ لیاقت و دستگاہ کہاں۔ مگر
ہاں خواہش یہ ہے کہ کچھ اپنا جوہر ہی دکھا دوں۔ آخر جو فن حاصل
کیا ہے۔ وہ کس دن کام آئیگا۔

ارجن۔ تجھے کس فن میں کمال ہے کون جوہر دکھانے کی خواہش ہے۔

مے دانو۔ یوں تو میں محض ناچیز ہوں لیکن جس طرح دیوتاؤں
میں بسوکرماں شلپ بدیا (فن تعمیرات) میں کامل ہیں۔ اسی طرح
مجھے بھی اس فن میں مہارت حاصل ہے۔ راچھسوں کی عمدہ
عمارتیں انہیں ہاتھوں کی بنائی ہوئی ہیں۔ جو آپ کے چرن چھونے
سے ممتاز ہو رہے ہیں۔

ارجن۔ مجھے تمہارے کمالات سُننے سے بڑی خوشی ہوئی۔ مگر
میں کوئی فرمائش نہیں کر سکتا۔ ہاں سری کرشن جی کی جو مرضی مقدس
ہو وہ مقدم۔

مے دانو۔ (سری کرشن جی سے) مہاراج کچھ ضرور ارشاد ہو۔
خدمتگزاری کے بغیر میں اپنی زندگی کو ہیچ سمجھونگا۔

سری کرشن جی۔ تمہاری ایسی ہی مرضی ہے تو خیر مہاراجہ جدھشٹر
کے لئے ایسی راج سبھا (دربار شاہنشاہی) تعمیر کر دو۔ جس کا دُنیا
کے پردے پر جواب نہ نکلے اور فن عمارت یادگار زمانہ ہو۔

مے دانو نے قدموں پر سر جھکا دیا۔ ارشاد اقدس کی تہ دل سے
شکر گزاری کر کے عرض کی!۔

وہ عالیشان عمارت بنے کہ آدمی تو آدمی دیوتا تک دیکھ کر حیران
رہ جائیں کہیں ایسا شاہی دربار کسی نے خواب میں بھی نہ دیکھا ہو۔

بات طے ہو گئی۔ سلسلہ کلام منقطع ہو گیا۔ اب سری کرشن جی اُٹھے اور سب کو لئے ہوئے سیدھے راجہ جدھشٹر کے پاس پہنچے راجہ جدھشٹر نے سری کرشن جی کا بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ آنکھیں فرش کر دیں۔ پلکیں بچھا دیں۔ تلیوں نے سر پر بٹھایا۔ گردن قدموں پر جھک گئی۔ مزاج پرسی وغیرہ کے بعد سے دانو کے کمال اور تجویز تعمیرات کی بات چھیڑی۔ راجہ جدھشٹر بہت خوش ہوئے اور مے دانو سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اچھا کیا مضائقہ۔

تجویز پختہ ہونے پر راجہ جدھشٹر نے برہمنوں کو کھیر کھلائی اور مے دانو نے ایک بہت ہی پُر فضا اور وسیع مقام پر دس دس ہزار ہاتھ کی پیمائش سے درباری نشستگاہیں بنانے کا آغاز کر دیا۔

یہ قطعہ زمین جمنا جی کے کنارے پر واقع تھا۔ جسے اندر پرستہ (عرف دہلی) کا لقب حاصل ہوا۔ ادھر تعمیر ایوانات کا کام شروع ہوا۔ ادھر سری کرشن جی دوارکا جی کی طرف عازم ہوئے وہاں خیر و عافیت سے پہنچے اور ارمنے دلوں کے بچھڑوں سے ہنسی خوشی ملے۔

ادھیائے ۲

مے دانو کے ہاتھ سے اندر پرستہ کی تعمیر

مے دانو درخواست منظور ہونے سے نہایت خوش ہوا۔ اس نے ارجن سے اجازت مانگی کہ میں ضروری سامان لینے جاتا ہوں۔ آپ حکم دیں۔ میں نے عرصہ گزرا کہ برکھ پرودیت کے لئے کیلاش کے اُتر کی طرف میناک پہاڑ پر ایک راج دربار تعمیر کیا تھا۔ جس کی نظیر زمانے میں نہیں۔ اس میں بہت جواہر و الماس صرف ہوئے

میں چاہتا ہوں کہ آپ کے دربار کو بھی جواہر خانہ بنا دوں چنانچہ بندو سر کا
خزانہ الماس و جواہر سے اب بھی بھرا پڑا ہے تمام دنیا کی نفائسات اس
کے قبضے میں ہیں۔ یہی نہیں بلکہ ایک بہت ہی وزنی اور دشمن کش
گدا بھی اس کے پاس ہے۔ جس کی چوٹ سہنا تو درکنار کوئی سامنے
ٹھیر نہیں سکتا۔ جس طرح دھنشوں میں گانڈیو دھنش ہے۔ جو تمام
استروں اور شستروں سے اوصاف میں فائق مانا گیا ہے جس
پر مخالف کے ہتھیار کارگر ہی نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح وہ گدا بھی ہے
اس کو برکھ پرو ادیت سے لاکر بھیم سین کے ہاتھ میں دونگا۔ کہ اس
کی زینت ہو۔ آپ کی نذر کے لئے میں نے ایک سنکھ تجویز کیا ہے۔
جو اسی دیت کے پاس ہے۔ چنانچہ میں جاتا ہوں اور سب چیزیں
ڈھونڈے لاتا ہوں۔

ارجن نے خوشی سے اجازت دی اور مے دانو وہاں سے ہوتا ہوا
سیدھا کیلاش پربت کی طرف چلا اور آندھی کی طرح دم میں جا پہنچا جس
جگہ راجہ بھاگیرتھ نے گنگا جی کے آکاش سے لانے کو مہادیو جی کی تپشیا
میں مدتیں گزاری تھیں اور جہاں دکش پرجاپت کا وہ عظیم الشان جگیہ
ہوا تھا۔ جس کی یادگار ستی جی کے واقعہ نے صفحہ روزگار پر قائم کردی
ہے۔ مے دانو نے وہاں سے گدا حاصل کیا سنکھ ہتھیایا جواہرات
کے انبار ڈب میں سے کئے اور انہیں ہیروں واپس آکر گدا بھیم سین
کو نذر کردیا۔ سنکھ ارجن کے پیشکش کیا اور فن تعمیرات کا کمال دکھانے
کے لئے ہتھیلی پر سرسوں جما کر ایسی عمارتیں کھڑی کردیں کہ سری کرشن
جی کی سودھرماں سبھا کی خوبیاں گردبرد ہو گئیں۔ عالیشان عمارت
عجیب و غریب اور اعلےٰ صناعی کا نمونہ تھا۔ دالان کے اندر ایک
سے ایک خوبصورت دالان۔ در و بام میں انتہا سے زیادہ نفاست
صحن میں باغ و بہار کی کیفیت۔ جا بجا صاف و شفاف حوض اور
نہریں جن میں چاندی کی طرح چمکتے ہوئے پانی پر کنولوں کا مستوں کی

طرح جھومتا عجیب لطف دکھاتا تھا اور جن کی سیڑھیاں جواہرات
کی پچکاری اور الماس و عقیق کے نقش و نگار سے آنکھوں میں چکا چوند
پیدا کر کے پالے نظر کو جمنے نہ دیتی تھیں۔ جو ضوں میں رنگ رنگ کی مچھلیاں
چھوڑی ہوئی تھیں۔ جن کی شوخیاں نازنینان پری جمال و مہوشان
بہرستان کی چہلوں کو شرماتی تھیں۔ کیا در و دیوار کیا سقف و
بام سب جواہرات سے جڑے ہوئے تھے۔ دن کو آفتاب کی
کرنیں عقیق و الماس پر نظر ٹھیرنے نہ دیتی تھیں۔ رات کو ان کے
نور کی تڑپ چاندنی رات کا مزہ دے جاتی تھی۔ صحنوں میں نہریں موجیں
مارتی رہتی تھیں۔ جن کے فواروں کا چمکتا ہوا پانی اچھلتا اور گرتا ایسا بھلا
معلوم ہوتا تھا کہ کلیجہ تر ہو جاتا تھا۔ باغوں کی بہار کا کہنا۔ چمن بندیوں
میں خاص نفاست روشوں پر غیر معمولی لطافت۔ جگہ جگہ پر سنگ مرمر
کی پٹریاں موقع موقع پر رنگ رنگ کے پتھروں کا فرش حسب ضرورت
روشن پٹریوں میں بھی نسبت کا کام۔ جڑاؤ کا سارا ڈھنگ جواہرات
ہی جواہرات زمین پر بچھے معلوم ہوتے تھے۔ درختوں کے ہجوم کا کیا
کہنا زمین چھپی ہوئی تھی۔ مرغان خوش الحان ہری بھری پھولی پھلی شاخوں
پر چہکتے اور رنگ رنگ کے پھول مہکتے تھے۔ کہیں مور حسن صورت
کے غرور میں زمین پر پاؤں نہ رکھتے۔ ادھر سے اُدھر اُدھر سے
ادھر پھرتے تھے۔ مینائیں میٹھی میٹھی بولیوں سے دلوں کو رجھاتی
تھیں۔ طوطیاں رس بھری آواز سے نغمہ و نغز اسنماتی تھیں۔
سارس حسیناں کبک خرام کی طرح ناز و انداز سے چلتے تھے۔ ہنس
نازنینان گل اندام کی طرح اٹھلاتے ہوئے روشوں پر ٹہلتے تھے چکوروں
کا خرام ناز دلوں کو لبھاتا تھا۔ لالوں کی ترانہ سنجی پر دل لوٹ ہوا جاتا تھا۔
ادھر کبکوں کے قہقہے اُدھر بلبلوں کے چہچہے۔ کچھ عجیب ہی دل خوش
کن بہار تھی۔ اہل شہر کی طبیعت گلزار تھی۔ راج سبھا کی زینت و آرائش
سے صناع خرد کی عقل دنگ تھی۔ صنعت کیا تھی طلسم نیرنگ

تھی۔ چاروں گوشوں پر برنج خاک سے بڑھیا طلائی میں جن پر خوشنما
گنگا جمنی کلس آسمان سے باتیں کرتے اور آفتاب عالمتاب
کو چمک دمک سے نیچا دکھاتے تھے ہر کنگرہ جواہرات سے
ایک کرۂ نور نظر آتا تھا کوسوں تک آنکھوں میں چکا چوند پیدا کرنے
والی روشنی پھیلی رہتی تھی۔ دروازے سر بفلک۔ محرابیں سنہری
نقش و نگار اور نیلم و الماس لعل اور پکھراج کے رنگا رنگ جواہرات
سے دودھ کے چاندنی کی ہمشکل اور ماہ دو ہفتہ کی طرح روشن۔ دالانوں
سے شیش محل گرد تصویر خانے مات۔ محرابوں میں رنگ رنگ کی
خوشنمایاں۔ شیشہ آلات مطلّا و مرصّع آویزاں۔ جھاڑ فانوس
مردنگ وغیرہ سے ہر جگہ عالم نو کہیں اطلس کہیں مخمل کا فرش۔ کہیں
خوبصورت قالین۔ کہیں زرکار مسندیں ہر نشستگاہ میں جڑاؤ
سنگاسن۔ صف بصف قطار قطار گنگا جمنی کرسیاں چبوترے
جواہر نگار سونے کے کٹہروں میں مہین مہین جالیاں جن میں موقع
موقع پر یاقوت و الماس کے بیل بوٹے جا بجا مرصع فوارے۔ جن
کے چمکتے ہوئے پانی کا ننھے ننھے ہرے بھرے پودوں کی طرف
جھکاؤ۔ درخت تمام ثمردار و بار آور جامن۔ انار کھجور۔ ناریل سیب
انگور۔ وغیرہ ہزار ہا اقسام کے درختوں کے بوجھ سے زمین دبی جاتی
تھی۔ باغ میں میوہ پٹا پڑا تھا۔ باغوں کے وسط میں اعلےٰ سے اعلےٰ
صناعیاں دکھائی گئی تھیں۔ روشوں میں وہ طلسم کیا تھا کہ موجیں مارتے
لہراتے ہوئے پانی کی چادر کا دھوکا ہوتا تھا۔ یوں بالکل زمین خشک
کہیں روش پڑی بالکل خشک نظر آتی تھی۔ مگر جہاں پاؤں رکھا جلد
مٹی بدگئی۔ کسی مقام پر ایسی کاریگری سے دروازے کی ہیئت دکھائی
گئی کہ اہل شہر دھوکا کھا کر اس سے گزرنا چاہے۔ مگر وہاں دراصل
دروازے کا نام و نشان نہیں۔ ہاتھ سے ٹٹولا تو دیوار کے سوا اور
کچھ نہ تھا۔ غرض یہ کہ ایسی ایسی نہ معلوم کتنی صنعتوں سے راج

دربار فردوس نگار بنایا گیا۔ اور نہ جانے کتنی نیرنگ وطلسمات اس کی نفاست کے کام میں لائے گئے۔ دروازوں پر زرکار چلمنیں موتی کی جھالروں کی چقیں سامنے کے رُخ زرکار منقش شامیانے۔ دیواروں پر باسمقع کا مدار ریشمی جھنڈیاں خلاصہ یہ کہ مے دانونے اس عمارگی سے عجیب وغریب عمارت کھڑی کردی اور گوشے گوشے کو ایسی خوبی سے آراستہ کردیا کہ اندر بن ملٹی ہو گیا۔ نندن بن کی خوبیاں گرد برد ہو گئیں۔ پانچوں پانڈو الوانات شاہی اور راج سبھا کی خوبیوں پر عش عش کر گئے مے دانو کے کمالوں کو ہزار زبان سے سراہا بود و باش کے لئے اپنی اپنی پسند کے موافق الوان لے لئے۔ اور وہیں بڑی ٹھاٹھ باٹ سے رہنے بسنے لگے۔ مہارانی کنتی بہوؤں کا سکھ دیکھتی تھی۔ اور پانچوں بیٹوں کی سعادت۔ شاہی شان وشوکت اور نیک خصلتی سے اس کا کلیجہ ہاتھ بھر کا تھا॥

ادھیا ۳

اندر پرستھ میں نارد منی کی تشریف آوری۔ راجہ جدھشٹر کی راج سبھا کی نفاست پر اظہار مسرت۔ دیوتاؤں کی راج سبھاؤں کا تذکرہ راجہ پنڈو کا پیغام۔ راج سویہ جگیہ کی ہدایت

ایک دن سری نارد جی گھومتے گھامتے راجہ جدھشٹر کے یہاں

رونق افروز ہوئے نارد مُن تشریف لائے تو تعظیم و تکریم کا کیا پوچھنا۔ جدھشٹر نے قدموں پر سر جھکا دیا۔ ہاتھوں ہاتھ لائے۔ جواہرات سے جڑے ہوئے سنگاسن پر جگہ دی اور بڑے ادب سے ہاتھ باندھے ہوئے سامنے کھڑے ہو گئے۔ نارد مُن نے راج سبھا اور آس پاس کے شاہی محلوں کی زیب و زینت رونق و آرائش دیکھی تو آنکھیں کھل گئیں۔ ایک ایک چیز کو نظر حیرت سے دیکھنے لگے۔ جس طرف نظر جاتی تھی۔ پلٹنے کا نام نہ لیتی تھی۔ اِن کا دل خوش ہو گیا۔ طبیعت پھڑک گئی۔ بولے کہ

مہاراجہ جدھشٹر آپ نے عمارتیں تو ایسی بنوائیں کہ آج تک دیکھنے میں نہ آئیں۔ کیا مِرگ لوک کیا اندر لوک کیا بُرن لوک سب جگہ گھومتے گھامتے سب کی سیر دیکھتے دیکھتے اتنی عمر ہوئی۔ مگر ایسی عجیب و غریب عمارتیں آج ہی دیکھنا نصیب ہوئیں۔ راجہ اندر کی سبھا جسے پشکر مالنی اور سودھرماں کہتے ہیں۔ بسوکرماں نے بڑی عمدگی سے بنائی سو جوجن عرض ڈیڑھ سو جوجن طول اِس کی نفاست کا کیا کہنا اندر جہاں چاہیں بے غل و غش لے جائیں۔ عیش و عشرت کے اِس میں رنج و غم کا گذر ہی نہیں۔ بڑے بڑے خوبصورت درختوں کا باغ لگا ہوا ہے۔ شاخیں پھولوں پھلوں سے لدی منظر پر موہنی ڈالتی معلوم ہوتی ہیں۔ جابجا نہریں جاری۔ موقع موقع پر حوض لبریز رنگ رنگ کے مرغان خوش نوا کی چہلوں سے طبیعت باغ باغ ہوتی ہے۔ میٹھی میٹھی بولیوں سے پژمردہ دل بھی ہرا ہو جاتا ہے در و دیوار میں سونا ہی سونا۔ نقش و نگار میں جواہر ہی جواہر نیلم و الماس عقیق و یاقوت کے بیل بوٹوں سے ایک باغ کھلا ہوا نظر آتا ہے آتا ہے۔ خوبی عمارت لفظوں میں بیان نہیں ہو سکتی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ راج دربار میں سونے کا جڑاؤ سنگاسن جگمگ جگمگ کرتا ہے جس پر راجہ اندر بانکا ترچھا مکٹ دے لئے زیور و جواہرات

میں عرق بڑے ٹھاٹھ باٹ سے اپنی رانی کے ساتھ جلوہ افروز رہتے ہیں۔ سامنے کے رُخ بڑے بڑے سدھ مہاتما رشی مہرشی منی مہامنی سادھ سنت اور دیوتا لوگ بڑے دبدبے بڑے جاہ وجلال سے رونق صف بڑھاتے اور چمکتے ہوئے چہروں سے درو دیوار پر نور ہی نور برساتے ہیں ؎

سورج کے فرزند دھرم راج کی راج سبھا بھی بسوکرماں نے ایسی نفیس تعمیر کی ہے۔ کہ باید وشاید۔ لمبائی چوڑائی سو سو جوجن نہ گرمی میں گرمی نہ سردی میں سردی سورج ہمیشہ روشن۔ دیوتاؤں اور باشندگان شہر کے لئے ہمہ نعمتیں مہیا۔ کسی کو کسی بات کی کمی نہیں۔ باغ ہمیشہ بہار۔ درخت میوہ دار۔ شاخیں پُر بار۔ پھل خوشگوار جس چیز کی خواہش ہو۔ فوراً موجود۔ رنج وغم کا ہمیشہ نام ونشان مفقود جن چکرورتی راجاؤں نے سو سو اسو میدھ جگیہ کئے ہیں۔ سب وہاں کا آنند لوٹتے ہیں۔ چنانچہ راجہ ججات۔ راجہ شانتنو راجہ ماندھاتا وغیرہ تمام کے تمام دھارمک اور پرتاپی تاجدار دل کا وہیں مقام ہے بڑے بڑے رشی منی اپنے اپنے فضائل وکمالات اور مرتبہ واعزاز کے موافق وہاں قیامگاہوں میں فروکش ہیں ؎

برن دیوتا کی شاہی عمارات کی بھی یہی صورت ہے۔ یہ عمارتیں پانی میں تعمیر ہوئی ہیں۔ ہر طرف یاقوت ہی یاقوت۔ الماس ہی الماس، رات کی اندھیری دن کی روشنی کو مات کرتی ہے۔ درو دیوار کی سفیدی میں عالم نور ہے۔ صفائی پر نگاہ نہیں ٹھیرتی۔ تمام دریا اور کل سمندر اپنی اصلی ہیئت میں یہاں جلوہ افروز رہتے ہیں۔ اور بلوری کالی ہر رنگ کی گھٹاؤں کا نظارہ ہر وقت نظر کو اپنی دلفریبی سے لبھاتا رہتا ہے ؎

کوبیرجی کی راج سبھا کی نفاست ہی اور ہے سونے چاندی کی عمارتیں سر بفلک کھڑی ہیں۔ صدہا سن قیمتی سے قیمتی جواہرات سے

در و دیوار جگمگ جگمگ کرتے کیلاش پہاڑ کی بلند چوٹی سے نظر آتے ہیں۔ یہاں والوں کو رات دن ناچ رنگ سے مطلب ہر وقت نغمہ و ساز سے کام ہے۔ کیا رنبا کیا سر گشی کیا دھرماجی کیا لبسواجی کیا اربسی کیا اور رقص ناز دکھاتی ہیں۔ گندھربوں کنہروں کی نغمہ سنجیاں دلوں کو رجھاتی ہیں۔ غرض ایسی ہی رنگ رلیاں رہتی ہیں۔ ایسی سوجوں کے سوا اور کسی بات سے کام نہیں رنج و غم کا ذرا نام نہیں۔

برہماجی کی سبھا کا کیا کہنا برہماجی کی سبھا ہے۔ اندر - برن - کبیر سب کی سبھائیں اس کی خوبیوں کے سامنے گرد ہیں۔ لمبائی چوڑائی بے حد و حساب بلندی وہ کہ سرگ اور امراوتی کو بھی نصیب نہیں۔ چاند سورج کی روشنی بھی نہیں پہنچ سکتی قدرتی ہی نور برستا رہتا ہے مہادیوجی بڑے بڑے دیوتا بڑے بڑے پہنچے ہوئے رشی بلند مرتبہ نچھتر وہاں برہماجی کی پرستش میں مصروف رہتے ہیں۔ دیوتاؤں کی سبھاؤں کا ذکر کرکے نارد جی مہاراجہ جدھشٹر سے بولے کہ

گو ایسی ایسی سبھائیں میں نے دیکھیں۔ مگر سچ کہتا ہوں۔ کہ آپ کی سی مہاراج سبھا عالم موجودات میں دوسری نہیں دیوتاؤں کی سبھا اور آپ کی سبھا میں اگر کچھ فرق ہے تو صرف اتنا کہ وہ عالم بالا پر ہیں۔ اور وہاں دیوتاؤں کی چہل پہل رہتی ہے۔ آپ کی سبھا دار فانی میں روئے زمین پر ہے۔ اور یہاں آدمی مقیم ہیں۔ میں آپ کی سبھا دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوا۔ آپکو یہ شان و شوکت مبارک ہو۔ اس کے بعد کچھ اور معمولی ذکر اذکار کے بعد سری سری کرشن جی کے دوارکا تشریف لے جانے اور کھانڈوبن کے جلنے کی بات چھیڑی اور اور آخری گفتگو پر ختم کلام ہوا۔

راجہ جدھشٹر۔ مہامنی آپ تو جہانیاں جہاں گشت ہیں۔ رات دن اس لوک سے اُس لوک میں اُس لوک سے اس لوک میں جانے کا اتفاق رہتا ہے۔ فرمایئے کہیں میرے والد ماجد مہاراجہ پنڈو بھی نظر گئے

نارد منی - جی ہاں - جس وقت میں نے روئے زمین کی سیر کا عزم کیا اُن سے ملاقات ہوئی تھی - میرا عزم سنکر اُنھوں نے آپ کو یہ پیغام دیا کہ اگر راجہ جدھشٹر راجسویہ جگیہ کر دیں تو میں بھی راجہ ہرشچندر کیطرح اندر لوک کا آنند لوٹوں - اس لئے آپ ضرور جگیہ کریں - ایک پنتھ دو کاج بیک کرشمہ دو کار کا معاملہ ہے - ادھر راجہ پنڈو کو اندر لوک مل جائے اور ادھر آپ بھی اس کے مستحق ہو جائیں ؛

نارد جی کو دوارکا جی کی سیر کا اشتیاق تھا - اس لئے جگیہ کے واسطے ہدایت فرماکر رخصت ہو گئے اور یہاں راجہ جدھشٹر کو جگیہ کی فکر ہوئی ؛

ادھیائے ۴

سری کرشن جی - ارجن و بھیم کی مگدھ دیش میں تشریف بری - معرکہ جنگ - بھیم سین کی فتح - جراسندھ کا قتل - قیدی راجاؤں کی رہائی و جراسندھ کی تخت نشینی - سری کرشن جی کی اندر پرستھ سے دوارکا میں واپسی

مہاراجہ جدھشٹر سوچے کہ راجسویہ جگیہ کرنا بچوں کا کھیل نہیں اس کے سرانجام میں رات دن پسینہ آئیگا چنانچہ اُنہوں نے اندر سین کو دوارکا میں بھیجا مہاراج کرشن چندر قاصد کے ہمراہ اندر پرستھ میں

رونق افروز ہوئے راج سبھا کی عجیب و غریب عمارتیں دیکھ کر اظہار مسرت فرمایا زیب و آرایش خوبی و زیبائش سے باغ باغ ہو گئے۔ جب راج سبھا کی سیر سے یکسوئی حاصل ہوئی تو مہاراجہ جدھشٹر نے نارد جی کی تشریف آوری راجہ پنڈو کے پیغام اور راجسو یہ جگیہ کی ہدایت کا تذکرہ کر کے گذارش کی کہ

مہاراج۔ اس جگیہ کی مشکلات سے آپ واقف ہیں۔ بیان کرنا فضول۔ پس آپ کی نظر عاطفت لازمی ہے۔ آپ کی توجہ کے بغیر کامیابی معلوم؟

سری کرشن جی ۔جگیہ کی تجویز پر میرا بھی صاد ہے۔ آپ انتظام شروع کر دیں۔ کھٹکا ہے تو صرف جراسندھ سے وہ ضرور خلل انداز ہوگا۔ آپ جانتے ہیں کہ اُس نے نرمیدھ جگیہ کے لئے ہزارہا تاجدار گرفتار بلا کر رکھے ہیں اُن کو قید مصیبت سے آزاد کرنا میرا پہلا فرض ہے چنانچہ ارجن اور بھیم میرے ساتھ چلیں تو سب کام بن جائے؟

باہم مشورہ طے پا گیا۔ اور سری کرشن جی ارجن اور بھیم کو لیکر برہمن کے بانے میں جراسندھ کے دارالحکومت میں پہنچے۔ دیکھا تو بڑے ہی ٹھاٹھ باٹ ہیں۔ دھوم دھام کی حد نہیں۔ بازار آراستہ کوچے صاف و شفاف۔ گلی گلی میں کیوڑے گلاب کا چھڑکاؤ۔ گوشے گوشے میں سامان تفریح۔ گھر گھر میں ناچ رنگ محلے محلے میں جشن عشرت۔ ہر جگہ آدمیوں کا میلہ ہر مقام پر عورتوں مردوں کا ریلا۔ چار طرف سواروں کے پرے صف بصف پیادوں کا ہجوم۔ کہیں کھیل کہیں تماشے۔ کہیں ناچ کہیں باجے۔ غرض عجیب ہی کیفیت۔ عجیب ہی دلچسپ نظارہ تھا۔ آنکھیں سیر نہ ہوتی تھیں۔ دل سیر تماشے سے بھرتا تھا۔ جونہیں در دولت پر پہنچے۔ بے تکلف چوکھٹ لانگھنا چاہی۔ مگر روک ٹوک سخت تھی پہرا کھڑا تھا۔ ایک راچھس نے بھیم سین کے موٹے موٹے ہاتھ پاؤں دیکھ کر روکا بھیم کچھ کھٹکے۔ تو راچھس بگڑ کھڑا ہوا۔ آخر بکڑ ہو گئی۔ دو نو گتھ

گئے۔ کتا اپنی گلی میں شیر۔ اس پر ہاتھ پاؤں کا جوان۔ مگدر مارتا ہے تو بھیم سین چاروں شانے چت۔ ارجن نے لپک کر راچھس کو جالیا کہ کہیں اور مگدر نہ رسید کر دے۔ اس مہلت میں بھیم سین سنبھلے اُٹھے اور ایسی بے پچھتی دی۔ کہ پھر سانس نہ آئی۔ دروازے پر ایک نقارہ دیکھا جو آپ سے آپ بجکر دوسروں کے عزم جنگ سے جراسندھ کو خبردار کر دیتا تھا۔ اِس لئے تینوں صاحب وہاں سے کھسکے اور ایک دیوار پھاند کر جراسندھ کے محل میں جا اُترے نقارے کو بجنے کا موقع نہ دیا جونہی جراسندھ کی نظر پڑی وہ ڈنڈوت کو جھک گیا۔ اور صورت شکل دیکھ کر بولا:۔

ٹھیک ٹھیک کہئے گا۔ آپ سچ مچ برہمن ہی ہیں۔ یا دیوتا یا آپ کا گندھربوں میں شمار ہے۔ بہرحال جو خواہش ہو بے تکلف ظاہر کیجئے ابھی پوری کروں+

ہری کرشن جی ۔ راجن روپیہ پیسہ ہاتھ کا میل ہے اس کا خواہش نہیں۔ ہاں آرزو یہ ہے۔ کہ آپ ہم تینوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں کشتی لڑیں۔ جراسندھ اس سوال پر ہنس پڑا اور بولا سہ

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

برہمن کا بھروپ بھر کر کشتی لڑنے چلے۔ یہ کیوں نہ کہئے کہ ذات شریف کرشن جی ہیں۔ اٹھارہ مرتبہ پکڑ ہوئی تو پیٹھ دکھانے کے سوا کیا کھنا لیا۔ آخر وطن سے بھاگ کر دوارکا میں مُنہ چھپانا پڑا۔ جو لڑائی میں پیٹھ دکھا چکا اُس سے لڑنا ہی کیا۔ رہا یہ دوسرا برہمن ارجن اس کے ہاتھ پاؤں ہی کہے دیتے ہیں۔ کہ میرے سامنے کیا خم ٹھونکیگا۔ بدن میں ہاتھ لگا دوں تو ننھا سا ڈیل چرمر ہو جائے۔ ہاں یہ العزبہ خواہ نخواہ مرد آدمی یعنی بھیم سین خیر دو ایک گھڑی سہ سکتا ہے۔ اس کا جی چاہے تو دو دو ہاتھ کرلے۔ دیکھو ابھی ہڈیاں پسلیاں چور کئے رکھتے ہوں تم بھی کیا کہو گے کہ سوال پورا نہ کیا۔

یہ کہتے ہی اس کا چہرہ تمتما اُٹھا۔ آنکھیں سُرخ ہو گئیں۔ اُس نے اُسی وقت اپنے بیٹے سہدیو کو راج سنگھاسن پر بٹھا کر وزیروں کو ضروری ہدایتیں کر کے لنگوٹ کسا۔ بھیم سین کو للکارا۔ تال ٹھونکتے ہوئے دونو ہاتھی کے پاٹھے اکھاڑے میں اُترے برابر کا زور ہونے لگا۔ خوب داؤں پیچ ہوئے۔ خوب ڈنڈ بلوں سے طاقت آزمائی ہوئی۔ مگر نہ کوئی چت ہوا اور نہ کوئی پٹ۔ جوڑ پی تلی تھی ۱۳ روز تک تصفیہ کی نوبت نہ آئی۔ آخر چودھویں روز کرشن جی نے کہا کہ آج ضرور فیصلہ ہو جائے دن بڑھنے کی ضرورت نہیں۔ بھیم سین آج ہوشیار۔

بھیم سین "بہت اچھا۔ ایشور مالک" کہکر اکھاڑے پر پہنچا۔ جراسندھ بھی شیر کی طرح تمتما اکڑتا آیا اور پینترے بدل کر بھیم سین سے بھڑ گیا۔ جراسندھ گرجا۔

او بھیم سین۔ میں دریودھن نہیں۔ جو تجھ سے دب جاؤنگا۔ اب تیرا وقت پورا ہو گیا۔ کچھ دیر اور ہوس نکال لے۔ موت سر پر آ پہنچی میرے ہاتھ خون سے رنگا ہی چاہتے ہیں۔

بھیم سین۔ جنگ دوسر وار و۔ دو لڑتے ہیں تو ایک گرتا ہی ہے اس کا اندیشہ ہی کیا۔ نائی نائی بال کتنے ججمان آگے آئینگے۔ تم ڈٹے جاؤ جو بچھڑیگا خود خاک و خون میں لوٹیگا۔ آپ سے آپ معلوم کر لے گا کہ کون ہارا کون جیتا۔

تھوڑی دیر کشتی ہوتی رہی۔ مگر ہنوز روز اول۔ ہار جیت کا کوسوں پتہ نہیں۔ آخر گدا کی نوبت آئی۔ دو طرفہ چوٹیں چلنے لگیں۔ کھٹا کھٹ کی آواز سے میدان جنگ میں تھرتھری پڑ گئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ دو پہاڑ باہم ٹکرا رہے ہیں۔ جب بھیم سین گر ما گیا۔ تو اس زور سے گدا تان کر مارا کہ جراسندھ دور جا پڑا۔ اور آنکھیں تیورا گئیں۔ یہ دیکھ کر سری کرشن جی نے ایک تنکا اُٹھایا۔ اور بھیم سین کو دکھا کر ہاتھ سے چیر ڈالا۔ بھیم سین اشارہ سمجھ گیا۔ لپک کر پہنچا اور جراسندھ کی چھاتی پر چڑھ کر دو نو ٹانگیں تنکے

کی طرح چیر ڈالیں۔ میدان میں ایک شور مچ گیا۔ جراسندھ کے تمام ارکان سلطنت اور سرداران فوج سری کرشن جی کی خدمت میں زمین بوس ہوئے۔ جراسندھ کے فرزند نے دوڑکر قدم چومے۔ سری کرشن جی نے گلے سے لگا لیا۔ اور ہر ایک کو کلمات تشفی سے امن و تسلط کا اطمینان دلایا۔ پھر خود بدولت بہ نفس نفیس گرفتاران بلا کے پاس پہنچے بیس ہزار آٹھ سو تاجداران سلطنت و فرمانروایان حکومت کو رہائی بخشی۔ سب راجوں نے قدموں پر سر جھکا دیا۔ قدموں کی خاک ہاتھوں میں ملی۔ بڑے ادب سے اُستتی کرنے لگے کہ

"مہاراج آپ دھن ہیں۔ اگر آپ کی نظر عنایت نہ ہوتی۔ تو ہم لوگ قید مصیبت میں پڑے سڑا کرتے کوئی جان بچانے والا نہ ہوتا۔ آپ کا جشن کون گا سکتا ہے۔ قدرتیں بیان ہو سکیں ممکن نہیں پرہلاد کو آپ نے امان دی بھیکن کوراون کے جور و ظلم سے محفوظ کر کے صاحب تخت و تاج کر دیا۔ دھرو پر وہ نظر عاطفت فرمائی۔ کہ آج سب سے مرتبہ بالا ہے۔ جراسندھ کو سترہ دفعہ ناکوں چنے چبوائے۔ مگر مصلحت کچھ اور تھی اٹھارویں مرتبہ آپ طرح دے گئے اور خود ہی میدان چھوڑ کر رن چھوڑ خطاب قبول کیا۔ ورنہ جراسندھ میں فتحمندی کی کیا طاقت تھی کال جون کو گندھ مادن پربت کی کندرا میں راجہ مچکند کی نظر سے خاک سیاہ کر ڈالا۔ یہی نہیں۔ بلکہ اس کی تین کروڑ فوج بھی بستر اجل پر سلا دی جب جراسندھ نے پربرکھن پہاڑ پھونکا۔ تو آپ نے آنچ نہ آنے دی انگارے کی طرح دہکتے ہوئے پہاڑ کو سبز و شاداب کر دکھلایا۔ اگر آپ رن سے نہ ہٹتے تو مچکند کی مکت۔ گندھ مادن کی زینت پربرکھن کی رونق۔ دوارکا جی کی عظمت۔ پانڈوں کی نجات اور مظلوموں کی قید غم سے کیونکر رہائی ہوتی"

سری کرشن جی اُستتی سنکر خوش ہوئے اور سب سے فرمایا کہ۔ اب آپ لوگ اپنی راجدھانیوں میں جائیں۔ چین سے راج کریں۔

اور جب راجہ جدھشٹر یاد فرمادیں راجسویہ جگیہ میں شریک ہوں؛

سب لوگوں نے تعمیل ارشاد سے سر جھکا دیا اور سری کرشن جی نے جراسندھ کے بیٹے دراسندھ کو تخت سلطنت پر بٹھا کر راج نیت سکھلانے کے بعد اندر پرستہ کی راہ لی راجہ جدھشٹر چشم براہ تھے۔ نوید آمد آمد سُنکر سر کے بل دوڑے۔ مزاج پرسی کی ماجرا دریافت کیا؛

سری کرشن جی نے سب کیفیت کہکر فرمایا کہ

بس اب میدان صاف ہو گیا۔ کسی کا ڈر باقی نہیں اور جو کوئی سرکشی کریگا اُسے آپ کے بھائی چٹنی کر ڈالینگے۔ آپ جگیہ کا ساز و سامان کیجئے میں عین وقت پر آ اُونگا۔ اطمینان رکھیئے۔ یہ کہتے ہی سری کرشن جی نے رخصت طلب کی اور دفعتہً نظر سے غائب ہو گئے؛

ادھیائے ۵

راجہ برہدرتھ والئے مگدھ دیش کو لاولدی کا رنج۔ ایک رشی کی نظر عاطفت جراسندھ کی ولادت کے حیرت انگیز حالات

راجہ جنمیجے نے سوال کیا کہ سری کرشن نے تنکا توڑ کر جو اشارہ کیا اُس کی غایت کیا تھی۔ بیان فرمایئے اس کے جواب میں بیشم پائن نے یوں سلسلہ تقریر جاری کیا؛

مگدھ دیش (موجودہ ملک بہار) کا تاجدار نہایت ہی قوی بازو و شہزور تھا اس کو برہدرتھ کے نام سے شہرت حاصل تھی راجہ برہدرتھ کی شادی فرمانروائے کاشی کی راجکماریوں کے ساتھ ہوئی جو توام

پیدا ہوئی تھیں مگر نخل مراد بے ثمر دورخ مدعا بے گہر رہا۔ تاج کی زینت
نگیں کے بغیر کہاں۔ چاند نہ ہو تو ہالے کا لطف کیا۔ راجہ برہدرتھ آنکھ کے
تارے اور بڑھاپے کے سہارے کی فکر میں پریشان رہنے لگے لیکن
نادک مسند نشانے پر جم کر نہ بیٹھا آخر سوچتے سوچتے ٹھہرائی کہ بس اور
کچھ نہیں کسی رشی مہرشی کا سہارا لینا چاہیے۔ ان کی نظر عنایت ہو گئی
تو کامیابی مقصد کچھ مشکل نہیں۔ یہ خیال دل پر جمائے ہوئے وہ جنگلوں
جنگلوں پھرنے لگے۔ گھومتے گھومتے قسمت ایک مقام پر
لے گئی۔ جہاں آم کے درخت کے سائے میں کوئی مہشوی تپسیا میں
مشغول تھے۔ راجہ نے وہیں زانوے ادب تہ کیا اور بیٹھے بیٹھے انتظار
کرنے لگے کہ کب منی جی آنکھ کھولتے ہیں۔ تھوڑی دیر گزری تھی۔ کہ
منی جی دھیان سے فارغ ہو گئے۔ جوں ہی آنکھ کھولی راجہ کو سامنے
پاکر دریافت کیا۔ کہ

یہاں کہاں۔ کوئی غرض۔ کچھ خواہش؟

راجہ برہدرتھ نے قدم چھو کر عرض کی۔

"مہامنی گھر بے چراغ ہے۔ لاولدی کا داغ ہے۔ لخت جگر
کی خواہش نور نظر کی آرزو چرنوں میں لائی ہے۔ نظر عاطفت کا محتاج
ہوں۔ طالب وارث تخت و تاج ہوں"

مہاراج منی نے خواہش سنکر آنکھیں بند کر لیں۔ اور دھیان میں
مصروف ہو گئے۔ اتفاقاً ایک آم ٹپکا اور آغوش مبارک میں آگرا۔
منی جی نے آنکھیں کھول دیں اور راجہ سے کہا:۔

"بڑے خوش نصیب معلوم ہوتے ہو۔ دیکھو قدرت کی طرف سے
خود بخود یہ آم میرے ہاتھ آگیا۔ سمجھو کہ یہ آم نہیں امر پھل ہے۔ لو لے
جاؤ۔ رانی سے کہو کھائے گود میں بیٹا کھلائے مگر خیال رہے کہ یہ کوئی
معمولی پھل نہیں اس کے رس میں امرت ہی امرت بھرا ہے جب رانی
خوب پاک و صاف ہو تب ہی اسے کھا جائے"

راجہ نے پھل لیا۔ قدم چومے۔ شکریہ ادا کیا اور رخصت ہو کر گھر آیا عجیب پس وپیش کہ رانیاں دو دو۔ وہ بھی ایک پیٹ سے پیدا ہوئی ہوئیں۔ آم صرف ایک کس کو دوں کس کو نہ دوں ایک کو دیتا ہوں تو دوسری بُرا مانتی ہے اس خلجان میں خیال کیا کہ دونوں کو راضی رکھنا چاہیئے کسی کا دل کڑھانا ٹھیک نہیں۔ پس اُس نے چاقو لیا۔ آم کو بیچوں بیچ سے تراشا۔ اور ایک ایک قاش دونوں رانیوں کو کھلادی۔ پھل میں تاثیر تھی منی جی کا قول تیر بہدف تھا۔ دونوں رانیاں باروار ہو گئیں۔ آثار حمل نے خوشی کی لوتیں بجوانا شروع کیں۔ ہوتے ہوتے وضع کا وقت آیا تو رانیوں کے بطن سے دو آدھے آدھے بچے پیدا ہوئے۔ جن میں نہ ذرا سانس نہ زندگی کے علامات راجہ نے سنا تو دوڑا آیا ادھورے جسم کے بچوں کو دیکھ کر رو پڑا اور پچھتانے لگا کہ آم کے ناحق دو ٹکڑے کئے۔ بڑا غضب ہوا میں نے خود ہی اپنے ہاتھ سے پاؤں میں کلہاڑی ماری۔ راجہ نے ہاتھ مل کر حکم دیا کہ بچے کسی کپڑے میں لپیٹ کر دریا یا کسی جنگل میں پھینک دئے جائیں۔ مردوں کا گھر میں رکھنا کیا۔ وہ افسوس کرتا تھا کہ ہائے کھیل بنکر بگڑ گیا۔ قسمت جاگ کر سوگئی؀

رانیوں نے راجہ کے حکم کی تعمیل کی۔ لونڈیوں باندیوں کے ہاتھ بچوں کو کپڑے میں لپیٹ کر شہر سے دور ایک جنگل میں پھینکوادیا اور چھاتی پر پتھر رکھ کر بیٹھ رہیں؀

ایشور کی قدرت جرا نام راکشسنی اس وقت گشت کرتی ہوئی وہیں سے گذری جہاں وہ بچے کپڑے میں لپٹے ہوئے پڑے تھے۔ اس نے گٹھڑی کھولی اور دو ٹکڑوں کو ملا کر لٹا دیا۔ جونہی یہ کارروائی ہوئی۔ اس زور سے ایک آواز گونج گئی۔ جس نے بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سے زیادہ دل ہلا دئے۔ اب تو وہ دو ٹکڑے ایک مجسم ہو کر راجکماری کے آغوش میں ہاتھ پاؤں مارنے اور کھیلنے لگے۔ راجہ برہدرتھ محل میں تھے رات کے وقت ایسی خوفناک آواز سُنکر چونک پڑے۔

حیرت ہوئی کہ معاملہ کیا ہے گھبرا کر رانی اور وزیروں کو لیے ہوئے آواز
کے رُخ جنگل میں جا پہنچے۔ جرا راکشسنی نے آتے دیکھ کر سوچا کہ راجہ بے اولاد
ہے کوئی کلیجہ کا ٹکڑا نہیں۔ لاؤ یہ لڑکا اسی کو دے دیں۔ کہ اندھیرے
گھر میں اوجالا ہو جائے ادھر سے راجہ آ رہا تھا۔ ادھر سے یہ بڑھیا جب
سامنا ہوا تو جرا راکشسنی نے بیٹا پیش کیا اور عرض کی کہ

ایشور کی مرضی سے میں نے یہ گودی کا لال آپ کی نذر کرتی ہوں
دیکھئے کیسا گورا گورا چاند سا مکھڑا ہے یہ بڑھیگا تو دیکھئے گا کہ کیسا طاقتور اور
قوی بازو ہوتا ہے۔ اس کے جسم میں دو ٹکڑے باہم پیوست ہیں اور چونکہ
میں آپ کو دیتی ہوں۔ اس لئے میرے نام پر اس کا نام جراسندھ رکھئے۔

راجہ نے دیکھا تو چاند کا ٹکڑا سامنے تھا کلیجے سے لگا کر بڑی رانی
کی گود میں دے دیا اور ہنسی خوشی گھر آیا۔ راجہ ایشور کی قدرت کو سراہتا
تھا۔ کہ واہ مردہ ٹکڑوں کو مجسم زندگی عطا کرنا تیرا ہی کام ہے میں اوندھی
کھوپری کا آدمی کیا جانتا تھا کہ جسے میں پھینکتا ہوں وہ میرا وارث تاج
و نگین ہوگا۔ مگر تیرے کارخانے کچھ اور ہیں رائی کو پربت کرے پربت کو رائی۔

غرض راجہ نے اس خوشی میں شادیانے بجائے۔ ناچ رنگ کئے
اور لاڈلے دلارے بیٹے کو جان سے زیادہ عزیز رکھنے لگا۔ راجہ کے
بعد اسی نے مگدھ کی حکومت پائی اور راجہ جراسندھ کے نام سے اوج و
اقبال کے ڈنکے بجائے۔ جراسندھ نے زبردست سے زبردست تاجداروں
کو خونخوار لڑائیوں میں پکڑ پکڑ کر نرمیدھ جگیہ کا سر انجام کیا تو سترہ دفعہ
کرشن جی سے معرکہ آرائیاں ہوئیں جن میں جراسندھ مغلوب رہا۔ اٹھارویں
دفعہ سری کرشن جی نے دیوتاؤں کی رضاجوئی کی اور جراسندھ کے مقابلے
سے ہٹ کر ادھر اُدھر چھپے رہے۔ بھیم سین اور جراسندھ کی لڑائی میں
کرشن جی کا تنکا چیرنا بھیم سین کے لئے اس بات کا اشارہ تھا کہ جونہی
جراسندھ کے جڑے ہوئے بدن کو چیر کے پھینک دو اس کے مارنے کی
کوئی تدبیر تھی تو صرف یہی اور کسی ہتھیار سے کام ہونا غیر ممکن تھا۔

ادھیائے ۶

سری کرشن جی کے مشورے سے راجسویہ جگیہ کا انتظام۔ بھیم سین۔ ارجن۔ نکل۔ سہدیو کی چار اطراف میں روانگی۔ تاجداران زمانہ سے محاربہ۔ پانڈووں کی فتحیابی۔ حصول خزائن بیشمار زر و جواہر کثیر المقدار۔ ہر ایک کی کامیابی کے ساتھ واپسی۔ انتظام جگیہ

بشیم پائن جی یوں مائل گفتار ہیں کہ اے راجہ جنمیجے جراسندھ کی وہ دھاک تھی کہ تمام راجے مہاراجے نام سے کانپتے تھے۔ اسکی تیغ فتح جب میان سے نکلی۔ چمک دمک نے آنکھوں میں چکاچوندھ پیدا کر دی راجہ جدھشٹر ایسے با اقبال ایسے صاحب جاہ و جلال تھے جن کو خود بھی طاقت تھی۔ لشکر کا بھی برتا۔ اور بھیم سین۔ ارجن۔ نکل ایسے بھائیوں کا بھی زور تھا۔ مگر نہیں جراسندھ سے بوٹی بوٹی کانپتی تھی۔ جس وقت سری کرشن جی نے ان سب کے جی چھوٹے ہوئے دیکھے تو بات کی بات اور آن کی آن میں ایسے موت مجسم کو موت کے منہ جھونک دیا۔ اور بیس ہزار آٹھ سو راجے جراسندھ کو لقمہ اجل

بنا تے ہی موت کے پنجے سے چھڑا لئے۔ جراسندھ کی قید میں جو راجے مہاراجے سور بیر صاحبِ شمشیر تھے سب کا طوطی بولتا تھا۔ سب کی طاقت و شجاعت کے سکے بیٹھے ہوئے تھے۔ مگر جس وقت جراسندھ نے تلوار کھینچی سب مری چوہیا ہو گئے کسی کا ہوا و نہ پڑا کہ دو چار ہاتھ کر لے۔ یہ سب بہادر ٹڈی دل کی طرح پیٹ لئے گئے اور اس طرح دام بلا میں گرفتار ہو کر جان سے عاجز ہو لئے۔ جیسے شہد میں مکھیاں؛

جب جراسندھ کی طرف سے دلجمعی ہو گئی جب بیس ہزار آٹھ سو راجے اس کی قید بلا سے آزاد ہو کر اپنی اپنی راجدھانیوں کو جا چکے اور جس وقت سری کرشن جی نے ٹکروں سے آزادی دے کر دوارکا کی راہ لی تب راجہ جدھشٹر نے ایک مجلس مشورت منعقد کی۔ جس میں ان کے چاروں لائق و فائق بھائی تھے اور گنے گنے راز دار و چیدہ ارکان۔ اس میں راجسویہ جگیہ کا معاملہ چھیڑا گیا۔ اور یہ تجویز پیش ہوئی کہ سرکشوں کو مطیع اور لشکر کشوں کو زیر کرنا لازمی امر ہے اس لئے راجہ جدھشٹر نے فرمایا؛

دنیا کی چار سمتیں ہیں۔ مجھ کو بھی ایشور نے چار بازو دئے ہیں۔ پس جو کام اپنے قوتِ بازو سے ہو۔ اس کا کیا کہنا۔ میرے بھائی میرے ہاتھ پاؤں پس طے ہونا چاہیئے۔ کہ ان میں سے کون کون کس کس طرف کے عزم کو پسند کرتا ہے؛

ارجن۔ سایہ سر۔ آپ کو اس کے لئے تردد کیا۔ آخر مہاراج کرشن چندر جی سب معاملات طے کر ہی چکے تھے۔ پھر مزید غور و فکر کی کیا ضرورت۔ ہم لوگ حاضر ہیں۔ جدھر کا حکم ہو۔ اسی طرف فتح کے پھریرے اڑاتے جائیں اور نقارۂ نصرت بجاتے لوٹ آئیں؛

جدھشٹر۔ تو اچھا۔ بھیم سین پورب رخ جائیں۔ ارجن اُترا کھنڈ کا عزم کریں سہدیو کی عنانِ عزم دکن کی طرف ہو۔ نکل پچھم کی سمت سمندِ عزیمت کو ایڑ دیں؛

حکم ہو گیا۔ تعمیل ارشاد کے لئے سر جھک گئے۔ فوجیں ہمرکاب ہوئیں

سپاہ نے جاں نثاری کے لئے ہمراہی کا شرف حاصل کیا۔

جس وقت کوچ کے ڈنکے بجنا شروع ہوئے راجہ جدھشٹر تشریف لائے۔ بھائیوں کو کلیجے سے لگایا۔ فوج کو رخصتی تقریر میں کلمات آفرین سنائے اور سب کو سمجھایا کہ دیکھو جو اپنے سے جھکے۔ اُس سے جھکنا۔ جو سر اُٹھائے اُس کا سر کچلنا۔ جو سمجھائے سے سمجھ جائے اُس سے تہدید کی ضرورت نہیں جس کی رگ سیدھی ہو جائے اُس سے میل کرنے میں تامل فضول۔ بہرحال جاؤ حتے الامکان سیدھی انگلیوں گھی نکالو۔ لطف تب ہی ہے کہ نکسیر نہ پھوٹے اور کام بن جائے۔ مگر جہاں جب تیغ و تفنگ کے بغیر کام نہ چلے تو طرح دینے اور دبنے کی ضرورت نہیں۔

چاروں بھائی نصائح دلآویز و پند دانش آمیز سنکر لاؤ لشکر کے ساتھ چاروں طرف راہی ہوئے۔ کوس شاہی۔ اقبال مندی کے ڈنکے بجاتا اور دامن دولت فتح کے پھریرے اُڑاتا تھا۔

چاروں بھائیوں میں سے بھیم سین نے مگدھ دیش کی راہ لی۔ وہاں کا فرمانروا جراسندھ کا فرزند راجہ سہدیو تھا۔ جونہی بھیم سین پہنچے اُس نے سر نیاز جھکایا خاطر مدارت کی اور جگیہ میں حاضری اور شراکت کا بڑی خوشی سے وعدہ کیا۔ یہاں سے چل کر بھیم سین کاشی جی میں گئے۔ کاشی نریش نے بھی جوہر نیاز مندی دکھائی۔ اور جگیہ سے اظہار مسرت کیا۔ اس کے بعد بھیم سین آگے بڑھے تو ملک بنگالہ۔ ترہٹ بہار۔ اڑلیسہ سب کو زور بازو سے مطیع اور فرمانبردار بنایا۔ اس دوران سفر میں ملان کے راجہ سے دو چار ہاتھ ہوئے مگر آخر گردن اطاعت جھکانا پڑی اجنیری میں بھی فرزند راجہ سسپال کی کچھ رگ ٹیڑھی ہوئی تھی مگر بھیم سین کی ایک ہی ادھیڑ میں جیستے ڈھیلے پڑ گئے۔ آخر بھیم سین نے کورو بادی اور عہد نامہ اطاعت تحریر کرایا۔ یونہی ہر جگہ فتح و نصرت کا آوازہ بلند کرتے خوشی کے ڈنکے بجاتے مع الخیر واپس آئے۔ تمام فرمانروایان ملک نے اتنے زر و جواہر۔ تحفہ تحائف نفائسات و عجائبات پیشکش کئے کہ

اٹھاتے رکھتے نہ بنتے تھے۔ اندر پرست معہ نیابت عالم کو مات کرتا تھا۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے زمین دبی جاتی تھی۔ ہاتھیوں سے شہر جنگل بن نظر آتا تھا۔ ارجن اُتر کی طرف چلے۔ تو کلنندر کال کونٹ کے راجاؤں کی سر کرتے ہوئے شاکل دیپ میں جا پہنچے وہاں کے راجہ کی چولیں ڈھیلی کر کے کامروپ دیش میں پہنچے۔ تو وہاں کا راجہ بھگونت اکڑ گیا۔ ارجن کو نظر میں بھی نہ لایا کہ کیا چیز ہے۔ آخر تلواریں کھینچ لیں۔ تیر ترکش سے نکل پڑے اور مار و مار شروع ہوئی۔ آٹھ روز تک ہنگامہ جدال و قتال و بازار کارزار گرم رہا۔ نہ بھگونت کی ہار نہ ارجن کی جیت ہوئی۔ مگر نویں روز ارجن کے سر فتح کا سہرا رہا۔ راجہ بھگدنت ہار مان کر کان دبا لئے ہوئے پابوس ہوا۔ نظر عاطفت چاہی۔ اور یوں باہم میلاپ ہو گیا۔ اب ارجن لاؤ لشکر لئے ہوئے آگے بڑھا۔ تو چین ماچین ختا ختن سب جگہ کے اورنگ آراؤں کو نیچا دکھایا۔ اور تمام پہاڑی راجاؤں کی مونچھیں نیچی کر کے ملک پنجاب کے تاجداروں کی بھی گردنیں نیچی کیں۔ ان فتوحات میں بیشمار دولت منھ چڑھی زر و جواہر اتنا حاصل ہوا کہ محاسب خیال اندازہ نہیں کر سکتا۔ یہی نہیں۔ ہاتھی۔ گھوڑے۔ رتھ اتنے دستیاب ہوئے کہ اندر پرستہ خوش قسمتی سے اتراتا اور زمین پر پاؤں نہ رکھتا تھا۔

سہدیو چلے تو متھرا ہوتے ہوئے گوالیار پہنچے۔ وہاں سے بیجانگر کا عزم کیا تو وہاں کے راجہ نے مزاحمت کی۔ سہدیو بپھرے ہوئے شیر تھے۔ ان کو کون ٹوک سکتا تھا۔

بپھرے ہوئے شیر کو بھی ٹوکا ہے کسی نے

طوفان کے تھپیڑے کو بھی روکا ہے کسی نے

یہ راجا بیجانگر کے سر ہو گئے اور آخر بائی کپائی نکال کر چھوڑی۔ یا تو راجہ بیجانگر اپنی نگلی میں شیر ہو رہا تھا۔ یا بھیڑ بکری بن گیا۔ نیچا دیکھ کر اطاعت قبول کی اور سر عبودیت قدموں پر جھکایا۔ سہدیو یہاں سے معاملہ ٹھیک ٹھاک کر کے آگے چلے۔ تو رکمنی جی کے بھائیوں یعنی بھیشم سے

بہادر بیٹوں سے مٹھ بھیڑ ہوئی دو طرفہ مورچے جمے۔ لڑائی ہوئی۔ مردان کارزار نے واد شجاعت دی۔ مگر سہدیو نے سب کے خوب دانت کھٹے کئے۔ اچھی طرح ناکوں چنے چبوائے یہاں سے نقارۂ نصرت بجاتے ہوئے نشیچروں کے دیس میں نزول اجلال کیا تو دوبد اور مبند کے راجاؤں نے مہرہ روکا۔ محاربۂ عظیم وقوع میں آیا۔ جنگ خونخوار پیش آئی۔ مگر نتیجہ وہی راجہ جدھشٹر کی فتح اور سہدیو کی کامیابی رہی۔ دوبد اور مبند۔ اُسی فوج کے سرداروں میں سے تھے۔ جس نے سری رامچندر جی کی رفاقت اختیار کر کے فتح لنکا کی نیک نامی میں حصہ لیا تھا۔ نشیچروں کے مجادلۂ خونریز کے بعد راجہ نل سے مقابلے کی نوبت آئی۔ جس وقت دونو فریق جوہر بہادری دکھا رہے تھے۔ اتفاقاً سہدیو کے لشکر میں آگ لگ گئی۔ اس وقت کی ہل چل کا کیا ٹھکانا۔ ایک ایک کی جان کے لالے پڑ گئے۔ مگر سہدیو رمز شناس تھے۔ اُنہوں نے سمجھ لیا کہ ساری مایا اگن دیوتا کی تھی۔ جو راجہ نل کی کنیا کی آتش الفت سے خود جل رہے ہیں۔ اور زبان دے چکے ہیں کہ جو راجہ نل کا مخالف ہوگا وہ اُن کے آتشکدۂ قہر و غضب کے لئے ایندھن کا کام دیگا۔

سہدیو اسی وقت نہائے اور بڑی پاکیزگی باطن سے پرارتھنا کرنے لگے۔ کہ اے اگن دیو۔ آپ جو چاہیں کریں مگر زیبا نہیں۔ میں سری کرشن جی کے اشارے اور راجہ جدھشٹر کے حکم سے آیا ہوں۔ راجسویہ جگیہ صرف آپ ہی کی خوشنودی خاطر کے لئے کیا ہے۔ اس لئے خلل اندازی نامناسب بلکہ رعایت واجب۔

اگن دیو نے جونہی یہ پرارتھنا سنی۔ آگ سے پانی ہو گئے۔ سری کرشن جی کے نام نامی نے پتہ پانی پانی کر دیا۔ عرق عرق ہو گئے اور بڑے ٹھنڈے دل سے کہا کہ اچھا اب تمہارے لشکر ظفر پیکر کو ذرا بھی آنچ نہ آئے گی شعلۂ مخالف سرد۔ یا تو لشکر میں انگارے برس رہے تھے۔ یا ایک دم برفستان کی سی کیفیت نظر آنے لگی۔

راجہ شل یہ دیکھ کر دل ہی دل میں گھبرایا۔ کہ معاملہ کیا ہے یا تو آگ برس رہی تھی یا ایک چنگاری کا بھی نام نہیں وہ سمجھ گیا کہ اگن دیوتا کا پانی اب میری طرف نہیں مرتا وہ آگ لگا کر الگ کھڑے ہو گئے۔ سہدیو کا پانی بھرنے لگے اس خیال نے راجہ شل کی آتش جرأت پر پانی ڈال۔ دہشت کے مُنہ پر دھواں ہو گیا۔ آخر پیغام صلح دیا اور اطاعت قبول کر کے جگیہ کی شرکت کا اقرار کیا۔ یہاں سے نچنتی کر کے سہدیو نے آگے قدم بڑھایا۔ تو راجہ رکم اور سورٹھ کے فرمانرواسے جنگ کی ٹھہر گئی۔ خوب خوب معرکے ہوئے مگر فتح سہدیو ہی کی قسمت میں دونو نے طوق اطاعت پہنکر بڑی خوشی سے جگیہ میں حاضری منظور وقبول کی۔ ایسے ایسے عظیم الشان اور جلیل القدر تاجداراں کو مغلوب کر کے سہدیو نے سمندر کے جزیروں کی طرف رُخ کیا۔ جس وقت فوج ظفر موج وہاں پہنچی۔ خوب مُنہ جوڑ لڑائیاں ہوئیں بڑے بڑے سور بیروں سے مقابلہ پیش آیا۔ لیکن کسی کے بنائے کچھ نہ بنی۔ سہدیو ہی نے ہر جگہ پالا جیتا۔

اس ملکش دیش سے سہدیو کو زر و جواہرات کے انبار کے انبار حاصل ہوئے طرح طرح کی عجائبات و نفائسات کا ڈھیر لگ گیا ان اطراف میں بیشمار کانیں سونا اگلتی ہیں۔ چنانچہ سونا لادنے بنا۔ سہدیو چھکڑوں رتھوں ہاتھیوں اونٹوں پر لادے ہوئے ملک جلش نکال مکھ دیش پر چڑھ دوڑے۔ وہاں بھی نیرو لفنگ سے سامنا ہوا۔ لیکن بہادران پاندو پرست نے سب کی بدھیا بٹھا دی یہاں سے بہت سی دولت لئے ہوئے انہوں نے لنکا کی طرف عزیمت کی اس زمانے میں وہاں بھبھیکن کا راج قائم تھا۔ سہدیو کی لنکا میں خوب آؤ بھگت ہوئی لنکا کا کوئی مقام سیر سے نہ بچا۔ قیمتی سے قیمتی جواہرات کے ذخیرے ہاتھ آئے سونا اتنا ملا کہ ڈھوتے نہ بنتا تھا۔ لنکا سے بڑی خاطر تواضع کے ساتھ رخصت ہوئے تو یہ کرناٹک میں فتح کا جھنڈا گاڑتے دولت کثیر لیتے ہوئے اندر پرستھ میں واپس آئے۔

اب رہ گئے نکل - اُنہوں نے مغرب کی طرف سپدھیاں بھریں۔ پہلے ماڑواڑ میں پہنچے - پھر دریائے سندھ کو عبور کر کے - قندھار - کابل بدخشاں - ایران - توران خراسان میں فتح کے ڈنکے بجاتے ہوئے اندر پرستھ میں رونق افروز ہوئے - ہر مقام کی کوئی مشہور اور نفیس چیز نہ تھی جو اُن کے ساتھ نہ ہو - دولت مال خزانہ تو معمولی بات ہے مشہور معدنیات کے جواہر - عمدہ عمدہ بیش قیمت کپڑے گھوڑے اونٹ سے خچر تک ہزار در ہزار شامل محاصل و باج و خراج تھے؛

جس وقت چاروں فتحمند بھائی اندرپرست میں غیر معمولی شان و شوکت کے ساتھ پہنچے - جدھشٹر کا کلیجہ ہاتھ بھر کا ہو گیا۔ اس نے سب کو کامیابی کا مبارک باد دیا - سب کو گلے سے لگایا۔ دولت دیکھی تو آنکھیں کھل گئیں - اندر پرستھ میں زر و جواہر وغیرہ رکھنے کی جگہ نہ رہی؛

راجہ جدھشٹر اور اُن کے بھائیوں نے جگیہ کا انتظام شروع کر دیا دور دور کے راجوں کا تانتا لگ گیا۔ راجہ جدھشٹر جگیہ کے انتظام اور مہمانوں کی خاطر و مدارات میں مشغول و مصروف ہوئے بھیم سین وغیرہ چاروں بھائی دوارکا جی پہنچے اور سری کرشن جی کو سارے خاندان کے ساتھ اندر پرستھ میں لے آئے؛

سری کرشن جی دوارکا سے چلے تو پھر اُن کے ٹھاٹھ باٹ کا کیا کہنا عجب شان و شوکت عجیب جلوس کی عظمت تھی - آپ اپنے ہمراہ اتنی دولت و جواہرات لائے - جس کے وزن کرنے سے میزان عقل قاصر تھی - اور جس کے شمار کرنے سے محاسب قیاس عاجز تھی؛

ادھیاے ۷

بھیم سین اور ارجن ۔ نکل و سہدیو کی چار اطراف عالم سے واپسی تاجداران زمانہ پر فتحیابی آمد مہمانان ۔ انتظام جگیہ ۔ تقسیم ۔ خدمات حالات شان و شوکت ۔ کیفیت ۔ جگیہ وغیرہ

جب تک مہاراجہ جدھشٹر کے بھائی دُنیا کے چاروں کھونٹ میں فتح کے ڈنکے بجاتے ہوئے واپس آئے۔ تب تک اندر پرستھ کی زمین خود ہی روپیہ اگلنے لگی۔ اتنا اناج پیدا ہوا کہ ہر جگہ خرمن کے خرمن جمع اور انبار کے انبار لگے ہوئے تھے رہزنوں اور قزاقوں نے سامان فارغ البالی دیکھ کر اچھے اچھے پیشے اختیار کیے۔ قافلے کے قافلے دور دراز مقامات سے آکر اندر پرستھ میں آباد اور فیض شاہنشاہی سے شاد و بامراد ہوئے جیوں جیوں رعیت کی تعداد بڑھتی گئی شہر کی رونق میں چار چاند لگتے گئے اور ہر طرف کنچن برستا دکھائی دینے لگا زمین کی زرخیزی نے خزانہ دولت سے ایسا پاٹ دیا کہ کوبیر کو حسد تھا جب چاروں بھائی بھیم سین ۔ ارجن ۔ سہدیو ۔ نکل ، اندازہ و قیاس سے زیادہ دولت ۔ مال و اسباب سونا جواہر لائے پھر تو بڑے بڑے محلوں میں تل رکھنے کی جگہ نہ رہی ایک ایک ایوان ایک ایک طرح کے الماس و جواہر نفائسات و جواہرات ہی سے بھرا پڑا تھا محلوں میں جواہرات کی ڈھیریاں لگی تھیں ، الماسوں

کے ڈھیر تھے سونے کا پہاڑ کھڑا معلوم ہوتا تھا تحفہ تحائف کی گنتی نہ تھی عجیب و غریب چیزوں کے سوا اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ اصطبلوں میں عمدہ گھوڑے۔ کچھ طوطے کچھ طاؤس کے رنگ برنگ بہار دکھاتے تھے فیلخانوں میں دنیا بھر سے اچھے اچھے ہاتھی جھومتے نظر آتے تھے جن میں رہنا کے رکھنے اور دیکھنے ہاتھی قابل ذکر ہیں گئوشالاں میں ناگوری اور قسم قسم کے خوبصورت پیکر ہاتھی کے پاٹھوں سے زیادہ قوی بے انتہا تھے۔ خلاصہ یہ کہ دنیا کی کوئی شے یا کوئی عمدہ سے عمدہ اچھی چیز نہ تھی جو اندر پرستھ میں مہیا و فراہم نہ ہوئی تھی ؛

سری کرشن جی مہاراج اندر پرستھ میں رونق افروز ہوگئے تھے آن سے بات چیت ہو رہی تھی کہ دفعتہً سری ویاس جی بھی رونق افروز دائرہ دولت ہوئے کیا کرشن جی کیا جدھشٹر کیا بھیم سین وغیرہ اور دوسرے مہمان راجے مہاراجے سب استقبال کو دوڑے بڑی تعظیم و تکریم سے لائے جس وقت بیاس جی سب کو اشیرباد دے کر رونق افروز محل ہوئے اس وقت راجہ جدھشٹر نے سری کرشن جی سے عرض کی ؛

مہاراج سارا برتاؤ آپ کا ہی ہے آپ ہی کی مدد کے بھروسے پر یہ پہاڑ اٹھانا چاہوں۔ راجسوئے جگیہ کرنا خالہ جی کا گھر بچوں کا کھیل۔ لڑکیوں کا گھروندا کا نوالہ نہیں۔ آپ ہی چاہینگے تو پربت ہوجائے گا آپ کی اجازت سے چاروں بھائی دنیا کی چاروں اطراف ناپ آئے ہیں۔ جنھوں نے سر اٹھایا وہ آخر بھیگی بلی بنے جو سر چڑھے انھوں نے منہ کی کھائی۔ آپ کی کرپا سے سب کام ٹھیک ہوگیا مال و اسباب زر و جواہر اس قدر ڈھیر ہیں کہ حساب نہ شمار۔ اب فرمایئے جگیہ کا آغاز کیونکر ہو کام کس طرح چھیڑا جائے؛

سری کرشن جی۔ اب سب کام ٹھیک ٹھاک ہے مجھے دنیا میں آپ سے بڑھ کر کون ہے جس کے پاس اتنی دولت اتنی شان و شوکت ہو نہ ہاتھیوں کی گنتی نہ گھوڑوں کا شمار۔ بس اب آپ کو جگیہ کرنے میں کیا ہے دیکھ آپ

فوراً راجسویہ جگیہ شروع کر دیجئے۔ ایشور سب کام سدھ کریگا آپ کے بھائی سب لائق و فائق ہیں ان سے کہئے کہ ایک ایک کام اپنے ہاتھ میں لے لیں ؛

راجہ جدھشٹر نے یہ تقریر سنتے ہی جگیہ کے سرانجام کے لئے حسب ذیل خدمات تقسیم فرمادیں ؛

سری کرشن جی کے مشورے سے اپنے بھائی اور دھوم رشی اپنے پروہت کو تمام سامان کی بہمرسانی کا ذمہ وار بناکر دھوم رشی کو کامل اختیار دیا کہ وہ جس سے چاہیں کام لیں جو جس لائق ہو اس کی لیاقت و حیثیت کے موافق خدمت سپرد کردیں کسی سے پوچھنے گچھنے کی ضرورت نہیں ارجن کے رفیق خاص و ملازمان بااخلاص کو حکم ہوا کہ بھنڈار کا انتظام کریں۔ غلہ۔ گھی۔ دودھ دہی وغیرہ تمام اشیائے خوردنی آپ کے حوالے خوشبویات یعنی گلاب۔ کیوڑا۔ عطر۔ پھلیل۔ صندل۔ عود عنبر وغیرہ کا ذخیرہ سہدیو کے دست اختیار میں سونپا گیا۔ جتنا چاہیں راجاؤں۔ مہاراجاؤں۔ مہمانوں۔ رئیسوں کو دیں۔ مالک ہیں۔ دھوم رشی تمام مہمانوں اور رشیوں منیوں کو رسد پہنچائیں۔ برہم بھوج اس انتظام سے کریں کہ سب چیزیں بچی پڑی رہیں۔ کمی کسی بات کی نہ ہو۔

اس کے بعد بیاس جی سے درخواست کی کہ جگیہ کا سرانجام آپ کے ذمے ہے جن وید پاٹھیوں کو منظور ہو یاد فرمایئے ؛

بیاس جی نے فرمایا کہ جگیہ بڑی شان و شوکت اور دھوم دھام سے ہوگا۔ اطمینان رکھئے۔ ہزارہا پنڈت وید پاٹھی اور کامل سے کامل رشی منی تشریف لے آئے ہیں۔ اور ابھی تانتا لگا ہوا ہے چنانچہ میں سب کو ایک ایک کام پر مقرر کر دونگا۔ چنانچہ جاگ ولک۔ ستانند۔ پیل۔ دھوم رشی اور مہا دیو اعلےٰ لباسوں کی وجہ سے ہوم کے واسطے منتخب ہوئے۔ برہم بیتر لشٹ جی کو برہما کی پدوی دی گئی راجہ جدھشٹر کی حسب خواہش تمام مہمان راجے مہاراجے بھی اپنے اپنے دائرہ حکومت

کے وید پاٹھیوں اور رشیوں منیوں کو ساتھ لئے ہوئے رونق افروز ہوئے
تحفہ تحائف کا انبار لگ گیا۔ اندر پرستھ راجوں مہاراجوں کے عالیشان
قیامگاہوں سے گھر گیا۔ زرکار اور رنگ رنگ کے خوشنما ڈیرے
شامیانے۔ نمگیرے آسمان سے باتیں کرتے اور زمین کو چھپائے ہوئے
تھے۔ ہر قیامگاہ کے سامنے نہریں جاری تھیں۔ حوض موجیں مارتے
تھے۔ سبزہ زار سے طبیعت ہری ہو رہی تھی۔ باغ و بہار سے دل کا کنول
کھلتا تھا۔ ہر قیامگاہ میں اہلکار خدمتگار متعین تھے کہ جس چیز کی جسے
ضرورت ہو فوراً بہم پہنچائیں۔ گویے۔ رقاص۔ ظریف۔ خوش طبع۔ غلام
لونڈیاں بے شمار اپنی اپنی خدمتوں پر مامور تھے۔ راجہ جدھشٹر بنفس نفیس
اپنے بھائیوں کے ساتھ مہمانوں کا استقبال کرتے اور حسب حیثیت
فرودگاہوں میں ٹھہراتے تھے۔ راجہ جدھشٹر نے اپنے بھائی نکل کو
ہستناپور روانہ کیا تھا چنانچہ اُن کے ہمراہ راجہ دریودھن اور بھیشم پتامہ بڑے خیل و
خدم شان و شوکت سے وارد اندر پرستھ ہوئے سو گھوڑوں کے جلوس کے
جدا جدا عالیشان ٹھاٹھ تھے۔ ان کے علاوہ حسب ذیل صاحب اقتدار و عالی
تبار تاجداروں راجوں مہاراجوں کے مجمع میں اس طرح آفتاب اقبال کی
چمک دمک دکھاتے تھے جس طرح سیاروں میں ہفت اختر۔

راجہ جیدرتھ۔ راجہ شل (پانڈوں کی ماں مہارانی کنتی کے بھائی)
راجہ کرن۔ مالیک۔ شال۔ بھگدنت۔ ہری پچ۔ راجہ دروپد (مہارانی دروپدی
کے والد) درشٹ دمن۔ سکنڈی وغیرہ۔

راجہ جدھشٹر نے بھیشم پتامہ۔ دروناچارج۔ اسوتھامان۔ کرپاچارج
راجہ دریودھن کی ایسی تعظیم و تکریم سے خاطر مدارات کی کہ ہر ایک کا
دل خوش ہو گیا۔ بھیشم پتامہ راجہ جدھشٹر کی مرتبہ شناسی اور اظہار لیاقت
سے پھولے نہ سماتے تھے۔ جگیہ کا تمام ٹھاٹھ باٹ ساز و سامان۔ خوش
انتظامی۔ مال و دولت وغیرہ کو ملاحظہ فرما کر انہوں نے خوبی اقبال پر واہ
واہ کی۔ راجہ جدھشٹر نے بھیشم جی اپنے گرو اور اپنے ماموں راجہ شل

کے سامنے سر جھکا دیا اور دست بستہ عرض کی۔ کہ آپ ہی کی تائید اقبال اور فیض بزرگی درکار ہے جس کے بھروسے پر میں نے اس اہم کام کا بیڑا اُٹھایا ہے آپ ایسی دعا دیں کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤں۔ سب نے یکزبان ہو کر دعا دی اور کہا کہ ہم سب جان و مال سے جگیہ پورا کرائینگے۔ اور جہاں سری کرشن چندر جی مہاراج خود رونق افروز ہیں جہاں بیاس جی کی ذات مقدس جلوہ گستر ہے۔ وہاں کامیابی میں کیا شک کس کی مجال ہے۔ جو اشارتاً و کنایتاً خلل انداز ہو سکے۔

بھیشم پتامہ اور درونا چارج جی نے جگیہ میں شرکت کے واسطے آنے والوں کی خاطر تواضع اپنے ذمے لی اور خزانہ زر و جواہر درونا چارج کے حوالے کیا۔

سری کرشن جی ماہر اسرار نہانی ہیں۔ انہوں نے خلوت میں راجہ جدھشٹر کو درلودھن کے ہاتھ کے خاص وصف بتائے۔ یعنی اس کے ہاتھ میں وہ تاثیر ہے کہ چاہے جتنی دولت اُڑا دے پھینکے۔ بانٹے۔ خزانہ خالی ہونا کیا معنے۔ دولت اتنی ہی بڑھتی چلی جائے مگر اس کو خود اس وصف خاص کی خبر نہیں۔ اس لئے خزانہ اسی کو سونپنا لازم ہے۔ چنانچہ اسی مشورے پر عمل کیا گیا۔ اور درلودھن مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا جب سب کو سب خدمتیں تقسیم ہو گئیں اور سب راجے مہاراجے اکٹھے ہوئے تو بیاس جی کے حکم سے چیدہ چیدہ بید پاٹھیوں نے آدپُرش نارائن بھگوان کی پرستش کر کے وید منتر پڑھنا شروع کئے ہون میں آہوتیاں دی جانے لگیں۔ جونہی جگیہ کی کارروائیوں کا آغاز ہوا درلودھن کی چڑھ بنی اپنے ہاتھ کی تاثیر سے ناواقف تھا راجہ جدھشٹر سے دل میں کدورت تھی وہ چاہتا تھا۔ کہ کسی طرح اُن کی بدنامی ہو۔ اسلئے نے آنکھ بند کر کے خزانہ لٹانا شروع کر دیا ایک کی جگہ دو دو کی جگہ چار خرچ کرنے چاہتا تھا کہ جہاں تک جلد ہو سکے خزانہ خالی ہو جائے مگر ہاتھ کی قدرتی تاثیر سے جتنا روپیہ لٹاتا تھا اُس سے دو چند خزانے میں

موجود ہو جاتا تھا لوگ اس داد و دہش سے مالا مال ہو گئے اور جدھشٹر کی فیاضی اور اولوالعزمی دیکھ کر سب حیران رہ گئے۔ سری کرشن جی کی توجہ خاص سے جگیہ اس خوبی اور کامیابی سے انجام بخیر ہوا کہ راجہ جدھشٹر کی نیکنامی کے ڈنکے بج گئے اب تو راجہ جدھشٹر کی دلی خوشی کا دماغ آسمان پر پہنچ گیا۔ زمین پر پاؤں نہ پڑتے تھے۔ دل ہی دل میں ناز کرتے تھے کہ آہا۔ جگیہ کی یہ رونق۔ ایسے ایسے عظیم الشان راجے زیر فرمان۔ یہ جوش سخاوت۔ اب دنیا کے پردے پر میرے سوا کون باقبال اور صاحب جاہ و جلال تاجدار ہوگا یہ غرور و نخوت کا خیال سری کرشن جی کے دل میں کھٹکا۔ سوچے کہ کسی کا غرور رہنے دینا اچھا نہیں تکبر بڑی چیز ہے راجہ جدھشٹر کی ذرا آنکھیں کھول دینا چاہیئے کہ حواس ٹھیک ہو جائیں۔ چنانچہ اُنہوں نے حکمت عملی سے خزانہ راجہ کرن کے سپرد کر دیا اور آپ سیر دیکھنے گئے۔ راجہ کرن بڑا سخی اور نہایت ہی دریا دل تھا دنیا میں اُسکی فیاضی کے جشن گائے جا رہے ہیں۔ ذرا سی بات ہے کہ روزانہ سوا من سونا خیرات کر دینا اس کا معمول تھا ایسے فیاضی ہاتھوں کو روپیہ اشرفی مال و دولت کی کسک کہاں اس لئے دو ہی روز میں سارا خزانہ لٹا دیا اور اور روپیہ کی مانگ ہونے لگی راجہ جدھشٹر نے جو خزانہ کا حال سُنا تو ہوش جاتے رہے حواس نہ رہے سری کرشن جی کے پاس دوڑے گئے دہائی دی:

مہاراج غضب ہوا جاتا ہے خزانہ گھڑی دو گھڑی کا مہمان ہے آبرو بچایئے۔ ناک رکھیے۔ ورنہ سارا کیا دھرا مٹی ہو جائیگا تمام راجے مہاراجے ہنسینگے۔ ٹھٹھے لگائینگے کہ واہ ٹائیں ٹائیں فش۔ سری کرشن چندر اُس کے جواب میں ہنس دئے اور زبان مبارک سے فرمایا کہ

راجہ صاحب۔ بڑے بول کا سر نیچا۔ غرور کو اسی لئے بُرا کہتے ہیں آپ کو "ہمچو ما دیگرے نیست" کے خیال نے اسی فکر و تردد میں ڈالا آپ سمجھتے تھے کہ مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں۔ اب آپ نے دیکھ لیا کہ

راجہ کرن کیسا سخی داتا ہے اور دریودھن کے ہاتھ میں کیا تاثیر ہے۔ خیر اب
آپ فکر نہ کریں اطمینان رکھیں میں انتظام کئے دیتا ہوں +
یہ فرما کر مہاراج ممدوح نے ارجن کو فرمایا کہ لنکا میں ڈھیروں سونا
موجود ہے۔ جاؤ اٹھا لاؤ۔ دیر نہ کرو +
ارجن نے گانڈیو دھنش اُٹھایا۔ سمندر پر تیروں کا پل بنا کر پار ہوا۔
اس وقت ببھیکن لنکا کا فرمانروا تھا۔ اُس نے صدہا من سونا تدر کیا
بہت سی خوبصورت عورتیں پیش کیں۔ اور بڑی تعظیم و تکریم سے رخصت
کیا۔ ارجن وہاں سے چلا پڑا۔ تو اندر پرستھ ہی میں تھا ببھیکن کی سوغات
پیش کی راجہ جدھشٹر خوش ہو گئے کہ آبرو بچ گئی۔ اب بگڑا کام بن جائیگا
سری کرشن جی نے راجہ کرن کو دوسری خدمت پر مامور کر کے پھر خزانہ
دریودھن کے دست اقتدار میں سونپا۔ پھر دولت بڑھنے لگی۔
جگیہ کی ملتوی کارروائیاں سرگرمی سے جاری ہو گئیں +

ادھیائے ۸

جگیہ کی ابتدائی کارروائیوں کا مختصر نظارہ

بلشیم پائن جگیہ کی ابتدائی کارروائیوں کا یوں نقشہ کھینچتے ہیں
کہ راجوں مہاراجوں کی تشریف آوری اور تیاری سامان کے بعد جگیہ
کا آغاز ہوا۔ جگیہ منڈپ نہایت ہی عالیشان اور خوشنما بنایا گیا تھا۔
بیدی نہایت ہی خوبصورت تھی جس میں مختلف رنگ کے حروف اور وید منتر
زینت وکھا رہے تھے سونے چاندی کے کلسوں اور ضروری برتنوں میں
تمام تیرتھوں کا پوتر جل لبریز تھا۔ پھول چندن اور خوشبویات کے ڈھیر لگے
ہوئے تھے ایک طرف رشیوں منیوں کے آسن تھے دوسری طرف راجوں

مہاراجوں کی صف سب ہی نشستگاہیں بڑی ہی نفیس اور نفائسات سے آراستہ پیراستہ تھیں سب کی گردنوں میں پھولوں کی مالائیں بہار دے رہی تھیں۔ راجہ جدھشٹر بیش قیمت پتیامبر اور زیورات شاہانہ زیب تن کئے۔ قیمتی جواہرات سے مرصع مکٹ دھارے ہوں کنڈ کے پاس بیٹھے بائیں طرف مہارانی دروپدی دریائے جواہرات میں غرق سولھوں سنگار سے نور کی تصویر بنی ہوئی رونق افروز تھی پاس ہی بھیم سین۔ ارجن۔ سہدیو۔ نکل شاہانہ پوشاکیں پہنے جلوہ گستر تھے۔ راجہ جدھشٹر نے بھیشم پتامہ جی سے آغاز کارروائی کی اجازت چاہی۔ اُنہوں نے بڑی خوشی سے فرمایا۔ ہاں ہاں سری گنیش آتمنہ کیجئے +

بھیم سین نے پوچھا کہ سب سے پہلے ملک کس کا ہوا۔ بھیشم جی نے کہا کرشن جی مہاراج سب سے پہلے اس اعزاز کے مستحق ہیں تمام رشی اور راجاؤں نے تائید کی اور تلک کرشن جی کے ماتھے پر مہادیو جی کے چندر سیکھر کی طرح زیب دینے لگا۔ دریائے جمن کے ساحل پر سب کارروائی تھی۔ سری نارو منی ویدرشی اور ویاس جی والمیک۔ وشد باسا۔ اتر ے۔ بسوامتر۔ پلاستر گرگ بشسٹ بھیدک شرنگی۔ درونا چارج وغیرہ وغیرہ ۸۰ ہزار رکھیشروں اور دیورشیوں نے جگیہ کا آغاز کیا۔ وید منتروں کی آواز سے پرتھوی اور آکاش گونج گئے +

ادھیائے ۹

جگیہ میں سری کرشن جی کے اعزاز پر

چندیری کے راجہ ششپال کا رشک وحسد۔ شان مقدس میں گستاخیاں بھیم سین کا جوش وخروش۔ بھیشم پتامہ کی فہمائش

جگیہ کے آغاز میں جب بھیشم پتامہ وغیرہ نے سری کرشن جی کے تلک پوجن کے واسطے رائے دی۔ تو چندیری کے راجہ شش پال کے بدن میں آگ لگ اُٹھی وہ پیچ وتاب کھا کر بآواز بلند پکارا کہ کیوں صاحب جہاں ہم ہوں۔ جہاں راجہ رکم۔ راجہ شل۔ راجہ دریودھن۔ راجہ دروپد اور راجہ رکھب ایسے پرتاپی اور تیجسوی پشتینی مکٹ شرومنی راجے ہوں وہاں ہم لوگوں کی بے عزتی۔ ہمارے شاہی اعزاز کی کسر شان اور اس کرشن کی منزلت افزائی۔ جو کل کا بچہ جس نے ابھی پیٹ سے پاؤں نکالے ہیں۔ جس کے تلووں میں گائیں چرانے کے زمانے کے ڈھیٹے موجود ہیں۔ جس نے آہیروں کے ٹکڑوں سے پرورش پائی جس کی اتنی عمر گوالنوں کے دودھ وہی چراتے چراتے ہی گزری۔ وہ کب سے راجہ ہُوا۔ اور راجہ کی پوجن بھی ہونے لگی۔ نہ باپ کا پتہ نہ اصلیت کا نشان۔ حقیقی ماموں کنس کی جان لینے میں سعادت خروج کر کے ہفتاد پشت کا نام اُچھالا۔ چھل کپٹ سے دیوار پھاند کر چوری چوری جراسندھ کے یہاں پہنچا۔ اور دھوکے سے موت کے گھاٹ اُتارا۔ بہادری تب تھی جب کھلے میدان میں دو دو ہاتھ ہوتے اس ادھرم کا عوض اگر کرشن سے نہ لیا۔ تو شش پال نہیں جو مزہ چکھائے بغیر رہوں ایسے آہیر کے چھوکرے کو جگیہ کا تلک۔ راجہ کرن اور اور راجے بیچارے محروم۔ بس معلوم ہوگیا کہ بھیشم پتامہ سٹھیا گئے

ان کی عقل جاتی رہی۔ جو اس لُٹھ کلنے نہیں اور جو ہاں میں ہاں ملاتے ہیں سب اوچھے ہیں کسی کو پاس حرمت نہیں ایسے خوشامدیوں کی بات کا اعتبار کیا۔ چاپلوسی پر میں لعنت بھیجتا ہوں جس وقت سسپال کالے ناگ کی طرح زہر اگلتا ہوا شیر کی طرح گرجا محفل میں سناٹا چھا گیا سب حاضرین سری کرشن جی کا منہ تاکنے لگے۔ انتظار تھا کہ دیکھیں زبان مبارک سے کیا پھول جھڑتے ہیں وہ شربت کا گھونٹ پی کر چپ رہے۔ لیکن راجہ جدھشٹر نے فرمایا کہ:۔

راجہ سسپال آپ کا یہ خیال خام ہے میں تمام راجوں کی نس نس رگ رگ سے واقف ہوں ہر ایک کی جڑ بنیاد مجھ کو معلوم ہے جس کا کچا چٹھا بیان کر چلوں کیا آج کوئی کسی بات میں بھی سری کرشن چندر کی ٹکر لے سکتا ہے، ویدوں کی واقفیت میں کمال۔ دھرم شاستر پر کامل عبور۔ راج نیت کو ذات والا صفات پر ناز۔ دست قدرت میں اعجاز دریائے طاقت ناپید اکنار۔ جوش شجاعت بحر زخار۔ تاجداروں میں سرتاج ہیں شیر دلوں کا نام سے پتہ پانی پانی ہوتا ہے۔ دولت مندوں کے لئے نظر فیض اثر کیمیا کا کام دیتی ہے۔ دیوتاؤں میں افضل مانے جاتے ہیں پیکر عنصری میں ذات اقدس نے جان ڈال رکھی ہے۔ پھر ان کی شان میں یہ کلمات گستاخانہ بھیشم پتامہ کا فرمانا پتھر کی لکیر اُن کی عقل میں روگ لگا تا ناقص العقلی۔ کچھ بھیشم جی ہی نہیں تمام رشی منی یک زبان ہو کر تائید کر رہے ہیں۔ پھر حیلہ و حجت کیا؟

شسپال۔ آفریں راجہ صاحب۔ آپ بھی خوشامد کی لینے لگے بھلا فرمائیے تو سری کرشن جی کب سے راجہ ہوئے ان کے باپ داووں میں سے کسی کو بھی تاج سر پر رکھنا نصیب ہوا۔ کون نہیں جانتا متھرا بندرابن اور گوکل کی گائیں چراتے پاؤں ٹوٹے جعل فریب سے کچھ اس کا کچھ اس کا مال مار کر مالدار بن بیٹھے۔ گویا سرخاب کے پر لگ گئے بھیشم پتامہ کی عقل میں ضرور فتور ہے یہ مالیا خولیا کی سی

باتیں کرنے لگ گئے۔ ان کے قول و فعل کا کچھ سر پیر نہیں جو باور کرے وہ بیوقوف +

بھیم سین کو یہ الفاظ سننے کی تاب نہ رہی تڑپ کر کھڑا ہو گیا اور کہا کہ راجہ ششپال کا یہ منہ کہ ہمارے بزرگ خاندان بھیشم جی کو سخت سست کہے اور مہاراج کرشن جی کو گالیاں دے یہ ہمارے پتامہ جی کی طاقت اور فہم و فراست سے واقف نہیں نہ کرشن جی کے پرتاپ کو نظر میں لاتا ہے اے راجہ ششپال تو اپنی عقل خود ٹھیک کر آنکھیں بنوا کر آ تاکہ اُن آفتابوں کی روشنی نظر آسکے دھرم شاستر کا قول ہے کہ مہاتما اور سری ہر کی مذمت کرنے والے کی زبان گدی سے کھینچ لینا عین دھرم ہے۔ اگر یہ ممکن نہ ہو تو اپنے کانوں میں انگلی دے کر اس جگہ دم بھر نہ ٹھہرے جہاں مذمت ہوتی ہے ششپال تیری یہ گز بھر کی زبان۔ اُف اوہ۔ ایسا غرور بڑا مرد ہے تو سامنے آجا۔ ابھی تیرے ہوش و حواس ٹھیک کردوں +

بھیم سین کو بپھرا ہوا دیکھ کر بھیشم جی نے روکا اور سمجھایا کہ یہاں جو ہیں سب تمہارے مہمان ہیں ان کی کھری کھوٹی سن لیتے ہیں بھی کچھ مضائقہ نہیں کیونکہ جگیہ میں غصے کو پاس پھٹکنے نہ دینا چاہیے۔ راجہ ششپال جو کہتا ہے کہنے دو سمجھ لو کہ اس کی عقل ایسی ہی ہے کرشن جی بشن جی کے اوتار ہیں اُن کی عزت رشی منی پہچان سکتے ہیں۔ ششپال اوندھی کھوپڑی کا آدمی نہیں سمجھتا۔ تو اس کا قصور نہیں عقل کا فتور ہے۔ اس میں سری کرشن جی کی ہیٹی کیا؟

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

چاند پر خاک نہیں پڑتی ہے

نعف برد ے فلک بید دے خواست
مہ نورمے فشاند و سگ بانگ مے زند

ادھیائے ۱۰

ششپال کی ایک سو ایک گستاخیوں پر شری کرشن جی کا جوش غضب۔ سودرشن چکر کی خونریزی اشستپال کا قتل۔ استتی

شری بھیم سین بھیشم پتامہ کی فہمائش کو مان کر بیٹھ گئے۔ اُنہوں نے اپنے غصے کو ضبط کرکے سر عبودیت خم کیا۔ مگر سسپال اسی طرح اکڑا رہا زبان قینچی کی طرح چلتی اور کلیجوں میں کاٹ کرتی رہی۔ اس کے سر پر موت کھیل رہی تھی اور دن پورے ہو چکے تھے ؎

مہ تہار ہر دے بسے بسر جائے بدھ

کا معاملہ پیش نظر ہوا۔ بھیشم جی کے الفاظ گرم توے کی بوند ہو گئے۔ شری کرشن جی کی خاموشی نے اُسے اور استعال دی اور وہ بدستور بڑبڑ کرتا رہا۔ اس کی زبان وہی الفاظ دوہرا رہی تھی جو پہلے سامعین کے گوش گزار ہوئے تھے۔ واہ واہ پکار کر کہہ رہا تھا کہ بھیشم پتامہ کی عقل ماری گئی ہے۔ ان کو اونچ نیچ سمجھنے کا دماغ ہی نہ رہا۔ بڑھاپے نے مغز خالی کر دیا۔ ان میں رائے دینے کا دماغ کہاں میری بات پتھر کی لیک ہے۔ برہما کا اکشر ہے جو زبان سے نکلیگا۔ اس کی کوئی تردید نہیں کر سکتا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کرشن آٹھ دس برس تک نند وغیرہ کی گایوں کا چرواہا نہیں رہا۔ کیا کوئی ایمان چھوڑ کر کہہ سکتا ہے اس نے گوالوں کے یہاں دودھ دہی نہیں چرایا۔ کیا مزے کی بات ہے

اگر کوئی نند کا بیٹا کہتا ہے تو کوئی بسدیو کا فرزند۔ کسی کو خبر نہیں کہ اصلیت
کیا ہے جس وقت سسپال نے پہل کی تھی اُس وقت سری کرشن جی نے
فرمایا تھا کہ ایک سو ایک کلمات تک اختیار ہے سسپال جو چاہے کہہ لے۔
ضبط کروں مگر اس کے بعد زبان چلیگی تو سودرشن چکر ہوگا اور اس کی گردن۔
سسپال نشۂ نخوت میں چور تھا۔ موت سر پر سوار تھی کسی کے سمجھانے
سے نہ سمجھا۔ اپنی ہی ایڑ لگاتا رہا۔ کرشن جی ایسے کرشن جی ویسے۔ گوالوں
سے دہی دودھ کی بھیک مانگی۔ گائیں چرائیں۔ ولدیت کا پتہ نہیں۔ راجہ
کنس کو فریب سے قتل کیا۔ جراسندھ کی دغابازی سے جان لی۔ وغیرہ
وغیرہ۔ اسی قسم کے الفاظ کا دریا اُمنڈا چلا آتا تھا +

ادھر سسپال کی زبان سے غیر مہذب کلمات نکل رہے تھے۔ ادھر
کرشن جی لکیریں کھینچے جاتے تھے کہ اب یہ گالی گلوج کی۔ سو لکیروں تک
اُنہوں نے کچھ سانس ڈکار نہ لی منہ پر خاموشی لگائے کان دیئے ایک
ایک لفظ سنا کئے۔ مگر جب ایک سو ایک کی تعداد پوری ہوگئی۔ تب سامعین
سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ میں ایک سو ایک مرتبہ طرح دے چکا ہوں۔ مگر پھر
بھی سسپال کی زبان چلی جاتی ہے۔ اب میں بری الذمہ۔ ابھی اس کا سر
زمین پر لوٹتے دکھائی دیتا ہے یہ فرماکر جوش غضب میں سودرشن چکر گھما کر
پھینکا تو سسپال کے سر پر ہی تھا۔ پہلی ہی زد میں گردن دھڑ سے
جدا ہوگئی۔ اور دھڑ دھڑام سے زمین پر گر پڑا +

اس وقت سودرشن چکر کی روشنی عجیب خوفناک تھی۔ کیا رشی کیا
منی کیا راجے کیا مہاراجے اس کی صورت دیکھ کر کانپنے لگے جائیں ستر کوٹھوں میں
چھپنے لگیں۔ ہوش و حواس بالکل غائب تھے جس کو دیکھو بت بنا بیٹھا تھا
سب بالکل نقش دیوار نظر آرہے تھے۔ معلوم ہی نہ ہوتا تھا کہ بدن میں سانس
ہے بھی یا نہیں۔ ہر شخص کی بوٹی بوٹی او کلیجہ تھر تھرا کر منہ کو آتے معلوم ہوتا
تھا۔ یہ خوفناک حالت دیکھ کر دیورشی نارد اور وششٹ جی وغیرہ بڑے ادب
سے سامنے آئے اور بڑی عاجزی سے منت و سماجت کرنے لگے کہ

مہاراج آپ تینوں لوک کے مالک ہیں جگدیش اور شمبھ آپ کا خطاب
ہے۔ ترلوک آپ کے دست قدرت کا ایک کرشمہ ہیں۔ شمبھر کی رشی مُنی
صرف آپ کے درشنوں کی خواہش میں ہزار ہا برس تک تپشیا کر کے چولا
گھلا دیتے ہیں۔ مگر آرزو پوری نہیں ہوتی گیا برہما کیا بشنو کیا اندر و کیا
کوبیر کیا یم جتنے دیوتا ہیں کسی کو آپ کے دریائے قدرت کی تھاہ نہیں
ملتی۔ برہم لوگ فرق مبارک ہے۔ سورج، چاند، آنکھیں۔ جب زمین بار
گناہ سے بوجھل ہو جاتی ہے۔ تب آپ اُوتار لے کر بھگتوں کو تارتے
اور پاپیوں کو مار کر گاؤ زمین کا بوجھ اُتارتے ہیں۔ جب ہرن کشیپ نے
زمین و آسمان سر پر اُٹھایا۔ آپ نے باراہ کے قالب میں ظہور فرما کر
سزائے کفر دی۔ پہلاد کے بچانے اور ہرناکش کے مارنے کو نرسنگھ روپ
کا جلوہ دکھایا۔ رام اوتار میں ساکار ہو کر راون کنبھ کرن کھر دوکھن ترسرا
وغیرہ راکششوں کو قتل کیا اور سگریو اور بھبھیکن وغیرہ اپنے بھگتوں
کے کشٹ کاٹ کے صاحب تاج و تخت بنایا۔ اب ذات مقدس شیام
سندر سری برج چند آنند کہلاتے ہیں کنس ایسے سر حلقہ کفار جراسندھ
ایسے شہر ور تاجدار اور سسپال ایسے بہادر ضیغم شکار کو ایک آن واحد
میں نیست و نابود کر دیا آپ کی نظر عاطفت کے خواستگار ہیں۔ ایسی
توجہ فرمائیے کہ راجہ یدھشٹر کا جگیہ بخیریت تمام انجام کو پہنچے +

ادھیائے ۱۱

شش پال کی کیفیت سری کرشن جی کی زبانی۔ جگیہ کی رونق اور شان و شوکت کی کیفیت

مختصر کیفیت

بھیشم پاتن کا بیان ہے کہ سسپال کا سر اُڑنے پر نارد منی بشسٹ گوتم ویاس وغیرہ مہارشیوں نے اُستتی کر کے سری کرشن جی کا غصہ فرو کیا۔ تو مہاراج ہمہ مدح الشان مسکرائے اور زبان فیض ترجمان سے گوہر افشانی کی کہ صاحبان! میری مادر مہربان رانی دیوکی اور سسپال کی ماں بہنیں ہیں ایک روز دونو بہنوں سے ملاقات ہوئی میں اپنی ناتا کے ساتھ تھا اور سسپال اپنی ماں کی گود میں سسپال کی اس وقت عجیب ہیئت تھی چہرے پر تین آنکھیں اور جسم میں تین بازو۔ سب کو حیرت تھی کہ یہ عجیب الخلقت لڑکا کہاں سے آگیا۔ اتفاقاً نارد جی کا ادھر گزر ہوا۔ انہوں نے یہ شکل و صورت دیکھ کر فرمایا کہ لڑکا ہے تو اقبالمند۔ مگر اس کی موت اُس شخص کے ہاتھ بدی نکلتی ہے جس کی گود میں اس کے زائد اعضا گر جائیں۔ یعنی ایک ہاتھ اور ایک آنکھ ندارد ہو جائے جس وقت میں نے اپنی موسی یعنی سسپال کی والدہ کے قدم چھوئے۔ تو رسم محبت سے میں نے سسپال کو گود میں لے لیا۔ گود میں لیتے ہی نارد جی کا بچن ٹھیک ہوا یعنی سسپال کے عضو زائل ہو گئے۔ اور تین ہاتھوں کے عوض دو ہاتھ اور تین آنکھوں کے عوض دو آنکھیں باقی رہ گئیں ؛

یہ اچنبا دیکھ کر موسی (سسپال کی ماں) گھبرائی اُس نے سمجھ لیا کہ بس اس کا قاتل میں ہی ہونگا۔ وہ مجھ سے بہت گڑگڑائی اور نہایت ہی عاجزی سے بولی کہ: "ورکرشن چندر۔ یہ میرے کلیجے کا ٹکڑا اور تمہارا چھوٹا بھائی ہے۔ اس پر ہمیشہ نظر عنایت رکھنا۔ ایسا نہ ہو کہ کسی وقت کوئی بات ہو جائے ؛

میرا یہ جواب تھا کہ آپ میری طرف سے اطمینان رکھیں میں اپنی طرف سے کوئی بات نہ کرونگا۔ اور اگر سسپال کی طرف سے سامان عداوت ہونگے تو ایک سو ایک مرتبہ طرح دونگا۔ کچھ نہ بولونگا۔ میری موسی کو اس جواب سے اطمینان ہو گیا۔ اُس نے سمجھ لیا کہ بھلا ایک سو ایک بار کون قصور سرزد ہو سکتا ہے مگر یہ بہا کے اکثر کہیں ہٹے ہیں۔ شدنی ہو کر

رہتی ہے بس پال کی موت یونہی بدی تھی۔ اس کی زبان نہ رکی۔ ایک سو ایک خطائیں گنا کے چھوڑیں۔ اور آخر جو نتیجہ ہُوا وہ آپ کے سامنے کی بات ہے۔ عیاں راچہ بیاں سسپال مجھ سے نا معلوم کب کا جلا ہُوا بیٹھا تھا۔ یہاں آیا تو جراسندھ کا عوض لینے کی سمائی۔ میں نے اس کی خواہش پوری کر دی۔ اور جراسندھ ہی کے پاس پہنچا دیا کہ وہاں چین سے رفاقت کرے۔ اچھا اب اس کی مٹی بھی ٹھکانے لگا دینا ہمارا فرض ہے بس اس کی لاش چتا پر پھونک کر ہڈیاں جمنا جی میں پھنکوا دی جاویں اور جگیہ کی کارروائی شروع ہو؛

راجہ جدھشٹر نے سسپال کے رفیقوں اور ملازموں کو حکم دیا۔ اُنہوں نے جمنا کے کنارے لاش جلا دی اور یہاں سری کرشن جی کے حکم سے راجہ جدھشٹر نے سسپال کے بیٹے کو چندیری کے تخت حکومت کا مالک بنا کر ملک کر دیا۔ جس جگہ سسپال کی نشست تھی۔ وہاں کی زمین صاف کر کے لیپی گئی۔ لیپنے کے بعد آگ کا الاؤ جلا دیا گیا۔ کہ ناپاکی جاتی رہے۔ اور سسپال سے چھٹی پاکر سب نے جگیہ کا آغاز کیا؛ سب سے پہلے سری بششٹ جی نے کرشن چندر مہاراج کو جڑاؤ سنگھاسن پر بٹھایا۔ بعدہٗ ناروا اور رشیوں منیوں نے مہاراج جی کے جبین نور آگین پر تلک لگانے کے بعد پھولوں کا مالا زیب گلو کیا۔ اس کارروائی کے بعد پانچوں پانڈو اُٹھے۔ اور مہاراج کرشن دیو کو پھولوں کے ہار پہنا کر باقاعدہ پوجا کی۔ اس وقت عجیب نظارہ تھا۔ دیوتا آکاش سے پھول برسا رہے تھے۔ بید منتروں کی سہاونی آواز کانوں کو راحت پلا رہی تھی۔ سنکھ کے شور سے آکاش گونج اُٹھا۔ ہون کے شعلوں سے عالم نور نظر آنے لگا۔ سپت رشی وید منتر پڑھتے جاتے تھے۔ اور ہون اور آواہن کی برکت سے دیوتا لوگ آکاش سے چلے آتے تھے۔ برہما۔ شو۔ گنیش۔ سوام کارتک۔ اندر۔ برن۔ دھرم راج۔ کوبیر۔ اگن دیو سب اپنی اپنی باہنوں پر سوار اپنی اپنی شکتیاں ساتھ لئے

ہوئے رونق افروز ہوئے سب نے آکر سری کرشن جی کو ڈنڈوت کی جڑاؤ
سنگھاسنوں پر جلوس فرمایا تمام راجے مہاراجے پوری شان و شوکت
کے ساتھ اپنی اپنی نشستگاہوں پر جلوہ افروز تھے جگیہ کی وہ رونق
تھی کہ قلم تصویر کھینچ نہیں سکتا یہ وہ عظیم الشان جگیہ تھا جو روئے
زمین پر چشم فلک نے نہ دیکھا۔ اس کی عظمت نے تمام دنیا میں راجہ
جدھشٹر کی دھوم مچادی۔ جگیہ ختم ہونے پروان شروع ہوئے۔ سونے سے
منڈھے ہوئے سینگوں کی ایک لاکھ گائیں رشیوں منیوں کی نذر کی
گئیں۔ برہم بھوج ہوا۔ زر و جواہر سے غریب غربا مالا مال کئے گئے
اور اس طرح بڑی دھوم دھام سے جگیہ سماپت ہوا۔

اس موقعہ پر اندرپرست کی رونق کا کیا کہنا۔ گلی گلی کوچہ کوچہ چوتھی
کی دلہن کے سنگار کا نظارہ پیش نظر کرتا تھا تمام راجہ سے لیکر پرجا
تک کے مکانات پیرایۂ عروس سے آراستہ و پیراستہ تھے۔ گھر گھر بندنواروں
کی بہار۔ رنگ رنگ کی دھجاؤں پتاکاؤں سے کیفیت سیر گلزار شہر
کے اردگرد کئی کئی کوس تک تنبو۔ قنات۔ شامیانے۔ نمگیرے
خیمے۔ چھولداریاں۔ جگہ جگہ باغوں میں باغبان۔ قدرت کی گلکاریاں
دیوتاؤں کا جمگھٹا۔ گندھربوں کا ہجوم۔ اپسراؤں کا مجمع کنھریوں کا میلا
رات دن شہر کی رونق بڑھائے رہتا تھا۔ سری کرشن جی کے دائرہ
دولت پر بھیڑ لگی رہتی تھی گروہ کے گروہ درشن کے لئے ڈٹے رہتے
تھے غرض کہ عجیب کیفیت تھی اور طرفہ نظارہ۔

ادھیائے ۱۲

راجہ جدھشٹر کی عمارات کی سیر میں سیر طلسمی

صنعتوں میں دھوکا کھانے سے دریودھن اور شکنی کی شرمندگی۔ بغض و حسد وغیرہ

راجہ دھرتراشٹر اور ان کے فرزند راجہ جدھشٹر کے جگیہ میں شریک تھے۔ سب کی رانیاں بھی شریک جشن تھیں جب جگیہ سے فراغت ہو گئی تو راجہ جدھشٹر نے دریودھن وغیرہ اپنے چچیرے بھائیوں کو ان عجیب و غریب عمارتوں کی سیر کرائی۔ جو مایا سر نے بڑی نفاست اور عمدگی سے تیار کی تھیں +

راجہ جدھشٹر کو خیال تھا کہ اس کے چچیرے بھائی عالیشان تعمیرات کی سیر سے خوش ہونگے۔ مگر نہیں ان کے دل میں گرہ پڑی ہوئی تھی وہ دل ہی دل میں راجہ جدھشٹر کے عروج سے جل رہے تھے عمارتوں کی خوبیاں دیکھیں تو اور بھی آتش بغض و حسد بھڑک اٹھی جس وقت جگیہ سماپت کر کے ویاس جی رخصت ہوئے تھے انھوں نے صاف الفاظ میں کہدیا تھا کہ تیرھویں برس چھتریوں کی خیر نہیں۔ سب مرینگے راجہ جدھشٹر کو اس پیشینگوئی سے نہایت تشویش ہوئی۔ اور بھیم سین ارجن۔ سہدیو۔ نکل سے ذکر کیا سب فکرمند ہوتے مگر چارہ کیا لہذا چپ لگ گئی سب مہمانوں کی رخصت کے بعد راجہ جدھشٹر نے دریودھن وغیرہ چچیرے بھائیوں اور شکنی کو راج محل راج سبھا اور دوسری عجیب و غریب عمارتوں کی سیر کرائی۔ سب اہل سیر اس نظارۂ دل فریب سے نہایت ہی خوش ہوئے۔ نظر جس طرف اٹھتی تھی۔ آنکھوں کو آئینہ حیرت بناد یتی تھی۔ اب شدنی دیکھئے۔ جس وقت دریودھن وغیرہ راج محل کے صحن کی طرف چلے تو عجیب واقعہ پیش آیا۔ مایا سر نے اس صحن میں بلور کے فرش کے سوا اور اس میں وہ طلسمی صنعت دکھائی تھی۔ کہ جونہی دریودھن اور شکنی وہاں پہنچے۔

دیکھتے کیا ہیں کہ پانی کی چادر چل رہی ہے۔ اس وجہ سے کہیں اُنہوں
نے اپنے اپنے دامن سمیٹے اور بڑی احتیاط سے اپنی دانست میں
اندر قدم رکھا۔ بلور کے فرش میں ایسی چکناہٹ تھی کہ فوراً ہی
پاؤں پھسل گیا۔ اور دونوں زمین پر چت ہو گئے اس وقت ان کو
ایسی ندامت ہوئی کہ چہرہ عرق عرق ہو گیا۔ مگر علاج کیا۔ اب یہ وہاں
سے دوسری طرف چلے تو دوسرا چکمہ ہوا۔ اس مقام پر ایک پانی کا حوض
اس صنعت سے بنایا گیا تھا کہ پانی کی چادر فرش زمین نظر آتی تھی۔
دریودھن اور شکنی بے تکلف بڑھے چلے گئے۔ تو قدم حوض میں جا پڑا
دونوں کے دونوں پانی میں غوطہ کھا گئے نکلے تو سارے کپڑے تربتر۔ اتنے
میں اوپر سے قہقہے کی آواز آئی۔ نظر اُٹھا کر دیکھا۔ تو دروپدی اور اُسکی
سکھیاں ٹھٹھے لگا رہی ہیں۔ دریودھن اور شکنی دل میں کٹ گئے اور
دروپدی وغیرہ کے قہقہہ لگانے کا بہت ہی رنج ہوا۔ اب یہ آگے بڑھ
کر ایک دیوار کے پاس گئے جس میں بلور پر نقاشی کا نہایت ہی عمدہ کام
تھا۔ گل بوٹوں اور نقش و نگار میں کچھ ایسی صنعت کی تھی کہ دیکھنے
والے کو صاف ایک دروازہ نظر آتا تھا یہاں بھی دونوں کی عقل نے
کچھ کام نہ کیا۔ اور دروازہ سمجھ کر اندر داخل ہونے لگے۔ دریودھن کے
سر میں ٹکر لگی۔ اور وہ شرمندگی سے پیچھے ہٹے وہاں دروازہ تو تھا ہی
نہیں بھیم سین سے ضبط نہ ہوا ہنس پڑا ساتھ ہی راجہ جدھشٹر وغیرہ اور
بھی ہنسنے لگے۔ ادھر اُدھر جگہ جگہ دھوکا کھانے کی ندامت اُدھر چوٹ
کی شرمندگی۔ اس پر دروپدی اور پانچوں پانڈووں کے ہنسی قہقہے سب
باتیں اگلے بغض و حسد کے لیے آگ پر آہوتی کا کام کر گئیں دریودھن اور
شکنی کو نہایت ہی رنج ہوا جیوں تیوں سیر سے فراغت کر کے قیامگاہ
میں آئے۔ یہاں سہدیو نے پوشاک بدلائی عمدہ سے عمدہ کھانے
کھلائے اور وہ تمام تحائف وہ تمام حسینان رجپت وہ گندھرپی گھوڑے
سفید ہاتھی وغیرہ دکھائے جو بھیم سین وغیرہ وقتاً فوقتاً ناگ لوک وغیرہ

سے لائے تھے۔ اور جو فتوحات اور ملک گیری میں داخل خزانہ شاہی ہوئے تھے ؂

اب اپسراؤں کا ناچ شروع ہوا۔ مگر دریودھن وغیرہ کے دل پر بغض و حسد نے ایسی چھریاں پھیر دی تھیں کہ کچھ نہ معلوم ہوتا تھا۔ وہ کہتے تھے کہ آخ آہ۔ اتنی دولت اتنی ثروت۔ اتنا مال اتنا متاع یہ شوکت شاہی۔ یہ شان عالم پناہی۔ غرضیکہ ایک ایک چیز ان کے دل میں کھٹکتی تھی اور دل ہی میں کوستے تھے۔ کہ یہ سب پانڈووں کے عروج کے ساز و سامان تباہ و برباد ہو جائیں ؂

یہ لوگ دشٹ تھے سجن نہ تھے۔ خراب لوگوں کا خاصہ ہوتا ہے کہ پرائے عروج پرائی دولت دیکھ کر جلتے رہتے ہیں یہ نہیں جانتے کہ یہ ایشور کی دین ہے اس میں کسی کا اجارہ کیا۔ اچھے لوگ اگر کسی کو دھنی دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ ہمارے ایک ہمجنس پر ایشور کی مہربانی ہوئی۔ حسد کرنے سے کسی کی دولت حاسد کے ہاتھ نہیں آتی۔ ہاں یہ ہوتا ہے کہ وہ مفت کی کوفت مول لے لیتا ہے۔ اگر وہ حسد نہ کرے تو ایشور اُس سے خوش ہوتا ہے اور اسے دنیا کی فکروں سے آسودگی رہتی ہے۔ خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اب سنئے کہ دریودھن راجہ جدھشٹر سے رخصت ہو کر ہستناپور واپس آئے تو رات دن اُسی حسد کا چرچا ہر وقت یہی بغض کی باتیں۔ سب چنڈال چوکڑی اکٹھا ہو کر مشورت کرنے لگی کہ کسی نہ کسی طرح سے راجہ جدھشٹر کی دولت ہتیانا چاہیئے سب سے بہتر تدبیر تو جوئے کی ہے۔ جدھشٹر ہم سے کسی طرح سربر نہیں ہو سکتے۔ اگر یہ حکمت عملی چل جاتے تو بس پو بارہ ہیں۔ پانڈووں کے اخراج میں فرق ہی نہیں ؂

ادھیاے ۱۳

دریودھن کا پانڈوؤں سے حسد۔ دولت و سلطنت چھیننے کے لئے تجویز۔ راجہ دھرتراشٹ سے چوسر کھیلنے کی اجازت۔ راجہ دھرتراشٹ بھیشم پتامہ اور بدرجی کی نصیحت

جب دریودھن دل ہی دل میں جل بھن کر اس فکر میں ہوا کہ جس طرح ہو راجہ جدھشٹر کو لنگوٹی بندھوا کر چھوڑوں تب زندگی کا لطف ورنہ جینا اکارتھ اس وقت اس کے ماموں قندھار نریش کے بیٹے شکنی نے کہا آپ گھبراتے کیوں ہیں۔ میں تو سب کو ننگیا لونگا۔ اور ساری دھن دولت راج پاٹ آپ ہی کو دلوا کر دم لونگا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں پکا جواری ہوں۔ چوسر کا کھلاڑی ہوں کیسا ہی پانسے کا دھنی کیوں نہ ہو۔ میری گنتھوں سے اس کی ایک پیش نہیں جا سکتی۔ یہاں پوبارہ ہوں وہاں تین کانے۔ کھیلتے کھیلتے وہ چھومنتر کروں کہ چھ تین نو پنجی اور چھکڑی نو دو گیارہ ہو جائے۔

لڑائی بھڑائی میں پسند نہیں کرتا۔ اس وقت جدھشٹر کو ایشور نے سب سامرتھ دی ہے۔ اس کے بھائی ایسے سوربیر ہیں کہ ایسے ویسوں کو تو پیس ہی کے رکھ دیں۔ اس سے کام وہ کرو کہ سانپ مرے اور لاٹھی نہ ٹوٹے راجہ جدھشٹر کو بھی چوسر کھیلنے کی علت ہے اس کو

بلاؤ اور چوسر کا میدان بدو۔ مَیں ایسے بنا بنا کر پانسے پھینکوں کہ بازی میرے ہی ہاتھ رہے دو پانسوں کے چھٹ پٹ میں سارا فیصلہ ہو جائیگا تو سہی۔ یدھشٹر کے پاس ایک جھنجھنی نہ چھوڑونگا چھتری جوے اور یدھ سے منہ نہیں موڑتے۔ تم راجہ دھرتراشٹ اپنے پتا سے کہکر پانڈووں کو بلاؤ۔ چوسر بچھی۔ دو چار پانسوں میں تو ننگیا کے چھوڑونگا۔ ایسے ایسے پلٹے چت کروں کہ یدھشٹر کی بساط سلطنت اُلٹ جائے اور قسمت کا پانسہ پلٹ جائے۔ اس سے آسان تدبیر اور کوئی نہیں ؂

دریودھن وغیرہ نے یہ بات سُنی۔ تو پھڑک اٹھے ہر طرف صدائے آفرین بلند ہوئی کہ واہ کیا تدبیر بتائی ہے۔ آہا اس سے بڑھ کر حکمت عملی اور کون ہوگی۔ بہت ٹھیک۔ بہت ٹھیک۔ عقلمندی اسے کہتے ہیں۔ دانشمندی اس کا نام ہے۔ اگر چال بن پڑی تو بس مار لیا۔ رائے حسب منشا تھی۔ صلاح مرضی کے موافق سب نے بالاتفاق صاد کیا۔ اور اسی وقت سب کے سب راجہ دھرتراشٹ کی خدمت میں جا پہنچے اور متفق اللفظ ہو کر گذارش کی کہ

"دو مہاراج اب تو ہماری شوکت شاہی وسطوت عالم پناہی پر پانی پڑ گیا راجہ یدھشٹر نے راجسویہ جگیہ کر کے ہم سب کے سر جھکا دئے ہم کو منہ چھپانے کے لائق نہ رکھا۔ نہ دولت کا شمار نہ وسعت سلطنت کی حد جواہرات ایسے کوٹھے بھرے پڑے ہیں روپیہ ٹھیکریوں کی طرح ڈھیر ہے۔ سونے چاندی کے سوا اندر پرستھ میں کچھ نظر ہی نہیں آتا دان پن کی یہ کیفیت کہ بھکیاریوں کو بھی سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا کھلایا جاتا ہے۔ کون ہے جس کا روپے اشرفی سے جی نہیں بھر جاتا۔ اس وقت تمام دنیا کی نفائسات راجہ یدھشٹر کے خزانے میں موجود ہیں جو راجے آئے ایسے تحفہ تحائف لائے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ کہاں ہم۔ کہاں پانڈو۔ ہمارے ہوتے پانڈووں کا

یہ عروج، یہ نہ سمجھئے گا کہ کسی کی بڑھتی دیکھ کر جلتے ہیں صرف یہ دیکھا نہیں
جاتا کہ ہم صاحب تاج ہیں ہم مالک سرزمین اور ہمارے ہوتے جدھشٹر
ہم سے بڑھ جائے آپ نے اس کو اندر پرستھ دے کر ہم لوگوں کا سر نیچا
کر دیا۔ اور ماست کہ برداشت آپ کو خود ہی منظور تھا کہ اپنے بال بچے
دبڑ و گھسٹر و ہیں اور جدھشٹر کا ترلتے ہیں ڈنکا بجے ورنہ ہمارے
سامنے اُس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ کہاں آفتاب کہاں ذرہ۔

راجہ دھرتراشٹ۔ صاحبزادہ تمہارا یہ خیال بیہودہ ہے۔
کسی کی ترقی دیکھ کر حسد کرنا بڑا گناہ ہے۔ اگر جدھشٹر کو آج یہ عروج
حاصل ہوا۔ تو آخر تمہارے ہی بھائی ہیں۔ اُن کی ناموری سے تمہاری
عزت اُن کی شہرت سے تمہاری شہرت ہے پھر تمہیں یہ فاسد خیال کیوں۔

درلودھن۔ آپ بہت سادے بزرگ۔ آپ کے انھوں نے
قدم چوم لئے۔ اور آپ خوش ہو گئے۔ ہم لوگوں کے دل سے پوچھئے
کہ جان پر کیا گزر رہی ہے آپ نے جدھشٹر کو اس قدر بڑھا دیا کہ ہم
اُس کے نوکر چاکروں کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے۔ یہ نہ کہئے کہ ڈوب
مرو۔ سکھیا کھا لو۔ بیر اچھا لو۔ اب ہمیں اس بیحرمتی کے برداشت کرنے
کی طاقت نہیں رہی۔ بہتر ہے کہ اس کا دو ٹوک فیصلہ ہو جائے۔

راجہ دھرتراشٹ۔ میں تو فیصلہ کر چکا ہوں۔ ہستناپور تمہارا۔
اندرپرست پانڈوؤں کا اور کیا چاہئے؟

درلودھن۔ اسی فیصلے نے تو ہم لوگوں کا ستیاناس مار دیا
افسوس آپ کے جیتے جی ہم لوگوں کی یہ درد شا۔ اور موت اگر اس
وقت نہ آئی تو کب آئیگی +

راجہ دھرتراشٹ۔ بیٹا یہ باتیں کیسی۔ یہ واہیات خیالات
کیا۔ آخر کہو تو کیا چاہتے ہو؟

درجودھن۔ لڑائی بھڑائی سے تو کچھ کام نہیں ہیں سیدھی ہی انگلیوں گھی
نکالنا چاہتا ہوں کہ آپکے برخلاف بھی نہ ہو اور تیر و تفنگ تک بھی نوبت نہ پہنچے

راجہ دھرتراشٹ۔ تو کہو نا کیا سوچا ہے؟

دریودھن۔ مجھے ہوس ہے کہ ایک دفعہ راجہ یدھشٹر سے جُوا کھیلوں۔

راجہ دھرتراشٹ۔ جوئے سے بڑھ کر کوئی برا کام نہیں۔ ہارنا ہے جوئے کے نام سے مثل۔

دریودھن۔ باشد۔ مگر میں ایک دفعہ ضرور جُوا کھیلونگا۔ یا اِدھر یا اُدھر

راجہ دھرتراشٹ۔ دریودھن دیکھنا ان باتوں میں گھر تباہ ہو جائیگا۔ اب تک بہت ہو چکی ہے۔ اب اور کیا کرنا چاہتے ہو۔ بھیم سین کو زہر کھلایا دریا میں پھینکا۔ پانڈو سوں کھینچے رہے۔ اپنی کچھ نہ بولے۔ تم نے لاکھا مندر بنا بنا پھونک دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ وہ اس کو بھی پی گئے۔ خبر نہ ہوئی۔ اس طرح ٹال گئے جیسے کچھ ہوا ہی نہ تھا۔ ان کا اقبال نیز تھا نہ جلنے کیسے بچ نکلے ان عداوتوں کے ہوتے بھی اُنھوں نے راجسو یہ جگیہ میں تمہاری جیسی خاطر واشت کی تمہارا ہی دل جانتا ہوگا۔ اُنھوں نے تمہاری عزت افزائی کے لئے اپنا خزانہ سپرد کیا تمہارے دل میں صفائی نہ تھی تم برا چیتے تھے۔ خوب من مانا روپیہ لٹایا۔ تمہاری نیت تھی کہ ایک نہ رہنے پائے مگر اُن کو اُن کی نیت پھلی۔ کروڑوں اربوں روپیہ لٹ جاتے پر بھی ان کا خزانہ بھرا پڑا رہا۔ ایک کونہ بھی خالی ہوتا نہ پایا۔ تم برائی پر تھے۔ اُن کے اقبال اور نیکیوں نے تمہاری برائی کو اُن کے لئے بھلائی کر دیا۔ اور وہ جشن ہوا۔ کہ اُن کے دھرم کرم دان کے ڈنکے بج رہے ہیں وہ تمہارے ساتھ اس نیکی سے پیش آئیں اگلی پچھلی دشمنیوں کو نظر انداز کریں اور تمہارے سر سے عداوت کا بھوت نہ اُترے افسوس آج پھر وہی سبق لے بیٹھے معلوم نہیں کیا ہونہار ہے۔

یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ اتفاقاً بھیشم جی اور بدر جی بھی تشریف لے آئے اور تقریر کے پہلو سمجھ کر افسوس کرنے لگے کہ ہائے دریودھن کی

عقل کہاں ماری گئی ہے نہ جانے اس کو کیا سمائی ہے کہ پانڈووں کے پیچھے ہی پڑا رہتا ہے۔ بدرجی بولے:-

پیارے دریودھن بارہ برس کو بید کیا۔ سولہ برس کو قید کیا۔ تم بچے نہیں کہ کوئی تمہیں سمجھائے۔ ایشور کے فضل سے صاحب عقل ہو۔ اونچ نیچ سمجھتے ہو۔ پھر یہ واہیات خیال کیسے۔ دیکھو پانڈو تمہاری کیسی عزت کرتے ہیں۔ تمہاری عداوتوں پر کیسی چشم پوشی کر جاتے ہیں۔ مگر تم ہو کر بغض و حسد سے منہ نہیں موڑتے۔ اپنی ہٹ نہیں چھوڑتے کورو اور پانڈو دونو بھائی بھائی ہیں۔ خون ایک گوشت پوست ایک۔ تمہیں چاہئے کہ بھائیوں کے ساتھ بھائی کا سا سلوک کرو۔ وہ تمہارے قوت بازو ہیں۔ تم ان کے برادر بجان برابر۔ بھائیو بھائیوں کو آپس میں بیر لازم نہیں میل سے رہو۔ ٹھٹا بکھیڑا چھوڑ دو۔

ہستناپور میں ہو وہ اندر پرست میں۔ نہ وہ تم سے کسی بات کے خواستگار نہ تم کو ان سے کسی بات کی طلب۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہئے۔ کہ تمہارا بھائی آج اس لائق ہوا۔ کہ سارا زمانہ اس کا مطیع و فرمانبردار ہے اس نے اپنی نہیں بلکہ تم سب کی عزت بڑھائی +

اس کے عوض تم چاہتے ہو کہ پانڈو مٹ جائیں نام و نشان باقی نہ رہے وہ بھی کس واسطے دو دن کی زندگی۔ چار دن کی چاندنی۔ اور اس دولت کے واسطے جس کو نہ ثبات ہے نہ قیام +

دربیہ جا سو سب جیون کو سکھ۔ رہ نہ سکی اک نھائیں
یہاں سے ہوان گئی چھن بھیتر۔ جم ترور کی چھائیں

زہر دے چکے۔ دریا میں بہا چکے۔ لاکھا مندر میں جلا چکے۔ کیا نتیجہ ہوا وہ ویسے کے ویسے ہی رہے۔ ایک رواں بھی نہ میلا۔ ایک بال بھی بیکا نہ ہوا۔ ہاں تم نے بدنامی کا ٹھیکرا اپنے سر پہ پھوڑ دیا۔ جہاں سنو تمہاری ہی برائی ہو رہی ہے وہ وہ باتیں سننے میں آتی ہیں۔ کہ کان نہیں دیا جاتا۔ اب تم نے جوے کی چال سوچی ہے۔ جو سے سے بڑھ

کہ کوئی کام برا نہیں۔ اس کی ہار بھی ہار جیت بھی ہار۔ دیکھ لینا یہ جوا وہ رنگ لائیگا۔ کہ سارا خاندان چوپٹ ہو جائے۔ اتفاق عجیب چیز ہے جب تک ہٹھی بندھی ہے۔ کھلنا محال۔ جگ ٹوٹا اور نرو ماری گئی۔ راجہ نل نے اپنی ہڈیوں کے پانسے بنائے۔ مگر پانسے کی برائی سے ایک نہ چلی۔ فخر کرو کہ راجہ جدھشٹر نے سارے خاندان کا نام روشن کیا عزت سمجھو کہ ہمارا بھائی دنیا کا سرتاج ہے۔ اس کی وجہ سے تم بھی سرتاج زمانہ ہو۔ کوئی تمہارے سامنے سر اونچا نہیں کر سکتا۔ اتفاق سے رہو تو مجال کیا تم کو راجہ جدھشٹر آنکھوں پر جگہ نہ دیں۔ سمجھ لو کہ ہمارے تمہارے کئے کچھ نہیں ہو سکتا۔ سب کام پرمیشور کے ہاتھ میں ہیں۔ جس کو چاہے بڑے سے بڑا کر دے جس کو چاہے چھوٹے سے چھوٹا کر دے۔ پرائی بڑھتی دیکھ کر حسد کرنا عقلمندوں کا شیوہ نہیں اس میں کوفت سے جان گھلتی ہے۔ تمہاری لیاقت تب ہے۔ کہ تم بھی ایک جگیہ ایسا کر دکھاؤ جو جدھشٹر کے جگیہ کو بھی مات کر دے جتنا بغض و حسد میں جوش و خروش ہے۔ اتنا ملک گیری اور حصول نیکنامی میں حوصلہ اور ولولہ دکھاؤ تو تمہارے نزدیک کون بات ہے۔ ایشور کی کرپا سے سو بھائیوں کی طاقت ہے۔ کرن شکنی ایسے کال کو جیت لینے والے بھا اور تمہارا دم بھرتے ہیں۔ فوج میں جھنڈیاں ہی جھنڈیاں نظر آتی ہیں۔ پھر یہ چھل فریب کی نیت کیسی تم بھی وہ لیاقت پیدا کر لو۔ کہ تمہارے قبضے میں جدھشٹر سے زیادہ ملک و مال ہو جائے۔ اس میں بات ہی کیا ہے۔ ذرا سی بات کے لئے یہ ادھرم کا خیال۔ بدر جی اتنا کہہ پائے تھے کہ بھیشم پتامہ جی نے قطع کلام کر کے کہا:-

دریودھن! بدر جی نے جو کہا وہ تو سن چکے۔ اب میرا مانو یا بھلا۔ بڈھا بھی کچھ کہنا چاہتا ہے۔ جان وجگر۔ تم پانڈووں سے بیر مول لیتے ہو اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ پیارے وہ تم سے محبت کرتے ہیں تم سے عداوت نہیں رکھتے تمہاری دشمنیوں کا انہوں نے خیال بھی نہیں کیا وہ تمہیں اپنا بھائی ہی سمجھے جاتے ہیں یہ سمجھ لو کہ بن یا بس اختیار

کیا۔ ہر طرح کے دُکھ سہے مصیبتیں جھیلیں۔ مگر اُن کے دل پر میل نہیں
اب اگر انہیں ایشور نے اس رتبے پر پہنچایا تو تمہیں خوش ہونا
چاہیئے۔ اس میں تمہاری بھی عزت ہے۔ رنج کے عوض خوشی
کرو۔ اپنے ایسے لائق بھائیوں کے دست و بازو بنو۔ اس سے تمہارا
بھی اعزاز ہوگا اور اُن کا بھی عروج۔ اگر آپس میں متفق رہو تو سب کچھ
تمہارا کیا تم نہیں جانتے کہ کرشن جی پانڈووں کے طرفدار ہیں جس کیطرف
کرشن جی ہوں اُس کو کون مٹا سکتا ہے اگر تم پانڈووں سے عداوت
رکھو گے تو نتیجہ اچھا نہیں۔ سری کرشن چندر ان کے طرفدار ہونگے اور
پھر تمہارے بنائے کچھ نہ بنیگی۔ بلدیو جی کو تم اپنا مددگار سمجھتے ہو یہ خیال
ہی خیال اور وہم ہی وہم ہے۔ اول تو بلدیو جی اور راجہ جدھشٹر سے دلی
محبت ہے دوسرے اُن کو کرشن جی کا پاس ہوگا یا تمہارا۔ اگر کوئی اُن سے
بگڑے تو زمین و آسمان میں ٹھکانا اور بچاؤ کی کوئی صورت نہیں مفت
میں بیر مول لے کر خاندان کے پیچھے پڑے ہو۔ بِدُر جی اور بھیشم پتامہ کی
تقریر برجستہ تھی۔ دریودھن وغیرہ کی زبان سے کوئی بات نہ نکل سکی۔
اُن کے مُنہ پر مہر لگ گئی اور اُس وقت موقع کو ٹال وہاں سے چل دئے+

ادھیایہ ۱۱

درجودھن کا راجہ دھرتراشٹ سے جدھشٹر کی طلبی کے لئے اصرار۔ راجہ دھرتراشٹ کی منظوری۔ بِدُر جی کو اندرپرست میں روانگی کا حکم

بھیشم پتامہ بِدُر اور دھرتراشٹ کے سمجھانے سے اُسوقت تو دریودھن

چُپ ہو گیا۔ زیادہ کچھ نہ کہہ سکا۔ مگر جب یار دوستوں سے بات چیت ہوئی تو پھر وہی خیال تازہ ہو گیا۔ کہ کسی نہ کسی طرح یدھشٹر کو لنگوٹی بندھوائیں لڑائی کا دم داعیہ نہ تھا مردمی سے کام لینے کی جرأت نہ تھی۔ عقل جب لڑتی بھی تو جوئے پر جمتی تھی۔ ساری بھوت منڈلی روز اسی بدنیتی میں عقل خرچ کرتی کہ کیسے یدھشٹر کی دولت ڈکار جائیں۔ اور کیونکر اندر پرستھ ڈب میں آ جائے۔ کئی دن تک اسی فلجان میں گزری۔ سر کے بھوت نے کھانا پینا حرام کر دیا۔ خواب میں بھی ساہی کے کانٹے اپنی تاثیر دکھاتے تھے آخر نہ رہا گیا۔ پھر سوجھی۔ کہ راجہ دھرتراشٹ کے کان کترے جائیں۔ کب تک ان کا دل پتھر کا رہے گا کبھی تو پگھلیگا کہتے سُنتے دیواریں ٹل جاتی ہیں۔ رسی کی رگڑ سے پتھر گھس جاتا ہے۔ نکھوری جھینگر کو اپنا ہمشکل بنا لیتی ہے پھر راجہ دھرتراشٹ کو اپنا ہم خیال بنا لینا کون بڑی بات ہے۔ کرن۔ دریودھن۔ دوشاسن اور شکنی نے پھر اس بات کا بیڑا اٹھایا۔ اور دھرتراشٹ کی خدمت میں پہنچے اس وقت وہاں راجہ یدھشٹر کی تعریف کے دفتر کھلے ہوئے تھے۔ کیا راجہ دھرتراشٹ کیا ودر ناچا پچ۔ کیا بھیشم پتامہ اور کیا بدرجی خوش ہو ہو کر راجسویہ یگیہ کی کامیابی پر اظہار مسرت کرتے ہوئے پانڈوؤں کی لیاقت کو سراہتے اور دعائے خیر سے ترقی جاہ و حشمت چاہتے تھے۔ یہ چنڈال چوکڑی کہ وہ خاندان کی خود گرہی کا جامہ پہنے ہوئے جا پہنچی۔ صورت گواہ تھی۔ شکل دیکھتے ہی بھیشم پتامہ سمجھ گئے کہ آنے کی غرض کیا ہے۔ سب نے چہرے ہی سے دل کا حال جان لیا اور تہ کو پہنچ گئے۔ بھیشم پتامہ جی جہاندیدہ سرد و گرم زمانہ چشیدہ۔ دوسرے اندریجیت ہوئے نفسانی پر زیر۔ اور سب پر طرہ یہ کہ بزرگ خاندان اُن کی زبان نہ رُکی اُنہوں نے دریودھن سے خطاب کر کے کہا:۔

برخوردار بے شک تم بہادر ہو۔ شوربیر ہو۔ اس میں شک نہیں۔ مگر شوربیروں کا یہ دھرم نہیں۔ دھرم وہی ہے جس میں پاکھنڈ یعنی

چھل فریب نہیں جہاں پاکھنڈ ہُوا دھرم گیا۔ اور جب دھرم گیا سب عمر بھر کا
کیا دھرا مٹی میں مل گیا تم خود سمجھ دار ہو سب سمجھتے ہو بزرگوں نے کہا ہے +

روگ کا گھر کھانسی لڑائی کا گھر ہانسی

جس نے محبت سے بھی ہنسی کی۔ اُس کا نتیجہ ایک وقت خراب ہوتا ہے۔
جو خاندان کی رسوم کو ترک کر دیتا ہے۔ اس کی وجہ سے خاندان کی تباہی
کے سامان ہو جاتے ہیں۔ قرض سے دولت و ثروت کا نام و نشان نہیں
رہتا۔ برہمن نے جہاں کھٹ کرم چھوڑ دیئے۔ سمجھ لے کہ اُس کی عظمت
جاتی رہی جو کوئی مندر راجہ کے محل کے قریب ہے۔ اُس کی خیریت اور
برکت کا ایشور مالک ہے۔ پرائی آس نت ادپاس۔ جہاں دوسرے کا
اسرا ڈھونڈھا۔ سمجھ لو کہ کامیابی رخصت۔ جہاں عورت پر سے خاوند کا
دباؤ نہ رہا وہاں سمجھ لو کہ عورت کا ستیاناس ہو گیا۔ جہاں انسان نے
اپنے دل کا بھید دوسرے سے کہدیا۔ بس اس کی بہبودی کی جڑ ماری
گئی۔ جہاں دو دوستوں میں باہم کپٹ آگیا۔ بس دوسرے کا خاتمہ
جس وقت درخت کی جڑ میں ندی بہنے لگے۔ پھر درخت کی خیریت کہاں
اس سے واجب یہ ہے کہ ایسی محبت رکھو کہ جس میں کسی کے دل پر
میل نہ آئے جہاں چھل کپٹ ہُوا۔ وہاں سمجھو کہ نت کا کی روئی سا ہی کا
کانٹا ہو گئی ملے ہوتے دل پھٹ گئے۔ جہاں شیشے میں بال آیا۔ جُڑنا
محال یہی دل کا حال ہے۔ اس سے بہتر ہے کہ میل ملاپ سے رہو +
یہ نصیحتیں دریودھن وغیرہ بڑی رنجیت سے سنا کئے کچھ چون و
چرانہ کی مگر جب بھیشم پتامہ کرپاچارج درونا چارج اور بدر جی سمجھا بجھا
کر چل دیئے دریودھن نے میدان خالی پاکر اپنا رنگ جمایا۔ راجہ دھرتراشٹ
کی خدمت میں گذارش کی کہ:۔

عداوت سے سروکار نہیں میل ملاپ کا خیال ہے راجہ جدھشٹر
نے جگیہ میں ہم سب کی ایسی خاطر تواضع کی کہ دل خوش ہو گیا وہ ہمارے
بھائی ہیں ہمیں بھی اُمنگ ہے کہ اُن کی ویسی ہی خاطر مدارت کریں

اور تعظیم و تکریم سے وہ غبار دھوئیں جو اُن کے دل پر ہماری طرف سے جما ہُوا ہو۔ بہت دن ہو گئے ہستناپور میں کوئی خوشی کا جلسہ نہیں ہُوا۔ ہم لوگ اچھی طرح ہنس بول بھی نہ سکے اس سے اب ارادہ ہے کہ اپنے پیارے بھائیوں کو دعوت دے کر آنند لوٹیں اور چوسر گنجفے سے جی بہلائیں۔ ہم لوگ اُن سے محبتانہ برتاؤ کرینگے۔ یہ خیال ہی خیال ہے کہ اُن سے عداوت کی جائیگی +

دھرتراشٹ۔ اگر سچ مچ خون کا جوش ہے تو مجھے بُلانے میں کچھ عذر نہیں ضرور اُن کی ضیافت کرو اس میں تمہارا نام اور جش ہوگا۔ مگر قماربازی کو میں بُرا سمجھتا ہوں۔ جوئے کا نام نہ لینا۔ ہاں جی چاہے تو تفریح کے لیئے کچھ شغل سہی +

درجودھن۔ آپ کا خیال کہاں ہے۔ بھلا مجھے اُن سے جلنے یا حسد کرنے سے کیا کام۔ جو اُن کی دولت ہے وہ ہماری ہے جو اُن کی ثروت ہے اُسے ہم اپنی ثروت سمجھتے ہیں۔ ہم میں اور پانڈوؤں میں دوئی کیا۔ جیسے وہ ویسے ہم۔ مگر نہیں ارادہ صرف یہ ہے۔ کہ ان کی ایک دفعہ دعوت کی جائے وہ جب یہاں آجائیں تو جہاں اور دل بہلانے کے تفریحی شغل ہیں وہاں چوسر گنجفہ بھی سہی وہ چار پانچ دن یہاں رہیں پھر اندرپرست چلے جائیں اس میں مضائقہ کیا ہم بھائی بھائی ہیں آخر جوش خون کس دن کے لئے ہے +

درجودھن وغیرہ نے ایسے فقرے بنائے ایسا منتر پھونکا کہ آخر راجہ دھرتراشٹ کو بھیڑ بکرا بنا کر انٹی پر چڑھا لیا۔ یہاں تک کہ اُنہوں نے بدرجی کو حکم دیا۔ کہ جاؤ۔ جدھشٹر وغیرہ کو اندرپرست سے لے آؤ کہہ دینا کہ چچا نے یاد کیا ہے۔ وہ تمہارے شربت دیدار کے پیاسے اور انتظار میں چشم براہ ہیں +

ادھیائے ۱۵

پانڈووں کی ہستناپور میں تشریف بری۔ شکنی کے ساتھ جدھشٹر کی قمار بازی۔ شکنی کا جعل فریب۔ جدھشٹر کی ہار۔ راج پاٹ کا صفایا

بدر جی کو منظور نہ تھا۔ کہ پانڈو ہستناپور میں آئیں۔ مگر مہنیں راجہ دھرتراشٹ کے حکم نے انہیں مجبور کیا۔ وہ اندر پرست پہنچے، پانڈوؤں سے ملے۔ راجہ جدھشٹر نے بڑی تعظیم و تکریم کی فرداً فرداً خیر و عافیت پوچھی۔ اور تشریف آوری کا سبب دریافت کیا بدر جی نے بھتیجوں کو گلے سے لگایا۔ دعائیں دیں۔ راج پاٹ کے ٹھاٹھ باٹ دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ادھر اُدھر کی باتیں کر کے کہا +

تمہارے چچا۔ راجہ دھرتراشٹ نے یاد کیا ہے۔ تمہارے راج سبھا وغیرہ دیکھ کر دریودھن وغیرہ تمہارے بھائیوں نے بھی مکانات بنائے ہیں۔ ان کی سیر کر جاؤ۔ میل کا میل اور تفریح کی تفریح ہے دس پانچ روز جب تک جی چاہے۔ شربت دیدار پلانا جب جی چاہے لوٹ آجانا۔ تمہاری دلچسپی کے لئے گنجفہ چوسر کا بھی سامان کر دیا گیا ہے جس میں ملاپ رہے اور دل بھی نہ اُکتائے اب تم سب بھائی چل ملو راجہ دھرتراشٹ کی آنکھوں کو سکھ دو +

راجہ جدھشٹر۔ آپ نے گنجفہ چوسر کا نام لیا اس سے میں کھٹکتا۔ ہوں بھلا عقلمند آدمیوں کو جوئے سے کیا کام۔ پیغام سر آنکھوں پر

مگر یہ گنجفہ چوسر کی تفریح کا ذکر کیسا۔ مجھے کچھ دال میں کالا کالا معلوم ہوتا ہے۔ میں چلنے کے لئے تیار ہوں مگر جوئے کے نام سے دل ڈرتا ہے۔ گنجفہ چوسر سے کیا مراد۔ آپ وہیں سے تشریف لائے ہیں، فرمائیے تو اس کے معنے کیا ہیں +

بدُرجی۔ جوئے سے بڑھ کر کون بُرا کام ہے میں نے تو بہت مخالفت کی مگر میری ایک پیش نہ گئی ادھر دریودھن وغیرہ راجہ دھرتراشٹ کے سر ایسے ہوئے کہ اُن کی زبان بند ہو گئی۔ پھر میں کس گنتی میں تھا۔ بڑے بڑے سبھی جا بیٹھے گدڑ یا تھا، لگا دیے کی رشل میں بھی چپ لگ گیا۔ کہ یا شتر۔ جو ایشور کی مرضی آج کل دریودھن کے یہاں قندھار کا راجہ ٹھہرا ہوا ہے وہ پکا جواری پرلے سرے کا کھلاڑی آنکھیں بند کر کے جُوا کھیلتا ہے اور جانتا ہے کہ آج دنیا کے پردے پر اس کا جواب نہیں ہے۔ کچھ اسی پر فرض نہیں۔ اور اور بھی کھلاڑی راجے مہاراجے دریودھن کے یہاں مہمان ہیں۔ مثلاً بنشبت، چترسین وغیرہ وغیرہ یہ سب کے سب بڑے شاطر اور بڑے کھلاڑی ہیں۔ پانسہ تو گویا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، حکم چلتا اور نئے سا کرتب ہے۔

اب جو تمہاری مصلحت ہو وہ کرو میرا اس معاملہ میں زیادہ زور نہیں چل سکتا +

راجہ جدھشٹر۔ چچا صاحب نے یاد کیا ہے اس لئے میرا چلنا لازمی ہے ورنہ وہ بے سعادتی خیال فرمائینگے اور سمجھینگے کہ پانڈو مغرور ہو گئے۔ اُن کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ میں ضرور چلونگا۔ اور اُن کے قدم دیکھونگا۔ اب رہی جوئے کی بات یہ اختیاری ہے میں نہ کھیلونگا دست کش رہونگا۔ تو میرا کوئی کیا بنا سکتا ہے چاہے پکا جواری ہو یا اول درجے کا کھلاڑی +

مگر ہاں شکنی دون کی لیگا یا اُکسائیگا۔ تو میں دبنے والا نہیں۔ دو ایک بازیاں اُس سے ضرور ہونگی۔ بلا سے کچھ ہو شکنی کا نام سنتے ہی

راجہ جدھشٹر کو کچھ ایسا جوش ہُوا کہ وہ اُسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے بھائیوں اور مہارانی دروپدی کے ساتھ ہستناپور کو چل پڑے سفر کتنا ہی دور دراز تھا۔ مگر نہیں یہ سب جس وقت چلے تو اس طرح پہنچے کہ گویا وہاں ہی تھے راستے کی مسافت معلوم ہی نہ ہوئی یہ سب کے سب شان و شوکت کے ساتھ ہستناپور پہنچ گئے دریودھن اور اُس کے بھائیوں سے ملے۔ درونا چارج کرپا چارج وغیرہ سے قدمبوسی کا آشیرباد لیا۔ پھر اپنی چچی گاندھاری کے قدم چومے اس نے گلے سے لگا لیا اور اوج اقبال کی دعائیں دیں۔ وہاں سے چل کر راجہ دھرتراشٹ کی قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ اُنہوں نے گلے سے لگایا۔ مزاج پرسی کی اپنے پاس بٹھا لیا اور حکم دیا کہ اچھی طرح خاطر تواضع کی جائے دریودھن نے یہ خدمت اپنے ذمے لی اور اپنے راج محل میں ٹھہرانے کا انتظام کیا مہارانی دروپدی دریودھن کے رنواس میں تھی۔ اس کے جسم پر وہ وہ قیمتی زیورات اور جواہرات تھے کہ تمام رانیاں حسرت بھری نظر سے دیکھتی اور للچاتی تھیں مہاراجہ دھرتراشٹ کے سو بیٹوں میں راجہ دریودھن کی مہارانی کو بھی وہ زیور نصیب نہ تھے جو اُس کے حسن دلفریب کو مہارانی دروپدی کے جمال جہاں آرا کے پاسنگ برابر بھی کر دکھاتے۔ ایک روز دعوت تو ضع خاطر مدارات میں صرف ہُوا دوسرے روز ایک خاص نشست ہوئی جس میں راجہ دھرتراشٹ کے حکم سے راجہ جدھشٹر اپنے بھائیوں کے ہمراہ تشریف لے گئے یہ نشستگاہ خاص تھی اس وقت یہاں جواریوں کا جمگھٹا تھا۔ چوسر بچھی ہوئی تھی شکنی پاسہ کھٹ کھٹا رہا تھا۔ جونہی راجہ جدھشٹر پہنچے شکنی نے کہا:۔

آئیے مہاراج جی آپ ہی کا انتظار تھا۔ ایک آدھ بازی تو ہو جائے

راجہ جدھشٹر۔ ماموں صاحب آپ بزرگ ہو کر چھوٹوں کو جوئے کی ترغیب دیتے ہیں بالکل نامناسب جوا بری چیز ہے جوئے سے

بڑھ کر کوئی بُرا کام نہیں۔ بزرگوں سے سنا ہے کہ جُوا کھیلنے سے چھتری کا تیج نہیں رہتا۔ اُس کے اقبال کا پانسہ چت سے پٹ ہو جاتا ہے۔ اس لئے معاف رکھیئے اور جس خدمت کے لئے ارشاد ہو اُس کے واسطے حاضر ہوں آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ مجھے نہ چوسر آتی ہے نہ گنجفہ اس سے میں معافی کا خواستگار ہوں ؞

شکنی۔ واہ یہ خوب ہی کہی۔ بھلا ہُوا کھیلنے سے عقل بڑھتی ہے یا گھٹتی ہے جُوا کھیلنا ہر ایک کا کام نہیں بڑے بڑے عقلمندوں اور ہوشیاروں کا کام ہے۔ پانسہ تو جو پڑے وہ پڑے۔ عقل چال چلنے میں بڑھتی ہے جیت ہار کا مزہ عقل ہی کے ہاتھ ہوتا ہے اور اس پر لطف یہ کہ تفریح کی تفریح اور مشغلے کا مشغلہ +

راجہ جدھشٹر۔ یہ اپنے اپنے پسند کی بات ہے۔ مگر جہاں تک میں جانتا ہوں جُوا اچھا نہیں۔ مہرشیوں نے جوئے کو بُرا لکھا ہے۔

شکنی۔ اگر آپ جوئے کو بُرا ہی سمجھتے ہیں۔ تو خیر مرضی نہ کھیلئے مگر مرد جوئے اور یدھ سے منہ نہیں موڑتے آپ کا جی نہیں چاہتا تو نہ سہی +

راجہ جدھشٹر۔ واقعی میں جوئے کو بُرا ہی سمجھتا ہوں۔ مگر جب بھائی دریودھن نے اسی غرض سے مجھے دعوت دی تو خیر ایک دو بازیاں کھیلونگا ان کے دل کی دل ہی میں کیوں رہ جائے ایک دو بازیوں میں کیا گھاٹا ہوگا ہار جیت قسمت پر منحصر ہے پانسہ پڑے اناڑی جیتے ؞

کہاں تو راجہ جدھشٹر قطعی انکار کر رہے تھے کہاں شکُنی نے تسکنی کے پھندے میں پھنسا دیا +

راجہ جدھشٹر۔ تو پھر آؤ۔ بھائی دریودھن +

دریودھن۔ بازی کا ذمہ دار نہیں شرط کی ہار جیت سے آپکو مجھ سے مطلب زر و جواہر میرے پاس ڈھیر ہیں۔ جو جیتے جائیے لیتے

جائے۔ مگر ہاں چوسر سے معاف رکھئے۔ میرے ماموں شکنی موجود ہیں آپ ان سے کھیلئے۔ میں سیر دیکھونگا ؛

راجہ جدھشٹر۔ میں کھیلتا تو تم سے کھیلتا شکنی ماموں سے کیا کھیلوں مگر خیر تم کہتے ہو تو یہی سہی۔ ان باتوں میں راجہ دھرتراشٹر بھیشم پتامہ۔ بدرجی۔ کرپاچارج۔ درونا چارج اور راجے آپہنچے۔ اور چوسر بچھ گئی جس وقت راجہ جدھشٹر نے ہاتھ میں پانسہ لیا بولے کہ میں یہ لعل و جواہرت کا ہار داؤں پر رکھتا ہوں۔ آپ بھی اُس کے مقابلے کا داؤں لگائیے ؛

درلودھن۔ آپ اطمینان رکھیں۔ یہ کتنے مالے جتنے لعل و جواہر درکار ہونگے حاضر کرونگا۔ بازی تو ہو۔ اب چوسر ہونے لگی۔ پانسے پر پانسہ پھینکنے لگا اتنے میں شکنی نے کچھ ایسی بناوٹ کی کہ پانسہ کچھ اور کا اور ہو گیا۔ جدھشٹر کی بازی ہر گئی اور شکنی نے پکارا کہ راجہ جدھشٹر مالا ڈھیلا سمجھیے۔

راجہ جدھشٹر۔ بے ایمانی کی سند نہیں۔ آپ نے بے ہوئے پانسے پھینکے یہ بالکل خلاف مالا تو آپ کو دوں ہی گا۔ مگر چھل کپٹ ٹھیک نہیں ؛

شکنی۔ نہیں نہیں یہ آپ کا خیال ہی خیال ہے آپس میں بھی کہیں بے ایمانی ہوتی ہے۔ آپ بے فکر رہیں ؛

راجہ جدھشٹر۔ خیر لیجئے مالا۔ مگر بے ایمانی کی سند نہیں ؛

شکنی۔ نہیں نہیں بھلا آپ سے بے ایمانی۔ دیکھئے کس طرح صاف پانسہ پھینکتا ہوں ؛

ادھر شکنی نے پانسہ پھینکا۔ ادھر جدھشٹر نے بھی گٹیں پھینکیں اور کہا ان ہزار بھرے ہوئے چاندی سونے کے صندوقوں کے مقابلے میں کیا چیز داؤں پر لگاتی ؛

درپودھن۔ بس برابر چاندی سونا تول لیجئے گا۔ اور کہا ؛

بازی ہونے لگی۔ دفعتہً شکنی نے پھر ہنستا ہوا پانسہ پھینکا اور بولا:

راجہ یدھشٹر جی! حسب معمول ہم۔ اب اور داؤں لگائیے۔

راجہ یدھشٹر۔ اب کے لاکھوں روپے کی لاگت کا رتھ داؤں پر ہے۔

تدبیریں ایسی ہی گئیں۔ اور پانسہ پھینکا۔ شکنی نے پھر وہی چال کی اور بازی جیت۔ اب چوتھی بازی کی نوبت آئی۔ اس میں راجہ یدھشٹر سب ہاتھی گھوڑے ہار گئے جو مرصع زیورات سے لدے پھندے تھے۔

جوئے کی ہار بری ہوتی ہے۔ جہاں کھلاڑی ہارا بس اندھا ہو گیا۔ پھر اونچ نیچ نیکی بدی کچھ نہیں سوجھتی۔ یدھشٹر کا بھی ہارتے ہارتے یہی حال ہوا۔ سب مال و متاع ہار جانے کے بعد انہوں نے اپنی سلطنت داؤں پر لگا دی اور بدقسمتی سے وہ بھی ہار گیا۔ اب تو حاضرین مجلس کے چھکے چھوٹ گئے۔ راجہ یدھشٹر کے چہرے کا رنگ اڑ گیا۔ بدر جی راجہ دھرتراشٹر سے بولے:-

مہاراج غضب ہو رہا ہے اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ میں کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ دریودھن خاندان کی جڑ کاٹ کے رکھ دیگا۔ جس وقت اس کی پیدائش ہوئی تھی۔ سیار چلا چلا کر روتے تھے۔ آج کا جوا گھر تباہ کر دیگا۔ آپ دریودھن کے کہنے میں آ کر بس ہو رہے ہیں۔ میں کہے دیتا ہوں کہ یہ چوپڑ کوروں کو چوپٹ کر کے چھوڑیگی۔ پانڈو سب کو پال کسطرح چپ بیٹھینگے۔ آپ نے جس وقت مجھے بھیجا تھا۔ صاف صاف کہہ دیا تھا کہ عداوت اور دشمنی کی کوئی بات نہ ہوگی۔ آپ دیکھتے ہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ ساری بدنامی کا ٹھیکرا آپ کے سر پھوٹیگا۔ تمام دنیا میں شہرت ہوگی۔ کہ راجہ دھرتراشٹر نے اپنے بھتیجوں کو اپنے گھر بلا کر لوٹ لیا۔ دریودھن وغیرہ تو لڑکے کہلا کر چھوٹ جائینگے۔ سیاہی آپ ہی کے منہ پر لگیگی۔ آپ بیٹھے ہوئے دیکھیں اور آپ کا نالائق فرزند چھل کپٹ سے آپ کے

بھتیجوں کو لوٹے ۔ افسوس آپ کو خود ہی منظور ہے کہ بھتیجے بارے پڑے پھریں
اور اُن کو ستیاناس ہو جائے ورنہ بیٹوں سے کیوں نہیں کہتے ۔ کہ بس ڈالو
چوسر کو چولھے بھاڑ میں +

بِدُر جی کی یہ تقریر راجہ دھرتراشٹ خاموشی سے سنتے رہے کچھ
جواب نہ دیا ۔ مگر دریودھن تاؤ کھا کر بولا ؛

چچا صاحب ۔ آپ جب ہوتا ہے ہمیں لوگوں پر الزام رکھتے ہیں
ہم لوگوں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے ۔ آپ کے منہ میں جو کچھ آتا ہے ۔ بک
ڈالتے ہو ۔ کوئی کہاں تک ادب و لحاظ کرے آپ بہت کچھ کہہ چکے اب
خاموش ترازبان رہ کے رہیئے ۔ مجھ میں زیادہ سننے کی تاب نہیں ۔ اگر
آپ کو بُرا معلوم ہوتا ہے تو گھر جائیے یہاں بیٹھنے کی ضرورت نہیں ۔
ہم بھائی بھائی کھیلتے ہیں ۔ کچھ کرتے ہیں ۔ آپ پرسنے والے کون ۔ چلیے
چلیے تشریف لے جائیے ؛

بِدُر جی ۔ راجہ دھرتراشٹ سے ۔ بھائی صاحب لیجیے میں تو جاتا
ہی ہوں ۔ مگر یاد رکھیے گا کہ گھر غارت ہو گیا خاندان پر تباہی آ گئی ۔
میرا کہنا دریودھن کو بُرا معلوم ہوتا ہے یہ نہیں سمجھتا کہ میں اسی کی
بھلائی کے لیئے کہتا ہوں ۔ اس کو کیا معلوم کہ خیرخواہ کون ہوتے ہیں
خیراندیشی کے معنے کیا ہیں ۔ اگر اسے ہاں میں ہاں ملانے والوں اور
خوشامدیوں کی پہچان کا قوت ہوتا تو پھر رونا ہی کس بات کا تھا ۔ مگر
افسوس نیک و بد کی تمیز ہی نہیں ؛

راجہ دھرتراشٹ ۔ نہیں نہیں بِدُر جی خفا نہ ہو ۔ ناراض نہ ہو
بیٹھو بیٹھو ۔ لڑکوں کی بات کا بُرا ماننا ہی کیا ۔ اگر اُن میں اتنی ہی عقل
ہوتی تو لڑکے کیوں کہلاتے آؤ آؤ میرے پاس چلے آؤ دریودھن کو بکنے دو
راجہ دھرتراشٹ نے بِدُر جی کو ان الفاظ سے روک لیا ۔ اور پھر وہ
قسمت کو ٹھوکتے ہوئے وہاں بیٹھ گئے ؛

ادھیائے ۱۶

راجہ جدھشٹر کی جوئے میں کامل ہار دروپدی تک سے دست برادری

جب دُریودھن کی ناراضگی رفع دفع ہو گئی۔ اور راجہ دھرتراشٹ نے اُنہیں پاس بٹھا لیا۔ تو پھر چوسر جمی شکنی بولا کہ۔
راجہ جدھشٹر۔ آپ راج پاٹ سب ہار گئے۔ اب فرمائیے کیا چیز داؤں پر لگائی!
راجہ جدھشٹر۔ آپ سمجھتے ہیں۔ کہ میری مایہ بساط بڑی کائنات اتنی ہی تھی۔ اجی جناب محلوں میں اتنی دولت پٹی پڑی ہے۔ کہ آپ کو خواب میں بھی خیال نہ ہو۔ لیجئے میں نے سارا مال اسباب داؤں پر رکھ دیا۔ پھینکئے پانسہ شکنی نے پانسہ پھینکا تو بس! ناچیت جدھشٹر کی ایک پیش نہ گئی۔ شکنی بولا۔ کہ اب فرمائیے۔ کیا داؤں پر؟
راجہ جدھشٹر۔ جیت کی پریت نرالی۔ اس میں کسی کا بس کیا خیر لیجئے۔ اب میرے چاروں بھائی داؤں پر ہیں +
بازی جمی اور جدھشٹر کی ہار ہوئی۔ اب تو سب کا چہرہ زرد ہو گیا۔ جدھشٹر نے کہا۔ اچھا لیجئے۔ اب کے میں خود ہی داؤں پر
شکنی کی جیت تھی۔ جدھشٹر کی ہار۔ پانسہ پھینکتے ہی بازی نے گلے میں ہار کا ہار پہنا دیا اور ساتھ ہی طوق غلامی۔ اب تو شکنی کی چڑھ بنی۔ وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور بولا کہ:۔
راجہ صاحب۔ اب تو آپ اپنے تک کو ہار بیٹھے باقی صرف دروپدی داؤں پر رہ گئی

راجہ جدھشٹر ہائے میں اپنی زوجہ نازک اندام محبوبہ خورشید فام کو جوئے میں ہاروں۔ کیسے گوارا ہو۔ مگر نہیں قسمت آزمائی ضروری ہے شاید پانسہ پلٹے۔ اُسی کی تقدیر سے بازی کا رنگ اور ہو۔ اچھا راجہ شکنی آپ بھی کیا کہینگے کہ جدھشٹر نے کہنا نہ مانا +

لیجئے مہارانی دروپدی بھی داؤں پر سہی

جیوں ہی راجہ جدھشٹر نے دروپدی کو داؤں پر لگایا محفل میں ایک شور برپا ہوگیا۔ ہر زبان سے یہی صدا نکلتی تھی۔ کہ اُو راجہ جدھشٹر۔ دھرکال۔ ارے ایسا اندھاپن۔ ایسی بیوقوفی۔

محفل میں غل غپاڑہ مچا ہی تھا۔ کہ شکنی جلدی سے پانسہ پھینک کر بغلیں بجاتا اور یہ نعرے مارتا اُٹھ کھڑا ہوا۔ کہ وہ مارا۔ دروپدی بھی جیت لی۔ بس بس ہٹاؤ چوسر۔ اس نعرۂ فتح سے محفل گونج اُٹھی۔ پانڈوں کے چہروں پر ہوائی چھوٹنے لگی

بھیشم پتامہ۔ درونا چارج۔ بدرجی اور تمام حاضرین محفل دم بخود ہوگئے۔ سب نے سر نیچا کر لیا اور سوچنے لگے کہ نہ معلوم کیا شدنی ہے۔ یہ نالائق حرکت نہ جانے کیا کیا گل کھلائے

ادھیائے ۱۷

دریودھن کا جوئے میں جیت کر دروپدی کو سبھا میں بلانے کیلئے حکم۔ اُس کا انکار دریودھن کا اصرار۔ آخر دوشاسن (دریودھن

کے بھائی، کی سخت گیری و دست درازی۔
سبھا میں دروپدی کو برہنہ کرنے کی نیت
دروپدی کی مایوسی مجبوری۔ بھگوان کرشن چندر
کی یاد۔ اُن کی غائبانہ امداد۔ بھری سبھا میں
دروپدی کے پرہن کی غیر معمولی درازی دوشاشن
کی کوشش برہنہ سازی میں ناکامیابی

وغیرہ وغیرہ

آج کا دن ہندوؤں کی تاریخ میں وہ نامبارک دن ہے جس روز
سمجھ لیجئے کہ ہند کی تباہی و بربادی کا بنیادی پتھر رکھا گیا۔ اندر
پرست کا راج قمار بازی کے نذر ہو چکا ہے۔ ساری راجسویہ جگیہ کی دولت
اپنے ہاتھ سے پرائے ہاتھ میں جا پڑی ہے۔ بھیم سین ایسے پہلوان
کے اُن اعضا میں جان نہیں جن کے چھو جانے سے ہاتھی بھی قلابازیاں
کھا جاتے ارجن اس وقت وہ ارجن نہیں۔ جس کی گانڈیو دھنش کی
ٹنکار سے اندر کا کلیجہ ہل جاتا تھا جس نے اُس سمندر کو تیروں سے
پاٹ کر لنکا میں طاقت کے ڈنکے بجائے۔ جہاں نیل نل نے پہاڑ کے
پہاڑ جوڑ کر سیت باندھا یعنی پل باندھ کر بھگوان رامچندر کی فوج
پار اُتاری تھی۔ اس کے بھی ہوش غائب ہیں۔ تصویر قالین کی طرح
خاموش بیٹھا ہے۔ سہدیو۔ نکل کے بھی رُخ ڈھیلے ہیں چہرہ فق
ہے۔ رنگ زرد ہے۔ دھرم پتر یدھشٹر کی جان میں جان نہیں

حواس باختہ ہیں۔ چوسر نے چوپٹ کر دیا ہے۔ راج پاٹ ہار دیا۔ مال
متاع پانسے کی برائی نے لٹوا دیا۔ بھائی بیل کی طرح جوئے سے دبے
دل ہی دل میں قسمت کو رو رہے ہیں۔ راجہ یدھشٹر خود بھی پربس بندھے
ہو رہے ہیں۔ پر بندھے پرند کی طرح ہاتھ پاؤں ہلانے کی جرأت نہیں
حاضرین سناٹے میں ہیں۔ جس کو دیکھو۔ دانتوں کے تلے انگلی دابے
عالم حیرت و افسوس میں خاموش ہے دریودھن بغلیں بجا رہا ہے۔
شکنی کے دانت نکلے پڑتے ہیں۔ دوشاسن کا کلیجہ خوشی کے مارے
اچھل رہا ہے کرن کی بتیسی کھلی جاتی ہے۔ رنواس میں کسی کو کانوں
کان خبر نہیں کہ باہر کیا رنگ ڈھنگ ہے۔ سب رانیاں رنگ رلیاں
منا رہی ہیں مہارانی دروپدی بھی اپنی سکھیوں سہیلیوں کے ہنسی
خوشی رنواس کی چہلوں میں شریک ہے وہ اپنے کو تمام رنواس کی
رانیوں سے بڑھ کر خوش قسمت سمجھتی ہے۔ دل ہی دل میں خوش
ہے کہ میں راجہ دروپد کی بیٹی ہوں دنیا کے سرتاج پانڈووں کی
پٹ رانی ہوں۔ اور دنیا کی تمام خوش نصیب اور حسین عورتوں کی
سرمایۂ ناز۔ اُس کو شان و گمان بھی نہیں۔ کہ آج اس کی تقدیر نے
روز بد دکھایا ہے۔ ذرا دیر کے بعد اس کی خوش نصیبی دفعتہً کیسا
پلٹا کھانے والی ہے۔ افسوس یدھشٹر پنچ کنیاؤں میں افضل اور
دنیا کی مہارانیوں میں ممتاز دروپدی کو جوئے میں ہار چکا ہے جس کو
مہارانی کہتے کہتے بڑے بڑے مہاراجوں کی زبان گھستی تھی۔ آہ اس
کو دریودھن لونڈی وغیرہ کہکر یاد کر رہا ہے

بدرجی پہلے دریودھن کو برا بھلا کہہ چکے تھے۔ دریودھن نے بھی
جلی کٹی سنا کر کہہ دیا کہ بس رہ دالنی علین ہوجیے یہاں کچھ کام نہیں۔ مگر
راجہ دھرتراشٹر نے بدرجی کو منا کر روک لیا تھا۔ کہ لڑکوں کی بات کا
برا مانا کیا۔ جس وقت دروپدی کے نام کا مخالف پانسہ پڑا۔ دریودھن
اچھل پڑا۔ اور بدرجی سے مخاطب ہوا کہ:۔

چچا صاحب۔ مبارک۔ آپ کی دروپدی ہماری لونڈی ہو گئی۔
بابائے کہہ دیجئے کہ آج سے میرے محلوں میں جھاڑو دینے کی خدمت
سپرد ہوئی۔ یہ کھیل کا کیسی بازیاں جیتی ہیں۔ ذرا ڈھنڈورا دیجئے۔
بِدُر جی۔ او کل کے چھوکرے تو مجھے بناتا ہے۔ میرا منہ چڑھاتا
ہے۔ تیری تو عقل کی آنکھیں اندھی ہیں۔ یہ اچھا بُرا کھیل دکھائی دے
جس کو تو اپنی جیت سمجھ رہا ہے اس پر خوشی نہ کرو۔ سمجھ لو کہ جمراج نے
گلے میں پھانسی ڈال دی اب اس سے نکلنا محال۔ تو پانڈووں کی
ہار کو ہار خیال کرتا اتنی غلطی۔ کہیں شیر بکری کے جالوں میں قید
ہوئے ہیں۔ یہ اپنی بھلی منسئی سے غصہ ضبط کئے ہوئے ہیں جس
وقت ذرا بھی بپھرے تو تیرا پتہ نہ لگے۔ تو شادیانے بجوا رہا ہے۔ اچھل
کود رہا ہے۔ میں دل ہی دل میں رو رہا ہوں کہ ہائے خاندان کی
تباہی کے دن نزدیک آ گئے۔ ایک مچھلی سے سارا تالاب گندہ ہو گا۔ اے
دریودھن یاد رکھ کہ تیری بدولت دنیا الٹ پلٹ ہوئے بغیر نہ رہ نہیں
سکتی۔ جو کھلاڑی اپنے آپ کو ہار چکا ہو۔ اسے پرایا مال ہارنے کا استحقاق
کہاں۔ راجہ جدھشٹر اپنے بھائیوں کے ہار جانے پر پرائی استری کو کیونکر
ہار سکتا ہے پس کسی اصول سے تم کو مجاز نہیں کہ مہارانی دروپدی کو
لونڈی کے نام سے پکارو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تجھ کو بھی اسی بدبختی سے
سامنا نہ ہو جس سے راجہ بین کو سابقہ پڑا تھا
دریودھن۔ جی ہاں جناب آپ تو ایسی ہانکیں ہی گے۔ ہارا بھانڈو
والی گاوے کی مثل ہے جب سب طرف سے ہارے تو چلے ناچیارے
کی کہاوت ایسے ہی موقع پر بولی جاتی ہے۔ اگلے لوگوں نے آپ ہی
ایسوں کو پٹارے میں بند کر کے رکھ چھوڑنے کے لئے کہا ہے واہ وا
کیا منطق نکالی ہے ودر کی کوڑی لاتا اسی کا نام ہے جناب آپکو شرم آتی ہے
تو نہ جلائیے میں ابھی ابھی لونڈی دروپدی کو بلوا آتا ہوں دپرات کامی سے
مخاطب ہو کر۔ ارے سنتا ہے۔ جا فوراً اسے پیشتر پیشتر سے قبل قبل سے

پہلے درو پدی کو سبھا میں لے آ۔ کہہ دینا کہ سسر کے سامنے چلے
یاد ہوئی ہے +
پرات کامی حکم پاتے ہی بے تکلف جدھشٹر کے محل میں گھستا
چلا گیا بے روک ٹوک دروپدی کے سامنے پہنچکر بولا +
"دروپدی جی اب تم پانڈوؤں کی مہارانی سے کوروؤں کی داسی
ہوگئیں۔ راجہ جدھشٹر تجھ کو بھی جوئے میں ہار گئے۔ چلو سبھا میں مہاراجہ
دریودھن نے بلایا ہے۔ اب محل میں جھاڑو دینا پڑیگی۔
دروپدی۔ کیسا جوا اور کیسے جواری۔ کون جواری ہے جو عورت
کو داؤں پر رکھیگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تو کچھ نشہ پی کر آیا ہے کہیں مالیخولیا
تو نہیں ہوگیا۔ کیا مہاراجہ دھرم پتر کے پاس داؤں پر لگانے کو کوڑی
پیسہ نہ تھا پھر مجھے ہارنے کا سبب؟
پرات کامی۔ جتنا مال دھن تھا سب مہاراجہ جدھشٹر ہار
گئے۔ سلطنت ہار گئے۔ چاروں بھائی ہارنے کے بعد اپنے کو بھی
ہار دیا۔ آخری پانسے پر تمہاری نوبت پہنچی۔ اسی سے راجہ دریودھن تم
کو داسی کہکر بکر کو دیکھ رہا ہے اور کہتا ہے کہ لاؤ جلدی لاؤ
دروپدی۔ میں چلنے کو تیار ہوں مگر پیشتر سب کھلاڑی راجاؤں
سے دریافت کر آ کہ راجہ جدھشٹر پہلے کس کو ہارے ہیں۔ اپنے کو یا
مجھے۔ جب تک اس بات کا جواب نہ ملے میں نہیں جا سکتی۔
پرات کامی الٹے پیروں محفل میں آیا۔ اہل محفل کو سنا کر جدھشٹر
سے کہا:۔
"مہارانی دروپدی کا سوال یہ ہے جواب دیجئے۔"
راجہ جدھشٹر اس سوال پر خاموش رہے کچھ جواب دیتے نہ بنا
اور کوئی بھی کچھ نہ بولا یہ عالم خاموشی دیکھ دریودھن بولا۔
"جا کہہ دے کہ وہ خود ہی آکر کیوں پوچھ نہیں لیتی۔ وہاں
بیٹھے بیٹھے کیا باتیں بناتی اور تیرے پاؤں کیوں توڑے ڈالتی ہے

پرات کامی سیدھا دروپدی کے پاس پہنچا اور عرض کی کہ۔

مہاراجہ دریودھن کہتے ہیں جو بات چیت کرنا جو پوچھنا پوچھنا ہو۔ یہیں آ کر کرو فضولیات سے مطلب نہیں کہا کہ جلدی بُلا لاؤ نہیں تو اور تدبیر کی جائے مہارانی جی ایلچی راز دال نیاز مندہیں تو پیغامبر ہوں جو اُنہوں نے کہا آپ سے کہدیا۔ جو آپ نے فرمایا اُن کے گوش گزار کردیا۔ آپ میرے کہے کا بُرا نہ مانیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ کچھ اور ہونہار ہے راجہ دھرتراشٹ کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔ دریودھن راج کے نشے میں اندھا ہو رہا ہے۔ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ کوروؤں نے بہت آسمان سر پر اُٹھا رکھا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ اُن کی جڑ بنیاد پر کلہاڑی نہ چل جائے

دروپدی۔ میرا بھی دل یہی گواہی دیتا ہے کوروؤں کو خیر نہیں ایشور کو کچھ اور ہی منظور ہے۔ مگر یہ سب آگے چل کر دیکھا جائیگا اس وقت تو اپنے سر پر پڑی ہے پہلے اس سے نمٹارا کرنا چاہیئے۔ مہربانی کر کے پھر تم جاؤ۔ سبھا میں سب بزرگ رونق افروز ہیں۔ سب سے پکار کر کہدو کہ میری بات کا مجھے کیا جواب ملا جب تک جواب نہ ملے گا۔ میں جگہ سے ہلنے والی نہیں۔ سبھا میں جانا تو بہت دور ہے۔ مجھے صرف جواب سُننے کی آرزو ہے پھر تو میں کچھ دیکھ لونگی کہ میرا دھرم میری رفاقت و حفاظت میں جان لڑاتا ہے یا کنائی کاٹتا اور کاندھی دیتا ہے۔

پرات کامی سبھا میں پہنچا اور سب کے سامنے وہی الفاظ دہرائے جو دروپدی کی زبان سے نکلے تھے۔ کچھ دیر راجہ جدھشٹر مہر سکوت لگائے رہے مگر دریودھن کی ضدی طبیعت کا جوش و خروش دیکھ کر اسے طرح طرح کے اندیشے ہوئے اور اس نے پراتکامی سے کہا کہ جاؤ دروپدی کو سمجھاؤ۔ کچھ سوچ نہ کرے اور اپنے سسر (خسر)، مہاراجہ دھرتراشٹ کے حضور میں حاضر ہو جائے۔ پھر جو ہوگا دیکھا جائیگا +

دریودھن یہ سنکر بجلی کی طرح تڑپا اور پرات کامی سے کہا:۔

کیا فضول بکواس کر رہا ہے۔ اب تک دروپدی کو نہ لایا۔ جا بُلا لا
خیریت اسی میں ہے۔

پراتِ کامی۔ آپ ناحق ناراض ہوتے ہیں۔ مہارانی دروپدی اُدھر
کہتی ہیں کہ پہلے سوال کا جواب لے آؤ تب چلوں۔ ادھر آپ ڈانٹ ڈپٹ
کرتے ہیں۔ خرابی میری ہے۔ کیا میں گود میں اٹھا لاؤں یہ آپ ہی خود
انصاف کیجئے +

دریودھن۔ (پراتِ کامی سے) اچھا جا بیٹھ۔ فقط باتیں ہی بنانا
آتی ہیں جس سے زبان چلتی ہے۔ اس طرح کام کاج کو ہاتھ پاؤں
نہیں چلتے دیکھ میں ابھی بلوائے لیتا ہوں جاتی کہاں ہے
(دوشاسن سے) بھائی۔ دروپدی پراتِ کامی کی ماں کی نہیں
اس کو ابھی تک وہی زعم ہے۔ اس لئے تم جاؤ۔ اور جس طرح بنے
سبھا میں لے آؤ۔

دوشاسن تو ادھار کھائے بیٹھا تھا اور خار کھائے بیٹھا تھا۔
بندوق کی طرح چلا گولی کی طرح پہنچا۔ جاتے ہی دروپدی سے کہا:۔
بہت دن مہارانی کہلا لیں۔ اب لونڈی کی عزت حاصل ہوئی ہے
چلو سبھا میں کورووں کی ٹہل خدمت سے جنم سپھل کرو۔

دروپدی۔ ابھی میرے سوال کا جواب نہیں آیا۔ جب تک سب
سبھا والے نہ کہہ دینگے تب تک میں جاؤنگی نہ مجھے کوئی لیجا سکتا ہے

دوشاسن۔ لونڈی کا ماہواری دھرم واعیۃ ابھی تو جھونٹے پکڑ
کر لے جاؤنگا۔ بھولی کس برتے پر ہے

دروپدی۔ ہے ایشور آج یہ کیا معاملہ ہے۔ ادھر تو عورت کا ماہواری
دھرم، جسم میں ناپاکی۔ بدن پر صرف ایک دھوتی۔ سر پر جمدوت
سوار چھٹکارے کی صورت ندارد۔

اس نے پہلے عاجزی کی لیکن جونہی دوشاسن کے تیور اور
دیکھے تو جی چھوڑ کر ان محلوں کی طرف بھاگی جہاں کوروؤں کی لنبیاں

زندگی کے سکھ لوٹ رہی تھیں۔ دروپدی کو آگے بھاگتے اور دوشاسن کو پیچھے پیچھے جھپٹتے دیکھ کر تمام رنواس میں کہرام مچ گیا۔ ساری رانیاں سر پیٹنے لگیں کہ یہ کیا شرارت ہے مگر پتھر کے دل کہیں پگھلتے ہیں دوشاسن کو رانیوں کی چیخ سے اور بھی جوش بڑھا اور لپک کر دروپدی کی چوٹی پکڑ لی۔ ادھر دروپدی اپنی دھوتی سنبھالتی ایشور کے واسطے دیتی اور ہاتھ جوڑتی تھی کہ رحم کر مجھے ماہواری ناپاکی ہے میں پاک نہیں۔ ادھر دوشاسن جھونٹے پکڑے ہوئے سبھا کی طرف کھینچ رہا تھا کہاں نازک نازک پان پھول سے ہاتھ پاؤں کہاں دوشاسن کی دس ہزار ہاتھی کی طاقت

دروپدی گھسٹتی ہوئی جا رہی تھی اور چوٹی پر زبردست ہاتھوں کے جھٹکے پڑ رہے تھے۔

آہ۔ کیسا دردناک نظارہ ہے۔ جن مشکبو اور عنبرین زلفوں کی مہک ہوا کو بسا کر آہوئے تاتار و ختن کے نافوں کو مشک بیز کرتی رہی ہو جس جعد مشکیں کی خوشبو سے بس بس کر تمام دنیا کے پھول مہکتے اور دماغ عالم معطر کرتے ہوں۔ جن بالوں کو مشاطہ قدرت نے اپنی آنکھ کے تیل سے تر کر کے شانہ حسن و جمال سے سنوارا ہو۔ جن گھونگر والے گیسوؤں کے رنگ حسن کا چربہ آسمان پر کالی کالی گھٹاؤں نے اتارا ہو۔ جن پٹیوں میں رات بھر گندھے رہنے والے عدن کے موتی صبح ہوتے ہی باسی پھولوں کی طرح گھوڑے پر پھینک دئے جاتے تھے۔ جس لٹ میں بناؤ سنگار کے وقت ہیرے جواہرات ہی نظر آتے تھے ہائے اس وقت ان کو بلا کا سامنا ہے۔ ان پر آسمان ٹوٹ رہا ہے کہاں وہ بالوں کی عطر بیزی کہاں دوشاسن کے ہاتھ کی حشر انگیزی۔ دروپدی چیختی چلاتی۔ تو بہ تلا مچاتی کھنچی چلی جاتی تھی اور بے رحم دوشاسن بالوں کو جھٹکے دیتا ہوا گھسیٹتا چلا جا رہا تھا۔ دروپدی نے لاکھ کہا کہ میں سبھا میں جانے کے لائق نہیں

ناپاک ہوں۔ مگر دوشاسن کب سنتا تھا۔ وہ بال کھینچتا ہوا سبھا کیطرف ہی لے چلا +

دروپدی کی حالت اس وقت دیکھی نہ جاتی تھی اگر سر کو ڈھانپتی تھی تو شانوں سے دھوتی کا کنارہ سرکا جاتا تھا۔ اُدھر پردہ کرتی تھی تو کمر کی سکر پھندی کھلی پڑتی تھی۔ ادھر ستر ڈھانپنے کی فکر ادھر سر کے بالوں کو کھینچنے پر ظالم ہاتھوں کی بدعت سے تکلیف خلاصہ یہ کہ اس کی زندگی حرام تھی۔ اور ایشور سے چاہتی تھی کہ کیوں پران نہیں نکل جاتے۔

دوشاسن اسی طرح جھونٹے پکڑے کھینچتا ہوا سبھا میں لے گیا۔ دروپدی جھکی دبی سمٹی جاتی تھی۔ اور سارا بدن بید کی طرح تھرتھر کانپ رہا تھا معلوم ہوتا تھا کہ گئو قصائی کے ہاتھ میں ہے۔ پھول پان عورت کا اور اختیار ہی کیا وہ دوشاسن سے سر پر کیونکہ ہو سکتی تھی! اس کو پانڈووں سے مایوسی تھی۔ اس نے سمجھ لیا کہ بس اب دین و دنیا میں کسی کا سہارا نہیں۔ اس نے فوراً ہی کرشن پرماتما کا آسرا لیا اور اس کی زبان سے یہ الفاظ سنائی دینے لگے +

بن کاج آج مہاراج لاج گئی میری دکھ ہر دوار کا ناتھ شرن میں تیری

ہے کرشن گوپال۔ دین پال جگت پال دروپدی اناتھ ہے لاج تمہارے ہاتھ ہے۔ دوشاسن نے ایک نہ سُنی جب دروپدی بھی روتی پیٹتی چیختی چلاتی ظالموں کے ظلموں سے ڈرتی۔ کرشن جی کو یاد کرتی ہوئی سبھا میں پہنچی تو اُس نے سب کو خاموش پایا سب کی گردنیں نیچی تھیں۔ کسی کی آنکھ اوپر نہ اُٹھ سکتی تھی فقط دریودھن وغیرہ ہی خوش ہو رہے تھے جس وقت یہ پہنچی تو اس نے یہ آواز بلند کہا

واہ اتنی بڑی راج سبھا۔ دھرم جاننے والوں کا مجمع۔ ایسے ایسے راجے مہاراجے موجود۔ بزرگان خاندان سے سبھا کی رونق اور پھر بھی میری یہ درگت۔ میرے ساتھ یہ برتاؤ۔ افسوس۔ افسوس دھرکال۔ دھرکال۔ سچ کہتی ہوں کہ بھرت بنس کی اب خیریت

نہیں کچھ ہی دنوں میں اس کا خاتمہ نہ ہو جائے تو دروپدی نام نہ رکھوں یہ کہکر اس نے نظر اٹھائی تو راجہ جدھشٹر وغیرہ پانچوں پانڈو سر جھکائے ہوئے بیٹھے دکھائی دئے ان کی آنکھیں غصے سے خون برسا رہی تھیں مگر کچھ بول نہ سکتے تھے ان کی حالت دیکھ کر دروپدی ڈھائیں مار کر رو پڑی اور کلیجے پر وہ صدمہ ہوا کہ بیان سے باہر ہے

دروپدی کے آنسو بہنے لگے بھیم سین کے کلیجے پر سخت صدمہ ہوا۔ مگر کچھ بولنے کا موقع نہ تھا۔ اس لئے غصہ ضبط کئے اور دل مارے ہوئے خاموش بیٹھا رہا

دروپدی کی ہائے واویلا اور گریہ زاری سے دوشاسن کا کلیجہ ہرا ہوا جاتا تھا اس نے زور زور سے چوٹی کو جھٹکا دینا شروع کیا بہت سخت سست باتیں کیں۔ دروپدی کی یہ حالت وہ تھی کہ پتھر سے پتھر دل بھی پانی ہو کر بہ جاتا مگر نہیں بیرحموں کو ذرا بھی رحم نہ آیا کرن قہقہے لگانے لگا اور شکنی دوشاسن سے بولا کہ شاباش

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

بھیم سین کو ان حرکتوں اور ان باتوں کے دیکھنے سننے کی تاب نہ آئی وہ بجلی کی طرح تڑپ گیا اور بادل کی طرح گرج کر بولا:۔

او نابکار، دوشاسن۔ تب میں بھیم سین۔ جب تیرا خون پی کر تیری جان چھوڑوں جب تک تیرا لہو نہ چوسونگا۔ تب تک غصہ دور ہو ممکن نہیں۔ ہوشیار رہ خبردار رہ تیری نس نس سے خون نہ چوسا تو بھیم سین کی زندگی اکارتھ

سبھا والے سب بیٹھے خاموشی سے دیکھتے سنتے رہے۔ دریودھن کے رعب داب سے کسی کی مجال نہ تھی کہ زبان ہلا سکے صرف دریودھن شکنی کرن اور دوشاسن ہی خوشی میں مست ہو کر بلبل کی طرح چہک رہے تھے جس وقت دروپدی کی گریہ زاری

سنکر بھیم سین نے شیروں کی سی گرج سنائی حاضرین کے کلیجے ہل گئے سب کانپ اُٹھے کہ بھیم سین بات کا دھنی ہے۔ بغیر کچھ کئے نہ رہیگا اتنے میں دروپدی بولی :۔

بھیم سین جی آپ اپنا غصہ تھوک دیں۔ دل کو قابو میں رکھیں۔ پہلے مجھے اپنے سوال کا جواب لے لینے دیجئے دیکھوں تو اس سبھا میں دھرم ایمان کی بات بولنے والا کون ہے

بھیشم پتامہ۔ مہارانی دروپدی۔ دھرم کے معاملات بہت پیچیدہ ہیں۔ اُس کی رگ رگ سے واقفیت بہت ہی مشکل ہے تیرے سوال کا جواب میرے پاس نہیں۔ ساری سبھا موجود ہے اس کی آنکھوں کے سامنے راجہ جدھشٹر اپنے آپ کو جوئے میں کھو چکے۔ بس وہی دھرم کے رو سے جو بات واجبی ہوگی۔ تبلائینگے ان سے بڑھ کر اور کوئی کچھ نہیں تبا سکتا۔۔

دروپدی۔ مانا کہ راجہ جدھشٹر جُوا کھیلے۔ مگر یہ تو فرمائیے کہ کس نے زبردستی بار بار کر جُوا کھلایا۔ سب کو معلوم تھا کہ شکنی وغیرہ پکے جواری اور پلے سرے کے کھلاڑی ہیں اور راجہ جدھشٹر اناڑی۔ پھر پانڈوں کو اندر پرستھ سے کیوں بلایا گیا۔ میری کیوں یاد ہوئی۔ کیا اس ورگت کے لئے سارے جواریوں نے آپ سب کے موجود ہوتے ہی راجہ کو ٹھگی ڈال کر لوٹا۔ آپ لوگ بھی کچھ باخبر نہ ہوئے۔ جب وہ اپنے کو ہار گیا تو مجھے ہارنے کا اُسے مجاز کیا تھا۔ صاحبو آپ کی استریاں ہیں بہو بیٹیاں ہیں۔ آپ سب منہ سے کیوں نہیں پھوٹتے۔ منہ میں گھنگھنیاں بھرے کیوں بیٹھے ہیں۔ ہائے اُن سب کے ہوتے میری یہ دُردشا۔ او دھرم۔ اب تجھ ہی پر بھروسا ہے۔ اے کرشن چندر اب تمہارا ہی برتا ہے۔ پانچوں پانڈو تو لُوٹ چکے کوروؤں نے ڈلو دیا اب فقط تارنے والے تم ہو۔ نند نندن تم بھی کان میں تیل نہ ڈالی لینا۔ بیکس کی فریاد سُننا

آہ۔ پانچ پانچ خاوندوں کے ہوتے ہوئے میری یہ درگت؟ زندگی پر دھرکال +

جس وقت دروپدی نے بھری سبھا میں یہ دل ہلانے والے الفاظ زبان سے نکالے۔ بہتوں کی آنکھوں سے آنسو بہہ گئے۔ بہتوں کا دل پانی پانی ہو گیا۔ کسی کا دامن آنسوؤں سے تر تھا۔ تو کسی کا رومال۔ بھیم سین کے دل پر اس آہ و زاری نے تیر و نشتر کا سا کام کیا۔ اس کا چہرہ لال لال انگارہ ہو گیا۔ اسکی آنکھیں خون میں ڈوب گئیں۔ بدن کے روئیں روئیں نے گویا تلوار تول لی اور تاؤ کھا کر بولا اے راجہ جدھشٹر آپ پر تف۔ مجھ پر دھرکال۔ اور سب بھائیوں پر نفرین حرف ہائے جس دروپد کماری نے کبھی پھول کی پنکھڑی کی چوٹ نہ سہی۔ کنگھی جس کے بکھرے ہوئے بالوں کا اس قدر ادب کرتی تھی کہ مجال کیا ایک بال بھی بیکا ہو جائے۔ ہائے اس کی ہم سب کے سامنے بے عزتی۔ اُس پر یہ ظلم۔ اُس کے دل پر ایسی سخت چوٹ اُس کے کلیجے پر یہ ناقابل برداشت صدمہ۔ سارا بس آپ کا بویا ہے ورنہ میری آنکھوں کے سامنے کس کی مجال تھی کہ دروپدی کے بالوں کو ہاتھ لگا سکتا۔ دل میں آتا ہے کہ ابھی دوشاسن کے دونو ہاتھ کاٹ کے پھینک دوں جس سے وہ دروپد کماری کے بال کھینچ رہا ہے + اور پھر آپ کے وہ ہاتھ جلا دوں۔ جن سے آپ نے پانسہ پھینک کر بازیاں ہاری ہیں۔ بھائی سہدیو۔ اُٹھ جاؤ۔ جلدی کہیں سے آگ لے آؤ۔ ابھی میں دونو کے ہاتھ جلا کر دل کی سلگتی ہوئی آگ بجھا ڈالوں اب مجھ سے دیکھا نہیں جاتا حد سے زیادہ برداشت کر چکا +

ارجن۔ بھائی صاحب اس وقت آپ کہاں ہیں۔ آج تک کبھی مہاراجہ جدھشٹر کی خدمت میں گستاخی نہ کی۔ آج ان پر کرشٹ پڑا تو آپ اُن کے دکھے ہوئے دل کو زبان کی چھری سے اور زخمی کرتے ہیں۔ آپ کو دھرم کا خیال رکھنا چاہیئے آپ پر نابکاروں کی صحبت کا اثر ہو جائے تو تعجب کی بات ہے راجہ جدھشٹر تمہارے

بڑے بھائی ہیں۔ ان کا رتبہ باپ کے برابر ہے۔ جو کریں سب زیبا۔ جو
کہیں وہ سب ٹھیک۔ ہم سب فرمانبردار ہیں۔ مطیع ہیں۔ ایسے دھرماتما
اور پھر لطف یہ کہ بڑے بھائی کی شان میں آپ نے ایسے کلمات زبان سے
نکالے۔ یہ شایاں نہیں۔ راجہ جدھشٹر کو فریب دیا گیا۔ مغالطے کئے گئے
دھوکے سے کام لیا گیا مگر اُنھوں نے اس حالت میں بھی چھتری دھرم
ہی کی پابندی کی بلا سے سب کچھ ناش ہو گیا۔ کیا پروا

جیتے ہیں تو جیت لینگے پالا

بات تو رہی۔ اب ہمارا فرض ہے۔ کہ ساتھ دیں اور اُن کی بات نباہیں
دکھ میں ساتھ نہ دیا تو کیا۔ سکھ میں ساتھ دینے والے تو لاکھوں ایرے
غیرے پچکلیاں بھی ہو جاتے ہیں۔ بات تب ہے کہ ہم دکھ میں جان و
مال سے شریک و رضا جو رہیں

بھیم سین۔ بھائی ارجن تمہارا کہنا بہت درست۔ مگر یہ بھی تو
سمجھتے ہو گے کہ اگر مجھے بڑے بھائی کی بزرگی کا خیال نہ ہوتا۔ تو اُس
وقت ہی ہاتھ پھونک کر خاک کر دیتا۔ جب آخری پانسہ پھینکا تھا۔
کیا اُس وقت اُتنوں میں کوئی میرا ہاتھ پکڑنے والا تھا۔ یا اس وقت
روکنے والا ہے۔ اگر بھائی کی مرضی مقدم نہ ہوتی۔ تو مجال تھی کہ دُشاسن
میری آنکھوں کے سامنے دروپدی کے جھونٹے پکڑ پکڑ کر کھینچتا۔ اسی
وقت میں اس کا خون چوس نہ لیتا۔ تو بھیم سین نام نہ رکھتا۔ فقط
دھرم کا خیال ہے۔ بھائی صاحب کے کہنے کی پیچ ہے ورنہ بھیم سین
کے بازو پارہ پڑے رہنے والے نہ تھے۔ وہ ہاتھ دکھاتے کہ سبھا میں
خون ہی خون نظر آتا۔ اور لاشیں ہی لاشیں دکھائی پڑتیں کہ از راست
کہ براست کے خیال سے چپ بیٹھا ہوں۔ خود کردہ را علاجے نیست
نے ہاتھ پاؤں کاٹ رکھے ہیں۔ دھرم نے مجبور کیا ہے۔ آداب بزرگی
سے معذور و مجبور رہا ہوں۔ مگر کوئی یہ نہ سمجھے کہ بھیم سین کے ہاتھ پاؤں کٹ
گئے ہیں۔ بھیم سین کا خون اوٹ رہا ہے بھیم سین اپنے دانتوں سے

اپنی بوٹیاں نوچ رہا ہے جس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ میں پکار پکار کر کہتا ہوں۔ سب لوگ سن لیں جو پڑ تگیا اس وقت کروں گا کر کے نہ دکھاؤں تو ناتا کسی کا پتر نہیں۔ بلکہ بطن سے نئے کلنک

بھیم سین کے الفاظ بہت پرجوش تھے ایک ایک لفظ تیرو تفنگ سے کم نہ تھا۔ مگر مجبوری دھرم سے تھی یا راجہ جدھشٹر کی بزرگی سے اس جوش و خروش کی بات تو الگ رہی، اُدھر کوروؤں کی جماعت میں بھی ایک تیک روح اپنے خیال میں مست اور محو تھی جہاں ۹۹ اُچھلتے کودتے تھے۔ وہاں دھرتراشٹ کے چھوٹے بیٹے کا کلیجہ اندر ہی اندر سلگ رہا تھا۔ کہ ہیں کیا ہو رہا ہے۔ باپ کی بھی عقل سپاٹو پر چلی گئی۔ بھائیوں نے بھی فہم و فراست عزت و آبرو کو استعفادے دیا اس کا نتیجہ بربادی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے اب شک نہیں کہ کوروؤں کے دل پورے ہو گئے اور دو روزہ زندگی میں یاد ھا لگ گئی غرور و نخوت بغض و عداوت سے خاندان کا خاتمہ اور سلطنت کا قلع و قمع رکھا ہوا ہے مجال کیا جو فرق ہو +

مے نخوت سے کوئی جام جو بھر لیتا ہے
آسمان اس کا وہیں کاسۂ سر لیتا ہے

پیالہ بھر گیا۔ اب صرف چھلکنے کی دیر ہے بھیم سین کا جوش و خروش اور پانڈوؤں کا سکوت ضرور ایک دن خون کی ندیاں بہائیگا۔

دروپدی کی آہیں سب کچھ کر کے رہینگی۔ اوپر اوپر جانے والی نہیں۔ اس کے دل پر کوروؤں کی حرکتِ ناشائستہ کی چوٹ لگی اور محفل میں کھڑے ہو کر یوں سخن سرا ہوا +

میں کورو خاندان میں سب سے چھوٹا ہوں اس لحاظ سے میری عقل بھی چھوٹی ہے اور بزرگی بعقل است نہ بسال کا قول غلط جتنا میرا سن ہے اتنی ہی سمجھ ہے معلوم نہیں میری سمجھ پر پتھر پڑے ہیں یا جہالت کا پردہ مگر گھر کا معاملہ ہے آپس کی بات

ہے اس لئے کچھ عرض کرنے کی جرأت ہوتی ہے۔ آپ سب صاحب معاف فرماویں۔ افسوس سبھا میں سر ہی دکھائی دے رہے ہیں سب اپنے کو فہم و فراست میں ہیچ و دیگرے بہ نسبت سمجھنے والے موجود ہیں۔ مگر مہارانی دروپدی اتنی دیر سے رو رو کر ہاتھ جوڑ جوڑ کر سوال کر رہی ہے اور اس بات کا کوئی جواب نہیں دیتا کیا یہی دھرم ہے جہاں وِدوان آچارج اور کرپاچارج سے گرو موجود ہوں جہاں مہاراج بھیشم پتامہ ایسے ہمارے دادا جلوہ افروز ہوں۔ ندوف ہے اس سبھا میں یہ شرمناک بدعنوانیاں۔ کیا آج دھرم شاستر میں آگ لگ گئی کیا آج سامنے بیٹھے ہوئے راجوں مہاراجوں نے دھرم کو تلانجلی دے دی کہ کوئی دھرم کی بات منہ سے نہیں نکالتا معلوم ہوتا ہے کہ سب دھرم چھوڑ بیٹھے +

تھوڑی دیر تک دھرتراشٹ کا چھوٹا بیٹا بکرن اس طرح حاضرین محفل سے خطاب کرتا رہا۔ مگر نہ جانے دریودھن نے کس طرح زبان کیل دی تھی کہ کسی کے منہ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ بکرن بھی زبان سے کچھ جھاڑ چکا۔ لیکن صدائے بر نخاست اس کا ایک ایک لفظ نقار خانے میں طوطی کی آواز ہو گیا۔ اس پر بکرن کو اور بھی جوش ہوا۔ وہ بھری محفل میں کڑکا۔ کہ میں کھری کہنے سے باز نہیں رہ سکتا۔ کوئی برا کہے یا بھلا۔ راجہ جدھشٹر کو زبردستی کھینچ کر بلانا۔ بار بار کر جوا کھلانا۔ جوئے میں بے ایمانی کر کے سب کچھ جیت لینا اور پھر دروپدی جیسی مہارانی کی بے عزتی کرنا اس سے بڑھ کر اور کیا ادھرم ہو سکتا ہے مانا کہ راجہ جدھشٹر جوئے کی ہار سے اندھے ہو کر دروپدی کو بھی ہار گئے اس سے کیا حاصل جب راجہ جدھشٹر پہلے اپنے کو ہار چکے تو ان کو دروپدی کے ہارنے کا کیا مجاز رہا وہ اکیلے راجہ جدھشٹر کی رانی نہیں۔ چار بھائیوں کا اور بھی برابر کا حق ہے۔ پھر یہ دھینگا دھینگی کیوں میرے نزدیک اول سے آخر تک بے ایمانی چھل کپٹ۔ شرارت۔ ظلم و ستم کے سوا اب تک اور کچھ نہیں ہوا اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ آخر پچھتاوا نہ ہو۔ تو بکرن اپنا نام

بدل ڈالے سبھا والو کچھ تو ایمان کی کہو۔ سچ سچ بولو۔ اس وقت چپ رہنا بھی پورا ادھرم ہے۔

بکرن حالانکہ دریودھن کا سب سے چھوٹا بھائی تھا مگر اس کی عقل بھرشٹ نہ تھی وہ راستی پسند تھا۔ اسے جعل فریب چھل کپٹ سے نفرت تھی خوشامد و چاپلوسی پر تف کرتا تھا۔ اس نے تمام بھائیوں کی رائے کے مقابلہ میں کھری کہنے ہی کو دھرم سمجھا جو کبھی دنیا لگتی کہی منہ دیکھی کہنا پسند نہ ہوئی۔ چنانچہ جب وہ بھری سبھا میں اس طرح گرجا تو ہر طرف سے احسنت و مرحبا کی صدائیں بلند ہوگئیں جو تھا شاباش شاباش کہہ رہا تھا۔ صرف کوروؤں کا فریق دانت کٹکٹا رہا تھا کہ اس نالائق کو کیا سوجھی آخر کرن سے نہ رہا گیا وہ تیور اکر جگہ سے اُٹھا اور بکرن پر آنکھیں لال پیلی کر کے ہاتھ پکڑ کر بولا +

یہ حماقت یہ بیوقوفی۔ سب بڑے بڑے لوگ چپ بیٹھے ہیں تم کس کھیت کی مولی تھے جو لگے اپنی تان نے۔ بیل نہ کودا کودی گون یہ تماشہ دیکھے کون انھی تم ہی کیا تمہاری عقل ہی کیا۔ نہ کچھ سمجھا نہ بوجھا اور دخل در معقولات کر دینا۔ بزرگوں کے موجود ہوتے اپنی ہانکنا اپنی تاننا سخت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ داخل ہے۔ تم بڑے عقلمند بنکر چلے. خود پانڈو چپ۔ تمام سبھا خاموش۔ تم بڑے بن کے چلے مدعی سست گواہ چست۔ یدھشٹر اپنی آنکھوں کے سامنے دروپدی کو ہار چکا ہم اسے جیت چکے۔ اب واہیات حجت کیسی؟

جس وقت دروپدی کا سوئمبر ہوا تھا۔ اس وقت کی بات ناظرین کو یاد ہوگی ارجن سے پہلے کرن ہی اٹھا تھا۔ کہ مچھلی کو چھید کر تیراندازی کے جوہر دکھاوے۔ مگر جونہی یہ تیر و کمان اُٹھانے لگا۔ دروپدی نے کہا۔ او سوت پتر دھنش بان رکھ دے تو مچھلی کو جیت بھی لیگا۔ تو شادی نہ کرونگی اُس وقت اسکے کلیجے پر جو تیر بیٹھا تھا دل پر جو زخم لگا تھا۔ وہ اس موقع پر تازہ ہوگیا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کو دروپدی کی ذلت

اور پانڈووں کی بے عزتی منظور ہی نہ ہوئی۔ بلکہ اس امر خاص کے لئے اس کو سارا زبانی زور خرچ دینا گوارا ہوا۔ بکرن کی طرف سے روئے سخن پھیر کر کرن دوشاسن سے مخاطب ہوا کہ

بیٹھے کیا کرتے ہو۔ سب کا منہ دیکھنے سے حاصل۔ اٹھو پانڈووں سے کہو۔ سب کپڑے وغیرہ اتار کر رکھ دیں۔ دروپدی کی بھی پوشاک اتروا لو۔

پانڈوؤں نے جو نہی کرن کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ سنے بڑی خوشی سے اپنے اپنے لباس اتار کر دوشاسن کے سامنے رکھ دئے اب رہ گئی دروپدی جو صرف ایک دھوتی پہنے ہوئے تھی وہ خاموشی سے سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اور اتارتی تو کیا اتارتی یہ شعر حسب حال تھا۔

ننگی تلوار اور ہیں لاغر
کیا نچوڑے گی کیا نہائیگی

دھوتی اتار کے دے تو کیونکر۔ لحاظ و شرم پردہ داری وتن پوشی کا دارومدار فقط ایک اسی پر تھا۔

جب دروپدی نے دھوتی نہ اتاری۔ تو دوشاسن غصے سے جھپٹا اور بولا:۔

او لونڈی اتار دے بدن کا کپڑا۔

دروپدی۔ صرف یہ دھوتی ہی دھوتی ہے اس کو اتار کر کیا ننگی ہو جاؤں۔ تمہیں شرم نہیں مجھے تو غیرت ہے۔

دوشاسن۔ غیرت جائے چولھے بھاڑ میں شرم کو لگے آگ۔ اتار دے دھوتی نہیں تو میں خود ہاتھ لگاؤں۔

دروپدی۔ تم کو اختیار ہے۔ جو چاہو کرو۔ مگر میں دھوتی اپنے ہاتھ سے اتار نہیں سکتی۔

دوشاسن۔ تو پھر اچھا مزہ چکھ۔

دوشاسن نے یہ کہکر دروپدی کی دھوتی کھینچی۔ اور طاقتور ہاتھ

اس نازک بدن کو مادر زاد برہنہ کرنے پر آمادہ ہو گئے جس کو قدرت نے اپنی دلفریبی کا مالک ایک دل خوش کن سرمایۂ حسن وجمال بنایا تھا اور جس پر چاند سورج کی بھی نگاہ پڑتے ہوئے جھجکتی تھی۔

اس وقت دروپدی کا دنیا بھر میں کوئی نہ تھا جن پانچوں پانڈوؤں کے زور وطاقت پر اس کو بھروسا تھا۔ ان کو خاموش اور بے پورکھ دیکھ کر اس کو مایوسیوں نے گھیر لیا وہ سمجھ گئی کہ اب کرشن دیو کے سوا اس کو بچانے والا دنیا کے پردے میں نہیں جس وقت دوشاسن اس کی بے بسی وبیکسی کی حالت میں دھوتی پکڑ کر کھینچنے لگا۔ اس وقت اس کو کرشن چندر کے سوا سب کی طرف سے مایوسی ہوئی وہ ایسی دروشا اور ننگ وناموس کے موقع پر پکاری۔ کہ اے جسوبت کے پیارے نند کے دلارے۔ کرشن چند آنند کند پانچوں پانڈو خاموش بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایک آسرا ہے تو فقط آپ کا چاہے۔ لاج رکھئے چاہے مٹایئے۔

دروپدی ادھر کرشن جی سے یہ فریاد کرتی تھی ادھر دوشاسن کو یہ ہٹ تھی کہ دھوتی اُتار کر چھوڑوں یہ شرم سے جتنی سمٹتی تھی۔ اُس سے زیادہ دوشاسن اُس کو ننگا کرنا چاہتا تھا جب ہزار ہاتھی کا بل رکھنے والے دوشاسن کے ہاتھوں نے پورا زور دکھلایا تو دروپدی چیخ پڑی اس کے دل سے نکلی ہوئی فریاد نے اہل محفل ہی کا دل نہیں ہلا دیا بلکہ دوارکا جی میں بیٹھے ہوئے سری کرشن جی کے دل پر وہ اثر کیا کہ پہلاد کی فریاد نے بھی نہ کیا ہو گا

دروپدی کی جان میں جان نہ تھی۔ دھوتی اُتر جانے پر اس کے لئے کوئی پردۂ عصمت نہ تھا۔ اس کے لئے وہ پہلے تو تمام بھلے بڑے بوڑھوں تمام محفل کے حاضرین سے فریادی ہوئی کہ بیگناہ پر یہ ظلم اور آپ سب بیٹھے ہوئے دیکھیں۔ اس کو امید تھی کہ کوئی تو ایمان کی کہیگا مگر ایشور نے سب کا منہ کیل دیا تھا سب کی زبان

پر مہر لگادی تھی کسی کے منہ سے ایک حرف نہ نکلا وہ فریاد کرتی تھی - اور دوشاسن دھوتی کھینچ رہا تھا - آخر دروپدی پکاری :

اے دینا ناتھ اے دین دیال - اس وقت کہاں ہو - دین ہوں - داسی ہوں - چرنوں میں لین ہوں سبھا والوں کے منہ پر مہر لگی ہے - آنکھوں کا پانی مر گیا - ایمان کی کہتے دھرم کی بات بولنے کسی میں لیاقت و طاقت باقی نہیں - بھگوان جن پانڈوؤں نے مجھ کو سوئمبر میں جیتا تھا جن کی جسمانی طاقتوں اور شستر ودیا کے کمالوں کو دیکھ کر بڑے بڑے سورماؤں کے چھکے چھوٹتے رہے - ان میں جیسے جان نہیں کھلونے کی طرح سبھا میں براجمان ہیں بھیشم پتامہ جی اور دھرتراشٹ نے دھرم کی بات بولنے کی قسم کھائی ہے - اب بتاؤ تمہارے سوا میرا کون ہے گوپی ناتھ اناتھ کے ناتھ جگت کے سوامی - انتر جامی - اب تمہارے سوا کوئی خبر گیر نہیں - سبھا والے راستی سے منہ پھیرے ہوئے ہیں کوروؤں کو ادھرم کے خیال گھیرے ہوئے ہیں - میری سہاتا میری رکھشا میری حفاظت میری دستگیری کرنے والا اور کوئی رہ گیا ہے تو صرف ایک تم - نند نندن رادھا رچیندن یکس نکہندن - جگ بندن - آج تمہاری قدرت کے امتحان کا موقع ہے - اور بھگت بتسل بھگت سہاتک کے خطاب کی اصلیت کا یقین دلانے والا وقت ہے تمام دنیا سے زیادہ پراکرمی شہزور - سور بیر - بہادر - تیر تلوار کے دھنی - رنبھومی کو جیتنے ہوئے خاوند آنکھوں سے میری درگت دیکھ رہے ہیں مگر میری دردشا میری مٹی خراب ہوتے ہوئے دیکھ کر کوئی نہ سنکتا نہ کیا نازک وقت ہے خاندان کے بزرگ خاموش سبھا میں بیٹھے ہوئے راجے مہاراجے بالکل چپ چاپ جن پانڈوؤں کے قدموں کا سہارا وہ مون ادھر یہ اور ادھر دوشاسن ایسے ظالم کی بدعت - اس دروپدی سے کیونکر صدمے برداشت کئے جائیں جس کے پاؤں میں پھولوں کی سیج کی ایک پنکھڑی بھی کھٹکتی تھی تو سب آنکھ کے تل کا تیل کھنچوا کر تلووں میں ملتے تھے -

ہائے جس دروپدی کے ہونٹوں کو پان کی سرخی گراں تھی جس کی آنکھوں کو
سرمے کا دنبالہ بھاری معلوم ہوتا تھا جس کی زلفوں کو عطر پھلیل کی مہک
بار سر معلوم ہوتی تھی جس کے پاؤں کو مہندی کا رنگ بوجھل کر دیتا تھا ۔
آج وہی تمہارے بھگتوں کی لونڈی اور تمہارے کمل چرنوں کی داسی دروپد
کی راجکماری ۔ پانڈووں کی پران پیاری اس کس مپرسی کی حالت اور
ظالموں کے ہاتھوں دام مصیبت میں گرفتار ہے کہ آج تک کوئی نظیر
نہیں مل سکتی ۔ پیارے کرشن ، نند دلارے کرشن میری فریاد اس
وقت تک بے اثر میری گریہ زاری اب تک بے نتیجہ کیوں کیا شیس سجیا پر
سو رہے ہو لکشمی کے نازک ہاتھوں کے پاؤں دبانے سے آنکھیں
نہیں کھلتیں پھیلاؤ اور میری مصیبتوں کا مقابلہ کر لو رجھیند اور میری آفتوں
کو ترازو میں تول لو ، پھر مدد نہ کرو تو کچھ شکایت نہیں ۔ مگر یقین جانو مجھ
پر جو وقت پڑا ہے جو مصیبت نازل ہوئی ہے وہ تم پر اس وقت بھی نہ
پڑی ہوگی جب رام اوتار میں سیتا ہرن ہوا تھا ۔ یدو راج آج لاج
تمہارے ہاتھ ہے اگر لاج نہیں تو سمجھ لینا کہ میں بھی آج نہیں یہ دیکھئے
دوشاسن مادر زاد ننگا کرنے پر آمادہ ہو رہا ہے شیام سندر وہ پا یاد کھاؤ
کہ میری لاج رہ جانے پر دہ گوپیاں بھی آپ کا جس گائیں جن کا چیر ہر کر
آپ نے اپنی قدرت کا ایک کھیل کھیلا تھا اور سارا زمانہ نغمہ زنی کرے کہ
تمہاری قدرت عجیب ہے سمجھ میں نہیں آتا چیر بڑھائے راکھی دروپدی
پت گوپین چیر ہرے +
دروپدی اسی طرح کرشن جی سے فریاد کر رہی تھی مگر پتھر کے دلوں پر
کچھ اثر نہ ہوتا تھا ۔ دوشاسن نے ڈانٹ بتائی کہ کیا واہیات بکتی ہے ۔
اُتار دھوتی ادھر ہو جائیگی +
دروپدی نے کچھ جواب نہ دیا وہ بدستور کرشن چندر آنند کو یاد کرتی رہی
دوشاسن اس سے اور چڑھتا تھا یہاں تک کہ اس نے زبردستی دھوتی ۔
کھولنی شروع کی بھگوان کرشن دیو اپنے بھگت کی فریاد نہ سنیں ممکن نہیں جونہی

دروپدی کی زبان سے گریہ وزاری کے ساتھ اظہار کے درد بھرے الفاظ نکلے
سری کرشن چندر دوارکا سے چل پڑے اور وہ قدرت کاملہ دکھائی کہ دروپدی
کے بدن کو ڈھانپنے والی دھوتی کا اور چھور ہی معلوم نہ تھا۔ اس دھوتی کو
اس دوشاسن کے طاقتور ہاتھ کھینچ رہے تھے جس کے زور بازو کے
سامنے دس ہزار ہاتھی بھی کچھ مال نہ تھے۔ مگر کرشن چندر کی مایا پانچ چھ گز
کی دھوتی اس کے کھینچنے سے نہ کھنچتی تھی۔ دروپدی کے سارے بدن
پر صرف یہی ایک چیر تھا جس کو ہم دھوتی کے نام سے منسوب کر چکے
ہیں۔ اس دھوتی کو دوشاسن کھینچنے لگا تو عجیب ہی معاملہ پیش ہوا
پانچ چھ گز کی دھوتی سے لال سفید زرد سرخ رنگ کا اتنا کپڑا نکلنا شروع
ہوا کہ سبھا میں ڈھیر لگ گیا جگہ نہ رہی اور دوشاسن سا طاقتور دھوتی
کھینچتے تھک کر بیٹھ گیا ہاتھ شل ہو گئے۔ بدن چور چور ہو گیا۔ سانس
اکھڑ گئی۔ دم پھول گیا۔ اس کو تو کیا تمام موجود حضرات کو حیرت تھی کہ معاملہ
کیا ہے دوشاسن دیر تک دھوتی کھینچتا رہا مگر دروپدی ننگی نہ ہوئی اور
سبھا میں ہزار گز تک رنگ کا کپڑا ڈھیر ہو گیا یہ رنگت دیکھ کر دوشاسن تو
اپنے ہانپنے اور سانس ٹھیک کرنے میں مشغول ہوا۔ یہاں صاحبان محفل
دروپدی کے دھرم کو سراہنے لگے۔ سب کی زبان پر یہ الفاظ تھے دوشاسن
کی نالائقی پر نفرین۔ دریودھن کے ادھرما شیوں کی سمجھ پر لعنت ایک
ذرا سی عورت کو ننگا نہ کر سکے اور ان سے کیا ہو سکیگا۔ واہ رے استری
دھرم۔ تجھ میں سب کچھ کرامات ہے۔ دروپدی مہارانی دھن ہو تم نے
آج منکروں کو بھی استری دھرم کی طاقتوں کا قائل کر دیا تم دھرم کی
دیوی ہو چھما کرو۔ تمہارے دھرم نے ہم سب کو وہ قدرت دکھائی ہے کہ
عقل کام نہیں کرتی۔ دوشاسن نے تمہارے ساتھ بہت نالائقی کی اس
نے اس کا پھل پایا کہ بیٹھا ہوا ہانپ رہا ہے سانس اندر نہیں سماتی۔ اس نے
اپنی بدعنوانیوں کا یہ پھل پایا اور تم نے اپنے دھرم کا یہ اعجاز دکھایا۔
اب برا نہ مانو تمہاری آج سے اور بھی مہماں بڑھ گئی +

بے مشقت کے نہیں رتبۂ عالی ملتا
سرمہ پس جاتا ہے آنکھوں میں گھر کرتا ہے

سب پانڈو اس حیرتناک اور دردناک نظارے کو دیکھ رہے تھے مگر بھیم سین کی نظر چبھتی ہوئی تھی وہ پہلے تو خاموش رہا۔ مگر جب دوشاسن کے بنائے کچھ نہ بنی تو مست ہاتھی کی طرح جھومتا ہوا کھڑا ہوگیا اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح محفل میں گرجا کہ اے سبھا میں رونق افروز راجو مہاراجو۔ اے کورو خاندان کے چراغو۔ بہت ہو چکی، چھاتی پر پتھر رکھنے کی اب تاب نہیں۔ دروپد کماری کی بھری سبھا میں یہ بے ابروئی۔ یہ بےعزتی۔ یہ بے حرمتی۔ یہ سبکی۔ میں پکار کر کہتا ہوں قسم کھا کر کہتا ہوں۔ حلف کے رو سے کہتا ہوں، سوگند سے کہتا ہوں کہ اگر میں نے میدان جنگ میں چھاتی پر چڑھ کر دوشاسن کا خون نہ پیا تو زندگی کا رتھ پرمیشور میں تجھ کو حاضر ناظر کرتا ہوں۔ اگر دوشاسن کا میں یہ حال نہ کروں تو میری بھی نجات نہ ہو۔ میں اسے بغیر مارے زندہ نہ رہوں یہ محال ہے۔ اس کی بوٹی بوٹی کاٹوں تب سند بھیم سین کا غصہ قیامت کا نمونہ تھا۔ ادھر دروپدی کے چیر کی اعجاز نمائی پیش نظر ہو چکی تھی۔ جتنے راجے مہاراجے سبھا میں موجود تھے رب کا تپ اٹھے سب نے دوشاسن کو برا بھلا کہا۔ دریودھن اور دھرتراشٹ پر بھی تھو تھو کی جن کے دل پر دروپدی کی بے حرمتی کا خاص اثر ہوا وہ تو دو دو چار کر کے کھسکنے لگے کہ ظلم کون آنکھوں سے دیکھے۔ جب راجوں کے کھسکنے کا سلسلہ چلا تو بدرجی اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور پکارے کہ وہ صاحبو واہ آپ کو ایشور نے اسی لئے راج تلک دیا ہے۔ کہ بے انصافی کر کے دھرم کی نہ بول کے گھر کا راستہ لیں بلا سے دھرم رہے یا ایمان جائے آپ سب ڈاڑھی مونچھ لگائے مردینے سبھا میں بیٹھے ہوئے ہیں مگر کسی سے دروپدی کے ذرا سے سوال کا جواب نہ دیا گیا۔ دروپدی نے جو کچھ کہا اس کی بکرن نے تائید کی، اس عقل و فہم پر آفرین سمجھ پر تحسین۔ حالانکہ

یہ سب سے چھوٹا ہے مگر اس نے بزرگی بعقل است نہ بسال کا ثبوت
دیا۔ دھرم کی ایسی بات کہی کہ کسی کے منہ سے نہ نکل سکی۔ شاباش ہے
بکرن۔ مگر افسوس کہ ادھر دروپدی کی فریاد تھی اُدھر بکرن کی رائے کسی
نے ہاں بھی نہیں کی اہم سے اہم معاملات ہمیشہ سبھاؤں میں ہی فیصل
ہُوا کرتے ہیں ایسی بھری سبھا میں افسوس ذرا سے معاملے کا تصفیہ
نہیں ہو سکتا۔ جو لوگ ایسے موقع پر چپ سادھے رہتے ہیں انکو پاپ
سے نجات نہیں اور جو ایسے معاملات میں دھرم کے خلاف بولتے ہیں
اُن کے گناہ کا ٹھکانا کیا

بدُرجی کی یہ باتیں بھی سنی ان سنی ہوگئیں کوئی بھی نہ ٹسکا کسی
نے بھی زبان نہ کھولی۔ آخر وہ بھی زبان کا پھن جھاڑ کر بیٹھ گئے۔ جب
ہر طرف سے صدائے برنخاست کا معاملہ دیکھا تو کرن دوشاسن سے
بولا کیا جھک جھک بک بک سن رہے ہو۔ دروپدی ہماری لونڈی
ہے لے جاؤ اس کو گھر میں جو کوئی جس خدمت کو کہے کرتی رہے۔
تمہیں کیا ان میکھ سے مطلب ہے۔ اپنا کارج سِدھ کرو

دروپدی ۔ اے کرن اگر میں بھی مرد ہوتی تو ان باتوں کا جواب
دیتی افسوس کہ میں عورت ذات ہوں۔ اپنے استری دھرم کا خیال ہے
سبھا والو! تم چاہے نہ بولو۔ چالو۔ مگر دیکھ رہے ہو کہ دُشٹ دوشاسن
نے میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ میں نے آپ لوگوں سے جس بات
کا سوال کیا ہے اُس کا جواب ملنے تک آپ سب دوشاسن کو بیرحمی
سے باز رکھیں۔ دوشاسن نے میرے دل پر جو صدمے پہنچائے ہیں وہ
برداشت نہ کر سکتی تھی مگر کیا کروں زندگی بے حیا تھی ورنہ کس کے منہ
میں دانت تھے کس کا منہ تھا کہ میرے کپڑے کو چھو بھی سکے۔ اب
بھی کہتی ہوں کہ آپ ذرا سمجھائیں اور جب تک میری بات کا جواب
نہ ملے تب تک اس سے معافی دلوائیں ورنہ اس کا نتیجہ اچھا نہیں
مجھ پر جو گزری وہ جھیل چکی اب جو ہونے کی برداشت کرونگی لیکن ڈرتی

یوں کہ دل سے نکلی ہوئی آہ خاندان سو ناس کر کے رہتی ہے

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از در حق بہر استقبال مے آید

ایشور ایسا کبھی نہ کرے پانڈو اور کورو خاندان دونوں پھولیں پھلیں میں کسی کا بُرا چینا نہیں چاہتی۔ مہاراجہ دھرتراشٹ اور پانڈو کی دونو دو آنکھیں ہیں۔ ایشور ان دونو آنکھوں کو قائم رکھے مگر آج جو کچھ میرے ساتھ ادھرم ہوا وہ آپ سب کے انصاف کا مستحق ہے۔ جہاں میں دھرم کے ادھرم کا رونا روتی ہوں وہاں اپنی غلطی سے بھی شرمندہ ہوں۔ آج یہ پہلا دن ہے کہ میں نے اپنے بزرگوں کو دیکھتے ہی ڈنڈوت نہ کی۔ لاکھ دوشاسن میرے جھونٹے پکڑ پکڑ کر کھینچ رہا تھا۔ ہزار میری بے آبروئی کے ڈھنگ ہو رہے تھے مگر یہ میرا فرض تھا کہ آپ کو نمسکار کئے بغیر نہ رہتی میں اس بے ادبی کی معافی مانگتی ہوں اور قدموں کی اُستتی کر کے اشیرباد چاہتی ہوں

اس وقت دروپدی کی حالت عجیب دردناک تھی اس کی آنکھوں سے موتی کی طرح آبدار آنسو بہہ کر اس باریک ریشمی دھوتی کو تر کر رہے تھے جس کو دوشاسن کے ناپاک ہاتھوں نے کھینچا تھا۔ اس کی آنکھیں بیر بہوٹی ہو رہی تھیں اس کے چہرے پر ہلدی سی ملی نظر آتی تھی۔ بال دوشاسن کی دست اندازیوں نے بکھیر دئے تھے اور رنج نے اس کے چاند سے مکھڑے پر مردنی چھا دی تھی۔ جس وقت اس نے سب سے مخاطب ہو کر ڈنڈوت کی اس کے دل پر نہ معلوم کیا صدمہ ہوا کہ پٹ سے زمین پر گر پڑی اور نازک بدن لاجونتی کی طرح کملا کر بید کی طرح تھر تھر کانپنے لگا۔

اس وقت وہ دروپدی زمین پر پڑی ہوئی ہے جس کے لئے سوئمبر کے پہلے تمام راجے مہاراجے آنکھیں بچھانے کو تیار تھے جس کو راجہ دروپدی نے ہمیشہ پھولوں پر رکھا۔ بیاہ ہونے پر جس کو پھولوں کی سیج کے سوا زمین پر قدم رکھنے کی نوبت ہی نہ آئی تھی۔ دروپدی زمین پر تو پڑی

ہے۔ مگر کروٹ بدل کر کہتی جاتی ہے۔ کہ آہ سوئمبر کے بعد جس صورت
کے دیکھنے کو دنیا ترس گئی۔ اُف آج وہ یوں دُشٹ لوگوں کی بدولت
گھونگٹ سے محروم ہے۔ ٹلتے خاندان والے ہی خاندان کی عزت برباد کرنے
کے لئے مجھ بیکس کی مٹی خراب کر رہے ہیں۔ افسوس پانچ پانچ وہ
شوہر جن سے ایک دفعہ موت بھی پناہ مانگے میری ذلت دیکھ رہے
ہیں اور ذرا چوں بھی نہیں کرتے ان کے منہ پر دھرم نے چھاپ
لگا دی۔ راجہ دھرتراشٹ سسر ہیں۔ بھیشم پتامہ جی مہاراج سارے
خاندان کے بزرگ جب اُنہوں نے مون سادھ لی تو اور کسی کا کیا ذکر
سب دیکھ چکے کہ مجھ بیکس کا چیر دوشاسن ایسے مہابلی سے نہ کھینچا
گیا بھگوان کرشن دیو نے میری لاج رکھ لی اور اس پر بھی کسی کی آنکھیں
نہیں ہوتیں تو میں پیشینگوئی کرتی ہوں کہ بس اب کوروبنس کے فنا ہونے
میں فرق نہیں۔ میرا دل بول رہا ہے کہ دریودھن دوشاسن وغیرہ کے لئے
آج کی کارروائی نے پہلا پیغام موت سُنا دیا۔ کورو اپنے دھرم کرم
کی بہت ڈینگ مارتے تھے آج میں نے دیکھ لیا کہ بس ٹائیں ٹائیں
فس۔ اگر ان کو ذرا بھی دھرم سے لگاؤ ہوتا تو آج میری یہ درگت نہ
ہوتی دوشاسن مجھ پر بہت بدعت کر رہا ہے۔ مجھ میں برداشت کی
طاقت باقی نہیں۔ اے بزرگو۔ اے حاضرین محفل۔ کچھ تو منہ سے بولو سر سے
کھیلو کہ قلبجان دور ہو۔ یا تو کہہ دو کہ ہاں میں سچ مچ لونڈی ہو گئی۔ یا بول
دو کہ نہیں۔ اگر آپ سب کہہ دیں کہ بیشک لونڈی ہو گئی تو دروپدی
اسی کو قبول کر کے ذلت کو عزت سمجھے گی۔ کوئی نہ جانے کہ دروپدی
کسی حالت میں اپنے دھرم کو چھوڑنا پسند کرے گی۔ چاہے جان بھی چلی
جائے۔ جب تک رانی رہیگی تب تک رانی کا دھرم پالیگی جب لونڈی
ہو گی تب لونڈی کے دھرم کو بھی نباہ کر اپنا نام کئے بغیر نہ رہیگی۔ مگر کوئی
سبھا میں اس امر کا فیصلہ تو کرے +

بھیشم پتامہ۔ پیاری دروپدی تمہاری بات کا میں جواب دینا

ہیں دھرم جاننے والے کہاں اگر ہیں تو واجبی، مانے گئے۔ جہانتک میں
دیکھتا ہوں آجکل دھرم طاقتور کی مٹھی میں ہے جس کو وہ پسند کرے
وہی دھرم باقی دھرم بھی ہو تو ادھرم۔ آج کی رنگت دیکھ کر میرے
اوسان خطا ہو گئے ہیں۔ مَیں نے سمجھ لیا کہ کوروؤں کی خیریت نہیں۔ یہ
اس ادھرم کا مزہ لوٹینگے ہیں۔ تمہارے خاوندوں کی تعریف کرتا ہوں
کہ وہ کیسے دھرم کے پابند ہیں۔ اتنا کچھ ہو گیا۔ مگر زبان سے اُف تک نہ نکالی
دوسرا ہوتا تو ہمیں خون کی ندیاں بہ جاتیں۔ رانی دروپدی تم نے بھی
آج جو دھرم نباہا ہے اس کا جس ہمیشہ دنیا میں گایا جائیگا جو تم نے
ضبط کیا ہے وہ دوسری عورت کیا بڑے بڑے بہادروں سے ہونا ممکن
نہیں دھن ہو دروپدی ایشور تمہاری مدد پر ہے مَیں خاموش ضرور رہا مگر
کیا بولتا تو بیوقوف ہی بنتا۔ دیکھ لو جب درونا چارج کا یہ حال ہے
تو تمہارے سوال کا جواب کون دے۔ مگر مایوس نہ ہو راجہ جدھشٹر
دھرم کا سروپ ہیں وہ سب کی طرف سے جواب دیدینگے۔ اطمینان رکھو+

ادھیائے ۱۸

دریودھن اور دوشاسن وغیرہ کی شرارتوں پر بھیم سین کا جوش غضب۔ دوشاسن سے عوض لینے کی قسم دریودھن کی سبھا کے حاضرین کی بھیم سین سے عاجزی

جس وقت بھشم پتامہ جی خاموش ہوئے دریودھن نے زبان
کھولی کہ او دروپدی ہم لوگوں سے کیا پوچھتی ہے۔ سبھا والے

کون جواب دیں۔ ان کو کسی کے بیچ میں بولنے سے غرض واسطہ ادب
سے کہنی سنتی ہے۔ بھیم سین۔ ارجن۔ نکل سہدیو کے گلے کچھ نہیں پڑتی
کہ جو زبان ہلائیں منہ سے بولیں مرے سے گئیں۔ خیر یہ چپ ہیں تو نہیں
بھی جلنے دے تیرے یدھشٹر تو دھرم کے تھنبڈ سے پر چڑھے ہوئے
ہیں وہی کچھ منہ سے بھگیں۔ ہم لوگوں کی سی نہ کہیں ایمان سے بولیں
کہ تجھے ہارے یا نہیں اگر ہارے تو تو ہمارے گھر میں لونڈی اگر نہیں ہارے
تو رانی کی رانی بس یدھشٹر ہی کی زبان پر فیصلہ ہے۔ جو کچھ کہنا سننا
پوچھنا گچھنا ہو اپنے پانڈوں۔ اپنے خاوندوں سے پوچھ اور کسی کا
دماغ نہ چاٹ کان نہ کتر۔ تصفیہ دو باتوں پر ہے کان کھول کر سن لے
ایک یہ کہ یا تو بھیم سین وغیرہ چاروں بھائی کہہ دیں کہ یدھشٹر کو تجھ
سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ ۔ ۔ نہ کبھی رہا۔ اس کا تجھ پر کوئی حق نہیں پہنچا یا
خود یدھشٹر دھرم سے بولے کہ وہ تیرا خاوند نہیں +

درپودھن کی اس تقریر پر حاضرین مجلس پانڈوؤں کی طرف دیکھنے
لگے کہ سنیں کیا کہتے ہیں۔ مگر پانڈو ایک چپ ہیں ہزار بلائیں ٹلتی ہیں +

خموشی معنے دارد کہ در گفتن نمی آید

پر عمل کر گئے کچھ نہ بولے۔ جب بھیم سین نے دیکھا کوئی زبان نہیں کھولتا۔
کسی کے منہ سے بات نہیں نکلتی تو وہ بادل کی طرح گرجا کہ او درپودھن
سن اے صاحبان محفل سماعت فرمائیے۔ دھرم پتر پانڈو کل شرومنی
مہاراج ادھیراج یدھشٹر بھرت بنس کے آفتاب۔ عالمتاب ہم سب
کے بڑے بھائی ہیں سر کے تاج ہیں سب کچھ ہیں۔ انہوں نے جو
اچھا یا برا کیا اس کا میں ذکر نہیں کرتا۔ مگر ہاں مجھے دوشاسن سے
مطلب ہے۔ اس سے سمجھے بغیر رہوں تو دنیا کو منہ نہ دکھاؤں دوشاسن
شکر کرے کہ مہاراجہ یدھشٹر کے لحاظ و ادب نے اس کی جان بچالی اگر
یہ نہ ہوتا تو اس کمبخت کی مجال تھی کہ مہارانی دروپدی کے چیر میں ہاتھ
لگاتا۔ چیر تک ہاتھ پہنچنے میں دیر ہوتی مگر بھیم سین کو اس سے زندہ

خون پیتے بوٹیاں کاٹتے لمحہ نہ گزرتا جو اس وقت بڑھ بڑھ کے باتیں مار رہے ہیں جن جن کے چیستے تیر ہیں سب زمین پر سوتے ہوتے کیا دریودھن کیا دھرتراشٹ کے اور سپوت سب کا ایک ایک جھڑپ ایک ایک ادھیڑ میں کام تمام تھا۔ کچھ کورؤں پر ہی منحصر نہیں مجھے مہاراجہ جدھشٹر پر بھی سخت غصہ آرہا ہے۔ انہیں نے آج اپنے ہاتھوں اپنے اور ہم سب کے پاؤں میں کلہاڑی ماری ورنہ مجال تھی کہ مجھ کے برابر دریودھن وغیرہ بھیم سین کے ہوتے مہارانی دروپدی کو یہ دُکھ دیتے۔ اگر بھائی ارجن نہ روکتا تو میں سچ کہتا ہوں کہ ادھر تو سارے کوروؤں کا چرسا نکالیتا و دوشاسن کا خون پیتا اور مہاراجہ جدھشٹر کے بھی وہ ہاتھ پھونک دیتا جنہوں نے پانسے پھینکے تھے۔ مگر اب چارہ نہیں۔ دھرم بے سعادتی کی اجازت نہیں دیتا اس لئے چھاتی پر پتھر رکھے ہوئے بیٹھا سب کی شرارتیں دیکھ رہا ہوں۔ اگر مہاراجہ جدھشٹر چھوٹوں پر بھی اشارہ کریں تو دھرتراشٹ کا گھر پل مارتے بے چراغ کر دوں۔ ایک کا ایک روتے اور پانی دینے والا باقی نہ رہے۔ تب کی سند۔ اگر یقین نہ ہو تو جس کا دل چاہے آزمائے +

ہمیں میدان ہمیں چوگاں ہمیں گو ہے

اور پھر مزہ یہ ہے کہ نہ لاؤ ہو نہ لشکر صرف تن تنہا ایک اکیلی ذات سے سب کو مار کے گرادوں اور اپنے اوپر ذرا بھی آنچ نہ آنے پائے بھیم سین کے چہرے پر اس وقت وہ جلال وہ رعب اور غصے کا وہ جوش تھا کہ تمام اہل محفل تھر تھر کانپنے لگے سب کو ڈر تھا کہیں غصہ بڑھے اور بھیم سین اٹھ کھڑا ہو کر سب کو زمین پر نہ بچھا دے۔ تمام صفوں میں بیٹھے ہوئے راجے مہاراجے ہاتھ جوڑنے لگے اہل محفل اپنی جان کے خوف سے بول اُٹھے کہ بھیم سین تم بڑے لائق ہو تم نے بڑے بھائی ہی کا پاس نہیں کیا بلکہ دریودھن وغیرہ کو بھی بہت طرح دی اگر تم انگلی بھی چھلا دیتے تو سب کی جان نکل جاتی مگر واہ بہادری کے یہی معنے ہیں کہ ایسی

معیبت کو بھی خاموشی میں ٹال رہے ہو۔ تم اپنی طاقت کو جیتنا نہیں
جانتے اتنا ہم سمجھتے ہیں مگر غصہ رد کو اپنی طرف دیکھو۔ دوشاسن نے
جو نالائقی کی بیشک اُس کا برداشت کرنا تمہارا ہی کام تھا۔ مگر تم نے
بھائی کی نالائقی کا خیال نہ کرکے چشم پوشی کی تم بھیں ہو دوشاسن
دوشاسن ہی ہے۔ کہاں آفتاب کہاں ذرہ تم سب کو بولتے نہیں مگر
دل میں تو دوشاسن کو نفو کتے اُس کے افعال سے نفرت کرتے ہو:

ادھیائے ۱۹

دروپدی سے کرن اور دریودھن کی شرارت انگیز باتیں۔ بھیم سین کا غُصہ۔ مہارانی گاندھاری کی راجہ دھرتراشٹ سے شکائت۔ راجہ دھرتراشٹ کی دروپدی پر نظر عنایت۔ پانڈوؤں اور دروپدی کا رفاہ

بھیشم پتامہ کے چپ ہونے پر کرن نے پرانا بغض نکلنے کے
لئے یوں زہر اگلنا شروع کیا کہ او دروپدی تو جن کے بھروسے پر ناز
کرتی ہے ان کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ کیا بھیشم جی کیا یدر جی اور
کیا درونا چارج سب کی عقل ماری گئی ہے تیری بات کا جواب دینے
کے لئے مُنہ ہو تب جواب دیں ماں دھرم چھوڑکر پربھی ناتھ ان داتا
بھرت کل شرومنی بھوروبنس شرومکٹ مہاراج ادھیراج کو بڑا بھلا
کہتا ان کو سدھ ہے یہ نہیں جانتے کہ عاقبت خراب ہو رہی ہے او دروپدی

سن۔ غلام ہو لونڈی ہو۔ یا چیلہ کسی کو جیتے جی آزادی نہیں مل سکتی
مرنے ہی کے بعد چھٹکارہ حاصل ہوتا ہے پانڈو بھی کورووں کے
غلام ہو گئے اور تو بھی لونڈی۔ اب پانڈووں سے ہاتھ دھو وہ تیرے
خاوند نہیں رہے۔ رشتہ خاوندی ٹوٹ گیا۔ تجھ کو تیری خوش قسمتی
راجہ دھرتراشٹر کے بیٹوں کے سایۂ عاطفت میں لے آئی۔ مہاراجہ
دریودھن کے یہاں ٹہل خدمت کر۔ چاہے دریودھن سے بیاہ
کر لے۔ چاہے سو بھائیوں میں سے کسی ایک کے ساتھ رہ۔ یہ تیری
مرضی۔ تیری پسند۔ تو جس کے پاس رہیگی وہ پھولوں پر رکھیگا۔ دل
میں جگہ دے گا۔ آنکھوں پر بٹھائیگا۔ کلیجے سے لگائے رہیگا۔ جدھشٹر
کی طرح داؤں پر رکھ کر ہارتا نہ پھرے گا۔ جس نے تجھے جوئے میں ہار دیا
اب اس سے رشتہ کیا تعلق کیسا۔ اس پر طرہ یہ پانچ پانچ خاوندوں
کی جورو بنے ہیں نہ رات چین نہ دن چین۔ ایک عورت کس کس کی
خدمت کرے۔ اس سے بہتر یہی ہے کہ ایک کی ہو رہ۔ یک در گیر
محکم گیر۔ اب پانڈووں کو تلانجلی دے وہ تیرے خاوند نہیں رہے نہ
تو اب رانی رہی اگر تجھے رانی بننا ہے تو کوروؤں میں جس سے جی چاہے
ناطہ جوڑ لے بغیر اس کے اب رانی کہلانے کی اور کوئی صورت نہیں
کرن کی یہ تقریر پانڈوؤں کے لیئے زہر سے بجھا ہوا تیر اور سان پر
چڑھی ہوئی شمشیر تھی اس نے دروپدی کے کلیجے پر نشتر چبھو چبھو کر زخم
پر زخم ڈال دیئے۔ مگر سب پر بندھے کبوتر کی طرح پرواز سے محروم
یعنی منہ میں زبان کے ہوتے بھی نہ بول سکتے تھے۔ بھیم سین پہلے تو
خون کے گھونٹ کے ساتھ شربت کے سے گھونٹ پیتا رہا مگر جب کرن
کی زبان بڑھتی ہی چلی گئی تو وہ بجلی کی طرح کڑک کر بولا کہ او سوت کے
بیٹے کیا واہیات بک بک لگا رکھی ہے۔ زبان سنبھال کر نہیں بولتا تیرا
منہ کہ بھیم سین کے منہ پر یہ باتیں کہے کیا اب تجھے بھیم سین کی طاقت
کا حال معلوم نہیں جس نے آدھی کیا ہاتھیوں کے گلے چیر کر پھینک دیے

شیروں کی کلائیاں ایک چٹکی سے مرکا دیں۔ ہائے مہاراجہ جدھشٹر آپ
نے خود لٹیا ڈبو دی جوئے میں دروپدی کو ہار کر ہمیں آج اس حالت پر
پہنچا دیا ہے ورنہ ممکن نہ تھا کہ ایسے ایسے لچے لوگ ہم لوگوں کے سامنے
زبان بھی ہلا سکتے آپ نے ان کے چھینٹے تیز کر دئے اور ہم کو ولا چبا بنا دیا +

درجودھن۔ بھیم سین جی تم زبان کا ٹراپن تو بہت دکھلاتے ہو
اصول کی بات کیوں نہیں کرتے۔ جدھشٹر سے پوچھنا کہ کیا کہتا ہے +

اتنا کہکر دریودھن دروپدی کی طرف متوجہ ہوا اور اپنے زانو سے
دامن اُٹھا کر تھپکی دیتا ہوا بولا۔ کہ رانی بننا چاہتی ہے تو اس زانو پر بیٹھ
یہ زانو تجھے عرش پر چڑھا دیگا۔ آنکھوں میں تیری ہی جگہ ہوگی +

بھیم سین یہ کلمات سنکر تڑپ اُٹھا اس کے بدن میں غصے کے
مارے لہو کا سارا سر چٹک گیا وہ اُٹھ کھڑا ہوا اور سبھا والوں سے
خطاب کرتے گرجا کہ آپ سب لوگ گواہ رہیں میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ
دریودھن جس ران پر دروپدی رانی کو بٹھانے کی خواہش کر رہا ہے وہ ران
بھیم سین چور چور نہ کرے تو بھیم سین اپنے باپ کے نطفے سے نہیں۔ اگر اس
ران کے پرخچے نہ اڑائے تو سمجھ لیجئے گا کہ ماتا کنتی کا دودھ پینا حرام
ہے۔ ایشور اگر میں دریودھن کا ابھی زانو نہ پیس کے رکھ سکوں تو مجھ
کو مکتی نہ دینا مجھے نرک میں رکھنا مجھے خوشی سے وہاں کی آگ میں جلنا
منظور مگر دریودھن کی ہڈیاں چور چور کئے بغیر بھیم سین دم لے تو بھیم سین
کا روباں روباں جلنے کے لئے تیار ہے۔ دریودھن سمجھ لے کہ تیرے لئے
پرلے رکھی ہوئی ہے۔ ساری تیرے ساتھی شکنی اور کرن۔ دوشاسن
تماشا ہی دیکھتے رہینگے ابھی اُٹھ کھڑا ہوں تو سبھا میں تم سب کیا کافی
چڑیا تک نظر نہ آئے۔ ایک مکھی تک نہ پھٹکے۔ اس وقت بھیم سین کے
غصے کی حد نہ تھی۔ آنکھیں سرخ لال لال گھنگچی ہو رہی تھیں آنکھوں
سے شعلہ غضب اسی طرح نکلتا معلوم ہوتا تھا جیسے ساون بھادوں کی گھٹائیں
کوندھنا ٹپکتا اور بجلی چمکتی ہے اس کا چہرہ لال لال انگارہ ہو رہا تھا۔

خون کا وہ جوش تھا کہ سارے چہرے کی جلد میں لہو ہی لہو کی جھلک دکھائی دیتی تھی۔ جوش غضب میں اُس کے منہ سے جو سانس نکلتی تھی لوہار کی دھونکنی کو مات کر رہی تھی۔ اس کی ایک ٹھنڈی آہ بھی عام لوہے کیا فولاد تک کو پھونک دینے کی طاقت رکھتی تھی۔ اس وقت بھیم سین کے منہ سے ایسی گرم گرم سانسیں چل رہی تھیں کہ جیسے بھرے اصل کالے ناگ کی پھنکار مات تھی اور آندھی کا جھونکا چلتا معلوم ہوتا تھا آنکھیں ایسی خون میں ڈوبی ہوئی معلوم ہوتی تھیں کہ بڑے بڑے شیر دلوں کی نظر چہرے کی طرف اُٹھتے ہوئے ڈرتی تھی +

بھیم سین کو دانت کٹکٹاتے اور جوش غضب میں بھرا ہوا دیکھ کر بدر جی نے دریودھن سے کہا ارے تیری سمجھ کہاں ہے۔ کیوں تم سب لوگ اندھے ہو رہے ہو کیا نہیں جانتے کہ بھیم سین بات کا پکا اور قول کا دھنی ہے جو کہیگا کر کے چھوڑے گا مجال کیا کہ بات پٹ پڑے کوئی ڈیرد گھسڑ ہو تو اس کی بکواس کا خیال نہیں کیا جاتا بھیم سین وہ بلوان اور ایسا بہادر ہے کہ ہاتھیوں کو ٹھنیاں دے پہاڑ کو بھی ایک دفعہ ہلا دے اس کی بات کو تم اس کان سنتے اور اس کان اُڑا دیتے ہو۔ بس معلوم ہو گیا کہ شامت سوار ہے ایشور نے ہم سب کی عقل پر پردے ڈال دیتے ہیں اسی سے کچھ نیک و بد سمجھائی نہیں دیتا یہ کہے دیتا ہوں کہ بھیم سین جو کہہ رہا ہے اس کا نتیجہ اچھا نہیں ایک ایک سے بدلا لیگا اور جو جو اس وقت چنڈال چوکڑی میں شریک ہیں سب کو ماکوں چنے چبوائیگا ہائے نازوں کی پلی دنیا کی عورتوں کی سرتاج۔ پنج کنیاؤں میں سب سے افضل مہارانی دروپدی کی مجمع عام میں بے عزتی اس کے دل سے جو آہ نکلی ہوگی وہی کیا کم ہے اس کے ساتھ بھیم سین کا غصہ کہے دیتا ہوں کہ کورو بنس اپنے ہاتھوں اپنے حق میں بس بو رہا ہے اگر نام و نشان بھی رہ جائے تو بدرا اپنا نام بدل ڈالے۔ راجہ دھرشٹر جب پہلے اپنے آپ کو ہار چکا

تو دروپدی پر اس کا حق کیا۔ اس کا حق اُس وقت تھا جب اپنے سے
پہلے دروپدی کو ہارتا۔ اے دریودھن میں تمہارے بھلے کو کہتا ہوں
تم شکنی کے پھیر میں نہ آوٗ۔ یہ قندھاری راجہ تمہارا گھر مٹا کر رہیگا۔

دریودھن۔ (بدرجی سے) چچا صاحب آپ بار بار خفا ہوتے
ہیں بگڑتے ہیں لوگوں پر دھبا رکھتے ہیں تہمت تراشتے ہیں۔ الزام
لگاتے ہیں۔ جو منہ آتا ہے کہہ جاتے ہیں۔ بھیم سین بھی اتنا گرجتے
ہیں۔ اکڑ اکڑ کے کھڑے ہوتے ہیں۔ مگر کسی کے منہ سے وہ بات نہیں
نکلتی جس پر سارا توڑ ہے راجہ جدھشٹر نہیں بولتے تو جانے دیجئے
بھیم سین۔ ارجن نکل۔ سہدیو ہی کہدیں کہ راجہ جدھشٹر دروپدی کے
خاوند نہیں چلئے چھٹی دو ٹوک فیصلہ۔ اگر دروپدی کو پھر لونڈی کہوں
تو سزا۔ مگر جب تک اس کا تصفیہ نہیں ہو لینا۔ دروپدی لونڈی ہے
رانی نہیں کہلا سکتی نہ اب طوق غلامی سے آزادی مل سکتی ہے۔

ارجن۔ بھائی دریودھن برا نہ مانیگا جو ابھی سمجھ میں آتا ہے۔ کہتا
ہوں آئندہ آپ کو اس وقت اختیار ہے آپ دیکھتے ہیں کہ میں کس طرح
سب باتوں کو ٹال کر نظر انداز کر رہا ہوں ورنہ میرے دھنش بان ایک
ایک بات کا جواب دینے کو کافی تھے۔ مگر نہیں میں ایسی پھلی پھولی
پھلواڑی کا اُجڑنا پسند نہیں کرتا ممکن ہے کہ خیالات کی غلطی زبانی مباحثے
سے دور ہو جائے اور پیچھے کسی کو نہ پچھتانا پڑے کہ زبانی حجت
نے لاکھ کا گھر خاک کر دیا بھائی دریودھن تم ہی انصاف کرو کہ جب راجہ
جدھشٹر پہلے اپنے آپ کو ہار گئے تو ان کا دعویٰ رانی دروپدی پر
کیا رہا وہ پہلے ہم لوگوں کو ہارے ہیں۔ پھر اپنے کو۔ ہم سے جو خدمت
لیجئے انجام دیں مگر رانی دروپدی پر ان کا کوئی حق نہیں اور یہی غلط
فہمی فساد کی جڑ ہے اور کیا عجب کہ آگے چل کر اور کچھ رنگ لائے۔
دوشاسن نے جو بدعتیں کی ہیں۔ دل سے مٹنے والی نہیں۔ ہائے
مہارانی دروپدی کی بھری سبھا میں یہ درگت یہ دروشا ہو اور ہم لوگ

بیٹھے دیکھیں۔ فقط مہاراج بھیشم پتامہ چچا دھرتراشٹ اور گرو درونا چارج
کا لحاظ تھا۔ نہیں تو آپ دیکھتے کہ نہیں کر کر خون بہتا ہوتا۔ مگر نہیں ہم
لوگ راستی پسند ہیں۔ جو سب کہہ دیں وہ بات ٹھیک اپنی رائے
سے کچھ مطلب نہیں ؛

ادھر راج سبھا میں یہ نہتک ہو رہا تھا ادھر راجہ دھرتراشٹ
کی جگیہ شالا میں نیا گل کھلا جہاں ویدوھنی کے سوا سنگھ گھڑیال کی آواز
کے علاوہ اور کچھ سنائی ہی نہ دیتا تھا وہاں سیار آ کر رونے
لگے گدھوں نے رینگنا شروع کیا۔ اس بدشگنی سے بھیشم پتامہ اور
درونا چارج کے رونگٹے اور کان کھڑے ہوئے ان کی زبان سے
بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ بھگوان خیر کرنا۔ ایشور فضل رکھنا۔ آثار بد سب
نظر آتے ہیں۔ بدشگنی کچھ کہہ رہی ہے ؛

اسی عرصے میں مہارانی گاندھاری کو سب باتوں کی خبر لگی وہ
اپنے کا پتی راجہ دھرتراشٹ کے پاس پہنچی اور کہا کہ ہیں۔ آپ نے
بڑھاپے میں یہ کیا کلنک لگایا۔ بڈھے چھوکروں کی رائے پر چلیں
تو کیوں نہ اندھیر ہو۔ ہائے آپ نے دریودھن کے کہنے سے عمر بھر
کی ساری ناموری خاک میں ملا دی۔ سارا زندگی بھر کا جش مٹی میں ملا کر
رکھ دیا مہاراجہ جدھشٹر اور اُس کے بھائیوں کی یہ درگت۔ دروپدی
ایسی استریوں کی سرتاج پر یہ بدعتیں۔ ہائے آپ سے یہ سب کیسے
سنا دیکھا گیا۔ پانڈو اندر پرست میں رہتے تھے آپ کا کیا لیتے تھے
آپ نے دریودھن کے کہنے سے انہیں بلایا۔ جوا کھلایا۔ اور ان
کی ایسی بے عزتی کی۔ کہ کوئی دشٹ سے دشٹ دشمن بھی نہ کرتا۔
دروپدی پر وہ شرمناک ظلم کئے کہ آج تک کسی راکشش نے بھی
پرائی عورت پر نہ کیا۔ اُف رے۔ زوف ہے۔ لعنت ہے۔ دھرکال
ہے۔ ارے اب بھی کچھ نہیں گیا۔ سمجھو۔ ہوش میں آؤ۔ عقل کی
آنکھیں کھولو۔ کیوں خاندان کی جان کے پیچھے پڑے ہو کہے دیتی ہوں

کہ بال بچوں کی خیریت نہیں۔ آج کی کرتوت زمین پر خون کی ندیاں بہائیگی۔ پانڈوؤں کے چپ رہنے پر نہ جائیے۔ یہ خاموشی سب کی پونجی بند کریگی۔

مہارانی گاندھاری کی باتوں نے راجہ دھرتراشٹ کے دل پر اثر کیا۔ اُس نے درجودھن کو بلاکر کہا کہ بس بہت ہو چکی۔ اب برداشت کی طاقت نہیں۔ تو نے میرے خاندان کی عزت و عظمت میں دھبا لگادیا جس وقت تو زمین پر گرا تھا۔ اُسی وقت مدربجی نے پیشنگوئی کردی تھی کہ دریودھن خاندان کا خاتمہ کریگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آج اُس کی ابتدا ہوئی ہیں بھی بیوقوف تھا جو تیرے کہنے میں آکر پانڈوؤں کو یہاں بلا بیٹھا بھلا میں کیا جانتا تھا۔ کہ تم سب کی کیا غرض کیا نیت ہے۔ خیر جو ہونا تھا ہو چکا۔ سب باتوں کو ڈالو چولھے بھاڑ میں۔

یہ کہکر راجہ دھرتراشٹ اپنے سنگھاسن سے اٹھا دروپدی کے پاس آیا۔ اور بڑی محبت سے بولا۔ مہارانی دروپدی تم میرے خاندان کی رونق ہو۔ میرے پانچ کلیجے کے ٹکڑوں کی پران پیاری میری سو بیٹوں کی اینیاں تمہاری لونڈی کے برابر ہیں۔ تمہاری کوئی برابری نہیں کرسکتا۔ تمہاری ایسی بہو کی خدمت میں آج جو کچھ نالائقوں نے گستاخی کی ہے۔ اُسے میں اندھے پن سے نہ دیکھ سکا۔ معاف کرنا نہیں تو کسی کی مجال تھی کہ تم ایسی بہو کا رویاں بھی دکھاسکتا۔ تم سب سے بڑی ہو۔ کسی کی نالائقی کا خیال نہ کرو۔

بڑوں کو اُچیت ہے چھوٹوں کی اپناپت
از خورداں خطا و از بزرگان عطا
بزرگان خوردہ بر خورداں نہ گیرند
تلسی بُرا نہ مانیے جو گنوار کہہ جائے جیسے گھر کا نردھا برا بھلا بہ جائے

دروپدی۔ میرے ساتھ جو چاہے بدسلوکی کرلے مجھے کچھ پرواہ نہیں مگر ہاں پانڈو اور کورو کل کی لاج کا خیال ہے۔ کہ اس پر دھبہ نہ آنے پائے مگر نہیں جب آپ کے بیٹے ہی مجھ کو ہزار آنکھوں کے سامنے ننگا کرتے

میں نہ شرمائیں تو فرمائیے۔ مجھ بدنصیب کا کیا قصور۔ آپ سب سے پوچھ لیجئے۔ کہ دوشاسن نے مجھے جھونٹے پکڑ پکڑ کر بے رحمی سے کھینچا۔ بالکل مادرزاد ننگا کرنا چاہا۔ مگر میں نے بھگوان کرشن دیو کی یاد کرنے کے سوا کچھ نہ کیا۔ اگر اس وقت کوسنے لگتی تو جو کہتی وہی ہوتا چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ کچھ عرصے تک دوشاسن میرا چیر کھینچتا رہا۔ پانچ چھ گز کا کپڑا اتنا بڑھا کہ سبھا میں جگہ نہ رہی اور دوشاسن کے رُخ ڈھیلے ہو گئے جب میرے کرشن کرشن کہہ دینے میں یہ تاثیر تھی۔ تو ممکن تھا کہ اور جو کچھ کہہ دیتی وہی ہوتا۔ مگر نہیں فقط آپ کا لحاظ تھا۔

راجہ دھرتراشٹ۔ رانی دروپدی میرے ساہو بھاگ۔ زہے نصیب کہ تم ایسی بہو سے میرا خاندان پوتر ہوا۔ اب میری خواہش ہے کہ تم مجھ سے کچھ مانگو۔

دروپدی۔ جو کچھ آپ کا ہے وہ سب میرا ہی ہے۔ پھر میں کیا مانگوں۔

دھرتراشٹ۔ نہیں نہیں کچھ اس وقت ضرور مانگو۔

دروپدی۔ بس معافی مانگتی ہوں۔

دھرتراشٹ۔ پیاری دروپدی زیادہ شرمندہ نہ کرو۔ نالائق دیوروں کی بیوقوفیوں کا خیال بھولو۔ اگر تمہارے لڑکے ہوتے تو تم کیا کرتیں۔ اس کے علاوہ بڑی بھاوج ماں کے برابر ہوتی ہے۔ پھر جب تم ماں کے برابر ہو تو لڑکے کے برابر دیوروں کا قصور معاف کرنے میں کیا عذر۔ اب سب باتیں دل سے نکال کے مجھ سے تین بردان مانگ لو۔ چھوٹوں کی باتیں کو بھول جاؤ۔

دروپدی۔ میں آپ سے کیا مانگوں۔ مجھے کس چیز کی ضرورت ہے آپ میرا ہاتھ اپنے پانچ بھتیجوں کو پکڑا چکے ہیں۔ بس انہیں کی دستگیری چاہئے اور کوئی دنیا کی ہوس نہیں۔

دھرتراشٹ۔ دریودھن بکا کرے میں ابھی جوئے میں آگ لگائے

دیتا ہوں۔ بھائیوں بھائیوں میں ایسی ہار جیت کیسی۔ پیاری بہو تم کو بھتیجوں کی طرف سے کیا فکر۔ تم اپنا سوال کرو ؛

دروپدی۔ آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر۔ دیکھنے کی مجال نہیں۔ مگر مجھے اطمینان کیا ؛

دھرتراشٹ۔ دروپدی کیا تمہاری بھی عقل کہیں چرنے گئی ہے بھلا میرے بھتیجوں کو بھی کوئی غلام بنا سکتا ہے۔ کلیجے کے ٹکڑے کوڑے پر نہیں پھینکے جاتے ہیں۔ تم اس طرف سے بے فکر ہو کر اور کچھ مانگو میں ابھی دونگا۔ دیر نہ ہوگی ؛

دروپدی۔ اگر آپ کی یہی خواہش ہے تو وہ سب سامان پھروا دیجئے جو بے ایمانی سے شکنی وغیرہ نے جیت لیا ہے بس ؛

دھرتراشٹ۔ اسی وقت سب لو۔ کسی کو کچھ عذر نہ ہوگا۔ مگر تم نے کچھ نہ مانگا۔ جس کو دے کر میں خوش ہوتا۔ یہ تو معمولی باتیں ہیں ؛

دروپدی۔ آپ دھرم کو جانتے ہیں۔ شاستر کے اصول پہچانتے اور مانتے ہیں۔ پھر میں زیادہ لالچ کروں۔ کیا اپنا بیڑا غرق کردوں۔ دھرم شاستر کے رو سے دیش کے ایک چھتری کو دو بر مانگنے کا اختیار ہے آگے ادھرم۔ ہاں برہمن سو تک بر دان مانگ سکتے ہیں۔ پھر میں تیسرا بر دان کیسے مانگوں۔ مجھے دھرم کے خلاف چلنا منظور نہیں۔ چاہے کچھ کیوں نہ ہو جائے ؛

راجہ دھرتراشٹ۔ اچھا نہ سہی تو تمہارے پانچوں پران پتی تم کو مل گئے۔ سب ہاری ہوئی چیزیں تمہاری۔ تمہارا دھرم تمہارا مددگار ہوا۔ خوش رہو ؛

ادھیائے ۲۰

کرن کی طعنہ زنی۔ بھیم سین کا اظہارِ غضب۔ راجہ جدھشٹر کی فہمائش۔ راجہ دھرتراشٹ سے اظہارِ مرضی کی درخواست۔ راجہ دھرتراشٹ کی نظرِ عاطفت۔ کوروؤں کے قصوروں کے لئے عذرخواہی۔ اندرپرست جانے کی اجازت۔ پانڈوؤں کی ہستناپور سے روانگی

جس وقت دھرتراشٹ نے دروپدی کو بردان دیا۔ اور اُس نے تیسرے بردان لینے سے انکار کیا۔ تو راجہ دھرتراشٹ نے اس کی بہت تعریف کی اور بیٹوں کے قصور کی معافی مانگی۔ دروپدی نے کہا کہ آپ بڑے ہیں۔ آپ کی بات ٹالنا میرے لئے حد درجے کی بےسعادتی تھی۔ نہیں تو دو بردان میں نہ مانگتی۔ فقط آپ کی بزرگی کی وجہ سے مجھے حرف سوال زبان پر لانا پڑا۔ کورو اس کارروائی سے دل شکستہ ہو رہے تھے کہ ہائے سارا کردہ نہ کردہ برابر ہو گیا۔ کہاں ہم نے پانڈوؤں کو غلام بنانے کے لئے اتنی دردسری کی کہاں راجہ دھرتراشٹ نے یہ بیوقوفی کی کہ پھر ان کو جیسا کا تیسا کر دیا۔ اور کسی مُنہ نہ پڑا کہ کچھ بولے یا زبان سے حرف نکالے۔ مگر نہیں کرن کو تاب نہ آئی وہ ضبط نہ کر سکا اس نے اِن الفاظ میں دل کی بھڑاس نکالی:

پانڈو بڑے خوش نصیب ہیں۔ ہارے کے ہارے اور پھر دروپدی کے صدقے میں جیسے کے تیسے ایشور جورو دے تو ایسی ہی دے جو خاوندوں کے گلے سے طوق غلامی اُتروا دے۔ پانڈوؤ موچھوں پر تاؤ دو۔ مزہ کرو۔ جوئے کا ہارا اور جورو کا مارا برابر ہوتا ہے مگر تم خوش قسمت نکلے۔ تمہارا ستارہ اوج پر ہے۔ نہ غلام بننے دیا نہ راجہ بننے دیا۔

کرن کے ان فقروں سے بھیم سین کے تن بدن میں آگ لگ اُٹھی اس کے کلیجے میں ایک ایک لفظ نشتر کی طرح چبھا۔ اس نے کہا بھائی راجہ جدھشٹر اب زیادہ سننے کی تاب نہیں۔ آپ نے مجھ کو بھی سب کا ذلیل بنا دیا۔ مگر یہ جیتے جی ممکن نہیں۔ چلیے اُٹھیے سبھا سے باہر جا کر پھر میں سمجھ لونگا۔ تو سہی صرف ایک چچا دھرتراشٹ کو چھوڑ کر سب کی ہڈی پسلی چور نہ کروں تو زندگی پر لعنت۔ دم بھر میں سب کو لمبا لیٹے ہوئے دیکھیے گا یں برابر طرح دیتا جاتا ہوں۔ مگر بے ایمان نشتر پر نشتر چبھوئے جاتے ہیں بڑے مرد ہیں تو چلیں میدان میں اگر ایک بھی جیتا بچے تو بھیم سین اپنے گدا سے آپ اپنا سر پھوڑ کر غصہ مٹائیگا۔

راجہ جدھشٹر۔ بھائی بھیم سین۔ زیادہ غصہ نہیں کرتے۔ غصہ حرام ہوتا ہے۔ میں جانتا ہوں۔ کہ آج تمہارے سامنے کوئی بھی نہیں ٹھہر سکتا۔ تمہاری ایک اُنگلی کا اشارہ شیر کے طمانچے سے زیادہ خونریز ہے مگر نہیں پیارے بھائی غصہ کس پر کرتے ہو۔ اپنے ہی بھائیوں پھر دو بھائیوں پر غصہ کرنا ہی کیا۔ اگر کوئی اور ہو تو البتہ بات ہے تم غصہ تھوک ڈالو۔ میں فیصلہ کئے دیتا ہوں۔

یہ کہکر راجہ جدھشٹر راجہ دھرتراشٹ کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور بولے۔ اب مجھے کیا اجازت ہوتی ہے۔ جہانتک میری عقل کام کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہستناپور کی آب و ہوا ہم لوگوں کے لیے سوافق نہیں۔ اس لئے میں آپ کے ارشاد کا منتظر ہوں جو آپ فرمائیں اُس سے عذر نہ ہوگا۔

راجہ دھرتراشٹ۔ نورِ نظر۔ لختِ جگر۔ تم نے سچ مچ دھرم کو
زندہ کردیا۔ تمہاری سعادت و لیاقت شرافت و متانت کے دُنیا میں ڈنکے
بج رہے ہیں۔ ہمیشہ تمہارا جش گایا جائیگا۔ بڑے نیک ہو۔ راحت جان
تم اپنے بھائیوں کی گستاخیوں کو دل سے بالکل بھلا دینا۔ یہ سب تم
سے چھوٹے ہیں۔ تم عقلمند ہو۔ تمہیں میں کیا سمجھاؤں۔ جو عقلمند ہوتے
ہیں۔ وہ اسی طرح بردباری سے کام لیتے ہیں۔ اوچھاپن نہیں ظاہر
کرتے۔ دریودھن۔ کرن۔ دوشاسن وغیرہ نے جو نالائقیاں کی ہیں ان
کو معاف کرنا۔ ہائے اس بڑھاپے میں ایشور نے وہ دکھایا جو کبھی کانوں
سے بھی نہ سنا تھا۔ تم ایسے دھرماتما کے ساتھ یہ یہ شرارتیں مگر مجھے
اُمید ہے کہ تم کچھ خیال نہ کروگے۔ اور بھائیوں کو بھائی کی نظر سے
دیکھوگے۔ رانی گاندھاری جی تمہاری ماتا ہیں۔ مجھ کو بھی اسی رشتے
سے جیسا چاہیئے بزرگ سمجھ لو۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ میری نظر میں کورو
کچھ مال نہیں ہیں تمہیں کو ان سب کا مربی۔ سرپرست اور صاف
الفاظ میں سرتاج کیا بلکہ راجہ سمجھتا ہوں۔ نہ تمہاری لیاقت و سعادت
میں شک ہے۔ نہ تمہارے بھائیوں کی اطاعت و محبوبیت میں ایشور
تم سب کو پھیلائیگا۔ میرا بھی اتنا قصور تھا کہ بے سمجھے بوجھے دریودھن
کی بات مان کر تم کو یہاں بلالیا۔ جس کا نتیجہ وہ ہوا جو میرے واسطے کلنک
سے کم نہیں مگر راحت جان میرا جو کچھ فعل تھا۔ دانستہ نہ تھا۔ معاف
کرنا۔ سب راج پاٹ تمہارا ہے کورو سب تمہارے چھوٹے ہیں ان پر
نظر عنایت رکھو۔ اور اب جاؤ اندرپرستہ میں اپنا راج کاج دیکھو۔
سلطنت کے کاروبار کرو۔

راجہ جدھشٹر راجہ دھرتراشٹ کے محبتانہ الفاظ سنکر قدموں پر
گر پڑے۔ اپنی طرف سے معافی مانگی۔ بھائیوں کی محبت کا اقرار کیا۔ اور
بھیم سین و ارجن وغیرہ بھائیوں کے ساتھ دروپدی کو رتھ پر سوار کرکے
اندرپرستہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ چلتے وقت اقرار کیا جو آپ فرمائینگے۔

ہمیشہ وہی کرونگا۔ مجال کیا کبھی سرتابی یا تعمیل حکم سے گردانگی ہو۔

ادھیائے ۲۱

پانڈوؤں کی اندرپرست میں واپسی۔ دریودھن وغیرہ کی راجہ دھرتراشٹ سے فریاد۔ مکرر قمار بازی کے لئے بلانے کی درخواست۔ راجہ دھرتراشٹ کی منظوری۔ بھیشم وِدُر دیانامہ مہارانی گاندھاری وغیرہ کا واویلا۔ فہمائش۔ راجہ دھرتراشٹ کی کج فہمی۔ پانڈوؤں کی طلبی۔ اُن کی آمد۔ قمار بازی۔ کوروؤں کی جیت۔ پانڈوؤں کی ہار۔ بارہ برس کی صحرانوردی کے سامان

راجہ جدھشٹر اپنے بھائیوں اور مہارانی دروپدی کو لیئے لاؤ لشکر کے ساتھ اندرپرستھ کو واپس چلے تو کوروؤں کی چھاتی پر سانپ لوٹ گیا۔ وہ ہاتھ ملنے لگے۔ کہ ہائے ہاتھ میں آیا ہوا شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ جال میں پھنسی ہوئی سونے کی چڑیا جال سے نکل گئی۔ اُنہوں نے آپس میں پھر گلنپ کرنا شروع کی کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ کہ ہمارے غلام آزاد ہوجائیں۔ راجہ دھرتراشٹ اندھا بوڑھا اس کو تمیز ہی کیا۔ عقل ہی کیا ہے۔ ہمارا سارا بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا۔ بزرگی بعقل است نہ کہ بسال ایسے بڑھے کڑھائی میں تلے جاتے ہیں۔ ہارا جدھشٹر جیتے ہم۔ راجہ دھرتراشت کو کیا مجاز تھا کہ سب کچھ پھر بخش دیتے۔ دشمن کو کبھی اُبھرنے دینا نہ چاہیئے

جس طرح ہو۔ جب قابو چلے ہیں سکے رکھ دینے ہی میں مفر ہے۔ موذی کو پہلے ہی مارنے کی بزرگوں نے اجازت دی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم پانڈوؤں کو طرح دیں جن سے ہر وقت لڑائی اور موت کا اندیشہ ہے۔ ہم کبھی دھرتراشٹ کے فیصلے کو نہ مانینگے۔ ہمارا دھرم یہ ہے۔ کہ جس طرح ہو سکے پانڈوؤں کو نیچا دکھائیں۔ سر اُبھارنے نہ دیں ؛

آپس میں یہ بات چیت کرکے سارا جتھا راجہ دھرتراشٹ کی خدمت میں پہنچا اور دہائی دی کہ آپ کی بزرگی کے قربان۔ آپ ان سانپوں کو دودھ پلاتے ہیں جو ہمیں ڈسنے کے لئے اودھار کھائے بیٹھے ہیں۔ کس عقلمند نے کہا ہے۔ کہ جو کلہاڑی اپنی ہی جڑ کاٹے اُس کے دستے کے لئے اس درخت کو سینچے جس کی شاخ سے اس کا دستہ تیار ہونے والا ہے۔ آپ تو جہاندیدہ ہیں۔ فہمیدہ ہیں۔ آپ کے سامنے کچھ کہنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔

کچھ یاد ہے برہسپت جی نے راجہ اندر سے کیا نصیحت کی تھی۔ اور کن الفاظ میں اُن کو سمجھایا تھا۔ کہ دشمن کو چاہیئے جس طرح ہو اُبھرنے دینا کیا معنے اپنی ہی مٹھی میں رکھنا چاہیئے کہ جس میں سنک نہ سکے۔ پانڈوؤں میں اور ہم سے دشمنی۔ ہم نے اُن کو جوئے میں جیت کر غلام بنایا۔ آپ نے پھر آزادی دے دی۔ آپ سیدھے سادھے بزرگوار۔ آپ کو کیا خبر کہ پانڈو کون ہیں۔ جناب جس وقت اُن کا بس چلا۔ ہم سب کو کاٹ کر پھینک دینگے۔ یہ کالے ناگ ہیں۔ ان کو دودھ پلانا بیکار۔ آپ دودھ پلاتے ہی رہینگے۔ اور یہ وہ ہیں۔ جو موقع پاکر چپ سے کاٹ کھائینگے۔ پھر ایک بنائے نہ بنیگی۔ ایسے موذیوں کو اس طرح آزادی دے دینا اپنے پاؤں میں اپنے ہاتھ سے کلہاڑی مارنا اور جان بوجھ کر کنوئیں میں گرنا ہے۔ آپ سمجھ لیجیے کہ عداوت جڑ پکڑ گئی۔ جوئے کی ہار اور اپنی ذلت کی کسر یہ لوگ رکھے نہ رہینگے۔ اور اندرپرستھ پہنچکر دل کا بُخار نکالیں تب ہی سے کہینگا۔ آپ سیدھے سادھے بزرگ اگلے وقت کے

لوگ کیا جانیں۔ کہ نئی پود کے خیال کیا ہیں۔ آپ نے سیدھے سبھاؤ اُن کو غلامی
سے آزاد کر کے پھر راج پاٹ دے دیا۔ دیکھ لیجئے گا کہ یہ مہربانی ہم سب کے
لئے آفتوں کی بانی قہر آسمانی۔ مرگ ناگہانی اور موت کی نشانی ہوگی۔ افسوس
کہ آپ کو اپنے کلیجوں کے ٹکڑوں پر رحم نہیں۔ بیشک آپ کا فرض ہے
کہ سب چھوٹوں کو آنکھ کا تارا سمجھیں۔ مگر یہ بھی تو سمجھ لیجئے۔ کہ جو گھر کے
خاندان کو تباہ کرنے کی قسم کھائے ہوئے ہیں۔ اُن کو ایسی آزادی کیسی
ہم سب لوگ غفلت میں پڑے رہینگے۔ اور دشمن کمین میں رہیگا۔ ابھی
آپ مغالطے میں ہیں جب کلسی کی دبی ہوئی آگ شعلہ زن ہو کر ہستناپور کو
سواہا کریگی۔ تب ہاتھ ملنے اور پچھتانے کے سوا کچھ نہ ہو سکیگا۔ اب بھی
خیر و عافیت ہے۔ ابھی تک کچھ نہیں گیا۔ (علاج واقعہ پیش از وقوع باید کرد)
بہتر ہے کہ آپ پیشبندی فرمائیں حفظ ماتقدم کے بغیر رفاہ کی صورت
نہیں۔ آئندہ اختیار۔ پانڈو ابھی راستے ہی میں ہونگے۔ ہم لوگوں کی درخواست
ہے۔ کہ آپ اُنہیں واپس بلائیں۔ ایک مرتبہ چوسر اور ہو صرف ایک بازی
میں ہم ان سے توڑ کر لینگے۔ شرط صرف یہ ہوگی کہ وہ راج پاٹ ہار کر اگر
بارہ برس صحرا نوردی (بن باس) اختیار کر کے روپوشی سے کام لیں۔ اور
اس زمانے کے ایک سال بعد ہمیں اُن کا پتہ نہ لگے۔ تو جیت اُن کی اگر
ہم پتہ لگالیں۔ تو اُن کو بارہ برس اور وحشت گردی کرنا پڑے۔ وہ یہ شرط
جیت جائیں تو ہم خوش اور ہمارا اللہ خوش وہ سب راج پاٹ بدستور کریں۔
ہمیں کچھ سروکار کچھ واسطہ نہیں۔ اگر شرط پوری نہ ہو تو اُن کو تخت و تاج
سے بالکل بے تعلقی ہو بن باس ضرور اختیار کرنا پڑیگا۔ اس میں کچھ مضائقے
کی بات نہیں۔ آپ پانڈوؤں کو یاد فرمائیں اور ہمیں قسمت آزمائی کا موقع
دیں۔ اگر اس وقت آپ چوک گئے تو سمجھ لیجئیگا کہ عنقریب پانڈوؤں
کے ہاتھوں سے ہم پر ظلم ہی ظلم ہونگے ؛

راجہ دھرتراشٹ درلودھن وغیرہ کے فقروں میں آگیا۔ جو انہوں
نے پٹی پڑھائی۔ وہ دل پر نقش مقدر ہوگئی۔ اُس نے ٹھان لی کہ بیشک

پانڈووں کو بلانا چاہیئے ایسا نہ ہو کہ وہ پھر اختیار پاکر میرے بیٹوں سے دشمنی کریں۔ اور پرانا غبار نکالیں۔ جس وقت بھیشم پتامہ جی۔ بدُر جی۔ کرپاچارج۔ درونا چارج نے سُنا وہ بہ اتفاق راجہ دھرتراشٹ کے پاس آئے۔ اور کہا۔ آپ کیا غضب ڈھا رہے ہیں۔ سوتی بھڑیں جگانا عقلمندوں کا کام نہیں۔ آپ پانڈووں کو نہیں بلاتے۔ بلکہ سانپ کے منہ میں اُنگلی دیتے اور آگ میں کودتے ہیں۔ اس کا نتیجہ اچھا نہیں۔ بڑھاپے میں آپ کی عمر بھر کی ناموری کو بٹہ لگ رہا ہے اور اب اور بھی دھبہ لگیگا۔

راجہ دھرتراشٹ۔ آپ لوگ ناحق میرے کان کترتے ہیں۔ بھلا میرے بیٹوں کا کیا قصور ہے۔ لڑکے آپس میں کھیلتے ہارتے ہیں۔ ہمیں مطلب۔ بھائیوں بھائیوں کو ایشور نے کھیل تال ہی کے لیئے بنایا ہے۔ جب ہم آپ ان سنوں تھے تو آخر کھیلتے مانتے تھے یا نہیں پھر کیا وجہ ہے کہ میں کھیل تال سے سب کو روکوں؛

اس جواب سے بھیشم پتامہ وغیرہ نے سمجھ لیا کہ بس ہستناپور کے دن پورے ہونے والے ہیں۔ دریودھن وغیرہ نے راجہ دھرتراشٹ کی عقل کی آنکھوں پر پردے ڈال دیئے۔ اب یہ کسی کی ماننے کا نہیں اپنی ہی کریگا۔ اس سے اپنی بات کیوں خراب کریں۔ وہ بہت اچھا جو آپ کی مرضی۔ جو آپ کا منشا جو آپ کی مراد۔ جو آپ کو منظور۔ وہی ٹھیک کہکر وہاں سے رخصت ہوئے تو مہارانی گاندھاری کو بھی خبر لگی۔ وہ ہائے واویلا کرتی۔ توبہ تلا مچاتی سر دھنتی چھاتی پیٹتی۔ راجہ دھرتراشٹ کے پاس آئی۔ اور روئی پیٹی کہ ہائے کیا غضب کر رہے ہو تمہاری عقل کہاں ہے۔ کیوں لاکھ کا گھر لیک کروگے۔ دریودھن تمہیں ستیاناس کرکے رہیگا۔ میں نے سمجھ لیا کہ شدنی دریودھن کے ہاتھ اور تمہاری اوندھی عقل سے خاندان کو تباہ کرکے پیچھا چھوڑیگی۔ جس وقت یہ ننگ خاندان پیدا ہوا تھا۔ اُسی وقت بدُر جی نے کہہ دیا تھا۔ کہ اب خاندان کی خیر نہیں۔ میں دیکھتی ہوں کہ اُنہیں کی بات سچ ہونے والی ہے۔

افسوس بڈھے ہو گئے۔ اور پھر بھی اونچ نیچ کی سمجھ نہیں۔ سفید بال ہو گئے اور پھر بھی مُنہ پر کالک لگانے کی خواہش۔ کس کے آگے اپنا سر دے ماروں۔ میری تو مٹی خراب ہو رہی ہے۔ بھیشم پتامہ سمجھائیں۔ تم کچھ نہ سمجھو۔ درونا چارج نیک و بد سمجھائیں۔ اور تمہاری آنکھیں نہ ہوں۔ بدُرجی سب اونچ نیچ دکھائیں۔ تمہارے کان نہ ہوں۔ تو بس میں نے سمجھ لیا کہ ہونہار کچھ اور ہے۔ دریودھن کو میں نے نو مہینے پیٹ میں رکھا۔ پیدائش کے وقت کی تکلیفیں سہیں۔ دودھ پلایا گوہ موت کیا مجھ سے بڑھ کر کس کو اُس کی محبت ہوگی۔ میں تو میں ناگن کو بھی اپنے بچے پیارے ہوتے ہیں۔ پھر تم سمجھتے ہو کہ میں اُس کی برائی کب چاہونگی۔ مجھ سے زیادہ تم کیا اُس کی محبت کرو گے اور پھر بھی تم نہیں سمجھتے کہ میں اِس کی بھلائی کو کہتی ہوں۔ یا برائی کے لئے۔ افسوس تم کو اتنا بھی خیال نہیں دوست دشمن کی بھی پہچان نہیں رہی۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں خاندان تباہ نہ ہو جائے ؛

دھرتراشٹ۔ افسوس کہ تم مجھے سمجھاتی ہو۔ یہ نہیں سمجھتیں۔ کہ جو ایشور کی مرضی ہوگی وہی ہوگا۔ اگر خاندان ستیاناس ہی ہونا ہے۔ تو کون روک سکتا ہے۔ ایشور کی مایا میں کس کا دخل۔ کارخانہ قدرت میں کس کو دست اندازی کا مجاز جو قسمت میں بدی یا نیکی لکھی ہے۔ اُس کا حرف بدلنے کی نہ تم میں نہ مجھ میں اور نہ اور کسی میں طاقت ہے۔ بس اِس سے لڑکوں کے معاملے میں کچھ دخل دینے کی ہم کو کیا ضرورت بڑوں کو چھوٹوں کے معاملے میں ٹوکنے جانے سے کیا مطلب۔ سب پانڈو و کورو بھائی بھائی ہیں۔ کھیلتے ہیں ہارتے ہیں۔ جیتتے ہیں۔ کھیل لڑکوں ہی کے لئے ہوتا ہے۔ لڑکے کھیلنے ہی کے لئے ایشور نے بنائے ہیں۔ پھر نہیں کیا غم میں چاہتا ہوں۔ کہ پہلے جوئے میں جو بدمزگی ہو گئی ہے وہ اب رفع دفع ہو جائے۔ سب مل مل کے کھیلیں ایسا نہ ہو کہ کسی کے دل میں کوئی گرہ پڑی رہ جائے۔ راجاؤں کا دھرم ہے۔

کر جیت لے اور یدھ سے منہ نہ موڑیں۔ پھر کیا وجہ کہ راجاؤں کے بیٹوں کو
ردو سے نامرد بنایا جائے۔ جدھشٹر بھی ویسا ہی میری آنکھوں کا تارا ہے
جیسا درجودھن یا اور کورو۔ میں اُس کا کب بُرا چاہتا ہوں۔ آپکی بزرگی
اور راج دھرم کے لیئے چاہتا ہوں۔ کہ ایک دفعہ جدھشٹر اور بچے اور دونو
فریق اپنے دل کی ہوس نکال لیں کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ہے کہ
ہم کو زیادہ موقع نہیں دیا گیا۔ جاؤ تم رنواس میں بیٹھو۔ مردوں کی باتوں
میں عورتوں کو دخل دینے سے کیا مطلب +

گاندھاری نے سمجھ لیا کہ ہونہار کچھ اور ہے۔ راجہ کی عقل گدی میں
سما گئی۔ کچھ شک نہیں کہ سٹھیا گئے۔ اچھا پھر جو ایشور کی مرضی۔ راجہ بھی
پتی پرمیشور ہی ہے۔ اس کی بات کو دُکھنے اور زبان لڑانے سے کوئی
نتیجہ نہ ہوگا۔ حجت کرکے پاپ لادنے اور زبان لڑا کر عذاب میں پھنسنے سے
کیا فائدہ۔ آگ جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے۔ جو جس کی
قسمت میں لکھا ہوگا۔ اُس کو کوئی مٹا نہیں سکتا۔ اُس نے سمجھ لیا کہ
کورو خاندان کی قسمت کا نوشتہ یہی ہے کہ تباہی آئے وہ اپنے دل میں
افسوس کرتی۔ اور راجہ دھرتراشٹ کی عقل کو دل ہی دل میں روتی ہوئی
خاوند کے پاس سے چل کھڑی ہوئی اور دعا مانگنے لگی کہ ہے ایشور خیر کرنا +

ادھر گاندھاری رخصت ہوئی اُدھر راجہ دھرتراشٹ کے سر پر
چڑھے ہوئے بھوت نے پرات کامی کو حکم دیا۔ جلدی جاؤ۔ پانڈو راستے
میں ہیں۔ جہاں ملیں۔ وہاں سے اُن کو یہیں واپس لاؤ۔ کہہ دینا۔ کہ
تمہارے چچا نے ضروری کام کے لیئے یاد کیا ہے۔ پرات کامی حکم پاکر
تیز رو گھوڑے پر سوار ہوا۔ گھوڑا ہوا سے باتیں کرتا ہوا چلا تو جدھشٹر
کی سواری نظر آگئی۔ یہ گھوڑے کو چمکا کر سرپٹ چلا تو راجہ جدھشٹر سامنے ہی
تھے۔ بڑے ادب سے زمین بوسی کی اور راجہ دھرتراشٹ کا پیغام سنایا +

راجہ جدھشٹر۔ ابھی راستہ بھی میلا نہیں ہوا آخر اس قدر جلدی
بلانے کی کیا ضرورت ہوئی۔ کونسا ایسا ضروری کام درپیش ہوگیا +

پرات کامی سبھے مہاراج نے جھٹ پٹ بھیجا۔ کہ پانڈووں کو راستے سے لوٹا لاؤ۔ اور کچھ نہیں جانتا۔ مگر آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ پھر جوا ہوگا۔ چوسر ابھی تک بچھی ہوئی ہے +

جدھشٹر۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا۔ اور اب بھی کہتا ہوں۔ کہ جوئے سے کچھ فائدہ نہیں۔ اس کی ہار بھی ہار اور جیت بھی ہار۔ جس کام میں نقصان ہو۔ اُس کے کرنے سے کیا حاصل۔ خیر کچھ ہو۔ میں چچا دھرتراشٹ سے زبان ہار چکا ہوں۔ کہ آپ جو فرمائینگے میں اُسکی تعمیل کرونگا۔ اب اُن کی عدول حکمی کروں تو گناہ۔ اس لئے چلنا بہرحال مناسب۔ چاہے بگڑے یا بنے۔ یہ کہکر جدھشٹر نے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ اندرپرست کی طرف سے رُخ پھیر کر ہستناپور کا عزم کریں۔ چچا صاحب یاد فرماتے ہیں۔ جب راجہ جدھشٹر نے رتھ کی باگ ہستناپور کی طرف موڑی تو ان کے بھائی گھبرائے کہ یہ معاملہ کیا ہے چلتے دیر نہ پلٹے۔ مگر پرات کامی کی آمد اور راجہ دھرتراشٹ کے پیغام کی سُن گُن پالی تھی۔ اس لئے وہ راجہ جدھشٹر کی خدمت میں آئے اور عرض کی۔ کہ

بھائی صاحب آپ اتنا کھو کر بھی نہ سیکھے افسوس۔ ذلت میں کیا کسر رہ گئی خیال فرمائیے۔ اور پھر آپ وہیں جاتے ہیں کیا اب کچھ اور بے عزتی کی ہوس باقی ہے +

راجہ جدھشٹر۔ میں خود جوئے پر لعنت بھیجتا ہوں قمار بازی سے مجھے سخت نفرت ہے مگر بھائیو۔ سوچ لو۔ سمجھ لو۔ میں چچا دھرتراشٹ کو زبان دے چکا ہوں کہ جو آپ کہینگے۔ وہی کرونگا۔ مجال کیا جو فرق ہو۔ اب وہ بلاتے ہیں۔ اگر نہ جاؤں تو میری بات میں فرق آجائیگا۔ میری زبان جھوٹی مشہور رہیگی۔ اس سے مناسب یہی ہے کہ وہاں چلے چلیں۔ چوسر کھیلنے نہ کھیلنے کا اختیار رہے +

بھیم سین۔ ارجن۔ نکل۔ سہدیو۔ راضی برضا۔ بڑے بھائی کی

نگاہ میں چلتے تھے۔ اُنہوں نے صرف اتنا تو کہا۔ کہ ہرن سونے چاندی کا نہیں ہوتا۔ اگر گردش قسمت سے مہاراجہ رامچندر بھی دھوکا کھا گئے اور تیر و کمان لے کر چل پڑے۔ تو سیتا کو بھی ہاتھ سے کھو دیا۔ اور ہرن مار کر کیا ہاتھ آیا۔ کچھ بھی نہیں۔ تین کلنے جب مہاراجہ رامچندر ایسے پربھو پرشوتم کی بُرے دنوں میں عقل کام نہ کر سکی تو ہمارا آپ کا کیا ذکر۔ خیر آپ کی مرضی یہی ہے تو چلئے جو قسمت میں لکھا ہوگا آگے آئیگا +

یہ کہکر سب بھائی مہاراجہ جدھشٹر کے ساتھ ہوئے۔ رتھ کے گھوڑوں نے قدم بڑھایا تو معلوم نہ ہوا کہ کب راستہ کٹ گیا خلاصہ یہ کہ پانڈو ہستناپور پہنچے۔ راج سبھا میں گئے راجہ دھرتراشٹ کے قدم چومے اور بزرگوں کی پابوسی کی دریودھن وغیرہ بھی اسی وقت کے منتظر تھے جھٹ پٹ چوسر سامنے بڑھا دی شکنی مقابلے پر آبیٹھا اور بولا۔ کہ مہاراجہ جدھشٹر آپکے ساتھ کھیلنے سے ابتک جی نہ بھرا طبیعت نہ سیر ہوئی۔ بھلا ایک بازی تو اور ہو جائے شرط یہ رہی۔ کہ ہستناپور اور اندرپرست کی سلطنت دولت ٹھاٹھ باٹ ہاتھی گھوڑے لاؤ لشکر دونوں کے دونو داؤں پر لگائیں۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ شرط ہو کہ جو ہارے بارہ برس جنگل کی ہوا کھائے نہ سلطنت سے مطلب نہ مال و دولت سے سروکار صرف ایک مرگ چھالے سے غرض ہوگی اور دونوں میں سے جس کی جیت ہو۔ وہ مزے سے سلطنت کا مالک رہے کسی کو شکایت کا موقع نہیں شکنی کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے۔ کہ سبھا میں رونق افروز دوراندیشوں نے متہ پیٹ لیا۔ کہ ہائے ابھی ایک معاملہ پیش ہو چکا ہے۔ اب یہ دوسری رنگت اور نئی نظر آنے لگی بس لوگوں نے ہاتھ اٹھا اٹھا کر کہنا شروع کیا کہ راجہ آپ بھی کس فضولیات میں پڑے ہیں چوسر کو دا لو بھاڑ میں۔ جوے کو چھوڑ کے چولھے میں۔ اتنی ہو چکی۔ اور پھر بھی آپ کا پیٹ نہیں بھرا۔ کیا بھارت ورش کو اجاڑ کرنا مد نظر ہے۔ اے پانچوں پانڈو کیا تمہاری بھی عقل خبط ہو گئی ہے۔ کیا تمہاری عقل کی آنکھیں پھوٹ گئیں۔

کہ کچھ سجھائی ہی نہیں دیتا۔ اتنا ہو چکا اور پھر آپ کی آنکھیں نہیں کیا
کچھ اور کسر باقی ہے ✣

راجہ جدھشٹر پر سنیچر دیوتا کی نظر تھی وہ اس نصیحت کو الٹی سمجھے
اُنہوں نے خیال کیا کہ جو کوئی سمجھاتا ہے۔ اُن کے حق میں زہر ہوتا ہے۔
چنانچہ اُنہوں نے کہا کہ آپ لوگ فضول سمجھانے بجھانے کی زحمت
اُٹھاتے ہیں۔ جو شدنی ہے وہ ہوگا اُسے آپ کیسے روک سکتے ہیں۔
دوسرے چھتریوں کا دھرم ہی یہ ہے۔ کہ جوئے یدھ سے منہ نہ موڑیں
خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جائے اس لئے میں ایک بازی تو ضرور ہی کھیلونگا۔
ہار جیت ایشور کے ہاتھ۔ اگر میں اس وقت میدان سے ہٹ جاؤں
تو چھتری کے نام کو کلنک لگے لوگ ہنسینگے کہ جدھشٹر جوئے میں پیٹھ
دکھا گیا۔ اس لئے میں ضرور چوسر کھیلونگا۔ مجھے پروا نہیں کہ شکنی پلے
سرے کے کھلاڑی سے سامنا ہے +

شکنی۔ مہاراجہ جدھشٹر۔ میدان ہمارا آپ کا ہے۔ کھیلنے ہم ہیں
دوسروں سے ہمیں کیا واسطہ ان کی بات سُننا ہی فضول۔ آئیے ہم
آپ شغل کریں۔ مگر پہلے شرائط اچھی طرح سمجھ لیجیے۔ کہ دونو راجے اور
دونو راجوں کا مال و دولت سب داؤں پر ہے جو جیتے وہ سب لے
جائے اب رہے آپ اور دریودھن ان میں سے جو ہارے وہ بارہ برس
سب راج پاٹ چھوڑ کر بن میں رہے۔ بارہ برس ہو جائیں۔ تو ایک
برس اور ایسا چھپے کہ فریق ثانی کو خبر نہ لگے۔ چاہے وہ سر ٹپک ٹپک
مر جائے اگر پتہ لگ جائے تو پھر اور بارہ برس کا بن باس۔ بس اتنی سی
شرط ہے اور دونو کے لئے یکساں ✣

راجہ جدھشٹر کے بُرے دن تھے۔ قسمت بگاڑ پر تھی۔ اس نے
کچھ آغاز انجام نہ سوچا اور بہت اچھا کہکر چوسر کھیلنا شروع کی شکنی
پلے سرے کا چھٹا ہوا تھا۔ اس نے پانسہ پھینکا۔ تو جدھشٹر کے ہوش
اُڑ گئے کوروں نے بغلیں بجانا شروع کیں کہ وہ پانسہ چت وہ بازی اپنے ہاتھ

ادھیائے ۲۲

راجہ جدھشٹر کی آخری ہار۔ بن باس کی تیاری۔ دوشاسن کا جوش و خروش۔ شرارت انگیز اور دل شکن باتیں۔ بھیم سین اور ارجن کا عوض لینے کا تہیہ۔ نارد کی آمد۔ راجہ دھرتراشٹ کو ملامت۔ سب پانڈووں کے عتاب سے خوف وغیرہ وغیرہ

جس وقت آخری بازی میں بھی پانسے نے موافقت نہ کی۔ اس وقت جدھشٹر نے پوشاک شاہانہ اُتار کر مرگ چھالا اوڑھ لیا اور کہا کہ مال و دولت تخت سلطنت و تاج حکومت سب نذر ہے۔ اب ہم جنگل میں منگل منائینگے۔ لنگوٹی میں پھاگ کھیلینگے۔ اچھا تو اب رخصت آپ سب لوگ خوشی سے رہیں۔ بارہ برس گزرنے کے بعد زندگی ہوگی تو سب کو دیکھینگے +

در و دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں
رخصت لیکر اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

برائے وحشت کدہ ہی تخت کے چکر سے جاتے ہیں
ہو تم شاد اہل وطن ہم گھر سے جاتے ہیں

ایک ہے بات وطن میں رہے یا بن میں رہے
دور جگ بھی نہیں کچھ سوچ اگر تن میں رہے

جیوں ہی راجہ جدھشٹر صحرا نوردی کے لئے کمر کس کے کھڑے ہوئے دوشاسن نے باآواز بلند کہا کہ جے ہو مہاراجہ دریودھن کی۔ اقبال

اسے کہتے ہیں۔ اوج مقدر اس کا نام ہے پانڈوؤں کو کیسا نیچا دکھایا ہے کیسے چھیتے ڈھیلے کئے ہیں۔ کہ زندگی بھر نہ بھولینگے۔ ایشور تیرا ہزار ہزار شکر آج دشمنوں کی طرف سے دلجمعی ہوئی۔ بغلی گھونسوں کی طرف سے اطمینان ہوا آستین کے سانپوں سے پنڈ چھوٹا۔ ایشور تیری مایا اپرم پار ہے تو نے مہاراجہ دریودھن کو چکرورتی کی پدوی دلادی اب اس وقت روے زمین پر ہم سب کی کون برابری کر سکتا ہے۔ مہاراجہ دریودھن کا سارے زمانے میں حکم چلیگا۔ انہیں کے نام کا سکہ بیٹھیگا۔ اور دروپدی پانڈو اب کچھ بھی نہ رہے جنگل میں ٹھوکریں کھاتے پھرینگے بارہ برس تک ادھر ادھر پھرتے پھرتے تلووں میں کھال نہ رہیگی۔ اگر تیرھویں برس ہم لوگوں نے ڈھونڈ نکالا۔ تو سمجھ لیں۔ کہ پھر بارہ برس وہی جنگل اور وہی کانٹوں کی تلووں کے چھالوں سے رفاقت پھر ایسوں کے ساتھ جاکر کیوں اپنی مٹی خراب کرتی ہے۔ یہ حسن و جمال۔ یہ نزاکت۔ یہ نازک اندامی۔ کہتا ہوں کہ ان کا ساتھ چھوڑ اُن کی محبت سے منہ موڑ۔ یہ ہمدرد نہیں رہے۔ بیتر ہو گئے۔ بیچڑے ہو گئے ایشور کی کرپا سے مہاراجہ دھرتراشٹ کی راجدھانی میں اتنے بیٹوں سے اندر لوک کی سی چہل پہل رہتی ہے جس کی رانی ہے۔ اس کے عیش و آرام دیکھ کر اندرانی کو بھی یہ رشک ہوتا ہے کہ ہائے میں کیوں کوروں میں سے کسی کی رانی نہ ہوئی۔ کہتا ہوں کہ جنگل کی تکلیفیں خیال کر۔ خاندان اور گھر سے خارج شدہ پانڈوؤں کی محبت چھوڑ اور کورو راجکمار میں سے جس کی چاہے ہو کے رہ۔ جس کا چاہے دامن پکڑ لے۔ پانڈوؤں کے ساتھ قدم قدم پر تلووں میں کانٹے ہونگے اور زبان پر آہ۔ کوروں کے محلوں میں سونے چاندی کی پلنگڑی ہوگی۔ موتیوں کی جھالروں سے آراستہ مخمل اور اطلس کے بچھونے ہونگے۔ اور پھولوں کی سیج ہزاروں لونڈیاں پاؤں دبائینگی۔ باندیاں آنکھوں سے تلوے ملینگی۔ سارا جسم گوندنی کی طرح زیور سے لدا رہیگا۔ اندرپرست اور ہستناپور کے تمام اعلیٰ جواہرات تیرے بدن پر ہونگے۔ اگر تو پانڈوؤں کے ساتھ گئی۔ تو سمجھ لے کہ کرم

پھوٹ گئے رہتی پلید ہوئی زندگی میں ایک لمحہ بھر بھی سکھ ہو نہ کہنا بھی غنیمت ہے۔ جو کہنا ہو۔ پانڈوؤں کے سامنے کہہ لے۔ نہیں تو پھر عمر بھر پچھتانا ہی پڑیگا۔ کہ ہائے ملتا ہوا راج پاٹ ہاتھ میں سے گنوا دیا۔

دروپدی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے اپنے پانڈوؤں کی حالت پر دل میں روتی۔ چھاتی پر پتھر رکھے دوشاسن کے یہ کلیجے میں تیر بھونکنے والے الفاظ خاموشی سے سنتی رہی۔ اس نے مناسب نہ سمجھا کہ دوشاسن سے زبان لڑاتے چنانچہ وہ ٹھنڈی سانسیں بھرتی ہوئی کھڑے کھڑے آنسو پیتی رہی۔ اور سب پانڈو وقت پڑنے کے خیال سے بت بنے بیٹھے رہے۔ کوئی کچھ نہ بولا۔ صرف بہادر بھیم سین کو ایسی بیہودہ باتیں سننے کی تاب نہ تھی۔ وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ اور جھپٹ کر دوشاسن کو دبوچ لیا اس وقت بھیم سین کی آنکھوں میں خون اُتر رہا تھا چہرے کی تمتماہٹ دہکتی ہوئی آگ کا نظارہ پیش نظر کر رہی تھی۔ اس نے دوشاسن کو ایک ہچکا دے کر کہا۔ او نابکار پھر وہی باتیں۔ نالائق زبان سنبھال کے بات نہیں کرتا او۔ دوشاسن تب میں بھیم سین جب میں میدان جنگ میں تیری ایک ایک بات کے عوض میں تیرا خون چوسوں تیرا کلیجہ نکال لینا کونسی بڑی بات ہے۔ میں بیڑا اٹھاتا ہوں کہ دریودھن وغیرہ کا بھی کچومر نکالوں گا کرن کے جیسے بہت تیز ہیں۔ جب دیکھو بڑھ بڑھ کے باتیں مارتا ہے تو سہی بھائی ارجن اس کو چٹنی کرے۔ او کمبخت ساری حرامزدگی تیری ہے سمجھ لے۔ کہ سہدیو تیرے لئے کال ہوگا۔ ایک دن میں سب کی بانی کچائی نکل جائیگی۔ وہ دن دور نہیں جب بھیم سین دوشاسن کا خون پی کر اپنی بات رکھیگا۔ سب سمجھ لیں۔ کہ ان کی موتیں پھڑ پھڑا نا شروع ہو گئیں۔ شامت آنے میں تھوڑی کسر ہے۔

دوشاسن صورت ہی کہے دیتی ہے۔ زبان کو تکلیف دینے کی کیا ضرورت۔ خیر دل کو خوش کر لو۔ پھر چاہے۔ کبھی بھی نہ ماری جائے۔ یہ کہکر دوشاسن مسخرہ پن سے چٹکنے مٹکنے لگا۔ اس منہ چڑھانے پر

بھیم سین کی اور آنتیں تُسلک اُٹھیں۔ اس نے اس کو پکڑ کر ایک جھٹکا دیا
اور کہا۔ کہ چکھا دوں مزہ۔ رکھ دوں ابھی پسلیاں توڑ کے۔ بک بک کئے
چلا ہی جاتا ہے۔ بھیم سین کی ایک جھڑپ تیرے واسطے کافی ہے +
ووشاسن۔ تم کتو ہوا اپنی طرف دیکھو۔ گتو پر غصہ فضول ہے۔
گتو مارے تب بھی اُس کو مارنا لازم نہیں +
یہ فقرہ پہلو دار تھا یعنی او بھیم۔ تو برگ جیسا چھالا اوڑھے ہے۔
تو اس وقت فقیری کی حالت میں ہے۔ تجھ کو مارنا ہی کیا۔ اگر اس
حالت میں نہ ہوتا۔ تو ابھی کٹن بدپا ہو جاتی بھیم سین اس شر انگیز کلام
پر اور جھلا یا۔ اور بولا۔ کہ او بے ایمان۔ تمام زمانے کے جعلساز پانسے
بنا بنا کر گملی ڈال کے لوٹا۔ ہم کچھ نہ بولے۔ پھر بھی بات بات میں زہر اگل
اگل کر کلیجے میں نشتر چبھوتا چلا جاتا ہے۔ زبان میں لگام نہیں دیتا۔ منہ
نہیں سی لیتا۔ تنتی لپ لپ چلی جاتی ہے۔ سمجھ لے کہ شامت سوار
ہے بھیم جو کہہ چکا۔ وہ اٹل ہے۔ جو زبان سے نکلیگا۔ کر کے چھوڑیگا۔
اگر تیرا خون پی کر تیری بوٹی بوٹی نہ کاٹوں تو دین و دنیا میں رو سیاہ۔
یدھشٹر۔ بھائی بھیم سین تم اتنے سمجھدار پھر اس تُو تو مَیں مَیں
سے فائدہ۔ سوت نہ کپاس کوری سے لٹھم لٹھا جب وقت آئے تب
دیکھ لینا۔ یوں فضول تھکا فضیحتی سے نتیجہ۔ آؤ چلیں +
یہ کہکر راجہ یدھشٹر نے بھیم سین کی بانہہ پکڑ لی اور دوشاسن کو
چھوڑ کر وہاں سے روانہ ہونے لگے۔ دریودھن بھی ساتھ ہوا ظاہری
غرض یہ تھی کہ چند قدم پہنچا دے۔ مگر دل میں شرارت تھی چلا تو بھیم سین
کی نقل کرتا ہوا +
بھیم سین۔ او۔ دریودھن بھیم سین کی طرح چلنے کیلئے منہ چاہئے
تو میری نقل کر کے بھیم سین نہیں ہو سکتا۔ وہی دریودھن رہیگا۔ جس
کو میں تنجنیاں دیا کرتا تھا۔ اور جس کے ران کو بھیم سین کا گدا توڑ کے
چور چور کریگا۔ بھیم سین بھیم سین ہی ہے دریودھن کو بھیم سین سے کیا نسبت

بوزینہ زنقل آدم انسان نشود

تو بھیم سین کو منہ چڑھاتا ہے۔ یاد رکھ کہ تو اور تیرے بھائیوں کا سر کچلے بغیر نہ رہونگا۔ بھیم سین یہ کہتا ہُوا چلا جا رہا تھا جب وہ چپ ہُوا۔ تو ارجن شیر کی طرح گرجا کہ او دریودھن کس خیال میں ہے تو ارجن کو نہیں جانتا۔ کرن کے برتے پر پھول رہا ہے۔ کرن چیز ہی کیا ہے۔ یاد رکھ کہ جس کرن پر تجھ کو ناز ہے جس کی تیراندازی کے غرور میں تو اندھا ہو رہا ہے۔ اس کو اس کی فوج کے ساتھ خاک پر سلانے والا یہی ایک ارجن ہوگا جس ارجن کے دل کو آج تو دُکھا رہا ہے وہ کرن کو مار کر تیرے کلیجے کے ٹکڑے اڑائیگا چوپڑ نگیا کی ہے۔ مجال کیا نہ پوری اُترے کرن میرے تیر کا حصہ ہُوا۔ اب رہا تو اور دوشاسن اور تیرے بھائی۔ اُن کو بھیم سین کے زور بازو کا لقمہ سمجھ۔ تیری ران توڑے بغیر بھیم سین رہے یہ ناممکن۔ دوشاسن کا خون نہ چوسے کیا مجال۔ تیرے بھائیوں کے دُھرے کے دُھرے نہ اڑائے ناممکنات سے۔ شکنی نے بڑا جعل فریب کیا۔ وہ سہدیو کے ہاتھ سے جیتنی ہوگا +

بھیم سین۔ اس وقت دریودھن جو چاہے گالے۔ جب کہیں میدان جنگ میں اُنٹی پر چڑھ گیا۔ تو ران توڑا ہی گیا۔ اگر اس کے سر کو پاؤں سے نہ کچلا۔ تو پھر بھیم سین کی بات کیا۔ دوشاسن بہت گال بجاتا ہے۔ یہ سمجھ لے کہ اس کا خون بھیم سین ہی کے چوسنے کے لئے ہے۔ وہ سب کو یوہی مار ماروں کہ سانس نہ آئے۔ ایک ایک پوے میں سب کا کام تمام ہوگا۔ ایک ایک جھڑپ سب کا خاتمہ کریگی +

ارجن۔ اس وقت یہ سب مسخرہ پن کرتے ہیں تو کرنے دو۔ وہ منہ چڑھاتے ہیں تو چڑھانے دو۔ ہم سب کو دھرم کا خیال ہے نہیں تو کورو چیز ہی کیا ہیں۔ ان بڑے لوں کو دھرم مارنا ہی کون بات۔ بھائی بھیم سین جی آپ غصہ روکیں غیظ و غضب نہ کریں تیرہ برس ہم لوگوں کو کاٹنا کچھ مشکل نہیں پل مارتے کٹ جائینگے۔ چودھویں برس سب سے سمجھ لیا جائیگا

آج جو پرتگیا کی ہے جس بات کا بیڑا اُٹھایا ہے۔ اس کو تیرہ برس کے
بعد دکھا کر رہینگے۔ ارجن تب ارجن جب کرن کو اس کے ہیکڑی باز
راجاؤں کے ساتھ خاک پر لوٹتا اور خون میں ڈوبتا نیزتا دکھاوے۔
دریودھن کرن ہی کے بھروسے پر اکڑتا ہے۔ میں پکار کر کہتا ہوں کہ اس
کی موت میرے ہاتھ ہے۔ اگر نہ مارا تو میرا نام ارجن نہیں۔ میں چودہ برس تک
صبر کرونگا۔ آفتوں مصیبتوں کی کچھ پروا نہیں۔ جہاں یہ مدت گزری بس ہم
ہونگے اور دریودھن۔ اگر اس نے راج واپس نہ کیا۔ تو چاہے سورج پچھم
سے نکلنے لگے۔ مگر میں بغیر راج لئے کسی کی جان نہ چھوڑونگا اور اس
وقت کی پرتگیا نہ پوری کروں۔ تو منہ کالا کر کے دنیا کو منہ دکھاؤں۔ اور
شکنی تو اپنے چھل کپٹ پر اترا تا ہے۔ چھل فریب پر ناز کرتا ہے بناوٹی
پانسے پر اُچھل کود رہا ہے۔ بے ایمانی پر بغلیں بجاتا ہے۔ یہ نہیں جانتا
کہ تیری ساری کارستانیاں تیری جان گنوا کر پیچھا چھوڑینگی۔ اگر مجھ سے
تجھ سے سامنا ہو گیا۔ تو ایسا کچومر نکالوں کہ تو بھی یاد کرے۔ مگر تو
سامنے ہی کیوں آئیگا۔ دم دبا کے منہ چھپا کے الگ چھپا ہوگا۔ مگر مردمی
تب ہے کہ تو مقابلے پر آئے اور میں اپنی پرتگیا پوری کرنے کے لئے
تیری بوٹیاں نوچ نوچ کر کوڈل چیلوں کو کھلاؤں +

نکل۔ اے راجہ دھرتراشٹ کے کپوتو۔ اب تک تمہاری بہت
سُنی اب اپنی خیر مناتا اتنا ہو گیا میں نہیں بولا صبر کی داد ایشور دے گا۔
اگر تم سب کے دھرے نہ اُڑا لئے۔ تو کچھ کام ہی نہ کیا۔ سب کی باتیں
سُنتے سُنتے کلیجہ پک گیا۔ اب جب بن سے لوٹینگے۔ تو ایک ایک کا منہ
کچلینگے ابھی جتنا چاہے زبان کا سنبھرا اتار لو۔ مگر جب تیر تلوار کی نوبت
آئیگی۔ تب معلوم ہو جائیگا۔ کہ جو زبان آج ہمارے کلیجے میں زخم ڈال
رہی ہے۔ وہ تمہاری سب کی جان لیوا تھی۔ یا ہمیں دکھ دینے والی +
جدھشٹر نے کہا بھیم سین۔ ارجن۔ نکل۔ اس واہیات کو ڈالو چولھے
بھاڑ میں اپنی تہذیب کو کھونا کس نے کہا ہے جس کو کہنا ہو کہنے دو۔

ایک چپ میں ہزار بلائیں ٹلتی ہیں ۔ فضول زبان لڑانے سے فائدہ ۔
آؤ چلیں ۔ دم بھر کا تو بھروسہ نہیں ہوتا ۔ چودہ برس کس نے دیکھے
ہیں ۔ اگر جیتے پھرے تب جو ہونہار ہوگی ۔ خود ہوگی ۔ اس وقت ہمارا
فرض ہے ۔ کہ میل جول سے رخصت ہولیں ۔ زندگی ہے ۔ تو پھر
سب سے ملینگے +

(دھرتراشٹ جی سے) مہاراج چرنوں سے رخصت مانگتا ہوں ۔
اور سب بھرت بنسیوں کو ڈنڈوت کر کے چودہ برس کے لئے قدم
چھوڑتا ہوں ۔ دادا بھیشم پتامہ ۔ گرو درونا چارج ۔ مہاراج کرپاچارج
جی آپ اجازت دیجئے ۔ بن کے سکھ اٹھاؤں اور پھر واپس آکر چرنوں
کے درشن کرونگا +

راجہ جدھشٹر جن صاحبوں سے مخاطب ہوا ۔ اُن کی آنکھوں
میں آنسو بھر آئے دل اُمنڈ پڑا ۔ مُنہ سے بات نہ نکل سکی ۔ مگر ہاں دل
ہی دل میں سب نے دعا دی کہ پھلو پھولو ۔ جہاں رہو خوش رہو ۔ خیر
صلاح سے واپس آؤ ۔ بدرجی کو لائق بھتیجوں سے کمال محبت تھی ۔
پانڈوؤں کو چھڑتے دیکھ کر ان کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں ۔ اُنہوں نے
دوڑ کر جدھشٹر کو گلے سے لگا لیا ۔ اور بولے تم دھرم کی راہ جاتے
ہو ۔ میں روک نہیں سکتا ۔ تمہارا دھرم تمہارا نگہبان ۔ مگر سوچو مہارانی
کنتی کا جنگلوں میں پھرنا کیسے ہو سکیگا ۔ جس نے محلوں کی آسائش کے
سوا اور کچھ دیکھا ہی نہیں جس نے جواہرات سے جڑے سونے کے
پلنگوں کے سوا زمین پر قدم نہیں رکھا جس کے نازک تلوے
اطلس اور مخمل کے فرش کے سوا جانتے ہی نہیں کہ خاک کیسے چھو جاتی
ہے ۔ وہ بڑھاپے میں ایام ضعیفی میں جنگلوں جنگلوں ماری پھرے میں منظور
نہیں کرتا تم عقلمند ہو سمجھدار ہو ۔ انجام بین ہو ۔ دور اندیش ہو غریب
کو کہاں کہاں گھسیٹتے پھروگے ۔ میری خواہش ہے کہ مہارانی کو یہیں
چھوڑے جاؤ ۔ میں دل و جان سے خدمت کرونگا مطلق تکلیف نہ ہونے پائیگی +

جدھشٹر- آپ کی بزرگانہ توجہات کا شکریہ میں تو آپ کو پتا کی جگہ پر سمجھتا ہوں میرے لئے آپ کا سایۂ عاطفت غنیمت ہے۔ آپ کا ہاتھ میرے لئے سایۂ ہُما سے زیادہ ہے آپ جو فرمائیں گے۔ وہ بہتری بہتری کے لئے ہوگا۔ میں کبھی آپ کے فرمانے کو ٹالنے کی جراءت نہیں کر سکتا ہو نہ شاید آج تک جرات ہوئی ہو۔ آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر۔ آپ جو فرمائیں گے۔ من وعن اسی کی تعمیل کی جائے گی۔

بلُدرجی- تم سے بڑھ کر دھرم کے جاننے والا کون ہے۔ غنیمت میں کوئی تمہارا مقابلہ کرنے والا نہیں۔ سادرن رشی سے ہمارے میں بیاس جی بار نادت ہیں۔ است رشی سے بہر ننگ پربت (پہاڑ) پر بھرگ جی سے کلماکھ ندی کے ساحل پر اور ہر موقع پر ناروجی سے تعلیم پائی۔ تم سے بڑھ کر وید شاستر راج نیت دھرم کا جاننے والا اور کون ہے تم کو کچھ سمجھانا صلاح مشورہ دینا سورج کو چراغ دکھانا ہے مگر ہاں چونکہ میں تم سے بڑا ہوں۔ بڑوں کی محبت کا تقاضا یہی ہے کہ چھوٹوں کو کچھ نہ کچھ نصیحت کریں اس سے میں تم سب کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ بڑے میل جول سے رہنا بڑے پیار سے بسر کرنا سمجھ لو کہ بندھی ہوئی مٹھی مشکل سے کھلتی ہے ایک ڈورے کو سب آسانی سے توڑ سکتے ہیں۔ مگر جب ڈورے بٹ گئے ہوں تو کیا مجال کہ رسی کو کوئی توڑ سکے۔ ایک اینٹ کو ایک دو برس کا بچہ بھی اٹھا کر پھینک سکتا ہے۔ لیکن جب ایک اینٹ سے دوسری اینٹ ملتے ملتے دیوار تیار ہو گئی۔ تو ہاتھی بھی نہیں ریل سکتا۔ خواہ زلزلہ بھی ہلائے تو دانتوں پسینہ آجائے اس سے میری نصیحت ہے۔ کہ آپس میں ایک ایک کا دل ہاتھ میں لئے رہیں۔ کبھی وہ بات نہ ہونے پائے کہ دل پر شکن آجائے۔ اگر باہم اتفاق رہیگا۔ تو دیکھ لینا کیا اقبال و دولت کی افزونی ہوتی ہے۔ اگر گھر ہی میں پھوٹ ہوئی۔ تو سمجھ لو کہ بس گھر کا گھر ہی بگڑا۔ میں اشیرباد دیتا ہوں۔ کہ تم دھرم کی راہ میں ثابت قدم رہو۔ اور تیرہ برس اس طرح کٹ جائیں۔ جیسے خواب راحت میں سونے والوں

کی رات کٹ جاتی ہے۔ مگر ہماری کنتی کو چھوڑ جاؤ۔

جدھشٹر۔ آپ کی نصیحتیں جان کے ساتھ۔ آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر۔ میں کبھی کوئی بات نہ بھولوں گا۔ مگر ماتا کنتی کی نسبت ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ ان کی مرضی پر منحصر ہے۔ یہاں رہیں یا جانے کو منظور فرماویں۔ بہر حال میں راضی برضا ہوں۔ ماتاجی کے پاس جانے پر اس کا تصفیہ ہو جائیگا۔

یہ کہکر راجہ جدھشٹر وغیرہ کنتی کے پاس گئے۔ عرض کی۔ کہ رخصت دیجئے۔ تیرہ برس کے لئے قدموں سے جدا ہوتے ہیں۔ کنتی یہ سنتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی۔ کہ ہائے پرمیشور یہ معاملہ کیا ہے کلیجے سے ٹکڑوں کا کلیجے سے چھٹنا کیسا۔ آخر کہاں جاتے ہو۔ کس طرف جاتے ہو۔ مجھے کیوں چھوڑے جاتے ہو۔ کیا تم سب کو اسی دن کیلئے پالا پرورش کیا تھا۔ کہ جب بڑے ہو۔ جب سب لائق ہو۔ تو یوں دغا بتاؤ۔

جدھشٹر۔ (قدموں پر گر کر) نہیں ماتاجی نہیں۔ ہم بیوقوفی سے سب راج پاٹ ہار گیا۔ اب مجھ پر تیرہ برس کا بن باس فرض ہے۔ میں نے جیسا کیا اس کا پھل بھوگوں گا۔ میرے لائق بھائی بھی میرے ساتھ ہیں۔ آپ کی بہو بھی راضی برضا ہے۔ جنگلوں میں اپنا ہی سنبھالنا مشکل ہو گا۔ پھر آپ کو بڑھاپے میں تکلیف دینا۔ کس طرح گوارا ہو۔ جس راہ سخت میں جاتے ہوئے۔ ہم لوگوں کے جی چھوٹتے ہیں وہاں آپ خود سمجھ لیجئے۔ کہ آپ کو گھسیٹنا کوئی بھی پسند نہ کرے گا۔ ہم لوگوں کی قسمت میں آپ کی خدمت تیرہ برس تک لکھی نہیں۔ جہاں قسمت سے تخت و تاج اتر گیا۔ وہاں یہ شرف سعادت بھی گیا۔ آپ چچا بدر جی کیساتھ رہیں۔ ہم گئے اور تیرہ برس کے بعد واپس آئے۔ اتنے دن کٹنا کون بات ہے۔ صبح ہوئی شام ہوئی۔ اور بس ہوتے ہوتے ایک دن تیرہ برس ختم۔ پھر ہم لوگ ہوں گے۔ اور آپ کے قدم۔ میں ضرور آپ کو ساتھ لے چلتا۔ مگر مشکل یہ آپڑی ہے۔ کہ بارہ برس کے بعد

ایک سال چھپنا لازمی ہوگا چھپنے سے مراد یہ ہے۔ کہ ہم لوگوں کو خاص احتیاط
سے اپنے کو پوشیدہ رکھنا پڑے گا۔ تاکہ کوئی پہچان نہ سکے۔ کہ کون ہیں اور
کوروؤں کو کسیطرح معلوم نہ ہو سکے۔ کہ ہم کہاں ہیں۔ اگر معلوم ہو جائے۔ تو
پھر بارہ برس کی میعاد بولی جاویگی۔ اور ہمکو پھر وہی ٹھوکریں کھانا نصیب ہونگی۔
جن کیلئے اسوقت آپ آنسو بہا رہی ہیں۔ اس شرط کی وجہ سے میں بھی پسند کرتا
ہوں۔ کہ آپ چچا بدرجی ہی کے یہاں قیام کریں ہم تیرہ برس کے بعد درشن کرینگے ؛
مہارانی کنتی کی حالت اس وقت عجیب دردناک تھی۔ پیارے بیٹوں
کی جدائی میں آنسوؤں کا ایک دریا آنکھوں سے جاری تھا۔ ساتھ نہ جانے
کی مایوسی رُلا رُلا کر ہیولے سجا رہی تھی۔ کلیجہ ماہی بے آب کیطرح تڑپ
رہا تھا۔ دل کی ٹیس آگ پر کے پارے کو مات کر رہی تھی۔ وہ دوڑ
دوڑ کر کبھی جدھشٹر کو گلے سے لگاتی تھی۔ کبھی بھیم سین کو چمٹا لیتی تھی۔
اگر ارجن کو ایک طرف سینے سے لگا لیا۔ تو دوسری طرف نکل وسہدیو
کو وہ اپنے پیارے کلیجے کے ٹکڑوں کو نہ دیکھتی اور اپنے کو کوستی تھی۔ کہ
ہائے سارا قصور میرا ہے۔ میرے ہی سبب سے آج میرے بچوں کو
یہ دن دیکھنا نصیب ہوا۔ میں اسیوقت کیوں نہ مرگئی۔ میرے پران
اس وقت کیوں نہ نکل گئے۔ جب ست سرنگ سے سب کو لیکر پرتھی
پر آئی۔ ہائے میں تو بے موت مرگئی۔ جب میرے بیٹے نظر سے اوجھل
ہونگے۔ تو زندگی کیسے رہیگی۔ اے پرمیشور کسی کی آئی مجھ کو آجائے۔
تو میں تیری قدرت کی قائل ہو جاؤں۔ اب پران رکھنے سے فائدہ ہی کیا۔ او
آسمان مجھ پر پھٹ پڑ۔ او زمین شق ہو جا۔ بہت زندگی کا لطف اٹھا لیا
اب زیادہ ہوس نہیں۔ ارے کرشن چندر دوارکا میں بیٹھے کیا کر رہے ہو
میرا بھی تم پر کچھ حق ہے۔ جہاں دروپدی کی لاج رکھی ہے۔ وہاں میری
بھی بات رکھو۔ اور آرام سے خاک پر سلا دو۔ اس کے سوا میں اور کچھ
نہیں چاہتی۔
ادھر کنتی ایک ایک بیٹے سے چمٹ چمٹ کر دھاریں مارتی تھی۔ ادھر

پانڈو بے سرپرست ماں کے حال زار پر آنسو بہاتے تھے۔ ایک ایسا عالم حسرت و افسوس تھا۔ کہ دیکھنے والوں کے کلیجے پھٹتے تھے۔ بدرجی کے دل کی کیفیت اور ہی تھی۔ وہ لاکھ دل سنبھالتے تھے۔ مگر نہ سنبھلتا تھا۔ انہوں نے مہارانی کنتی کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ اور عرض کی۔ کہ مہارانی تمہارے بیچے قول ہار چکے ہیں۔ انہیں بن میں جانے دو۔ جانتی ہو۔ کہ یہ میرے کیسے پیارے ہیں۔ میں بھی تیرہ برس چھاتی پر پتھر رکھوں گا۔ کیونکہ دہرم کا نباہ دینا ہی لوک پرلوک بنانے والا ہے۔

دھرم لیے تو سب ہے دہرم گئے سب جائے

ان کو دہرم کی راہ میں چلنے دو۔ دھرم سب کام سدھ کریگا۔ اب یہی جدائی اس کے لئے ہمارا تمہارا فرض ہے۔ کہ زندگی کی دعا کریں۔ زندگی کے لیئے تیرہ برس کیا سو پچاس برس بھی کچھ دور نہیں۔ آپ ان سب کو جانے دیجیئے۔ مجھ پر ہاتھ رکھیئے۔ آپ کو میں ماتا سے بڑھکر سمجھوں گا اور آپ مجھے اپنے کلیجے کے ٹکڑے کیطرح سمجھیں۔ تیرہ برس جنگل میں پھرنا دل لگی نہیں۔ آپ کو تو پانڈو سر آنکھوں پر رکھیں گے کسی حالت میں تکلیف نہ ہونے پائیگی۔ مگر ڈر یہ ہے۔ کہ کورو جب پتہ لگائیں گے۔ نشان ڈھونڈینگے۔ ایسی حالت میں ممکن ہے۔ کہ آپ کی ہمراہی سے وہ اپنے آپ کو پوشیدہ نہ رکھ سکیں۔ اور پھر تیرہ برس کا بن باس اور نصیب ہو۔ اسیطرح ہمارے پیارے بھتیجوں کی عمر ہی صحرا نوردی کے سرا راج پاٹ کا سکھ نہ دیکھ سکے۔ اسلیئے میں ہاتھ جوڑکر کہتا ہوں۔ کہ آپ یہیں رہیں۔ بیٹوں کے حق میں دعائے خیر کریں۔ اور سب کو جانے دیں۔

مہارانی کنتی کا دل تڑپ رہا تھا۔ کلیجے کی ٹیسیں دم بھر کا رہی تھی! وہ کبھی ایک بیٹے کو دوڑ کر گلے سے لگاتی تھی اور کبھی آنکھوں میں اندھیر آجانے سے دوسرے بیٹے کو کلیجے سے لگانے ہی غش کھا کر گر جاتی تھی۔

پانڈو صادق القول تھے۔ یہ اپنی بات سے ہٹنے والے کہاں۔ جس طرح بنا ماتا کنتی کو سمجھا بجھا کر ڈھارس دے کر جنگل کو روانہ ہوئے۔ اور مہارانی

کنتی کو بدر جی کے پاس چھوڑا۔ یہ موقع عجیب درد انگیز تھا۔ تمام راج پاٹ ہارے ہوئے پانڈو جانی دشمنوں کے پہنچائے صدموں اور اپنی ندامتوں کا خیال دل میں جمائے ہوئے اس دن کو یاد کر رہے ہیں۔ جب زمانہ آستان دولت پر سر جھکائے ہوئے تھا۔ جن بازوؤں نے تمام روئے زمین کے زبردست سے زبردست راجوں مہاراجوں کی چولیں ڈھیلی کر کے راجسویہ جگیہ کو اس خوبی سے انجام کو پہنچایا۔ کہ کوئی بھنگا بھی بھنک نہ سکا۔ کوئی مکھی بھی نہ بھنبھنائی آج وہ بازو شہبازوں کے پروں کیطرح دھرم کے ڈورے میں بندھے ہیں۔ طاقت پرواز تو ہے۔ مگر مجبور ہیں کہ ڈورے سے پر جکڑے ہوئے ہیں۔ راجہ جدھشٹر کو کچھ تو ضابطہ پر کچھ اپنی غلطی پر نادم وہ دل میں سوچتے تھے۔ کہ ہائے میری بدولت میرے بھائیوں کا یہ حال ہوا۔ میرے ہی سبب سے مہارانی دروپدی پر یہ ظلم و ستم ہوئے۔ اور اب میری ہی وجہ سے میرے پیارے بھائی راج کے سکھوں سے محروم ہو کر بن باس کے زمانے میں میری رفاقت اختیار کئے جاتے ہیں۔ ہائے جس ماتا نے دن کو دن رات کو رات نہ سمجھ کر ہمیں اتنا بڑا کیا۔ آج ہم اپنی بے سعادتی سے اس کو تیرہ برس کے واسطے تنہا چھوڑتے ہیں۔ اس دردناک نظارے کو الفاظ میں دکھا دینا قلم کا کام نہیں۔ ہر شخص اپنے کلیجے پر ہاتھ رکھ کر خود اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ ماں بیٹوں کی جدائی کے وقت ماں کا کیا حال ہوتا ہے۔ اور سعادت مند بیٹے کے دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ نالائقوں کا ذکر نہیں۔

پانڈوؤں نے نہایت مجبوری سے چھاتی پر پتھر رکھکر ماتا کنتی کو بدر جی کے پاس چھوڑا۔ اور ماتا کنتی کے منہ پیٹ پیٹ کر بال نوچ نوچ کر چھاتی کوٹ کوٹ کر کلیجے کے ٹکڑوں کو کلیجے سے جدا ہونے کی اجازت دی۔ شہر میں کہرام تھا۔ اور گلی گلی میں ماتم عام کہ ہائے لائق پانڈو تیرہ برس کے لئے بن جاتے ہیں۔

پانڈو ماتا سے رخصت ہو کر دروپدی کو لئے ہوئے چلے ہیں جو دیکھتا

تھا۔ وہ روتا تھا۔ کہ جن کے قدموں کے نیچے آنکھیں بچھتی تھیں۔ جن کے تلووں کو پھولوں کے سوا خاک کے ذرے سے شناسائی تک نہ تھی۔ وہ آج پیدل چلے جاتے ہیں۔ واہ رے انقلاب زمانہ اور نیرنگی فلک +

جس وقت راجہ دھرتراشٹر نے سنا کہ پانڈو دنیا پر لات مار گئے۔ تیرہ برس تک صحرا نوردی اختیار کی تو کلیجہ ہل گیا۔ دل امنڈ پڑا۔ آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بدرجی کو فوراً بلایا۔ اور پوچھا۔ کہ پانڈو کہاں ہیں۔ اس کا جواب یہی تھا۔ کہ وہ اپنا دھرم پالنے قول نباہنے کے لئے تیرہ برس کے واسطے صحرا نوردی کو روانہ ہو گئے۔

بدرجی کے جواب پر دھرتراشٹ حیران ہو گیا۔ اور بولا کہ آخر کیسے گئے۔ کچھ ساز و سامان۔ کچھ زاد راہ۔ کچھ توشہ سفر +

بدرجی۔ نہ زاد راہ ہے۔ نہ توشہ سفر۔ فقط ہاتھ پاؤں پر تیرہ برس کی جلا وطنی گوارا کی ہے۔ جہاں تک میں جانتا ہوں ایک جھنجی بھی پاس نہیں۔

راجہ دھرتراشٹ۔ تو آخر گئے کس حالت سے ہیں۔

بدرجی۔ راجہ جدھشٹر تو اپنا منہ ڈھانپے ہوئے گئے ہیں۔

راجہ دھرتراشٹ۔ یہ کیوں اس کا سبب +

بدرجی۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ راجہ جدھشٹر دھرم کا سروپ ہے۔ دھرم کی طاقت چھپی نہیں۔ اگر وہ منہ ڈھانپ کر نہ جاتے۔ تو ممکن تھا۔ کہ ہزاروں راہ چلتے جل بجھ کر رہ جاتے۔ جدھشٹر نے منہ ڈھانپ کر عوام پر احسان کیا۔ ورنہ جس طرف نظر اٹھتی۔ ایک آگ کا شعلہ اسی طرف انگارے سلگا دیتا۔

راجہ دھرتراشٹ۔ اور دروپدی کہاں ہے۔

بدرجی۔ دروپدی بھی پانڈوؤں کے ساتھ گئی۔

راجہ دھرتراشٹ۔ اس نے کچھ زیور و لباس ساتھ لیا یا نہیں +

بدرجی۔ کچھ بھی نہیں۔ کیا زیور کیا لباس سب اس نے کوروں کے حوالے کیا۔ وہ اپنے سر کے بالوں سے منہ ڈھانپے ہوئے گئی ہے۔ جس کا

اشارہ یہی ہے۔ کہ جسطرح آج وہ چہرے پر بال بکھیرے جا رہی ہے۔
اسیطرح چودھویں برس کورو خاندان کی عورتیں اپنے خاوندوں کے غم میں بال بکھیرے
ہوئے گھروں سے روتی پیٹتی نکلینگی۔

راجہ دھرتراشٹ۔ اور کوئی بھی ساتھ ہے
بدر جی۔ ہاں دھوم رشی بھی ہاتھ میں کشا لئے شام وید کی رچائیں دمنتر
پڑھتے چلے جاتے ہیں۔

راجہ دھرتراشٹ۔ اس سے غرض۔ اس کا مطلب۔
بدرجی۔ غرض اور مطلب کا پوچھنا کیا۔ خلاصۂ مطلب ظاہر ہے۔ کہ
جسطرح کوروؤں نے پانڈوؤں کا ستیا ناس مارا ہے۔ اسیطرح چودھویں
برس پانڈو کوروؤں کو چاپر کریں۔ دُھرے اُڑائیں۔ چرسا نکالیں۔

راجہ دھرتراشٹ۔ بھائی۔ یہ تو بڑی خراب بات ہوئی۔
بدرجی۔ میں نے آپ کو پہلے ہی مطلع کیا تھا۔ روکا تھا۔ مگر آپ نے
لڑکوں کے بہکانے سے اونچ نیچ نہ سمجھی۔ اب کیا ہوتا ہے۔ تیر کمان سے
نکل گیا۔ گو یہ کہنا گستاخی ہے۔ کہ آپ بڈھے ہو گئے۔ آپ جوانوں کی عقل کو
نہیں سمجھ سکتے۔ مگر میں اس کلمۂ بے ادبی کی معافی مانگتا ہوں۔ کہ آپ نے
عمر بھر کی ناموری مٹی میں ملا دی۔ جوئے کے لئے بلاکر اپنے نام پر وہ دھبہ
لگایا۔ جو اس وقت تک مٹنے والا نہیں۔ جب تک دنیا قایم ہے۔ جوئے
کے لئے بلانا چھل کپٹ جعل فریب کرنا آپ کے نزدیک کچھ بات نہ ہو۔
مگر میں جہاں تک خیال کرتا ہوں۔ اس کا نتیجہ ایسا خونخوار ہوگا جس کی نظیر
دنیا میں مل ہی نہ سکے گی۔ آپ چاہے بُرا مانیں مگر میں خوشامدی نہیں۔
ہاں میں ہاں ملانا۔ نالایقوں کا کام ہے۔ چاپلوسی پر لعنت بھیجتا ہوں ایمان
کی کہنے میں جان بھی چلی جائے تو باشد۔ کھری کہنا اپنا دھرم سمجھتا ہوں۔
اس لئے میرا قول ہے۔ کہ

کورو اپنی موت کا بیج بو رہے ہیں۔ چودھویں برس میں یہ بیج درخت
ہوگا۔ اس وقت سب پھل چکھیں گے۔ اور اسی درخت کی لکڑیوں پر سوخت

ہونگے۔ کچھ آپ کو سنائی دیتا ہے۔ کہ کیسی کیسی منحوس آوازیں کانوں کے پردے
پھاڑ کر دلوں کو ہلا رہی ہیں اوج ہوا پر گدھ چیل کوّے چیخ رہے
ہیں۔ زمین پر گیدڑوں کی آواز آرہی ہے۔ کیا یہ سب علامتیں بے
اثر ہیں ان کی تاثیر ادپر جانے والی نہیں۔ میری رائے میں کوروؤں
کی تباہی کی پیشینگوئی۔ ان سے بڑھ کر اور کیا ہوگی۔ قدرت کی طرف
سے ہم کو خبر دی جا رہی ہے۔ کہ انقلاب عظیم سے ہوشیار اور ماتم
عام کیلئے تیار ہو جاؤ۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ دفعتہً نارد جی وارد ہوئے۔ ان
کے ساتھ بہت سے رشی مہرشی تھے۔ ان کی آمد پر بڑے تپاک سے
استقبال ہوا۔ سر آنکھوں پر جگہ دی گئی۔ جب نارد جی سنگھاسن پر بیٹھے
تو انہوں نے یوں زبان سے گوہر افشانی کی۔

راجہ دھرتراشٹ تم ایسے عقلمند جہاں دیدہ۔ سرد گرم زمانہ چشیدہ
دھرم میں نامی مآل اندیشیوں میں گرامی۔ افسوس کہ عمر بھر کا نام ذرا
سی بات میں مٹا دیا۔ پانڈو ایسے لائق ان کے ساتھ ایسی واہیات
کرتوت۔ کچھ شک نہیں۔ کہ تمہارے خاندان پر آفت آئے بغیر نہیں
رہ سکتی۔ سارا کنبہ سمجھ لو۔ کہ کٹنے ہی کو ہے۔ ادہر چودھواں سال آیا۔
ادہر ارجن مہارتھی اور بھیم سین مہا پراکرمی کے ہاتھوں سب کورو
خاک و خون میں ملیں گے۔ بدر جی نے لاکھ سمجھایا۔ مگر تمہاری سمجھ میں
کچھ نہ آیا۔ تم نے کسی کا کہنا نہ سنا۔ صرف دریودھن کی بات پر عمل کیا سمجھ
لو۔ کہ تباہی کا تخم بو دیا۔ جدھشٹر کے ساتھ جوا کھیلنا تباہی کی جڑ تھا۔ اب
بیخ و بن سے خاندان کے اجڑنے میں فرق نہیں۔ بھلا جوئے میں کوئی
ایسی بھی حرکت کرتا ہے۔ جس سے ایک فریق کملی ڈال کر لوٹ لیا جائے
جدھشٹر ایسے دہرماتما کے ساتھ چھل فریب کرنا۔ ایک دن ایسا
رنگ لائے گا۔ کہ سب راج پاٹ چوپٹ ہو جائیگا۔ اب بھی کچھ
نہیں گیا۔ جدھشٹر ابھی دور نہیں۔ اگر خاندان کی عافیت چاہتے ہو تو پانڈو

کی دلجوئی کرو۔ لڑکوں سے کہو۔ کہ معافی مانگیں۔ اور دشمنی کی تلافی کریں
اگر نہیں منظور تو تم جانو اور تمہارا کام ہے

سمجھانے سے ہم کو تھا سروکار ۔ اب مانو نہ مانو تم ہو مختار

یہ کہہ کر نارد جی تو رشیوں منیوں کے ساتھ نظر سے غائب ہو گئے
یہاں دھرتراشٹ کو اونچ نیچ نظر آنے لگی۔ اور وہ اس فکر میں غلطاں پیچاں
ہوا کہ اب کیا کیا جائے۔ نارد جی کی گفتگو دریودھن دوشاسن سن چکے تھے
وہ گھبرائے ہوئے درونا چارج کی خدمت میں گئے اور درخواست کی کہ
مہاراج اب آپ ہی پناہ دیں گے۔ تو کام بنیگا جان بچیگی

درونا چارج - جتنے رشی اور برہمن ہیں۔ یہی اڑاتے ہیں۔ کہ پانڈوؤں
کو آدمی نہیں مار سکتا۔ سب کوروؤں ہی کی ناش ناش پکارتے ہیں۔ کچھ
دل لگی نہیں۔ کہ پانڈو دھرتراشٹ کے بیٹوں کو مار ڈالیں۔ جبتک میرے
دم میں دم ہے۔ کوروؤں کی حفاظت کروں گا۔ پانڈوں تیرہ برس تک کیلئے
توبن کو گئے۔ واپسی پر عوض ضرور لینگے۔ جب میں نے راجہ دروپد کو ارجن کے
ہاتھ سے گرفتار کرا لیا۔ تو دروپد نے سخت زک اٹھائی۔ مجھ سے عوض
لینے کیلئے جگیہ کیا۔ جگیہ میں اگن کنڈ سے درشٹ دمن کی پیدائش ہوئی۔
یہ دروپدی کا بھائی پانڈوؤں کا سالا ہے۔ مجھے ضرور میدان کارزار میں
قتل کرے گا۔ پھر اپنی حفاظت کے تم خود ذمہ وار ہونگے۔ اے دریودھن تم
نے کیا بہت برا۔ کوروؤں کی خیریت نہیں۔ اب تمہارا راج پاٹ چار
دن کی چاندنی ہے۔ اس سے بہتر ہے۔ پانڈو مان سکیں تو منالو۔

دریودھن درونا چارج کی باتوں سے اور کانپ اٹھا۔ اس نے بدرجی
سے استدعا کی۔ کہ آپ جلدی تیز رو رتھ لے کر جائیے۔ اور راجہ
یدھشٹر وغیرہ کو لے آئیے۔ معافی کر کے میل کر لیں۔ بدر جی نے پانچ
رتھ پانڈوؤں کے پاس بھیج دیئے۔ رتھوں پر سوار ہو کر مہارانی دروپدی
اور پروہت کو ہمراہ لئے ہوئے آگے چلدیئے۔ الٹے نہ پھرے۔

ادھیائے ۲۳

راجہ یدھشٹر وغیرہ پانچوں پانڈوؤں کی روانگی صحرا کے بعد دھرتراشٹر کا افسوس نتیجے سے اندیشہ سنجے کی گفتگو

جب پانڈو فقیرانہ لباس پہنکر صحرا نورد ہوئے۔ تو راجہ دھرتراشٹر کی آنکھیں کھلیں۔ انہوں نے دریودھن دوشاسن کرن شکنی کی نالائقیوں پر آنسو بہاتے۔ پانڈوؤں کے صبر وتحمل پر دل واہ واہ کرتا تھا۔ ان کی خاموشی کے ساتھ بن میں چلے جانے سے خیال ہوتا تھا۔ کہ جیپ کی داد ضرور الٹیو ریگا۔ نہ جانے ان کا صبر کس کس پر پڑے۔ ہائے کیا غضب ہے۔ کہ راجہ درو پد کی راجکماری پانڈوؤں کی پیاری مہارانی دروپدی کو دوشاسن بال پکڑ کر گھسیٹے بھری سبھا میں اس سراپا حسن وخوبی کو مادر زاد برہنہ کرنے میں وہی کیا گیا تھا۔ جو پنج کنیاؤں میں افضل مانی جاتی ہے۔ او نالائق دوشاسن تو نے بڑا ہی خراب کام کیا۔ ایسی بدعنوانی کسی راج میں نہ سنی گئی۔ ہائے دروپدی منتیں کرتے کرتے ہار گئی۔ ہاتھ جوڑتے جوڑتے تھک گئی۔ کسی کے منہ سے اس کے سوال کا جواب نہ نکلا۔ ایسی زیادتی۔ ایسی ناانصافی۔ کمبخت بیٹوں نے بڑھاپے میں میرے منہ پر سیاہی لگائی۔ یہ کلنک کا ٹیکا میرے ماتھے سے کون مٹا سکتا ہے۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ بس کورو خاندان کچھ دنوں کا مہمان ہے۔ بھرت بنسیوں کے آخری دن قریب آ گئے۔ کیا راجہ دھرتراشٹر۔ کیا بھیشم پتامہ اور کیا بدرجی سب کو یکساں رنج تھا۔ سب دریودھن وغیرہ کو لعنت ملامت کرتے تھے۔ اور ہر ایک کی زبان پر یہی پیشینگوئی تھی۔ کہ آج کا واقعہ زمین وآسمان

زیروزبر کئے بغیر رہنے کا نہیں۔ پانڈو چودھویں سال پھرے اور کورو خاندان غیست و نابود ہُوا۔

سبھا میں بیٹھے ہوئے راجہ پچھتاتے تھے۔ کہ ہماری شامت ہمیں ناحق یہاں لائی۔ نہ آتے نہ یہ انتہا کا شہدہ پن دیکھتے۔ دریودھن نے اپنی نالائقیوں سے ہمکو بھی داخل گناہ کر دیا۔ اس کے ڈر اور لحاظ کے مارے ہم بھی ایمان کی نہ بول سکے۔ اس کا اجر ہمیں ضرور ملے گا۔ جسوقت نتیجے کا خیال آتا تھا۔ خوف کے مارے بوٹی بوٹی کانپ جاتی تھی۔ اوسان خطا ہو جاتے تھے۔ اور بس یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ اب زمین پھٹی۔ اب آسمان سر پر ٹوٹا۔ راجہ دھرتراشٹر رنج میں ڈوبے ہوئے ٹھنڈی سانسیں بھر رہے تھے۔ چہرے پر ہوائیاں چھوٹ رہی تھیں۔ کہ سنجے وارد ہُوا۔ راجہ کو افسردہ دیکھ کر پوچھا۔ جہاں پناہ خیریت تو ہے۔ بنصیب دشمنان مزاج ناساز معلوم ہوتا ہے۔

دھرتراشٹر۔ ناساز کیا معنے۔ ناسازی تو اچھی تھی۔ یہ سمجھو کہ میرا دم اکھڑا جاتا ہے۔ روح فنا ہو رہی ہے۔ کہ آج کا واقعہ تم نے نہیں سنا۔ دریودھن اور دوشاسن وغیرہ نے کیسی نالائقی کی ہے۔ نالائق حرکت کیا۔ یوں کیوں نہ کہوں۔ کہ سارے خاندان کے مٹانے کے لئے سوتی بھڑیں جگا دیں۔ اور خود ہی سانپ کے منہ میں انگلی دی ہے۔ جب ایسا ادھرم ہو۔ تو پھر تباہی اور بربادی میں کیا شک۔

سنجے۔ مہاراج! میں کیا عرض کروں۔ سارے ہستناپور میں تھوتھو ہو رہی ہے۔ کان نہیں دیئے جاتے۔ فعل نالائقوں کا تھا۔ مگر آپ پر بھی تھُڈی بج رہی ہے۔ جو ہے آپ ہی کو برا بھلا کہتا ہے۔ کہ واہ راجہ دھرتراشٹر سے خود ہی دھرماتما بھتیجوں کی ترقی دیکھی نہ گئی۔ وہ خود ہی چاہتے تھے۔ کہ پانڈو مٹ جائیں۔ نہیں تو انہیں اندرپرستھ سے بلانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ بیٹوں کو روکتے۔ تو کس کی مجال تھی۔ کہ ایسی ایسی

حرامزدگیاں کرتے۔ بیشک آپ سے بھی غلطی ہوئی۔ آپ کو ضرور روک دینا تھا
کہ کیا واہیات کرتے ہو۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے جوئے میں چھل فریب
ہو۔ دروپدی جھونٹے پکڑ پکڑ کے گھسیٹی جائے۔ اس کو ننگا مادرزاد کرنے
کیلئے زور مارے جائیں۔ اور آپ بیٹھے دیکھیں۔ تو دنیا الزام دے۔
ہائے ہزار غیر مردوں میں پرائی عورت اور کون عورت راجہ دروپد کی بیٹی
پانڈوؤں کی رانی آپ ہی کی بہو ننگی کیجائے۔ ڈوب مرنے کی بات ہے۔
نہ اپنی شرم رہی۔ نہ غیر کی لاج۔ اس سے بڑھکر بے حیائی اور کیا ہو سکتی
ہے۔ دروپدی کے ننگے کرنے میں کس نے کسر چھوڑی۔ مگر دھرم
اس کیطرف تھا۔ اس نے بیکس کی لاج رکھی۔ کورو غیرت دار ہوتے
تو اُسیوقت قدم چھو کر معافی مانگ لیتے۔ اور پھر منہ سامنے نہ
کرتے +

آپ سب کی تو یہ غیرت کہ دروپدی کی یہ درگت اور کوروؤں
کی یہ شرارت بیٹھے دیکھیں۔ وہاں جس وقت دروپدی کے بال کھینچے
جاتے تھے۔ سارے رنواس میں کہرام تھا۔ مہارانی گاندھاری منہ
پیٹ رہی تھی۔ کہ ہائے یہ کیا غضب ہے۔ آپ کی تمام بہوئیں سر دھن
رہی تھیں۔ کہ ارے یہ کیا ہو رہا ہے۔ ہائیں دروپدی پر یہ ظلم۔ بس کوروؤں
کے دن پورے ہو گئے۔ مجھے تو حیرت یہ ہے۔ کہ خیر آپ نہ بولے
تھے۔ تو بھیشم پتامہ جی کو کیا ہو گیا۔ وہ سب کے کان پکڑتے اور روک
دیتے کہ خبردار ایسا نہ کرنا۔ مگر میں دیکھتا ہوں۔ کہ سارا آوے کا
آدا اور نیل کا ماٹ ہی بگڑ گیا۔ سمجھ پر پتھر پڑتے ہیں۔ مگر اسطرح
نہیں۔ اب بھی غنیمت ہے۔ کہ پانڈوؤں کو بلائیے۔ سب سے معافی
منگوا کر میل کرا دیجئے۔ نہیں تو نتیجہ بُرا ہوگا۔

آپ جانتے ہیں۔ کہ سری کرشن جی پانڈوؤں کے طرف دار ہیں۔
اور کیوں نہ عزیز رکھیں۔ راجہ جدھشٹر کا دھرم کرم دیکھئے۔ بھیم ارجن
کے چال چلن پر نظر کیجئے۔ نکل و سہدیو کی روش کا خیال کیجئے۔ کیسے

نیک افعال اور خجستہ خصال ہیں۔ جب وہ یہ واقعہ سنیں گے۔ تو مجھے ڈر ہے۔ کہیں جوش غضب میں کوروخاندان کی جڑ بنیاد نہ مٹا ڈالیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں۔ کہ جس وقت جوئے کے جعل فریب مہارانی دروپدی کی بعزتی اور پانڈوؤں کی آوارہ گردی کا حال سنیں گے۔ تو کان نہ ہلائیں گے۔ دم نہ مارینگے۔ مہاراج دیکھ لیجئے گا۔ کہ ایک ایک کورو کی "تکا بوٹی" ہو گی۔ لاشیں چیل کووں کے کھائے بغیر نہ کھائی جائیں گی۔ ہستناپور اُلٹ ٹمکٹ ہو جائیگا۔ برہما بھی کسی کو بچا نہ سکیں گے۔ اس سے میری رائے ہے۔ کہ آپ پانڈوؤں کو بلالیں۔ ان کی موجودگی میں کرشن چندرجی کا غصہ رُکا رہیگا۔ راجہ جدھشٹر انہیں سمجھا بجھا دینگے۔ اس کے سوا اور بچاؤ کیلئے مفید تدبیر نہیں۔ آئندہ جو آپ کی مرضی۔ راجہ دھرتراشٹ یونہیں ہکا بکا ہو رہا تھا۔ سنجے نے اور بھی جان خشک کی۔ وہ لاکھ عقل لڑاتا تھا۔ سوچتا تھا۔ کہ کیا کروں۔ مگر کچھ بنائے نہ بنتی تھی۔ وہ ہاتھ ملتا تھا۔ کہ بڑی غلطی ہوئی +

لیکن اب پچھتائے ہوت کیا جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

سبھا پرب ختم ہوُا

مہابھارت

حصّہ سوم

بن پرب

رقم ہے تذکرہ پانڈوؤں کی پائمردی کا وطن کے ہجر کا تیرہ برس کی دشت گردی کا

اُدھیائے ۱

راجہ جنمیجے کا واقعاتِ گذشتہ پر سوال ۔ بیشم پاین کا جواب

راجہ جنمیجے نے جسوقت جوئے کی ساری سرگذشت سنی وہ دنگ رہگیا۔ کہ ہیں! بھائیوں بھائیوں کا ایسا خون سفید۔ اس طرح گوشت ناخن سے جدا۔ ایک خاندان میں یہ تھکا فضیحتی۔ نہ اپنی ناک کی لاج۔ نہ داڑھی موچھ کی شرم! ایسے ہی ایسے خیالات کی اُلجھن میں جنمیجے نے بیشم پاین جی سے سوال کیا۔ کہ مہاراج قمار بازی۔ راجہ جدھشٹر کی ہار۔ دوشاسن کی سلطنت دھرموان پانڈوں کی صحرا نوردی کے واقعات سنکر مجھے حیرت ہے۔ کہ بھیشم پتامہ جی ایسے واجب التعظیم بزرگ۔ درونا چارج ایسے مقدس گرو۔ اودیہ جی ایسے گیان کی مجسم تصویر سب کے سب آنکھوں سے دیکھا کانوں سے سنا کئے اور

کچھ روک ٹوک نہ کی یہ معاملہ کیا!
بھیشم پاپُن۔ ایشور کی مرضی کے سامنے کسی کا کچھ بس نہیں مشیت
سے قابو نہیں چلتا۔ ہونہار ٹالے سے نہیں ٹلتی۔ شدنی کسی کی ماں کی نہیں۔
بھیشم پتامہ جی کو مرتے دم تک افسوس رہا۔ کہ ہائے میری زندگی میں میری
آنکھوں کے سامنے یہ سب اندھیر ہوا اور میں کچھ نہ کر سکا۔ مگر اب پچھتانے
سے کیا ہوتا تھا۔ بوند کا چوکا گھڑے لنڈھاوے تو کیا ہوتا ہے۔ جب
چڑیاں کھیت چن لیں۔ تو پھر کیا رہ گیا۔ مُشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر
کلہ خود باید زد۔ بھیشم پتامہ ایسے مہاتما ہر وقت ہاتھ ملتے افسوس کرتے
اور پچھتاتے تھے۔ کہ ہائے دریودھن کے کھانے کی تاثیر نے میرا زندگی
بھر کا کیا دھرا مٹی میں ملا دیا۔ بھیشم جی کے اس اظہار افسوس اور کلمات تاسف کے
دلوں پر اثر کرنے والے پہلو آگے چل کر موقع پر دکھائے جائیں گے۔

یہاں اب اُن رہ نوردان بادیہ ناکامی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو تاج شاہنشاہی
پوشاک عالم پناہی اُتار کر ماتھے پر کھور ہے۔ جسم پر بھبھوت لگائے مرگ چھالا
اوڑھے ہوئے ہستناپور سے شمالی جنگلوں کے کالے کوس کاٹنے کو اُن آراستہ
رتھوں پر جا رہے ہیں۔ جنہیں دریودھن کے حکم سے بدر جی نے روانہ کیا تھا۔
جس وقت یہ صحرا نورد عالم عسرت ہستناپور سے باہر ہوئے۔ لشکرِ غم
جلو میں اور ہجوم آلام ہمرکاب ہوا۔ رفیقوں میں اگر کوئی ساتھ تھا۔
تو چتر سین ایسے پندرہ جان نثار اور اُن کے عیال و اطفال۔ اس وقت
شہر میں کہرام تھا۔ ہر طرف دھرتراشٹ اور بھیشم پتامہ پر لعن طعن کی
بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ خاص و عام پکار پکار کر کہہ رہے تھے۔ کہ جس راج میں
ایسا اندھیر ہو وہاں رہنا کیا۔ جب دھرم اوتار مہاراجہ جدھشٹر ہی نہیں
تو پھر ہمارا یہاں کون۔ ہمیں اندھیر نگری میں رہنے سے کیا واسطہ۔ جہاں مہاراجہ
جدھشٹر نہیں۔ وہاں بیکنٹھ بھی نرک سے زیادہ ہے۔ جہاں دھرماتما
مہاراج جدھشٹر ہوں۔ وہ جنگل پُر خار بھی ہمارے لئے گلزار ہمیشہ
بہار ہے۔ اے ہستناپور تجھ سے رخصت ہوتے ہیں۔ تیرا آب و دانہ

ہم لوگوں کے موافق نہیں رہا۔

بلبل نے آشیانہ چمن سے اٹھا لیا + اپنی بلا سے بوم رہے یا ہما رہے

جب تھے ہم گلزار میں زینت گلزار رہے + ہمیں پرواہ نہیں اب گل رہے یا خار رہے

درو دیوار پہ حسرت سے نظر کرتے ہیں + رخصت اے اہل وطن ہم تو سفر کرتے ہیں

ہمصفیران چمن تم تو کرو سیر و بہار + ہم بھی آنکلیں گے جب اپنی رہائی ہوگی۔

ان اشعار کے مضامین سے تارک الوطنی کا اشارہ کرتے ہوئے باشندگان ہستناپور مہاراجہ جدھشٹر کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہوگئے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے یک زبان و متفق اللفظ ہو کر بولے۔ مہاراج یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ کہ آپ ہم لوگوں کو بے سرپرست چھوڑ کر چلے جائیں۔ ہم لوگوں سے یہ قدم نہیں چھوٹ سکتے۔ آپ ہم کو اندھیر نگری میں چھوڑے جاتے ہیں۔ کیا یہ آپ کو لازم ہے۔ جو آپ کا نہ ہوا۔ اس سے ہمیں امید کیا۔ آپ کے جاتے ہی یہاں ادھرم کی عملداری بدافعالی کی گرم بازاری ہوگی۔ پھر آپ ہی سوچیئے۔ کہ ہمارا گذارہ کیونکر ممکن ہے۔ بیدھرم راجہ کی عملداری میں ان چل کر نیوالا بھی ادھرمی ہو جاتا ہے۔ اسلیے ہم لوگ بھی تمام زندگی کی آسائشوں کو جلا وطنی پر قربان کرنے کیلیے حاضر ہیں

ہم بھی ہمراہ ہیں سائے کیطرح ساتھ جائیں گے جدھر جائیگا۔

راجہ جدھشٹر۔ آپ سب صاحبوں کی محبت کا شکریہ مگر ذرا غور تو کیجیے۔ میں ہستناپور اجاڑنے کیلیے بن باس اختیار نہیں کرتا۔ بلکہ آباد رکھنے کیلیے۔ اگر یہ خیال نہ ہوتا۔ اس وقت تک اینٹ سے اینٹ بج چکی ہوتی ہزاروں گھروں میں کوئی چراغ جلانے والا نہ دکھائی دیتا۔ مگر نہیں مجھ کو بزرگوں کے قایم کیے ہوئے۔ راج پاٹ کا خیال ہے۔ میں مہاراجہ ہستی اپنے بزرگ خاندان کی راجدھانی کو اجاڑ دیکھنا پسند نہیں کرتا۔ ہم پانچ بھائیوں اور رانی دروپدی کے بن باس سے دنیا سونی نہیں ہوتی تیرہ برس باتوں میں گزر جائیں گے۔ آپ لوگ نہ گھبرائیں۔ دیکھیے ہمارے دادا بھیشم پتامہ ہمارے گرو درونا چارج و کرپا چارج ہمارے چچا مہاراجہ دھرتراشٹ اور بدرجی ہماری والدہ معظمہ مہارانی کنتی سب

یہاں موجود ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے چچا زاد بھائی راجہ دریودھن وغیرہ بھی حکومت کے ڈنکے بجا رہے ہیں۔

پھر آپ سب کو اتنی فکر کیوں۔ اگر آپ کو واقعی مجھ سے محبت ہے۔ فی الحقیقت آپ کو جوش وفاداری ہے۔ تو بھیشم پتامہ جی راجہ دھرتراشٹر اور میری ماتا کنتی کی ایسی دلجوئی کیجئے۔ کہ میں جنگل سے واپس آکر آپ کا شکریہ ادا کروں۔ اور تب سمجھوں۔ کہ آپ کا یہ جوش رفاقت سچا اور پختہ تھا۔ اب میں آپ کا شکریہ ادا کر کے آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ آپ میرے بزرگوں کی خدمت گزاری سے میرے فرائض اپنے ذمے لیں۔ اور مجھے رخصت کریں۔ زندگی ہے۔ تو پھر درشن میلا ہوگا۔

گو اہل شہر نے بہت حجتیں کیں دلیلیں لائیں۔ جوش رفاقت میں پیچھا نہ چھوڑتے تھے۔ ہمراہی سے منہ نہ موڑتے تھے۔ مگر راجہ جدھشٹر نے بہت کچھ سمجھا بجھا کر سب کو رخصت کیا۔ اور خود ہمراہیوں سمیت شام کے وقت گنگا جی کے کنارے پہنچکر ایک چھتنارے درخت کے نیچے پاؤں کا سینچر اوتارا۔ اب بھوک کسے تھی۔ کھانا کون کھاتا تھا۔ ہاں گنگا جی کو دیکھکر دل میں کچھ لہر آئی۔ تو دو دو چار چار چلو پانی سے حلق تر کر لی۔ آفتاب ڈوبنے کے بعد دیکھتے ہیں۔ تو ہستناپور کے براہمنوں کا ایک جتھا اپنے متعلقین کو ساتھ لئے ہوئے سامنے تھا۔ پانڈو بہت خوش ہوئے۔ سب نے فرداً فرداً اشیرباد دیا پوجا پاٹ کے سامان ہوئے۔ نت نیم سندھیا و پاٹھ سے فراغت ہونے پر پنڈتوں نے عمدہ عمدہ کتھائیں سنا کر سب کا غم غلط کیا۔ اور بعد میں باوجود غم والم بمصداق

یاد مژگاں میں بھری آنکھ لگی جاتی ہے۔
لوگ سچ کہتے سولی پہ بھی نیند آتی ہے

فرش گل اور بستر راحت پر سونے والے خاک و خاشاک پر بآں بستر راحت ہو گئے۔

ادھیائے ۲

پانڈووُں کے ساتھ برہمنوں کی رفاقت۔ جنک گیتا۔

راجہ جدھشٹر نے جب دیکھا۔ کہ برہمنوں کی منڈلیاں ہمراہی و رفاقت کے لئے تیار ہیں۔ تو وہ گھبرائے۔ کہ گرہ میں کوڑی کمر میں پیسہ نہیں۔ اپنا ہی گذارہ مشکل ہے۔ ان سب کی خدمت کیسے ہوگی۔ اس لیئے انہوں نے سب کے سامنے ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ کہ آپ لوگ ناحق تکلیف فرما رہے ہیں۔ میری حالت آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے۔ میں اب راجہ نہیں۔ ایک بن باسی ہوں۔ مرگ چھالے کے سوا بدن پر اور کچھ نہیں۔ پیسہ کوڑی کے نام بالکل صفایا ہے۔ آپ لوگ مجھے اس دکھ میں شرمندہ نہ کریں۔ جنگل تکلیفوں کا گھر ہے۔ صحرا نوردی بچوں کا کھیل نہیں۔ اس لئے آپ معاف رکھیں۔

برہمن منڈلی۔ مہاراج کوئی کسی کو کھلاتا پلاتا نہیں۔ سب اپنی قسمت سے کھاتے پیتے ہیں۔ جس نے منہ چیرا ہے۔ وہ آپ سے آپ ہمارے پیٹ کی دوزخ بھر دیگا۔ آپ بے فکر رہیں۔

جب دانت نہ تھے۔ تب دودھ دیو۔ جب دودھ دیئو۔ ان نہ دیئے!

نخود مگس افتد بدام عنکبوت   رزق را روزی رساں پر میدہد

ہم آپ کے ان سے پلے ہیں۔ آپ کے نمک کا ذائقہ خون میں موجود ہے۔ آپ کی ہم پر ہمیشہ نظر عاطفت رہی۔ آپ کہیں ہوں۔ ہمارے لئے کلپ برکش ہی ہیں جب برہمنوں پر دیوتاؤں کی بھی چشم رحمت رہتی ہے تو پھر آپ کو کیا نامناسب خیال ہے۔ ہمارا فرض ہے۔ کہ جس طرح راحت میں شریک رہے تھے۔ اسی طرح تکلیف میں بھی ساتھ رہیں۔ ہمارا ساتھ آپ کو بالکل نہ کھلے گا۔ ہم لوگ دھرم چرچا کرتے رہینگے۔

کتھائیں سنائیں گے۔ اور بھلا چنگے۔ راجہ جدھشٹر کے دل پر برہمنوں کی تقریر کا
اثر ہوا۔ انکو راضی برضا ہوتے ہی بننا پڑا ۔ اور اسی مقام پر ٹھہر گیا۔ اس
موقع پر ایک برہم گیانی برہمن سونک بھی ہمراہ تھا۔ اس نے راجہ جدھشٹر
کو فہمائش کی کہ:۔

مہاراج جو کچھ ہونا تھا ہو گیا۔ اب اس کا رنج فضول سمجھ لیجئے پرمیشور
کی مرضی یہی تھی۔ کہ راج ہاتھ سے جاتے۔ اور دروپدی کو دکھ اٹھانا پڑے
آپ دھرم کی تمام باریکیاں سمجھتے ہیں۔ کوئی بات آپ سے پوشیدہ نہیں۔
اشٹ کرم یعنی سنجم۔ نیم۔ آسن۔ پرانایام۔ پریتھار۔ دھارنا۔ دھیان سمادھی
کا آپ کو بخوبی علم ہے۔ آپ دھرم پتر ہیں۔ برہم گیانی ہیں۔ آپ کو فکر و تردد
سے کیا غرض۔ دیکھئے راجہ جنک نے دل کو قابو میں کرنے اور اختیار
میں رکھنے کے لئے کیسے مختصر اصول بتائے ہیں۔ چنانچہ سنئے۔ اور دل کو
ڈانواں ڈول نہ ہونے دیجئے۔

جنک گیتا۔ دنیا میں انسان کو دو طرح کی تکلیفیں ہوتی ہیں۔ ایک مانسی
یعنی قلبی و روحانی۔ دوسری دیہک یعنی جسمانی۔ جسمانی تکلیف کی چار قسمیں
ہیں۔ بیادھ یعنی تکلیف۔ اشٹ بیوگ۔ صدمہ مفارقت۔ شرم آزار
محنت۔ کسنگت۔ انجام صحبت بد۔ مانسی دکھ سے مراد وہ تکلیف ہے۔ جو
دل میں کسی بات کی فکر یا اندیشہ وغیرہ سے پیدا ہو۔ ان دونوں میں سے
جسمانی تکلیف تو دوا دارو سے دور ہوتی ہے۔ روحی قلبی یا روحانی
تکلیف اس کا علاج صرف یہی ہے۔ کہ انسان ضابطہ متحمل ہو کر عمدہ عمدہ
کتھائیں سنکر طبیعت بہلائے۔ اور جس طرح جسمانی دکھ لذات دنیا سے
دور ہوتے ہیں۔ اسی طرح روحانی دکھ کو ذائقہ عقبےٰ سے زائل کر دے۔
غور کیجئے۔ کہ آگ کیطرح لوہے کو لال کر کے پانی میں بجھانے سے کیسا
اُوبال اٹھتا ہے۔ مگر پھر لوہا ٹھنڈا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کے
جسم میں کوئی دکھ پیدا ہو کر اس کے دل کو انگاروں پر لٹاتا ہو۔ تو بھی واجب
ہے۔ کہ اس کو گیان کے پانی سے ٹھنڈا کر دے۔ موہ اور محبت بھی روحانی تکلیف

کا باعث ہیں۔ رنج راحت۔ خوف اور فکر کی جڑ موہ ہے۔ محبت سے بھاؤ اور انوراگ کا ظہور ہوتا ہے۔ جو کبھی چین نہیں لینے دیتے +

اس سینہ یا محبت کا اگر بھاؤ ہو گیا۔ تو دکھ رہا ایک کونے میں یہ

دھرم اور ارتھ کو اس طرح جلاکر خاک کر دیتا ہے۔ جیسے تنۂ درخت میں سلگی ہوئی آگ درخت کو نہ ہونے میں تیاگی یا تارک اللذات ہونا کچھ وقعت نہیں رکھتا۔ بات تب ہے۔ کہ ہر طرح کی نعمتوں اور لذتوں کے موجود ہوتے ہوئے انسان اپنی خواہشات کو ہزار زنجیروں میں جکڑے رہے۔ نہ کسی کے کہنے کا بُرا مانے نہ کسی کیطرف سے دل پر میل رکھے۔ لکشمی کی مایا کو درخت کا سایہ سمجھے ابھی یہاں ہے۔ ذرا دیر میں وہاں سے

دریہ جا سو سب جیوؤں کو سکھ دہ نہ سکی اِک ٹھائیں۔

اُفق

ہہاں سے ہواں گئی چھن بھیتر جم ترور کی چھائیں +

دولت کو کبھی ایک جگہ قیام نہیں۔ آج جو فقیر ہیں۔ کل وہی امیر تھے۔ آج جن کو امیری پر ناز ہے۔ کل انہیں کے اہل دولت دستگیر تھے۔ دوستوں کی دوستی پر ناز کرنا یہ بھی فضول۔ دوستی میں رنج کے سوا اور کچھ نہیں۔ دنیا اپنے مطلب کی دوست ہے۔ آشنا غرض آشنا ہیں۔ دوست کا لفظ ہی دوئی کی علامات ظاہر کرتا ہے۔ پھر مترتائی اور محبت کا بھی کچھ مزا نہیں۔ اس لئے عقلمند آدمی پر فرض ہے۔ کہ جہاں کسی سے محبت جڑ پکڑتی معلوم ہو۔ وہیں گیان کی باتوں سے دل لگاوے۔ پھر مجال کیا کہ محبت ذرا سی تکلیف دے سکے۔ آپ نے دیکھا ہو گا۔ کہ تالاب کا پانی کتنا ہی کیوں نہ بڑھے کنول اوپر ہی تیرتے رہتے ہیں۔ کنول کے پتوں کو پانی نہیں چھو پاتا۔ اسیطرح محبت کیسی گہری ہو۔ جب گیان دھیان سے کام لیا جائے گا۔ تو دل پر اس کی تاثیر کبھی غالب نہ آئیگی۔ بلکہ دل ہی غالب رہے گا۔ جو اہل دنیا خواہشات گوناگوں سے شہد کی مکھی ہوتے ہیں۔ ان کو زندگی بھر چین نہیں۔ پہلے شہد تیار کرتے ہیں۔ ہاتھ پاؤں توڑے۔ جان لڑائی۔ پھر شہد نکالنے والوں کی بدعت سے ہاتھ

ملا اور قسمت کو رونا پڑا۔ آخر بس بھی اگر مٹھاس کی چاٹ میں شہد پہ منہ مارا۔ تو مزہ گیا۔ چولھے بھاڑ میں زندگی ہی کو جواب ہو گیا۔ یہی حالت انسان کی ہے۔ اگر مقصد حاصل ہوا۔ تب خیر ورنہ کوفت۔ اور کڑھن کے سوا دنیا میں کیا دھرا ہے۔ علاوہ بریں انسانی خواہشات کا اور چھور نہیں۔ اس کی ہوسیں ہر وقت بڑھتی ہی جائے گی۔ مرتے دم تک یہ بلا پیچھا نہیں چھوڑتی اور جاتی ہے۔ تو جان لیکر اس سے دانشمند لوگ "دنیا ہیچ است و کار دنیا ہمہ ہیچ" سمجھ کر دولت و خزانہ الغنت اہل زمانہ راحت و عشرت شوکت و حشمت۔ خواہشات نفسانی لذات زندگانی وغیرہ کسی کو کچھ مال نہیں سمجھتے۔ اور ان پر دل کو فریفتہ نہیں کرتے"۔ +

سونک رشی نے جنک گیتا کے سلسلے میں راجہ جدھشٹر کو اور بھی بہت سے مسائل و مواعظ سنا کر قطع کلام کیا۔ اور راجہ جدھشٹر نصائح سن کر نہایت خوش ہوئے۔

ادھیائے ۳

براہمنوں کی خاطر تواضع کیلئے راجہ جدھشٹر کی سورج نارائن کا عطیہ

راجہ جدھشٹر نے برہمنوں کے بڑھتے ہوئے مجمع کو دیکھ کر دھوم رشی اپنے پروہت سے کہا کہ میں مفلس قلاش ہوں۔ ان کی خاطر مدارات بھی درکنار روز کے کھانے پینے کی کیونکر سبیل ہو۔ مجھے شرمندگی ہی شرمندگی معلوم ہوتی ہے۔ اور سوچتا ہوں۔ تو کچھ عقل کام نہیں کرتی +

دھوم رشی۔ آپ نہ گھبرائیں۔ سورج نارائن میں وہ قدرت ہے۔ کہ جتنا چاہیں اناج برساویں۔ میں آپ کو ان کے ۱۰۸ ناموں کی استوتر بتاتا ہوں۔ آپ اس کا جپ کیجئے جو خواہش ہوگی۔ پوری ہوگی۔ جتنے

آدمی چاہیے۔ کھلائے پلائے گا +

راجہ جدھشٹر نے سچی عقیدت اور پوری بھگتی کے ساتھ استوتر پڑھنا شروع کی۔ استوتر میں تاثیر تھی۔ لفظ زبان سے نکل کر بھگتی کا رس ٹپکاتا تھا۔ سورج نارائن خوش ہو گئے۔ اور ایک پیکر نور میں درشن دیکر بولے، راجہ جدھشٹر گھبرانا نہیں۔ بن میں میں تمہیں اناج پانی پہنچاؤں گا۔ تم کو کھانے پینے کی کیا کمی تو سہی ہزار آدمی ساتھ بیٹھ کر کھائیں۔ اور کبھی کھانا نہ گھٹے۔ لو یہ تانبے کا تھال دروپدی اس میں کھانا پکایا کرے۔ جب تک آخر میں دروپدی کھانا نہ کھا چکیگی۔ تب تک مجال کیا۔ کہ کوئی چیز ختم ہو۔ چاہے جتنے برہمن کھائیں +

راجہ جدھشٹر نے تانبے کا تھال لیا۔ اور سورج نارائن کی بہت استتی کی۔ اس کے بعد سورج نارائن نظر سے غائب ہو گئے۔ اور جدھشٹر کی فکر دور ہو گئی۔

بیشم پائن اہل عقیدت کیلئے فرماتے ہیں۔ کہ سورج نارائن کی یہ استوتر بہت بابرکت ہے جو صدق نیت اور سچے اعتقاد سے پڑھے یا سُنے اس کو کسی بات کی کمی نہ رہے۔ ساری مرادیں بر آئیں۔ دولت اولاد، علم و فضیلت ہو مصیبتوں سے نجات۔ قید سے آزادی ملے۔ جنگ میں فتح نصیب ہو۔ آخر کار سورج لوک کے آرام قسمت میں ہوں +

رشی جی فرماتے ہیں۔ کہ راجہ جدھشٹر وہ برتن لئے ہوئے خوش خوش پرستش گاہ سے باہر نکلے۔ دھوم رشی کو ڈنڈوت کی بھائیوں کو گلے سے لگایا۔ دروپدی سے طرح طرح کے کھانے پکوائے۔ برہمن کھانے بیٹھے تو ہر چیز سامنے ڈھیر کسی نعمت کی کمی نہیں۔ برہمن کھا چکے تو بھیم۔ ارجن سہدیو نکل کو کھانا کھلایا۔ پھر آپ نے خود طعام نوش کیا۔ اسوقت تک ہر چیز بچی ہوئی تھی۔ مگر جونہیں دروپدی کھا چکی۔ تو برتن بالکل خالی۔ سب سورج نارائن کی کرامات کے قائل ہوئے۔ راجہ جدھشٹر نے بہت دھنباد کیا۔ اور وہاں سے گنگا جی کیطرف گذرتے ہوئے کامیک بن میں جاکر منزل گزیں ہوئے۔

ادھیائے ۴

بدرجی کی صلاح نیک پر راجہ دھرتراشٹ کی ناراضگی!

جب پانچوں پانڈو راہی صحرا ہو چکے۔ تب تو راجہ دھرتراشٹ کو آگا پیچھا سجھائی دینے لگا۔ اول تو نیند ہی نہیں پڑتی۔ اگر آنکھ لگ بھی گئی تو فوراً چونک پڑے۔ کروٹیں بدلتے بدلتے سویرا ہو گیا۔ دن کو یہ حالت نہ اُٹھتے چین نہ بیٹھتے آرام۔ دل کی گھبراہٹ دم بھر قرار نہ لینے دیتی تھی۔ آخر بدرجی کو بلا یا طبیعت کو کیفیت۔ اور فکر و تردد کی اصلیت ظاہر کر کے کہا۔ کہ بھائی منہ دیکھی۔ نہ کہنا صاف صاف بے لاگ کہنا مجھے کیا کرنا چاہیئے۔ جسمیں رات دن کی کوفت سے جان بچے *

بدرجی۔ از ماست کہ بر ماست۔ خود کردہ را علاجے نیست۔ افسوس کہ آپ نے اتنا زمانہ دیکھ کر بھی دھوپ ہی میں بال سفید کیئے۔ میں نے پہلے ہی کہدیا تھا۔ کہ دریودھن خاندان کی جڑ کاٹیگا۔ آپ نے اس کی خاطر داشت سے بدنامی کا ٹھیکرا اپنے سر پر پھوڑا۔ پانڈو سیدھے سادے دیوتا۔ آدمی ان کو چھل کپٹ سے جوئے میں جیت کر بن کو روانہ کیا۔ دروپدی ایسی مہارانی پر ظلم و ستم ہوئے۔ کہ کبھی کسی نے نہ سُنے نہ دیکھے ہوں گے۔ مگر جب آپ نے یہ بھی دیکھا کہ اس کو کوئی برہنہ نہ کر سکا۔ تب بھی آنکھیں نہ ہوئیں۔ تو اس کا علاج کیا۔ آپ کے بیٹے فقط اپنی گلی کے شیر ہیں۔ پانڈوؤں کے سامنے ان کی بساط لومڑی سے زیادہ نہیں۔ جس وقت یہ شیر بپھرے۔ تو سب کے سب چٹنی ہو جائیں گے۔ اگر خاندان کی حفاظت منظور ہے۔ بیٹوں کی جان کی امان مطلوب ہے۔ تو جس طرح ہو بنت سماجت خوشامد درآمد سے پانڈوؤں کو بلا کر ان کی خاطر داشت کیجئے۔ اپنے لڑکوں سے کہیئے۔ معافی مانگیں۔ اگر یہ نہیں تو سمجھ

لیجئے۔ کہ آپ کو خود ہی خاندان کا ستیا ناس کرنا مد نظر ہے۔ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ علاج ممکن ہے۔ مگر جہاں مواد پک گیا پھر پھوٹے بغیر نہ رہے گا۔

راجہ دھرتراشٹ۔ تم عجیب بد تہذیب آدمی ہو۔ تمہاری عقل جاتی رہی۔ پانڈوؤں کی طرفداری نے تمہیں اندھا کر رکھا ہے۔ جب دیکھو انہیں کی سی بولتے ہو۔ میرے لڑکوں پر الزام رکھتے۔ تہمت تراشتے۔ بہتان لگاتے۔ اور صاف صاف میرے ہی منہ پر کوستے ہو۔ یہ خیال نہیں۔ کہ دریودھن میرے کلیجے کا ٹکڑا ہے۔ میں کلیجے کے ٹکڑے کو کیسے سینے سے نکال کر پھینک دوں۔ پورا پورا دور پورا پور انرو یک۔ بیٹے بیٹے ہی ہیں۔ بھتیجے بھتیجے ہی۔ تم جب دیکھو دریودھن ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہو۔ مجھے آئندہ اور کچھ سننے کی برداشت نہیں۔ بس آج سے سامنے نہ آنا۔ اپنی رادھا کو یاد کرو۔ جہاں سینگ سمائے جاؤ۔ مجھ تجھ سے کچھ واسطہ نہیں۔ تم کو ہستناپور کا دانہ پانی حرام +

بدرجی۔ جناب آپ کیوں خفا ہوتے ہیں۔ میں خود ہستناپور سے بیزار ہوں۔ مجھے خود ایسی صحبت سے نفرت ہے۔ بہت اچھا رخصت +

ادھر بدرجی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ادھر راجہ دھرتراشٹ بھی گرمایا ہوا محل میں داخل ہو گیا +

ادھیائے ۵

بدرجی کی ہستناپور سے روانگی۔ جدھشٹر سے ملاقات

بدرجی کے دل میں راجہ دھرتراشٹ کی باتیں کاٹ کر گئیں۔ ان کو سخت رنج ہوا۔ گھر پہنچتے ہی رتھ پر سوار ہوئے۔ اور ہستناپور سے چل دیئے۔ ان کو افسوس تھا۔ کہ ہائے دھرتراشٹ دریودھن کے کہنے

میں ایسا جکڑا ہوا ہے کہ ذرا بھی عقل باقی نہیں رہی جو کرتا ہے اُلٹی جو بات کرتا ہے اوچھی - بس معلوم ہو گیا - کہ بُرے دن آ گئے خاندان کا خاتمہ ہونے میں زیادہ دیر نہیں - بِدُرجی گھر سے چلے تو پانڈوؤں کا راستہ پوچھتے گنگا جی کے کنارے ہوتے ہوئے کامیک بن جا پہنچے - اِس وقت تک راجہ جدھشٹر کا وہیں قیام تھا اُنہوں نے بِدُرجی کو آتے دیکھا - نور وح سلب ہو گئی اِس فکر میں مبتلا ہوئے کہ چچا صاحب (راجہ دھرتراشٹ) نے اب کیوں یاد کیا - راج گیا پاٹ گیا صحرا نوردی وشت گردی نصیب ہوئی اب یہاں کیا دھرا ہے جو کوئی جؤا کھیلیگا - گانڈیو دھنش کی فکر ہو - تو ہم اُسے ہارنے والے نہیں - یہی تو ایک چیز باقی رہ گئی ہے - جس پر آئندہ اُمیدیں منحصر ہیں راجہ جدھشٹر اِس خلجان میں تھے کہ بِدُر جی جا پہنچے سب پانڈوؤں نے بڑے ادب سے تعظیم و تکریم کی جانبین سے مزاج پرسی کے بعد بِدُرجی نے راجہ دھرتراشٹ کی - بے التفاتی بے مروتی - بیوفائی وغیرہ کی سرگذشت سُنا کر فرمایا کہ

راجہ جدھشٹر - میں نے بھاری پتھر چوم چھوڑا - ہستناپور مجھے اژدھے کا منہ معلوم ہوتا ہے - اسی لئے میں نے بھی تہیہ کر لیا کہ بس تمہارے ہی ساتھ رہونگا - بلا سے کچھ ہو - اب میری خوشی ہے کہ جیسا جیسا میں مشورہ دیتا ہوں ویسا ویسا عملدرآمد کرو گو سچ ہے کہ بزرگی بعقل است نہ کہ بسال - مگر پھر بھی کہا ہے ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند
جوانانِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

دیکھو جس وقت کسی سے دشمنی کی ٹھہرے اس وقت سے انسان کا فرض ہے - کہ اپنا موقع اور مصلحت دیکھے اگر موقع و مصلحت خلاف ہو تو چپ لگا کے بیٹھ جائے - سانس ڈکار نہ لے دم نہ مارے - چوں نہ کرے اس صبر کا اجر ایشور دیتا ہے - بھگوان اُسے دوج کے چاند کی طرح کمال کے اعلےٰ درجے پر پہنچاتے ہیں علاوہ برس جو جان و دل

سے دھرم ہی کی راہ چلتے ہیں بھولے سے بھی اُن کا قدم ادھر اُدھر نہیں
ڈگتا اُن کا تو کیا ہی کہنا۔ ایشور اُن کے دائیں ہوتا ہے اور دھرم بائیں
اُن کی بات ہی کیا ہے۔ اس سے آپ اپنے دھرم پر قائم رہ کر تکلیف
کو تکلیف نہ سمجھ کر ایشور پر بھروسہ رکھتے ہوئے مصلحت وقت کا خیال
کرکے وہی بات کریں جو مناسب حال ہو +

راجہ جدھشٹر۔ آپ تشریف لائے زہے نصیب ہم لوگ بڑے
خوش قسمت ہیں کہ اس وشنت گردی کی حالت میں آپ ایسے بزرگ
کا سایۂ عاطفت نصیب ہُوا۔ آپ جو فرماتے رہینگے آپ کا جو ارشاد ہوگا
ہم لوگ اسی پر عمل کرینگے۔ ہمارا یہ دھرم ہے کہ بزرگوں کی باتوں کو سر
آنکھوں سے مانیں +

ادھیاے ۶

راجہ دھرتراشٹ کی پریشانی اور بدُرجی کی تکرر طلبی۔

راجہ دھرتراشٹ کہنے کو تو کہہ گئے مگر جب بدُرجی بوریا بندھنا باندھ
کر اختر بختر سمیٹے ہوئے ہستناپور سے چل دئے تو پیچھے سے پچھتاوا ہوا
کہ ہائے کتنی نادانی ہوئی۔ بدُرجی کو بھیشم جی درونا چارج جی سب دھرم
کا روپ مانتے اور عقل مندوں میں سربلند جانتے ہیں۔ ان کے ساتھ
یہ بدسلوکی۔ ہاہ مَیں تو ایک یونہیں اندھا ہوں۔ اس پر دریودھن کی
محبت نے اور اندھا کر دیا۔ افسوس مَیں نے بڑی غلطی کی۔ کہ اپنے
پیارے بھائی بدُرجی سے منہ پھوٹ کر کہہ دیا۔ کہ یہاں سے ٹل جاؤ
نکل جاؤ۔ بات کا زخم گہرا ہوتا ہے بدُرجی بھی برداشت نہ کر سکے۔
اور چل کھڑے ہوئے۔ سب بھائی بند ایک ایک کرکے چھوٹتے

جاتے ہیں اس کا انجام معلوم نہیں کیا ہے راجہ دھرتراشٹ اسی خلجان میں تھے اسی کوفت میں اُن کی جان پھنسی ہوئی تھی۔ کہ سنجے حاضر خدمت ہوا صورت دیکھی تو زرد رو چہرہ پر مردنی چھائی ہوئی پوچھا۔

مہاراج۔ کیوں کیوں خیریت تو ہے۔ پھول سا چہرہ کملانے کا سبب صورت اُترنے کا باعث زردی چھانے کی وجہ؟

راجہ دھرتراشٹ۔ (کل کیفیت کہہ کر) اس وقت اور تو کچھ نہیں بدرجی کا ناراض ہو کر چلا جانا کلیجہ ملے ڈالتا ہے۔ ایسے بھائی کی جدائی مارے ڈالتی ہے۔ کیا خوب ہو کہ تم جا کر اُن کو کسی نہ کسی طرح منا لاؤ +

سنجے۔ مَیں جانے کو حاضر ہوں مگر اُن کا پتہ ٹھکانا۔ نہ جانے کہاں اور کدھر گئے ہیں +

راجہ دھرتراشٹ۔ جدھشٹر کے سوا اور کس کے پاس گئے ہونگے۔ اسی پتے پر جا کر پتہ لگاؤ اور میری پریشانی دور کرو +

سنجے۔ بہت اچھا کہکر اُٹھا وہاں سے پتہ نشان پوچھتے پوچھتے کامیک بن میں پہنچا۔ پانڈوؤں نے بڑی عمدگی سے خاطر مدارات دعوت تواضع کی سنجے نے بدرجی کی خدمت میں ہاتھ جوڑ کر درخواست کی۔ کہ ہستنا پور واپس چلیں۔ راجہ دھرتراشٹ آپ کے فراق میں بے چین ہیں۔ پہلے تو ادھر سے اصرار اُدھر سے انکار ہوتا رہا مگر جب سنجے نے جوش خون کو ابھار کر یہ لفظ منہ سے نکالے کہ

اپنے بھائی کی زندگی چاہتے ہو تو چلو ورنہ تمہارے سر پر تمہارے بھائی کا خون ہوگا +

تو بدرجی ہمراہ ہو لئے اور ہستنا پور پہنچے۔ راجہ دھرتراشٹ نے بدرجی کو دوڑ کر گلے سے لگا لیا ماتھا چوما سینے سے چمٹایا گود میں بٹھا کر مزاج پرسی کی اور گذشتہ باتوں کی معافی مانگ کر اپنی غلطی کا اعتراف کیا فرمایا کہ میں تو برائے نام ہوں گھر بار تمہارا ہے۔ تمہیں سفید سیاہ کے مالک ہو دریودھن وغیرہ سب تمہارے بال بچے ہیں جس طرح

چاہو گوشمالی کرو- جب چاہے نوازو +
بدرجی کو کچھ مغائرت تو تھی ہی نہیں- اُنہوں نے گذشتہ بات آئی
گئی کردی اور بڑی محبت کے ساتھ رہنے لگے +

ادھیائے ۷

بیاس جی اور میترے رکھیشر کی راجہ دھرتراشٹ کو فہمائش

جس وقت سنجے کے ساتھ بدرجی ہستنا پور واپس آئے دریودھن وغیرہ
کی سٹی پٹی بھول گئی ان سب کو خیال ہوا کہ بدرجی اب راجہ دھرتراشٹ
کے کیسے کان بھرینگے- ایسی پٹی پڑھائینگے کہ ان کا منطقہ دل کا دل
ہی میں رہ جائیگا- اور پانڈوؤں کی چڑھ بنیگی دریودھن بدرجی کی آمد سے
سچ مچ انگاروں ہی پر لوٹ گیا- اُس نے بیتابی کے ساتھ اپنی چنڈال
چوکڑی اکٹھا کی جس کے سرغنہ شکنی- کرن اور دوشاسن تھے دریودھن
نے زمین پر سر دے مارا کہ ہائے آپ لوگوں کے ہوتے ہر بات
میں ہیٹی ہر معاملے میں اپنی ہی زک ہار تو ہارے جیت کمبخت کا
بھی شمار نہیں- یہ کیا اندھیر ہو رہا ہے- اُس سے کیوں زہر نہ کھالوں
گلے میں پھانسی لگا کر کیوں نہ مرجاؤں- ایسی زندگی سے فائدہ جو موت
سے بدتر ہو میں کبھی کا اپنے کو ختم کرچکا ہوتا صرف انتظار یہ تھا- کہ
آپ کو اطلاع دے دوں +

شکنی- مہاراجہ دریودھن- اس وقت آپ کہاں ہیں- یہ بچوں کی
سی باتیں کیسی- راجہ جدھشٹر کا آنا کیا کوئی کھیل ہے- اول تو وہ آئے
ہی گا نہیں اور اگر آگیا تو پھر وہی چوسر وہی پانسے وہی اس کے تین
کانے اور وہی اپنے پو بارہ- وہ ہم سے سر پر ہو کے جا ہی کہاں

سکتاہے ہیں توپانچوں پانڈوؤں کو چت کرونگا +

دوشاسن- دودفعہ توآگرمزہ چکھ چکے ہیں اب کے آئیں توپھر کیا ہے تسمہ تک لگانہ رہیگا جائینگے کہاں ساری شیخی یہیں گردبُرد ہوجائیگی +

کرن- اب وہ کیا کھاکر یہاں آئینگے- مُنہ دکھلانے کی صورت بھی باقی ہے اور اگرابھی گئے توہم سے کیا بھنالینگے- جوئے کا ہار اور رجورو کا مارا برابر ہوتاہے اُن میں دم ہی کیا جو ہمارے سامنے ڈاڑھی مونچھ لگاکر آئیں ادھر چوسر بچھی اور اُدھر وہ پھٹے سے مُنہ اور یہاں بازی اپنے ہاتھ +

دریودھن- زبانی جمع خرچ سے کام چلنے والا نہیں- پانڈو اصل کالے ناگ ہیں- جب موقع پائینگے چپ سے کاٹ کھائینگے- عقلمندوں کو چاہئے کہ سانپ کو کاٹنے کا موقع نہ دیں اور پہلے ہی سے زہریلے دانت توڑ ڈالیں پانڈو اس وقت اکیلے ہی ہیں کوئی ہاتھ بٹانے والا کیا معنے رونے دھونے والا بھی نہیں جنگل کا معاملہ ہے آؤ ہم سب چلیں اور سب کو مار مُور کے ہر وقت کی کوفت سے چھٹی کرلیں +

شکنی- کرن- دوشاسن نے اس رائے سے اتفاق کیا- اور سب کے سب اپنی اپنی تیاری کرکے شہر پناہ کے متصل ایک بتائے ہوئے مقام پر ملنے کے لئے کمربستہ ہوگئے +

دیاس جی روشن ضمیر تھے ان کے چشم خیال میں دنیا بھر کی باتیں پھرتی رہتی تھیں- جب اُنہوں نے کوروؤں کا یہ رنگ ڈھنگ دیکھا تو راجہ دھرتراشٹ کے پاس آئے شکایت کی کہ آپ ایسے جہاندیدہ- گرم وسرد زمانہ چشیدہ اور پھر بھی اپنے نیک وبد کا خیال نہیں پانڈوؤں کو بلاکر جوئے میں ہرایا- دروپدی کی حد سے زیادہ درگت کی پھر بھی صبر نہ ہوا سب کو تیرہ برس کے لئے جلاوطن کیا- اور اب بھی آپ اور آپ کے بیٹوں کو چین نہیں پیچھے ہی پڑے ہوئے ہیں میں جانتا ہوں- کہ آپ کے بیٹوں کی شامتیں پھر پھرا رہی ہیں تب ہی تیر وترکش باندھ کر پانڈوؤں کے مارنے کے لئے جانے کو تیار ہیں- مگر یاد رکھئے کہ پانڈو

سب کا کچھ مر نکال کے رکھ دینگے آپ کو ماتم کے سوا اور کچھ حاصل نہ
ہوگا خیریت اسی میں ہے کہ اپنے بیٹوں کو روکئے آئندہ آپ کو اختیار
اب تک تو خیر بدنامی کا داغ تھا اب شاید آپ کو بیٹوں کی جدائی کا داغ
اُٹھانا منظور ہے ارجن اور بھیم سین کی طاقتیں وہ نہیں جو آپ کے بیٹوں کا
اچار نکالے بغیر چھوڑیں اسی سے میرا خیال یہ ہے کہ آپ اپنے بیٹوں کو
موت کے منہ میں جانے سے باز رکھیں جو ہونا تھا وہ تو خیر ہو چکا اب پانڈوؤں
کے دھرم کی وجہ سے تیرہ برس تک امن کی صورت ہے۔ چودھویں برس
اگر ایک کورو بھی بچ جائے تو میں جھوٹا بہت کچھ ہو چکی دل میں وہ مضبوط
گرہیں پڑ گئی کہ کھلنا محال۔ اِدھر چودھواں برس شروع ہوا۔ اُدھر
جان لیجئے کہ کورو خاندان کا صفایا +

راجہ دھرتراشٹ۔ بیاس جی مہاراج کس کے آگے اپنا سر
دے ماروں۔ میری تو عقل کچھ کام نہیں کرتی۔ لڑکے اپنی ماں کے نہیں
میں اندھا اس پر بڑھاپا فرمائیے کیا کروں۔ نہ جان نکالے نکلتی ہے نہ
موت بلائے سے آتی ہے جب یہ حالت مجبوری ہے تو جو ایشور کی مرضی +

بیاس۔ بھیشم پتامہ وغیرہ نے بھی کچھ انجام بینی نہ کی سونٹھ کا ناس
لئے رہے کوروں کو نہ روکا کیا آپ جانتے ہیں کہ پانڈوؤں پہ جو کچھ
گزر رہی ہے اُس کا اثر اوپر ہی اوپر جائیگا۔ ہاے مہارانی گاندھاری نے
بھی سمجھایا اور آپ کی آنکھیں نہ ہوئیں۔ جب آپ خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی
مارنے کے لئے تیار ہوں تو کوئی کیا کرے +

راجہ دھرتراشٹ۔ آپ کا فرمانا صحیح۔ مگر میں بدقسمت کیا کروں
اُلفت پدری نے مجھے کانوں سے بہرا اور آنکھوں سے اندھا کر دیا آپ
بھی ہوتے تو شاید وہی کرتے جو مجھے کرنا پڑا۔ سمجھ لیجئے کہ دریودھن کہیں
گہوارے پر سے اُٹھ نہیں آیا۔ کلیجے ہی کا ٹکڑا ہے پس میں اُسے کیونکر
چھوڑ دوں اب رہی سمجھانے کی بات یہ اب آپ کے اختیار میں ہے نہ
مجھ میں سمجھانے کی لیاقت نہ اس میں میرے سمجھانے سے سمجھنے کی

قابلیت ہے۔ آپ خود اُسے سمجھا دیں تو زہے نصیب وہ سمجھ جائے تو جلانے سب پاپ کٹ گئے
بیاس جی۔ مجھے جو کہنا تھا آپ سے کہہ چکا آپ اپنا نیک و بد سمجھ لیں رہا دریودھن کو سمجھانا وہ منیترے رشی جی سمجھا ئینگے ہیں بُرائی بھلائی کیوں لوں سارا فیصلہ وہی کر دینگے ان سے اور دریودھن سے بات ہو گی تو سمجھ لیجئے کہ دو ٹوک فیصلہ ہو گیا یا تو وہ سب معاملہ ٹھیک ٹھاک کر دینگے یا پھر سراپ کی ٹھہریگی جس کا انجام آپ جانیں یا وہ۔ اچھا مئیں اب رخصت۔ نیک و بد سمجھنے کا آپ کو اختیار +
یہ کہکر بیاس جی تو اُسی وقت نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور دھرتراشٹ کو فکر پڑی کہ بیاس جی کی باتیں خالی جانے والی نہیں۔ ضرور کچھ رنگ لائینگی۔ اس سے اُنہوں نے دریودھن کو یاد کیا۔ اور حکم دیا۔ کہ شہر کے باہر کرن شکنی دوشاسن وغیرہ جو تیر و ترکش باندھے پانڈوؤں پر نرغہ کرنے والے ہیں فوراً واپس آئیں۔ ادھر راجہ دھرتراشٹ کے حکم سے یہ لوگ آئے اور اُدھر منیترے رشی نے بھی تشریف آوری سے مشرف بخشا۔ راجہ دھرتراشٹ نے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ قدم چومے سنگھاسن پر بیٹھایا اور وہی کورو پانڈو کی بات چھڑ گئی۔ منیترے جی نے فرمایا کہ میں پانڈوؤں ہی کے ہاں سے چلا آتا ہوں وہ اچھی طرح ہیں۔ بن باس کا زمانہ استقلال سے بسر کرینگے۔ خلاف ورزی نہ ہو گی۔ مگر شکایت کی کہ اُن پر بیجا جبر ہوا۔ ظلم ہوا۔ تعدّی و بدعت ہوئی۔ مہارانی گاندھاری تک نے سمجھایا۔ اور آپ کے کانوں پر جُوں نہ رینگی اس کا نتیجہ آخر میں دیکھ لیجئے گا کہ کیا ہو گا۔ منیترے رشی نے وہی سب باتیں کہیں جو بیاس جی وغیرہ نے سابق میں کہی تھیں۔ اس لئے اُن کا دہرانا تحصیل حاصل ہے اس کیلئے جو کچھ کہا سُنا اس کا لب لباب ان الفاظ میں بیان کیا جاتا ہے یعنی منیترے رکھیشر نے کہا +
اسے راجہ دھرتراشٹ۔ او مغرور دریودھن۔ گوش ہوش سے سُن ہمہ تن گوش ہو کر سُن۔ تو کن ہاتھ پاؤں پر کھولتا انزاتا تنتنا اکڑتا ہے پانڈوؤں

میں کون ہے جو دس دس ہزار ہاتھیوں کو پیس کر نہ رکھ دے جنہوں نے دیوتاؤں کی کورو بادی اُن سے مقابلے کی جرأت۔ بھیم سین سے سامنا ہؤا تو تم سب کی ہڈیاں سُرمہ کر کے رکھ دیگا۔ کیا ارجن کے گانڈیو دھنش کی خبر نہیں ایک ایک بان میں صفیں کی صفیں صاف ہونگی۔ پانڈوؤں کی لیاقت کو کوئی پہنچے۔ مجال کیا وہ دھرم کی راہ میں چلتے اور ست کو نباہتے ہیں اگر یہ نہ ہوتا تو تم سب کو مکھی مچھّر کی طرح مسل کے رکھ دیتے سب کے دیکھتے دیکھتے ہڈم اور نک وغیرہ راچھسوں کو اس طرح مار لیا جیسے شیر لومڑی کو یا شہباز بھِڈکی کو۔ جراسندھ کی کیفیت معلوم ہے۔ اُس کی طاقت سے ایک دفعہ تو جمدوت بھی تھرتھرا جائے مگر واہ رے بھیم جس نے تنکے کی طرح چیر کے پھینک دیا۔ اگر ان واقعات کے دیکھتے ہوئے بھی انسان کی آنکھیں نہ کھلیں۔ تو اس کے سوا اور کیا سمجھنا چاہیئے۔ کہ بس دن قریب ہیں +

منیترے جی اس طرح سمجھا رہے تھے۔ مگر دریودھن کے کانوں پر جُوں بھی نہ رینگتی تھی ایک ہوا سی بہ رہی تھی۔ اور دریودھن نشۂ غرور و نخوت میں مست پاؤں کے ناخن سے زمین پر لکیریں کھینچ رہا تھا۔ اِس گستاخی اور نخوت کے خیال پر منیترے جی کو سخت غصہ آیا۔ اُنہوں نے تین مرتبہ پانی سے آچمن کر کے سراپ دیا کہ او پاپی دریودھن تجھے تیرے غرور کی سزا ملے تو نے میری ہتک کی میں تجھے نصیحت کرتا تھا۔ تو اُس کوشش کر زانوں پر تھپکیاں دیتا تھا۔ تو یہی تیری یہی جانگھ بھیم سین توڑے اور تجھے تیرے غرور کا مزہ چکھائے۔ تو جس کرن۔ دوشاسن شکنی کے بل پر اینٹھ رہا ہے۔ وہ سب ایسی موت مریں۔ کہ کوئی پانی دینے والا اور رونے والا بھی نہ ہو +

یہ سراپ اٹل ہے مجال کیا کہ ہٹ ہو۔ جو کچھ اس وقت زبان سے نکلا ہے وہ پتھر کی لیک کیا معنے بلکہ برہما کا اگھشر ہے۔ کبھی مٹ نہیں سکتا +

رشی جی کا یہ سراپ سنکر راجہ دھرتراشٹر کے ہوش وحواس باختہ ہو گئے اُنھوں نے قدم پکڑ لئے اور عرض کی کہ مہاراج چرن سیوکوں پر اتنا غصہ لڑکے ناسمجھ ہیں کم فہم ہیں اِن پر اتنے عتاب کی کیا ضرورت ؛

متیرے جی - دریودھن کے غرور نے جو شرارت کی تھی وہ زبان سے کہلا دیا میرا کوئی قصور نہیں - اب بھی خیریت ہے کہ کورو پانڈوؤں سے میل کریں اگر میل نہ ہُوا تب تو یہ سراپ تیر بہدف ہے برہما کے مٹانے سے بھی نہیں مٹ سکتا - اگر صلح ہو گئی تو پھر کسی کا ایک رویاں بھی میلا ہو جائے - تو میرا ذمہ مگر آپ کا بیٹا دریودھن اپنے زعم میں تنتا اینٹھتا ہے - اس لئے میں اس کو اس کی قسمت پر چھوڑ کر چلتا ہوں - آگ جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے - جو آگ کھائیگا وہ انگاروں کا مزہ چکھیگا ؛

یہ کہکر متیرے رشی جی تو غصے میں بھرے ہوئے چلے گئے - اور دھرتراشٹر کو بدُر جی کی زبانی کرمیردیت کی جنگ عظیم اور بھیم سین کی فتح کا حال سُنکر اور بھی خلفشار ہُوا کہ ایسے بہادروں سے کوروں کی کیسے جانبری ہوگی ؛

ادھیائے ۸

سری کرشن جی کی پانڈوؤں کے پاس تشریف آوری -

کوروؤں پر عتاب - راجہ جدھشٹر و ارجن کی آشتی - دروپدی کی فریاد - کرشن جی کی تسلی بخش تقریر - دروپدی کے بھائی کی گفتگو

پانڈوؤں کے ہستناپور سے جاتے ہی سارے زمانے میں خبر پھیل گئی کہ دریودھن کی وجہ سے ان دھرماتماؤں پر کیسا ظلم ہُوا - بھوج برشن

راجہ درو پد کا فرزند اور چندیری کا راجہ دھر نرا شٹ کیت کا سب بن میں جاکر
اُن سے ملے مہاراج سری کرشن چند بھی دوار کا سے تشریف لے آئے۔
اور بہت سے تاجداروں نے بھی شرف ملاقات حاصل کیا۔ جس وقت
کرشن جی نے راجہ جدھشٹر وغیرہ کے بدن پر فقیرانہ لباس دیکھا۔ نہایت
رنجیدہ ہوئے اور جوش غضب میں فرمایا۔ کہ بس چیونٹی کے پر نکل آئے۔
در یودھن۔ شکنی۔ دوشاسن۔ کرن وغیرہ کی موت دور نہیں۔ عنقریب
زمین ان سب کے خون سے رنگی جائیگی۔ ایسے فریبیوں ایسے جعلسازوں
کا قتل کر دینا ہی دھرم ہے۔ جس وقت ذات مقدس کو درو پدی کی حالت
زار اور در یودھن دوشاسن کی بدعتوں کا خیال آیا۔ چہرہ تمتما اٹھا
آنکھیں خون کبوتر ہو گئیں۔ جدھشٹر سے ارشاد ہوا۔ کہ زبان ہلا دو
تو سارے کورؤں کی بوٹی بوٹی کاٹ کر پھینک دوں۔ تسمہ لگا
نہ رکھوں +

جدھشٹر نے ہمدردی کا شکریہ ادا کر کے التجا کی کہ

مہاراج ابھی مجھے اپنا قول نباہ لینے دیجئے پھر جو کچھ ہوگا دیکھا جائیگا
بالفعل آپ اپنی طرف دیکھیں +

ہے بھگوان کرشن چند آنند کند۔ خلائق زمین و آسمان۔ مالک کون و
مکان ہمہ اوست ہمہ از وست آپ ہی ہیں۔ آپ نے پیکر عنصری کو نور
مو فور سے زینت دے کر بڑے بڑے شہزور راچھس قتل فرمائے۔ سورج
چندرماں۔ برہما۔ بشن۔ شو۔ جل پرتھی پون اگن اکاش سب آپ ہی کی
کرشمہ قدرت کا ادنےٰ نمونہ ہیں۔ آپ ہی نے باون جی کے سروپ میں
تین قدموں سے پرتھی اکاش سب کو ناپ ڈالا۔ ذات والا صفات
ہست و بود میں ہے عدم و وجود میں ہے قادر مطلق آپ ہی خالق بر
حق آپ ہی ہیں۔ گلشن کائنات آپ ہی کی فیض نخل بندی سے ہمیشہ بہار
ہے۔ بہار و خزاں بقا و فنا ہست و نیست۔ مرگ و زندگی زوال و کمال
سب آپکی ایک جنبش مژگاں سے رو بظہور ہوتے ہیں بھگتوں سے زیادہ آپ

کو کوئی پیارا نہیں جس نے چرنوں کا سہارا ڈھونڈا بس دنیا کی بادشاہت پر لات ماردی شاہنشاہ عالم پناہ اُس کے پاؤں دھو دھو کر پینے لگے اندر بھی اُس کے پاؤں کا دھوون نہ رہا۔ مہاراج۔ جدھشٹر آپ کے چرنوں کی خاک ماتھے سے لگانا اپنا فخر سمجھتا ہے۔ آپ بھی مجھے وہی عزت دیں جو خاک قدم کو حاصل ہے +

راجہ جدھشٹر کے بعد ارجن نے بھی پرارکھنا کی اور بڑے ادب سے سامنے ہاتھ جوڑے کھڑا ہو گیا۔ مہاراج نے جواب میں فرمایا۔

اے ارجن۔ کچھ جانتے ہو۔ کہ نہ مَیں تم سے جدا ہوں نہ تم مجھ سے جو تم ہو۔ سو مَیں ہوں۔ جو مَیں ہوں۔ سو تم ہو +

اس میں ذرہ برابر فرق نہیں۔ ظاہر بینوں کو دو قالب نظر آتے ہیں مگر یہ بات نہیں۔ جلوہ ایک ہی ہے۔ تم نر ہو مَیں نارائن یعنی دونوں ایک مل کر ایک ہی نرنارائن ہیں زمانے کی ضروریات اور اہل زمانہ کی نجات کے لئے دنیائے ناپائدار میں آنے کی ضرورت پڑی۔ ظاہر پرست نہ پہچانیں کوتہ اندیش بھید نہ جانیں تو اور بات ہے۔ مگر حقیقت شناس روشن قیاس روشن ضمیر صاحب عقل و تدبیر۔ اہل کشف و کرامات۔ عابدان عالی درجات تمام نکتوں سے واقف اور رموز قدرت سے آگاہ ہیں۔ دیکھو نہ تو آنکھیں کے سامنے کی بات ہے۔ ہزاروں دفعہ میرے کمالات قدرت مشاہدے میں آئے مگر نہیں۔ دریودھن کران وغیرہ ایسے عقل کے اندھے ہو رہے ہیں کہ کچھ سجھائی نہیں دیتا مجھے اب تک نہ سمجھے کہ کون ہوں کیا ہیں۔ ایک طرف میرے دست قدرت کے کرشمے دیکھتے ہیں دوسری طرف آنکھوں پر جہالت کا پردہ ڈال لیتے ہیں۔ ایسے ڈھٹیاروں سے اندھے اچھے جو اگر دیکھ نہ سکتے۔ تو ٹٹول ہی کے راستہ چل لیتے ہیں۔ مگر ان نالائقوں کی مٹے اور کپار دونوں کی (چشم ظاہر و باطن) پھوٹی ہیں آنکھوں کے آگے ناک سو جھے کیا خاک والی مثل ہے +

سری کرشن جی کا سلسلہ کلام جاری ہی تھا کہ دفعتہً دروپدی غصے

میں بھر گئی۔ اس کا چہرہ لال لال انگارہ ہو گیا۔ وہ تاؤ کھاتی ہوئی اُٹھی۔
شری کرشن جی کے سامنے کھڑی ہو گئی اور بولی ٭

رادھا اُر چندن۔ بسدیو دیو کی نندن۔ است رشی دیول منی اور
نارد و بیو رشی کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ آپ ہی بنا کنندۂ کائنات۔ آپ
ہی فنا کنندۂ شش جہات ہیں۔ پرسرام جی کا قول ہے۔ کہ آپ ہی
بشن ہیں۔ آپ ہی سرودیاپک ہر جگہ موجود۔ حاضر و ناظر۔ آپ ہی قابل
پرستش ہیں کشپ جی نے دیوتاؤں کی سبھا میں آپ کو کل دیوتاؤں کا
سرتاج بیان کیا تھا۔ اُن کے قول کا لب لباب یہ ہے۔ کہ آپ ہی پانچ
تتو یعنی عناصر کے بانی اور مخلوقات کونین کے آفریدگار ہیں۔ جو کچھ
انتظام قدرت ہے وہ آپ ہی کے اشارے پر چل رہا ہے۔ ورنہ کسی
کی مجال نہیں کہ تنکا بھی ہلا سکے۔ آپ کی مرضی کے بغیر پتا بھی نہیں ہل
سکتا۔ لیل و نہار کو سفید و سیاہ کا اختیار آپ ہی نے دیا ہے خلاصہ
یہ کہ جو کچھ ہیں آپ ہی ہیں آپ کی بقا ہے سب کو فنا ہی آپ قادر مطلق
ہیں اور سب مجبور و ناچار اسی طرح بہت کچھ استت کر کے دروپدی آبدیدہ
ہو کر کہنے لگی۔ کہ ہائے آپ ایسے پورن برہم۔ سرو شکتیمان کے بھائیوں
یعنی پانڈوؤں کی میں رانی۔ آپ کے دوست دھرشٹ دمن کی بہن۔ مہاراجہ
دروپد کی بیٹی جھونٹا پکڑ پکڑ کر بھری سبھا میں دوشاسن کھینچے مادر زاد ننگا
کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑے راجہ دھرتراشٹ اور بھیشم پتامہ ٹکر ٹکر دیدم
دم نہ کشیدم پر عمل کریں آپ کے بیل افگن کوہ پیکر بھائی بیٹھے بیٹھے دیکھیں
اور دم نہ ماریں ہائے کیسا نازک وقت تھا ننھی سی جان پر نہ جانے کیا
بن رہی تھی۔ اُف جس وقت دھیان آتا ہے جان اُڑ جاتی ہے اور جب
پران پتیوں کی خاموشی پر نظر جاتی ہے تو زمین و آسمان اُلٹ پلٹ نظر آتا
ہے۔ ارجن کے گانڈیو دھنش پر لعنت بھیم سین کے گرز پر تف۔ نکل
کی بہادری پر تین حرف۔ سہدیو کی طاقت کو دھکار۔ ہائے سب آڑے
وقت میں سول کھینچے رہے کاندھی دے گئے اور وہ ان کوروؤں کے

سامنے ارجن کو چٹکی سے مسل ڈالنا کوئی بات نہیں - جو پانڈوؤں کی نظر میں اگر کچھ ہیں تو مکھی مچھّر کے برابر +

ہائے دریودھن نے ہم سب کے ساتھ کیا کیا بدسلوکیاں نہیں کیں پہلے طالب علمی کے زمانے میں ماتا کنتی بہمیت خارج البلد کیا - پھر بھیم سین کو زہر دیا - دریا میں ڈبویا - سانپوں سے ڈسایا - بعدہٗ بارناوٹ بھجوا کر لاکھا مندر میں جلا کر خاک ہی کر دیا ہوتا بھلے کو خبر لگ گئی اور بھیم سین سب کو کاندھے پیٹھ کمر بازو پر لاد کر لے بھاگے نہیں تو مہاراجہ پنڈو کے بیٹوں کا پتہ بھی نہ لگتا - جب میرا سوئمبر ہوا تو ارجن کی فتحیابی کے وقت کوروؤں نے کونسی بات اٹھا رکھی یہ تو کہئے کہ پانڈو - ڈیرو گھسٹر و دلاچنا نیر سکے جو سے نہ تھے نہیں تو اب تک کوئی کیوں زندہ رہ سکتا کورو سب کو پیس کر رکھ دیتے کہیں ہڈیوں کا بھی پتہ نہ ہوتا - اب چھل کپٹ سے جوئے میں سب راج پاٹ جیت لیا تیرہ برس کا بن باس دیا مجھ پر جو بدعت کی وہ اگر دوسرے پر ہوتی تو جی چھوٹ جاتے عزت و آبرو عصمت وعفت کی خیریت نہ تھی مگر اب کا احسان ہے آپ کی نظر عنایت تھی کہ آبرو بچ گئی ہیں نے دوشاسن ایسے ظالم سے آپ کا نام رٹ رٹ کر سب کی ناک رکھ لی - مگر مجھے افسوس یہ ہمیشہ رہیگا کہ ایسے بہادر پانڈو میرے پرمیشور میری ایسی مصیبت میں کنائی کاٹ گئے - صرف ساتھ دیا - تو آپ نے - ہائے میں آپ کے بھائیوں کی رانی ایسے اعلےٰ خاندان کی بیٹی اور آپ کے ہوتے میری یہ بے عزتی - یہ ہنسی یہ درگت ہو - اگر اس کا دشمنوں کو مزہ نہ چکھایا تو پھر زندگی پر تف اگر آپ سب خاموش رہے تو کہے دیتی ہوں کہ صبر اصبر صبر اشکر صبر التحمل صبر اشکیب سب رنگ لائے بغیر نہ رہیگا +

دروپدی جس وقت یہ درد دل کی کیفیت کہکر زار زار رونے لگی رشی منی کراہ اُٹھے - آئے ہوئے راجاؤں نے بھی اُس کی جگر خراش فریاد سنی سب کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے - سب کا دل اُمنڈ پڑا -

سری کرشن چندر مہاراج کے دل پر بھی گہری چوٹ لگی۔ مگر اُنہوں نے طبیعت کو روکا دل کو سنبھالا اور تسلی بخش الفاظ میں کہا +

مہارانی دروپدی۔ کیوں گھبرائی جاتی ہو۔ دن گئے ہیں کہ راتیں جس طرح تم اس وقت رو رہی ہو۔ اس کے بدلے کوروؤں کی عورتیں خاوندوں کی لاشوں پر پھوٹ پھوٹ کے نہ روتی ہوں۔ تب کہنا۔ خاوند رن بھوم (رزمگاہ) میں پھڑک پھڑک کے دم توڑ چکے ہونگے رگ رگ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہوگا اور راجہ دھرتراشٹ کی بہوئیں سر پھوڑ پھوڑ کر آنسو بہا رہی ہونگی۔ ارجن کے تیر لہو کی ندیاں بہائینگے۔ لاش پر لاش لوٹتی ہوگی۔ سر خون کے سمندر میں تیرتے ہونگے میری بات پٹ پڑنے والی نہیں جو زبان سے نکل گیا ہے برہما کے مٹانے سے بھی نہیں ہٹ سکتا تم کو واسی کون کہہ سکتا ہے کس کا ایسا منہ تو یہی کہ راجہ جدھشٹر روے زمین کے تاجدار ہوں اور تم اُن کی مہارانی کوروؤں اور اُن کی رانیوں کا تو کہیں پتہ نشان بھی نہ ہوگا۔ میں تو ابھی دو ٹوک فیصلہ کر کے دکھا دیتا مگر افسوس یہ ہے۔ کہ راجہ جدھشٹر نہیں مانتے وہ دھرم کی پرتگیا کے بعد چاہتے ہیں کہ راج پاٹ ملے ورنہ میں ابھی تم پٹ رانی اور تمہارے مخالفوں کی رانیوں مہارانیوں کو لونڈی سے بدتر کر کے دکھا دیتا۔ خیر۔ دیر آید درست آید

مہاراج کرشن جی کی تقریر سنکر دروپدی نے ایک غلط انداز نظر سے ارجن کی طرف دیکھا۔ ارجن بھی اُس کی طرف چبھتی نظر سے دیکھ رہا تھا چار آنکھیں ہوتے ہی ارجن دروپدی کے نفس مطلب کو تاڑ گیا اور بولا۔

دروپد کماری۔ تم اتنی عقلمند ہو کر بھی گھبرائی جاتی ہو ہم لوگوں نے جو کچھ کیا مصلحت وقت اور دھرم کے لحاظ سے ورنہ ایک نامرد سے نامرد بھی اپنی جورو کی بے عزتی نہیں دیکھ سکتا اور یا جان لے کر یا جان دیکر صبر کرتا ہے ہمارے واسطے اُس وقت یہی مناسب تھا کہ دھرم کا دامن پکڑے رہیں دھرم سے روگردانی نہ کریں چنانچہ یہی دھرم آڑے بھی آیا دیکھ لو کہ دشمنوں کی تم سے ایک پیش نہ گئی اب تیرہ برس بات

رہ گئی ہے وہ کچھ بھی نہیں - ادھر یہ زمانہ گزرا اور اُدھر ہم نے سب کی چولیں ڈھیلی کیں - سُن تو لو مہاراج سری کرشن جی کیا فرما رہے ہیں دنیا ادھر کی اودھر اور دن رات ہو جائے - پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں - زمین آسمان ہو جائے مگر ان کی بات میں رتی بھر کا فرق نہ ہو اس سے تم صبر رکھو کورو بغیر سزا پائے رہ سکیں کیا مجال - ہاں ذرا دھرم پر تگیا پوری ہونے کا انتظار ہے +

ورشٹ دمن (فرزند راجہ درو پد برادر دروپدی) بہن تم بیفکر رہو بالکل نہ گھبراؤ ایک ایک سے ساری کسر نکال لی جائیگی تب ہم لوگوں کو چین ہوگا - گو میں ناچیز ہوں حقیر ہوں بہادروں کے سامنے میری کیا بساط کیا کائنات مگر بیڑا اُٹھاتا ہوں کہ درونا چارج کو میں ہی فرش خاک پر سلا کر دم لونگا - بن چلا ہے گرو او رمنہ سے نہ نکلا کہ او دریودھن او دوشاسن کیا نالائقی کر رہے ہو - اس کی سزا بس یہی ہے - کہ میں اُس کو زمین پر لوٹتا ہوا دکھاؤں یاد رکھنا کہ سب کی موتیں ایک ایک کے ہاتھ لکھی ہیں سکھنڈی بھیشم پتامہ کو بان سیجیا پر سلائیگا بھیم سین دریودھن و دوشاسن کا چرسا نکالیگا ارجن کرن کو چٹنی کرے گا اور اسی طرح کوروؤں کا خاندان تحس نحس کئے بغیر ہم لوگ اب باز رہنے کے نہیں صرف راجہ جدھشٹر کو پرتگیا پوری کرنے کی دیر ہے - ہم کو کوروؤں سے دبنے ڈرنے اور اُن کی دبڑو گھسڑو بننے کی وجہ کیا وہ کون دو باہیاں ہیں - اُن میں جان ہی کیا ہے مہاراج کرشن دیو اور سری بلدیو جی کے ہوتے ہوئے ہم کسی کی حیثیت ہی کیا سمجھتے ہیں کسی کا ہمارے سامنے دم ہی کیا ہے - جو ہیچ ما دیگرے نیست ہے اگر کال بھی ہو تو ایک جھپٹ ایک ادھچڑ - ایک کھینچی ایک جھپٹ میں کام تمام کرکے رکھ دیں +

سری کرشن جی - راجہ جدھشٹر کی پرتگیا سے کچھ بس نہیں - نہیں تو کوروؤں کو مزہ معلوم ہو جاتا - جب ہستناپور میں چوسر بچھی تھی اس وقت میں دوارکا میں نہ تھا اگر مجھے ذرا بھی سن گن معلوم ہوتی یا پانڈو

خواہ درو پدی ہیں سے کوئی یاد کرتا تو کسی نہ کسی طرح حاضر و غائب میں ضرور
موجود ہو جاتا اور پھر دیکھتا کہ بد معاش شکنی کیا کرتا ہے نالائق دوشاسن
میں کتنی طاقت ہے۔ میں اول تو اس فعل سے روکتا اگر میری بات نہ رکھی
جاتی تو ایسا مزہ چکھا دیتا کہ سات جنم تک یاد رکھتے خیر اب تو جو ہونی تھی
ہو چکی۔ راجہ جدھشٹر اجازت نہیں دیتے ورنہ اسی وقت ہستناپور
میں گھر گھر ماتم ہو جاتا۔ اب میں آ گیا تو مزاج پرسی ہی سہی مگر یہ لوگ سزا
کے مستحق ضرور ہیں۔ اسی لئے میں کوروؤں کے مظالم کا حال سُنتے
ہی یہاں پہنچا۔ دوارکا میں پانی تک نہ پیا۔ اب کے راجہ جدھشٹر کے
اختیار میں ہے جو چاہے کریں ✦

ادھیائے ۹

سری کرشن چندر جی کی دوارکا کو اور درشٹ دمن وغیرہ کی اپنی اپنی راجدھانیوں میں واپسی

سری کرشن جی ہستناپور کے عالم آشوب میں کہاں تشریف فرما تھے
اس کی کسی کو خبر نہ تھی۔ راجہ جدھشٹر بھی یہ جانتے تھے۔ کہ وہ ایسے
موقع نازک پر ضرور رونق افروز ہوں گے مگر وہ نہ آ سکے جس وقت مہاراج
ممدوح الوصف نے دوارکا سے غیر حاضری کا ذکر تو اس خیال کو لئے
ہوئے اور باتوں کے ختم ہونے پر راجہ جدھشٹر نے دریافت کیا
کہ آپ دوارکا میں نہ تھے یہ تعجب کی بات ہے آخر تھے کہاں کوئی
ضرورت کوئی وجہ ؟
سری کرشن جی۔ میں تو آپ کے جگیہ میں رہا یہاں ششپال کی اچھی
طرح مرمت ہوئی تو راجہ ششپال میری عدم موجودگی میں دوارکا پر چڑھ دوڑا

خوب خوب ہاتھ دکھائے۔ ہزارہا نازک بدنوں کو خاک و خون میں ملا دیا کشتوں کے پشتے باندھ دیئے۔ مجھ پر بھی خوب آوازے کسے۔ بُرا۔ بھلا سخت سُست کہا۔ وہ ڈنکے کی چوٹ پکارتا تھا۔ کہ کرشن کہاں ہے۔ سامنے آئے منہ دکھائے۔ میں مزہ چکھاؤں۔ خاک پر سلاؤں۔ غرور توڑوں جیتا نہ چھوڑوں۔ میں وہاں ہوتا۔ تو کس کی مجال تھی۔ کہ لام کاف بکتا۔ اُسی وقت گرم چمٹا ہوتا اور زبان تلوار ہوتی اور جان نگر بیٹھے بیٹھے سب کو گالیاں دیتے ہیں۔ منہ پر گالیاں دینے والوں کا منہ ہی نہیں دیکھا۔ جب شال نے اودھم مچائی۔ تو پردمن نے جواب ترکی بہ ترکی دیا۔ خوب لڑائیاں ہوئیں بہت سے معرکہ ہائے کارزار گرم ہوئے۔ مہینوں تک اچھی طرح مار دھاڑ ہوتی رہی۔ آخر شال کو زخم کاری لگا۔ اور وہ اپنی راجدھانی میں لوٹ گیا۔ دوارکا کے ایک ذرہ پر بھی قبضہ نہ کر پایا +

وہاں تو یہ خون خرابہ پہلے ہی ہو چکا تھا۔ مگر جب میں تمہارے جگیہ سے دوارکا میں واپس گیا۔ تو اور ہی رنگارنگ دیکھی۔ میرے تن بدن میں آگ لگ گئی اُسی وقت اٹھ کھڑا ہوا۔ راجہ شال کو پیام جنگ دیا۔ وہ سنتے ہی فوراً فوج جرار لئے ہوئے مارنے مرنے کو تیار ہو گیا۔ لڑائی شروع ہوئی۔ مگر ایک ہی وار نے راجہ شال کو رہگزائے عدم کر دیا۔ ساری فوج بھاگ کھڑی ہوئی۔ میں بھی اپنی سلطنت دوارکا میں واپس آیا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ میں لاعلمی کی حالت میں آپ کے یہاں پہنچ نہ سکا خیر گذشتہ را صلوٰۃ۔ ابھی سبھی دشمن جانتے کہاں ہیں۔ یہ فرما کہ مہاراج کرشن چندر نے رخصت طلب کی اور اور سوبھدرا اور ابھمن کو طلائی اور جواہر نگار رتھوں پر سوار کئے اور دروپدی کا بھائی دھرشٹ دمن اپنے پانچوں بھانجوں یعنی دروپدی کے بیٹوں کو لئے ہوئے اپنی دارالحکومت کو روانہ ہو گئے۔ بہت سے رشیوں منیوں نے بھی اپنے آشرموں کی راہ لی +

ادھیائے ۱۰

راجہ جدھشٹر کی کامیک بن سے رخصت۔ باشندگان اندرپرست کی آہ وزاری پھر عزم سفر۔ دویت بن میں قیام

جب سری کرشن چندر جی نے دوارکا کی طرف رُخ کیا۔ پانڈوؤں نے بھی برہمنوں کو نقد وجنس زر وجواہرات سے مالا مال کرکے وہاں سے آگے قدم بڑھایا۔ شستر۔ بستر سب دوارکا میں بھیج دیئے۔ کہ فقیری اور صحرا نوردی کی حالت میں اُن کی ضرورت ہی کیا۔ جب شاہی لباس زیب تن کریں گے۔ تب زلیور آہن بھی پہن لینگے۔ تمام باشندگان اندرپرست نے رخصت کے وقت گھیر لیا۔ اُن کو خیر مقدم کی خوشی کے بعد جدائی کے رنج نے بڑا دکھ دیا سب ہاتھ جوڑ کے کھڑے ہو گئے +

مہاراج - آپ دھرم کے اوتار اور دھرم کی مجسم تصویر ہیں۔ آپ نے اندرپرست ایسا آباد کیا کہ مہادیوجی کا شولوک بھی گرد ہو گیا۔ ہائے آپ اُسے ویران کئے جاتے ہیں۔ اب ہم کس کے سایۂ عاطفت میں زندگی بسر کریں۔ افسوس! دریودھن کی سمجھ پر۔ جس نے ایسے دھرماتما ہمارے ان داتا۔ پرتھی ناتھ مہاراج ادھیراج کے ساتھ ایسی بدسلوکی۔ اور ایسی نالائقی کی۔ ہم لوگوں کی جان میں جان نہیں۔ رات دن کوفت اور کاہش ہی میں بسر ہوتی ہے۔ اگر آپ کو ہم لوگوں کی زندگی منظور ہے۔ تو قدموں کے ساتھ رکھیئے۔ ہم سے یہ قدم چھوٹا۔ اور بس سمجھیئے کہ ایک دن وم ٹوٹا +

راجہ جدھشٹر آپ فہیدہ ہیں۔ سنجیدہ ہیں۔ زمانہ دیدہ ہیں۔ سرد وگرم زمانہ چشیدہ ہیں۔ آپ کو اسقدر انتشار۔ تردد اور فکر کیوں ہے آپ

میرے دھرم استھان کے باشندے رات دن دھرم ہی سے کام۔ پھر بھلا آپ ہی مجھے دھرم پر تگیا سے باز رکھیں۔ تو تعجب ہو۔ کہ نہیں۔ بارہ برس ہوتے ہی کیا ہیں۔ سویرا۔ دوپہر شام ہوتے ہوتے عمر میں تمام ہو جاتی ہیں پھر بارہ برس کس شمار و قطار میں ہیں۔ بیشک جدائی کی ایک ایک گھڑی بھاری ہوتی ہے۔ ایک ایک دن پہاڑ نظر آتا ہے۔ مگر دانشمند لوگ ان گھڑیوں اور ان دنوں کو اسطرح کاٹ ڈالتے ہیں۔ کہ معلوم ہی نہیں ہوتا کب دن گزرا کب ہفتہ شروع ہوا۔ مہینے بیتتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔ سال یوں کٹتے ہیں۔ کہ جیسے عاشقوں کی شب وصل۔ آپ سب لوگ دھرم پر قائم ہیں۔ کچھ کیوں نہ ہو جائے۔ دھرم سے منہ نہ پھرے۔ اس چرچے اور اس تذکرے میں بارہ برس کیا۔ ہزاروں برس ہوں۔ تو اس طرح گذر جائیں۔ جیسے خوشی کی گھڑیاں۔ آپ سب مجھے دھرم کی راہ میں جانے دیجئے اور دعا کیجئے۔ کہ ہم لوگ اس جادہ ہمت میں ثابت قدم رہیں۔ اور دھرم کی برکت اور استقلال طبیعت کے فیض سے ہمیں وہ دن نصیب ہو کہ آپ سب کو دیکھ کر اپنی زندگی سپھل کریں۔ آپ سب کو یہ چاہیئے۔ کہ میری ہمت بڑھایئے جرأت دلایئے۔ کہ راہ مشکل میں بڑے استقلال سے قدم ماروں۔ اب اس وقت اظہار محبت کا وقت نہیں۔ دل کا کمزور کرنا محبت کی بھول بھلیوں میں پھنسنا ہمیشہ منزل کھوٹی کیا کرتا ہے اس لئے میں اب آپ سے معافی مانگتا ہوں اور یہ درخواست کرتا ہوں۔ کہ خوشی خوشی رخصت کیجئے۔ میں جو قول ہار چکا ہوں۔ اُس سے کبھی جیتے جی نہ پھرونگا۔ قول مرداں جان دارد

دو زبانیں نہیں رکھتے ہیں قلم کی صورت

اچھا۔ اب آپ سب صاحب ہنسی خوشی گھر جائیں۔ اور ہمیں اجازت دیں۔ زندگی ہے۔ تو پھر دیدار ہوگا +

راجہ جدھشٹر کے یہ کلمات سنکر لوگ روتے ہوئے قدموں پر گرے دعائے خیر کی۔ راجہ جدھشٹر پابرکاب ہوتے ہی سب سے صاحب سلامت کر

کے آگے چلتے ہوئے - اہل شہر روتے چیختے چلاتے ڈھاریں مارتے اور سر پیٹتے ہوئے گھروں کو روانہ ہوئے - ایک کہرام مچا ہوا تھا - آہ وزاری کی درد ناک آوازوں سے کلیجے پھٹتے تھے +

جب راجہ جدھشٹر دور نکل گئے - تو اپنے پیارے بھائیوں سے مشورہ کیا کہ بارہ برس قیام کرنے کے لئے کون جگہ مناسب ہے - ارجن نے دویت بن تجویز کیا یہ جنگل نہایت پرفضا تھا - ہر طرف سبزہ زار ہمیشہ بسنت کی سی بہار چھتنارے درخت زمین پر چھائے ہوئے جھرنے ساون بھادوں کی سی جھڑی لگائے ہوئے خلاصہ یہ کہ جنگل میں منگل کے لئے ہر طرح کی صورت تھی - کون چیز موجود نہ تھی جس کی ضرورت تھی - راجہ جدھشٹر نے بھی ارجن کی تجویز پسند کی اور وہاں سے چلے تو منزلیں مارتے اُس صحرائے بہار دشت غیرت گلزار میں پہنچ گئے - جہاں کا نظارہ کچھ عجیب ہی دلفریب تھا - درختوں کی گلفشانی طائروں کی نغمہ خوانی - جھرنوں کی روانی - ہرنوں کی مستی جوانی وغیرہ وغیرہ وہ سامان تفریح تھے - کہ بے ساختہ طبیعت ہری اور دل شگفتہ ہو جاتا تھا - راجہ جدھشٹر نے وہیں ایک کدم درخت کے سائے میں قیام کیا - اور اس طرح اُس نمائش گاہ قدرت کی سیر کرنے لگے - جس طرح راجہ اندر اپنے نندن بن میں - تماشائی باغ و بہار میں رہتے ہیں - راجہ جدھشٹر کی آمد آمد کی خبر سنکر یہاں بھی جوق جوق برہمن آنے لگے اور دھرم کے معاملات پر گلفشانی ہونے لگی +

ادھیائے ۱۱

مارکنڈے کی جدھشٹر کے پاس تشریف آوری

کلمات نصائح

دویت بن میں راجہ جدھشٹر کی رونق افروزی سے خاص چہل پہل

رہنے لگی جنگل میں منگل اور صحرا میں وسہر انظر آنے لگا - رشی منی برہمن - پنڈت آ آکر دھرم چرچا کہنے سننے لگے - دھوم رشی پروہت روز شرادھ کراتے - اور سب کو ایک ایک کی پسند کے موافق کھانا کھلاتے تھے کسی چیز کی کسی کو کمی نہ تھی - ہر وقت میلا سا لگا رہتا تھا - ایک دن مارکنڈے رشی عرف چرنجیو منی تشریف لائے - رشی جی مہاراج کی عزت و عظمت کا کیا پوچھنا - آپ کا مرتبہ سب سے افضل اور حیات جاوید حاصل ہے - راجہ جدھشٹر نے درشن پاکر بڑے ہی اعزاز و اکرام کے ساتھ استقبال کیا - سر عقیدت قدموں پر جھکایا - مارکنڈے جی آسن پر براج گئے - اور راجہ جدھشٹر کی طرف دیکھ کر ہنسے اور چپ ہو رہے سب رشیوں منیوں کو مارکنڈے جی کی بے محل ہنسی پر تعجب ہوا - راجہ جدھشٹر بھی حیران ہوئے - کہ معاملہ کیا ہے - آخر ہنسنے کا سبب اُن سے ضبط نہ ہو اور اٹھ گیا - قدموں پر سر جھکا کر گذارش کی ٭

رشی جی مہاراج بے موقع ہنسنے کی وجہ معلوم ہوئی - رنج کے موقع پر آپ کے ہنسنے سے سب حیران ہیں - خلاف مزاج نہ ہو - تو سبب بیان فرمائیے - ورنہ ہم سب کو ہر وقت خلجان رہیگا ٭

مارکنڈے جی راجیندر مجھے آپ کو بن میں دیکھ کر اُسی وقت کی یاد آگئی - جب سرو شکتیمان سری سرت کمار راجچندر جی تپسیوں کے بھیس میں سری لکشمن جتی اور جنک نندنی سری سیتا کے ساتھ جنگلوں جنگلوں گھومتے رشیہ موک پربت پر قیام پذیر ہوئے تھے اور مجھے ہنسی اس بات پر آئی کہ وہ تو سرشٹی کشات بشن پوران برہمن تھے - اُن کو ترلوک میں کوئی جیتنے والا کون ہو سکتا تھا - کیونکہ فتح و شکست اُنہیں کے ہاتھ میں تھی - ہزیمت و نصرت کے وہی خود مالک ہیں - وہ جو کچھ چاہتے - ایک جنبش نظر میں کر سکتے تھے - مگر نہیں اُنہوں نے راکھشسوں کے ہوش میں لانے اور بھگتوں کو سزا دینے کیلئے صرف بھگتوں کی خاطر پیکر عنصری قبول کر کے صحرا نوردی کی تکلیفیں اٹھائیں - اہل دنیا کو

تلقین و نصیحت کی ۔ کہ دیکھو باپ کی بات بسچ یوں کرتے ہیں ۔ سوتیلی ماں کا لحاظ و پاس اسی طرح کیا جاتا ہے ۔ سعادت مند کا خطاب حاصل کرنے کے لئے ایسی لیاقت چاہیئے چنانچہ اُنہوں نے چودہ برس تک سب عیش و آرام چھوڑ کر بن باس اختیار کیا ۔ ہر طرح کی مصیبتیں جھیلیں ۔ اور اُف نہ کی اب میں دیکھتا ہوں کہ ترتیا کے بعد دواپر میں آپ کو بھی وہی عزت نصیب ہوئی ہے ۔ کہاں تو وہ دن کہ راجسوئی جگیہ میں تمام روئے زمین کے راجے مہاراجے آستان دولت پر ماتھا گھستے تھے ۔ کہاں آج یہ صحرا نوردی ۔ مگر راجہ جدہشٹر خوب یاد رکھیئے ۔ کہ دھرم کی راہ سے کبھی قدم ڈگنے نہ پائے ۔ ست میں بال بھر فرق نہ آئے ۔ اس وقت بارہ برس آپ کو جگ معلوم ہوتے ہونگے ۔ مگر دیکھیئگا ۔ کہ جہاں دھرم اور ست کی بدولت آپ نے اپنی دلچسپی کے شغل پیدا کر لئے ۔ بس وہاں معلوم بھی نہ ہوگا ۔ کہ کب اور کیونکر یہ دن کٹ گئے ۔ میں آپ کو خوشخبری سناتا ہوں ۔ کہ یہ دن کٹنے کے بعد راج پاٹ سب آپ کا ہوگا ۔ اور لکشمی آپ ہی کا دم بھریگی اتنے دنوں خوب استقلال سے بسر کیجئے ۔ مارکنڈے جی نے اس کے سوا اور کوئی بات چیت نہ کی ۔ اور ختم کلام کر کے سیدھے ہمالیہ پربت کی طرف چل دیئے ۔

ادھیائے ۱۲

والبرشی کی آمد عفو و سزا کے متعلق چند نصیحتیں دروپدی و بھیم سین کا دریودھن کی مخالفت میں جوش و خروش و راجہ جدہشٹر کی عاقلانہ فہمائش

دویت بن کی رونق کچھ اور ہی ہو رہی تھی۔ سارا بن آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا وسیع تالاب کے چاندی کی طرح چمکتے ہوئے صاف و شفاف پانی میں صورتیں ہی صورتیں دکھائی دیتی تھیں۔ ہزاروں رشی منی جپ تپ ہون اگیاری میں مشغول وید دھنی سے سارا جنگل گونج اٹھتا تھا۔ ہون کنڈ کے شعلوں سے درختوں کے سائے میں بجلیاں چمکتی دکھائی دیتی تھیں۔ پانڈو جب دھنک ہاتھ میں لیتے۔ تو ذرا سی ٹنکار بھی شہر غلک کا دل ہلا دیتی اور جنگل کی بہار اِن مہاتماؤں کے فیض قدم سے برہم لوک کا مزا دکھا دیتی تھی۔ روز ہی مذہبی مشغلے اور رات دن ہی دھرم کے چرچے رہتے تھے۔ اتفاقاً ایک روز والبدرشی وارد ہوئے۔ دھرم منڈلی دیکھکر اُن کی کلی کلی کھل گئی۔ راجہ جدھشٹر نے سر آنکھوں پر جگہ دی۔ دھرم آسن پر بٹھلایا۔ تعظیم و تکریم و مزاج پرسی وغیرہ کے بعد والبدرشی نے کوروؤں کی بیوقوفی حماقت ناقص العقلی کم فہمی پر افسوس کا اظہار فرمایا۔ خوشنودی ظاہر کی۔ کہ مہاراج گو آپ اس وقت بن باسی ہیں۔ راج پاٹ کا کچھ سکھ نہیں۔ مگر سچ پوچھیے۔ تو آپ کو یہ آنند یہ سکھ راج میں بھی نرملا ہوگا۔ آہا کیسی کیسی دھرم کی زندہ مورتیاں آپ کے ارد گرد جمع ہیں۔ بھارگو۔ انگر ابشسشٹ۔ کشیپ۔ اگست اتری وغیرہ رشی آپ کے ظل حمایت و سایۂ عاطفت میں دھرم کے جھنڈے گاڑ رہے ہیں۔ وید دھنی سے سارے اکاشس میں انندمئی چھائی ہوئی ہے۔ یہ کیوں نہ ہو۔ جب کھشتری کا برہمن سے میل جول ہوا۔ پھر تیج بل دھرم بل کا کیا ٹھکانا جس طرح آگ اور ہوا باہم متفق ہو کر بڑے بڑے جنگلوں کو جلا کر راکھ کر دیتے ہیں۔ اسی طرح برہمنوں کا پرتاپ اور کھشتری کا تیج ایک دوسرے کا شریک ہو تو پھر کسی دشمن کا بچاؤ کہاں۔ روئے زمین کے شور سے شور اور بہادر سے بہادر راجوں مہاراجوں کو زیر کرنے والے بھیم سین وارجن۔ نکل۔ سہدیو دھرم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہاتھ پاؤں نہیں ہلا سکتے۔ انہوں نے اپنی آزادی اور اپنی بہادری دھرم کے ہاتھ میں دے رکھی ہے۔ ورنہ کس کی مجال تھی۔ کہ ان کی ایک جھڑپ بھی سہہ سکتا۔ خیر یہ بھی موقع ہے۔ اور یہی بات ہے۔ کہ جس سے پانڈوؤں کی تین لوک میں تعریف ہو رہی ہے؛

اور تعجب کیوں نہ ہو آپ لوگوں نے ؎

در عفو لذتیست کہ در انتقام نیست

پر عمل کیا طرح دینا بڑوں اور لائقوں کا کام ہے۔ نالائقوں کو اس کا مزہ کیا
مہاراجہ جدھشٹر ہمارے ہادیوں نے اخلاق زندگی کے باریک سے باریک
مسئلے میں بھی کوئی بات اُٹھا نہیں رکھی۔ کہاں غصہ جائز ہے۔ کہاں
طرح دہی یا عفو قصور۔ اس بارے میں دفتر کے دفتر لکھ ڈالے ہیں
مگر میں آپ سے لب لباب بیان کرتا ہوں ؛

ہمارے بزرگوں کی ہدایت ہے۔ کہ اگر کسی شخص سے قبل میں نیکی ہوئی
اور اُس کے بعد کوئی بدی تو ایسی بدی کو قطعی نظر انداز کر دینا چاہیے
اس کے عوض کی ضرورت نہیں۔ اگر کسی سے نادانستہ کوئی قصور
کسی وجہ سے سرزد ہوا ہو۔ تو وہ بھی قابل معافی ہے۔ لیکن کوئی جان
بوجھ کر کسی خطا کا خطاوار ہو۔ اور اپنی نادانستگی کا اظہار کرے۔ تو ایسے
شخص کو بے تکلف چشم نمائی کرنا لازمی ہے۔ چشم نمائی ہی نہیں بلکہ اندازہ
جرم سے زیادہ سزا دینا چاہیئے۔ اگر ناواقفیت میں کوئی کام ہو گیا ہے
تو بعد تحقیق واقعی درگزر کرنے میں ہرج و مضائقہ نہیں۔ اس کے ساتھ
ہی اس جزا و سزا کے واسطے وقت اور موقع کا بھی لحاظ کرنا ضروری ہے
یہ بھی دیکھ لینا مقدم ہے۔ کہ شہزور ہیں۔ یا مستحق سزا۔ بالفرض کوئی آدمی
طاقتور ہے۔ اور اس کو سزا دینے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ تو
اس کے اعزا و اقربا کی طاقتوں کا بھی اندازہ کر لینا چاہیئے کیونکہ
اُن کا سر ابھارنا بھی موجب خطر ہی ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ اس
شخص کو بھی سزا دے ڈالنا واجب نہیں۔ جس کی سزا کے سبب
سے آئندہ کے لئے طرح طرح کے خطرے اور اندیشے پیدا ہونے
کا احتمال ہو۔ اہل خطا کو سزا دینا ضرور فرض ہے۔ مگر خاص خاص
ضرورتوں کا طرح دینا بھی انسان کی لیاقت کا اعلےٰ نمونہ دیتا ہے
غصے بغیر کوئی کام نہیں۔ چنانچہ یہ ایک مثل مشہور ہے کہ

بے ہو بریت نہیں لیکن ؎

ہر سخن موقع و ہر نکتہ مکانے

ہر معاملے میں موقع و محل پر نظر رکھنا مناسب ہے۔ کاتا لے دوڑے
کی ضرورت نہیں۔ جب کھشتری راجہ نے حسب موقع اپنا رعب و داب قایم
کیا وقت پر وقت سے کام نہ لیا۔ اس کی عزت خیر باد کہہ گئی۔ جسنے دشمنوں
کو دھرم کے خیال سے آزاد کر دیا۔ اُسنے اپنے حق میں کانٹے بوئے۔ دشمن
کو چھوڑنا چوٹ کھائے ہوئے کالے ناگ کو آستین میں پالنا۔ یا ناگن کے منہ میں
انگلی دینا ہے۔ جب کھشتری نے اپنے کو طرح دی۔ گویا سانپ کو دودھ پلایا
اپنے ہاتھ سے اپنے گلے پر تلوار پھیر لی۔ مگر ہاں جب طرح دی اسوقت غیظ و
غضب بھی ٹھیک نہیں۔ طرح دہی اور معافی موقع موقع کی درست ہے۔ اگر معافی
ہی معافی کا سلسلہ چلایا جائے۔ تو نہ انتظام ملک بیٹھے نہ کوئی کار و بار ہو۔ نوکر
چاکر بھی لمبی تانے پڑے رہیں۔ کوئی بات حکم نہ سنے۔ ہاتھی لاکھ کہنے میں ہو۔ مگر
آنکس ضرور چاہیئے۔ گھوڑا ہزار سدھا ہوا ہو۔ مگر لگام بغیر قابو میں نہیں۔ اتنے
بڑے اونٹ کو نکیل ہی بس میں رکھتی ہے۔ ذرا سی کشتی بغیر ہندر رکھنے
پر نہیں چلتا۔ یونہی جو دباؤ نہیں رکھتا۔ بات بات کو نظر انداز کرتا ہے اس
کو نقصان ہی نقصان ہے۔ اس سے عقلمندوں نے نصیحت کی ہے۔ کہ جہاں
رحم و کرم کا موقع ہو۔ وہاں انسان رحم و کرم کرے۔ اور جہاں تادیب کا
موقع ہو۔ وہاں تادیب سے ہی کام لیا جائے۔ مثل ہے۔ گربہ کشتن روز اول۔ یہ
دیکھ لیجئے۔ آدمی اپنے ہی جسم کے بگڑے ہوئے خون کو نشتر کے ذریعے سے نکال کر
باہر کرتا ہے۔ اور تب آرام پاتا ہے جب تک کیفیت ہے۔ تو ہر فساد کرنیوالے
کو خواہ وہ اپنے جسم کا ہو خواہ دوسرے کے دل کا فوراً دور کر دینا چاہیئے۔ اگر ایسے
موقع پر رحم سے کام لیا جائے۔ تو اپنی سلامتی سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہوتا ہے۔ مجھے
معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے بھی اسی طرح دہی اور در گزر سے مصیبتیں جھیلی ہیں۔ مگر مضایقہ
نہیں۔ دھرم کے راہ میں چلنے والے ٹھوکروں کی پرواہ نہیں کرتے۔ آپ
کو اس رحم و کرم کا پھل ملے بغیر نہ رہے گا۔ اور جائز غصہ اپنے موقع

پر وہ کام کرے گا۔ جو تیر بہدف ہو۔ جس کا نشانہ خالی ہی نہ جانے۔

جس وقت والبد رشی خاموش ہوئے۔ دروپدی راجہ جدھشٹر سے بولی۔ پران پتی۔ آپ کے بے موقع رحم و کرم ہی نے سارا رس بو یا۔ اگر آپ ذرا آنکھ ٹیڑھی کر لیتے۔ تو کچھ بھی نہ ہوتا +

بھیم سین (راجہ جدھشٹر سے) آپ سن چکے۔ کہ والبد رشی نے کیا فرمایا۔ ہم سب پر بڑے بڑے ظلم ہوئے ہیں۔ کوئی تکلیف اُٹھا نہیں رہی جس سے ہمیں سامنا نہ ہوا ہو۔ اب کیا وجہ ہے۔ کہ ہم خون کے گھونٹ پیتے رہیں۔ ہر معاملے میں طرح ہی دیئے جائیں۔ ہمارا فرض اور بزرگوں کی ہدایت بھی ہے۔ کہ دشمنوں کو سزا دینا ضروری اور اشد ضروری سمجھیں +

راجہ جدھشٹر۔ تم سب بہت ٹھیک کہتے ہو۔ مگر میں کچھ اور ہی اونچ نیچ سوچتا ہوں۔ جانتے ہو کہ ستارہ برج زوال میں ہے۔ دن بُرے ہیں جن بڑے بڑے پرتاپی راجاؤں کو راجسوی جگیہ کے موقع پر تم لوگوں نے ناکوں چنے چبوا کر مطیع کیا تھا۔ جو جھک جھک کر تمہاری چوکھٹ چومتے تھے۔ وہ اس وقت اگلا غبار نکالنے کے لئے دریودھن سے مل گئے ہیں۔ اس کی طاقت اس وقت ایسی ہو رہی ہے۔ جس کو دیکھ کر کسی قسم کا ہواؤ نہیں پڑتا۔ ادھر گردش قسمت ادہر مخالف کی یاوری اقبال۔ اس پر طرہ یہ کہ دریودھن کے پاس کرن ایسا جہاز تھی جس کی طاقتوں کا ایک زمانہ قائل ہو رہا ہے۔ اس کو بھی جانے دو بھیشم پتامہ۔ درونا چارج۔ کرپا چارج۔ اسوتھاماں وغیرہ کی حمایت کے ہوتے کس کے منہ میں دانت ہیں۔ کہ اس وقت دریودھن کے مقابلے میں ہتھیار اٹھا سکے۔ یہ لوگ ایسے صاحب طاقت ہیں۔ جن کے سامنے دیوتا دبک کے ہاتھ بھی تھر تھرا جائیں۔ اگر ہم نے اس وقت چھیڑ چھاڑ کی۔ تو نتیجہ خراب ہوگا۔ ہم اکیلے ہول گے۔ اور ادھر سارا زمانہ۔ اس سے کال کا ٹو کال سے اپنے کو نہ کٹواؤ۔ کبھی تو تقدیر جیتے گی۔ کبھی تو ہمارا تمہارا ستارہ اوج پر ہوگا۔ سال بھر گھبراتے کیوں ہو۔ جلدی کیا ہے؟ زندگی

کے نزدیک بارہ برس کچھ دور نہیں۔ پھر دیکھنا کہ تمہیں تم ہو گے۔ دشمنوں کا کہیں پتہ بھی نہ ہوگا +

ادھیائے ۱۳

بیاس جی کی رونق افروزی۔ راجہ جدھشٹر و ارجن کو پراتی سمرتی وویا کی تعلیم

راجہ جدھشٹر بھیم سین کے آتش غضب پر تسلی بخش الفاظ سے پانی ڈال ہی رہے تھے۔ کہ بیاس جی نے نزول اجلال فرمایا پانڈووں نے دوڑ کر قدم چھوئے جنونکی بلائیں لیں۔ تشریف آوری کا شکریہ ادا کیا۔ اپنی خوش قسمتی کے اعتراف میں گوہر فشانی کی۔ ویاس جی مہاراج نے سب کو اشیرباد دیا۔ دھرم کی راہ میں ثابت قدمی کیلئے پیٹھ ٹھونکی۔ شاباشی دی۔ اور فرمایا۔ میں نے جب چشم خیال سے دیکھا۔ تو تم سب کی تکلیفات آنکھوں کے سامنے پھر گئیں۔ میرے قدم فوراً ہی تپوبن سے اُٹھ گئے۔ اور دفعتہً یہاں لے آئے۔ ابھی ابھی تم سے اور بھیم سین سے جو باتیں ہو رہی تھیں۔ سب میں نے سنیں۔ تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ مگر اب دو چار باتیں میری بھی یاد رکھو۔ اور ان پر عمل کرو۔ تو مجھے امید ہے۔ کہ بھلا ہی بھلا ہو گا۔ تم کو بھیشم پتامہ۔ درونا چارج۔ کرن کرپا چارج۔ اسوتھاماں سے جو اندیشہ ہے۔ وہ فضول نہیں۔ واقعی آج اُن کا جواب دینے والا دنیا کے پردے پر کوئی مشکل ہی سے ملیگا۔ یہ لوگ دل میں تو قائل ہیں۔ کہ ہائے پانڈووں پر یہ ظلم ہوا۔ مگر جب لڑائی چھڑیگی۔ تو سب کے سب دریودھن ہی کیطرف ہوں گے۔ جس لڑائی کا میں اشارہ کر رہا ہوں۔ وہ شدنی ہے۔ ہوگی۔ اور ضروری ہوگی۔ اسی میں ان سب ظلموں ستموں کا فیصلہ ہو گا۔ اور زیادہ کیا کہوں۔ آپ اور ارجن ذرا تخلیئے میں۔

میں چلے چلیں +

راجہ جدھشٹر تنخلیے میں گئے۔ وہاں پہنچکر بیاس جی نے کہا۔ کہ گھبراؤ نہیں۔ خوشی کے دن گھوڑے کی چال دوڑے چلے آتے ہیں۔ دشمنوں کی موت سر پر منڈلا رہی ہے۔ یہ فرماکر انہوں نے جدھشٹر اور ارجن کو پرتی سمرتی بدیا سکھائی۔ اور فرمایا کہ جہاں مہابھارت حاصل ہوئی بس گھر بیٹھے۔ جہاں کا حال چاہے۔ دریافت کر لینا آنکھ بند کرنیکی بھی ضرورت نہیں۔ اور جہاں چاہنا چلے جانا۔ اندر رودر کے پاس جاؤ گے۔ تو وہ اپنے اپنے عجیب و غریب ہتھیار دینگے۔ برن اور دھرم راج وغیرہ سب خیر مقدم کریں گے۔ سر آنکھوں پر بٹھائیں گے۔ یہ فرماکر انہوں نے راجہ جدھشٹر کیطرف روئے سخن کیا۔ اور فرمایا کہ ارجن اور کرشن نرنارائن ہیں۔ باہم کچھ بھید نہیں۔ اس حال آپ خود کرشن جی کی زبانی سن چکے ہیں۔ بس اب ہر طرح اطمینان رکھیں۔ ارجن کو جو جیتے وہ گویا نارائن کو جیتے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ارجن کو کوئی جیت نہیں سکتا۔ ارجن کو شیو لوک پال اور دیوتا وہ وہ ہتھیار دینگے جن کے سامنے کال بھی نہ ٹھہر سکیگا۔ کوروؤں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ مگر بالفعل میری رائے ہے۔ کہ اب اس جنگل میں قیام کی ضرورت نہیں ؎

درویش رواں رہے تو بہتر آب دریا بہے تو بہتر !

پانی جہاں ایک جگہ ٹھہرا۔ گندگی پیدا ہوئی۔ آدمی جہاں ایک جگہ بہت دنوں تک رہا۔ کوئی نہ کوئی خرابی واقع ہوئی۔ اس سے نقل مقام اچھا اتنا فرماکر بیاس جی چلتے پھرتے نظر آئے۔ جدھشٹر و ارجن نے پرتی سمرتی بدیا کی تحصیل و مشق شروع کی۔ اور دویت بن سے کام بن میں جاکر وہاں بھی رشیوں منیوں کا ایک میلہ لگا دیا +

ادھیائے ۱۴

جدھشٹر کی پیش بینی۔ ارجن سے مشورت۔ ارجن کی تحصیل

فنون جنگ کیلئے اندر کے پاس روانگی۔ تپسوی کے بھیس میں اندر سے ملاقات شستر ودیا سکھانیکا وعدہ

ایک روز راجہ جدھشٹر کو خیال ہوا۔ کہ کوروؤں سے سر بر ہونے اور کھویا ہوا راج پانے کی صورت کیا ہے۔ بھیشم پتامہ کی قوتیں ظاہر ہیں۔ اُن کا سا دھنر وِدیا جاننے والا یعنی تیر انداز روئے زمین پر نہیں۔ انکے علاوہ درونا چارج کرپا چارج کرن۔ اسوتھاماں ایک سے ایک بڑھکر تیر کے دھنی ہیں۔ بان بدیا ان سب کے نام پر ناز کرتی ہے۔ پچھم کی طرف دشمن ہو تو یہ پورب کی طرف رُخ کر کے نشانہ چت کریں۔ مجال کیا جو تیر خطا کر جائے۔ دریودھن ان سب کی خوب خاطر تواضع کرتا ہے۔ اس لئے وہ اُسی کے جاں نثار و غمگسار ہو رہے ہیں۔ آخر ان سے نمٹارا کیسے ہوگا۔ دل کی کسر کس طرح سے نکلیگی۔ دل میں یہ پس و پیش کر کے انہوں نے ارجن سے تخلیہ کیا۔ اور دل کے اندیشے ظاہر کر کے کہا۔ کہ ایسے لوگوں کا مقابلہ آسان نہیں۔ بڑا لوہا لگیگا۔ چوٹی کا پسینہ تلوؤں تک آئیگا۔ تب بھی نجات نہ ہوگی۔ تیر اندازی میں اگر ہماری کچھ طاقت ہے۔ تو تم ہی فتح و شکست تمہاری ہی تیر اندازی پر منحصر ہے۔ ہار جیت کا تمہارے ہی دھنش بان پر دار و مدار ہے۔ اس لئے تم کو مشق ضروری اور تکمیل فن لازمی ہے۔ بیاس جی مجھے اور تمہیں پرتی سمرتی بدیا کے گُر بتا گئے ہیں۔ ان کو سدھ کرو۔ بیشک محنت و تکلیف ضرور ہے۔ مگر بغیر اس کے چارہ نہیں۔ پیارے بھائی۔ صبر و استقلال سے کام لو طبیعت پر فکر کا سایہ نہ پڑنے پائے۔ دل تمام ناپاک خیالات سے پاک رہے۔ ایسی حالت میں کوچ کر کے دھنش لیکر سادھوؤں کے بانے میں ناک کی سیدھ اتر کی طرف جاؤ۔ راستے میں کسی سے بولنے چالنے بات چیت کرنے کی ضرورت نہیں۔ منزل مقصود پر رسائی ہوتے ہی سب کام بن جائیگا۔ برترا اسر کی وہ دھاک بندھی تھی۔ دیوتاؤں پر وہ رعب غالب ہوا۔ کہ سارے دیوتا کانپ اُٹھے۔ اپنے اپنے ہتھیار اندر

کے یہاں چھپا دیئے۔ وہ ہتھیار اب تک اندر کے پاس ہیں۔ تم جاکر اندر کو
ایسا خوش کرو۔ کہ تمام ہتھیار ہاتھ آجائیں۔ اور تمہارا کام سدھ ہو جائے۔ ارجن
نے ارشاد کی تعمیل کی۔ گانڈیو دھنش ہاتھ میں لیا۔ وو اکھشی ترکش سے زینت
کمر بڑھائی۔ کوچ زیب تن کیا۔ اور اگن ہوتر۔ برہم بھوجن۔ دان پن کر کے
اکاش کی طرف دیکھتا ہوا چل پڑا۔ چہرے پر مردانہ تیور تھے۔ دل میں
دھرتراشٹ کی اولاد کے قتل کی دھن بندھی ہوئی تھی۔ منہ سے جو سانس
نکلتی تھی۔ وہ لوہار کی دھونکنی کیطرح آگ کو بھی پھونک دینے والی۔ چہرے
سے وہ جلال برس رہا تھا۔ کہ دیکھنے والوں کی روحیں تھر تھر کانپ رہی
تھیں۔ رشیوں منیوں نے روانگی کیوقت اشیرباد دیا۔ ہر زبان پر اسی مضمون
کے الفاظ تھے۔ کہ

ہے کنتی پتر۔ لبفر رفتنت مبارکباد۔ بسلامت روی و باز آئی۔ تمام مرادیں
کل آرزوئیں پوری ہوں۔ فتح تمہارے قدموں سے۔ دشمن تم سے زیر ہوں۔ ہر موقع پر
بالا تمہارے ہاتھ رہیگا۔ کسی سے پشت نہ ہو کال کے مقابلے میں بھی شکست نہ ہو۔

ارجن کے چلتے وقت دروپدی بھی جوش میں رو پڑی۔ سرگیں آنکھوں
سے آنسوؤں کے عوض ایک موتی کی لڑی آنچل پر بکھر گئی۔ اس نے حسرت
بھری محبت آمیز نگاہوں سے دیکھ رخصت کرتے ہوئے۔ دعا کی۔ کہ

ایشور میرے پران پیارے کی محنت سپھل کرنا کوئی مدعا پورا ہونیسے نہ
رہجائے۔ دارجن سے مخاطب ہو کر) پران پتی جانتے ہو کہ تم سے اور مجھ سے جسم
اور جان کا سا تعلق ہے۔ سمجھ لو کہ تم نہیں جاتے۔ جان جاتی ہے۔ مگر پرواہ نہیں۔
جان کبھی نہیں جاتی۔ جسم البتہ مٹ جاتا ہے۔ کیا مضائقہ جسم نہ رہے۔ تو نہ رہے۔
جان جسم سے نکل جائے۔ تو اس کو فنا نہیں۔ اچھا جاؤ۔ دل پر کسی کی جدائی کا میل نہ لانا
اندر کو جاکر راضی کرو۔ اور خیریت اور عافیت کیساتھ واپس آؤ۔ تم اپنے برادر
معظم کے فرمانبردار مطیع الارشاد۔ تابع فرمان۔ اطاعت گزار اور جان نثار ہو۔
دھرم کے خلاف چلنا ادھرم جانتے ہو۔ دل میں وفا ہے نظر میں مروت ہے
اسلیے بیس مردگن ۸ رُدر. بارہ سورج لبوسئے دیو اسب کو تمہیں سونپ کر

دعا کرتی ہوں۔ کہ ہر ایک خواہش پوری ہو کسی کام میں کسی طرح کھن نہ پڑے
جس وقت دروپدی خاموش ہو چکی۔ ارجن راجہ جدھشٹر اور معصوم رشی کے
چاروں طرف پھر کر اُتر کی سمت روانہ ہوا۔ جو سامنے آتا۔ صورت دیکھتے ہی
ادھر ادھر ہو جاتا تھا۔ ہوتے ہوتے ارجن نے اوج ہوا سے ہمالیہ پہاڑ پر
پہنچکر ایک روز کی منزل طے کی۔ یہاں دیکھا تو بڑے بڑے مقدس اہل ریاضت
رشی منی مصروف عبادت ہیں۔ وہاں سے سیدھیاں بھریں تو گندھادن پہاڑ
طے کرتا ہوا۔ اندر کھیل پربت پر جا پہنچا۔ جہاں اندر کی تفریح گاہیں تھیں۔ اس
پہاڑ پر پہنچتے ہی ایک آواز آئی "بس یہیں ٹھیرو" اس آواز نے ارجن کو چونکا دیا چاروں
طرف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کے دیکھنے لگا۔ پہلے تو کچھ نظر نہ آیا۔ آخر ایک درخت
کیطرف نظر گئی۔ تو ایک تپسوی کو اس کی جڑ پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ اس بزرگ کی آنکھیں
بیر بہوٹی ہو رہی تھیں۔ لمبی لمبی جٹائیں۔ بدن لاغر۔ مگر چہرہ ایسا نورانی کہ آنکھ ٹھیرنا
محال آنکھیں چار ہوتے ہی تپسوی نے کہا:-

یہ مقام میدان جنگ نہیں۔ امن و تسلط کی جگہ ہے۔ یہاں ایشور کے بھگت
بے تپ سے زندگی بسر کرتے ہیں۔ یہاں ہتھیاروں کا کام نہیں۔ پھینکو اپنے
دھنش بان معلوم ہو گیا۔ کہ تم بڑے طاقتور تیر کے دھنی ہو +

ارجن نے گوش دل سے یہ آواز سنی۔ مگر اس نے چھتری دھرم کا خیال کر کے
دھنش بان پھینکنا گوارا نہ کیا۔ اور کہا۔

یہ دھنش بان میری جان کے ساتھ ہیں۔ میں چھتری ہو کر اپنے قدرتی زیور
نہیں پھینک سکتا۔

تپسوی۔ اگر تم ایسے ہی چھتری ہو تو خیر کیا یاد کرو گے۔ جو کچھ مانگنا
ہو مانگ لو میں اندر ہوں۔ آزمانا چاہتا تھا۔ کہ تمہارا دل گروہ کیسا ہے۔

ارجن نے جوں ہی اندر کا نام سُنا ہاتھ جوڑ کر سامنے کھڑا ہو گیا۔ اور عرض کی
سریندر۔ امر نگرپتی۔ اہو بھاگ۔ زہے قسمت کہ آپ نے خود درشن دیئے۔
میں خاص اسی غرض سے یہاں حاضر ہوا تھا۔ مجھے آپ بر دان دینا چاہتے ہیں۔
شکریہ۔ مگر اس کے عوض میری خواہش ہے۔ کہ آپ صرف شستر ودیا سکھا دیں۔

زیادہ تکلیف کی ضرورت نہیں ۔

اندر۔ اس مقام پر شستر استر ودیا کا کچھ کام نہیں۔ یہ آنند لوٹنے اور زندگی کے سُکھ بھوگنے کی جگہ ہے۔ چین آرام آسائش وراحت کے لئے جو چاہتے ہو۔ بے تکلف مانگ لو۔

ارجن۔ طمع نفسانی وخواہش جسمانی دیوتاؤں کو مبارک مجھے ان کی ہوس نہیں۔ میرے بھائی جنگل میں میرا انتظار کرتے ہوں گے۔ مجھے ان کی جدائی گوارا نہیں۔ میرا پہلا فرض یہ ہے۔ کہ ان بدکاروں کو زمین پر سلاؤں۔ جنہوں نے میرے اور میرے بھائیوں کے ساتھ حد درجہ کی بدسلوکیاں ہی نہیں۔ بلکہ عداوتیں اور دشمنیاں کی ہیں۔

اندر۔ میں ضرور تمہیں شستر ودیا سکھاؤں گا۔ مگر پہلے تم ترلوچن ترسول دھاری مہادیوجی کے درشن کرو۔ ان کے درشنوں کا تمہیں بہت پھل لے گا۔ ان کی نظر فیض سے تمہیں سُرلوک تک میں جانے کی قدرت حاصل ہو جائیگی۔ اندر یہ کہکر دیکھتے ہی دیکھتے نظروں سے غائب ہو گئے۔ اور ارجن نے وہیں اپنے قدم گاڑ دیئے ۔

ادھیائے ۱۵

اندرکھیل پربت پر مہادیوجی کی نظر توجہ کے لئے ارجن کی ریاضت شاقہ

ارجن نے اندرکھیل پربت پر آسن جما دیا۔ اس دل کش مقام کی بہار عجب لطف خیز وفرحت انگیز تھی۔ سبزہ زار خوشگوار۔ درخت قطار و قطار پھولوں کی مہک سے دماغ بسے جاتے تھے۔ پھولی پھلی شاخوں پر خوش الحان چہچہاتے تھے۔ کہیں چکور تھرکتی تھی۔ تو کہیں طاؤس طنازہ

کہیں بلبل چہکتی تھی۔ تو کہیں طوطے خوش آواز۔ اگر کوئل کوکتی تھی۔ تو فاختہ بھی کوکو سے نہ چوکتی تھی پپیہے مستانہ آواز سے دلوں پر موہنی ڈالتے تھے۔ ہنس میٹھے میٹھے بولوں سے سرگم کے سر نکالتے تھے۔ نہروں حوضوں کا پانی سچ مچ لاثانی تھا فی الحقیقت آب زندگانی تھا۔ مردہ جسم میں آب وہوا سے جان آتی تھی۔ سیرو گلگشت کیلئے دیوتاؤں کی طبیعت للچاتی تھی۔ کہاں یہ مقام ہستی انگیز کہاں یہ بہارستان جنون خیز۔ دیوتا بھی مست بادۂ سرور ہو جائیں۔ گندھرب بھی نشۂ بیخودی میں چور ہو جائیں۔ مگر نہیں ارجن نے دل کو ہزار زنجیروں میں جکڑا نفس کشی کا دامن پکڑا ریاضت میں جان لڑا دی عبادت میں ہمت دکھا دی۔ تمام نعمتوں پر لات مار کر سوکھے پتوں پر بسر کی۔ اندر کھیل پربت کی راحتوں پر بھولے سے نہ نظر کی ایک مہینہ تیسرے روز کھانا کھا کر گزارا دوسرے مہینے چھٹے چھٹے دن بھوک کا بھوت اتارا۔ تیسرے مہینے پندرہ دن کی نوبت آئی۔ چوتھے مہینے ہوا پھانک کر زندہ رہنے کی سمائی۔ نہ کچھ کھانا نہ پینا صرف ہوا کے آسرے پر جینا۔ ہاتھ آسمان کی طرف بلند طبیعت کو تکلیف جسمانی پسند زمین پر صرف پاؤں کے انگوٹھے کا سہارا۔ سر کی جٹا سے پانی میں سورج کی کرن کا نظارہ۔ اندر کھیل پربت پر غل مچ گیا۔ کہ آہا ایسی تپشیا۔ ایسی ریاضت کہیں کچھ دن اور ہوئے۔ تو نہ جانے ارجن کیا کچھ کرے۔ سب گھبرائے ہوئے مہادیوجی کے پاس گئے۔ التجا کی درخواست کی۔ گذارش کی استدعا کی۔ کہ

مہاراج۔ پربت باسی ارجن کے تپ سے گھبرا رہے ہیں۔ معلوم نہیں وہ کس غرض سے تپشیا کر رہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم پر کچھ آنچ آئے۔ ایسا تپسوی تو آج تک دیکھا ہی نہیں ؞

مہادیوجی۔ آپ لوگ گھبرائیں نہیں۔ ارجن سے آپ لوگوں کو اطمینان رکھنا چاہیئے۔ اس کو سُر لوک کی خواہش ہے۔ نہ اندر لوک کی۔ دولت و ثروت کا بھوکا نہیں۔ آپ کے پربت کیطرف نظر اٹھانے سے اس کو کیا کام مگر ہاں جو وہ چاہتا ہے۔ اُسے میں جانتا ہوں۔ ضرور مراد پوری کروں گا۔

مگر آپ لوگ بے فکر گھر بیٹھیں۔ وہم فضول ہے۔؟

ادھیائے ۱۶

مہادیوجی کا بھیلیہ سروپ۔ ارجن سے جنگ صلح کے بعد مہادیوجی کی چشم رحمت

ارجن کا تپ مقبول ہوا۔ مہادیوجی بھیلیہ کے بھیس میں اندرکھیل پربت پر تشریف فرما ہوئے۔ اس وقت کا سروپ کچھ اور ہی تھا۔ سارے جسم میں کندن کی سی چمک دمک تھی۔ ہاتھوں میں دھنش بان۔ جسم پر رنگ رنگ کے سانپوں کا زیور۔ سری پاروتی جی ہمراہ۔ بہت سی نازنینیں جلو میں جوں ہی ذات مقدس وہاں جلوہ افروز ہوئی۔ کچھ اور ہی رونق ہوگئی سماں وہ سہانا۔ کہ مردہ سے مردہ طبیعت بے ساختہ ہری ہو جائے۔ اُدھر نظارہ دلفریب تھا۔ ادھر ارجن کے سامنے ایک بندیلا آموجود ہوا۔ ظاہر میں تو بندیلے کی شکل و صورت تھی۔ مگر دراصل وہ موک نامی راچھس تھا۔ اس کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھکر ارجن نے دھنش بان لیا۔ اور کہا۔

اسے تیری یہ مجال کہ میرے سامنے آئے۔ ارے کمبخت میں تیرا کیا قصور کر رہا ہوں۔ کہ تو مجھ پر آنکھیں نکالتا دندناتا آرہا ہے۔ ارجن کو جانتا نہیں۔ تیرے عوض ایک تنکا اٹھا کر بھی پھینک دیگا۔ تو سر ٹوٹتا پھریگا۔

مہادیوجی۔ (بھیلیہ کے بھیس میں) خبردار بندیلہ کو نہ مارنا۔ یہ ہمارا حصہ ہے۔ ہمارے تاکتے ہوئے شکار پر کسی کی مجال نہیں۔ کہ تیر چلائے۔

ارجن۔ جو پہلے مارے وہ میری۔ وار مرداں خالی نہ باشد یہ دل میں کہکر اس نے تیر سر کر دیا۔ ادھر ارجن کی چٹکی سے تیر نکلا۔ ادھر شیوجی کی کمان سے اگن بان چلا۔ دونو تیر نشانے پر جم بیٹھے۔ بندیلا معمولی سور نہ تھا۔

معلوم ہوتا تھا۔ مگر دو تیروں کی چوٹ نے اُسے زمین پر ڈھیر کر دیا۔ گرنے
کے ساتھ ہی دم پھڑکنے کی دیر تھی۔ کہ ایک دوسری ہی صورت نظر آئی۔
بندیلے کا نام ونشان ندارد۔ ایک راکھشس کی لاش فرش خاک پر پڑی
ہوئی۔ نظارہ حیرت دکھا رہی تھی۔

شکار کو چت ہونے پر ارجن دیکھتا ہے۔ تو سامنے کچھ اور ہی نظر فریب
کیفیت تھی۔ بھیلیہ مہادیو جی کی وضع وقطع میں آنکھوں پر موہنی ڈال رہا تھا۔
ساتھ والی ماہ وشیں اپنے جمال جہاں آرا سے دل کو موہے لیتی تھیں۔ ارجن
یہ رنگ دیکھکر بہت خوش ہوا۔ اور بھیلیہ (شیوجی) کے پاس آیا۔ لبوں پر
مسکراہٹ تھی۔ اور زبان پر یہ کلام۔

کیوں جی ہمارے تاکے ہوئے شکار پر تم تیر مارنے والے کون۔
شکاریوں کا یہ دھرم نہیں۔ اب چارہ اسی میں ہے۔ کفارہ اس میں ہے۔
کہ میں تم پر تیر چلاؤں۔ اور ایک ہی وار میں چت کروں۔

بھیلیہ۔ (یعنی شیوجی) واہ بچے پر چھینکر بیٹھ گیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ بچہ
بیرا ہی ہے۔ بن ہمارے ملکیت۔ بن باسیوں کے رہنے سہنے کی
جگہ تپسویوں کے تپ جپ کا مقام۔ اس پر لطف یہ کہ تو بھولا بھٹکا۔ یہاں
آیا۔ تو غریبے ڈبے دکھانے لگا۔ جوانی کے زعم نے آنکھیں بند کر رکھی
ہیں۔ طاقت کے غرور نے اندھا کر دیا ہے۔ نظر آئے تو کیا خاک پہلے یہ بتا کہ
تیرے یہاں آنے کا سبب ہی کیا ہے۔ تجھے یہاں آنے کی وجہ مجھے تو یہ
نازک نازک ہاتھ پاؤں دیکھکر ترس آتا ہے۔ صورت دیکھتا ہوں۔ تو طبیعت
خوش ہوتی ہے۔ اس لئے بانوں کا رُخ تیری طرف نہ ہوا۔ کیونکہ دل گواہی
دے رہا تھا۔ کہ دکھ کے عوض سکھ اٹھانے کے لائق ہے۔ اب تک ٹھہرنے کا باعث بھی یہی تھا۔

ارجن۔ میں بھی کوئی گیا گذرا۔ ولاچینا۔ ڈر وگھبرا نہیں۔ یہ دیکھئے۔ میرا
گانڈیو دھنش۔ اور یہ اگن بان۔ جس کی طرف تیر کا منہ کر دوں۔ جھلس کے رہ جائے
یہی دھنش اور یہی بان ہے۔ جس کے بوتے جس کے بھروسے پر میں اس جنگل
میں ڈٹا ہوا بیٹھا ہوں۔ خود دیکھ لیا ہوگا۔ کہ اتنے بڑے بندیلے کو

کسطرح شکار کیا +

شیوجی ۔ منہ دھو رکھو۔ تجھ میں اس کے مارنے کی کیا طاقت تھی۔ جب میرا تیر کلیجے پر بیٹھا۔ تب اس کا خاتمہ ہؤا۔ میں دیکھتا ہوں۔ کہ تو اپنے غرور ہی میں چڑھا جاتا ہے۔ نہ کمان کھینچنے کی تمیز نہ بان چلانے کا وقوف۔ پھر بندیے کو مارنا اچھا بڑا بہادر رہے۔ تو وار روک سمجھ لے۔ کہ خیریت نہیں +

ارجن ۔ جا گھر بیٹھ۔ تجھ ایسے باون ہزار میری جیب میں پڑے ہیں تجھ ایسے نہ معلوم کتنوں کو چرائے بیٹھا ہوں۔ ارجن کے تیروں کو تو نہیں پہچانتا بڑے بڑے شیروں کو اس نے لومڑی بنا دیا ہے۔ تو نے پہل کی۔ میں نے سمجھ لیا۔ کہ تیری موت کا پیغام آگیا ہے۔ لے سنبھل۔ وہ تیر آیا +

ارجن کو اس وقت حد سے زیادہ غصہ تھا۔ آنکھیں سُرخ سُرخ ہو رہی تھیں۔ بدن کانپ رہا تھا۔ دل میں چاہتا تھا۔ کہ بوٹی چبالوں۔ اس نے تیر پر تیر مارنا شروع کئے۔ مگر وہاں رویاں بھی میلا نہ ہؤا۔ سارے تیر خالی گئے +

شیوجی نے کہا بس ٹائیں ٹائیں فش۔ ارے اننتی تیر خالی۔ اسی برتے پہ تتا پانی +

ارجن کو اس بات پر اور بھی طیش آیا۔ اس نے دھنش سے بانوں کی بوچھاڑ کر دی۔ لیکن پھر بھی شیوجی کا بال بیکا نہ ہؤا۔ ادھر ارجن تیر برساتا تھا۔ ادھر جیسے ہوا بہتی تھی۔ شیوجی ہاتھوں سے تیر پکڑتے جاتے تھے۔ ارجن کی ایک پیش نہ جاتی تھی۔ مخالف کے چہرے پر میل تک نہ دیکھ کر ارجن کو حیرت ہوئی۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ کہاں میرا گانڈیو دھنش۔ کہاں میرے بے خطا تیر۔ دو گھڑیاں گزر گئیں۔ ترکش خالی ہو گئے۔ اور چٹکی سے مسل جانے کے لائق بھیلیہ پر تیروں کا سایہ بھی نہ پڑا۔

ارجن دل میں گھبرایا۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ میرے تیروں کو برداشت کرنے کی طاقت بڑوں بڑوں میں نہیں۔ پہاڑوں کو چھلنی کر کے رکھ دوں تیروں کا ایسا چھتر چھا دوں کہ موسلا دھار پانی کی ایک بوند زمین پر نہ گرے میں نے ہزار ہا بان مارے۔ اور بھیلیہ جیسے کا تیسا ضرور کچھ بھید ہے۔ کہیں اس

بھیس میں شیوجی نہیں۔ کیونکہ ہمالیہ پہاڑ انہیں کی تفریح گاہ ہے۔ مگر پھر بھی
دلکو یقین نہ آیا خیال ہوا۔ کہ کہاں بھیلیہ کہاں شوجی۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک
اسی خیال کے ساتھ ارجن کو اپنے تیروں کے خالی جانیسے غیرت معلوم ہوئی۔
اور تہیہ کر لیا۔ کہ بغیر مارے نہ چھوڑوں گا۔ اگر بھیلیہ کو نہ مارا۔ تو کام ہی کیا کیا۔
اس جوش غیرت میں اس نے اگن دیو کو یاد کیا۔ اور وہ ترکش استعمال کیئے۔ جو
انہوں نے کھانڈو بن جلانے کے وقت مرحمت کیئے تھے۔ اُن ترکشوں میں
یہ وصف تھا۔ کہ لاکھ تیروں کا مینہ برسایا جائے۔ مگر کبھی خالی نہ ہوں۔ ارجن
نے حالت غیظ و غضب میں ان ترکشوں سے کام لیا۔ تیروں کی بارش شروع
ہوئی۔ مگر ہر تیر گرم توے پر کی بوند سے زیادہ کام نہ کر سکا۔ سارے تیر بھیلیہ نے
ہضم کر لیئے۔ ان ترکشوں کی بھی ایک نہ چلی۔ ارجن دل ہی دل میں کُڑھتا تھا اس
نے زچ ہو کر گانڈیو دھنش سر پر دے مارا۔ اور دھینگا مشتی کرنے لگا۔ بھیلیہ
نے گانڈیو دھنش ہاتھ سے چھین لیا۔ اور ارجن کی ایک نہ چلنے دی۔ دھنش کے
ہاتھ سے چلے جانے پر اس نے تلوار اٹھائی۔ ایک تلا ہاتھ سر پر رسید کیا جو نہیں
تلوار سر پر پڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی۔ پنکھڑی کی سی چوٹ بھی نہ آنے پائی ارجن
کی جیوں جیوں ہیٹی ہوتی تھی۔ اسی قدر جوش بڑھتا جاتا تھا اب اس نے پتھر مارنا شروع
کیا۔ درختوں سے ڈھ بال چور چور کرنے کیلئے ہاتھ پاؤں مارے جب اس سے بھی تھک
کر ہارا۔ تو خم ٹھونک کر کمر سے لپٹ گیا۔ اور لنگر کشتی لڑنے اپنے امکان بھر خوب
زور لگایا۔ بڑے بڑے داؤں پیچ کئے۔ یہاں تک کہ ہاتھ پاؤں شل ہو گئے۔
اس پر طرہ یہ ہوا کہ شیوجی نے ایک دھکا دیا تو ارجن زمین پر جا رہا۔ شانے چت گھڑی تک ہوش نہ آیا
دو گھڑی بعد رفتہ رفتہ ہاتھ پاؤں میں جان آئی۔ اوسان ٹھیک ہو گئے۔
شکست کی ندامت سے بدن پسینہ پسینہ ہو رہا تھا غیرت مارنے مرنے کے
لئے اُکسا رہی تھی۔ تلووں سے لگی تھی۔ کہ مخالف کو نیچا نہ دکھایا۔ تو کچھ کام
نہ کیا۔ خود ہمت نہ پڑتی تھی۔ آخر مہادیوجی کا سہارا لیا۔ مٹی کا پنڈ بنا کر ہار پھول
چڑھائے۔ اور درخواست امداد کی۔ آنکھ بند کر کے کھولی۔ بھیلیہ سامنے موجود
تھا۔ اور مہادیوجی کی پنڈی پر چڑھائے ہوئے ہار پھول اس کے

گلے میں نظر آئے۔ اب تو ارجن کی آنکھیں کھلیں۔ دوڑ کر قدموں پر گر پڑا۔ اور بولا ✦

مہاراج آپ کے بھیس سے دھوکا ہوا۔ معاف کیجیئگا۔ میری خطا نہ تھی۔ نظر ظاہر بیں کا قصور تھا ✦

شوجی نے ارجن کو قدموں پر سے اٹھاکر سر پر ہاتھ پھیرا۔ پیٹھ ٹھونکی۔ اور خوش ہوکر فرمایا۔

شاباش ارجن تم انسان ہوکر ایسے صاحب تحمل۔ میں تمہارے استقلال سے بہت خوش ہوا۔ چھتریوں کو ایسی ہی ثابت قدمی چاہیئے۔ تم واقعی اپنا نظیر نہیں رکھتے۔ اسمیں شک نہیں۔ کہ تمہاری قوت بازو مجھ سے کم نہیں۔ میں اپنی اظہار خوشنودی کیلئے تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ گذشتہ جنم میں تم ایک رشی تھے اس جنم میں انسانی دشمنوں کا کیا ذکر دیوتاؤں تک کو سر کرکے چھوڑوگے۔ لو میں تمہیں اپنا استر دیتا ہوں۔ اس کو زیب تن کرو۔ یہ وہ استر ہے۔ جس کے سامنے کوئی دوسرا استر کام نہیں دے سکتا۔ تمام استر اس کا لوہا مانتے ہیں۔ یہ فرماتے ہی۔ ارجن کی آنکھ جھپکتے جھپکتے خود بدولت اصلی اپنے مروپ میں سری پاروتی جی کے ساتھ پیش نظر ہو گئے۔ ارجن نے دیکھا تو کچھ اور ہی صورت سامنے تھی۔ گھٹنے ٹیک کر زمین پر سر جھکادیا۔ اور مودبانہ الفاظ اور خوشگوار لہجے میں استتی کرکے معافی چاہی ✦

مہادیوجی نے ارجن کے حسن عقیدت کو سراہا۔ ادب ولحاظ کی تعریف کی نادانستہ خطاؤں کی معافی دی۔ اور بڑے پیار سے ہاتھ پکڑ لیا ✦

ادھیائے ۱۷

ارجن کی کامیابی مقصد۔ مہادیوجی کی چشم رحمت۔ پاسپت استر کا عطیہ

جس وقت مہادیوجی کی ارجن پر نظر عنایت ہوئی۔ ارجن مارے خوشی کے جامے میں پھولا نہ سمایا۔ اس کی آنکھوں سے پریم کے آنسو بہنے لگے پر ہاتھ جوڑے سامنے کھڑا رہا۔ اگرچہ جسم کو حرکت ہوتی تھی۔ تو اتنی ہی کہ سر قدموں پر جھکا جاتا تھا۔ مہادیوجی کے دل پر ارجن کے جوش عقیدت و حسن ارادت کا اثر غالب آیا۔ انہوں نے خوش ہو کر فرمایا +

اے ارجن تم کون ہو۔ تمہیں نام کو خبر نہیں۔ مگر سنو! میں تمہیں بتاؤں کرشن چندر مہاراج نارائن ہیں۔ اور تم نر۔ تم دونوں نے بدرکاشرم (بدری ناتھ) میں بڑی تپسیا کی ہے۔ اس میں شک نہیں ہے۔ کہ تمہیں دونوں کے فیض اقبال سے دنیا کا چکر چل رہا ہے۔ کرشن کی قدرتوں کا کیا کہنا۔ "رائی کو پربت کر ڈالیں۔ پربت کو رائی"۔ خود بدولت نے اندر کے راج تلک میں جس ورنی اور قیامت خیز دھنش سے دانو قتل کئے۔ وہ یہی تمہارا گانڈیو دھنش ہے۔ جو تمہیں اگن دیو سے ہاتھ آیا۔ اور جس کو میں نے تم سے چھین لیا ہے۔ تم فکرمند نہ ہو۔ تمہاری نقاہت تمہاری جراحت ابھی اچھی ہوئی جاتی ہے۔ پہلے کچھ بردان مانگ لو تم ایسا شیر دل۔ بے کلیجہ چھتری کوئی اور نہیں ہے +

ارجن بھگوتی پت۔ پاربتی پت۔ سٹی پت۔ آپ دھنیہ ہیں۔ کہ مجھ ایسے ناچیز کے حال پر یوں مہربان ہو گئے۔ کیلاش ناتھ اگر مجھے کچھ دینا چاہتے ہیں۔ تو اپنا پاسپت استر مرحمت فرمایئے۔ کون پاسپت استر جس کو برہم استر کہتے ہیں۔ اور جو پرلے کے زمانے میں تمام دنیا کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔ جب تک میں بھیشم پتامہ۔ درونا چارج کرن وغیرہ کو میدان جنگ میں زیر نہ کر لوں۔ تب تک مجھے کھانا پینا سونا جاگنا حرام ہے۔ علاوہ بریں دانو راچھس جکش بھوت پشاچ گندھرب ناگ بھی اپنے کو بہت کچھ سمجھتے ہیں۔ اس لئے ان کی بھی گوشمالی دینا مقدم سمجھتا ہوں۔ اس کے واسطے آپ کے پاسپت استر کے سوا اور کوئی ہتھیار بکار آمد نہیں ہو سکتا۔ میں نے سنا ہے۔ عرصۂ کارزار میں اس استر سے خود بخود ہزارہا ترسول گدا وغیرہ نمودار ہو جاتے۔ اور ایک وار

ین صفیں کی صفیں زمین پر سلا دیتے ہیں - اس استر سے جو تیر نکلتا ہے ایسے
زہر میں بجھا - کہ الامان - کالا ناگ ڈسے تو وہ زہر نہ جھلکے جو ایسے تیر
کی ہوا لگ جانے ہی سے موت کا دروازہ دکھا دے - مجھے کرن نے بہت
کچھ بُرا بھلا کہا ہے - کھوٹی کھری سنائی ہیں - زبان سے وہ وہ زخم کلیجے پر لگے
ہیں - کہ تلوار سے نہ پڑ سکے - یہ چرکے میں اپنی زندگی میں بھولنے والا نہیں -
یہ زخم اُسوقت تک نہ بھریں گے - جب تک وہ کرن وغیرہ دریودھن کے
رفیقوں کا خون خاک میں نہ ملا لوں گا - اور بھیشم درون وغیرہ کی اچھی طرح کریا کرم
نہ کروں گا - آپ کو بردان دینا ہے - تو پہلے لائیے - پاسپت استر -

مہادیوجی - ارے ارجن - پاسپت استر کو کیا کچھ کھیل سمجھتے ہو - اندر جمراج -
کوبیر - یون بھی نہیں - اس کو ہاتھ لگا سکتے - استعمال کرنا کار رے دارد - پھر تم
انسان ہو کر کیا تیر مار سکتے ہو - مگر خیر تم نے بردان مانگا ہے - تو کچھ
مضائقہ نہیں - استر لو مگر یاد رکھنا - کہ خبردار خبردار کبھی بے سمجھے بوجھے
اس کو چلا نہ بیٹھنا - اگر کسی ایسے ویسے پر چلا دوگے - تو دنیا الٹ پلٹ
کیا غارت اور نیست و نابود ہو جائیگی - یہ استر اسی پر چلانے کے لائق ہے -
جس سے دنیا کے انقلابات اور ہنگامۂ محشر کا خوف ہو +

پاسپت استر کی خوبیاں غیبی طاقتوں سے تعلق رکھتی ہیں - اس کو ہاتھ
سے یا دھنش ہی سے چلانے کی ضرورت نہیں - دل سے چلا لو - آنکھوں
سے چلا لو - مجال کیا - جو نشانہ خالی جائے - یا تا کا ہوا شکار تینوں لوک میں
اس کی زد سے بچ سکے +

ارجن نے یہ سنتے ہی جھٹ پٹ اشنان کیا - اور پاک و صاف ہو کر
شوجی کی خدمت میں دست بستہ عرض کی - کہ

مہاراج بردان دیجئے - استر مرحمت فرمائیے +

شیوجی نے استر دیا - اور اس کے استعمال کی ترکیبیں بتائیں - ترکیبیں
کیا تھیں - بس ایک اعجاز قدرت کا نمونہ تھیں +

ارجن نے ڈنڈوت کر کے جونہی - استر لیا ایک طرف تو سنکھ گھڑیال اور

ڈنڈبھی کی آواز سے زمین و آسمان گونج گئے - دوسری طرف درختوں وغیرہ کا
کیا ذکر کرہ خاک اور پہاڑ سب تھر تھر کانپنے لگے - استر سے وہ قدرتی روشنی
پیدا ہوئی - کہ نگاہوں میں عالم نور ہوگیا - عرش سے فرش تک سب جان
گئے - کہ پاسپت استر ارجن کے قبضے میں ہے +

جس وقت ارجن اور شو جی سے کشتی ہوئی تھی - اسوقت باہم بدن کے چھو
جانے سے ارجن کے تمام قابل اعتراض جسمانی نقائص دور ہوگئے - اور اس کے
جسم میں ایسی پاکیزگی آگئی - کہ بلا تکلف بلا مزاحمت سورگ میں جا سکے +
مہا دیو جی نے ارجن کو سرگ کی سیر کے لئے اجازت دیکر گانڈیو دھنش میں بھی حوالے
کیا - اور آپ اشیرباد دیتے ہوئے نظروں سے غائب ہوگئے +

ادھیائے ۱۸

ارجن پر دھرم راج - برن - کوبیر اور راجہ اندر کی مہربانی - آلات جنگ کا عطیہ

جس وقت مہا دیو جی نظر سے غائب ہوگئے - تو ارجن حیران رہ گیا - کہ ہیں
یہ دوپہر کا آفتاب کیسے دفعتہً غروب ہوگیا - مگر یہ حیرت دیرپا نہ تھی - شو جی کی
قدرتوں کو دیکھتے ہوئے اُس کا یہ تعجب سے بھرا ہوا خیال دور ہوگیا - اور اس پہ
وہ خوشی غالب آئی جو پاسپت استر کے ملنے سے حاصل ہوئی تھی - وہ دل ہی دل میں مگن
تھا - کہ بس اب مار لیا ہے کورو کہاں بچ کے جاتے ہیں - سب کے سب چٹنی ہوں
تب سند ادھر یہ مارے خوشی کے بغلیں بجاتا تھا - ادھر تمام دیوتاؤں کو مہا دیو جی کی
خوشی اور جوش بخشش کی خبر ہوئی - سب کے سب بڑے ذوق شوق سے ارجن کے
دیکھنے اور درشن دینے کو دوڑ پڑے - بمانوں کا تانتا لگ گیا - دیکھتے دیکھتے پہاڑ کی
چوٹیوں پر دیوتاؤں کا میلہ لگ گیا - سب ہی نظر آنے لگے - جب بھیڑ لگ گئی تو
تو جمراج جی نے پیش قدمی کی - اور ارجن سے باآواز بلند کہا -

ذرا اُدھر دیکھو۔ کون کون لوک پال تمہیں دیکھنے آئے ہیں۔ تم بڑے صاحب
طاقت ہو۔ قالب خاکی وجامۂ انسانی میں تمہارے مقابلے کا کوئی انسان نہیں
تم بڑے رشی ہو۔ تمہاری پیشانی اقبال وتک میں سورج و چاند کو مات کر رہی
ہے۔ برہما جی نے تمہیں یہ پیکر عنصری عطا کیا ہے۔ بے شک تم اُن بھیشم
پتامہ کو بستر مرگ پر سلاؤ گے۔ جو اس جُوبے میں تمام بسو وید نالے کی رُوح و
رواں ہیں۔ اور جس کی قوتوں اور دھرم کے کارناموں کی چار دانگ عالم میں
دھوم ہے۔ ورونا چارج ایسے تیر کے دھنی کو آج تمام روئے زمین پر کوئی پہنچا نہیں
دکھا سکتا۔ اس استاد فن کے محافظ و مددگار بھی وہ وہ سورما کھشتری اور
ایسے ایسے قوی راچھس انسانی قالب میں موجود ہیں۔ جن کے بانو کے اشاروں
میں فتح تو فتح موت تک چلتی ہے وہ بھی تمہارے ہی تیروں کا لوہا مانیں گے۔ اور
اُس کے تمام حمایتی تیروں کا لقمہ ہوں گے۔ میرے پتا سورج بھگوان ہیں۔ اُن
کا تیج پرتاب کسی سے پوشیدہ نہیں۔ اُن کی نظر فیض سے کرن کی ولادت ہوئی
ہے۔ پھر اُس کے اختر اقبال اور نجم قسمت کی چمک دمک کا کیا پوچھنا اُس
کی چمکتی ہوئی پیشانی دیکھ کر دنیا کے سوربیروں کی آنکھوں میں چکاچوند پیدا ہوتی
ہے۔ تیروں کے سامنے شہاب ثاقب کی بھی کچھ بساط نہیں۔ ایک تیر میں
قوس فلک کے پرخچے اڑا دے۔ جس وقت چلّہ چڑھائے۔ دھنش کی ٹنکار سے
زمین و آسمان کو ہلا دے۔ ایسے سوربیر کا مقابلہ بھی تمہیں سے ہوگا اور
اور تمہارے ہی تیر اُس کی آخری ہچکی تک اُس کے گلے میں پانی ٹپکائیں گے
یاد رکھنا کہ تمہارا دنیا میں وہ نام ہوگا۔ جو کسی طرح کبھی مٹ نہ
سکیگا۔ تمام عالم تمہاری تعریف میں تر زبان اور رطب اللسان
رہے گا۔ تم نے جب مہادیو جی کو خوش کر لیا۔ تو ہم لوگ کس گنتی اور کس
حساب کس شمار قطار میں ہیں۔ تمہارا یہ بشنو بھگوان کا ساتھ ہے۔ بس
روئے زمین کو الائش عذاب و گناہ سے پاک و صاف کرو۔ لو میں
یہ اپنا ڈنڈ استر دیتا ہوں۔ اس سے وقت ضرورت کے کام
لینا۔ یہ استر کوئی سٹھا پٹھا۔ ایسا ویسا استر نہیں ہے۔ بلکہ

استر نہیں۔ گاڑھے وقت کڑی مصیبت میں یہی ہے - جو کام آسکتا ہے
ارجن نے دوڑ کر خوشی خوشی ڈنڈ نام کا استر دھرم راج سے لے لیا اور اس کے استعمال کی ساری ترکیبیں آناً فاناً میں پوچھ لیں - برن دیوتا پچھم کی طرف سے وہیں تشریف فرما ہوئے تھے - ان کے پرتورُخ پر ہیروں کی چمک دمک نثار تھی - تمام خلقت آبی ہمراہ - ناگ ندیاں وغیرہ سب دیوتاؤں کے بھیس میں ساتھ - یہ ارجن کی طرف مخاطب ہوئے ۔ اور بڑی محبت سے فرمایا :-
کھشتریوں کے سرتاج ارجن - میں تمہیں دھرم کی راہ میں ثابت قدم دیکھ کر نہایت ہی خوش ہوں اس خوشنودی کے صلے میں میں تمہیں برن استر دیتا ہوں یہ وہ کمندیں ہیں - جن سے کوئی کیسا ہی شہ زور ہو - کبھی بچ کر نہیں جا سکتا - یہ وہ پھانسیاں (کمندیں) ہیں - جن سے تارکامی کی لڑائی میں بیشمار دیت گلا گھونٹ کر مار ڈالے جس کو پھانس لیا - اُسے وہیں ڈھیر کر دیا - کسی کی مجال نہ ہوئی کہ جان بچا سکے - تم اسے اپنے قبضے میں کر لو - جب موقع پڑے - استعمال کرنا - معرکہ جنگ میں یہ خونخوار کمندیں سرکشوں کو گھونٹ کر رہینگی - یعنی ہرگز سانس نہ لینے دیں گی +
ارجن نے شکریہ ادا کر کے برن استر لے لئے اور ڈنڈوت کی برن جی ابھی وہیں تھے کہ تمام زر و جواہر کے مالک) کوبیر جی سامنے آ براجے چہرہ کندن کی طرح دمکتا اور ماتھا سورج کی طرح چمکتا تھا - بہت سے دیوتا ہمراہی میں تھے - انہوں نے آتے ہی زبان معجز بیان سے گوہر افشانی کی کہ
"اے پانڈوؤں کے سرمایۂ فخر - گزشتہ جنموں میں میرا اور تمہارا صحبت ساتھ رہا ہے لو یہ میرا پرسواپن استر جو ظاہر آ دکھائی نہیں دیتا - مگر چھپے چھپے دشمنوں کو ایسی پٹی پڑھاتا ہے - کہ کچھ کئے دھرے نہیں بن پڑتی - اس سے اپنی طاقت دو چند سہ چند کیا ہزار چند ہو جاتی ہے - اقبال ذرہ سے آفتاب ہو جاتا ہے - یہ وہ خونخوار ہتھیار ہے - جسے شوجی نے پرا سر کے مقابلے میں استعمال کیا تھا - جس وقت یہ ہتھیار چلا - بس سمجھ لو - کہ لشکر غنیم میں مری پڑ گئی - ہزاروں جھلس کر رہ گئے - ہزاروں بھن کر کٹھا ہو گئے ۔ ایسے استر کی تمہیں دریودھن کے

مقابلے میں ضرورت ہوگی۔ اس لئے میں تمہیں دیتا ہوں۔ سمجھ لینا کہ یہ استر دشمنوں کو پھاڑ کر چنوں کی طرح بھون کر تمہاری فتح کے پھریرے اڑائیگا
ارجن نے بڑی خوشی سے یہ استر بھی لے لیا۔ اور کوبیر جی کی شکرگذاری میں سچے دل سے تر زبان کی۔ آخر میں راجہ اندر اپنے ایراپت ہاتھی پر سوار اندرانی کو ساتھ لئے دیوتاؤں کے جلو میں تشریف لائے اور بولے :-

ارجن تو اسوقت انسان ہے اگلے جنم میں بہت پہنچا ہوا اور بڑا ہی سدھ الیشان تھا تجھ کو دیوتاؤں کی مدد کی ملنے کے لئے یہ قالب خاکی عطا ہوا۔ دیوتاؤں کے رفاہ کی بہت سی خدمتیں تجھے کرنا ہونگی۔ اس لئے تو سرگ کو چل۔ میں وہاں تجھے قسم قسم کے ہتھیار دونگا۔ میرا ماتل سارتھی (رتھبان) میرا رتھ لئے آتا ہوگا اُسی پر سوار ہو لینا +

راجہ اندر کے عنایت آمیز کلمات سنکر ارجن کی اور بھی باچھیں کھل گئیں اُس نے ایک ایک دیوتا کی پانی پھول دبھل سے پرستش کی فرداً فرداً اُستت کے ذریعے شکریہ ادا کیا۔ سب دیوتا بمان پر چڑھ کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔
ارجن ایک ایک ہتھیار کو دیکھ کر خوشی مناتا تھا۔ کہ بس پالا اپنے ہاتھ۔ فتح کا سہرا اپنے سر۔ کوئی اب کیا بنا سکتا ہے۔ دشمنوں کو موت کے گھاٹ اُترا سمجھنا چاہیئے :-

ادھیائے ۱۹

راجہ اندر کے رتھ پر امراوتی میں ارجن کی رسائی

سب لوکپال اپنے اپنے استھانوں پر واپس گئے یہاں ارجن سرگ جانے کی خواہش میں رتھ کے لئے چشم براہ و منتظر ہوا۔ آکاش پر نظر گڑی ہوئی تھی کہ یکایک ایک بجلی تیزی کے ساتھ زمین پر گرتی معلوم ہوئی۔ اور قسم قسم

کے باجوں سے طرح طرح کے خوش کن نغمے سنائی دینے لگے قریب سے دیکھا تو آنکھیں کھل گئیں - یہ وہی آفتاب کی طرح روشن رتھ تھا جس کے بھیجنے کو اندر کہہ گئے تھے اس کی آراستگی کا کیا پوچھنا چاند ستاروں کی چمک دمک اس کی قدرتی روشنی سے ماند تھی - دس دس ہزار ہاتھی کی طاقت کے ہری نام گھوڑے جتے ہوئے تھے تمام نفائسات بجر - چکر - گولی - چنور - چھتر - دھجا سے آراستہ اور ایک نور کی تصویر ہو رہا تھا - ماتل رتھبان کی وضع قطع - شکل و صورت دیوتاؤں سے کم نہ تھی - وہ رتھ کے گھوڑے اڑاتا ہوا ارجن کے پاس آ پہنچا - اور درخواست کی +

تشریف لے چلئے رتھ حاضر ہے - راجہ اندر طلب فرماتے ہیں - ارشاد ہے کہ دیر نہ ہو ابھی ابھی لے آؤ +

ارجن - میں ابھی چلتا ہوں - مگر ذرا گھوڑوں کو ٹھہراؤ - زہے نصیب کہ مجھے اس رتھ پر سوار ہونے کا شرف حاصل ہوا - جو ہزاروں راجسو اور اشومیدھ جگیہ کرنے والوں کو بھی مشکل سے نصیب ہوتا ہے +

ارجن نے یہ کہکر گنگاجی میں اشنان کے بعد پوجا پاٹ جپ تپ سے فراغت کر کے رتھ پر آسن جمائے - رتھ چلا - تو راستے کی سیر عجیب و غریب نظر آئی - جہاں نہ سورج چاند کی روشنی پہنچتی ہے نہ ستیارے جھلکتے دکھائی دیتے ہیں - وہاں بمان گھومتے دکھائی دیئے - ارجن نے ماتل سے پوچھا -

یہ بمان کن کے ہیں - اور ان میں روشنی کیسی ہے ؟

ماتل ان پر وہ فخر کائنات بزرگوار سیر کرتے اور گھومتے پھرتے ہیں جنہوں نے جگیہ کئے ہیں - تپشیا سے سرگ کو جیتا ہے - میدان جنگ میں پر تلوار کھاکر بہادری کے جوہر دکھائے ہیں - خیر و نیکی سے دائمی زندگی حاصل کی ہے - اہل زمین جن کو ستیارے سمجھتے ہیں - وہ سب یہی ہیں اور دوری کے سبب سے چراغ کی لو معلوم ہوتے ہیں +

باتوں باتوں میں اندر پوری آگئی - ارجن نے دروازے پر دیکھا - تو ایراپت ہاتھی جھول رہا ہے - گلے میں طلائی ہیکل - پیٹھ پر زربفت کی جھول پڑی ہوئی تھی -

قد بلند - رنگ نظر فریب - دانت چار بڑے چاند کی طرح خوشنما چمکتے ہوئے
سفید سفید ٭

ارجن خوش خوش تمام عجائبات و نفاست دیکھتا ہوا امراوتی میں داخل
ہوا۔ اور ماتل نے رتھ کے گھوڑے آہستہ آہستہ آگے بڑھائے ٭

ادھیائے ۲۰

ارجن کی دیوتاؤں اور راجہ اندر سے ملاقات

اندرپوری کے دلفریب نظارے نے ارجن کی طبیعت پر موہنی ڈال رکھی تھی مگر
نندن بن کا سماں کچھ اور ہی جان بخش تھا۔ ہرے ہرے درخت حسینان سبزپوش
کی طرح نشہ و شباب سے جھومتے نظر آتے تھے جن کی پھولوں سے لدی ہوئی نازک
نازک ڈالیاں چوتھی کی دلہن بن رہی تھیں ٹھنڈی دھیمی دھیمی ہوا پھولوں
کی بھینی بھینی خوشبو سے بسی ہوئی دل و دماغ معطر کرتی - اور نور کے سانچے
میں ڈھلی اپسراؤں کی گیسوئے عنبریں اور زلف مشکیں کی مہک لئے اُڑتی تھی
یہ روح افزا سماں ان بدنصیبوں کو نصیب نہیں ہوتا جنہوں نے نہ کبھی جپ تپ
کیا نہ اگنی ہوتر - یہ سیر و تفریح انہیں کو میسر ہوتی ہے - جو زال دنیا کے
پھندے سے آزاد رہتے ہیں - ارجن رتھ پر سوار - پھولوں کی خوشبو کو
سونگھتا ہوا ہوائے سرد کے جھونکوں سے کلیجہ ٹھنڈا کرتا - اپسراؤں کی
سُریلی آوازوں اور گندھربوں کے ناچ رنگ سے طبیعت بہلاتا نکشتر مارگ
میں پہنچا - دیکھتا - تو دیوتاؤں کے بمان ادھر ادھر گھوم رہے ہیں - وہاں
پہنچتے ہی گندھرب بڑی تعظیم سے پیش آئے - اور اندر کا بیٹا سمجھ کر
پرستش کی - ارجن نے سادھ گن - مرگن - ۱۲ - اسونی کمار - ۱۲ سورج
۸ بسو - ۱۱ دور - برہم رشیوں - راجہ دلیپ ایسے راج رشیوں سری نارد
جی - ہاہا ہُو ہُو - گندھرب وغیرہ سے حسب اعزاز و مراتب ملاقات کر کے

راجہ اندر کے درشنوں کا شرف حاصل کیا پہنچتے ہی زمین بوس ہو کر ڈنڈوت کی۔ راجہ اندر اس وقت جواہرات سے جڑے ہوئے سنگھاسن پر رونق افروز تھے۔ طلائی اور مرصع ڈنڈی کا چنور جھلا جا رہا تھا پنکھوں کی ہوا مہکتے ہوئے پھولوں کی خوشبو سے دماغ بساتی تھی۔ بسواسو۔ گندھرب اور برہمن رگ۔ وید یجر وید اور شام وید پڑھ رہے تھے۔ ارجن کو دیکھتے ہی اندر نے بڑے پیار سے ماتھا چوما۔ اور گلے سے لگا کر دوسرے سنگھاسن پر بیٹھنے کی اجازت دی اپنے ہاتھوں سے ڈنڈ ملے اس وقت راجہ اندر اور ارجن پر دوپہر کے آفتاب اور چودھویں کے چاند کا شبہ ہوتا تھا۔ اندر کی الفت پدری جوش پر تھی دیوتا لوگ خوش ہو رہے تھے تنبرا قوم کے گندھرب شام وید کو خوش الحانی سے گانے لگے گھرتاچی نیسکا۔ گوپالی۔ ہرولھنی۔ سہجینا۔ اُربسی۔ چترسینا مدھرسرا اور دوسری جو اپسراؤں نے ناز و ادا سے ناچنا گھنگرو بجانا۔ اور بھاؤ بتانا شروع۔ ایک عجیب لطیف کی محفل جم گئی۔ سماں کچھ اور نظر آنے لگا +

ادھیائے ۲۱

ارجن کا پانچ برس تک اندر لوک میں قیام شستر ودیا کی تعلیم۔ استروں کی دستیابی علم موسیقی میں حصول کمال

جب ناچ رنگ سے فراغت ہوئی۔ تو اندر کے اشارے سے دیوتاؤں نے ارجن کو اندر جی کے راج محلوں کی سیر کرائی۔ سلح خانہ دکھایا۔ جہاں استر بھرے پڑے تھے۔ اندر جی نے بڑی خوشی سے ارجن کو بجر استر اور اشنی استر مرحمت کیے اور ان کے استعمال کا ایک ایک گر بتایا۔ یہ استر بڑے دشمن کش اور خونخوار تھے۔ اور پھر لطف یہ کہ ان کے چلتے وقت کبھی بادل

گرجتا معلوم ہوتا تھا۔ اور کبھی مور بولتا ہُوا۔ ارجن کو اندرپوری میں رہتے رہتے پانچ برس ہو گئے۔ مگر ہر وقت دل راجہ جدھشٹر اور دوسرے بھائیوں ہی میں رکھتا تھا اِس لئے ساری دلچسپیاں پھیکی معلوم ہوتی تھیں۔ اتنی مدت تک بھائیوں کی جدائی ہر لحظہ شاک رہی۔ ایک ایک گھڑی پہاڑ معلوم ہوتی تھی۔ اندر جان سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ دم بھر کی علیحدگی گوارہ نہ تھی۔ جسوقت ارجن نے رخصت مانگی۔ اور بھائیوں کے پاس جانے کا ارادہ کیا۔ تو اندر جی نے فرمایا +

میں تم سے زیادہ مصلحت سمجھتا ہوں اور موقع و وقت جانتا ہوں۔ ابھی کچھ دنوں اور یہیں ٹھہرو۔ شستر ودیا تم سب سیکھ گئے۔ مگر ابھی ایک بات کی کسر باقی ہے۔ تمہیں بن میں بہت مرحلے طے کرنا ہیں۔ بہت سی مصیبتیں جھیلنی ہیں۔ اسلئے میں چترسین گندھرب کو حکم دیتا ہوں۔ کہ وہ تم کو ناد ودیا یعنی سرودے (علم موسیقی) میں کامل وقت کر دے +

باجے بجانا اس طرح سکھائے۔ کہ دنیا کے پردے پر کوئی جواب نہ ہو۔ اس علم موسیقی کی تحصیل سے طرح طرح کے فائدے ہونگے۔ دیوتاؤں کو جب چاہو گے رجھاؤ گے۔ جب منظور ہوگا۔ عامۂ خلائق کے دلوں پر موہنی ڈال لوگے۔ یہ علم اس زمانۂ صحرانوردی و دورۂ دشت گردی میں تمہارے آڑے آئیگا۔ اور اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھاؤ گے +

ارجن راضی برضا تھا۔ اُس نے سر قبول جھکا دیا۔ چترسین نے دل لگا کر گانا بجانا سکھایا۔ اور ایسی تعلیم دی۔ کہ ارجن کی آئندہ زندگی میں اس کی بھی اسی طرح شہرت اور مصائب میں مدد ہوئی۔ جیسی شستر ودیا نے مہابھارت کی لڑائی میں کی تھی۔ یہ سب دلچسپی کے سامان اہل دنیا سے دنیا کو فراموش کرا دیتے۔ خواب میں بھی اندرپوری چھوڑنے کا خیال نہ پیدا ہوتا۔ مگر ارجن کی بھائیوں سے لو لگی تھی۔ اسلئے اُسکو سب ساز عیش مٹی معلوم ہوتے تھے۔ اس کے پاؤں اٹھے جاتے تھے۔ کہ جیسے بنے بھائیوں سے ملے۔ اور دریودھن و دوشاسن وغیرہ کو ان کی کرتوتوں کا مزہ چکھائے۔ جن کے عوض

کی فکر میں اس کو اور اس کے بھائیوں کو نیند نہ پڑتی تھی۔ سونا جاگنا حرام تھا

ادھیائے ۲۲

فن حرب و ضرب میں ارجن کی تکمیل۔ اُربسی کا اظہار عشق۔ ارجن کی نفس کُشی۔ اُربسی کی بد دعا رلبہ اندر کے کلمات تشفّی

ارجن فن حرب و ضرب میں پہلے ہی سے یگانہ روزگار تھا۔ اندر لوک کی تعلیم نے اس کے کمالات میں اور چار چاند لگا دئے۔ اس پر جب علم موسیقی سے کماحقہ واقفیت ہوگئی۔ تو گویا چودھویں کا چاند دوپہر کا آفتاب جن دنوں میں یہ علم موسیقی سیکھ رہا تھا۔ اُربسی اپسرا پر اس کی نظر پڑتی تھی۔ تو معلوم ہوتا تھا۔ کہ کنول کو بھونرا دیکھ رہا ہے یا چاند کو چکور۔ اُربسی کا گانا۔ ناچنا وہ تھا۔ کہ دیوتا لوگ آپے میں نہ رہتے تھے مست ہو جاتے تھے پھر دوسرے کا کیا ذکر۔ ارجن کبھی کبھی نظر سے اُسے دیکھ لیتا۔ اور انداز و ادا پر دل ہی دل میں واہ کرتا چترسین کی نظر ظاہر پرست تھی۔ وہ سمجھتے تھے۔ کہ ارجن اُربسی پر فریفتہ ہے۔ اس لئے واجب ہے کہ اس کو ارجن کے قدموں پر باندھ دیا جائے وہ جانتے تھے۔ کہ ارجن کو اندرجی فرزند مانتے تھے۔ ارجن اسوقت جو کہدے وہی ہو جائے۔ لمحہ بھر دیر نہ ہو مگر ادب و لحاظ ہے پاس ہے چار آنکھوں کی شرم ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ میں ہی رشتہ ودانی سلسلہ جنبانی کروں۔ کہ اپنا مہمان کوئی ہوس دل میں لئے ہوئے واپس نہ جائے چترسین فوراً ہی اُربسی کے پاس گیا ادھر اُدھر کی باتیں کر کے ارجن کی بات چھیڑ دی۔ ارجن کے ذکر میں باتیں ہی کیا وہی معمولی تعریف کچھ بہادری کے اوصاف کچھ کمالات کی صفت بعدہ حسب و نسب کا ذکر۔ اندر کی ولدیت کے شرف کا اظہار اس کے بعد عشق انگیز

باتوں کے سلسلے میں حسب ذیل گفتگو :-

چترسین - اربسی تم نے نہ معلوم کتنی آنکھیں دیکھی ہیں - تمہارے سامنے کوئی کیا کچھ کہہ سکے - ارجن کی نظر بھی تم سے چھپی نہ رہی ہوگی +

بھانپنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں +
مگر خصوصاً تم جو آنکھ چار بھی نہ ہو - اور جان لو - کہ
محبت والے لوگوں کی نگاہیں ایسی ہوتی ہیں +

ارجن تم پر فریفتہ ہے - شیفتہ ہے - پس مناسب ہے - کہ موقع نہ ٹالو - اس کے ہو رہو اپنے دل کا ارمان نکالو +

اربسی خود ہی از خود رفتہ تھی - اس تقریر نے مست کے ہاتھ میں تلوار دے دی اس نے سنگار کر کے حسن و جمال کو اور بھی نور کے سانچے میں ڈھالا بن سنور کر رات کے وقت وہیں جا پہنچی - جہاں ارجن جلوہ افروز تھا - تھوڑی دیر تک گانے بجانے کا چرچا - ناچ رنگ کا ڈھنگ رہا - بعدہٗ اربسی نے اپنے مطلب کی بات چھیڑی بات کیا تھی - اس کا ذکر کرنا فضول - اگر دوسرا ہوتا - تو آپے میں نہ رہتا - مگر ارجن کو دل پر قابو حاصل تھا - ہوائے نفسانی پھونک مارتے اڑتی تھی - اس نے کانوں پر ہاتھ رکھے - دانتوں کے تلے انگلی دبائی - اور کہا +

ہیں - یہ واہیات خیالات یہ بے حیائی - میں دوسری عورت کو اپنی ماتا کنتی اور اندرانی کے برابر سمجھتا ہوں - تو بھی اپنے کو ماتا سمجھ - اور مجھ سے کسی قسم کی امید نہ رکھ +

اربسی باتیں نہ بنائیے - آلہانہ گائیے - میں وہ نظر بھول نہیں گئی جنے مجھ پر محبت کا جادو کر کے دل کو اتنا بے قابو کیا - خود اظہار مطلب کے لئے حاضر ہوئی +

ارجن - تمہاری غلطی کا میں ذمہ دار نہیں - تم اچھا ناچتی تھیں - عمدہ گاتی تھیں - میں جھپتی ہوئی محبت بھری نظر سے داد دیتا تھا - یہ پاک محبت کے اشارے کنائے تھے نہ کہ ناپاک محبت کے - یہاں ناپاک محبت پر تف کرتے ہیں اربسی ہو یا اپسرا کسی کی طرف نظر نہیں اٹھ سکتی +

اُرلبسی - ایسے فقروں میں میں نہیں آنے کی - ایسے چیتے اور کسی سے تیز کیجئے - مجھ سے اڑکر کہاں جائیے گا - میں اُڑتی چڑیا پکڑتی ہوں - ناز معشوقانہ نہ کر رکھئے اور بس +

ارجن نیک بخت معاف کریں تیرے لائق نہیں نہ میرے لئے کسی بات کی کہیں کمی ہے - جنگل میں ہر وقت منگل ہے - مگر مجبور ہوں - کہ تیری بات مان نہیں سکتا - ہاں اور جو کچھ کہہ اُسکو ابھی کردوں - خواہش ہو - تو تارا توڑ کر ہاتھ پر رکھ دوں +

اُرولبسی - آپ پورونبس کے چراغ ہیں - آفتاب ہیں - ایسی تپشیا کی - کہ راجہ اندر خود جاکر یہاں لے آئے - دیوتاؤں کی آنکھ کی پتلیوں نے دوڑ دوڑ کر استقبال کیا - آپ کی سب کو خاطر تواضع منظور ہے - پھر کیا وجہ - کہ آپ میری دعوت قبول نہیں فرماتے +

ارجن ایسی دعوت عداوت ہے - مجھ کو معاف رکھ - میں سگ دنیا نہیں کہ ناپاکی میں منہ ڈالتا پھروں +

اُرلبسی اُف اوہ یہ دماغ یہ دل شکنی یہ دعوت اور ناسپاسی کی سزا یہی ہے کہ لطف زندگی حاصل نہ ہو - خواہشات نفسانی کے لائق ہی نہ رہو جاؤ بس کہہ دیا کہ سال بھر تک ہیجڑوں کی زندگی بسر کرو - عورت کا منہ دیکھنا نہ نصیب ہو +

دعا پُر اثر تھی - اس کا اثر شدنی تھا - اندر کو خیال ہوا - کہ اربسی کا کوسنا خالی نجائیگا - محبت پدری نے جوش کیا - خود تشریف لائے ارجن کے ضبط نفس اور ترک لذات نفسانی کے لئے خوشنودی ظاہر کرکے بڑی تعریف کی - پیٹھ ٹھونکی سر پر ہاتھ پھیرا گلے سے لگایا - اور فرمایا کہ -

اے ارجن - گھبراتا نہیں - یہ اپسرا کا سراپ بھی تمہیں کچھ فائدہ ہی دے رہیگا - جب تمہیں بارہ برس کی صحرا نوردی کے بعد تیرھویں برس روپوشی کی ضرورت ہوگی - تو یہی سراپ تیرے آڑے آئیگا - تمہیں راجہ بیراٹ کے یہاں ہیجڑا بن کر رہنا پڑیگا - اور اسی حالت سے اقبال کی ترقی شروع ہوگی صرف ایک سال تک تمہیں یہ حالت بھگتنا پڑے گی - باقی نہ اب کھٹکا ہے - نہ

بعد میں کچھ اندیشہ ہوگا - اطمینان رکھو +

ادھیائے ۲۳

اندر لوک میں لومس رشی کی ارجن سے ملاقات راجہ جدھشٹر کی تشفی کے لیئے پیغام

ایک روز ارجن راجہ اندر کے زانو بہ زانو راج سنگھاسن پر بیٹھا ہوا تھا - کہ لومس رکھیشر وارد ہوئے - اُن کو سخت حیرت ہوئی - کہ ارجن نہ کوئی بڑا تپسوی نہ جنیا تھا اسے کیسے راجہ اندر کے برابر بیٹھنے کی عزت حاصل ہوئی - راجہ اندر صورت دیکھتے ہی تاڑ گئے کہ رشی جی کی عقل اسوقت چکر میں ہے حیرت سے آئینہ دیوار بنے ہوئے ہیں - اُنھوں نے فرمایا

آپ برہم رشی تمام اسرار غیب سے آگاہ اور پھر بھی یہ عالم حیرت مہاراج ارجن کو آپ انسان جانئیں - یہ کنتی کا جگر بند میرا فرزند ارجمند ہے - جو فنون حرب و ضرب کی تکمیل کے لیئے یہاں ٹھہرا ہے علاوہ بریں یہ بڑا قدیم رشی ہے - جن نر نارائن نے اہل زمانہ کو طریقہ ریاضت بتانے کے لیئے تپسیا کی تھی - ان میں نر یہی ارجن تھا - اب میری خواہش و التجا سے دونو نر اور نارائن بالاتفاق گاؤ زمین کو بار گناہ سے سبکدوش کر کے پاتال کے نوات کوچ دیتوں کو قتل کریں گے یہ نوات کوچ دیت بر دان پا پاکر ایسے قوی و مست خونخوار اور تیر قضا سے بیباک ہو گئے ہیں کہ دیوتاؤں کا قافیہ تنگ ہو رہا ہے - منہ سیئے ہوئے ظلم و ستم سہتے ہیں - اُف تک نہیں کر سکتے ہیں - منکنا اور ہاتھ پاؤں ہلانا معلوم! ارجن ان سب کو نشانہ اجل بنا کر روئے زمین کو گرد فساد سے پاک اور صاف کرے گا نر نارائن جی میں سب طاقتیں ہیں - نوات کوچ دیت ان کے مقابلے میں کیا چیز ہے - جب چاہیں - اس طرح ایک جنبش نظر میں خاک سیاہ کر دیں

جس طرح انہوں نے کپل منی کا اوتار لے کر راجہ سگر کے ساٹھ ہزار بیٹوں کو ایک دم میں راکھ کر ڈالا تھا۔ لیکن نہیں ان کی قدرت کاملہ ایسی چھوٹی باتیں ارجن کے سپرد کرے گی چنانچہ یہی صورہیر سری کرشن جی کا دست راست بنکر دیوتاؤں کو افکار سے نجات اور نابکاروں کو سزائے اعمال دیگا۔ بہتر ہو کہ آپ راجہ جدھشٹر کے پاس جاکر اُن کی دلجمی کردیں۔ ارجن کی خیر وعافیت سنائیں شستر ودیا کی تعلیم کا ذکر فرماکر سمجھا دیں۔ کہ عنقریب ارجن فارغ التحصیل ہوکر حاضر ہوتا ہے۔ دیوتاؤں سے فنون حرب وضرب کی تحصیل ضروری تھی کیونکہ اس کے بغیر بھیشم پتامہ اور درونا چارج سے سربر ہونا خارج از امکان تھا۔ راجہ جدھشٹر کو یہ بھی نصیحت کردیجیے کہ تیرتھوں میں اشنان کرکے پیکر عنصری کو پاک کریں۔ اور اس تیرتھ جاترا میں آپ اُن کے رہنما اور محافظ رہیں۔ ارجن نے بھی بڑے ادب سے پیغام رسائی اور مربیانہ رہنمائی کی۔ درخواست کی۔ چنانچہ لومس رشی وہاں سے رخصت ہوئے۔ اور عین اُسوقت جدھشٹر کے پاس پہنچے۔ جب وہ رشیوں اور برہمنوں کے مجمع میں بیٹھا ہوا۔ اور ارجن کے انتظار میں چشم براہ اور گوش برآواز ہو رہا تھا +

ادھیائے ۲۴

راجہ دھرتراشٹ کے یہاں بیاس جی کی آمد ارجن کے سرگ میں پہنچنے اور شستر ودیا سیکھنے کا ذکر۔ راجہ دھرتراشٹ کا خوف

کسی روز بیاس جی راجہ دھرتراشٹ کے یہاں رونق افروز ہوئے اِدھر اُدھر کی باتیں میں ارجن کا ذکر آگیا۔ بیاس جی نے فرمایا۔ کہ ارجن تپشیا سے

فراغت حاصل کر کے سورگ لوک جا پہنچا۔ اور اب راجہ اندر سے شستر ودیا سیکھ رہا ہے یہ سنتے ہی راجہ دھرتراشٹ کے ہوش جاتے رہے۔ اس کی روح کانپ اٹھی۔ کہ لو۔ یہ اور غضب ہوا۔ ایک تو کڑوا کریلا۔ دوسرے نیب چڑھا۔ اس نے عالم پریشانی میں سنجے کو یاد کیا۔ اور ارجن کی کیفیت بیان کر کے بولا۔ کہ ہائے مجھے عقل کے دشمن دریودھن نے بے جی مار ڈالا۔ میری زندگی بھر کی نیک نامی پر بٹہ الگ لگایا۔ اور بھرت بنسیوں کی جان الگ ضغطے میں ڈالی۔ ارجن یوہیں تیر کا دھنی ثابت قدم۔ مرد میدان۔ قوی بازو اور با اقبال جوان ہے۔ اب راجہ اندر کی شاگردی میں نہ معلوم کون کون فن جنگ یاد کر کے آتا ہوگا۔ مجھے کوروؤں کی طاقت پر تھوڑا بہت بھروسہ تھا۔ بالکل جاتا رہا۔ کرن بیشک اول درجے کا طاقتور اور تیر انداز ہے۔ مگر اس کا ارجن سے سر ہونا محال۔ اس کا دل موم ہے بہادر کا دل نرم ہوا۔ تو سمجھ لو۔ کہ مارا پڑا ہے۔ درونا چارج اور بھیشم پتامہ یہ دونوں کے دونوں بڈھے جل ہو رہے ہیں۔ جوان اور بڈھے کا مقابلہ کیا۔ آدمی اندر کے بجر سے بچ سکتا ہے۔ مگر ارجن کے تیر وہ بلا ہیں۔ جن سے کوئی بچ سکے کیا مجال۔ ہائے اب خاندان کی تباہی میں شک نہیں۔ ہستناپور کا طبقہ الٹ پلٹ ہوا ہی چاہتا ہے۔ زمین خون کی پیاسی ہو رہی ہے۔ تیروں کی زبانیں پیغام مرگ سنا رہی ہیں۔ مجھے تو ہر وقت یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ اب ارجن کے رتھ کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ اب گانڈیو دھنش کی ٹنکار کانوں میں گونجی اب تیر برسنا شروع ہوئے۔ اور اب بھرت بنسیوں کی لاش پر لاش گری۔

+ + + + +

ادھیائے ۲۵

سنجے اور راجہ دھرتراشٹ کی گفتگو

راجہ دھرتراشٹ کی تقریر سنکر سنجے بولا۔ مہاراج ادھیراج آپ کا و...

خیال ہے وہی شدنی ہے۔ دریودھن نے جو جو نالائق حرکتیں کی ہیں۔ ان کا نتیجہ ضرور بھگتنا پڑیگا۔ دروپدی کو برہنہ کرنا زانو پر بٹھانے کے لئے ران پر ہاتھ مارنا حد سے زیادہ زیادتیاں تھیں بھیم سین کی خون چوسنے والی قسم اور ران توڑنے کی پرتگیا زبانی جمع خرچ نہ سمجھئے۔ وہ جو کچھ کہہ چکا ہے۔ کرکے رہیگا۔ میری تو ہر وقت جان لرزتی رہتی ہے کہ دیکھئے کیا ہونہار ہے

راجہ دھرتراشٹ نہ معلوم اس دریودھن کی سمجھ پر کیسے پتھر پڑ گئے ہوئے ہیں۔ کہ اپنی عقل کے آگے کسی دوسرے کی عقل کو کچھ سمجھتا ہی نہیں بھیشم پتامہ۔ درونا چارج اور بدرجی سمجھاتے سمجھاتے ہار گئے۔ مگر اس نے ایک نہ سُنی۔ مجھ کو خالی اندھا ہی نہیں۔ بلکہ عقل کا اندھا بھی سمجھتا ہے۔ پھر میری بات کیا مانے۔ جس نے بڑوں کی بات نہ مانی۔ وہ آدمی ہی کیا۔ ایسے ہی لوگ اپنے چال سے مات ہوتے اور اپنے ہاتھوں مارے پڑتے ہیں۔ ایک تو دریودھن خود ہی عقل کا پورا اس پر شکنی کرن۔ دوشاسن کی شہ سب نے اور بھی چارپر کرکے رکھ دیا۔ خیر میری قسمت +

پانڈو جیسے سعادت مند ہیں ویسے ہی اُن کی شہرت بھی ہو رہی ہے ادھر سری کرشن چندر کی خاص نظر عاطفت اُدھر دیوتاؤں کی چشم عنایت۔ ارجن جہادیو جی سے لڑا جھگڑا۔ بار دھاڑ کی۔ اور الٹے پاسپت استر لیا۔ برن نے گمندوی راجہ اندر شستر ودیا سکھا رہے ہیں۔ پھر کوئی کیونکر یقین کرے۔ کہ کورو ایک چوٹ بھی سہہ سکینگے +

ادھیائے ۲۶

راجہ جدھشٹر کی اوقات بسری

جنگل میں راجہ جدھشٹر کی بسر اوقات کی صورت کیا تھی۔ ہزاروں برہمنوں کی خورد و نوش کا انتظام کیونکر ہوتا تھا۔ اس استفسار پر بیشم پائن جی راجہ

جنجے سے فرماتے ہیں۔ کہ

دھرم پتر راجہ جدھشٹر اور اُن کے بھائی روزمرہ پھل پھول بہم کرتے اور ہرن مار لاتے تھے۔ جنگل کے باشندے بھی کند مول پھل حاضر کرتے اور انعام پاتے تھے۔ راجہ جدھشٹر سب سے پہلے سادھو۔ سنت رشیوں۔ برہمنوں کو اُن کے بعد بھائیوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ پھر خود کھا کر دروپدی کو سورج بھگوان جو ٹوکنی دے چکے تھے۔ اور جس کا ذکر اُوپر آ چکا ہے۔ اس کی برکت سے طرح طرح کے کھانے پڑے رہتے تھے اور وہ اُس وقت تک خالی نہ ہوتی تھی۔ جب تک دروپدی نہ کھا چکے۔ یہی سبب تھا۔ کہ ہزارہا برہمن مع عیال و اطفال اور ہزارہا سادھو سنت اپنی منڈلیاں لئے ہوئے کام بن میں ڈیرا ڈالے وید پاٹھ اور کتھا بارتا کا آنند لوٹتے تھے۔ نہ کھانے پینے کی نہ اور کسی چیز کی تلاش جو چیز تھی جدھشٹر کے یہاں سے بے منت غیرے ملتی رہتی تھی۔ راجہ جدھشٹر باپ کی طرح سب کی پرورش اور خاطر داشت کرتا تھا۔ دروپدی کے سلوک مادر حقیقی سے رتی بھر کم نہ تھے۔ حالانکہ جنگل کی سکونت تھی۔ گھروں کا سامان وہاں کہاں۔ مگر عام و خاص سب خوش و خورم نظر آتے تھے۔ بدن چست طبیعت درست خلاصہ یہ کہ راجہ جدھشٹر انہیں اشغال میں راتدن بسر کرتے تھے اور رشیوں مُنیوں کی خدمت گذاری اور دھرم کے ذکر و اذکار میں پانچ برس گذار دیے

ادھیائے ۲۷
سری کرشن جی کے جوش غضب کا تذکرہ سنجے کی زبانی

دھرتراشٹر اور سنجے بیٹھے باتیں کر رہے ہیں گفتگو کیا ہے۔ وہی آموختہ پرانا سبق۔ رنج افسوس۔ خوف اندیشہ اسی سلسلہ تقریر میں راجہ دھرتراشٹ ایک دفعہ گھبرا کر بولا۔

ارے سنجے کیا کہوں دن کا عجب حال ہے دن رات طرح طرح کے ڈراؤنے

خیال پیدا ہوتے رہتے ہیں - مَیں سوچا کرتا ہوں - کہ جب نکل اور سہدیو (اشونی کمار کے بیٹے) ہاتھی کے سے پاٹھے میدان جنگ میں بادل کیطرح گرج کر تیروں کا مینہ برسائینگے - جب بھیم سین کا گدا اندر کے بجر کیطرح کوروؤں کا پیچھا کریگا جب ارجن کے گانڈیو دھنش سے تیروں کی برسات ہوگی - تب یہاں کون مہارتھی کون سور بیر کون تیر تلوار کا دھنی ہے جو ٹکر لے سکیگا - میری دانست میں تو کوئی نہیں ✤

سنجے - آپ بہت درست فرماتے ہیں - مَیں بھی رہ رہ کے یہی سوچتا ہوں اور جب انجام کا خیال آتا ہے - تو جان سن سے اڑجاتی ہے آپ نے پہلے بھی کچھ نہ سوچا - لڑکوں کی محبت میں آپ نے بھی بڑی غلطی کی - آپکو چاہیئے تھا - کہ کوروؤں کو بدعنوانیوں سے باز رکھتے مگر نہیں - جیوں جیوں آپ سر چڑہاتے گئے تیوں تیوں اُن کا ہوّاد اور بڑھتا گیا - زیادتی پر ایسی کمر باندھی کہ آخرکار یہاں تک نوبت پہنچی - آپ نے کچھ سنا جس وقت اِن واقعات کی خبر طشت ازبام ہوئی - سری کرشن جی فوراً دوارکا سے اُٹھ دوڑے - پنچال (پنجاب) سے درشٹ دمن غصے میں بھرا ہوا لپکا اِن کے علاوہ اور بہت سے راجے مہاراجے کام بن میں پہنچے اور جدھشٹر سے اظہار ہمدردی کیا - سری کرشن جی جوش غضب سے آپے میں نہ تھے - انہوں نے وعدہ کرلیا - کہ میں ارجن کا رتھ ہانک کر کوروؤں کو شرارتوں کا مزہ چکھاؤں گا - اتنی دولت دلاؤں - کہ تمام دنیا کے راجاؤں کے پاس نہ ہو - تم نے تلوار کے زور سے دولت اکٹھی کی تھی - تمام راجاؤں کو مطیع کر کے راجسو یجگ کیا - تمہاری سلطنت فریب سے چھینی گئی کچھ مضائقہ نہیں - میں اور بلدیو جی (بلدیو عرف بلرام) ابھی جاتے ہیں دریودھن دوشاسن - کرن شکنی وغیرہ کہاں بچ کے جائینگے - سب کی بوٹی بوٹی کاٹ کر تمہیں ہستناپور کے راج سنگھاسن پر بٹھائے دیتا ہوں ✤

راجاؤں نے سری کرشن جی کی دست قدرت کو سراہا - قوت بازو کی صفت میں تر زبان ہوئے - لیکن راجہ جدھشٹر نے بڑے عجز و انکسار سے عرض حضور کی کہ -

مہاراج - تیرہ برس تک مجھ پر مہربانی کیجئے میں پرتگیا پوری کرلوں - تب آپ جو چاہے کریں مالک ہیں +

سری کرشن جی - خیر آپ کی خاطر ہے مگر یاد رہے - کہ جن لوگوں نے دروپدی کی بےعزتی کی ہے ان کے خون سے زمین رنگ کر رہوں گا

یہ ذکر کر کے سنجے نے راجہ دھرتراشٹ سے کہا - کہ اگر راجہ جدھشٹر غصہ فرو نہ کرتے تو کورو کب کے سری کرشن جی کے ہاتھ سے قتل ہو چکے ہوتے ایک بھی اس وقت باقی نہ ہوتا - مگر اب بھی صحرا سے واپسی پر پانڈووں سے کورووں کی خیر نہیں +

راجہ دھرتراشٹ - تمہارا خیال درست ہے - میں بھی یہی کہتا ہوں کہ بن باس کا تیرھواں برس گذرتے ہی آفت کا سامنا ہوگا - ایشور ہی خیر کرے +

ادھیائے ۲۸

کورووں کی سرکوبی کیلئے بھیم سین کا اصرار - راجہ جدھشٹر کی فہمائش - برہد سورشی کی آمد باہمی گفتگو

ایک روز راجہ جدھشٹر - دروپدی - بھیم سین نکل و سہدیو گوشہ تنہائی میں فکرمند بیٹھے ہوئے ارجن کی یاد کر رہے تھے - اتنے عرصے کی جدائی ان کو شاق ہو رہی تھی - انتظار میں دل بےچین ہو رہا تھا - آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے ہوئے تھے چہرہ بالکل اوداس تھا - بھیم سین کی طبیعت زیادہ ترملول تھی اس کو کورووں سے عوض لینے کا خیال اور بھی تڑپائے ڈالتا تھا - اس نے صدمہ غم سے بیقرار ہو کر راجہ جدھشٹر سے کہا

بھائی صاحب! اب تو ارجن کی مفارقت برداشت سے باہر ہو گئی نہ جانے اس کا کیا حال ہے - ہے بھی کہ نہیں - میں نے ارجن ہی کے برتے پر دریودھن وغیرہ کے قتل کا بیڑا اٹھایا ہے - جب وہ نہ ہوگا - تو میں کیا کر سکوں گا +

اسی فکر میں مجھے اس کی جدائی کا ایک ایک لمحہ ہزار ہزار سال کے برابر معلوم ہوتا ہے
افسوس کہ آپ نے جوا کھیل کر ہم سب کی یہ حالت کر دی۔ شیروں کو مکڑی کے
جالے میں پھنسا دیا۔ ہم چھتری ہیں۔ چھتریوں کا کام راج پاٹ کرنا ہے۔ نہ کہ بن
میں بسنا۔ کوروؤں نے ہمارے ساتھ فریب کیا ہے فریب کی سزا دینا ہمارا فرض
ہے۔ دشمن کو جس طرح ہو زیر کرنا مناسب ہے نہ کہ اور طاقتور بنانا۔ آپ تیرہ
برس دھرم کا نباہ کرتے رہینگے۔ اس عرصے میں دریودھن اور بھی چوبا ہیا ا ہو
ہو جائیگا۔ اس کی طاقت روز بروز دگنی تگنی ہوتی جائیگی۔ تیرہ برس کس نے
دیکھے ہیں۔ اس عرصے میں نہ معلوم کیا کیا انقلاب ممکن ہیں۔ بہت سے ہمارے
رفیق اور ہمدرد راجے دنیا ہی میں نہ رہینگے۔ بہتوں پر دریودھن کا اثر غالب
آجائیگا۔ بہت سے راجے ہماری اگلی فتحمندیوں کا بغض نکالنے کے لیے کوروؤں
ہی کا دم بھرینگے۔ بہت سے سوئمبر کی کرکری کا بخار نکالنے کو موقع وقت غنیمت
جانینگے۔ ممکن ہے کہ میں ہی بدلہ لینے کی ہوس دل میں لئے ہوئے آنکھیں بند
کرلوں۔ زندگی کا بھروسہ کیا۔ گھڑی میں گھڑیال مشہور ہے۔ اس لیے بس
آپ مجھے اجازت دیں۔ کہ آپ کے لئے راج کا انتظام کروں۔ سری کرشن جی کی
مدد اور ارجن کی طاقت ہمارے لئے کافی ہے۔ ہم ان کے بل پر ایسے ایسے
سینکڑوں دشمن چت کر سکتے ہیں۔ پھر تامل فضول۔ اندیشہ بیکار آپ فقط زبان
ہلا دیجئے۔ میں جاتا ہوں۔ اور سارے کوروؤں کو حلال کرکے ڈالے دیتا ہوں
مجھے میعاد اور مدت سے کچھ واسطہ نہیں۔ آپ کی رائے پر چل کر راج کھویا۔
پاٹ کھویا ذلت اٹھائی۔ بن باس اختیار کیا۔ تیرہ سال کی جلاوطنی برداشت
کی۔ مدت معینہ کے بعد بھی ہمیں کس بات کی آس۔ کیا تیرھویں برس دریودھن
سوتا رہیگا۔ دیکھ لیجئے گا ہم لوگوں کے ڈھونڈنے کو کس طرح زمین و آسمان
ایک کرتا ہے۔ اگر سراغ چل گیا۔ تو پھر فرمائیے کیا کر لیجئیگا۔ یہی صحرا گردی ہوگی
ہم سب ہونگے۔ مصیبتیں ہونگی۔ اور بارہ برس کی جلاوطنی۔ چلیئے اس طرح
ایک دن عمر ختم۔ اور زندگی کا فیصلہ۔ بالفرض ہم پوشیدہ ہی رہے کسی
کو پتہ نہ لگا۔ تو دریودھن اول تو کچھ دوال نہیں۔ اگر کچھ راج ملا بھی۔ تو کیا

کہیں چوسر چلی گئی ہے - آپ کیا پھر پانسہ کھنکھنائیں گے اِس سے یہی بہتر ہے کہ میں جاؤں اور دشمنوں کا فیصلہ کر ڈالوں +

جدھشٹر نے بھیم سین کو گلے سے لگا لیا پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے سمجھایا کر پیارے بھائی ہمت پر شاباش جرأت پر آفرین ۔ بیشک دشمنوں کے لئے تم اکیلے کافی ہو ۔ تمہارے سامنے کوئی مونچھیں اونچی نہیں کر سکتا تم جب چاہتے کوروؤں کا قیمہ کر سکتے ۔ مگر نہیں ذرا اور صبر کرو ۔ جہاں اب تک میرا کہنا مانا ہے ۔ میری رضا مقدم سمجھی ہے وہاں مجھ کو باقی مدت تک دھرم کا نباہ کر لینے دو آدمی کی زبان ہی ہوتی ہے - قول مرداں جان دارد ۔ کیا فائدہ کہ تھوڑی سی عجلت میں اتنے دنوں کے پاس قول میں فرق آئے اور اہل زمانہ کہیں کہ پانڈو ایک بات نہ نباہ سکے جسوقت تیرہ برس گزریں ۔ میں پھر کچھ نہ کہوں گا ۔ تمہیں اور ارجن کو اعتیار ہے ۔ جو چاہے کرنا دخل دوں ۔ تو گنہگار

اِدھر یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی ۔ کہ برہد سور رشی تشریف لے آئے ۔ جدھشٹر نے بڑے ادب سے تعظیم دی ۔ ڈنڈوت کر کے بٹھایا ۔ مزاج پرسی وغیرہ کے بعد راجہ جدھشٹر نے کہا ۔

رشی راج ۔ آپ نے میری کیفیت تو سنی ہوگی ۔ کوروؤں نے فریب سے سب راج جیت لیا ۔ دروپدی پر بدعتیں کیں تیرہ برس کے لئے جلا وطن کیا خیر یہ تو سب تھا مصیبت پر مصیبت اور یہ ہو گئی ۔ کہ ارجن کا پتہ نہیں ۔ سنا تھا سورگ میں شستر ودیا سیکھ رہا ہے پھر کچھ حال نہیں معلوم ہوا ۔ آپ فرمائیں کہ آخر وہ کب تک آئیگا ۔ افسوس میں کیسا بد نصیب ہوں ۔ رنج ہی رنج سے کام رہتا ہے ۔ تسکین قلب کی کوئی صورت ہی نہیں +

برہد سور رشی آپ اپنے کو بد نصیب سمجھتے ہیں ۔ غلطی ہے آپ کی موجودہ مصیبتیں مصیبتیں نہیں راحتوں کا پیش خیمہ ہیں ۔ اِن کا انجام بہت اچھا ہوگا کیا آپ نے راجہ نل کا حال نہیں سنا ۔ اُس مہاتما راجہ نے جوئے کی بدولت وہ وہ مصیبتیں جھیلی ہیں جن کے مقابلے میں آپ کی تکلیف کچھ بھی نہیں وہ غریب اکیلا تھا اُس کی رانی بھی علیحدہ تھی ۔ آپ پر تو پرمیشور کی مہربانی ہے ۔

بھائی ساتھ۔ رانی تیرے سامنے۔ رشیوں برہمنوں کی ہر وقت صحبت

راجہ جدھشٹر۔ میں نے راجہ نل کا حال نہیں سنا۔ تکلیف نہ ہو۔ تو بیان فرمایئے ؀

برہدسورشی۔ سنیئے کہتا ہوں ؀

ادھیائے ۲۹

راجہ نل اور رانی دمینتی کی غائبانہ محبت ہنس کی سلسلہ جنبانی

نل دنیا کے تاجداروں میں بڑا ہی شکیل و جمیل اور نہایت ہی بافیض و دیندار فرمانروا تھا۔ اس کے آفتاب اقبال کی شعاعیں دور دور تک نگاہوں کو چوندھیاتی تھیں۔ بہت سے پرتاپی راجے اس کی اطاعت کو فخر سمجھتے تھے رعیت پروری مشہور روزگار تھی۔ طاقت کو جوش جوانی تھا۔ شجاعت پالنے پڑی تھی۔ دلاوری میں یکتائے آفاق۔ جوانمردی میں طاق۔ صفدری میں مشتاق تیر کے دھنی لوہا مانتے تھے۔ تلواریوں کا نام سے دم نکلتا تھا۔ مالوے کو پایہ تخت سلطنت سے زینت تھی۔ نگین کو نام سے عزت۔ رنواس بھیم سین کی راجکماری دمینتی کے چہرۂ عالم افروز سے جگمگاتا تھا۔ جب یہ دونو گوہر درج حسن بیمثال رشتہ تعلق میں ہمسلک نہ ہوئے تھے اور ان کواکب برج جمال کا قران نہ ہوا تھا۔ طرفین کی صورت صبیح و حسن ملیح کی چار دانگ عالم میں دھوم تھی۔ راجہ نل لوگوں کی زبانی دمینتی کے حسن گلوسوز کی تعریف سنکر نادیدہ عاشق ہو رہا تھا۔ دمینتی راجہ نل کے جمال جہاں افروز کی خوبیاں سن سنکر غائبانہ محبت کے جوش سے کلیجے کو لگا ہوئے تھی۔ دونو کا دل جذبۂ عشق کی زنجیر میں جکڑا ہوا پہلو میں چین نہ لیتا تھا راجہ نل کے دل پر سچی محبت نے ایسی از خود رفتگی غالب کردی کہ:۔

اُس نے راج پاٹ چھوڑ چھاڑ جنگل کی راہ لی اور وہیں محبوبۂ دل نواز و معشوقہ سراپا ناز کی تصویر تصور سے دل بہلانے کی صورت نکالی ایک روز جنگل میں ایک ہنس نظر پڑا راجہ نے کمپا لگایا۔ تو ہنس قابو میں تھا ہنس نے گڑگڑا کر عرض کی۔ کہ :۔

"مہاراج۔ آپ مجھے آزاد کردیں۔ تو وہ کام کروں کہ آپ خوش ہو جائیں

راجہ نل۔ کون کام ؟

ہنس دمینتی کو آپ کی ساری کیفیت سنا دونگا +

راجہ نل ہنسے اور خوشی سے اُسکو رہائی دی۔ ہنس اپنے ہمجنسوں کے جُھنڈ کو ساتھ لئے ہوئے وہاں سے اُڑا اور سیدھا دمینتی کے پاس پہنچا ہنس بڑے خولصورت تھے اِن کو دیکھکر دمینتی کا دل للچایا۔ وہ خرام ناز سے اپنے سایہ کا دل کچلتی آگے بڑھی اور چاہتی ہی تھی۔ کہ ایک نہ ایک ہنس گرفتار کرے مگر جونہیں ہاتھ مارا۔ سب کے سب اِدھر اُدھر تین تیرہ ہو گئے صرف وہ باقی رہا جس نے راجہ نل کو زبان دی تھی۔ دمینتی کی سہیلیاں لونڈیاں باندیاں اور ہنسوں کے پیچھے لپکیں۔ دمینتی اُس ہنس کے سر ہوئی۔ اُس نے اِس کا پیچھا کیا۔ تو کچھ فاصلہ نہ رہا۔ ہنس اِس کا منتظر تھا۔ دمینتی کو پاس دیکھ بولا +

اے مرقع حسن و خوبی و اے تصویر آئینہ محبوبی آج سویرے سویرے کس خوش نصیب کا منہ دیکھا تھا۔ کہ وہ صورتیں ایسی دکھائی دیں۔ جن کو آفتاب و مہتاب کہوں۔ تو مبالغہ نہ ہو۔ جنگل میں تو راجہ نل کو دیکھا۔ یہاں تم کو۔ واہ وا راجہ نل تو بڑا خوش نصیب ہے۔ دولت حکومت لیاقت کے ساتھ حسن صورت بھی وہ پایا۔ کہ باید و شاید۔ تجھے دیکھکر الیشور کی دین کا قائل ہونا پڑتا ہے +

اے راجکماری دمینتی۔ سچ کہتا ہوں۔ اگر تو ایک نظر دیکھ لے۔ تو ممکن نہیں کہ منہ سے اُف نہ نکل جائے ہاتھ سے کلیجہ تھامے بغیر گھڑی رہ سکے۔ راجہ نل کی اگر جوڑ ہے تو تو اور تیری کوئی جوڑ ہی ہے۔ تو راجہ نل کیا خوب ہو۔ کہ تو راجہ نل کے آغوش محبت کو والدین کے مہد عاطفت پر ترجیح دے کر اٹھتی جوانی کے مزے لوٹے اور راجہ نل گے گلزار حسن کی سیر سے آنکھیں ہری رکھے۔ اگر یہ نہیں

تو زندگی کا لطف بہ منزلہ صفر۔ تو اس قیمتی موتی کی طرح دنیا کے بدقسمتوں میں ہوگی۔ جو کسی نازک اندام کی ناک میں پروئے جانے کے عوض کہیں کوڑے میں دبا پڑا ہو۔

دمینتی کے تبسم آشنا نازک نازک پھول سے ہونٹوں پہ اس تقریر سے ہنسی آگئی۔ اس کا کملایا ہوا چہرہ شگفتہ ہو گیا۔ اور دبی زبان سے بولی اکیلے مجھ سے کیا کہتا ہے راجہ نل سے بھی تو کہہ

ہنس یہ سنتے ہی خوش خوش وہاں سے ہوا ہوا راجہ نل کے پاس آیا۔ اور کل کیفیت بیان کی۔

ادھیائے ۳۰

دمینتی کے سوئمبر کی تیاری۔ دیوتاؤں کا جوش تعشق۔ نل کی پیغام بری۔ دمینتی کا دیوتاؤں سے انکار۔ راجہ نل کے ساتھ شادی کی رضامندی

ہنس تو راجہ نل کے ذکر سے دل میں دبی ہوئی آگ کو بھڑکا کر چلتا ہوا دمینتی کے کلیجے کی ٹیس نے اس کے زخم پر نمک چھڑکنا شروع کیا۔ اس کی بے چینیاں حد سے زیادہ بڑھ گئیں بے قرار دل میں درد کی چمک نے گویا بجلیاں بھر دیں۔ اس کا رنگ نیلا پڑ گیا۔ چہرے پر ہوائیاں چھوٹنے لگیں۔ آہ سرد لوہار کی دھونکنی کو مات کرتی تھی۔ چشم سرمگیں سے یہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ کسی کو ڈھونڈھ رہی ہے بھیم سین کی نگاہیں تاڑ باز بھٹس بیٹی کی صورت سے تاڑ گیا کہ یہ حضرت عشق کی کارستانی ہے۔ اس نے فوراً سوئمبر کی ٹھہرا دی۔ اور اپنا ارادہ مشتہر کیا۔ دمینتی کے حسن و جمال کی شہرت عالمگیر تھی۔ کون تھا جس کی آغوش

اشتیاق تصور میں تنگ نہ ہوتی ہو۔ تمام راجے مہاراجے لاؤ۔ لشکر کے ساتھ مالوہ کی طرف دوڑ پڑے ہر ایک کو یہی ہوس۔ کہ ایسی تصویر نور ہمارے ہی آنکھوں کے چوکھٹے میں جڑ جائے۔ راجہ نل بھی جذبہ محبت اور جوشِ الفت کی تحریک سے راہی مالوہ ہوا۔ حشم و خدم کا کیا پوچھنا۔ کوسوں تک ہمراہیوں کا پڑاو پڑا تھا راجہ نل ابھی راستے ہی میں تھا۔ کہ اندر۔ اگن۔ دھرم راج اور برن نے اُسے جاتے ہوئے دیکھا۔ صورت جو دیکھی۔ تو آنکھیں کھل گئیں۔ حسن جوانی نے تصویر حیرت بنا دیا۔ سمجھ گئے۔ کہ راجہ نل یہی حضرت ہیں۔ اور سوئمبر میں قسمت آزمائی کی دھن کھینچے لئے جاتی ہے۔ اُنہوں نے راجہ نل کو ٹوکا۔ اور کہا

راجہ صاحب آپ مالوہ میں جاتے ہیں۔ تکلیف نہ ہو۔ تو ہمارا ایک پیغام دمینتی سے کہہ دیجئے۔

راجہ نل۔ کیسا پیغام؟

دیوتا لوگ۔ آپ صرف یہ کہہ دیں۔ کہ اندر۔ اگنی۔ دھرم راج اور برن سوئمبر میں شریک ہوتے ہیں۔ چاروں میں سے جس کے ساتھ مرضی ہو۔ شادی کر لے

راجہ نل۔ میرا پیغام پہنچانے میں نقصان ہی کیا ہے۔ مگر محلوں میں گذر کی صورت؟

دیوتا لوگ۔ ہم تمہیں ایک منتر سکھا دینگے جس کی تاثیر سے تم نظر سے غائب ہو گے منتر سیکھ لو اور بے تکلف محل میں چلے جاؤ۔ کوئی روکنے ٹوکنے والا نہ ہوگا۔

راجہ نل نے منتر سیکھا اور سیدھا وہیں پہنچ گیا جہاں راج کماری دمینتی سکھیوں سہیلیوں کے پاس بیٹھی ہوئی تجلی رُخ سے راج محل کے در و دیوار پر ستارے چھٹکا رہی تھی۔ جونہی راجہ نل سامنے پہنچا۔ تمام نازنینان مشتری مثال و حسینان زہرہ جمال دنگ رہ گئیں چہرے پر نظر پڑتے ہی ٹکٹکی بندھ گئی پتلیوں کو سکتہ سا ہو گیا۔ دل پر جیسے کسی نے ٹونا کر دیا۔ راجکماری دمینتی نے چبھتی نظر سے وہ موہنی مورت دیکھی اور مسکرا کر کہا

"کیوں صاحب آپ کون ہیں۔ یہاں کیونکر بے تکلف چلے آئے۔ نہ پردہ نہ لحاظ۔ کیا دربان سب سو گئے۔ پاسبانوں کو سانپ سونگھ گیا۔

راجہ نل - میں دیوتاؤں کا پیغامبر ہوں - میری کہیں روک ٹوک نہیں -
دمینتی - آپ کی تشریف آوری کا سبب مجھ کو اس وقت عجیب حیرت ہے - سمجھ میں نہیں آتا - کہ آپ کو دیکھکر میرا پاکباز دل کیوں آپے سے باہر ہوا جاتا ہے +
راجہ نل - دل بے قابو ہو جانے کی کیفیت آپ جانیں - میں تو صرف پیغام لایا ہوں +
دمینتی - تو پھر فرمایئے +
راجہ نل ممدوح الصدر دیوتاؤں نے فرمایا ہے - کہ آپ اِن چاروں میں سے ایک کو پسند کرکے اُن کی آرزو پوری کریں +
دمینتی - چاروں دیوتا مجھے اپنی عنایتوں سے معاف رکھیں - میں اُن کے لائق نہیں جس کو دل دے چکی - اُسی کی ہو چکی ہوں +
راجہ نل - بھلا اِن دیوتاؤں سے بڑھ کر بھی کوئی اور ہے - جس کو آپ کا دل قبول کرنا چاہتا ہے +
دمینتی - جی ہاں وہ آپ ہی روپ ہیں - اُف اوہ - انتظار میں تڑپا تڑپا کر ادھ موا کر دیا - ہنس تو بھسم میں چنگاری ڈال کر الگ کھڑا ہو گیا - یہاں کلیجے میں آگ سُلگی کہ ہڈیوں کا مغز تک پگھلا دیا - تم مجھے جذب محبت کی داد دیکر خدمت میں قبول کر لو - صرف تمہارے ہی واسطے سوئمبر کا ڈھنڈورا پٹوایا ہے +
راجہ نل - ایسے دیوتاؤں کے ہوتے میں کیا چیز ہوں - کہ تم نے محبت کا اتنا اظہار کیا +
دمینتی - بہت صحیح مگر ؎

دل پہ قابو نہیں کچھ جس پہ یہ چاہے آجائے
چاند سا کیسا بدن سانولی صورت کیسی

دل نے آپ ہی کو پسند کیا - طبیعت آپ ہی کو چاہتی ہے - اس میں کسی کا کیا اجارہ ؎

قمری کے دل نے کی نہ محبت گلاب کی
الفت چکور کو نہ ہوئی آفتاب کی

دیوتا لوگ چاہے جیسے صاحب جمال ہوں - اُن کی جنبش نظر میں چاہے

جیسی تاثیر ہو - مگر مَیں اُن کو آپ کے پاؤں کا دھوون بھی نہیں سمجھتی - میں آپ کو پہلے دل دے چکی ہوں - اب اس پر کون قبضہ کر سکتا ہے - پرائے مال پر کسی کا کیا اختیار - کیونکہ خود میرا بھی اپنے دل پر قابو نہیں ٭

راجہ نل - مَیں اسوقت اِن باتوں کا کچھ جواب نہیں دے سکتا - دوسری حالت میں ہوں - دیوتاؤں کی پیغام رسائی مجھ پر فرض تھی - چنانچہ اِس کا نباہ کرنا لازمی ہے ٭

دمینتی - ہاں نباہ کیجیے - مگر سوئمبر میں ضرور تشریف لاویں - مَیں بھری سبھا میں سرِمحفل ہزار آنکھوں کے سامنے دیوتاؤں اور راجاؤں کو سوکھا ٹر کا کر تمہارے گلے میں جیمال ڈال دونگی - بس سب مرادیں پوری سارے مقصد حاصل ٭

راجہ نل بہت خوب کہہ کر دمینتی سے رخصت ہُوا - اور دیوتاؤں کے پاس آکر نتیجہ گفتگو سے اطلاع دی ٭

ادھیائے ۳۱

سوئمبر میں راجہ نل کی بیداری قسمت گلے کی جیمال سی زینت دمینتی سے شادی - دیوتاؤں کے بردان

آفتاب کی سنہری روپہلی کرنیں گوشہ مشرق سے نمودار ہو کر چاروں طرف نور برسانے لگیں - اور سرخی مائل سپیدہ صبح پر نگاہوں کا ٹھہرنا مشکل ہو گیا - راج دواروں پر روشن چوکیاں - بھیرویں کے میٹھے میٹھے رس بھرے بول سنا چکیں باغوں میں شاید اِکّی دُکّی کلیاں منہ بندھی رہ گئی ہوں - ورنہ ہر جگہ پھولوں کا گلزار ہی کھِلا نظر آتا ہے - اِسوقت دمینتی کے سوئمبر کا نظارا ہی کچھ اور ہے محفل شہر مشاکل میں ہر طرف راجے ہی راجے نظر آرہے ہیں - مکٹوں کے شب چراغوں سے

در و دیوار جگمگا رہے ہیں۔ ہر ایک دمینتی کے نشۂ محبت میں چور۔ اور شراب
الفت سے مخمور آمد آمد کے انتظار میں بے چین ہو رہا ہے۔ آنکھیں ایک طرف
دیکھنے کی ہوس میں پلکیں نہیں جھپکاتیں۔ کان پازیب کی جھنکار سننے کے اشتیاق
میں ایسے محو ہیں۔ کہ کسی کی کچھ نہیں سنتے +

آخر دمینتی زرق برق پوشاک پہنے۔ زیور جواہرات میں غرق۔ ہر ہفت عروس
سے آراستہ لباس ناز و انداز سے پیراستہ۔ نور کے سانچے میں ڈھلی حسن عالم فریب
پر دل ہی دل میں اتراتی سہیلوں ہمجولیوں کے ساتھ رونق افروز انجمن ہوئی۔ جس
نے دیکھا۔ دل میں آہ کر کے رہ گیا۔ جس سے چار آنکھیں ہو گئیں۔ آپے میں نہ رہا ہاتھ
فوراً کلیجے تھامنے کے لئے سینے پر پہنچ گئے۔ دمینتی ہاتھ میں جیمال لئے ہوئے
خرام و ناز سے دلوں کو کچلتی ہوئی صف بہ صف پھرنے لگی۔ اس کی سرمگیں
اور شرمگیں آنکھیں راجوں مہاراجوں کو غلط انداز نظر سے دیکھتی کلیجوں کو برماتی اور
نامرادوں کی سرنوشت کو نظری کرتی ہوئی کسی کو ڈھونڈتی پھرتی تھی۔ مگر کسی صف
میں تصویر مقصد نظر نہ آئی۔ یہاں تک کہ تمام ارباب محفل محرومی قسمت پر کف افسوس
ملتے رہ گئے۔ اور دمینتی ٹھٹکی تو کہاں۔ جہاں پانچ شخص وسط محفل میں ایک ہی شکل
ایک ہی صورت ایک ہی وضع ایک ہی قطع کے جلوہ افروز تھے۔ خط و خال میں ذرا
بھی فرق نہ تھا۔ دمینتی کو بڑی حیرت ہوئی۔ کہ معاملہ کیا ہے پانچوں کی شکل راجہ نل کی
سی ہے ان میں سے کس کو راجہ نل سمجھ کر جیمال پہنائے۔ وہ تھوڑی دیر تک کھڑی ہوئی
سوچتی رہی۔ آخر اس نے دیوتاؤں کا دھیان کر کے عرض مدعا کی۔ کہ اگر میری محبت
سچی ہے۔ اگر میرا جوش الفت بناوٹی نہیں۔ تو مجھے راجہ نل ہی کی آغوش محبت میں
جگہ ملے۔ اے اندر۔ اے اگنی۔ اے جمراج اور اے برن مغالطہ دہی کی سند
نہیں۔ عشق صادق کی داد یہی ہے کہ میں وہی گوہر مقصود پاؤں۔ جس کے لئے قلزم
الفت میں غوطہ لگایا ہے۔ دل ہی دل میں یہ عرض معروض کر کے اس نے پھر
صورتوں پر نظر جمائی۔ تو عقل بولی۔ حیرت کا سبب۔ تعجب کی وجہ۔ پنڈت
دیوتاؤں کی شناخت کیا بیان کرتے ہیں +

اب تو جیسے دمینتی کی آنکھیں کھل گئیں۔ اس نے پھر غور سے دیکھا

موجود ہونگا +

(۲) چولا چھوٹنے پر تمہاری سکونت اُس لوک میں ہوگی۔ جہاں مہری روشنی سے بھی بدرجہا زیادہ جلوہ نور ہوگا

جمراج سخن سنج ہوئے کہ (۱) تمہارے ہاتھ کی پکائی ہوئی ہر چیز ذائقے میں بے نظیر ہوا کرے گی

اور (۲) تمہارے دل کو ہمیشہ دھرم ہی سے تعلق اور واسطہ رہیگا +

برن دیوتا بولے۔ یہ لو ہار گلے میں ڈال لو۔ اِس کی خاصیت عجیب و غریب ہے کچھ کیوں نہ ہو یہ ہمیشہ تازہ رہتا ہے خوشبو کبھی کسی حال میں نہیں جاتی +

اب رہا۔ دوسرا بردان وہ بھی سن لو۔ بڑے کام کا ہے۔ تم خواہ کہیں ہو۔ مگر جب پانی چاہوگے۔ فوراً موجود ہوجائیگا۔ یہی نہیں۔ جس برتن کو دیکھ دوگے لبریز ملیگا۔

چاروں دیوتا یہ بردان دیکر وہیں نظر سے اوجھل ہوگئے۔ صاحبان بزم حیران رہ گئے۔ کہ بات کیا تھی۔ سوئمبر ہوگیا۔ سب راجے مہاراجے اپنی اپنی راجدھانیوں کی طرف چلتے پڑے بھیم سین راجہ نل کا سا داماد پاکر پھولا نہ سمایا اس نے بڑی دھوم دھام سے شادی کی بہت کچھ دہیز دیا مفلوک مالا مال اور نادار خوشحال ہوگئے۔ شادی کے بعد راجہ نل دمینتی کو لیئے ہوئے اپنی راجدھانی کو آیا۔ جوانی کی امنگوں کے حوصلے نکلے۔ شباب کی ترنگوں کا کوئی ارمان باقی نہ رہا۔ خیر و خیرات سے ساون بھادوں کی جھڑی گرد ہوگئی۔ اور کچھ دنوں کے بعد اشومیدھ جگیہ کیا +

ادھیائے ۳۲

کلجگ کی فتنہ پردازی۔ قمار بازی پشکر کی جیت راجہ نل کی ہار

دمینتی کا سوئمبر ہوچکا۔ راجہ نل کے ساتھ شادی بھی ہوچکی مگر کلجگ اس

وقت تک خواب خرگوش ہی میں رہا - ایک روز وہ دیوتاؤں کی خدمت میں حاضر ہوا - اِدھر اُدھر کی باتوں کے بعد پوچھا - کہ سوئمبر کب ہے میں بھی جانے والا ہوں - دیوتا بولے +

تم اب تک کہاں سو رہے تھے - سوئمبر کا کیا ذکر دمینتی اور راجہ نل نہ معلوم کب سے نئے کے پرانے بھی ہو گئے - اتنا سننا تھا کہ کلجگ آگ ہو گیا - چہرے آگ کی سی لپٹیں نکلنے لگیں غصہ ضبط نہ ہوا جوش غضب میں یوں زہر اگلنے لگا +

او دمینتی میں تجھ پر جان دوں تیرے فراق میں دم توڑوں - تو دوسرے کی بغل میں جا بیٹھے مجھ کو خبر بھی نہ ہو رہ مزہ چکھاتا ہوں - راجہ نل کو وہ سراپ دوں - کہ اُس کی بھی مٹی خراب ہو - اور تجھ کو بھی سینکتے نہ بن پڑے +

دیوتا لوگ کلجگ کی آتش غضب شعلہ زن دیکھ کر بولے - کہ کلجگ بھگوان غصہ تھوک ڈالئے زیادہ حرارت اچھی نہیں ہوتی - راجہ نل بڑا دھرماتما راجہ ہے دمینتی اُس کے لائق تھی - ایشور کی تجویز کی ہوئی جوڑی پر کسی کو حرف رکھنے کا منہ ہی کہاں جو کچھ شدنی تھا ہوا - اور جو ہوا - وہ بہت اچھا ہوا - اگر آپ راجہ کو بددعا دینگے - تو آپ ہی کی بات جائیگی - اُس کا کچھ نہ بگڑے گا اس سے شعلہ غیظ و غضب پر پانی ڈالدینا ہی اچھا +

دیوتا لوگ تو یہ کہکر نو دو گیارہ ہو گئے مگر کلجگ کی رگ ٹیڑھی ہی رہی سیدھی نہ ہوئی - اِس نے عہد کیا کہ تو سہی راجہ نل کا سب راج پاٹ چھنوا کر جنگلوں کی خاک پھنکواؤں اور وہ کارستانی کروں کہ نہ جورو خاوند کا منہ دیکھ سکے اور نہ خاوند جورو کا +

کلجگ بھگوان موقع کی تاک میں تھے - راجہ نل روباہ بازی گردش ایام سے غافل - عیش و آرام میں مست تھا - بارہ برس بڑے لطف سے گذرے

جام طرب ہر ایک گھڑی بادہ ریز تھا
نظارہ فرش گل یہ عجب لطف خیز تھا

اب لکھی بدی سنیئے دیکھیئے نیرنگی فلک کیا شعبدہ بازی کرتی ہے راجہ نل دھرم کرم اور نت نیم کا بڑا پابند تھا - آندھی آئے پانی برسے کچھ ہو مجال کیا - کہ فرائض میں ناغہ یا دیر سویر ہو - اتفاق کی بات ایک روز راجہ پیشاب کر کے بے ہاتھ پاؤں

دھوئے سندھیا میں مشغول ہوگیا۔ ذراسی ناپاکی کلجگ کو پھل گئی۔ وہ تاک لگائے تھا ہی فوراً جسم عنصری میں داخل ہوگیا اور عقل و دماغ کی کایا پلٹ دی بعدہ ایک دوسری شکل میں راجہ نل کے بھائی پشکر کو اُکسایا۔ کہ راجہ نل کے ساتھ جوا کھیلے شرط راج پاٹ کی ہو اور بازی ہار جیت کی پشکر کھلاڑی تھا۔ اس بات کو مفید مطلب سمجھکر راجہ نل کی خدمت میں حاضر ہوا۔ کلجگ دوا پانسہ بن کر ساتھ ہوئے جس وقت جوئے کی بات چلی۔ راجہ نل تاب نہ لا سکا چوسر بچھادی اور بازی شروع ہوئی۔ عزیز و اقارب روکنا چاہتے تھے۔ مگر راجہ نل کے رعب سے ہواؤ نہ پڑا سب بیٹھے بیٹھے دیکھا کئے اور راجہ نل نے تاج و تخت مال و ملک دولت و حشمت گھوڑے ہاتھی اور رتھ وغیرہ سب ہار دیئے پاس ایک جھنجھنی نہ رہی۔ جسوقت اراکین دولت و امرائے سلطنت نے قماربازی کا حال سنا۔ سب رانی دمینتی سے فریادی ہوئے۔ رانی اُسیوقت اٹھ دوڑی۔ راجہ سے کہا اُٹھیے چلیئے۔ وزرائے دولت و عمائد سلطنت مشتاق پابوس ہیں مگر وہاں کون سنتا تھا۔ راجہ نل کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ آخر سب کے سب قسمت کو ٹھونکتے واپس گئے۔ اور وہی ہوا۔ جس کا سب کو اندیشہ تھا یعنی راجہ نل کے پاس گوشت پوست کے سوا کچھ ہارنے سے نہ بچا۔ جب راجہ نل اپنے پیکر عنصری کو داؤں پر رکھنے لگا۔ تو دمینتی بہت ہی گبھرائی۔ اس نے قسمت ٹھونک کر اپنے بیٹے اور بیٹی کو اپنے باپ کے گھر کندن پور میں پہنچادیا رتھبان ان کو پہنچا کر پھرا تو مالوے میں ناموافقت ایام کا خیال کرکے اجودھیا کے رتوبرن کی ملازمت اختیار کر لی +

ادھیائے ۳۳

راجہ نل کی تارک الوطنی۔ رانی دمینتی کی ہمراہی گردش قسمت کا اشلکھ۔ ملبوس پر کلجگ کی دستبرد

پانسہ راجہ نل کے ساتھ بدی کر چکا۔ کوئی بازی ہاتھ نہ لگی جب دیکھا رنگ بدرنگ۔ پشکر نے بالکل ننگا کیا لیا دانتوں پر چھیلن بھی نہ باقی رکھا۔ اب راجہ نل کرے تو کیا کرے آخر ہاتھ جھاڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ رنج کی انتہا نہ تھی۔ راجہ پشکر مجسم کلجگ ہو رہا ہے اُس نے اس حالت میں بھی ایک چرکا لگایا۔ راجہ نل کو اُداس اور چلتے ہوئے دیکھکر بولا۔ کہ اب بھی جو کچھ ہو۔ داؤں پر رکھ دو۔ ایک بازی اور سہی بھاگنے کی سند نہیں۔ یہ تقریر راجہ نل کے کلیجے میں کاٹ کر گئی مگر وہ ضبط کر گیا۔ اس نے سب زیور و لباس اتار کر رکھ دیئے۔ اور رانی دمینتی کو ساتھ لیکر وہاں سے روانہ ہوا۔ راجہ نل کی اسوقت کی بیکسی عجب دردناک تھی۔ رانی اور راجہ کے بدن پر صرف ایک ایک ستر پیسہ کوڑی پاس نہیں کھانے پینے کا سبھتا ندارد۔ مگر خیر اُس نے ؎

ہرچہ باداباد ما کشتی در آب انداختیم۔

کہہ کر جنگل کی طرف رُخ کر ہی دیا۔ راجہ کو اسکی وضع و لباس میں جاتے دیکھکر اہل شہر پیچھے ہو لیئے ہر کوچہ و بازار میں کہرام مچ رہا تھا۔ عامہ خلائق کی آنکھیں آنسوؤں کا دریا بہا رہی تھیں۔ نالہ جگر خراش پتھر کے دلوں کو پگھلا رہے تھے۔ راجہ پشکر رعایا و برایا کا جوش رفاقت دیکھ کر اور بھی انگاروں پر لوٹا۔ اُس نے ڈھنڈورا پٹوایا۔ کہ خبردار خبردار کوئی شخص راجہ نل کی رفاقت نہ کرے۔ اگر حکم کی خلاف ورزی ہوگی۔ تو سر ہوگا اور تلوار ؎

رعایائے مالوہ راجہ پشکر کے خوف سی گھروں کو واپس آئی اور راجہ نل دمینتی کو لیئے ہوئے جنگل کی طرف راہی ہوا۔ تین دن تک جنگل کی خاک چھانی۔ پیٹ پیٹھ سے لگ گیا۔ آنتیں خشک ہو گئیں۔ مگر کھانے پینے کا کیا ذکر منہ پر پانی کا چھینٹا نہ پڑا۔ تین دن کی بھوک پیاس جان پر کیا قیامت توڑتی ہوگی۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔ آہ تین روز پہلے جس کے منہ کا اگال ابنائے زمانہ کے لیئے تمام نعمتوں سے زیادہ قیمتی سمجھا جاتا تھا۔ آج وہ جنگل کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ اور کہیں ایک دانہ نصیب نہیں ہوتا۔ ہائے پرسوں۔ اترسوں جس مہارانی دمینتی کی پان کے پیک سے یاقوت یمن پیدا ہوتے تھے۔ آج پیاس کی شدت نے اُس کے گلے

میں ایسے کانٹے ڈال دیئے ہیں کہ وہ تھوک بھی نہیں سکتی +

بھوک پیاس کی مصیبتیں جھیلتے جھیلتے تین دن کے چوبیس چوبیس گھنٹے نہ معلوم کیونکر کٹے تیسرے روز راجہ نل سے اپنی بھوک پیاس ضبط نہ ہوئی نہ رانی کو بے آب و دانہ دیکھا گیا۔ اُس نے اپنا چادرہ اُتارا اور شکاری پرندوں پر ڈال دیا۔ کہ نہ اُڑ سکیں اور آج پیٹ کی دوزخ بھرنے کے کام آئیں۔ مگر قسمت سیدھی نہ تھی۔ خود دام مصیبت کا شکار ہو گیا۔ پرند فوراً اُڑ گئے۔ اور کپڑا بھی انہیں کے ساتھ اوج ہوا پر پرواز کر گیا۔ راجہ نل حیران کہ اے گردش قسمت یہ رنگ ہی کیا ہے۔ وہ آنسو بھری آنکھوں سے آسمان کیطرف دیکھنے لگا۔ کہ پرندے اوپر

اوبے وقوف عقل کے اندھے ہم پرند نہیں وہی پانسے ہیں جنہوں نے تیری یہ گت بنائی ہے۔ تو اس کپڑے کے لئے روتا ہے ہم گوشت پوست کے سوا بدن پر لنگوٹی بھی نہ رہنے دیں گے جا ننگے بن کی ہوا کھا۔ راجہ نل نے رانی کے آگے سرد سی مارا کہ ہائے ایک کپڑا تھا۔ وہ بھی قسمت سے اُتر گیا۔ اب کیا کریں۔ رانی نے راجہ نل کے ساتھ آنسو ڈالکر اسے تسلی دی۔ اور دونوں وہاں سے چلکر وندھیاچل کے قریب پہنچے۔ یہاں دوراہہ تھا۔ ایک کشن گڑھ کی طرف دوسرا کوشل دیش کی جانب۔ راجہ نل نے دمینتی سے کہا +

تمہارا میکا یہاں سے نزدیک ہے بہتر ہے۔ کہ تم باپ کے گھر چلی جاؤ میرے ساتھ تمہیں تکلیف رہیگی۔ وہاں آرام تو ملیگا +

رانی دمینتی۔ آفرین اس سمجھ پر میں اور آپ کو بھوکا پیاسا بن میں چھوڑ ڈالوں آپ عاقبت بنانے کی اچھی ترکیب بتاتے ہیں۔ میں جاکر راج کے سکھ اٹھاؤں اور آپ جنگلوں کی ٹھوکریں کھاتے پھریں۔ واہ +

راجہ نل بیشک دوست اور عورت کی آزمائش مصیبت ہی کے موقع پر ہوتی ہے۔ مگر تم اس سے مستثنیٰ ہو۔ تمہارے جوش رفاقت اور صدق ارادت کا مجھ پوری طرح یقین ہے۔ ہر کہ شک آرد۔ کافر گردد۔ مگر نہیں میں صرف اس غرض سے کہتا ہوں۔ کہ ناحق تکلیف اُٹھانے سے کیا فائدہ۔ تمہارا گھر ہی ہیں رہنا ٹھیک +

رانی دمینتی - یہ تو سب واہیات ہے - ہاں سو بات کی ایک یہ ہے - کہ اگر آپ بھی کندن پور چلیں - تو میں خوشی سے جانے کو تیار ہوں یہ ذمہ میرا کہ آپ کے ساتھ میرے پتا کا برتاؤ بہت ہی اچھا رہیگا - قدموں کے نیچے پلکیں بچھائینگے - آنکھوں سے تلوے نہ سہلائیں - تب کی سند ؛

ادھیائے ۳۴

راجہ نل کی رانی دمینتی سے علیحدگی - رانی کی پریشانی و سرگردانی - آخر چندیری میں گزر اور حالت بیکسی میں قیام

جس وقت رانی دمینتی نے راجہ نل کو اپنے میکے میں چلنے کے لئے تحریک کی راجہ نل آنکھوں میں آنسو بھر لایا اور بولا :-

پیاری میں تمہارے پتا کے گھر کو بھی اپنا ہی گھر سمجھتا ہوں - ضرور چلتا مگر اس بے سرو سامانی و خانہ ویرانی کی حالت میں کیا منہ لیکر جاؤں - یوں کسے صورت دکھائی جائیگی - اس سے جنگل ہی کی خاک چھاننا بہتر ؛

اس وقت کی بات یہیں کی یہیں رہ گئی - اور دوسری باتوں نے رانی اور راجہ کے خیال کو اور ہی طرف متوجہ کر لیا - ایک روز راجہ نل کو پھر رانی دمینتی کی تکلیفوں کا خیال ہوا - اس کا دل بھر آیا - سوچنے لگا - کہ ایسی پتی برتا رانی کی ننھی سی جان پر مجھ بدنصیب کے سبب سے یہ مصیبت - کہاں پھولوں کی سیج اور کہاں صحرائے پُرخار ہائے سورج - چاند - جن تلووں کو دھو دھو کر پیتے تھے - آج اُن کے آبلے برہنہ پائی کی تکلیفوں سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں - اس سے نازک اندام رانی کی پریشانیاں دیکھی نہ جاتی تھیں وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح رانی چھاتی پر پتھر رکھ کر اپنے باپ کے گھر چلی جائے - تو اکیلی جان لئے ہوئے مصیبتوں کے دن کاٹوں اسی خلجان اور اسی خلفشار میں ہوتے ہوئے ایک دھرم سالے میں رسائی

ہوئی۔ راجہ نے وہاں بستر لگایا۔ رانی تھکائی سے بالکل پست ہو رہی تھی۔ جو ہیں
ہاتھ پر سر رکھ کر لیٹی۔ آنکھ لگ گئی۔ راجہ نے سوچا کہ اس سے بڑھکر علیحدگی
کا موقع نہیں۔ رات کا وقت۔ رانی مائل خواب۔ پس چپکے سے کھسک جاؤ۔ جب
رانی جاگیگی۔ تب آپ ہی اپنے باپ کے گھر کا راستہ لیگی۔ اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ رانی
کی آدھی چادر پھاڑی۔ اور اس کو اوڑھے ہوئے چلتا پھرتا نظر آیا۔ تھوڑی ہی
دور گیا تھا۔ کہ جوشش محبت نے قدم پکڑ لئے۔ اُنہیں پیروں لوٹا۔ اور آکر رانی
کے سرہانے بیٹھ گیا۔ اور منہ دیکھ دیکھ کر زار زار رونے لگا۔ تھوڑی دیر آنسو
بہاکر پھر اُٹھا۔ چلا اور پھر واپس آیا۔ راجہ نل نے پانچ مرتبہ یوہیں پاؤں کا سینچر مٹایا
اس سے رانی کی جدائی گوارہ نہ ہوتی تھی۔ آنکھیں اس تصویر نور کی آنکھوں سے
اوجھل ہوتے دیکھ کر خون کے آنسو بہاتی تھیں۔ مگر کلجگ نے راجہ نل کی عقل پر ایسا
پردہ ڈال دیا تھا۔ کہ آخر کار وہ ایک مرتبہ چل ہی کھڑا ہوا۔ اور آندھی طرح جنگل
میں جاکر ایک درخت کے نیچے لیٹ رہا۔ نیند غالب تھی۔ زمین پر بیٹھ لگتے
ہی آنکھیں جھپک گئیں ۔

اب گھڑیالی نے صبح کا گجر بجایا۔ مرغ سحر نے بانگ دی۔ آفتاب نے گوشہ
مشرق میں جمال جہاں افروز دکھایا۔ رات بھر غالب رہنے والی روشنی سے پھر کرہ خاکی
منور ہونے لگا۔ نسیم سحر کے جھونکوں سے دمینتی کی آنکھ کھلی۔ انگڑائی لیتے ہوئی
اُٹھ بیٹھی۔ آنکھیں مل کر دیکھا۔ تو راجہ نل ندارد۔ چادر آدھی غائب رانی کی جیسے
جان نکل گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا اُبل پڑا۔ کلیجے کی تڑپ پسلیاں
توڑنے لگی۔ وہ فوراً ہی اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور اِدھر اُدھر ڈھونڈھتی اس طرف سے
اُس طرف دیکھتی بھالتی جنگل کی طرف چل پڑی۔ رانی کی دردناک چیخ سے جنگلی جانوروں
کی چھاتی پھٹتی۔ گریہ وزاری سے درختوں کا کلیجہ ہلا جاتا تھا۔ اس کے ہونٹ خشک
ہو رہے تھے۔ چہرہ بالکل مرجھا گیا تھا۔ اس کی یہ جگر خراش آواز پتھر سے پتھر
دلوں کو بھی تڑپا رہی تھی۔ کہ ہائے پران ناتھ۔ کہاں ہو۔ مجھے اکیلا چھوڑنے
کی وجہ! صورت سے ایسی نفرت کیوں۔ آخر کار۔ کوئی خطا۔ کوئی قصور۔ ہا
افسوس۔ کہ اسوقت ہاتھ میں انگوٹھی بھی نہیں۔ جس کا ہیرا ہی رفاقت

کرے۔ ہائے جان کیونکر نکالوں۔ وہ کیسے توڑ دوں ؟

رانی کی پریشان حالی ایک ایک لمحے پر سیر کی سوائی ہوتی جاتی تھی۔ اس کا دل تڑپ کر پہلو سے نکلا بھاگتا تھا۔ نہ کچھ کھاتا نہ پیتا۔ نہ آنکھوں میں نیند۔ نہ پاؤں میں قرار۔ اس نے تین دن تک برابر جنگلوں کی خاک اڑائی۔ گوشہ گوشہ چھان ڈالا۔ مگر راجہ نل نہ آج ملتا ہے نہ کل۔ رانی کو پاؤں توڑتے ہوئے ۷۲ گھنٹے گزر گئے پھر بھی اس کا قدم آگے ہی پڑتا جاتا تھا۔ وہ جاتے جاتے آخر کار ایک جنگل میں پہنچی۔ جہاں بششٹ اور بھرگو کے سے رشی منی معبود حقیقی کی یاد میں محو دنیا کو اپنے تپوبل سے تھامے ہوئے تھے۔ رانی ان کی خدمت میں پہنچی اور ڈنڈوت کرکے کھڑی ہو کر آنسو پینے لگی۔ رشیوں نے اس پیکر نور کو دیکھا۔ تو آنکھوں میں چکا چوند ہونے لگی۔ حسن مصفا پر لاکھ نظر جمائے تھے نہ جمتی تھی۔ انہوں نے دریافت کیا :-

"زہرہ برج خوبی و زیبائی مشتری سپہر رعنائی"

تم بن دیوی ہو یا پہاڑ کی ماتا۔ کیا کرپا ہوئی جو درشن دئیے ؟

دمینتی۔ میں دیوی نہیں۔ دنیاوی عورتوں کی پاؤں کی خاک۔ راجہ بھیم سین کی بدنصیب بیٹی راجہ نل کی بدقسمت رانی ہوں۔ پران پتی جوئے میں سب راج پاٹ ہار گئے مجھ کو ساتھ لیکر بن کی ہوا کھاتے کھاتے مجھے اکیلا چھوڑ کر نہ معلوم کہاں چل دئیے۔ انہیں کو ڈھونڈتی ہوئی یہاں آنکلی ہوں۔ تین روز سر مارتے ہو گئے کہیں پتہ نہیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ میرے دن پورے ہو گئے آخری گھڑی جلد آنیوالی ہے۔ دو چار روز اور دیکھتی ہوں۔ اس کے بعد بھی پران ناتھ کا دیدار نہ نصیب ہوا۔ تو جان دے کر اس رنج و غم سے پیچھا چھڑا دونگی ؟

رشی رانی کے جان خراش حال سے متاثر و متاسف ہوئے۔ انہوں نے بڑی تعظیم و تکریم سے بٹھایا۔ اور یوں تشفی دی۔ کہ

رانی دمینتی دل کو ڈھارس دے کچھ دنوں صبر کر تیرے عروج اقبال کے دن آہستہ آہستہ چلے آتے ہیں۔ یہ دن کٹ جانے دے۔ پھر تو ہو گی۔ اور راجہ نل ہوگا۔ اور سب وہی اگلا سا ٹھاٹ باٹ۔ وہی راج پاٹ

اس وقت تک جو کچھ ہؤا۔ اور ہو رہا ہے۔ یہ سب کلجگ کی کارستانی ہے
مگر اس سے گھبرانا فضول۔ ہماری ریاضت سے کھلی ہوئی آنکھیں اُس
زمانے کو قریب دیکھ رہی ہیں۔ جب تجھے آنند ہی آنند ہوگا۔ دمینتی دل
کی محویت سے یہ باتیں سُن رہی تھی۔ کہ دفعتہً چونک پڑی۔ دیکھتی ہے تو
تو نہ وہاں کوئی رشی ہے نہ تپسوی نہ ندی اور نہ پھولے پھلے درخت حیران
کہ معاملہ کیا ہے۔ یہ عالم بیداری ہے یا خواب۔ آنکھیں پھاڑ کر اِدھر اُدھر
دیکھا۔ کہیں کچھ نظر نہ آیا۔ آخر گرداب حیرت میں ڈوبی ہوئی وہاں سے چلی
اور راجہ نل کی تلاش میں پاؤں تھکانا شروع کئے۔ وہ سارا دن اور پہاڑ
سی رات کیونکر کٹی۔ دمینتی ہی کا دل جانتا ہوگا۔ دوسرے کو کیا خبر نہ یار سے
نہ مددگار سے بیکس تنہی دو گوشش جنگل میں ٹاپتی پھرتی۔ اور ناکامیوں پر
آٹھ آٹھ آنسو روتی تھی۔ دوسرے دن چلتے چلتے ایک قافلے میں گذر ہؤا۔
اہل قافلہ پڑاؤ ڈالے ہوئے اپنے دھندوں میں مشغول تھے۔ یہ آدمیوں
کی صورت دیکھ کر وہاں پہنچی۔ اور ایک ایک کو پوچھتی پھری۔ کہ کہیں راجہ
نل کو فقیرانہ لباس میں تو نہیں دیکھا۔ اُس کو جو امیدیں وہاں لے گئیں تھیں
وہ جواب نفی سے مبدل بہ مایوسی ہوگئیں۔ اور اس کی تشنۂ دیدار آنکھوں
کو تکلیف دہی سُراب سے اور رونا آیا۔ اس کاروان کا قافلہ سالار بہت
نیک دل تھا۔ اس نے اس کی بےچینیوں کا مشاہدہ کیا۔ تو اپنے پاس بلایا
صورت و سیرت پر عش عش کرکے گردش ایام پر آنسو بہائے۔ سرگذشت
سنی۔ اور بڑی ہمدردی کیساتھ کہا:-

اے سرمایۂ حسن و جمال و اے نازنین مہر تمثال۔ تیری افسردہ حالی دیکھی
نہیں جاتی۔ دل کی پریشانیاں روئیں روئیں سے ظاہر ہوکر دیکھنے والے کا
کلیجہ ملتی ہیں۔ میں اپنے کو خوش نصیب سمجھتا۔ اگر راجہ نل کا پتہ بتا سکتا مگر
افسوس یہ شرف مجھے حاصل نہ ہو سکا۔ میں نے یہاں شیروں ہاتھیوں اور
جنگلی جانوروں کے سوا کسی آدمی کی صورت ہی نہیں دیکھی +

دمینتی۔ خیر یہ میری قسمت۔ مگر کیا آپ بتا سکتے ہیں۔ کہ آپ کا عزم اب کدھر

کا ہے ؟

قافلہ سالار۔ چندیری کی تیاریاں ہیں۔ اگر تمہارا ابھی قصد ہو۔ تو بے تکلف چلی چلو میں بڑی حفاظت کے ساتھ بہت اچھی طرح جہاں جانا ہوگا۔ پہنچا دوں گا ۔

ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا ہی بہت ہوتا ہے قافلہ سالار کی ہمدردی نے دمینتی کے بے قرار دل کو کسی قدر سنبھالا۔ اس کو آس ہوئی۔ کہ جنگلوں میں ماری ماری پھرنے سے تو جان بچیگی۔ اچھا ہے کہ چندیری ہی میں زندگی کے کچھ دن بسر ہوں۔ اس خیال سے اس کو قافلہ سالار کے ہمراہ کر دیا۔ اور وہ اُس کی دستگیری سے چندیری کی طرف چلی۔ چلتے چلتے کئی روز ہو گئے۔ ہر روز ایک نئی منزل سے سامنا تھا۔ ایک روز ایک تالاب کے کنارے قافلہ اترا جب رات کو سوتے اسائی ہو گئی۔ تو ایک عجیب آفت نازل اور قیامت برپا ہوئی۔ جنگلی ہاتھی قافلے کے ہاتھیوں پر ٹوٹ پڑے اور لگی مار پیٹ ہونے۔ تمام قافلے میں ہل چل مچ گئی صدہا آدمی جھپٹ میں آکر نشانۂ اجل ہوئے۔ صدہا جان لیکر جہاں سینگ سمایا بھاگ گئے۔ جو باقی رہے اُن میں سے بھی کئی درخت پر کوئی اور کہیں خلاصہ یہ کہ ساری رات ہنگامہ قیامت بیا رہا۔ سب کو جان کے لالے پڑے تھے۔ بڑی مشکلوں سے صبح ہوئی اہل قافلہ ایک ایک دو دو کر کے پڑاؤ پر آئے۔ سب حیران کہ قیامت کہاں سے ٹوٹ پڑی۔ کون بلا آ گئی۔ جس نے اتنا خون خرابہ کر ڈالا۔ اسی ذکر مذکور میں کسی زبان سے نکلا کہ بھائی ہو نہ ہو۔ یہ آفت اُسی نازک اندام سمن فام عورت کی بدولت نازل ہوئی۔ جو ہمارے قافلے میں نووارد ہے دمینتی کے کانوں میں یہ بھنک پڑی۔ تو جان اڑ گئی۔ وہ گھبرائی۔ کہ اب خیریت نہیں طویلے کی بلا بندر کے سر والی مثل ضرور صادق آئیگی۔ وہ اس اندیشے میں دل ہی دل میں کانپ اٹھی اور سر پر پاؤں رکھ کر بھاگی۔ تو پھر کر بھی قافلے کی طرف نہ دیکھا تھوڑی دیر میں آفتاب اونچا ہوا۔ قافلہ سالار نے لوگوں کی صورت دیکھی تو ہر ایک کے دل میں یہی ڈر سمایا۔ کہ کہیں رات والی کالی بلا پھر تو نہیں آئی قافلہ سالار نے فوراً حکم دے دیا کہ اب یہاں ٹھیرنے کا کام نہیں سب اختر بختر سمیٹ کر چلیں۔ لاشیں وہیں جلتی ہوئی دھوپ میں چھوڑ رکھو۔ اور قافلہ لبے ڈگ رکھتا

ہوا کوچ کر گیا۔ دمینتی نے دیکھا۔ کہ قافلہ چل پڑا۔ وہ تنہائی سے گھبرا رہی تھی سوچی کہ جہاں تک بنے ساتھ نہ چھوڑوں۔ ایک سے دو بھلے۔ جماعت کی کرامات ہوتی ہے یہ سوچکر وہ قافلہ کے چند دھرموان برہمنوں کے پیچھے پیچھے ہولی۔ اور نقش قدم پہ قدم رکھتی ہوئی چلی۔ چند روز کے بعد چندیری میں پہنچ کر راج محل کے نیچے نیچے گذر ہؤا۔ اتفاقاً راجہ چندیری کی ماں غرفے سے جھانک رہی تھی۔ اس نے دمینتی کی صورت دیکھی۔ تو دل پر کسی قدرتی جذبۂ محبت کا اثر ہؤا بھی مردم شناس سمجھ گئی۔ کہ یہ کوئی معمولی عورت نہیں۔ ہو نہ ہو کسی راج محل کی فلک زدہ تصویر نور ہے اس نے فوراً اپنی لونڈی دھاتری کو حکم دیا۔ کہ جائے اور ساتھ لے آئے حکم کی تعمیل ہوئی۔ اور دمینتی کی قسمت نے اسے راجہ چندیری کی ماں کے پاس پہنچا دیا۔ جن رانیوں سے چندیری کا رنواس جگمگا رہا تھا۔ دمینتی کی صورت دیکھ کر شرمائی لجائی اور دل میں کٹی جاتی تھیں۔ ہر ایک کی نظر حیرت کے ساتھ چہرے پہ پڑتی اور ہٹنے کا نام نہ لیتی تھیں۔ راجہ چندیری کی ماں نے بڑی محبت سے پوچھا:-

اے ستم رسیدہ گردش ایام۔ تو کون ہے۔ تیری یہ صورت کس نے بنائی۔ اس شکستہ حالی اور مصیبت زندگی میں بھی یہ حسن و جمال کہ آنکھیں نہیں ٹھہرتیں۔ آفتاب گھنا تا ہے۔ تو تانبے کی رکابی معلوم ہوتا ہے تیری خوب صورتی اس حال میں بھی دلوں پر موہنی ڈالتی ہے۔ سچ بتا۔ کہ تو اندر رانی ہے یا اندر کی اپسرا یا اور کوئی؟

دمینتی نے رو رو کر سب داستان غم سنائی۔ راجہ چندیری کی ماں نرم دل تھی سننے کی تاب نہ لائی۔ اس کے بھی آنسو نکل پڑے۔ اُٹھ کر کلیجے سے لگالیا۔ اور کہا:-

رانی دمینتی تم یہیں رہو۔ دیکھو۔ ایشور کیا کرتا ہے۔ اِدھر اُدھر پھرنے سے کچھ حاصل نہیں۔ میں تمہیں بیٹی کی طرح رکھونگی۔ اس طرح تمہاری خاطر داشت کرونگی۔ کہ رنج پاس پھٹکنے نہ پائے۔ ذرا صبر سے کام رکھنا میں راجہ نل کو بھی تھوڑے دنوں میں ملائے دیتا ہوں اطمینان رکھو اسی وقت

آدمی دوڑاتی ہوں - کہ پتہ لگائیں +

دمینتی نے اس مہربانی کا شکریہ ادا کیا اور بڑی عاجزی سے کہا ماتا اس وقت جان میں جان آئی - میں بڑی خوشی سے قدموں میں رہونگی - میں نے آپ کا دامن پکڑا ہے - آپ کو بھی بانہہ لگے کی لاج رہے +

ادھیائے ۳۵

راجہ نل کی پریشانی - آگ سے کرکوٹک کی حفاظت تبدیلی شکل - سانپ کی نظر عنایت

دمینتی سے جدا ہونے پر راجہ نل کی حالت بہت ہی غیر ہوئی - وہ درخت کے نیچے بیٹھ کر پہروں رو دیا - جب آنکھیں سوج گئیں - جنگلوں جنگلوں بھوکا پیاسا ٹکریں مارتا پھرا - پاؤں پھوڑا ہو گئے - تلووں کو کانٹوں نے چھلنی کر دیا چند روز کی آوارہ گردی نے ایک ایسے جنگل میں پہنچایا - جہاں ہر طرف آگ ہی آگ نظر آتی تھی - شعلے آسمان کا منہ چھلیے دیتے تھے - جسوقت اُس نے جنگل میں قدم رکھا ایک آواز سنکر اُس کے کان کھڑے ہوئے - آواز کیا تھی ؟ فریاد

راجہ نل - رحم کر - آگ سے بچا لے

راجہ نل کو اگنی دیوتا بردان دے چکے تھے کہ کبھی بدن پر آنچ نہ آئے وہ آواز پر چلا - اور جلتی ہوئی آگ میں گھس پڑا - بردان کے اثر سے آگ آتش گل کی طرح سرد ہو گئی - حرارت کا نام نہ رہا - بہاں یہ گیا - اس مقام پر ایک سانپ کنڈلی مارے ہوئے نظر آیا - جس نے صورت دیکھتے ہی کہا - کہ میں کرکوٹک ہوں نارد جی نے سراپ دیکر سانپ بنا رکھا ہے - میں اپنا قد چھوٹا کرتا ہوں - تم مجھے اس آگ سے نکال لو - تمہارا سلوک خالی نہ جائیگا - میں اسکا بہت عمدہ عوض دونگا - راجہ نل کو رحم آیا - اور جب جلتی ہوئی آگ سے باہر نکالا - تو سانپ بولا :-

مہربانی کرکے قدم گنتے ہوئے چلو۔ راجہ نل نے قدم گننا شروع کئے اور جونہی دس کا عدد زبان پر آیا۔ سانپ نے دانت مار دیا۔ راجہ نل دیکھتا ہے۔ تو صورت کچھ اور کی اور نہ وہ جلوہ خال نہ حسن و جمال۔ سامنے دیکھتا ہے تو سانپ غائب اور اُس کی جگہ ایک اُسی شکل کا آدمی موجود۔ عقل حیران ہو گئی۔ کچھ معاملہ سمجھ میں نہ آیا +

دل میں افسوس کہ واہ نیکی کا بدلہ بدی۔ رحم نے خوب صلہ دیا۔ کہ صورت بھی کچھ اور کی اور کر دی۔ سانپ اب سانپ نہ رہا تھا۔ راجہ نل کی صورت و شکل کا ایک خوشتر جوان بن گیا تھا۔ اس نے راجہ نل کو عالم حیرت میں الوہ فکر میں دیکھکر ڈھارس دی کہ گھبرانے اور اندیشہ کرنے کی کوئی بات نہیں۔ میں نے تمہاری بہتری کے لئے یہ کھیل کھیلا ہے۔ تمہیں ابتک کلجگ کمبخت نے بڑے بڑے دکھ دیئے ہیں۔ خوب تگنی کا ناچ نچایا ہے۔ آج سے اس کی مجال نہیں۔ کہ شرارت کر سکے۔ میں ذمہ وار ہوں رہا میرا زہر اس سے بھی تم کو آزار نہ پہنچیگا۔ اطمینان رکھو میں تم کو یہ بھی یقین دلاتا ہوں۔ کہ ہر معرکہ جنگ میں تمہاری ہی فتح کا ڈنکا بجیگا۔ غنیم ہمیشہ مُنہ کی کھائینگے۔ اب میری رائے ہے۔ کہ تم اجودھیا میں چلے جاؤ۔ کہ وہاں کا اکشواک بنسی راجہ رتوبرن بڑا ہی علم دوست اور علوم زمانہ میں کامل الوقت ہے۔ اس سے ملو۔ اور اپنا نام باہک سوت بتا کر کہو۔ کہ مجھے فن شاہسواری میں یکتائے آفاق کر دیجئے۔ وہ تمہیں شہسواری سکھائیگا۔ اور پھر اس فن کا کمال تمہیں ایسا فائدہ دے رہیگا۔ اس کی تشریح فضول بس حد ہے۔ کہ اسی کے فیض سے رانی تمہارے آغوش میں آجائیگی۔ گیا ہوا راج از سر نو ہاتھ آئے گا۔ تم تبدیلی شکل سے بھی بے غم رہو۔ جب تمہیں صورت اصلی کی ضرورت ہو مجھے بلا لینا۔ لو یہ کپڑا۔ اسے اوڑھ کر دھیان کرتے ہی میں تمہارے پاس ہی ہونگا اتنا کہکر کوٹک نے اپنی کینچل کا ایک کپڑا دیا۔ اور بتایا۔ کہ میری طلبی کے لئے یہ بھی ایک عجیب و غریب چیز ہے ادھر اس پر آگ کی آنچ پہنچی۔ اُدھر میں سامنے موجود ہو گیا۔ گویا وہیں تھا۔ راجہ نل نے اُس کی ہدایتیں لوح دل پر نقش کر لیں۔ اور سانپ دیکھتے دیکھتے نہ جانے کہاں الوپ ہو گیا +

ادھیائے ۳۶

راجہ نل کی راجہ رتو برن والی اجودھیا کے یہاں ملازمت
بھیم سین والد دمینتی کا دختر و داماد کی آوارہ گردی میں رنج والم۔ تلاش۔ برہمنوں کی روانگی سُودیو برہمن کی چندیری میں رسائی۔ دمینتی سے ملاقات

راجہ نل بدلی ہوئی صورت میں اجودھیا نریش کی خدمت میں پہنچا۔ عرض کی۔ کہ:-
"آن داتا۔ بہتھی ناتھ" فن شہسواری میں طاق ہوں۔ گھوڑے ہانکنے میں خاص مہارت ہے کھانا بھی نہایت ہی نفیس پکاتا ہوں۔ اور اور تفریحی کھیلوں میں بھی کافی دستگاہ حاصل ہے۔ آب و دانہ کی کشش اجودھیا میں لائی۔ کہ آوازہ قدردانی اور رہبری قسمت نے در دولت پر پہنچایا۔ کوئی منصب ہو کر دلجمعی میں ساتھ دعاگوئی میں مصروف اور رضاجوئی میں مشغول رہوں۔ راجہ نے سائل کو بہت صاحب تمیز اور سلیقہ شعار پایا۔ دریائے عاطفت موجزن تھا۔ اصطبل شاہی کی افسری و یکر دو ہزار روپیہ مشاہیرہ مقرر کر دیا۔ اور جیون بارسین سارتھی بھی تعلیم و تربیت کے لئے حوالے گئے۔ راجہ نل دن کو فرائض منصبی کی انجام دہی سے جدائی کی گھڑیاں کاٹتا رات ہوتی تو دمینتی کی یاد میں منہ لپیٹے ہوئے وہ اشعار پڑھتا جو دمینتی کی حالت زار کا نقشہ پیش نظر کرتے تھے۔ ایک روز یہ اپنی دُھن میں وہی روز کا آموختہ پڑھ رہا تھا۔ کہ جیون سوت نے پوچھا کہ آپ کس صدمۂ فراق میں دل پر چوٹ پہنچانے والے شعر پڑھا کرتے ہیں:-

راجہ نل۔ کیا بتاؤں۔ ایک عقل کا دشمن اپنی چاہتی بیوی کو خواب نازنین سے چھوڑ کر چلتا ہوا۔ اُس وقت تو یہ بے وفائی کی۔ اب بچہ اُس کے تصور میں بے چین ہو ہو کر قسمت کو روتے ہیں۔ ہر وقت یہ خیال تڑپاتا ہے۔ کہ وہ سرمایۂ حسن و خوبی اور تصویر آئینہ محبوبی نہ جانے کس حال میں ہے۔ کس

تمہاری ہی تلاش مجھے یہاں کھینچ لائی - تمہارے باپ ماں کا تمہارے رنج میں بُرا حال ہے - سب بھائی بند دریائے الم میں غرق ہیں - ساری رعایا پریشان ہے - کہو پیاری تم تو اچھی ہو +

شیو دیو کی صورت رانی دمینتی کی آنکھوں بھولی نہ تھی - اُس کے کان آواز سے بخوبی آشنا تھے - وہ فوراً پہچان گئے - کہ یہ شیو دیو ہی ہے - وہ رو پڑی - اور اُس کے گرم گرم آنسوؤں نے عارضِ گل رنگ پر ڈھلک ڈھلک کر اوڑھنی ترکردی - چندیری کی راجکماری سونندا یہ رنگ دیکھ کر اپنی دادی کے پاس دوڑی گئی - سب ماجرا سنایا - راجہ چندیری کی ماں اُسی وقت وہاں پہنچی اور برہمن کی زبان سے دمینتی کے گزشتہ حالات سُنے +

ادھیائے ۳۷

رانی دمینتی کی باپ کے گھر میں روانگی - راجہ نل کی تلاش کا انتظام دمینتی کی راجہ نل کی یاد میں بیقراری

شیو دیو برہمن کی زبان سے سارے حالات سنکر راج ماتا یعنی راجہ چندیری کی ماں نے دوڑ کر دمینتی کو گلے سے لگا لیا - اُس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے - وہ بولی - بیٹی میں تیری موسی ہوں - تیری ماں میری بہن ہے - جب تو گود میں تھی - تب مجھے دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا - ایشور کی گت دیکھو - کہ کس طرح پھر دیدار دکھایا - پیاری دمینتی یہ تمہارا گھر ہے - کسی بات کی فکر نہ کرو - چین سے رہو +

دمینتی - آپ نے مجھ پر وہ مہربانیاں کیں - کہ مہر مادری کو بھلا کر یہ قول صادق کر دکھایا

ماں مرے موسی جئے جو موسی سی ہوئے

مجھے یہاں ہر طرح کا آرام ہر طرح کی آسائش ہے قدم چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ مگر ماتا ایک مدت سے ماں باپ کو نہیں دیکھا۔ پران ناتھ کی جدائی جان لئے لیتی ہے۔ گذشتہ مصیبتوں نے آدھی جان کر دی ہے۔ اِس سے اگر آپ کی مرضی ہو۔ تو گھر چلی جاؤں۔ اُدھر میرا دل اُن کے دیکھنے کو بہت چاہتا ہے اُدھر وہ میرے لئے پریشان ہیں۔ شیو دیو کی زبانی آپ سب سُن چکیں پنڈت جی کا یہاں آنا ہی اُن کی بے تابیوں کا ایک ثبوت ہے۔ اِس سے مضائقہ نہ ہو۔ تو اجازت دیجئے +

راج ماتا - پیاری - تم میری آنکھوں کی پتلیوں کا کھلونا ہو۔ کیسے جدائی کو گوارا کروں۔ مگر بہن اور بہنوئی بے قرار ہونگے۔ اِس لئے کچھ کہہ نہیں سکتی اچھا مگر دیکھو۔ کہا سنا معاف کرنا +

دمینتی - آپ کے یہاں مجھے وہ سکھ رہا ہے۔ جو کبھی نہ بھولیگا۔ جس وقت مجھے دنیا میں کچھ نہ سجھائی دیتا تھا۔ اُس وقت آپ نے مجھے جلا لیا۔ نہیں تو اب تک نہ جانے مٹی کہاں ہوتی اور ہڈیاں کا بھی پتہ ہوتا یا نہ +

راج ماتا نے دمینتی کو سینے سے چمٹا لیا۔ دیر تک بلک بلک روئی۔ اور بڑے ٹھاٹ باٹ سے رخصت کیا۔ دمینتی گنگا جمنی فنس پر سوار تھی۔ لونڈیاں باندیاں چاروں طرف دوڑی چلی جاتی تھیں۔ سواروں کے پرے اور پیادوں کے دستے اردلی میں تھے۔ دمینتی عین انتظار میں باپ کے گھر پہنچی۔ ماں باپ نے دیکھا تو کلیجہ پھڑک اُٹھا۔ مصیبتوں پر آنسو بہائے۔ افلاس کا افسوس کیا ڈھارس دی۔ صبر و استقلال کی ہدایت کی۔ چندیری میں مہربانیوں اور عنایتوں کی شکر گذاری کا خط بھیجا۔ اور دمینتی کو بڑے پیار سے آنکھوں میں رکھنے لگے دمینتی کو کسی بات کی تکلیف نہ تھی۔ باپ ماں ہر وقت ہاتھوں میں دل لئے رکھتے اور دل پر کسی قسم کا میل آنے نہ دیتے تھے۔ مگر دمینتی کو یہ سب عیش کے سامان اور محبتانہ برتاو زہر معلوم ہوتے تھے۔ کسی آرام اور خوشی کی بات سے دل خوش نہ ہوتا تھا۔ ہر وقت چہرے پر اداسی۔ جب دیکھو۔ ٹھنڈی سانسیں حلق سے لقمہ اُترنا محال۔ آنکھوں سے نیند غائب۔ راجہ نل کی یاد

اِس کے کلیجے میں نشتر چبھو چبھو کر تڑپاتی - اور فرقت کی پھانس پہلو میں کھٹک کھٹک کر کسی کروٹ چین نہ لینے دیتی تھی - کہ کچھ دنوں شرم لحاظ کی وجہ سے وہ دل ہی دل میں گھلتی رہی - آخر برداشت نہ ہوئی - اور آنکھوں پر ٹھیکری رکھ کر اپنی ماں سے کہہ ہی بیٹھی -

کہ تمام سکھ - سارے عیش مٹی ہیں - کب تک چھاتی پر پتھر رکھے رہوں - اب تاب نہیں - آپ نے مجھے پاکر جیسے داماد کو بھلا ہی دیا - معلوم ہوتا ہے - کہ میری زندگی کے دن پورے ہو گئے - ایک دن پنجرے کا پنچھی اڑا ئے بغیر مفر نہیں +

ماں - بیٹی - اتنا نہ گبھراو - عقلمند مصیبت میں چھوٹا دل نہیں کرتے - استقلال سے کام لیتے ہیں - تم ذرا صبر کرو - میں راجہ نل کو تلاش کراتی ہوں - جہاں کہیں ہونگے - جلدی سے آجا ئینگے +

یہ کہکر وہ راجہ بھیم سین کے پاس گئی - بیٹی کے غم والم کا قصہ سنایا - راجہ بھیم سین نے اُسی وقت سُدیو برہمن کو ایک ہزار گائیں اور ایک گاؤں انعام دمینتی کے لانے کا معاوضہ دیا - اور صدہا برہمنوں کو راجہ نل کی تلاش کے لئے نامزد کر کے ڈھونڈھ لانے والے کے لئے انعام مقرر فرمایا +

جب برہمن رخصت ہونے لگے - رانی دمینتی نے سمجھایا - کہ اِدھر اُدھر فضول قدم ناپنے سے کچھ فائدہ نہیں - راجہ نل دھرماتما ہے پنسوی ہے ملیگا - تو عالم برہمنوں میں - کامل رشیوں میں - نیک خیال آدمیوں میں جہاں ایسی صحبت نظر آوے - وہاں یہ چند اشلوک سنانا - وہ ان کو سنکر خاموش نہ رہ سکیگا - خود بخود سامنے آکر ان کے جواب میں گوہر افشانی کرے گا +

خوب یاد رہے - کہ راجہ نل اب اپنی اصلی صورت میں نہیں - میرا پت برت دھرم میری چشم دل کو اور ہی شکل میں اُس کی تصویر دکھا رہا ہے تبدیلی شکل سے مغالطہ نہ کھانا - عقلمندی سے پہچاننا اور جہاں تک ہو سکے - جلد واپس آنا ... برسات سر پہ آگئی - پانی بوندکے دن ہیں - رشی لوگ بھی اس موسم میں اپنی اپنی کٹیوں میں آسن جمائے رہتے ہیں کھلے جنگلوں میں نہیں رہتے اِس سے اُن مہاتماؤں کے یہاں بھی ضرور سراغ لگانا ممکن ہے کہ نقش مراد کرسی نشین ہو جائے

اچھا جاؤ شلوکوں کا جواب لاؤ۔ خالی خواب ہی نہیں۔ راجہ کا ٹھیک ٹھیک
پتہ ٹھکانا بھی پوچھتے آنا۔ باقی سب خود عقلمند ہیں جیسا موقع دیکھو گے۔ کارروائی
یہ تقریر یہیں پر ختم ہوئی۔ دمینتی نے شلوک حوالے کرکے برہمنوں کو
رخصت کیا۔ اور خود بےچین دل کو بہلانے اور طبیعت کی الجھن مٹانے کو محل سے پائیں
باغ میں چلی گئی۔ اِس وقت باغ کی بہار کچھ عجب ہی فرحت بخش اور نظر
فریب تھی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو
سے بسے ہوئے دل و دماغ کو معطر کرتے اور درختان چمن کی ٹہنیوں کو ہلا ہلا
کر نازک کمروں کی کمر کا لوچ دکھاتے تھے کالی کالی گھٹائیں پہلے جھومتی ہوئی
اُٹھیں۔ پھر بادلوں نے چھپر چھپایا۔ چاروں طرف بجلی چمکی۔ کوندھا پریوں کی طرح چھلاوا
دکھا کر اُس برق وش کے چہرے کی چمک دمک دکھاتا جسکا نقاب تیز ہوا کے جھونکے
سے الٹ جانے پر پھر سنبھال لیا گیا ہو۔ بجلی چمک چمک کر اُن چمکیلے دانتوں کا
نظارہ پیش نظر کر رہی تھی۔ جو شب وصل کی خوشی میں عاشق و معشوق کی نذر کرنے
والی ہنسی اور خندان دنداں نما سے مہجوران فرقت نصیب کے کلیجے تڑپایا کرتی ہے
دمینتی کے پہنچتے ہی بادل گرجا اور بارش موسلا دھار شروع ہوئی ؛

دمینتی کلیجہ پکڑ کر بیٹھ گئی۔ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ دل بجلی کی طرح تڑپنے
لگا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں ہوائے سرد کے جھونکوں کا مقابلہ کرنے لگیں
اِس نے کالے کالے لمبے لمبے عنبریں گیسو عارض روشن پر جھکا کر کالی گھٹا کو
شرما دیا۔ اور آنسوؤں کی جھڑی لگا کر جوش جنوں میں یوں نعرہ زن ہوئی ؛

اے کلیجے کے مالک اے جسم و جان کی روح رواں۔ ہر طرف جل تھل
جدھر دیکھو پانی ہی پانی۔ بجلی کی تڑپ دل دہلاتی ہے۔ بادل کی گرج کلیجہ
ہلاتی ہے بانبیوں سے کالے ناگ نکل پڑے ہیں۔ ندی۔ نالے اُبل پڑے ہیں
نہ جانے تم کس جنگل میں میری یاد کو کلیجے سے لگائے گرداب غم میں ڈوب رہے
ہوگے تمہاری بیکسی پر ابر سیاہ دل کی آنکھوں سے بھی ٹپ ٹپ آنسو گر رہے
ہیں بجلی کا کلیجہ تڑپ تڑپ جاتا ہے۔ مگر ہائے بیرحم فلک کا دل ذرا بھی نہیں پسیجتا اور پپیہے
چپ کیوں پی پی کی [illegible] کان اڑائے دیتا ہے۔ ارے کمبخت پی کہاں اور کوئل کیوں کوک

کوک کر کانوں کے پردے پھاڑے ڈالتی ہے۔ اگر تیرے دل میں بھی کسی کے فراق کی ہوک اُٹھتی ہوتی۔ تو یوں اپنی ہی گائے نہ جاتی چپ لگاتی آہا آم کے سرخی مائل ہرے ہرے پتے اپنی دلفریبی سے نگاہوں کو کس طرح محو کر رہے ہیں۔ مگر افسوس کہ دمینتی ایسی بدنصیب ہے کہ کیریوں کی بجلی بھی اسے برق غضب ہی نظر آتی ہے مرغان خوش آہنگ اور گلہائے رنگا رنگ جو دل کو خوش کرنے کیلئے لاکھ چہکتے مہکتے ہیں۔ مگر اس پر وہ گہری چوٹ ہے۔ کہ چین لینے نہیں دیتی۔ مینا کے میٹھے میٹھے بول۔ طوطوں کی رس بھری آواز۔ لالوں کی خوش الحانی بلبلوں کی نغمہ خوانی سے جنگلی جانوروں کو بھی حال آتا ہے درخت جھومنے لگتے ہیں۔ لیکن دمینتی کو محویت ہے۔ تو صرف اپنی نالہ و فریاد اپنی آہ و فغاں سے ؂

دمینتی کو یہ موسم خوشگوار اور جوشش بہار بالکل زہر معلوم ہوا۔ پانی کو ایک ایک بوند بوندی کی کٹاری بنکر سینے پر گہرے چرکے لگاتی اور بجلی چمک چمک کر بجلی کی تلوار سے زیادہ کلیجے میں کاٹ کرتی تھی۔ اس کا دل اس نظارہ جنوں خیز و فضل عشق انگیز سے اور بھی گھبرایا وہ آنچل سے آنسو پونچھتی ہوئی وہاں سے کھسکی اور ہچکیاں روکتی ہوئی محل میں آئی

ادھیائے ۳۸

راجہ نل کی تلاش۔ برہمنوں کی روانگی۔ برزناو برہمن کی کامیابی۔ سیتو دیو برہمن کی اجودھیا میں روانگی دمینتی کی حکمت عملی۔ راجہ رتو برن کو دمینتی کے سوئمبر میں شرکت کا پیغام

برہمن کندن پور سے چلے تو انہوں نے پہاڑ جنگل، شہر قصبے سب چھان مارے مگر کسی کی محنت ٹھکانے نہ لگی۔ صرف برزناو برہمن کی رسائی بخت اگے

اجودھیا میں جاکر کامیاب واپس لائی۔ وہ خوش خوش دمینتی کے پاس حاضر ہوا۔ اور گذارش کی۔

کندن پور کی راج کماری۔ مالوہ دیش کی مہارانی۔ مبارک میں پتہ لگا لایا +

راجہ نل اجودھیا میں راجہ رتوبرن کے یہاں ہیں۔ میں جب ڈھونڈتا۔ سراغ لگاتا اجودھیا کے راج دربار میں پہنچا۔ تو ارکین دولت اور عمائدین سلطنت کی بھیڑ لگی تھی۔ میں نے موقع پاکر آپ کے اشلوک پڑھے۔ تو سارے اہل دربار سن بقفل۔ ہر طرف خاموشی۔ مگر ایک گوشے میں ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اور لگا اشلوک کا پڑھنے کوئی مطلب کو نہ پہنچا۔ گو مگو کا معاملہ رہا۔ وہ سمجھ گیا۔ کہ مجھ سے خطاب تھا۔ میں نے جان لیا۔ کہ سوال کا جواب ہے اور جواب دہندہ ہمارے راجہ نل کے سوا دوسرا نہیں مہارانی کیا کہوں۔ تیرے راجہ کی صورت کیسی بگڑ گئی ہے۔ بالکل پہچان نہیں پڑتے۔ وہ راجہ رتوبرن کے افسر اصطبل ہیں اور کھانے پکانے کی خدمت بھی انہیں کے سپرد ہے۔ جسوقت وہ جواب دیکے اٹھے۔ پہلے مجھے ڈنڈوت کی اور بڑے بیلیٹے سے مزاج پرسی کرکے نفس مطلب پر آئے +

برنا و برہمن نے جسوقت راجہ نل کی زبان سے نکلے ہوئے اشلوک سنائے رانی دمینتی روپڑی آنسوؤں سے آنچل شرابور ہوگیا۔ وہ اٹھکر اپنی ماں کے پاس گئی اور تخلیے میں کہا ماتاجی۔ کچھ کچھ قسمت جیتی۔ اچھے دنوں کے آمد کے آثار پائے جانے لگے آپ کے داماد کا پتہ لگ گیا۔ وہ اجودھیا میں ہیں۔ شیو دیو برہمن کو بھیجیے۔ رتوبرن کے پاس جائے اور جو میں بتاؤں صرف وہی وہاں بتائے اور کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔ ماں نے منظور کیا۔ شیو دیو برہمن کی طلبی ہوئی۔ رانی دمینتی نے برنا و برہمن کو زر و جواہر میں تول دیا۔ فرمایا۔ کہ اسی کو بس نہ سمجھنا راجہ کو آلینے دو پھر دیکھنا دونگی کہ معاوضہ کیونکر دیتے ہیں۔ اُدھر سے فراغت پاکر دمینتی شیو دیو برہمن سے مخاطب ہوئی اور بولی۔ کہ

مہاراج نہ کوئی پیغام ہے نہ سندیسا۔ آپ جاکر راجہ رتوبرن سے یہ کہدیں کہ راجہ نل کا کہیں پتہ نشان نہیں نہ جانے دشمنوں کا کیا حال ہوا۔ رانی دمینتی کی ساری آس ٹوٹ گئی۔ چنانچہ کل اُس کا دوسرا سوئمبر ہے۔ آپ بھی ضرور تشریف لے چلیں۔ سویرا کندن پور رہی ہیں ہو۔ ورنہ موقع ہاتھ سے جاتا رہیگا +

شیو دیو برہمن روانہ ہوا- ہوا کی چال چلا- اجودھیا میں پہنچا- راجہ رتوپرن کو سوئمبر میں شرکت کیلئے پیغام سنایا-

ادھیائے ۳۹

راجہ رتوپرن والی اجودھیا کی مدریہ دیش کی طرف روانگی- راجہ نل کی رتھبانی

رانی دمینتی کے سوئمبر کی کیفیت سنکر راجہ رتوپرن کے قدم اُٹھنے لگے فوراً رتھبان کو بلا کر کہا- کہ ضرورت ظاہر ہے اور وقت کم- پس اِس طرح تیز لے چلے کہ کل سویرے تک ہم مدریہ دیش میں ہی ہوں- رتھبان راجہ نل تھا جو ہیں اُس نے دمینتی کے سوئمبر کا حال سنا متعجب رہ گیا عقل حیران- کہ ایسی پتی برتا رانی اور میرے ہوتے میری زندگی میں دوسری شادی- کیا پتی برت نمائشی تھا- کہ دمینتی کی محبتیں منہ دیکھے ہی کی تھیں- ذرا دیر کے بعد اِس خیال نے پلٹا کھایا- اُس کی عقل بولی- کہ دمینتی ایسی عورت نہیں- جو دوسرے کی آغوش محبت کے لئے للچائے معلوم ہوتا ہے کہ میری "تلاش" کے لئے اُس نے یہ ڈھنگ نکالا ہو- مگر کیا اس واہیات ڈھنگ کے عوض کوئی اور طریقہ نہ تھا- راجہ نل کی اسوقت عقل چکر رہی تھی- توہمات خیالات کی کوئی چول ٹھیک بیٹھنے نہ دیتے تھے آخر اُس نے سوچا کہ پیش از مرگ واویلا- آب نہ دیدہ- موزہ از پا کشیدہ سے حاصل نائی نائی بال کتنے ججمان آگے آئینگے- گھبراہٹ کیا ہے کل سویرے سب آپ سے آپ معلوم ہو جائیگا- اُس نے راجہ رتوپرن سے بہت اچھا بہت بہتر کہہ کر اصطبل کی طرف رُخ کیا اور چار چاق و چست اور خرام صبا رفتار سندھی گھوڑے رتھ میں جوت کر حاضر در دولت کر دیئے راجہ رتوپرن نے گھوڑوں کی ہڈیاں نکلی ہوئی دیکھیں تو بولا کیا لاغر گھوڑے جوت لائے نہ بدن پر گوشت نہ ہڈیوں میں مغز یہ خاک چلیں گے- کہیں راستے میں نہ چھوڑ دیں- کیلنڈے دو نو دین سے گئے نہ حلوا ملا نہ مانڈے کی مثل اور آئے تھے ہر بھجن کو

اوٹن لگے کپاس کی کہاوت ہو - جاؤ انکو بدلو - اچھے اچھے ڈیل ڈول بھاری بھاری لاش کے گھوڑے کسو +

راجہ نل - مہاراج آپ بے فکر رہیں - تیل دیکھیں تیل کی دھار سے آپ کو کیا کام میں پہنچا دینے کا ذمہ وار ہوں سویرے آپ وہاں نہ ہوں تو میں گنہگار +

رتوبرن - کہتا ہوں کہ پچھتاؤ گے - یہ بالکل مردہ ہیں - کوس دو کوس پر اپھار ہی نکل جائیگا - سو قدم پر سانس اکھڑ جائیگی +

راجہ نل - میں نے سارے اصطبل کی جان نکال لی ہے - اور کوئی گھوڑا ان گھوڑوں کے برابر کا نہیں ذرا باگ ہاتھ میں لینے دیجئے پھر دیکھئیگا - کہ ہوا گرد نہ پائیگی - آپ کو مدر یہ پہنچا کر دم لیا تو میرا ذمہ +

رتوبرن - میری سمجھ میں نہیں آتا - کہ کیا کہہ رہے ہو - دیکھ لینا دھوکا کھاؤ گے

راجہ نل - مہاراج سچ عرض کرتا ہوں - کہ ان گھوڑوں کو دوسرے گھوڑے پہنچ ہی نہیں سکتے ان کی سوکھی ہڈیوں پر نہ جائیے - یہ فولاد اور موٹے تازے گھوڑے بھیں ڈھول کے اندر پول کے مصداق - ملاحظہ نہ فرمائیے ہر ایک گیارہ گیارہ بھونریوں سے لدا ہوا ہے - ایک بھونری ماتھے پر دو دو بغلوں میں دو دو کانوں کے پیچھے ایک ایک گردن ران اور سینے پر - یہ بھونریاں عام گھوڑوں کو کہاں نصیب ان کو ان کی سی چال کہاں میسر - ان کی پوٹی - اور اوروں کی سرپٹ برابر آپ بے تکلف سوار ہوں یہی گھوڑے کل منہ اندھیرے مدر یہ دیش میں کھینچینگے

راجہ نل کو گھوڑوں کی بہت اچھی شناخت تھی راجہ رتوبرن بھی واقف تھا وہ پھر کچھ نہ بولا - اور رتھ پر سوار ہو گیا - راجہ نل نے بارسین سوت سے کہا "لو ہانکو" بارسین نے جو ہیں راس ہاتھ میں لیکر چمکارا - گھوڑوں نے ہاتھ پاؤں ڈھیلے کر دئے ایک بارگی تھرا کر بیٹھ گئے - تو اٹھنا معلوم - راجہ نل نے بارسین سے راس لے لی اور کہا - بس گھوڑے یونہیں ہانکے جاتے ہیں - بھائی جان سائیسی علم دریا ہے بچوں کا کھیل نہیں اب دیکھ میں سیر دکھاتا ہوں یہ کہکر اُس نے گھوڑوں کو چمکارا اور راس کھینچی - تو گھوڑے بجلی کیطرح آگے اسطرح جانے کہ نظر نہ کام کرتی تھی - بارسین بھی اپنے فن میں اُستاد وقت تھا - اُس نے گھوڑوں کی

تیز پروازی دیکھی۔ تو عقل گم ہوگئی۔ دل میں کہتا تھا۔ ہو نہ ہو یہ باہک نہیں ضرور راجہ نل ہے دنیا میں راجہ نل کے سوا دوسرے کو یہ کمال کہاں نصیب ٭

ادھیائے ۴۰

رتھ کی تیز روی۔ راجہ نل کے ہاتھ سے بہیڑے کے درخت کی پتے گنتی۔ کلجگ کا ظہور۔ عذر خواہی و عذر خیر اندیشی

راجہ رتو برن کا رتھ ہوا سے باتیں کرتا چلا۔ توسن خیال بھی پیچھے رہ گیا ذرا دیر میں گھوڑوں کے جیسے پر لگ گئے اور رتھ اوج ہوا پر تیر کی طرح چلنے لگا۔ راجہ کے ہوش گم کہ رتھ آسمان سے باتیں کر رہا ہے گھوڑے بے پر و بال بازوؤں میں طاقت پرواز کہاں سے آگئی اتنے ہی میں راجہ کا دوپٹہ اُڑ کر زمین پر جا گرا۔ راجہ بولا۔ ذرا ٹھہر و کنا۔ بارشنی دوپٹہ اُٹھا لائے ٭

راجہ نل۔ دوپٹہ سے صبر کیجئے۔ نہیں تو منزل کھوٹی ہو جائیگی۔ گھوڑوں کو ایک جوجن کی دیر جانے میں اور ایک جوجن کی دیر یہاں پہنچنے میں ہوگی

راجہ رتو برن خاموش ہو رہا تھا۔ سیدھیاں بھرنے لگا۔ تھوڑی دور چلکر ایک بہیڑے کا درخت سر بفلک نظر آیا۔ راجہ بولا۔ کہ

دیکھنا باہک جی کیسا اور چھتنارا درخت ہے میں نے سارے پتے اور پھل گن لئے اتنے پتے اتنے پھل

راجہ نل۔ آپ کا شمار بغیر خود گنے کیونکر صحیح سمجھوں

راجہ رتو برن۔ تم صحیح سمجھو یا غلط میں نے تو سب گن ڈالے

راجہ نل۔ تو ذرا میں بھی شمار کر لوں ٭

راجہ رتو برن۔ مفت دیر ہوگی

راجہ نل۔ نہیں میں ابھی گنے لیتا ہوں ایک لمحہ سے زیادہ نہ گزریگا۔

یہ کہکر راجہ نل نے بارہ سین کے ہاتھ میں راس تھمائی - اور خود پھل اور پتے گننے لگا جب گن چکا - تو شمار ٹھیک پایا نہ ایک کم نہ ایک زیادہ وہ راجہ رتو برن سے بولا۔

مہاراج میں اسوقت دنگ رہ گیا کہ آپ نے ایک نظر میں اتنے پتے اور پھل کیونکر گن لیے - کیا آپ مجھے بھی گر بتا سکتے ہیں -

راجہ رتو برن - ہاں بشرطیکہ تم بھی اشو ودیا (فن اسپ رانی) سکھادو -

راجہ نل نے منظور کیا - اور دونوں نے اپنے فن ایک دوسرے کو سکھا دئے جسوقت راجہ نل نے تازہ فن سیکھا - ہیئت ہی بدل گئی - کرکوٹک سانپ کی تاثیر جسم سے زائل ہو گئی - کلجگ کے سراپ کا اثر جاتا رہا - حالت جنوں نے پنڈ چھوڑا کلیجے کی سلگی ہوئی آگ ٹھنڈی پڑی ۔

اس نے بہیڑے کے درخت پر کلہاڑا چلایا - درخت چوٹی کے بل زمین پر گرا - اور اس میں سے کلجگ مہاراج نکل کر سامنے ہاتھ جوڑے ہوئے کھڑے ہو گئے راجہ نل نے کلجگ کی صورت دیکھی - تو چہرہ تمتما گیا - غصے سے آنکھیں لال ہو گئیں بددعا دینے کو زبان کھلنے ہی والی تھی - کہ کلجگ - ہاتھ جوڑ کر گڑگڑایا -

"مہاراج جان بخشی کیجئے - میں آپ کے غلاموں کا غلام ہوں - اس وقت کی درگذر خالی نہ جائیگی - میں جاں نثاری کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرونگا جس وقت آپ اندرسین کی والدہ سے علیحدہ ہوئے تھے - اُس وقت اُس نے بددعا دی تھی کہ او کلجگ تیرا ستیاناس جائے - مصیبتوں سے چھٹکارا نہ ملے خانہ ویرانی کہیں کا نہ رکھے اِدھر اس بددعا سے جان پر آفت - اُدھر کرکوٹک کے زہر سے آپ کے جسم سے مجھپر آتش سوز جگر کی شعلہ زنی - اِن دونوں سے زندگی کے لالے پڑے ہیں اُسپر آپ سراپ دینگے تو نہ جانے کس قہر کا سامنا ہوگا - آپ اپنی طرف دیکھیں - میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام دنیا آپ کا جس گائیگی - آپ کا نام ہمیشہ زندہ رہیگا - اگر اس میں ذرا بھی فرق پڑے - تو میں مجرم - گنہگار واجب التعزیر ۔

راجہ نل کا دل کلجگ کی عاجزی سے پسیج گیا اُس نے غصہ تھوک کر بخشدی اور پھر چھوڑ دی کہ اتنا سب کچھ ہو گیا - مگر راجہ رتو برن کو مطلق خبر نہ ہوئی - راجہ نل کو کلجگ کیطرف سے اچھی طرح اطمینان ہو گیا - اور اب اسکو کوئی فکر باقی نہ رہی رہی تو تبدیلی صورت کی یا

سوئمبر کی - چنانچہ وہ اِن دونو خیالوں کو دل میں لئے ہوئے گھوڑوں کو اڑانے لگا
اور رتھ نے سورج بھگوان کے رتھ کی رفتار سے دن بھر میں منزل سفر طے کر لی۔
راجہ نل نے جس دن بھیڑے کا درخت کاٹا ۔ اُس روز سے یہ درخت اہل زمانہ
کی نگاہوں سے گر گیا - اس کی عظمت جاتی رہی - لوگ بُرا سمجھنے لگے - وجہ یہ
کہ یہی درخت ہے جس میں کلجگ کی بود و باش رہتی ہے ۔

ادھیائے ۱۸

کندن پور میں راجہ رتو برن کی آمد - رانی دمینتی کو راجہ نل کی تبدیلیٔ شکل سے شناخت میں معذوری عجیب و غریب افعال سے پہچان میل ملاپ خوشی خرمی - جدائی کا خاتمہ بالخیر

راجہ رتو برن ہوا کی طرح کندن پور پہنچے ۔ تو دور تک پہیوں کی آنے والی آواز
نے گویا دمینتی سے کہہ دیا ۔ کہ مبارک جس کی جدائی میں تو سوکھ کر کانٹا ہو گئی چہرہ
مرجھا گیا ہے وہ کلیجے کو سکھ اور آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچانے والا آ گیا - وہ دل
میں خوش ہو گئی - آنکھوں کی پتلیاں شوق دیدار میں اِدھر اُدھر دوڑنے لگیں
راجہ رتو برن خوشی خوشی رتھ سے اترا - آمد آمد کی خبر سنکر بھیم سین نے پیشوائی
کی - مصافحہ و بغلگیری کے بعد ایوان فلک بارگاہ میں آیا - میزبان و مہمان مرصع
تخت پر رونق افروز ہوئے - بھیم سین نے تشریف آوری و میزبان کا شکریہ ادا
کر کے اظہار محبت کے ساتھ دریافت فرمایا
آج چاند کدھر نکلا - میں اور ایسا خوش نصیب کہ تعظیم و استقبال کا شرف حاصل کروں
راجہ رتو برن نہایت ذکی الطبع و سلیم المزاج تھا - اصل نے تقریب ورنق افروزی
صاف صاف ظاہر کرنا مصلحت نہ سمجھی - صرف اتنا کہا آج یہی لہر آ گئی - کہ چلو کندن پور

کی ہوا کھا آئیں۔ آپ کی ملاقات کا بھی اشتیاق راہبر ہُوا۔ گھوڑے رتھ اُڑا لائے
بھیم سین دل میں تو سمجھ گیا۔ کہ ساڑھے چار سو کوس کی دوڑ بغیر راجوں کی قلمرو
سے قطع کمنزل دل لگی نہیں نہ گھوڑوں کی جان فاضل نہ وقت فالتو ضرور کوئی معاملہ
کھینچ لایا ہے۔ مگر اُس نے بھی مناسب نہ سمجھا کہ بات پوچھے بات کی جڑ پوچھے اِس
نے مہربانی کے شکریے پر تقریر ختم کی۔ اور ایک عالیشان محل میں ٹھہرا دیا +
دمینتی پردے میں بیٹھی ہوئی مشتاق نگاہوں سے دل میں بسی ہوئی تصویر
کو ڈھونڈھ رہی تھی۔ مگر وہاں تین آدمیوں کے سوا چوتھا شخص نہ تھا جس سے وہ آنکھوں
میں پھرنے والے مرقع کا نقشہ ملاتی دو تو وہی رتوبرن اور راجہ بھیم سین تھے۔ تیسرا
شخص اجنبی تھا جس پر شک ہوتا تھا تو راجہ رتوبرن کے رتھبان کا دمینتی کی
نگاہیں اِس کی صورت شکل سے ناآشنا تھیں۔ مگر دل کو یہی خیال تھا۔ کہ راجہ نل
کے سوار توبرن کا رتھ کون ہانک لا سکتا تھا۔ نظر کچھ کہتی تھی دل کچھ بولتا تھا
جوشش محبت کی تحریک کچھ تھی اشتیاق دید اپنی ہی گاتا تھا۔ دمینتی نے سمجھا کہ
یوں کچھ ہوتا نہیں ظاہر صورت خالی لفافہ ہی نہ ہو۔ اسلیے اُس نے اپنی ہمراز خواص
کشنی کو بھیجا۔ کہ رتھبان سے بات چیت کر کے جو کچھ خیال بجے ظاہر کرے وہ تابع
فرمان تھی۔ اشارے ہی پر جا پہنچی۔ اِدھر اُدھر کی باتیں کیں اور آ کر دمینتی کو سنا
دیں۔ گفتگو کا لب لباب جو دمینتی نے سنا وہ یہ تھا

کشنی خواص۔ آپ کون ہیں۔ کہاں سے آئے کیونکر آنا ہوا ؟

رتھبان۔ راجہ رتوبرن کے ساتھ آنا ہوا

خواص۔ رتوبرن نے کہاں تکلیف فرمائی۔

رتھبان۔ دمینتی کے سوئمبر کی خبر نے کھینچ بلایا۔ راتوں رات اتنی بڑی منزل طے
ہو گئی۔ گھوڑوں نے بڑا کام کیا +

خواص۔ رتھ آپ ہی ہانکتے تھے ؟

رتھبان۔ ہاں ہانکتا کیا تھا۔ راسیں فقط ہاتھ میں لے لی تھیں

تقریر کا سلسلہ تو انہیں ہی الفاظ پر ختم ہو گیا۔ اِس کے بعد کشنی خواص
نے آنکھوں دیکھی باتیں کہنے کی یوں تمہید اُٹھائی :-

راج کشوری - بات چیت - سلیقہ شعور تو خیر جیسا ہے ویسا ہے مَیں نے
بعض کام ایسے دیکھے کہ دنگ رہ گئی نہ جانے آدمی ہے یا کوئی عقل کا پتلا جب
بات چیت ہو ہی رہی تھی - کہ ہمارے مہاراج نے پانی کے لئے خالی گھڑے بھیجے
رتھبان نے اُٹھکر اپنے انگو چھے سے پوچھے اور نظر بھر کر دیکھا سب کے سب لبریز
مُہرہ تک تر - اِس کے بعد طرح طرح کا گوشت پہنچا - ساتھ ہی کچھ پھول بھی تھے
رتھبان نے سارا گوشت خوب اچھی طرح گھرے پانی میں دھو ڈالا کر تھوڑا سا پھوس سورج کو
دکھلایا - کہاں سورج کہاں پھوس - مشعل سی جل اُٹھی - اور گوشت پکا پکایا
تیار رو م کی بھی کسر نہ رہی - یہ کرشمہ دیکھا کہ پھول دونوں ہاتھوں سے ملکر رکھدیئے
مگر پھر دیکھا - تو سب اُسی طرح تازہ و تر - رنگ ویسا ہی شوخ دھبے کا نام نہیں
اِس کے بعد دیکھتی ہوں - اور بھی اچنبھہ ہوا - ہاتھ سے دہکتے ہوئے انگارے
پکڑ لئے - مگر آنچ کا نام نہیں - ایک ایک تنکا برف ہو گیا - بھڑکتے ہوئے شعلوں
میں تخ سی بھری معلوم ہوئی - یہی نہیں پھر ایک دفعہ اشارہ کیا - تو پانی رواں وہ
بھی اُدھر جدھر نظر پھر گئی - یہ تو ایسے کرتب قصہ کہانیوں میں بھی نہ سنے
تھے - آنکھوں سے دیکھے کون کہے پتھر کی مورت بنی دیکھتی رہی - اور کچھ سمجھ
میں نہ آیا - جادو تھا یا طلسم +

دمینتی یہ سب باتیں تو میں نے سُنیں - اب اگر اُس کا پکایا ہوا گوشت مجھے
لادو - تو میں چاکھ کے دیکھوں اور بتا دوں کہ معاملہ کیا ہے +

خواص فوراً ہی دوڑی گئی - اور اِنہیں پیروں واپس آئی - گوشت پیش
کیا اور منتظر ہوئی - کہ دمینتی اب کیا کہتی ہے - دمینتی نے گوشت کھایا - تو طبیعت
بھڑک اُٹھی - بھیس کا سارا بھید کھل گیا - پہچان گئی - کہ ذات شریف کون میں
اور کیا صورت بنا رکھی ہے - اُس نے کُٹنی سے کہا -

جاؤ میرے بیٹے کے ٹکڑے اور راج دلاروں کو لے جا اِن کو دیکھ کر وہ
کیا کہتا ہے - دیکھتی رہنا +

خواص دونو کو آغوش محبت میں لئے ہوئے رتھبان کے سامنے گئی رتھبان
نے دونو کو بڑی الفت سے گود میں بٹھا لیا - چوما چاٹا گلے لگایا اور ایسا دل بھر آیا - کہ

آخر آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی برس گئی +

دمینتی اب اچھی طرح پہچان گئی - کہ اُس کا سرمایہ زندگی - لطف حیات مہاراجہ نل ہی ہے - وہ اپنے ماں باپ کے پاس دوڑی گئی - خوشخبری سنائی اور اشتیاق دیدار میں باہمی گفتگو کی درخواست کی - باپ ماں بھی بہ مصداق "اندھا کیا چاہے - دو انکھیں" خوش ہو گئے اور ملنے کی اجازت دی

دمینتی نے کشنی کو بھیجا وہ راجہ نل کو رانی دمینتی کے محل میں بلا لائی - خاطر تواضع سے بٹھلایا - کہ اتنے میں دمینتی آئی - اور بھتبان سے مخاطب ہو کر پوچھا کیوں جی تم بھی تجربہ کار ہو - اتنے دنوں دنیا کی سیر کی ہے - بہت کچھ دیکھا بہت کچھ سنا ہے - مگر یہ تو بتاؤ - کہ راجہ نل کے سوا کوئی اور بھی مرد نظر سے گذرا قصہ کہانی میں بھی سنا - جس نے اپنی پاکدامن عفت مآب اور فرمانروا ہمخوابہ فرش راحت کو بے قصور بلا سبب سنسان جنگل کف دست میدان میں بیک بینی و دو گوش چھوڑ کر دھتا بتائی ہو +

راجہ نل سوال کا جواب کیا دیتا اِس کی نظر نیچی ہو گئی - اور آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگا - جب ذرا آنسو تھمے - ہچکی کم ہوئی - تو بولا

اے مہارانی دمینتی - یہ راجہ نل کی خطا نہ تھی - اُس بدنصیب نے نہ سلطنت ملیامیٹ کی نہ تم ایسی پتی برتا کو جنگل میں حیران و پریشان کیا - یہ سب کلجگ کی کارستانی تھی - میں اسوقت راجہ نل نہیں - ہاں کبھی تھا - اِس لئے راجہ نل نہ سمجھو - اس نام کے خیال سے دل تڑپ تڑپ جاتا ہے - پیاری جسوقت تم نے اپنے بدقسمت خاوند کی جدائی سے بیتاب ہو کر کلجگ کو کوسا بددعائیں دیں - تو اُسکو جان کے لالے پڑے میری پناہ میں دوڑ آیا - فریاد کی - معافی مانگی پھر یہ ہوا وہ ہوا سب باتیں کہکر راجہ نل نے کہا - مگر تم اپنی تو کہو -

یہ دوسرا سوئمبر کیسا - جس میں راجہ رتو برن بلائے گئے ہیں +

دمینتی یہ سنکر رو پڑی عارض گلرنگ پر آنسوؤں نے شبنم کے قطرے چھلکا کر ہیرے کا سا جڑاؤ کر دیا - وہ ہچکی بند ہوئی - آواز سے بولی

آپکے ڈھونڈ نکالنے کے لئے سوچا تھا - آپ کو ڈھونڈتے ڈھونڈتے نہ معلوم

کس کس کے پاؤں ٹوٹے مگر آپ کہاں ملتے ہیں۔ آخر یہ تدبیر سوچی۔ جو ایشور راست لایا۔ آپ کے درشن نصیب ہوئے۔ اگر آپ کو کسی قسم کی بدگمانی یا نیت فاسد کا خیال ہو۔ تو اندر۔ برن۔ جمراج اور اگن دیوتا گواہ ہیں۔ کہیئے تو بلا دوں۔ یہ کہنے کی دیر تھی کہ دفعتہً برن نمودار ہوئے اور فرمایا۔

کہ راجہ نل جس طرح تم سا بامروت۔ ایماندار۔ راست باز اور بہمہ صفت راجہ ہونا محال ہے۔ اُسی طرح دمینتی کی سی شوہر پرست وفاشعار۔ پاکدامن۔ نیک خو عورت دنیا کے پردے پر پیدا نہیں ہوئی۔ ہر حالت میں پاک و صاف ہی۔ ہوائے مخالف بھی اِس کے آنچل کو نہ چھو سکی۔ دونو بغلگیر ہو جائیں۔ جدائی کے دن کٹ گئے راجہ نل نے یہ سنتے ہی کرکوٹک ناگ کی دی ہوئی پوشاک نکالکر پہنی اور دل ہی دل میں اُس کا دھیان کیا۔ کپڑے آگ پر لگتے ہی ادھر کرکوٹک پیش نظر ہوا۔ اور ادھر راجہ نل کی شکل وصورت بدل گئی اور بجنسہ وہی ہو گئی جس کی تبدیلی نے اور تو اور رانی دمینتی کے پاکباز دل کو بھی اپنی جان و مال کے مالک کی تصویر نہ پہچاننے دی تھی اب کیا تھا نظارہ ہی کچھ اور ہو گیا۔ آکاش سے پھولوں کی بارش شروع ہو گئی دمینتی نے دوڑ کر پران پتی کے قدم چومے راجہ نل نے اپنے سرمایہ لطف زندگی کو سینے سے لگا لیا۔ بیٹی دوڑ کر گلے سے چمٹ گئی بیٹے نے جھپٹ کر قدم کی خاک سے ماتھے کو منور کیا۔ لونڈیاں باندیاں اُچھلنے کودنے لگیں۔ خواصوں پیش خدمتوں نے بغلیں بجائیں۔ مبارک باد کے غل سے محل گونج اُٹھا۔ دمینتی کے ماں باپ کی گویا دوبارہ زندگی ہوئی۔ پھولے نہ سمائے رات بہت جا چکی تھی۔ مدتوں کے بچھڑے ہوؤں کو شوق دیدار کے خیال نے اُن کے قدم پکڑ لیے۔ ملاقات صبح پر موقوف رہی جس محل میں تھوڑی دیر پہلے در و دیوار پھاڑے کھاتے تھے۔ بالکل ہو کا عالم تھا۔ اُس ہی کی رونق کا اِسوقت کا کیا پوچھنا۔ روشنی سے گوشہ گوشہ جگمگ جگمگ کر رہا تھا۔ ہنسی قہقہے سے کان بھر رہے تھے دمینتی راجہ نل پر نچھاور ہوئی جاتی تھی راجہ نل دمینتی کی بلائیں لیتا تھا۔ دونو اپنی اپنی بیتی کہتے طبیعت کی اُداسی کو خوب پریشان کی چھوٹی تعبیر ثابت کر دیتے۔ اور خمار کو صبائے راحت کے تازہ فرط سے مسرور شاد دیتے تھے رات بچھڑوں کے ملنے کی تھی۔ اِس کو درازی کہاں نصیب پھر بھی

ہر ایک لمحہ اِس کیفیت اور لطف سے گذرا کہ برسوں کی پہاڑ سی راتوں کی افسردگیوں اور بے تابیوں کا خیال بھی دروازہ خلوت نہ جھانک سکا +

ادھیائے ۱۷۸

راجہ نل اور راجہ بھیم سین (خسر راجہ نل) کی ملاقات سسرال سے رخصت پشکر سے قمار بازی - راجہ نل کی جیت مخالف پر نظر ترحم - عفو تقصیرات جان بخشی وغیرہ اور خود راجہ نل کی سلطنت آ گئی

راجہ نل اور دمینتی کی رات بڑے عیش و عشرت میں گزری - معلوم ہی نہ ہوا کہ خوشی کی باتوں میں کب سویرا ہو گیا - جسوقت آفتاب کی چمکتی ہوئی کرنوں نے شبستان عشرت کے چراغ جھلملا کر اپنی روشنی پھیلا دی - اور مرغان سحر کی خوش نوائیوں نے میٹھے سُروں سے دل پر موہنی ڈالنا شروع کی دونو خلوت سے برآمد ہوئے - راجہ نل نے غسل کیا - پوشاک شاہانہ بدلی - رانی دمینتی نے آئینہ سامنے رکھ کر برسوں کے چھوڑے ہوئے سنگار سے عضو عضو کو نور کے سانچے میں ڈھالا راجہ بھیم سین ابھی محل میں ہی تھے - کہ راجہ نل کی آمد آمد کا آوازہ بلند ہوا - ادھر سے راجہ نل کو اشتیاق بڑھائے لئے جاتا تھا - اُدھر بھیم سین کو شوق دیدار نے بیتاب کر کے آگے بڑھایا - دونو بڑی محبت کے ساتھ بغلگیر ہوئے - بھیم سین نے بڑے جوش الفت کے ساتھ کلیجے سے لگا لیا - دائیں طرف بٹھا کر مزاج پرسی شروع ہی کی تھی - کہ رانی دمینتی سولہوں سنگار کئے دریائے جواہر میں غرق برق پوشاک پہنے سامنے پہنچی - دائیں طرف راجکمار ساتھ تھا - بائیں طرف دختر ماہ رخسار بھیم سین

یوہیں نشہ عشرت چور تھا۔ بیٹی کو خوش وخرم دیکھ کر اُس کے دل کی کلی کلی اور بھی کھل گئی۔ ہاتھ پکڑ کر پاس بٹھالیا۔ نواسے نواسی کو زانوؤں پر جگہ دیکر چہرے کی بلائیں لیں۔ اب سرگذشت چھڑی۔ جو کچھ آوارہ گردی میں جان پر گزری تھی کہہ سنائی۔ بھیم سین نے ایشور کا بڑا شکریہ ادا کیا۔ بیٹی۔ داماد کو دعائیں دیں۔ کہ پھولو۔ پھلو۔ لاکھوں برسوں سلامت رہو۔ تم دونو نے مصیبتیں تو جھیلیں۔ مگر دنیا میں صبر وشکر اور استقلال کے جھنڈے گاڑ دیئے +

راجہ نل نے عرض کی۔ آپ کے اقبال سے مصیبتوں کے دن کٹ گئے آفتوں سے چھٹی مل گئی اب بھیگی بلی بنے رہنے کی کیا ضرورت۔ پشکر نے فریب کیا دغا دی چھل کپٹ سے راج ہتیا لیا۔ چکمے سے ساری دولت ڈب میں کرلی اب اجازت دیجئے کہ چوسر بچھا کر قسمت کا پانسہ چت کروں +

راجہ بھیم سین بیشک پشکر سے راج لینا چاہیئے۔ مگر سالہا سال کے تھکے ماندے مدتوں کے فلک زدہ ہو کچھ دنوں آرام کرو سستالو پھر جو چاہے کرلینا۔ ابھی کل چلے آتے ہو آخر ہم لوگوں کی ترسی ہوئی نگاہوں کو توجی بھر لینے دو +

راجہ نل نے بھیم سین کے آگے سر قبول کیا۔ اور ایک مہینے تک وہاں قیام کرکے قسمت آزمائی کی ٹھانی راجہ رتوبرن کئی روز تک کندن پور میں فروکش رہا تھا۔ جب راجہ نل سے ملاقات ہوئی۔ تو عذر خواہی کی۔ کہ معاف کرنا میں نہ سمجھا تھا کہ آپ راجہ نل ہیں میں نے آپ سے رتھبانی کی خدمت لی۔ اِس گستاخی کی ندامت مجھے سر اٹھانے نہیں دیتی۔ میں سرتاپا خطا ہوں۔ مگر نادانستگی قابل پذیرائی ہے +

راجہ نل آپ کیا فرماتے ہیں میں آپ کا احسان مند آپ کے سلوک نہ بھولوں گا مجھ پر جو کچھ گذری وہ ستاروں کی گردش سے تھی کسی کا قصور نہیں۔ اب میں پشکر سے جوا کھیلنے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس لئے آپ منظور کریں۔ تو مجھ سے علم اسپ بانی سیکھ لیں اور مجھے قماربازی سکھاویں +

راجہ رتوبرن نے منظور کیا۔ اور فریقین نے اپنے اپنے فن ایک دوسرے کو سکھائے ایک مہینہ اِنہیں اشغال میں ختم ہوگیا۔ بھیم سین نے بہت تحفہ تحائف دیکر راجہ رتوبرن کو رخصت کرکے راجہ نل کو قماربازی کی اجازت دی +

راجہ نل کے پاس اِسوقت ہاتھ پاؤں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ خسر نے ایک نہایت ہی عمدہ رتھ حوالے کیا۔ سولہ ہاتھی پچاس گھوڑے ہمراہ کئے اور ۶۰۰ پیادے ساتھ کرکے بہت کچھ اور دولت بھی دی۔ راجہ نل اپنی قدیم راجدھانی کی طرف روانہ ہوا۔ جب قریب پہنچا نزول مرکب اقبال مرکب کی خبر گرم ہوئی پشکر نے بڑے تپاک سے استقبال کیا۔ مراسم تعظیم و تکریم ادا کئے۔ جب خیر و عافیت وغیرہ پوچھی جا چکی تو راجہ نل نے کہا +

راجہ پشکر تم بھائی ہو۔ تم نے مجھے فریب سے آوارہ گرد کیا۔ دغا سے ساری مایۂ نشاط جیت لی۔ اِس کی کچھ شکایت نہیں۔ سارے ہتھکنڈے کلجگ کے تھے خیر اُس کی تو کور دب گئی۔ اب میں مال و دولت لیکر آیا ہوں۔ جُوا کھیلو۔ چوسر بچھاؤ دیکھوں اب کیسے چکمے چلتے ہو؟

پشکر ایک دفعہ آپ کو جیت چکا۔ اب آپ کے پاس رکھا ہی کیا ہے۔ ہاں اگر دمینتی کو داؤں پر رکھیئے۔ تو کیا مضائقہ ہے۔ مدتوں سے مَیں اِس کے شربت وصل کی پیاس سے بےچین ہوں۔ یہی خواہش رہتی ہے کہ کیونکر اُسے پاؤں اور اندورانی سے افضل بناؤں پشکر کے یہ الفاظ تیر و نشتر سے زیادہ کلیجے میں کاٹ کرنے والے تھے راجہ نل بجلی کیطرح تڑپ گیا آنکھیں خون میں ڈوب گئیں۔ ہاتھ تلوار..... پر دوڑا ہی تھا کہ اِسی وقت سر اُڑا دے مگر خلقی نیکیوں نے ہاتھ پکڑ لیا۔ جوشِ خون بولا جانے دو..... اپنی طرف دیکھو۔ آخر بھائی ہی ہے راجہ نل دانت کٹکٹا کر رہ گیا اور بڑے بڑے واہیات باتوں سے مطلب نہیں یا چوسر بچھاؤ۔ یا ہتھیار اٹھاؤ بس

پشکر۔ یہی مرضی ہے تو بہتر +

جوئے کی رائے قرار پاگئی۔ چوسر بچھی۔ داؤں لگے۔ پانسے پھینکے اور ہار جیت شروع ہوئی راجہ نل کا اقبال زبردست تھا۔ تمام بازیاں اِسی نے جیت لیں پشکر سارے مال و متاع و دولت و سلطنت سے ہاتھ جھاڑ بیٹھا +

ہار بُری۔ اِس سے آدمی کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں۔ زندگی بھر کی محبت نہیں رہتی۔ پشکر کا بھی منہ چٹکی ہو گیا۔ چہرے پر مردنی چھا گئی۔ راجہ نل کو یہ رنگ دیکھ کر ترس آیا۔ اور بولا۔

بھائی تم نے جو کچھ کیا۔ بہت اچھا کیا۔ تم غیر نہیں۔ لو اپنا راج میں نے جان بخشی کی۔ سارے قصور معاف دل چاہے تو محبت بھی رکھنا غیریت سے کچھ فائدہ نہیں
اس وقت پشکر کی ندامت حد سے بڑھی ہوئی تھی چہرہ عرق عرق بدن پسینہ پسینہ دوڑ کر قدموں پر گر پڑا۔ ماتھے پر تلوؤں کی خاک ملی۔ چشم ترحم کا شکریہ ادا کیا۔ رانی اور راجہ کی درازی عمر اور عروج اقبال کے لیئے لاکھوں دعائیں دیں۔ راجہ نل نے اس کا راج اور اثاث البیت واپس کر کے اُسے اُس کی بیت الحکومت میں رخصت کیا۔ اور خود دار الحکومت مالوہ میں اقبال کے ڈنکے بجانا شروع کیے۔ تمام اراکین دولت و عمائدین سلطنت کے دن پھرے۔ عامۂ خلائق کی جان میں جان آگئی دربار شاہنشاہی گرم رہنے لگا۔ کندن پور سے مہارانی دمینتی کی طلبی ہوئی۔ ٹھاٹ۔ باٹ تزک و احتشام شان و شوکت کا کیا ٹھکانا۔ رنگ ہی کچھ اور کا اور ہو گیا۔ سب راضی خوشی۔ سب شاد و خرم ؁

ادھیائے ۴۲

بربدسُورشی کی تسلّی بخش فہمائش۔ راجہ جدھشٹر کا ارجن کیطرف سے اطمینان رشی سے قماربازی کی تربیت

راجہ نل کی قماربازی۔ پشکر کا فریب جوئے کی ہار جیت۔ راجہ کی خانہ بربادی۔ صحرا نوردی۔ دمینتی سے مفارقت صدمات جدائی۔ اچھے دنوں کی آمد۔ فرقت نصیبوں کا وصل۔ حصول دولت و سلطنت کا ذکر ختم کر کے بربدسورشی نے راجہ جدھشٹر سے فرمایا۔

کہ یہ نیرنگ زمانہ کی حکایت اور انقلاب روزگار کی داستان آپ سن چکے دیکھیے راجہ نل پر کیا کیا مصیبتیں پڑیں کون کون بلائیں نازل ہوئیں غربت میں نہ یار نہ مددگار

غربت میں نہ رفیق نہ غمگسار۔ اس کا سا دکھ ایشور کسی کو نہ دکھلائے۔ آپ کی دشت
نوردی کی تکلیفیں اُس کے پاسنگ برابر نہیں بھائی درد دکھ ہٹانے کو حاضر رانی
خدمت کیلئے ہمراہ۔ برہمنوں کی ٹولی دل بہلانے کو موجود رشی منڈلی سے ہر وقت
چہل پہل سچ پوچھو۔ تو جنگل میں منگل ہے۔ صحرا میں وسہرا۔ دشت میں گلگشت
بن میں سیر چمن۔ بن باس میں بھوگ بلاس۔ دکھ میں سکھ غرضیکہ آپ اور راجہ نل میں
زمین و آسمان کا فرق ہے پھر آپ کو ناحق ملال ہے۔ فضول مصیبتوں کا خیال ہے
اتنے دن کٹ گئے ہیں۔ باقی اور بھی یوہیں گذر جائیں گے۔ ہاتھی تو نکل
گیا۔ دم باقی ہے ؛

راجہ جدھشٹر۔ آپ کا فرمانا درست۔ راجہ نل کی سی مصیبت میہاں خواب و خیال میں
بھی نہیں۔ مَیں اِس سے نہیں گھبراتا۔ تردد ہے تو یہ کہ ارجن آنکھوں سے جدا ہے عرصے
سے پتہ ٹھکانا نہیں ایسے بھائی کی جدائی میں نہ دن کو چین ہے نہ رات کو آرام ہے
سینکڑوں طرح کے خیال پیدا ہوتے ہیں دل برائی ہی کی طرف جاتا ہے۔ وہ
آجاتا۔ تو پھر نہ کچھ ملال تھا نہ کوئی وبال یہ دن کیا۔ ایسے ایسے لاکھوں پہاڑ بھی
ہوں تو میں کاٹ ڈالوں کبھی مُنہ سے اُف نہ نکالوں ؛

برہدسورشی بیشک آپ کو ارجن کی جدائی شاق ہے ایک نظر دیکھنے کا اشتیاق
ہے لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ ایشور کا سب فضل ہے ارجن کو کوئی دکھ
نہیں اندر پوری میں مزے کر رہا ہے۔ راجہ اندر بیٹے کی طرح جان سے عزیز
رکھتے ہیں شستر ودیا کی تعلیم جاری ہے۔ ایسے ایسے کمال حاصل کئے ہیں کہ
باید وشاید ایک دنیا میں جواب نہ نکلیگا۔ آپ فکر نہ کریں تھوڑے دنوں کی اور
کسر ہے اور تکمیل فن ہوئی اودھر ارجن آپ کی خدمت میں آگیا ذرا صبر درکار ہے ؛

راجہ جدھشٹر کو اس تقریر سے ڈھارس ہوئی بے چین دل سنبھل گیا
رشی سے عرض کی کہ :۔

مہاراج جوئے نے مجھے اس حال تک پہنچایا ہے بنے ہوئے پانسوں نے
ٹاٹ الٹ دیا۔ دغابازوں نے ننگیا لیا۔ فریبیوں نے جنگلوں کی ٹھوکریں کھلائیں
اس سے مجھ پر فرض ہے کہ جوئے کی مشق بہم پہنچاؤں۔ پانسے کا رنگ پہچانوں آپ کو اس

فن میں خاص مہارت ہے۔ سکھلاویں۔ تو زہے نصیب عین مہربانی شاید صحرا نوردی کے بعد پھر اسی سے کام پڑے اور تقدیر کا پانسہ چت کرنے کے لئے چوسر ہی سے سامنا ہو۔

برہد سورشی نے درخواست قبول کی۔ اور بہت دل لگا کر بڑے شوق سے قمار بازی کی رگ رگ بتا کر راجہ جدھشٹر کو اس فن کا ابھی استاد بنا دیا ٭

ادھیائے ۴۳

نارد جی کی آمد۔ تیرتھوں کا ذکر۔ راجہ جدھشٹر سے تیرتھ جاترا کی تحریک راجہ کو ارجن کی فکر۔ تبدیلی سکونت کا خیال۔ لومس رشی کی تشریف آوری

برہد سورشی قمار بازی سکھا کر چلتے ہوئے۔ تو نارد جی نے نزول اجلال فرمایا اور راجہ جدھشٹر سے سب تیرتھوں کے نام و نشان بیان کئے۔ عظمت و برکت کا دفتر کھولا فرائض ضروریہ کی فہرست گوش گذار کی۔ اور تمام باتوں کا نچوڑ صرف اس فقرے پر کیا۔ کہ زمین کی پرکرماں (طواف) سے مطلب حاصل ہے سارے کارج سدھ ہیں نہ جگہ جگہ پھرنے کی ضرورت۔ نہ تیرتھ کے درشنوں کی حاجت کیا خوب ہو کہ تم بھی اس وقت سب تیرتھ برت کرلو۔ بہتی گنگا میں ہاتھ دھو لینا اچھا۔ پھر ایسا موقع فرصت ملے یا نہ ملے راجہ جدھشٹر! سننے کی بات ہے ایک مرتبہ بھیشم پتامہ ہردوار میں گئے وہاں پولست جی سے ملاقات ہوئی۔ رشی مہاراج بھیشم پتامہ کو دیکھکر مگن ہو گئے سب تیرتھوں کا حال کہنا شروع کردیا۔ جب پشکر تیرتھ کا نام آیا۔ تو انہوں نے بہت ہی عظمت بیان کی۔ اب تک میرے دل پر وہ الفاظ نقش ہیں۔ جو اس مقدس تیرتھ کی شان میں پولست جی کی زبان سے نکلے تھے۔ اسی سلسلے میں نارد جی

ہیں نارد جی نے تمام تیرتھوں کا مشرح و مفصل ذکر کر کے اپنی راہ لی - راجہ جدھشٹر خوش تو بہت ہوئے - تیرتھ جاترا کے شوق نے چاہا - کہ اس وقت قدم اُٹھ جائیں مگر ارجن کی جدائی کا خیال پھر سامنے آ کھڑا ہُوا - اُنہوں دھوم رشی سے کہا +

ایک مدت ہو گئی - ارجن آج آتا ہے نہ کل - کیا کروں کس طرح دل کو سمجھاؤں - ایسا لائق - صابر و شاکر - فرمانبردار - اطاعت گزار - صاحب طاقت و ذی لیاقت بھائی ایشور سب کو دے - ایسے قوت بازو بڑے نصیبوں سے ملتے ہیں - میری دور النظر دیکھی - تو اندر کی خدمت میں جا پہنچا - آپ جانتے ہیں - کہ ایک دن خون خرابہ رکھا ہے - بغیر تیر تلوار ہاتھ میں لئے مفر نہ ہو گا - اس پر طرہ یہ کہ ٹکر کن سے درونا چارج سے بھیشم سے اسوتھاماں سے کرن سے جن کی دھاک وہ کہ نام سنتے ہی آدمی کا پتہ پانی پانی ہو جائے - تلوار تھرتھرا کر خود ہاتھ سے چھوٹ پڑے تیر اچلتے چلتے کمان کے گوشوں میں چھپ جائیں - دنیا کا کوئی شور بیر کوئی صاحب شمشیر نہیں جو ایک چوٹ سہہ سکے چوٹ سہنا تو کارے دارد - آنکھ بھی ملا سکے اس خیال نے ارجن کو اندر پوری میں پہنچایا - مگر واپسی کا نام نہیں - میرا دل اس جگہ سے اُچاٹ ہو گیا - ٹھہرنے کو مطلق جی نہیں چاہتا - اس لئے آپ کوئی ایسا مقام تجویز کریں جو برہمنوں کو بھی زیادہ آرام دہ ہو - اور میں وہاں ارجن سے مل سکوں - آپ تو جہانیان جہاں گشت ہیں - دنیا کا کوئی مقام ایسا نہیں - جہاں آپ کے قدم نہیں پہنچے جو آپ کی نظر سے نہیں گذرا - پس مہربانی سے فرمایئے کہ کہاں ڈیرا ڈنڈا پہنچایا جائے

دھوم رشی نے اس کے جواب میں تمام مقدس تیرتھوں اور جاترا کے لائق مقاموں کی تفصیل سنانا شروع کی - ایک ایک کا رتی سے ریزہ تک حال بیان کر کے کہا - کہ اتنے تیرتھ موجود ہیں جہاں مرضی ہو جہاں جی چاہے قیام کیجئے ہم سب ساتھ ہیں ہر جگہ رفاقت کرینگے - ابھی سلسلہ تقریر ختم نہ ہوا تھا - کہ لومس رشی نے آکر درشن دیئے - اور رنگ صحبت بدل گیا +

ادھیائے ۴۴

لومس رشی کی پیغام رسانی - تیرتھ جاترا کی تحریک

لومس رشی کا ذکر اوپر آچکا ہے - اِنہیں سے ارجن اور اندر نے درخواست کی تھی - کہ راجہ جدھشٹر کو درشن دیکر خیر و عافیت سے مطلع کریں - جسوقت رشی مہاراج آئے راجہ جدھشٹر نے بڑی تعظیم و تکریم کی - قدم دھوئے پھول کا مالا زیب گلو کیا - خاطر و مدارات کے بعد راجہ جدھشٹر نے دریافت کیا

مہاراج کہاں سے تشریف آوری ہوئی - میرے نصیب کسطرح جاگے؟

لومس رشی - اندر لوک سے آتا ہوں - وہاں ارجن سے ملاقات ہوئی تھی - ارجن کی وہاں جو قدر و منزلت ہو رہی ہے کیا بیان کروں - مَیں نے اندر کے برابر سنگاسن پر بیٹھے دیکھا - چلتے وقت راجہ اندر نے آپ کو پیغام کہلا بھیجا اور مجھ سے کہدیا کہ ہر طرح دلجمعی کر دینا - ارجن سے بہت اچھی طرح سے شستر بدیا سے فراغت مل گئی گمندھرب بدیا (علم موسیقی) میں بھی کمال حاصل ہو گیا - تھوڑے دن صبر کریں - ارجن عنقریب قدم بوس ہوگا - اندر کے بعد خود ارجن نے بھی اِس مضمون کو دہرایا - چنانچہ بھیشم پتامہ - درونا چارج - کرپا چارج - اسوتھامان سے ڈرتے تھے جن کا خوف آپکے دل کو ہلا دیا کرتا تھا - اُن کی بہادری کے دن لد گئے - اُن کی دھاک کا خاتمہ ہو گیا اِن سب کے لئے ایک ارجن کافی ہو گیا - ارجن کے ہتھیار سب کی شہنی کر کری کرینگے - ارجن کی تپسشا نے وہ مقبولیت حاصل کی - کہ مہادیو جی نے اپنے ہتھیار مرحمت فرمائے لوکپالوں نے اپنے سلاح جنگ کا تحفہ پیش کیا - اب ارجن کے آنے میں زیادہ دیر نہیں سال گزر گئے دن رہ گئے ہیں - تب تک آپ تیرتھ جاترا سے فراغت کر آئیں وہ بھی لازمی فرض ہے کر ڈالئے - نیک کام میں دیر فضول ادھر آپ جاترا سے لوٹے اُدھر ارجن کو بھی قدموں میں حاضر سمجھئے *

ادھیائے ۴۵

تیرتھ جاترا کیلئے راجہ جدھشٹر وغیرہ کی کام بن سے روانگی

لومس رشی کو راجہ اندر نے فہمائش کی تھی۔ کہ راجہ جدھشٹر کو تیرتھ جاترا کرا دو۔ احسان ہوگا۔ چنانچہ انہوں نے خوشی سے ہمراہی منظور کی۔ مگر فرمایا کہ

بھیڑ چھانٹو۔ مجمع کم کرو۔ سفر دور و دراز ہے۔ زیادہ جماؤ ٹھیک نہیں۔

راجہ جدھشٹر نے حکم کی تعمیل کی۔ بہت سے برہمنوں کو سمجھا بجھا کر راجہ دھرتراشٹ کے یہاں بھیج دینے کی ٹھہرائی اور کچھ انے گنے برہمن ساتھ لیکر تیسرے دن کام بن سے عزم روانگی کیا۔ سارے برہمن اور بن باسی اکٹھے ہو کر آئے۔ التجا کی۔ کہ مہاراج ہم سب کو اکیلے چھوڑنے سے آپ کا کیا فائدہ ہم سب ساتھ رہینگے تو کتھا سناتے۔ آپکا دل بہلاتے آپ کی جے جے کار مناتے۔ تیرتھ جاترا بھی کرینگے جس کا ثواب آپکو ہوگا۔ ہم کو قدموں سے جدا ہونا منظور نہیں۔ خوشی سے یا ناخوشی جس طرح آپ چلینگے ضرور جائینگے۔ آپ ہم لوگوں کی فکر چھوڑ دیجئے۔ جسطرح ایشور گذارہ دیگا۔ گزار لینگے۔ مگر قدم نہ چھوڑیں گے

راجہ جدھشٹر پر سب کی منت و سماجت کا پورا اثر ہوا۔ جوش الفت نے آنکھوں میں آنسو چھلکا دیئے۔ زبان بول اٹھی۔ کہ

اچھا خیر اجو آپ سب کی مرضی۔ اگر چلنا ہی مدنظر ہے۔ تو راضی برضا ہوں چلیئے ٭

قافلے کا قافلہ کمر کسے کھڑا تھا۔ کوچ کی دیر تھی۔ کہ وید ویاس جی وارد ہوئے۔ دیورشی ساتھ پربت رشی ہمراہ آتے ہی انہوں نے ہدایت کی۔ کہ پہلے نہا دھو کے پاک و صاف ہو۔ تو دو برت رکھو۔ تب جاترا کے لئے عزم کرنا۔ چاروں بھائیوں (جدھشٹر۔ بھیم۔ نکل۔ سہدیو) اور دروپدی نے برت رکھا۔ سر پر جٹائیں باندھیں بیاس جی وغیرہ نے اشیرباد دیا۔ اور جاترا کے عازم دھوم رشی کے ساتھ روانہ ہوئے اندرسین وغیرہ کل پندرہ خدمتگار ہمراہی میں تھے۔ اور چند رشی اور برہمن پندرہ رتھ کام بن سے چلے اور عنان عزم پورب کے رخ مڑگئی

ادھیائے ۹۳

دھرم اور ادھرم کے معاملات پر لومس رشی کے خیالات کا اظہار

جاتریوں کے رتھ منزل مارتے چلے جاتے ہیں راجہ جدھشٹر حیران ہیں کہ ایشور کی مایا کچھ سمجھ میں نہیں آتی - میں آجتک پاپ اور ادھرم کے قریب ہی نہیں گیا میری تو یہ دُردشا اور دشمن سرتاپا گناہ پلے سرے کے بیدھرم وہ مزے کر رہے ہیں گلچھرے اڑا رہے ہیں رات دن ناچ رنگ شام سویرے سیر تماشا اقبال کو دن دونی رات چوگنی ترقی - دولت کی ہر لحظہ افزونی - ترقی کی حد - عروج کا حساب نہیں کیا اُلٹا زمانہ اور کیسے اندھیر کی بات ہے - اس خیال میں دل کو الجھن ہوئی - تو ضبط نہ ہوا - لومس رشی سے بھی رونا رو دیا - رشی جی نے فرمایا -

دھرم پتر! تمہارا خیال غلطی پر ہے - اس وقت بھول میں ہو - دھرم دھرم ہی ہے - اور ادھرم ادھرم ہی - ظاہر میں تو پاپی لوگ پھلے پھولے دکھائی دیتے ہیں - مگر دراصل ان کی جڑ کمزور ہوتی ہے - دھرم کی ثبات وقیام ہے اس کی جڑ پاتال میں ہے - ادھرم کی ترقی کا زمانہ چار دن کی چاندنی پر اندھیارا پاکھ کے مصداق ہے آندھی آئی آم گرے اور بس صفایا - دھرم سدا پھل ہے جب سے پھلنا شروع ہوا - بس خزاں ہو تب بھی باور بہار ہو تب بھی ثمر دار - دھرم کی راہ چلنے والوں کو رہزن لوٹ بھی لینگے - نتیجہ بھگتینگے - ایک دن آگے کے ہاتھوں کو پیچھے ہونا پڑیگا - پاپی بہت بڑھے اور ایسے بڑھے کہ کچھ ٹھکانا نہیں مگر جب وقت گھٹے - تو ایک ہی دم سے فنا ہی ہو گئے - کوئی نام لینے والا پانی دینے والا نہ رہا کیا اس کا نام ترقی ہے یہ ترقی نہیں بلکہ ستیاناسی کی نشانی ہے ندیاں بڑھتی ہیں چڑھتی ہیں سیلاب آنے میں طوفان برپا ہوتا ہے - مگر جہاں پانی کا اتار ہوا بس ایک دن بالو کے سوا کچھ باقی نہ رہا - دھرم سمندر ہے جس کا پانی نہ بوند بھر گھٹے نہ قطرہ بھر بڑھے ہمیشہ ایک ہی حال معمولی اعتدال - بادل برسیں ندی نالے بہیں کچھ پرواہ نہیں پھر سمندر اور برساتی نالے ندیوں کی کیا برابری +

ست جگ کا واقعہ سنا ہوگا - اس زمانے کو دیوجگ کہتے ہیں اس دور میں دھرم کی عملداری کا کیا پوچھنا - دیوتا لوگوں نے ان ایام فرحت فرجام میں خوب دھرم

کے جھنڈے گاڑے راچھسوں نے بھی خوب قوت پکڑی۔ مگر فرق دھرم اور ادھرم کا تھا۔ دیتوں کی طاقتوں سے سیدھے سادھے دیوتا دبل گئے۔ بچاؤ کے لئے تیرتھوں میں پناہ لی۔ راچھسوں نے کہا ہم کیوں پیچھے رہیں۔ ہم میں کس بات کی کمی ہے۔ پس اُنہوں نے بھی تیرتھوں پر دھاوا بول دیا۔ مگر سب پاپی تھے دھرم نے سب کو گردنیاں دیں۔ کمر میں ہاتھ دیکر نکال باہر کیا۔ راچھس نشہ نخوت میں چور تھے۔ زمین پر سیدھا قدم نہ پڑتا تھا۔ جل اُٹھے کہ ہیں دیوتاؤں کی توقیر ہماری تحقیر تو بھی دھرم کا چرسا اور دیوتاؤں کا اچار نکالا جائے۔ اب کیا تھا۔ ادھرم نے دل پر حکومت جمالی۔ آنکھوں کا پانی مرگیا۔ عقل رخصت ہوگئی۔ دماغ کو شرارتوں ہی کی سوجھنے لگی۔ اگر کچھ ثواب تھا۔ تو وہ بھی غائب جب پاپ بڑھا ادھرم نے ترقی کی تو کہاں انسانیت کہاں رحم کہاں دولت کہاں سلطنت سب نے اپنی اپنی طرف راہ لی اور موت کے منہ جھونک کر اُس غرور اور نخوت کا مزہ چکھایا جس نے چند روز ترقی کے زعم میں آسمان سر پر اٹھا رکھا تھا۔ دیتوں کا تو یہ حشر ہوا۔ اب دیوتاؤں کی سنئے وہ بیچارے جان چھپائے تیرتھوں میں پڑے رہے وہاں شغل کیا وہی چپ تب دھرم کرم کوئی مخالف ہوا پاس نہ پھٹکی۔ کسی واہیات خیال نے خواب میں بھی اثر نہ کیا پس وہ مزے میں رہے ادھرم ایک بال تک بیکا نہ کرسکا۔ بلکہ ان کی ذات والا صفات ممدوح خاص و عام و فخر انام ہوئی۔

راجہ جدھشٹر خیال رکھو۔ ادھرم ایک دفعہ بیشک آسمان پر چڑھاتا ہے مگر جب گراتا ہے پاپی کا پتہ نہیں لگتا۔ ایشور نے ویدوں میں خود یہی بات لکھی ہے کہ دھرم کو زوال نہیں۔ ادھرم کا کمال ہی بمنزلہ زوال ہے تم ایسے خیالات دل میں نہ لاؤ تیرتھ جاترا کرو۔ جو دولت و سلطنت ہاتھ سے جاتی رہی سب قبضے میں سمجھو کچھ گنتی کے دنوں کی دیر ہے۔ راجہ نرگ۔ شوی۔ بھاگیرتھ۔ پورو اور پورو وغیرہ جتنے دھرماتما فرمانروا گزرے ہیں۔ سب نے تیرتھ جاترا ہی سے ابنائے روزگار پر فضیلت حاصل کی خیر و ثواب شہرت و نیکنامی۔ دولت و ثروت تمام چیزیں اس دھرم کی برکت سے نصیب تھیں تم بھی اسی تیرتھ برکت کی بدولت دنیا کے سرمایہ نازاں اور تاجداران زمانہ میں سرفراز ہوگے۔ راجہ اکشواک۔ مچکند۔ ماندھاتا۔ اور بھرت

کیطرح تمہارا نام نیک بھی یادگار زمانہ ہوگا - مایوسی کے دن گئے اب یہ سمجھو ۔ کہ جو کچھ
دنیا کی سختیاں اور عقبے کی برکتیں ہیں - سب تمہارے حصے میں آنے کے لئے
دعائیں مانگتی اور دن گذار رہی ہیں تم اپنے دشمنوں کی ظاہرا ترقی پر نہ جاؤ یہ موسمی
کیڑے ہیں فصل بدلتے ہی ان سے ایک نہ دکھائی دیگا - ان کا عروج ان کے
لئے کنواں کھود رہا ہے - سچ سمجھو کہ پردار چیونٹیوں کی طرح موت کے منہ میں
جانے کا وقت قریب ہے +

ادھیاے ۷۴

جاتریوں کی منزلیں - اڑسٹھ تیرتھوں کے نام گیاجی کی وجہ تسمیہ

جاتریوں کے رتھ چلتے چلتے گومتی پار پہنچے ۔ درشن وغیرہ کے بعد جاتریوں
نے نیمکھار (نیمسارن) کی راہ لی - یہ تیرتھ بہت قدیم اور نہایت مقدس ہے
سب لوگ یہاں ٹھہر گئے کچھ دنوں صدق عقیدت سے تپ برت - دان پن برہم
بھوج سے ثواب دارین حاصل کیا ۔ پھر کھنیا تیرتھ میں گئے - اسو تیرتھ کے درشن کئے
کوؤں کے تیرتھ پر شرادھ کرم کے فرائض ادا کئے بعدہٗ چند روز کال کوٹ
پربت پر قیام پذیر رہے اس مقام پر راجہ جدھشٹر لومس رشی سے ملتجی ہوئے کہ
مہاراج اڑسٹھ تیرتھ کون ہیں - کہاں کہاں ہیں - کس کس نام سے مشہور ہیں
بیان فرمائیے - سننے کا اشتیاق ہے +

لومس رشی - بہت اچھا میں سناتا ہوں - مگر پہلے آپ یہ خود سمجھ لیں - کہ جامہ انسانی
قبول کرکے اگر تیرتھ جاترا نہ کی - تو زندگانی اکارتھ - ہر شخص پر فرض ہے کہ ان
تیرتھوں میں جاکر ضرور دل اور جسم کو پاک کرتا رہے - تیرتھ کیا چیز ہیں - ان سے
کون کون ثواب حاصل ہوتا ہے - سب کی تفصیل و تشریح شاستروں میں درج ہے
تیرتھوں کا مہاتم اسی سے سمجھ لیجئے کہ تمام رشی منی اپنی تپسیا کو اسوقت مقبول

سمجھتے ہیں۔ جب تیرتھ جاترا سے فراغت پالی یہ اڑسٹھ تیرتھ حسب ذیل ہیں :-

(۱) اودھ پوری (۲) مدھ پوری (۳) دوارکا (۴) مایا پوری
(۵) کانچی (۶) اونتی (۷) کاشی (۸) تیرتھ پریاگ راج
(۹) گیاجی (۱۰) چترکوٹ (۱۱) نمبساں عرف نمیکار (۱۲) کورکشیتر
(۱۳) جنک پور (۱۴) بدری ناتھ (۱۵) ہردوار (۱۶) کیدار
(۱۷) گنگوتری (۱۸) دیوپریاگ (۱۹) کرن پریاگ (۲۰) نیلگر مادھو
(۲۱) لکشمن کنور (۲۲) مان سروور (۲۳) سہسر دھارا (۲۴) دھنس تیرتھ
(۲۵) پھلگو (۲۶) کمکشیا (۲۷) کپل دیو (۲۸) سیت مندر ایشور
(۲۹) سگر (۳۰) ریج ناتھ (۳۱) پنچ بٹی (۳۲) رام محلہ
(۳۳) رکھ موک پربت (۳۴) پمپاسر (۳۵) شرری رنگ (۳۶) برہم ست
(۳۷) مکت ناتھ (۳۸) دارموور کنڈ (۳۹) لوہا گڑھ (۴۰) برنج منڈل
(۴۱) ہیم گوپال (۴۲) چترنج ناگر (۴۳) سوم ناتھ (۴۴) نرسنگھ دوارہ
(۴۵) گوداوری (۴۶) ملیاگر (۴۷) پنچ سر (پانچ تیرا (۴۸) ہنگلاج
(۴۹) منی کرن (۵۰) کوپ تلائی (۵۱) پشکر (۵۲) دروو چھیتر
(۵۳) آبو (۵۴) نارائن سر (۵۵) شمشیر سکھر (۵۶) نیپال گنڈ
(۵۷) شیشا گری (۵۸) گیشوگر (۵۹) روہنی کنڈ (۶۰) پوری جگناتھ
(۶۱) ترلوکی ناتھ (۶۲) پدم ناتھ (۶۳) پرسجاس کھیر (۶۴) گوپال جنارون
(۶۵) گنگا بھاگیرتھی (۶۶) لوہار اگرام (۶۷) بندوسر (۶۸) گرنار

کال کوٹ سے چلکر جاتریوں سنے ماہنو وا تیرتھ کے اشنان کئے دہاں سے گنگا سرستی اور جمنا کے سنگم پر تیرتھ راج پریاگ میں ٹھہرے یگ دان برہم بھوج سے فارغ ہو کر برہما جی کی بیدی پر کئی روز تپسیا کی - پھر گیا جی میں تشریف لے گئے - برسات کا زمانہ تھا۔ چار مہینے وہیں اکشے بٹ کے سائے میں قیام کرکے رشی جگیہ اور اور جگیہ کئے ہزاروں رشیوں منیوں کا میلہ لگ گیا ویدوں کی آواز اکاش میں گونجتی تھی۔ دھوم چرچے کے سوا کان اور کسی چیز سے آشنا نہ تھے - یہ تیرتھ نہایت ہی مقدس ہے۔ عظمت کا یہ حال کہ سب تیرتھوں کا راجہ کہلاتا ہے۔ اس کے

قریب ہی برہم سر تیرتھ واقع ہے - جہاں مہادیوجی وشنو لئے ہوئے ہمیشہ رونق افروز رہتے ہیں - اور جس میں بڑے بڑے رشیوں مثلاً کہ جمراج نے بھی جگ کئے تھے سمٹھ نامی رشی نے جدھشٹر سے گیاجی کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے گوہر فشانی کی کہ اگلے زمانے میں سورت جس کا فخر خاندان راجہ گے بڑا نامی گرامی راج رشی تھا - اُس نے اس مقام پر ایسا عظیم الشان جگیہ کیا - کہ اب تک نہ ہوا - اور نہ آئندہ ہونے کی امید ہے راجہ نے داد و دہش کی حد کردی - پن دان کا شمار و حساب نہ تھا - غلے کے پہاڑ آسمان سے باتیں کرتے نظر آتے تھے - دودھ گھی - دہی کی ندیاں بہہ رہی تھیں - جگہ جگہ بھنڈارے ذرا ذرا فاصلے پر لنگر رسوئیوں میں گرم گرم کھانے ہر وقت تیار - ہر ذائقے کی غذا ہر ایک کے لئے موجود - زر و جواہر کی چار سو بارش - کسی بات کی کمی نہیں - جگیہ کی دھوم دھام ایسی شہرت کہ اور رشیوں اور برہمنوں کے سر ہی سر نظر آتے حاجتمند دل اور سائلوں کی وہ بھیڑ کہ سوئی اچھالنے سے زمین پر نہ گرتی تھی - ہر ایک نے منہ مانگی مراد پائی جس چیز پر نظر ڈالی بے مانگے ہاتھ آئی - راجہ نے اس جگیہ میں شرادھ وغیرہ یعنی پتروں یعنی بزرگان سلف کی روح کو ایسا خوش اور آسودہ کیا - کہ نام صفحہ روزگار پر نقش ہوگیا اہل عالم کیا دیوتا بھی قالب نورانی میں پیش نظر ہو کر حسن ارادت و جواہر سعادت کے مداح و معترف ہوئے - راجہ گے کا جگیہ اس ندی کے کنارے ہوا تھا - جو سامنے موجیں مار رہی ہے - گے کا نام گیا سر تیرتھ ہے جس سے راجہ گے کا نام زندہ جاوید رہیگا +

ادھیاے ۴۸

راجہ جدھشٹر کی اگستجی کے آشرم میں رسائی لومس رشی کی گوہر فشانی - الوک دیت کی برہمنوں سے بدسلوکی واقعات خونریزی - اگست رشی کو بزرگوں کے عذاب کا علم

لوپامدرا سے شادی۔ اگست رشی کو زوجہ باعصمت کی وجہ سے دولت کی تلاش۔ اُلوک دیت کے یہاں تشریف بری باتاپی برادر الوک کا خاتمہ اگست جی کی مطلب برآری

راجہ جدھشٹر گیاجی میں جگیہ وغیرہ سے فارغ ہوکر درجیاپور میں قیام پذیر ہوئے یہی اگست رشی کا آشرم تھا۔ اگست جی کا نام سنکر راجہ جدھشٹر نے لومس رشی سے عرض کی۔ کہ

مہاراج یہ اگست رشی جی وہی ہیں۔ جنہوں نے باتاپی دیت کو قتل کیا تھا +

لومس رشی۔ جی ہاں وہی ÷

جدھشٹر۔ واردات کیا گزری تھی۔ کشت و خون کی وجہ؟

لومس رشی۔ سنئے باتاپی دیت کا ایک بھائی تھا۔ اُسے اُلوک کہتے تھے۔ اس نے کسی برہمن کو دبایا۔ کہ ایشور سے میرے لئے ایسے بیٹے کی درخواست کرے۔ جو اپنے وقت کا اندر ہو برہمن نے ٹکا سا جواب دے دیا۔ کہ یہ کبھی نہیں ہوسکتا۔ اُلوک کے تن بدن میں آگ سلگ اٹھی آؤ دیکھا نہ تاؤ ایک ہی ہاتھ میں غریب کی جان لے لی مگر اس خون ناحق سے پیٹ نہ بھرا۔ تمام برہمنوں کی جان کے پیچھے پڑگیا جسے پاجاتا زندہ نہ چھوڑتا اُس کی خونریزی عجیب مضحکہ امیز و سحر انگیز تھی۔ اُسے کوئی منتر سدھ تھا۔ جس کے اثر سے مقتول پھر ہنستا کھیلتا اٹھ بیٹھتا۔ چنانچہ برہمنوں کے قتل میں بھی یہی کارستانی جاری تھی پہلے وہ اپنی قوت بازو باتاپی کو پکڑ لاتا تھا پھر اُس کا گوشت برہمنوں کو کھلا کر باتاپی باتاپی پکارتا آواز میں جادو تھا۔ منتر کی تاثیر تیر بہدف تھی جب باتاپی کا نام منہ سے نکلتا باتاپی فوراً پیٹ چاک کرکے اچھلتا کودتا ہنستا کھیلتا باہر نکل آتا۔ اور برہمنوں کی جان مفت چلی جاتی ہزاروں برہمن اسی طرح ہلاک ہوئے۔ جو زندہ تھے اُن کو ہر وقت جان کا خطرہ تھا اسی زمانے میں اگست رشی کسی روز کہیں جا رہے تھے کہ ایک گڑھے میں اُن کے بزرگ الٹے لٹکے ہوئے دکھائی دیے

اُنہوں نے دریافت کیا ۔ کہ اس عذاب کی وجہ ؟ جواب ملا تم بے اولاد ہو - اسی
سے ہماری جان پر یہ آفت ہے ۔ جب تک تمہارا بیٹا شرادھ نہ کرے اُسوقت تک ہماری
نجات نہیں ۔ اگست نے کہا اگر یہی ہے ۔ تو آپ اطمینان رکھیے میں آپ سب کو اس
عذاب سے چھٹکارا دلواتا ہوں ۔ اگست رشی یہ کہکر وہاں سے چلتے ہوئے اور شادی
کی فکر محبوبہ دلنواز کی تلاش میں غلطان و پیچان رہنے لگے +

اس واقعہ سے قبل راجہ بدرتھ کو جگیہ کی برکت سے ایک دخترِ مہ جمال کا دیدار
نصیب ہوا تھا - جس کو دنیا میں لوپا مدرا کے نام سے شہرت ہوئی - لوپا مدرا نے جب
ذرا ہوش سنبھالا کام کاج کے قابل ہوئی تو اگست رشی راجہ بدرتھ کے پاس پہنچے اور
اپنی شادی کا معاملہ پیش کیا - راجہ بدرتھ نے پہلے تو بہت بغلیں جھانکیں - مگر جب
اگست رشی کے کشف و کرامات کا خیال آیا - تو چپ چپاتے لوپا مدرا کے ساتھ شادی کر دی
سسرال میں کیا رکھا تھا - گھنا جنگل - ننھی سی کٹی اور بیٹھنے کو کشاسن - یہاں
لوپا مدرا نازوں کی پلی - محلوں میں کھیلنے کودنے والی - ہزاروں لونڈیاں خدمت کو موجود
سینکڑوں سہیلیاں آنکھیں دیکھے رہنے کو حاضر - جب اگست رشی اپنے آشرم میں
گئے - تو لوپا مدرا بڑے تیوہار اور بڑے نازو انداز سے سنگار کرنے بیٹھ گئی - سامنے
آئینہ سنگاردان میں عطر پھلیل سُرمہ مسی - صندوق میں زیور - جواہرات - گٹھری
میں زرکار ملبوس +

جسوقت چوٹی کنگھی کی - دلہن بنی دیکھی - اگست رشی نے فرمایا یہ کوئی راج محل
نہیں تپوبن ہے - مجھ کو زیبائش و آرائش سے کیا سروکار سب لباس و زیور پھینکو
یہاں رشی استریوں کی سادی دھوتی اور غریبانہ اوڑھنی کافی ہے - لوپا مدرا نے
سر تسلیم خم کیا - ہر صفت عروسی سے کان پکڑے چوتھی کی دلہن بننے سے نفرت کی
اور دھوتی اوڑھنی سے سروکار - اور رشی کی خدمت سے مطلب رکھا - رات دن
اطاعت سے غرض تھی اور شام و صبح رضا جوئی سے واسطہ - ایک دن
لوپا مدرا نے بڑے ادب سے عرض کی :-

پران ناتھ دھرم سروپ بہت دن اس وضع میں بسر ہوئے سادگی سے طبیعت
سیر ہو گئی حکم دیجیے کہ عروسانہ لباس اور زیور جواہرات سے جسم خاکی کو تصویر زر

بناؤں۔ یہی نہیں۔ بلکہ آپ خود بھی یہ چیتھڑے پھینکئے۔ امیروں کی پوشاک پہنئے

اگست رشی۔ لباس اور زیورات بھلا میں کہاں سے لاؤں۔ دولت کبھی آنکھوں سے نہیں دیکھی۔ چھیل چکنیاں ہوں۔ تو کیونکر ؟

لوپا مدرا۔ آپ کو دولت کی کیا کمی۔ سرستی کی طرح لکشمی زبان پر ہے سلطنت خاک کی ایک چٹکی ہیں۔ جس دھونی کی راکھ دے دیجئے سنکھ پتی ہو جائے۔ ابھی پلک جھپکا لیجئے تو میرے پتا کی سی دولت کیا کوبیر کا خزانہ نہیں ہو ❊

اگست رشی۔ بالفرض یہی سہی تو پھر تپشیا کی کیا سہیل چنے کا چبانا اور شہنائی کا بجانا کب ممکن ہے

لوپا مدرا۔ اگر یہی تھا۔ تو پھر پاؤں میں بیڑی کیوں پہنی۔ شادی کی کیا ضرورت تھی جب کسی کو پاؤں سے باندھا۔ تو رشتے کا نباہ بھی مقدم اور لطف زندگی بھر ضروری ہے ❊

اگست رشی اس بات پر معقول ہو گئے۔ سوچے کہ واقعی عورتوں کو زیور و لباس بڑے پیارے ہوتے ہیں۔ لوپا مدرا بڑے بھاری راجہ کی بیٹی۔ پیدائش کے دن سے زر و جواہرات ہی آنکھوں سے دیکھے۔ ہزاروں زیور پہن پہن کے پھینکے اس کا دل رکھ لینا ضروری ہے۔ انہوں نے آخرکار کہہ دیا۔ کہ اچھا۔ جو تمہاری مرضی وہی میری خوشی لیکن مجھے کسی دولتمند راجہ سے کچھ دولت لے آنے دو ❊

یہ باتیں یہیں ختم ہو گئیں۔ اگست رشی کو دولت کی فکر راجہ سُرت برن کے پاس لے گئی۔ راجہ نے صدقِ عقیدت سے پرستش کی۔ اور قدموں پر سر رکھ کر اظہار آرزو کیا۔ کہ :-

مہاراج۔ ارشاد ہو کیا خدمت گزاری کروں ؟

اگست رشی۔ تھوڑی دولت درکار ہے ❊

سرت برن۔ تھوڑی بہت کیا۔ جو کچھ میرے پاس ہے۔ اس کو اپنا ہی سمجھو میں راج پاٹ سب نذر کرتا ہوں ❊

اگست رشی۔ تمہارے حسن عقیدت پر آفرین۔ مجھ کو اسی سے سب کچھ مل گیا

دولت اسکے سامنے کوئی چیز نہیں +

سُرت برن ۔ نہیں مہاراج یہ نہ ہوگا ۔ میں تعمیل ارشاد ضرور کرونگا +

اگست رشی مجھے عذر نہ تھا ۔ لیکن تمہاری آمدنی خرچ سے ایک حبہ زاید نہیں اس لئے مَیں اپنی خواہش واپس لیتا ہوں +

سُرت برن ۔ یہ تو آپ بے ڈھب سناتے ہیں مجھے خوش نصیبی پر فخر کرنے کی پھر اور کیا بات ہوگی +

اگست رشی ۔ تم کوئی خیال دل میں نہ لاؤ ۔ میں اپنی خوشی سے دولت لینا منظور نہیں کرتا سوجہ یہ کہ جس کے آمدو خرچ میں توفیر کی مد یا بچت نہ ہو ۔ اُس کو ایک رقم کثیر دینے میں ضرور دکھ ہوتا ہے ۔ پس میں تمہارا دل دُکھانا نہیں چاہتا ۔ آؤ چلیں کسی دوسرے راجہ سے ملیں جلدی ہی کیا ہے +

اگست رشی یہ کہکر راجہ سرت برن کو لئے ہوئے راجہ بردھنشوں کے پاس گئے پھر راجہ ترس دس کے یہاں لیکن کسی سے ایک ٹکا نہ لیا ۔ سب کو ہمراہ لیکر راجہ کالوان کو درشن دینے پر سوال کیا ۔ کہ اڑیل آسامی بتاؤ جو چاہے ۔ جتنی دولت دے ڈالے ۔ مگر خزانے کا ایک کونا بھی نہ خالی ہو +

راجہ کالوان ۔ مہاراج ۔ ایسا راجہ تو پہلاد کی نسل میں صرف ایک اُلوک دیت ہے جس کی دولت کا نہ حساب نہ شمار چلئے وہیں چلیں اُس سے مطلب نکل آئیگا +

رائے قرار پاگئی اور سبکے سب اُلوک دیت کے پاس پہنچے ۔ اُلوک نے بڑی آؤ بھگت خوب تعظیم و تکریم کی ۔ اور دعوت کی ٹھہرائی ۔ منتر کی تاثیر نے باتاپی بکرا بنایا ۔ گوشت تیار ہوا ۔ اور حسب معمول اگست جی کے سامنے پیش ہوا ۔ اگست رشی صاحب کشف و کرامات تھے ۔ الوک دیت کی کارستانی سمجھ لیجئے ۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہا ۔ گوشت پر بڑھ بڑھ کر ہاتھ مارے ۔ اور ایک ڈکار لی ۔ تو باتاپی ہضم ۔ اتنے میں الوک نے آواز دی ۔ باتاپی ۔ باتاپی ۔ مگر وہاں باتاپی ہو تو بولے ۔ باتاپی اب کہاں ۔ اگست جی کی ڈکار ہضم کر گئی ۔ الوک نے دوسری بار پھر پکارا ۔ تو اگست جی اور ڈکار لیکر بولے

اسے بیٹھ ۔ سب دھان ایک ہی پنسیری سمجھ لئے ۔ بیوقوف تو مجھ کو بھی کوئی

ایسا ویسا برہمن سمجھتا ہے ۔ بھائی سے ہاتھ دھو ۔ وہ کب کا ہضم ہو چکا ۔ الوک مارے غیرت کے زمین میں گڑ گیا ۔ بھائی کی جدائی نے دل پر گہری چوٹ دی ۔ عذر خواہی کر کے بولا :-

" مہاراج ۔ آپ نے کس غرض سے تکلیف فرمائی ؟

اگست رشی ۔ دولت کی خواہش گھسیٹ لائی ۔

الوک ۔ تو پھر جسقدر خواہش ہو بے تکلّف لے لیجیئے ۔ میں عذر نہ کرونگا

اگست ۔ یہ بات ہے تو دس دس ہزار گائیں سونے سے سینگ منڈھوا کر میرے ہمراہی راجوں کو دلواؤ اور دونی مجھے اِس سے علاوہ ایک جواہر نگار رتھ چاہیئے جس کے گھوڑے ۔

چمکیں تو اُڑیں شرار کی طرح
تڑپیں دل بے قرار کی طرح

الوک نے اگست رشی کے لفظ لفظ کی تعمیل کی ۔ رشی مہاراج رتھ پر سوار ہو کر گھر آئے ۔ راجوں کو ہنسی خوشی رخصت کیا ۔ لوپا مدرا کو زیور و جواہرات سے لاد دیا ۔ آپ بھی دنیا دار بن گئے ۔ کچھ دنوں بعد ادھم باہو کی ولادت ہوئی خوشیاں منائی گئیں ۔ جشن ہوئے ۔ ادھم باہو بڑا صاحب جلال و صاحب کمال ہوا ۔ جس کی بدولت اگست جی کے بزرگوں نے عذاب سخت سے رہائی ہوئی ۔

ادھیائے ۹۹

بھرگو تیرتھ مدھو سرا تیرتھ کی فضیلت ۔ سری رامچندرؔ اور پرسرام جی کا تذکرہ ۔ بِرترا سُر راچھس کی جفاکاری ۔ دیہیچ رشی کی ہڈیوں کے بجر سے قتل ۔ کالکیے دیت کی بدعت اگست رشی کے فیض کمالات سے سمندر کی پایابی ۔ راچھسول

کا دفعیہ

لومس جی کا سلسلۂ سخن جاری ہے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ کہ

اے راجہ جدھشٹر۔ سامنے جو دریا موجیں مار رہا ہے۔ اُسی کو سری گنگا بھاگیرتی کے نام سے فضیلت حاصل ہے۔ گنگا جی کی عظمت کو کوئی دریا نہیں پہنچتا۔ ان کا ظہور مہادیو جی کی جٹا سے ہُوا ہے۔ بھاگیرتی میں اشنان کرنے سے عمر بھر کے پاپ دھو جاتے ہیں اور آدمی بے تکلف بھوساگر کے پار اُتر جاتا ہے۔ اس بھرگو تیرتھ میں رشیوں منیوں کی گنتی نہیں۔ جپ تپ کا بازار گرم رہتا ہے۔ تم بھی یہاں اشنان کرو تو دیکھو۔ کیسا تیج بڑھ جاتا ہے پرسرام جی ایک مرتبہ تیج کھو بیٹھے تھے۔ مگر اس تیرتھ کی برکتوں نے جس طرح اُنہیں وہی جلال عطا کر دیا۔ اُسی طرح تمہاری دولت و حکومت اِس کے چشمۂ فیض سے پھر واپس مل جائیگی +

راجہ جدھشٹر نے بڑی خوش اعتقادی سے غسل کرکے لومس رشی کے قدم چھوئے اور پوچھا۔

مہاراج۔ آپ نے پرسرام جی کا ذکر فرمایا۔ مَیں نہ سمجھا +

لومس رشی۔ سُنو۔ تریتا جُگ کا دور دورہ تھا۔ پورن برہمن بھگوان نے راجہ دسرتھ والی اجودھیا کے شاہی دولت میں اوتار لیکر سری رامچندر جی کے نام سے شہرت پائی۔ میں ذات مقدس کو بچشم خود دیکھ چکا ہوں عجب پرتاب تھا۔ دست قدرت کے وہ اعجاز کہ پرسرام جی کو حیرت ہوئی۔ ہواے آزمایش اجودھیا میں لے گئی راجہ دسرتھ کی طرف سے رامچندر جی پیشوائی کو گئے ملاقات ہوئی۔ پرسرام جی نے اظہار مسرت کے بعد اپنا دھنش پیش کیا اور کہا۔ کہ ؎۔

یہ دھنش وہ ہے جس نے چھتریوں کے قتل عام سے۔ خاص شہرت حاصل کی ہے۔ اسے چڑھائیے اور مجھے دست قدرت دکھائیے +

سری رامچندر۔ آپ کو آپ کا دھنش مبارک مَیں اسے کیا ہاتھ لگاؤں رشیوں اور برہمنوں کے اعزاز میں فرق ڈالنا میرا وطیرہ نہیں۔ میرے لئے چھتریوں کا دھرم بہت ہے +

پرسرام - باتیں نہ بنائیے - فقروں میں نہ اڑائیے - دھنش چڑھائے بغیر مفر نہ ہوگا +

سری رامچندر جی یہ سنکر مسکرا دئیے - سر تسلیم خم کرکے ہاتھ میں دھنش لے لیا - چٹکی سے چلہ کھینچنے کی دیر تھی - کہ دھنش دوہری کمر کی طرح خم کھا گیا +

پرسرام جی اس کی سند نہیں - یہ تیر لیجئے - تب دھنش چڑھائیے - بات تب ہے کہ دونو سرے کان کے پاس آپس میں مل جائیں +

سری رامچندر جی - اب تک میں آپ کے غرور کا حال کانوں ہی سے سنتا تھا آج آنکھوں سے دیکھ لیا - آپ تو اپنے زعم ہی میں مست ہیں - کسی کو نظر ہی میں نہیں لاتے - برہما جی کو دعا دیجئے - جن کی بدولت دھاک بندھ گئی - چھتری کھیت رہے - اب آپ مجھے بھی طنطنہ دکھاتے - گیدڑ بھبکیوں میں لانا چاہتے ہیں - تو اچھا دیکھئے میں کون ہوں +

اس وقت سری رامچندر جی کے چہرے کے جلال کا کیا پوچھنا - پیکر نورانی کیا سے جانے کیا ہوگیا - روئیں روئیں میں برہما بشن مہیش جلوہ دکھانے لگے - خط و خال میں بارہ سورج - آٹھ بسو - گیارہ رودر - چاروں وید - ساوسیہ گن - رت گن - گرہ نچھتر اگن نظر آنے لگے - پتر رشی - دیو - گندھرب - دھنونتر کی صورتیں نظر آ گئیں - اودی - نیلی - تمام رنگ کی گھٹائیں چھا گئیں - یہ جلوہ قدرت دکھا کر نرم چٹکی سے تیر چھوڑا تو زمین میں تری کا نام نہ رہا - دفعتہً بادل گھرے - مینہ برسا زمین تھرا اٹھی - طبقہ خاکی سے ہولناک آوازیں آنے لگیں - تیر کرشمہ اعجاز دکھا کر پھر واپس آیا - اور پرسرام جی بیہوش ہو کر گر پڑے - چہرے کا تیج بالکل جاتا رہا - تھوڑی دیر یہی حالت غشی رہی - پھر پرسرام کے ہوش ٹھکانے ہوئے قدموں پر سر جھکایا - ثنا و صفت میں تر زبان ہوئے - سری رامچندر جی نے فرمایا - بس آپ مہیندر پربت پر چلے جائیے کبھی ادھر کا رخ نہ کیجئیگا - پرسرام جی مارے غیرت کے کٹ گئے - سر اٹھائے نہ اٹھتا تھا - حیا سے آنکھیں نیچی کئے مہیندر پربت کی طرف راہی ہوئے - اگلے تیج کے ماتھے گئے - سال بھر کے بعد بھرگو جی کو ترس آیا پرسرام جی کے پاس آئے - بولے +

جگر بند من - ایسی نادانی - سری رامچندر جی مصدر انوار حقیقی اوتار ہیں سے

بشن بھگوان ہی سے غرور۔ رامچندر جی کو تم نے رام ہی جانا۔ پورن برہم کو بھی نہ پہچانا۔ خیر جو گیا۔ سو ہو گیا۔ اب جاؤ۔ بدھو سرا ندی میں اشنان کرو۔ اس تیرتھ کی برکتوں سے تمہارا تیج پھر جیسا کا تیسا ہو جائیگا۔ پرسرام جی فوراً بشن بھگوان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ تیرتھ اشنان کے لئے اجازت حاصل کرکے بدھوسرا ندی میں نہائے تیرتھ نے برکت ظاہر کی چہرہ اصلی تیج سے پھر جگمگانے لگا۔ اے راجہ جدھشٹر جس تیرتھ کے درشن کرنے آئے ہو۔ یہ تیرتھ وہی ہے +

اتنا فرما کر لومس رشی نے اگست رشی کے ذکر کو پھر یوں شروع کیا۔ کہ زمانہ ماضی میں برترا اسر راچھسوں کا دل لے کر اندر سے آمدہ جنگ ہوا۔ اندر گبھرا اٹھے دیوتاؤں کو لئے ہوئے برہما جی سے فریاد کی۔ جواب ملا۔ کہ مہارشی دوہیچ کی ہڈیوں کا بجر بنواؤ۔ تب برترا اسر سے نجات ملے۔ دیوتا مہارشی کی خدمت میں پہنچے۔ برترا اسر کے ظلم و ستم سے شکایت کی۔ ہڈیوں کے لئے حرف سوال زبان پر نہ لائے۔ دوہیچ رشی برہم گیانی تھے۔ اُنہیں گوشت پوست کی محبت کیا۔ فوراً آنکھیں بند کر کے چولا چھوڑ دیا۔ دیوتاؤں نے ہڈیاں لے کر تشٹا دیوتا سے بجر بنوایا۔ اندر بجر لیکر سرگرم کارزار ہوئے اور راچھسوں کا صفایا کر دیا۔ جو راچھس جان چھپا کر بھاگ گئے اُنہوں نے پھر ایکا کیا چنڈال چوکڑی مشورت کے لئے اکٹھا ہوئی۔ تو یہی طے پایا۔ کہ بس جگیہ ہی نہ ہونے دو پھر دیکھیں دیوتا کہاں سے غیبی طاقتیں لاتے ہیں اب کیا تھا۔ سارے راچھس برہمنوں کے دشمن ہو گئے جہاں جگیہ کرتے دیکھا اودھم مچائی جگیہ برہم کیا برہمن بھٹ کی آگ میں جھونکے دیوتاؤں کا مقدس گروہ اس ظلم و ستم سے اور بھی گبھرایا جب کوئی بچاؤ کی صورت نہ دیکھی تو برہما کو لئے ہوئے سری نارائن جی کا پلہ پکڑا۔ پہنچتے فرق ادب جھکایا فریاد کے ساتھ چشم ترحم کی درخواست کی۔ جواب ملا۔ اگست رشی کی خوشامد درآمد کرو۔ وہ سمندر خشک کر دیں۔ تب راچھسوں کا قلع قمع ممکن ہے +

دیوتا خاک بوس ہو کر یہاں سے پھرے اگست رشی کے پاس آئے درخواست کی کہ رشیوں کے سرتاج مہاتما می ترا ورن رشی کے فرزند سر بلند کشف و کرامات میں آپ کا ثانی نہیں۔ آپ کی عظمت کے خود سری نارائن قائل ہیں۔ پچھلے دنوں آپ

ہی نے دیوتاؤں کی جان بچائی - جب بندھیاچل نے سورج کا رتھ روکا - تب آپ ہی کفیل ہوئے دنیا میں اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا تھا - اہل زمانہ دم توڑ رہے تھے - کہ آپ نے بلائے درمان سے نجات دی - اب ہم سب کو پھر مصیبتوں سے سامنا ہے - آپ کی پناہ میں آئے ہیں - رحم فرمائیے +

اگست جی اُٹھ کھڑے ہوئے فرمایا - چلئے - جب دیوتا رشی جی کو سمندر کے کنارے لے گئے - تو وہاں تماشائیوں کی بھیڑ لگی ہوئی پائی - جدھر دیکھئے دیوتا ہر طرف گنہر گند بھرب غرض سب کے دیکھتے دیکھتے اگست رشی نے اعجاز ریاضت دکھایا - چلّو منہ سے لگایا - تو سمندر بالکل خشک پانی کا نام ندارد - ہر طرف سے نعرہ ہائے تحسین بلند ہوئے جو تھا کمالات کشف کا قائل ہو گیا - دیوتا سمندر میں اُترے اور زمین کھود کھود کر راچھسوں کو نکالا - مارا اور اُن کے سردار کالکے دیت کے بھی خوب دھرے اڑا دیئے - جب وہ اپنے بھائی برترا اُسر کے مارے جانے پر دیوتاؤں کے خون کا پیاسا ہو گیا تھا :

اس پکڑ دھکڑ مار دھاڑ میں جو راچھس کسی طرح بچ نکلے - اُنہوں نے پاتال میں پناہ لی - باقی سب نظر تیغ و دریغ ہوئے - راچھسوں سے چھٹی پا کر دیوتاؤں نے اگست رشی سے پھر درخواست کی - کہ مہاراج سمندر خشک پڑا ہے - آپ ہی چاہیں - تو چشمۂ فیض جاری ہو جائے +

اگست رشی - بس میں اپنا کام کر چکا - یہ میرا کام نہیں - کچھ دنوں صبر کیجئے جب بھاگیرتھ راجہ کا ظہور ہو گا - تو اُن کے فیض ریاضت سے پھر جل تھل ہو جائیگی +

ادھیائے ۵۰

راجہ سگر کا جگیہ - جگیہ کے گھوڑے کی چوری - تلاش راجہ کے ۶۰ ہزار بیٹوں کی کپل مُن کے استھان پر رسائی گھوڑے کی دستیابی - کپل مُن سے شرارت - کپل مُن کی چشم

قہر سے آتش افشانی - سب کی موت - راجہ بھاگیرتھ کی تپسّیا - سری گنگا جی کی رونق افروزی

راجہ جدھشٹر کے استصواب سے لومس رشی راجہ بھاگیرتھ کا ذکر فرمانے لگے کہ سورج بنس کو جن راجہ اکشواک کے نام سے عظمت ہے اُن کی نسل میں ایک راجہ سگر گزرے ہیں۔ اِن کے کوئی اولاد نہ تھی لہذا رانیوں کے ہمراہ کیلاش پر جا کر تپسّیا کی۔ تپ اِس حدِ کمال کو پہنچا کہ مہا دیو جی ازحد خوش ہوئے۔ اور فرمایا کہ ایک وو کیا اکٹھے ۶۰ ہزار بیٹے لو۔ یہ سب ایک ہی ساتھ عالم وجود میں آئینگے اور ایک ہی ساتھ سب کا خاتمہ بھی ہوگا۔ یہ اُسوقت کا اثر ہے جس وقت تم نے تپ شروع کیا تھا۔ اب رہی بقائے نسل کی صورت اُس کے لئے دوسری رانی کے بطن سے ایک اور فرزند ظہور پذیر ہوگا +

بروان بڑا اثر تھا۔ رانی بیدربھی حاملہ ہوئی اور اُس کے بطن سے ایک تونبا بر آمد ہوا۔ اس بھنگم ولادت سے کون خوش ہو سکتا تھا۔ تجویز ہوئی۔ کہ پھینک دو۔ تونبے کو پھینکنے کی تجویز پر عملدرآمد ہونے ہی کو تھا۔ اکاش بانی میں یہ الفاظ سنائی دئے ہیں۔ "بھگوان شنکر کے عطیہ کی بے قدری۔ خبردار اِسے ضائع نہ کرنا۔ اور ساٹھ ہزار فرزندوں کا منہ اِسی سے دیکھنا نصیب ہوگا۔ تونبے کے بیج الگ الگ گھڑوں میں رکھ کر گھی بھروا دو۔ چند دنوں میں لڑکے کھیلتے دکھائی دینگے" +

اکاش بانی کی تعمیل ہوئی۔ اور میعاد مقررہ پر راجہ سگر کے رنواس میں بیٹوں کی ایک فوج نظر آنے لگی +

اب رہ گئی دوسری رانی شیبیا۔ وہ بھی بار آور ہوئی اور بطن سے ایک نہایت شکیل و جمیل فرزند زینت آغوش ہوا۔ یہ پسر نیک اختر نہایت سعید و رشید تھا لیکن وہ ساٹھ ہزار نہایت شریر النفس۔ اِن کے زمانہ شباب و عالم جوانی میں راجہ سگر اشمیدھ جگیہ میں مصروف ہوئے۔ جگیہ ابھی ناتمام تھا کہ راجہ اندر گھبرائے۔ اندیشہ ہوا۔ کہ کہیں اندراسن ہاتھ سے نہ نکل جائے خوف قومی تھا۔ خود جگیہ میں پہنچے

گھوڑا ہی چرا لائے اور باندھا کہاں ؟ کپل مُن کے استھان پر۔ کپل مُن سمادھی لگائے ایشور کے دھیان میں محو تھے اِنہیں معلوم بھی نہ ہُوا ۔ کہ اندر کب آئے کب گھوڑا باندھ گئے یہاں ہَون کے وقت گھوڑے کی ضرورت ہوئی ۔ تو تھاں تھاں سونا کوؤں میں بانس ڈالے سوئی کے ناکے تک میں ڈھونڈا مگر کہیں پتہ نہ لگا ۔ آخر راجہ سگر نے ۶۰ ہزار بیٹوں کو تلاش کیلئے بھیجا یہ زمین کھودتے کھودتے وہاں پہنچے ۔ تو گھوڑا سامنے تھا ۔ خوب اُچھلے کودے ۔ جی بھر کے بغلیں بجائیں ۔ مگر رگ رگ میں شرارت بھری تھی ۔ کپل مُن کو چھیڑ بیٹھے ایسی شیطنت کی کہ آخر کپل مُن سے ضبط نہ ہُوا غصہ روک نہ سکے آنکھ کھول کے دیکھ دیا ۔ تو ساٹھوں کے ساٹھوں ہزار سوختہ آناً فاناً میں راکھ کے سوا کچھ نہ تھا ۔ نارد جی نے راجہ سگر کو سانحہ جگر خراش سنایا ۔ وہ روئے پیٹے آخر صبر کیا ۔ اور شبیا رانی کے لختِ جگر انسومان سے کہا کہ بتاؤ ۔ کیا کیا جائے بیٹے بھی گئے اور جگیہ بھی ناتمام اور سب پر یہ آفت کہ تمہارے بھائیوں کی نجات ناممکن اُس نے چھاتی ٹھونک کر حامی بھری ۔ کہ میں اپنے بھائیوں کی مٹی سوارتھ کرونگا ۔ آپ بے فکر رہیں ۔ انسومان اُسی وقت چل کھڑا ہُوا ۔ اور منزل مقصود پر پہنچکر کپل مُن کے کے درشن کئے کپل مُن جی بہت خوش ہوئے اور فرمایا ۔

"کیوں ۔ کیا خواہش ہے"

انسومان ۔ ۶۰ ہزار بھائی نظر قہر سے خاک ہو گئے ہیں ۔ ان کی نجات کے واسطے کیا ارشاد ہوتا ہے ۔ ادھر جگیہ بھی ناتمام ہے حکم ہو تو گھوڑا لے جاؤں +

کپل مُن ۔ بیشک گھوڑا لے جاؤ ۔ مگر بھائیوں کی نجات گنگا جی کے بغیر ممکن نہیں اگر تم میں ہمت ہے تو مہا دیو جی کی عبادت کرو ۔ گنگا جی اُن کی توجہ کے بغیر نہیں آسکتیں ۔

انسومان قدم چھو کر رخصت ہُوا ۔ جگیہ میں گھوڑا پہنچایا ۔ جگیہ کی کاروائیں ختم ہوئیں ۔ راجہ سگر کچھ دنوں کاروبار سلطنت کر کے راہی ملکِ بقا ہوئے ۔ اور تختِ سلطنت پر انسومان نے جلوس فرمایا ۔ اور بھائیوں کا غم دل میں لئے ہوئے دارِ فانی کی راہ لی ۔ انسومان کا فرزند راجہ دلیپ تھا ۔ اُس نے بھی ایک مدت مقررہ تک تپ کیا ۔ مگر بیکار ۔ گنگا جی سُرگ سے نہ آئیں ۔ آخر اسی ہوس میں

جان دی۔ اور اورنگ حکومت بھاگیرتھ کو نصیب ہوا

راجہ بھاگیرتھ کو ساٹھ ہزار بزرگوں کی نجات کا خیال قدرتی تھا۔ اس نے دولت سلطنت سے منہ پھیر کر کیلاش کی راہ لی۔ صدق دل سے ارادھن کیا۔ تو سری گنگا جی بنفس نفیس سامنے تشریف لائیں۔ ارشاد ہوا کہ:۔

"مانگو۔ کس چیز کی طلب"

بھاگیرتھ ۶۰ ہزار برہمگ اکال مرت کے نذر ہوئے ہیں جم لوک میں جگہ ملی ہے ان کی نجات چاہتا ہوں۔ آپ کا چشمۂ فیض موجزن ہو۔ تو سب تر ہو جائیں +

گنگا جی تمہاری سعادتمندی پر آفریں۔ میں خوشی سے تمہارے بزرگوں کو نجات دینا منظور کرتی ہوں۔ مگر ایک مشکل ہے جسوقت میں سرگ سے چلی۔ میری رَو کو کون روکیگا۔ شوجی کی تپسیا کرو۔ وہ مجھے اپنی جٹا میں جگہ دیں۔ تو کام بن جائے +

بھاگیرتھ جی ہمہ تن محو ہو کر مہادیوجی کی عبادت میں دل لگا دیا۔ ایسی ریاضت کی۔ کہ خود بدولت خوش ہو گئے۔ فرمایا۔ کہ:۔

شوق سے گنگا جی کو طلب کرو۔ میں جوش سیلاب کو روک لونگا +

راجہ بھاگیرتھ نے سری گنگا جی سے نزول باران رحمت کی درخواست کی وہ سورگ سے چلیں۔ مہادیوجی نے جٹا میں جگہ دی۔ جٹا سے تین دھارائیں بہیں۔ ایک دھارا بھاگیرتھ کے "پیچھے پیچھے" چلی۔ اگست جی کا سکھایا ہوا سمندر لبریز ہو گیا۔ بھاگیرتھ کی محنت سپھل ہوئی۔ مراد برآئی۔ ترپن کیا۔ اور سری گنگا جی نے راجہ سگر کے ساٹھ ہزار بیٹوں کو نجات بخشی +

ادھیائے ۵۱

ہیم کوٹ پربت بھیترنی ندی اور برہمن کی جاترا اور اُن کے حالات لومس رشی کی زبانی

پانڈو جاتری اب انندا اور اپرانند تیرتھوں پر پہنچے۔ ان ندیوں کا بھی بڑا مہاتم ہے۔ یہاں کے اسنان سے نہ پاپ رہتے ہیں نہ کسی غم کا اندیشہ۔ راجہ جدھشٹر نے ہیم کوٹ پر عجیب ہی حیرت انگیز نظارہ دیکھا۔ بادل ہر طرف چھپر چھائے ہوئے۔ مگر ایک بوند پانی کا نام نہیں۔ صرف پتھروں کی بوچھاڑ اور کنکروں کی بارش تیز و تند ہوا کے وہ جھکورے کہ پہاڑ پر چڑھنا محال۔ آدمیوں کی بود و باش نہیں۔ مگر ویدوں کی دھنی سے دل مست صبح ہو شام جب دیکھئے۔ آگ روشن۔ شعلے نمودار۔ مکھیوں کی وہ کثرت کہ دم بھر ٹھہرنا موت پھر کون وہاں جائے۔ کون تپ کرے راجہ جدھشٹر حیران ہو گئے کچھ معاملہ سمجھ میں آیا۔ لومس رشی سے پوچھا:-

کہ یہ دنیا سے اونچا مقام کون ہے؟

لومس رشی۔ اسے رشبھ کوٹ پربت کہتے ہیں۔ اس پر رشبھ رشی کی بود و باش تھی۔ رشی بڑا اکھراٹ۔ گرگ صد باراں دیدہ اور سرد و گرم زمانہ چشیدہ تھا یقیناً بڑے صاحب کمال مگر غصے میں کبھی فرد۔ ہر وقت ناک بھون چڑھی ہی رہتی تھی۔ جب دیکھئے غصہ ناک پہ ایک دن پربت سے کہدیا۔ خبردار کسی کو چڑھنے نہ دینا۔ پتھروں کی بوچھاڑ کرنا۔ تازہ ہوا کو بھی حکم دے دیا۔ کہ ایسا جھکڑ چلا کہ کسی کا پاؤں ٹک سکے حکم کی تعمیل ہوئی اور سنگ باری کے ہوا کی طوفان خیزی نے ساتھ دیا۔ ذرا گھاس کی طرف نظر کرنا۔ کیسی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ اس جگہ لطف ہے تو بس اسی گھاس کا۔ او اب کوشکی ندی کے درشن کریں بڑا مقدس تیرتھ ہے۔ بسوامترجی نے یہیں فیض عبادت سے کمال حاصل کیا تھا۔

سب لوگوں نے نندا ندی میں پاپ دکھ دھو بہائے اور کوشکی ندی پر پہنچے دیکھا۔ تو پانی آئینے کی طرح صاف لہروں میں سورج کی کرنوں سے زیادہ چمک۔ بسوامترجی کا تپ آشرم نور اعلیٰ نور

لومس رشی یہاں پہنچکر بولے:-

کہ بسوامترجی کے ایک فرزند ارجمند تھے۔ شرنگی رکھ کا نام تم نے سنا ہوگا انہوں نے مرگی (ہرنی) کے بطن سے قالب عنصری پایا۔ ریاضت میں ایسا کمال تھا کہ ایک مرتبہ نہ موسم نہ فصل نہ موقع نہ وقت اور موسلا دھار پانی برسا دیا راجہ لوم پاد

اِس قدر معتقد تھے۔ کہ اپنی راجکماری شانتا کے ساتھ شادی کر دی +

اب قافلہ یہاں سے بھی بڑھا۔ چلتے چلتے وہاں پہنچا۔ جہاں گنگاجی سمندر میں ملی ہیں یہاں سے کوچ کر کے کلنگ دیش میں گذر ہوا لومس رشی گوہر افشاں ہوئے۔ کہ:۔ بیترنی ندی کے درشن کیجیے۔ دھرم راج جگیہ کو اسی تیرتھ کی برکتوں نے عظمت دی۔ پہاڑ پر رشیوں منیوں کی عبادت گاہیں۔ چوٹیوں پر تپشیا کے لیے عمدہ سے عمدہ جگہیں۔ لفظ فریب النظر۔ دلکش نظارے +

راجہ جدھشٹر یہاں اشنان اور پُن دان وغیرہ سے ثواب دارین حاصل کر کے لومس رشی سے بولے:۔

مہاراج یہاں نہانے سے میری جیسے آنکھیں کھل گئیں معلوم ہی نہیں ہوتا۔ کہ وہی جدھشٹر ہوں تمام لوک نظر کے سامنے پھر رہے ہیں۔ کانوں میں بیٹھ کھانس رشی کی آواز آ رہی ہے دیکھ رہا ہوں۔ کہ جاپ کر رہے ہیں۔ اس ندی کی برکت و عظمت کو میں مان گیا +

لومس رشی - خاموش۔ خبردار اب کسی سے نہ کہنا دل ہی دل میں رکھنا جانتے ہو۔ کتنی دور سے آواز آ رہی ہے؟ تین لاکھ جوجن سے کم فاصلہ نہیں +

بات رب دب ہو گئی۔ راجہ جدھشٹر چپ لگا گئے۔ کسی دوسرے کو خبر نہ ہونے پائی۔ عازمان سفر نے قدم اُٹھائے برہماجی کے بن میں پڑاؤ پڑا لومس رشی سخن سنج ہوئے۔ کہ:۔

یہیں برہماجی نے اپنے جگیہ میں جہاں اور دان دیئے وہاں کشیب جی کو پرتھوی دان کر دی۔ یہ بن اور پہاڑ بھی نذر کیا۔ پرتھوی بگڑی۔ کہ واہ کہاں میں کہاں۔ کشیب ایسے شخص کو دان دے جانے سے میری ہتک ہے کشیب جی صاحب کمال تھے۔ اُنہوں نے ریاضت سے ایسا خوش کیا۔ کہ پرتھوی دیوی بن گئی درشن دیکر پانی پر قائم رہنے کا اقرار کر لیا۔ دیکھئے جگیہ کی بیدی وہ ہے کوئی اِسے ذرا ہاتھ لگا دے تو سمندر میں غوطہ لگا جائے۔ سنو۔ میں منتر بتاتا ہوں۔ اِسے پڑھ کر بیدی پر چڑھ جاؤ بے کھٹکے اشنان کر لو +

—×—

ادھیائے ۵۲

مہندر پربت کی جاترا - آکرت برن سے ملاقات سری پرسرام جی کے حالات اُسی کی زبانی

راجہ جدھشٹر نے سمندر سے مہندر پربت کی راہ لی - وہاں کا شب گوتری وباسٹ گوتری مہرشیوں کے درشن سے سرمایہ سعادت حاصل کیا وہیں سری وشن جی کے اوتار پرسرام جی کی بھی قیام گاہ تھی - اُن کے خدمتگار سے پوچھا +
مہاراج جی کہاں تشریف رکھتے ہیں - درشنوں کا کیا وقت ہے ؟

اکرت برن - کل چودش کو +

راجہ جدھشٹر تم تو مہاراج کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوگے - اس لئے تکلیف نہ ہو - تو بیان کرو +

اکرت برن خوب اچھی طرح واقف ہوں - شوق ہے تو سنیئے +

ہیہے دیش کا راجہ بڑا زبردست تھا - اُسے ارجن سہسر باہو کہتے تھے ہزاروں بازوؤں کی طاقت نے اس کی دھاک باندھ دی تھی - دتاترے جی اس پر مہربان تھے اُن کے طفیل اس کو ایک عجیب و غریب بمان اور حیرت انگیز رتھ ہاتھ آگیا اب کیا تھے اس کے چھکّے اور بھی تیز ہوگئے - مارے غرور کے اکڑا ہی جاتا تھا - ملک گیری کی ہوا سمائی - تو اکاش پر عملداری جمالی روئے زمین پر اپنے نام پر سکہ چلایا سمندر تک سر کر لئے - آخر سخت گیریوں سے انسان تنگ آگئے - دیوتا تک چیخ اُٹھے - بشن بھگوان تک فریاد پہنچی - اُنھوں نے پرسرام جی کے قالب میں ظہور فرما کر اہل خلق کو ظلم و ستم سے نجات دی - ارجن سہسر باہو تہ تیغ ہوا - یہ دست قدرت کا ایک ادنےٰ کرشمہ تھا - اور داستان طول ہے سننا منظور ہو - تو کہیئے سرے سے سنا چلوں

راجہ جدھشٹر ہاں ہاں ضرور کہو - لطف تو اسی میں آئیگا +

اکرت برن - زمانہ سابق میں راجہ گادھ کا کنج (قنوج) کے فرمانروائے

شوق ریاضت میں صحرا نشینی اختیار کی تھی ان کی دختر نیک اختر ستوتی بھرگوجی کے فرزند روچیک رشی کے ساتھ منسوب ہوئی۔ کسی روز بھرگوجی روچیک رشی کے پاس تشریف فرما ہوئے۔ نازک اندام بہو کو دیکھ کر ہاتھ بھر کا کلیجہ ہوگیا بولے

جو خواہش ہو طلب کر لے بحر عاطفت جوش پر ہے +

ستوتی آپ کا پوتا کھلاؤں یہی آرزو ہے۔ مگر وہ زور و طاقت میں یگانہ روزگار ہوا +

بھرگوجی منظور۔ اور کچھ ؟

ستوتی تو پھر مجھے ایک بھائی بھی عطا ہو +

بھرگوجی اچھا یہ بھی منظور جگیہ کا پرشاد دیتا ہوں یہ تم کھانا وہ اپنی ماں کو کھلانا۔ تم پیپل کی پرستش کرو۔ تمہاری ماں گولر کی +

ہدایت پر عمل ہوا پر اُلٹا۔ ماں بیٹی کا حصہ اڑا گئی بیٹی ماں کا۔ ستوتی نے گولر کی پرستش کی۔ ماں نے پیپل کی

بھرگوجی روشن ضمیر تھے۔ اُنہیں راز معلوم ہوگیا۔ آئے اور بہو سے کہا کہ ایسا مغالطہ یہ غفلت تیری ماں پہلے سے تیرا حصہ منہ میں رکھ گئی۔ تجھے اپنا حصہ کھلایا پرستش میں بھی اسی طرح الٹنوا سی ہوئی۔ بس اب تو منہ مانگی اولاد سے بے آس رہ اب تیرا بیٹا برہمن مگر پورا چھتری ہوگا اور بھائی سادھو مگر صاحب زور +

ستوتی نے درخواست کی۔ کہ مجھے ایسا بیٹا نہ دیجئے پوتا دیجئے تو خیر +

استدعا قبول ہوئی۔ اور ستوتی کے بطن سے جمدگن کا ظہور ہوا۔ جمدگن جی بڑے صاحب کمال ہوئے ویدوں کے عالم باعمل۔ استر بدیا میں استاد زمانہ +

ادھیائے ۵۳

جمدگن جی اور سری پرسرام جی کا تذکرہ۔ رینکا والدہ پرسرام جی کا قتل۔ دوبارا زندگی سہسرا باہو اور اُس کے بیٹوں کی شرارتیں پرسرام کے ہاتھ سے چھتریوں کی خونریزی وغیرہ

آکرت برن مائل گفتار ہے کہ جمدگن کی زوجہ عفت گزین راجہ پرسین جیت کی راجکماری تھی - جس کا نام رینکا تھا - جمدگن جی جنگل میں مصروف ریاضت رہا کرتے تھے - رینکا بھی خدمت میں حاضر رہتی تھی - ایک روز رینکا نہانے لگی وہاں ایک نیا ہی معاملہ پیش ہوا - اُسکی نظر راجہ باروت پر پڑی - جس کے حسن ولفریب نے اس کے دل پر جادو کا اثر کیا - آنکھوں کی حسن پرستی سے دل ہی دل میں نادم ہوئی - جب واپس آئی - تو جمدگن نے بھانپ لیا جوش غضب سے بولے

تُف - زوف - لعنت ❖

جمدگن جی کے پانچ بیٹے تھے - رومنوال - سولشٹ - سوکھین لبسو - لبسوابسو اور پرسرام - چنانچہ انہوں نے اول الذکر چار بیٹوں سے کہا -

اُڑادو اِسکی کی گردن - اِس کی نیت کا ٹھکانا نہیں رہا ❖

بیٹے ماں پر کس طرح ہاتھ چلاتے انہوں نے گردن نیچی کرلی - اور خاموشی سے حرف انکار کا مطلب ظاہر کردیا - جمدگن جی عدول حکمی سے آگ ہوگئے - فوراً بددعا دے دی - کہ آدمی سے ہرن ہوجائیں - بددعا تیر بہدف تھی - چاروں کے چاروں جانور بن گئے ❖

اِسی عرصے میں پرسرام جی نے آکر قدمبوسی کی جمدگن جی غصے میں بھرے بیٹھے ہوئے ہی تھے - دیکھتے ہی حکم کردیا کہ

تمہاری ماں نالائق ہوگئی - اِس کا بھی سر اڑادو ❖

زبان ہلنے کی تھی - پرسرام جی نے فوراً ایک ہاتھ ماردیا - گردن الگ ہوگئی سر الگ جا پڑا

جمدگن پرسرام جی کی اطاعت گزاری سے نہایت ہی خوش ہوئے - فرمایا کہ کہو کیا صلہ دوں ❖

پرسرام جی اور کچھ نہیں ماں کو زندہ کردیجئے بھائی پھر جیسے کے تیسے ہوجائیں مجھ پر عذاب قتل نہ ہو - ماں کو نہ معلوم ہو قاتل کون تھا - مجھے درازی حیات کی دعا دیجئے ایسی برکت عطا کیجئے - کہ میدان جنگ میں فتح کا سہرا میرے ہی سر رہے

جمدگن جی کی زبان نے امرت کی تاثیر کی - گردن پر سر رکھتے ہی رینکا اُٹھ بیٹھی معلوم

بس ہُوا کہ کیا گزرا۔ سب بیٹے بھلے چنگے آدمی ہو گئے۔ اور پرسرام جی کو منہ مانگی مرادیں مل گئیں +

کچھ دنوں کے بعد انوپ دیش کا راجہ کارت سرج سہسر باہو وہاں پہنچا فقیروں کی جھونپڑی میں چھپن بھوگ کہاں لڑکے بھی غیر حاضر تھے لہذا المصداق برگ سبز است تحفۂ درویش۔ رینکا نے پھل پھول سے خاطر تواضع کی مگر وہاں سلطنت کا گھمنڈ۔ بادشاہت کا غرور۔ حکومت کا نشہ۔ فرمانروائی کا زعم تھا۔ یہ سوغات کیا نظر میں آتی نیکی برباد گناہ لازم کی مثل صادق آئی۔ حضرت چڑھ گئے گائیوں کے بچھڑوں پر نزالہ گر آیا۔ سب کو ہنکا لے گئے +

جمدگن جی سب ٹکر ٹکر دیکھا کئے دم نہ مارا۔ مگر جب پرسرام آئے۔ تو سرگذشت کہہ سنائی +

پرسرام بھی شمشیر برہنہ تھے ہر وقت میان سے باہر اُن کو تاب کہاں۔ پرسا اٹھایا اور سر پر جا پہنچے۔ لڑائی شروع ہوئی۔ کشت و خون کا بازار گرم ہُوا۔ تھوڑی ہی دیر میں سہسر باہو زمین پر چت ہو گیا۔ فوج میں کالی چڑیا تک باقی نہ بچی۔ ادھر پرسرام جی شیروں کو خاک پر سلا کر بن کو روانہ ہو گئے ادھر سہسر باہو کے بیٹے دانت کٹکٹاتے ہونٹوں سے بوٹیاں نوچتے دوڑ پڑے اور مارے تیروں کے جمدگن کا بدن چھلنی کر دیا۔ جمدگن جی یا تو تپ کر رہے تھے یا چیختے چلاتے جنگل کی طرف اُٹھ بھاگے۔ بدن لہولہان زخموں نے درد کی بجلیاں چمکا رکھی تھیں۔ پھر آشرم میں لوٹ آئے اور تکلیف سے تڑپ تڑپ کر جان دیدی مرتے دم تک زبان رام رام رہی اور یہی نام لیتے لیتے زبان بند ہو گئی۔ اسی عرصے میں پرسرام جی جنگل سے آئے جمدگن جی کو دیکھا۔ تو مردہ صد سالہ کے برابر روئے پیٹے سر دھنا اور آگ بگولا ہو کر دشمنوں پر جا برسے آناً فاناً میں سہسر باہو کے تمام بیٹوں کو قیمہ کر ڈالا۔ ساری فوج کاٹ کے رکھ دی چھتریوں کے خون سے زمین لال ہو نا و رکنار پرسرام جی نے انہیں کے خون سے کرکشیتر میں پانچ کنڈ لبریز کئے اور پتروں کو جل دینے کی رسم اُسی خون سے ادا کی کشیپ کو اور برہمنوں کے ساتھ زمین عطا کرنے کے علاوہ سونے کا ایک چبوترہ دان کیا جسکی بلندی ۳۶ ہاتھ اور لمبائی ۳۰ ہاتھ تھی +

یہاں پرنا کرنٹ بھوجی نے پرسرام جی کا ذکر خیر ختم کیا - اور چودش کے روز راجہ جدھشٹر کو مہاراج ممدوح کے درشن حاصل ہوئے - اِدھر سے پرستش اُدھر سے نوازش رات اسی آنند میں گزری +

ادھیائے ۵۴

پربھاس چھیتر کی جاترا - سری کرشن جی بلرام جی کی ملاقات - بلرام جی اور ساتکی کا راجہ جدھشٹر کی حالت پر تاسف درجودھن وغیرہ کے جوش و خروش سری کرشن جی و راجہ جدھشٹر کی دلاسادہی

پرسرام جی سے رخصت ہوکر راجہ جدھشٹر نے آگے کی منزل میں قدم رکھا سمندر کے کنارے کے تمام تیرتھوں کے درشن کئے - سمندر اور پستنا ندی کے سنگم پر اشنان کیا - وہاں سے گوداوری - گوداوری سے دراوڑ دیش پہنچے - اگست رشی کے نام منسوب اگست تیرتھ پر قیام کیا - یہاں ارجن کے عجیب و غریب اوصاف سے واقف ہوں - پھر سورپاک تیرتھ ہوتے ہوئے دیوتاؤں کے جگیہ استھان میں رچیک رشی کے فرزند کی بیدی پر پہنچے - وہاں کے رشی آشرموں مندروں کے درشن کئے وان پن کرکے پربھاس چھیتر میں وارد ہوئے - بارہ روز تک ندی جل اور نرا ہار برت رکھا - اتفاق سے سری کرشن جی اور سری بلدیو جی بھی رونق افروز تھے - بلدیو جی جدھشٹر کی موجودگی کی خبر پاکر لاؤ لشکر کے ساتھ برتھوں کو دیکھنے ہوئے پہنچے جس وقت راجہ جدھشٹر اور دروپدی وغیرہ کو فقیرانہ لباس پہنے اور فرش خاک پر بیٹھے ہوئے دیکھا - آنکھوں میں خون اُتر آیا - خون کے گھونٹ پی کر رہ گئے مگر خیر وید خواہ شدہ کے خیال نے غصہ تھاما اور باہم بغلگیر ہوئے - مزاج پرسی کی - سری کرشن جی کو

جی کو دروپدی کی حالت زار پر بڑا افسوس ہوا- وہ کہتے تھے کہ ہائے کہاں یہ پھولوں سے
نازک جسم- آفتاب و مہتاب کی آنکھیں بیچے کرنیوالی صورت اور کہاں یہ بے
سروسامانی یہ عالم پریشانی- راجہ جدھشٹر نے ارجن کا حال سنایا- تحصیل فنون
حرب و ضرب کی کیفیت گوش گزار کی- جدو بنسی زمانے کے انقلاب اور ایام کی گردش
پر آنسو بہاتے تھے- سوچتے تھے واہ ری نیرنگی فلک کہاں- راجہ جدھشٹر کے
وہ ٹھاٹھ باٹ- اقبال و اوج اختر کی تقدیر وہ بلندی- وہ طنطنہ و عالم پناہی- وہ
دبدبہ شاہنشاہی- راجسویہ جگیہ کی وہ عظمت و شان و رود گاہ کی وہ رونق کہاں
وہ آوارہ گردی یہ صحرا نشینی یہ مرگ چھالے سے تن پوشی

بلرام جی ایک آہ سرد بھر کر آنند کند سری کرشن چندر سے بولے:-
بھائی الٹی گنگا بہنے لگی- زمانہ الٹ پلٹ ہوگیا- دھرم کی برکتیں جاتی ہیں
ادھرم اچھے پھل دینے لگا- دیکھ لیجئے- دھرم کی بدولت راجہ جدھشٹر کس حالت
کو پہنچ گئے کیسی درگت ہو رہی ہے- اس کے خلاف درجودھن کیطرف نظر کیجئے
کیسے مزے اڑا رہا ہے ہر وقت عیش ہر لحظہ جشن یہ زندہ نظیر کم فہموں کے خیالات
کو عجب مخمصے میں ڈالیگی وہ سوچینگے- کہ ادھرم ہی دھرم سے اچھا ہے ذرا خیال
کیجئے کہ ست باوی اور دھرماتما جدھشٹر پر ایسی بدعتیں اور ناگوار سے ناگوار
حرکتیں کرنے پر بھی درجودھن پھولتا پھلتا جائے- تو انسانی عقل کو کیونکر مغالطہ
نہ ہو بھیشم بتامہ درونا چارج کرپا چارج گریبان میں منہ ڈال کر نہیں سوچتے
کہ کیسا ادھرم ہوا ہے- کورو اپنے ادھرم پر اترا رہے ہیں- راجہ دھرتراشٹر
کو ذرا شرم نہیں آتی- ابھی تک اس پاپ نے آنکھیں کھولیں- جس نے ماں کے
پیٹ ہی میں آنکھیں پھوڑدی تھیں- کچھ شک نہیں- سب کا پیالہ بھر گیا چھلکنے بھر
کی دیر ہے آہ جن پانڈووں نے روئے زمین کے تاجداروں کو زور بازو سے سرکیا
جن کے قدموں پر بڑے بڑے مکٹ دھاری سر جھکائے رہتے تھے- اندر اسن
جن کے قدم چومنے کو ترستا تھا آج ان کو خاک پر بیٹھنا نصیب ہے افسوس +
بلرام جی کے دل پر اس دردناک نظارے کا ایسا اثر تھا- کہ انکی آنکھوں میں
آنسو بھر بھر آتے تھے دل سمجھائے سے نہ سمجھتا تھا- ان کی یہ کیفیت دیکھ کر ستاکی

جی بولے جدوبنس شرکنٹ - آپ کو افسوس کی کیا ضرورت - آپ کے اختیار میں سب
سب کچھ ہے ایک اشارے میں دنیا الٹ پلٹ کر سکتے ہیں - تین لوک کے مالک
ہمارے مہاراج کرشن چندر کی جس پر نظرِ عنایت ہو - اُس کو دکھ درد کیسا - آپ کا خادم
حاضر ہے حکم ہو - تو اسی وقت پانڈوؤں کی مصیبتوں کا خاتمہ کر دے - مہاراج کرشن
چندر جی کو تکلیف دینا مناسب نہیں سمجھتا - کوروؤں کے لئے آپ میں اور پردومن
کافی ہیں - فوج کو کوچ کا ارشاد ہو - ایک آناً فاناً میں تو ہستناپور کوروؤں سے
پاک و صاف ہو جائیگا - آپ چلکر ذرا دیکھیں - ہیں دریودھن وغیرہ کو چٹنی کئے
بغیر پانی نہ پیونگا - آگ کو جنگل جلاتے دیر ہو - میری تلوار کی آنچ دم بھر میں سب کو
سواہا کر دے - تب سند بتب بات - جب پردومن کرپاچارج وغیرہ کو چت کرے رہے
بھیشم جی وہ اپنے آگے کسی کو نہیں سمجھتے - تو بس میں نے آپ کے لئے رکھا چلئے
میدان صاف - پالا اپنے ہاتھ - بالفعل تخت کے مالک پردومن ہم سب اطاعت
گزار - قول نباہ چکنے کے بعد راجہ جدھشٹر کا راج - پردومن تخت سے
دست بردار اتنی سی بات کے لئے فضول تامل - ناحق دیر *

سری کرشن جی - ساتکی میں تمہاری رائے تسلیم کرتا ہوں - بہت ٹھیک
کہتے ہو - مگر مشکل یہ ہے کہ راجہ جدھشٹر کو نہ تخت کی پرواہ نہ دروپدی کو راج
کی ہوس یہ تھی - اس پر مرتے ہیں - کہ جو منہ سے کہدیا - وہ کسی طرح بنھ جائے
اگر یہ نہ ہوتا - تو راجہ دروپد اور راجہ چندیری نہ معلوم کب کے میدان مار چکے
ہوتے اور ہم لوگ یوں ہاتھ رکھے نہ دکھائی دیتے - کیا کریں - دھرم کی پابندی
قول کا نباہ کچھ کرنے دھرنے نہیں دیتا - خیر دن جاتے ہیں - کہ راتیں ایک
دن بھی شدنی ہے - جو ہوگی - ہزار میں ہوگی - لاکھ میں ہوگی اور بے ہوئے
نہ رہے گی *

راجہ جدھشٹر ساتکی جی آپ کی ہمدردی کا شکریہ ہمت پر آفرین بیشک آپ
کے آگے درجودھن کچھ چیز نہیں - وہ آپ کی چوٹ نہیں سہہ سکتا مگر خیال
کیجئے کھویا ہوا راج تو ہر وقت مل سکتا ہے - دھرم جا کر ملے محال ہے اسلئے میں
راج سے دھرم کو مقدم سمجھتا ہوں آپ کچھ دنوں صبر کریں آپ کی ہوس نکالنے کے دن دور نہیں

ابھی مَیں تیرتھ برت کر رہا ہوں اِس سے فارغ ہو کر اسی جگہ حاضر ہونگا +

یہ کہکر راجہ جدھشٹر نے مہاراج کرشن چندر جی و بلرام وغیرہ کی ذرہ نوازی کا شکریہ ادا کیا - اور رخصت ہو کر وہاں سے آگے بڑھے +

ادھیائے ۵۵

پیسونی ندی اور جمنا ندی کی جاترا

راجہ جدھشٹر پیسونی ندی پر وارد ہوئے لومس رشی نے فرمایا۔ کہ راجہ نرگ نے اسی مقام پر جگیہ کیا تھا اور چیون رشی کے جگیہ کا مقام وہ تالاب ہے جس کے کنارے برہمن بید خوانی کر رہے ہیں - چیون رشی اچھے مہاتما تھے ان کی استری کا نام سوکنیاں تھا - اسونی کماروں کی طبیعت سوکنیاں کے حسن و جمال پر فریفتہ تھی - اُنہوں نے بہت پاپڑ بیلے کہ سوکنیاں اُن سے ہم بغل ہو - چیون رشی کو تلانجلی دے - مگر اُس نے راہ وفا سے منہ نہ موڑا - دو ٹوک جواب دے کر تنکا سا توڑ دیا - اسونی کمار اُسکی پاکدامنی سے خوش ہوئے جوش عاطفت سے چیون رشی کو بڑھاپے میں جوانی عطا کر دی اور چیون رشی کے جگیہ میں انہیں امرت مرحمت فرمایا - راجہ اندر اس بات پر ناراض ہوئے بجر تانا کہ رشی کی ہڈیاں چور کر دیں - مگر جس طرح ہاتھ اُٹھایا تھا - اُسی طرح رہ گیا - ہل نہ سکا - چیون رشی اندر کی شرارت سے برہم ہوئے - اُنہوں نے کرتیا کو پیرایہ ظہور پہنا کر اندر کی سرکوبی کا انتظام کیا - اندر گھبرائے جان میں جان نہ رہی - عذر خواہی کی - معافی مانگی رشی جی نے خطا درگزر کر دی - اندر کا ہاتھ ٹھیک ہو گیا +

راجہ جدھشٹر نے یہاں فرائض لازمی ادا کر کے سندھو بن کا راستہ لیا - ارچیک پربت پر مرت دیوتا کی دوامی قیامگاہ میں رشیوں سے ملے پھر جمنا جی میں اشنان کر کے جمنا جی کون ہیں اس کے متعلق لومس رشی بولے:-

سورج بھگوان کی صاحبزادی سری کرشن چندر کی پٹ رانی ان کا عقد

جم کا خوف پاس پھٹکنے نہیں دیتا جو نہائے سیدھا سرگ کو جائے - راجہ ماندھاتا نے اسی تیرتھ کو اپنے لئے منتخب کیا تھا +

ادھیائے ۵۶

راجہ ماندھاتا کا تذکرہ

راجہ جدھشٹر راجہ ماندھاتا کا تذکرہ سننے کے مشتاق تھے چنانچہ لومسر رشی نے گوہر سنجی فرمائی - کہ

اکشواک کی نسل میں یوناسو راجہ کو بے اولادی کا غم تھا - چراغ خاندان کی فکر میں لاکھ تیل پانی ایک کیا مگر شمع آرزو نے لو نہ دکی - آخر راج وزیروں کے متھے منڈھا - اور خود بھارگو آشرم میں چل دیئے - وہاں پہنچکر جگیہ کی ٹھانی جگیہ ہوا - پانی میں منتروں نے تاثیر بھری - کلس اٹھا کر احتیاط سے رکھا گیا ہدایت ہوئی - کہ رانی سویرے یہی پانی پیئے اتفاق کی بات رات کو راجہ یوناسو پیاس سے بیچین ہوئے اور بے سمجھے بوجھے وہی پانی پی گئے - سویرے دیکھا گیا تو کلسہ خالی - پوچھ گچھ ہوئی تو معلوم ہوا کہ راجہ کی غلطی تھی - بھارگو جی نے فرمایا:

راجہ برا کیا حمل ضرور رہیگا

راجہ یوناسو - پھر کوئی تدبیر - میں تو مر جاؤنگا - حمل تک غنیمت ہے - لڑکا پیدا ہوگا - تو کیوں کر جان رہیگی +

بھارگو جی - خیر اس کو میں دیکھ لونگا - جو ہو گیا - اچھا ہوا -

حمل کے دن پورے ہو گئے - راجہ کے بائیں پہلو سے فرزند کی ولادت ہوئی چہرے پر آفتاب کا جلال - صورت نور کے سانچے میں ڈھلی +

راجہ تصویر حیرت ہو رہے تھے کہ واہ عجیب قدرت ہے اور آہن سے اندر دیوتاؤں کو لئے وارد ہوئے - دیوتاؤں نے اندر سے کہا سب کچھ تو ہے مگر یہ فرمایئے کہ راجہ مرد - لڑکے کو دودھ کون پلائیگا -

اندر۔ اس کی پرورش کا ذمہ وار مَیں۔ میری چھنگلی چوسنا اس کیلئے شیر مادر سے زیادہ ہوگی
اس موقع پر اندر کی زبان سے ماندھاتا کا لفظ نکلا تھا جس کے معنے ہیں
پرورش کرونگا۔ پس یہی لفظ سب کی زبان پر چڑھ کر نام بن گیا۔ اور اسی نام سے
اِس نونہال گلشن اقبال کی شہرت ہوئی۔ اندر جی کی چھنگلی میں امرت کی سی
تاثیر تھی۔ ماندھاتا بہت جلدی ماہ نو سے ماہ ہفت ہوگیا۔ کمسنی میں ہی وید حفظ
کرلئے تیر اندازی گویا گھٹی میں ہی پڑی تھی۔ فنون حرب و ضرب میں استاد وقت
اس وقت سامنے کان پکڑنے لگے۔ راجہ اندر نے خود پیشانی پر قشقہ فرماں روائی
کھینچا۔ جواہرات خود بخود خزانے میں پٹ گئے ماندھاتا بڑا دھرماتما تھا۔ خوب
جی بھر کے جگیہ کئے قندہار فتح کیا۔ شام کل کے فرمانروا کو قید حیات سے نجات دی
جب چولا چھوٹا۔ اندر آسن پر بیٹھنے کو نصف جگہ ملی +

اتنا فرماکر لومس رشی نے بتایا۔ کہ کورکشیتر میں جو دیوجن استھان آپ نے
دیکھا۔ وہ اسی راجہ ماندھاتا کی یادگار ہے

ادھیاے ۵۷

مختلف تیرتھوں کے درشن

راجہ جدھشٹر نے پھر اور مختلف تیرتھوں کے درشن کئے جن کے نام مع
کیفیت ضروری درج ذیل کئے جاتے ہیں +

تیرتھوں کے نام مختصر کیفیت لومس رشی کی زبانی

ملکشاوترن (جمنا کا تیرتھ) سرگ کا دروازہ۔ راجہ بھرت کے جگیہ کا مقام
(جدھشٹر کو اس میں اشنان کرنے سے کل لوک نظر آنے لگے
ارجن کو بھی اُنہوں نے آنکھوں سے دیکھا) +

سرستی اِس مقدس ندی پر مرنے والے کو بیکنٹھ نصیب ہوتا ہے +
وکش پرجاپت نے اپنا جگیہ کرکے یہیں بردان دیا تھا +

متبش تیرتھ متصل سرستی

اس مقام پر سرستی زمین میں غائب ہوگئی ہیں وجہ یہ کہ نکھادر لجپ کی قلمرو کا دروازہ بھی سمجھی جاتی تھیں۔ یہ ذلت گوارہ نہ ہوئی۔ اور زمین میں سماگئی ۔

چمسو دبھیدن

یہاں سرستی جی نمودار ہوئی ہیں۔ اور مقدس ندیوں کا اتصال ہوا ہے ۔

سندھو تیرتھ

یہاں لوپا مدرا اور اگست رشی کا سنبھدھ یعنی تعلق شادی ہوا تھا ۔

پربھاس

اسے اندر کا تیرتھ کہتے ہیں دافع عذاب و بخشندہ ثواب ہے بہت مقدس ہے ۔

بشن پد

بپاشا ندی

بششٹ جی کو جب فرزند کا غم ہوا تھا۔ تو رسی سے ہاتھ پاؤں جکڑ کر اسی ندی میں ڈوبنے لگے تھے۔ مگر بچ گئے۔ رسی کی بندشیں کھل گئیں ۔

کاشمیر منڈل

کامل الوقت رشیوں کا مقام سکونت یہیں کاشیپ ججانی عالم و فاصل رشیوں کا مکالمہ ہوا تھا ۔

مانس پہاڑ

اس مقام پر اشنان کرنے سے نجات حاصل ہوتی ہے۔ یہاں پرسرام جی قیام پذیر رہے تھے ۔

اوجانک تیرتھ

اسکنند و بششٹ۔ ارن دھونی کے سم پران ہونیکا مقام ۔

کشن وان سرور

رکمنی جی کا آشرم اور کنولوں کی بہار اسی تالاب میں ہے۔

بھر گو تنگ پربت

بسا ندی

پانی بہت صاف ۔

چلا او نچلا متصل جمنا

ان ندیوں کے قریب راجہ شوی عرف اوشی نر نے جگیہ کیا تھا جس میں اندر نے ان کے دھرم کی آزمائش کی کسوٹی پر کسا تھا۔ اندر باز بنے اگن دیو کبوتر۔ کبوتر آگے باز پیچھے۔ اُس کو خوف جان اسکو شکار کی فکر۔ کبوتر بھاگا۔ تو راجہ شوی کے پاس جا چھپا۔ باز بھی جھپٹتا ہوا پہنچا۔ راجہ بولے کہ کبوتر کو معاف کردو۔ کیونکہ

پناہ میں آچکا ÷

باز۔ میری خوراک آپ نہ دینگے تو کھاؤنگا کیا ÷

راجہ کبوتر کے ہم وزن میں گوشت دیتا ہوں ÷

باز۔ اچھا یہی سہی یہاں پیٹ بھرنے سے مطلب ہے ÷

راجہ نے گوشت کاٹ کر ترازو میں رکھا۔ تولا تو کبوتر کے وزن سے کم اور گوشت کاٹا پھر پلہ اونچا۔ آخر سارا گوشت کاٹ کاٹ کے تلوا دیا۔ لیکن ڈنڈی پوری نہ ہوئی۔ ناچار خود پلہ میں بیٹھکر کہا کہ اب تو تول میں کمی نہیں۔ جب راجہ اندر ہمت وجرأت اور دھرم کی پختگی کو دیکھ کر خوش ہوگئے۔ فرمایا آفریں راجہ شوی تم بڑے دھرماتما ہو۔ تمہارا نام ہمیشہ زندہ رہیگا ÷

ادھیائے ۵۸

سمنگا ندی کی جاترا لومس جی کی گوہر افشانی یعنی اشٹابکر جی کی راجہ جنک کے جگیہ میں تشریف بری۔ راجہ جنک سے رمز کی باتیں۔ عالمانہ و عاقلانہ سوال و جواب

جب راجہ جدھشٹر وغیرہ سمنگا ندی پر اشنان کرنے کو گئے تو لومس رشی نے فرمایا اس ندی میں اشٹابکر جی کا کوبڑ درست ہوا تھا۔ بڑا مشہور تیرتھ ہے ÷

راجہ جدھشٹر۔ اشٹابکر جی کون تھے اُن کا کچھ حال ؟

لومس رشی۔ اشٹابکر جی بڑے عقل کے پتلے تھے لیاقت بات بات سے ٹپکتی تھی۔ ابھی بالکل نوعمر تھے۔ اچھی طرح ہاتھ پاؤں بھی نہ نکالے تھے کہ راجہ جنک کی دھوم دھام سنکر اپنے ماموں سویت کیت کیساتھ جگیہ میں جا پہنچے۔ سن کچھ نہ تھا عمر بالکل تھوڑی سی تھی۔ دربانوں نے روکا کہ یہاں چھوکروں کا کام نہیں۔ سن رسیدہ زمانہ دیدہ برہمنوں کے سوا کوئی جگیہ میں شریک نہیں ہوسکتا جو وید پاٹھی ہو عالم ہو

جدّپیپ چیونٹی ات بل ہیں تدپ ڈر سے ایراوت کا پے
(گو کہ) حد سے زیادہ ناتواں (تاہم) اندر کا ہاتھی
(سمندر) اِس حالت میں بھی

اُفق کہت باون ات لگھ تہوں تین پگن سے تربھون ناپے
(بہت ہی چھوٹا) (تاہم) (قدموں) (تین لوک)

پربھو انگشٹ پرمان جگت کرتار سکل برہمانڈ میں بیاپے

جب چراغ کی ذرا سی لو دور دور تک روشنی پھیلاتی ہے - اور اتنا بڑا پہاڑ جگنو کیطرح بھی آنکھوں کو منور نہیں کر سکتا - تو پھر بزرگی کے معاملے میں یہ واہیات بحث کیسی - ابھی تم کو کیا معلوم جب میں بندی پنڈت کا ناطقہ بند کرونگا - تب سمجھو گے - کہ دنیا جو جو آگر ہے اسی سے کہتا ہوں ؎

خاکساران جہاں را بہ حقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

کچھ چھوٹائی بڑائی کو جانتے بھی ہو - کہ یونہیں ہانکنے لگے دیکھو ؎
آسمان آنکھ کے تل میں ہے دکھائی دیتا

دربان کی عقل جاتی رہی کہ دودھ کے دانت نہیں اکھڑے زمین پر اچھی طرح پاؤں نہیں ٹیکا - اور یہ منطق یہ دلیل - اُس نے کہا کہ :-

اچھا تو میں اندر جاتا ہوں - آپ پیچھے پیچھے ہولیں یہ نہ معلوم ہو کہ ساتھ ہیں اشٹابکر - ہمیں تیل سے مطلب ہے - تیل کی دھار سے کیا کام کسی طرح ہو - جگیہ میں پہنچا دو - پھر ہم نمٹ لینگے +

دربان آگے ہوا - اشٹابکر اور سویت کیت پیچھے پیچھے چلے - دیکھا سبھا ہو رہی ہے - پنڈتوں کا میلا لگا ہے اشٹابکر جی بے تکلف وہیں جا پہنچے - بے کھٹکے بیٹھ گئے - اور راجہ جنک کو اشیرباد دیکر بولے :-

مہاراج آپ کا خطاب جنک ہے زمین آپکے قبضہ قدرت میں دنیا کی سب دولتیں موجود مگر میں کسی لالچ سے نہیں آیا - صرف یہ خواہش گھسیٹ لائی - کہ آپکے بندی پنڈت سے شاستراتھ کروں - سنا ہے کہ وہ اپنے کو بہت کچھ سمجھتا ہے

کوئی عالم اُس کے سامنے نہیں ٹھہرتا - ہزاروں پنڈتوں کو مات کرکے دریا میں ڈبو دیا - آج حکم دیجئے کہ سامنے آئے وہ دویت کو ثابت کرے - میں ادویت کو دیکھوں اس کی لیاقت کتنی ہے - مہاراج لطف تب ہے - کہ گھگھی بندھ جائے منہ سے بات نہ نکلے *

راجہ جنک اور حاضرین حیران رہ گئے ذرا سا چھوکرا جسم ٹیڑھا بچپا نہ جانے بکتا ہی کیا ہے *

بھلا ذرے کی کیا طاقت جو سورج کے مقابل ہو *

کہاں بندی پنڈت - علامہ روزگار - کہاں یہ طفیل شیرخوار یہ سوچکر راجہ جنک بولے مہاراج آپ معاف فرمائیں - آپ کی سمجھ خطا نہیں - کچھ خطا ہے تو کمسنی کی کہ آپ اپنے زعم میں مست ہیں - دوسرے کی طاقت لیاقت آپ کی نظر میں کیوں کر نچے - عمر کا تقاضا اسی کا نام ہے آپ کی ہمت پہ آفریں مگر ؎

بسیار سفر باید تا پختہ شود خامے

پھر شو بیاموز - بندی بڑا دھرندھر پنڈت ہے - جب بڑے ہو جیئگا پڑھ لکھ جائیگا تب خیر مقابلے کے لئے خم بھی ٹھونک لیجئیگا - ابھی چھوٹے منہ بڑی بات والی کہاوت ہے

اشٹا بکر - آپ کا فرمانا درست بہت صحیح مگر جناب کیا آپنے یہ نہیں سنا ؎

گاہ باشد زپیر دانشمند | جو نہ آید درست تدبیرے
گاہ باشد کہ کودکِ ناداں | از غلط بر ہدف زند تیرے

سب دھان بارہ پنسیری نہیں ہوتے - سب انگلیاں برابر نہیں ہوتیں آپ بھی سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنے لگے واہ اونٹ جب تک پہاڑ کے تلے نہیں جاتا - تب ہی تک بلبلاتا ہے - بندی پنڈت کو اتنک ستے پٹے رودے کھدے پنڈتوں سے سابقہ رہا ہوگا اس سے جہاں رُوکھ نہیں وہاں ارنڈ ہی رُوکھ والی مثل نے اُس کے چھیتے تیز کر دیئے - اب میں للکارتا ہوں آجائے سامنے دیکھوں *

راجہ جنک - یہ دماغ یہ مزاج ہے تو اچھا سنئے

س ۳۰ کلا - ۱۲ انس - ۲۴ پرب - ۳۶۰ آرا - میں نے کیا کہا مطلب ؟

اشٹا بکر - اِس کا مطلب کیا کہوں بس اتنا ہی کافی ہے - کہ جو آپ نے کہا اِس کا

اثر آپ پر نہ ہو۔ آپ کال چکر کا حال سنیئے۔ کال چکر سورج چاند اور مابقا سیاروں کی گردش کے زمانے کو کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں (۱) ۳۶۰ دن کا ساون (۲) ۳۶۵ دن ۱۵ گھڑی کا سورج (۳) ۳۶۴ دن کا چندر مان ان تین قسموں کی سمتوں میں وہی جگیہ کرنا لازم ہیں۔ جن میں اُن کی خصوصیت ہے۔ چنانچہ سال قمری میں برت وغیرہ سال شمسی میں سولہوں سنگار اور ساون کے سال میں یگیہ وغیرہ کے فرائض ادا کرنا مناسب ہیں۔ مگر میری دعا ہے۔ کہ ان مناسب زمانوں میں جو نیک کام ہوں۔ اُن کا ثواب آپ کے آڑے آئے بس اتنا ہی جواب کافی ہے۔ عاقلاں را اشارہ کافی است +

راجہ جنک - اچھا اب اور عقل کے گھوڑے دوڑائیے۔ بتائیے کہ جسم رتھ ہے اس رتھ کو کون گھوڑے چلاتے ہیں۔ گو وہ گھوڑے دراصل جتے نہیں۔ ایک بار باز کی طرح لوٹتے ہیں۔ مگر کام گھوڑے ہی کا دیتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی سمجھائیے کہ ان کو حمل میں رکھنے والا کون ہے اور حمل سے پیدائش کس کی ہوتی ہے؟

اشٹا بکر یہ وہ ہیں جن کا آپ کیا آپ کے دشمنوں پر بھی سایہ نہ پڑے جسمانی رتھ کے گھوڑوں کا نام ہے۔ تکلیف اور موت۔ یہی باز کیا معنی بجلی کیطرح انسان پر گرتے ہیں۔ دل ہی ان کیلئے حمل ہے اور دل ہی سے ان کا ظہور انہیں کی بدولت دل اصلی حالت پر نہیں رہتا۔ تبدیلی عجیب نیرنگ دکھا دیتی ہے۔ اس کے سوا دوسرا نہیں جان سکتا کہ کیا گذر گئی +

راجہ جنک - اب ایک چیستان اور پوچھئے بتائے آپ کس کو جانتے ہیں جسکی خواب میں بھی پلک سے پلک نہیں ملتی۔ جس میں پیدائش کے بعد قوت رفتار نہیں ہوتی جو دل گردے سے محروم ہے جس کے بڑھنے میں دیر نہیں لگتی +

اشٹا بکر - آپ بھی کیا بچوں کی سی پہلیاں بجھاتے ہیں۔ چاروں کون ہیں میں بتائے دیتا ہوں۔ سنیئے +

(۱) مچھی (۲) انڈا (۳) پتھر (۴) دریا

راجہ جنک ان جوابات سے اچنبھے میں رہ گئے ادھر منہ سے سوال نکلا۔ ادھر جھٹ سے جواب دیر کا نام نہیں۔ سوچے کہ ضرور کوئی طاقت انسانی طاقت سے

زیادہ ہے۔ فرمایا کہ مہاراج میری خطائیں معاف کیجئیگا۔ آپ تو بہت گنی بہمہ صفت معلوم ہوتے ہیں۔ مجھے شک ہے کہ کہیں آپ کوئی دیوتا نہ ہوں۔ میں نے تو کبھی اس سمجھ بوجھ اس عقل وفہم کا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ آپ نے میرا منہ کیل دیا میری زبان بند کردی میں دروازہ کھلوائے دیتا ہوں۔ بندی شاستری بیٹھے ہوئے ہیں اُن سے نمٹ لیجئے۔ "رموز عاشقاں عاشق بداند" - آپ کا اور اُن کا سمجھوتہ ٹھیک ہوگا۔ ہم سب لوگ تماشائی ہیں ⁂

ادھیائے ۵۹

اشٹابکرجی کا اظہار لیاقت۔ بندی پنڈت سے شاستراتھ

اشٹابکرجی راجہ جنک سے خطاب کرتے ہیں کہ آج آپ کی راج سبھا ہے اور بندی علامۂ دہر۔ یقین کیجئے کہ گہرے پانی کی مچھلی نگلنے میں بگلے کو دیر ہو میں چٹ پٹ اس مغرور پنڈت کو مات کر دونگا۔ بڑے بول کا سر نیچا کرنے۔ اور غرور کا مزہ چکھانے کے لئے میں آگیا ہوں بلائیے بندی پنڈت کہاں اوڑھنی چوڑیاں پہنے گھونگٹ میں منہ چھپائے بیٹھا ہے ⁂

اشٹابکرجی کا کڑکا سنتے ہی راجہ جنک نے اس نشستگاہ کے دروازے کھول دئیے جہاں بندی شاستری ایک کم عمر کے نعرے پُرجوش الفاظ میں سُن رہا تھا جونہیں اشٹابکرجی نے بندی کی صورت دیکھی شیر کیطرح بپھرے اور اسطرح گرجے کہ پنڈت جی آپنے بڑے بڑے پنڈتوں کو بیوقوف بنایا ہے۔ آئیے سامنے اور مجھ سے بھی دو دو باتیں ہو جائیں۔ سو دن چور کی اور ایک دن سادھ کی یسو سنار کی تو ایک لہار کی ⁂

بندی بڑے شوق سے شاستراتھ کیجئے۔ یہاں بھاگنے والا کون ہے کہیے سوال شروع کروں ⁂

حضور ضرور۔ اندھا کیا چاہے دو آنکھیں ⁂

بندی۔ تو پھر گوش ہوش سے سنیئے آگ ہر جگہ موجود ہے مگر ایک ہی سورج تمام جہاں کو روشن کرتا ہے۔ مگر ایک ہی ہے راجہ اندر بھی ایک ہی ہے۔ جس سے سارے دشمن زیر رہتے ہیں راجہ جم راج بھی ایک ہی ہے۔ جو پتروں کا راجہ ہے پس نتیجہ یہ نکلا۔ کہ پرماتما کچھ بھی نہیں۔ جو کچھ ہے جیو آتما ہی ہے

اشٹابکر۔ غلط۔ اندر اور اگن دو سکھا۔ نارد اور پربت دو رشی۔ رتھ کے چکر دو اشونی کمار دو۔ برہماجی کی اولادیں دو۔ ایک عورت ایک مرد۔ مراد یہ کہ جیو آتما اور پرماتما دو ہیں۔ پرماتما نہیں تو جیو آتما کہاں؟

بندی۔ مخلوقات ارضی و سماوی کا وجود تین طرح سے ہوتا ہے۔ پن سے دیوتا پن اور پاپ کے میل سے انسان اور پاپ سے کیڑے مکوڑوں یعنی سانپ بچھو وغیرہ کی پیدائش ہوتی ہے تین آشرموں کے اصول بھی تین جگ میں بھی تین ہی کرم یعنی دیو جگ۔ پتر جگ اور رشی جگ۔ لوک بھی تین۔ سرگ نرک پرتھوی۔ روشنیاں بھی تین۔ سورج۔ چاند اور آگ۔

اشٹابکر۔ برہم گیانیوں سے پوچھئے۔ اُن کا چوتھا آشرم موکش ہے۔ یعنی تین آشرموں سے آگے تین برکتیں ہیں۔ برہمہ کے بھی چار صفات ازلی ہیں۔ براٹ۔ سوتر۔ انرجامی تری اکار اُکار۔ اور اردھ ماترا بھی چار۔ بیکھری۔ مدھیا پشتی پراکھ نام کی آوازیں بھی چار۔ اور وید بھی چار۔ رگ وید۔ شام وید۔ اتھرو وید۔ یجر وید۔

بندی کچھ معلوم ہے۔ کہ اگن پانچ قسم کی ہوتی ہیں۔ مثلاً گارہ پتہ۔ دکشنا گنی وغیرہ چھند بھی پانچ پد کا ہوتا ہے پورن ماشی میں جو جگیہ ہوتے ہیں۔ اُن کی پانچ قسمیں ہیں۔ اندریاں بھی پانچ پانچ۔ جٹ نام کی اپسراؤں کے بھی پانچ جوڑے ہوتے ہیں بسران۔ بکلپ۔ ندرا۔ اسمرتی۔ بشیوں کے استھان بھی پانچ۔

اشٹابکر۔ آپ پانچ پانچ کیا گاتے ہیں۔ وید میں جگیہ کی دکشنا چھ قسم کی بیان کی گئی ہے چھ رت کال چکر کے ہیں۔ اندریاں بھی چھ یعنی ایک من اور پانچ گیان اندری کر آکا نچھتر بھی چھ۔ ساد ساک جگ بھی چھ۔ پانچوں اندریاں اور ایک من یہ چھ کے چھ رت اور جگوں کیطرح بشیوں کا مزا لوٹنے والے ہیں۔ مطلب سے

جداگانہ - شاستر بھی دیکھ لیجئے چھ ہی ہیں +

بندی - آتماکرتا - بھوگتا یعنی فاعل و مفعول ہے چنانچہ دیکھئے پانچ کرم اندریاں ایک من ایک بدھ (یعنی عقل) یہ مل کے سات ہوئے کہ نہیں یہی کرتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں - یہی کٹ منڈل ڈالنے والے ہیں - جن کے سبب سے پرماتما کے درشن نہیں ہو پاتے اِنہیں کی تحریک موہ کا وجود ہوتا ہے - جو لوک پرلوک دونوں سے انسان کو کھو دیتا ہے - رشی بھی سات ہی ہیں - یعنی سپت رشی جنئو سمجھ لیجئے کہ پانچ گیان اندری من اور بدھ - زمین سے بھی سات ہی قسم کے غلے کی پیداوار ہوتی ہے زمین کے بھی سات طبق ہیں بین کے بھی سات تار ہیں - اگر یہ سات تار نہ ہوں تو بین کا عدم وجود برابر - ایک تار بجانے سے کچھ مطلب حاصل نہیں - آتما بھی اسی طرح سات تاروں کا بین ہے - اگر اس نے کسی کو بجالیا - تب تو میٹھے میٹھے سُرگانوں کو آنند دے گئے نہیں تو اس آتما روپی بین سے کچھ فائدہ نہیں - اسی بنا پر میں کہتا ہوں کہ آتما فاعل ہے - اگر آتما فاعل نہیں تو ثبوت +

اشٹابکر - اندریوں کے خوش کُن وِشے آٹھ ہیں - ان آٹھوں کی تعریفیں بہت اور کثیر التعداد ہیں - برہم آنند سروپ بھی آٹھ پد والا مشہور ہے - جس سے اَدیت کی سِدھی ہوتی ہے - تمام لوک پرلوک سکھ بھوگنے والے - دیوتا بھی آٹھ بسُو ہیں ان کے خلاف جو اگیان دنیا کو اپنے بس میں کرتا رہتا ہے - اس کے لکشن بھی آٹھ ہی ہیں +

بندی - بہت ٹھیک مگر دیکھئے تو بیتری جگیہ میں تین تین سمدھ کی ایک ایک ریچا ۹ سمدھ کی ہو جاتی ہے - پرکرت کے تین تین گن ملکر بھی ۹ ہو جاتے ہیں اور ان سے نَو نَو قسم کے پھل ملتے ہیں - آپ نے برہسپتی چھند کی کیفیت سنی ہوگی - یہ نَو نَو اکشروں کے چار پدوں سے ملکر بنتا ہے اور نَو کے ہندسے کو جسطرح چاہے تقسیم کرو ضرب دو ۹ ہی کا عدد نکلیگا اسی طرح مایا بھی ۹ کے عدد کیطرح مختلف صورتوں میں نمودار ہوتی ہے مگر نتیجہ ایک ہی ہوتا ہے مثلاً +

۹×۱ = ۹ ۔ ۹×۳ = ۲۷ اور ۷+۲ = ۹

۹×۲ = ۱۸ اور ۸+۱ = ۹ ۔ ۹×۴ = ۳۶ اور ۶+۳ = ۹

سات دیپ اور تیرہ جزیرے کون نہیں جانتا۔ دل کی صفائی کا مقامی آب وہوا اور اوقات مناسب پر مقرر ہے

شلوک سنسکرت میں تھا بندی آدھا اُڑا گیا۔ اور خاموشی سے بات ٹالنے ہی کو تھا۔ کہ اشٹابکر بولے۔ بس۔ ٹائیں ٹائیں فش۔ معلوم شد بافندگی مجھ سے سنو۔ کہ تیرہ دن کرشن چندر جی کے ساتھ کیشنی ویت سرگرم کارزار رہا۔ اگن بایو اور سورج کی طرح دس اندریوں من ۔ بدھ ۔ اہنکار کا جامہ آتما ہے۔ انہیں تیرھویں سے خواہشات اور محسوسات کی ساری باتیں ہیں۔ اور انہیں نے آتما پر ایک پردہ سا ڈال رکھا ہے۔ ان کو بارہ ادیتوں نے ہی زیر کیا ہے پس ہم بدھ وغیرہ کے پھندے سے جب آزاد ہوئے۔ تو ادویت کو پہچان سکتے ہیں چنانچہ ہمارے قول سے ادویت ثابت ہوگیا۔ اب سامعین کے ہاتھ فیصلہ ہے۔

اشٹابکر جی یوہیں گویا رہے۔ بندی کی زبان بند ہوگئی۔ وہ بغلیں جھانکنے لگا کہ اب کیا کہوں۔ مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تھی۔ حاضرین محفل پھڑک اُٹھے۔ ایک شور بلند ہوگیا۔ کہ بندی پنڈت کی ایک بچے کے سامنے زبان نہ کھلی۔ جگیہ کے موجودہ پنڈت اشٹابکر کے قدمبوس ہوئے۔ بڑی تعریف کی۔ اشٹابکر نے سب کا شکریہ ادا کیا۔ اور راجہ جنک سے گذارش کی۔ کہ :۔

مہاراج یہ وہی بندی ہے جس نے نہ جانے کتنے پنڈت دریا میں ڈبوا دیئے میرا بھی یہی حال ہوتا۔ مگر ایشور کو بندی کی قلعی کھولنا تھی۔ مجھے بچا لیا۔ اب آپ کا فرض ہے کہ اسکو بھی دریا میں غرق کرادیں۔ انصاف کی شرط یہی ہے۔

بندی۔ اشٹابکر جی، آپ خفا نہ ہوں۔ میرے پتا برن جی بارہ سال سے جگیہ میں مشغول ہیں۔ جو برہمن میں نے ڈبوئے ہیں۔ وہ سب جگیہ میں شریک ہیں۔ چنانچہ آپ کے پتا بھی وہاں ہیں۔ بڑی خوشی کی بات ہے۔ کہ اب آپ کی بدولت مجھے اپنے باپ کی بھی قدمبوسی نصیب ہوگی۔ مجھے فخر ہے۔ کہ آپ ایسے لائق و فائق پنڈت کی خدمت داری کر سکونگا۔

اشٹابکر۔ ہیں رے بندی کی وہ زبان بند کردی۔ وہ منہ کیل دیا۔ جس نے برہمنوں کو دریا میں ڈبو دیا۔ مگر واہ ری دنیا اس میں پھر بھی ناانصافی ہی سے

آگ کی خاصیت جلانا ہے - اِس کو اچھے بُرے کا وقوف نہیں - ہارے جیتے ہوئے کو کچھ نہیں جانتی - مَیں دیکھتا ہوں کہ راجہ جنک بھی فتح و شکست کی تمیز نہیں کرسکتا اے راجہ جنک اپنی تعریفوں پر نہ بھولو - مست ہاتھی کیطرح گھمنڈ نہ کرو کہتا ہوں - کہ میری شرط پوری کرو - ورنہ سمجھ لو کہ تم نہیں پھر نہ پچھتانا +

راجہ جنک آپ انسان نہیں معلوم ہوتے - بیشک آپ میں کوئی غیبی طاقت ہے بندی پنڈت کو جیتنا اتنی کمسنی میں آپ کا ہی کام تھا - اور کسی کی طاقت نہیں مجھے کسی بات میں عذر نہیں - بندی پنڈت حاضر ہے جو منظور خاطر ہو سزا دیجئے +

اشٹابکر - بندی کو میں نے ہرا دیا - اِس کو بھی وہی سزا چاہیئے - جو اس نے اہل پنڈتوں کو دلوائی ہے - میں پرواہ نہیں کرتا - کہ یہ برن کا بیٹا ہے - برن کا بیٹا سزا کا مستحق ہو - تو کوئی وجہ نہیں کہ سزا نہ دیجاوے +

بندی - میں برن کا بیٹا ہو کر سمندر سے ڈروں - ناممکن - آپ شوق سے ڈبوئیے میری ہار ہوئی مجھے کچھ غم نہیں - خوشی یہ ہے کہ اشٹابکر جی اپنے پتا کھوڈک کے درشن پائینگے جن کی اِن کو خبر بھی نہیں کہ کہاں ہیں +

اتنا کہنے کی دیر تھی - کہ برن جی نے تمام غرق شدہ برہمنوں کو سمندر سے اس طرح نکال دیا - گویا ڈوبے ہی نہ تھے - سب کے سب راجہ جنک کے پاس آئے کھوڈک اشٹابکر جی کے پتا سب سے آگے تھے انہوں نے راجہ جنک سے فرمایا -

کچھ دیکھا آپ نے - انسان بیٹے کی ہوس کیوں کرتا ہے - جو کام میرے لئے ناممکن تھا - وہ میرے نور نظر نے کر دکھایا کہ نہیں دنیا کا کارخانہ ہی نرالا ہے ناتواں کا بیٹا شہزور - جاہل کا عاقل - غریب کا امیر ہوتا ہے - علیٰ ہذا - آپ کو مبارک کہ آپ دشمنوں کا جمراج نے خاتمہ کر دیا - آپکے جگیہ میں سام وید کے منتروں کی دھنی سے تینوں لوک گونج رہے ہیں - سارے دیوتا اپنا اپنا حصہ قبول کرکے آنند میں - گویا سب کام سدھ +

لومس رشی کا بیان ہے کہ بندی نے راجہ جنک سے رخصت حاصل کی - اور سمندر میں غوطہ لگا گیا - اشٹابکر اپنے پتا کے ساتھ اپنے آشرم میں آئے جس وقت کھوڈک نے اپنی استری کو دیکھا - دونو خوش ہو گئے کھوڈک جی بولے +

"اشٹابکر اس دریا میں غوطہ لگاؤ۔ تو تمہارے جسم کا ٹیڑھا پن ابھی دور ہو جائے"
اشٹابکر نے تعمیل ارشاد کی۔ جوہیں غوطہ لگا کر سر اُبھارا۔ سارا بدن نور کے سانچے
میں ڈھل گیا۔ آٹھ عضو ٹیڑھے تھے۔ سب کے سب درست ہو گئے۔ جس وقت سے
یہ کرامات ظاہر ہوئی۔ اِس ندی کا نام سمنگا ندی ہو گیا +

ادھیائے ۶۰

اشٹابکر کی پیدائش۔ جسمانی نقائص سے نام کی وجہ تسمیہ۔ اُن کے والد ماجد کی سرگذشت

راجہ جدھشٹر کا لومس رشی سے سوال ہے۔ کہ
مہاراج اشٹابکر جی کی پیدائش کیونکر ہوئی۔ اُن کے اعضا کی خمیدگی کا باعث
اور پھر درست ہونے کی وجہ ؟

لومس رشی۔ سنیئے۔ اودالک رشی کا نام آپ نے سُنا ہو گا۔ کھوڈک اُن کے شاگرد
رشید و مرید سعید تھے۔ گرو بھگتی کوٹ کر بھری تھی۔ نفس پر ایسا قابو تھا۔ کہ جیت
اندری کی پدوی حاصل کر لی تھی۔ کھوڈک کے گرو اُس کی سعادتوں اور عقیدتوں پر
ایسے فریفتہ ہوئے۔ کہ کل وید پڑھا دیئے اور اپنی بیٹی سوجاتا کے ساتھ گٹھ بندان کر
دیا۔ سوجاتا ابھی حاملہ ہی تھی۔ اشٹابکر جی پیٹ ہی میں تھے کہ آواز دی کہ آپ کا وید پڑھنا
سنتے سنتے مجھے چاروں وید کنٹھ ہو گئے ہی نہیں بلکہ سر معنے و مطلب بھی چاہیے
تو سُن لیجیے۔ مگر گستاخی معاف آپ عالم و فاضل ہو کر پاٹھ ٹھیک طور پر نہیں کر سکتے
کھوڈک حیرت میں رہ گئے۔ کہ بیٹا ماں کے پیٹ سے بول رہا ہے اُن کو غصہ آیا۔ کہ
واہ کے آدھی و پیر کے شدی۔ از ما شنیدہ بناف من سے گزار ندکا قول۔ جوش و غضب
میں بددعا دی۔ کہ گستاخی کا لطف تب ہے جب بدن میں خم ہی خم ہو جائیں بددعا
دل سے نکلی تھی۔ خالی کیونکر جاتی۔ اشٹابکر جی پیدا ہوئے۔ تو جسم میں آٹھ ہی

خم موجود ہو گئے۔ اِسی لیے اشٹابکر (یعنی آٹھ خم والا) کا خطاب بھی زبان زد خاص عام ہوا۔ اشٹابکر کے ماموں سویت کیت کی ولادت انہی دنوں میں ہوئی۔ جب اشٹابکر کی۔ دونو باہم ہمعمر تھے اور اُن کی بود و باش بھی ایک ساتھ تھی۔ ابھی اشٹابکر جی بطن ہی میں تھے دسواں مہینہ ولادت کی خبر دے رہا تھا۔ کہ اُن کی ماتا نے کھوڈک اپنے خاوند سے کہا کہ بیٹا ہونے کو ہے یہاں ٹکا پاس نہیں۔ آخر نباہ کیسے ہوگا۔ بیٹے کی پرورش کے واسطے کیا سبیل ہے؟

کھوڈک گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ راجہ جنک کو ایشور سلامت رکھے۔ وہاں سے کوئی خالی ہاتھ نہیں پھرتا۔ میں وہاں پہنچا اور رقم لایا۔

یہ کہکر کھوڈک راجہ جنک کے دربار میں پہنچا۔ بندی پنڈت سے شاستر ارتھ کی ٹھہری۔ بندی علامۂ عصر تھا۔ کھوڈک کی ایک پیش نہ گئی۔ اُس نے پالا مار لیا۔ کھوڈک اپنا سا منہ لیکر رہ گیا۔ شرط یہ تھی کہ جو ہارے ڈبو دیا جائے۔ بس کھوڈک کے سر بیتی۔ سمندر کی لہریں تہ میں بٹھا کر نہ جانے کہاں سے کہاں لے گئیں۔ اُدالک رشی کو جب خبر پہنچی۔ کہ داماد کا یہ حال ہوا۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہ گیا۔ بیٹی (سوجاتا) کے پاس گئے ساری واردات بیان کی اور کہا کہ بیٹی گھبرانا نہیں اور بیٹا پیدا ہو۔ تو کچھ نہ کہنا۔ کہ کیا گزری ۔

اشٹابکر جی جب پیدا ہوئے۔ تو اُدالک رشی کو ہی اپنا باپ سمجھنے لگے۔ اُنہیں کچھ خبر نہ ہوئی۔ کہ اُن کے باپ کھوڈک کو کس بلا سے سامنا ہوا۔ یا اُن کا باپ اور کوئی تھا اُدالک رشی اپنے بیٹے سویت کیت کیساتھ اشٹابکر جی کی بھی پرورش کرتے رہے کسی کو معلوم نہ ہوتا تھا۔ کہ بیٹا کون ہے اور ناتی (نواسہ) کون۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا۔ کہ اشٹابکر اپنے نانا کی گود میں جا بیٹھے۔ بال ہٹ مشہور ہے۔ اُن کے ہمعمر ماموں صاحب سویت کیت نے اُن کو اپنے باپ کی آغوش محبت میں بیٹھا ہوا دیکھکر جوش رشک سے کہا کہ

اُٹھو۔ میرے باپ کی گود میں بیٹھنے کا استحقاق تم کو نہیں۔ اپنے باپ کی گود میں جاکے بیٹھو۔ اس وقت اشٹابکر جی کی عمر دس گیارہ برس سے زیادہ نہ تھی منہ سے دودھ ہی ٹپکتا معلوم ہوتا تھا۔ مگر نہیں سویت کیت کے الفاظ نے اِن

کے دل پر مقناطیسی اثر کیا - اور وہ نانا کی گود سے اُٹھ کر اپنی ماں کے پاس آئے - اور
پوچھا - کہ صورت حال کیا ہے سچ سچ کہنا +

ماں غریب کیا جواب دیتی - بیٹے کی مایوسیوں پر نظر کر کے اُس نے صاف کہدیا
کہ تمہارے پتا کہوڈک تھے - جن کو بندی پنڈت نے شاستر ارتھ میں جیت کر
غرق دریا کر دیا +

اشٹابکر نے جس وقت یہ کیفیت سُنی - بدن میں آگ لگ گئی +

سمند ناز کو ایک اور تازیانہ ہوا

کی کہاوت صادق ہوئی - وہ بولے - تو میں اشٹابکر جب بندی کو انگلیوں نچاؤں چنانچہ
وہ اُسی وقت پر تگیا کر کے اُٹھ کھڑے ہوئے - سویت کیت نے بھی ساتھ دیا - راجہ
جنک کے دربار میں پہنچے اور دس گیارہ برس کی عمر میں اُس بندی پنڈت کا ناطقہ بند اور
قافیہ تنگ کر دیا - جس کا طوطی بول رہا تھا - اور جس نے ہزاروں عالم پنڈت دریا میں
ڈبو دیئے تھے - راجہ جنک اشٹابکر جی کی لیاقت کے قائل ہو گئے - اور اُنہوں نے کمسنی
میں جو زبان سے کہا تھا اُس کو پورا کر کے دکھایا +

ادھیائے ۶۱
شرنگی رکھ کے حالات - اُن کے سلسلے میں دوسرے ذکر و مذکور

تذکرے تذکرے اور باتوں باتوں میں سرنگی رکھ کا بھی ذکر چل پڑا - راجہ جدھشٹر
لومس رشی سے بولے - کہ شرنگی جی کے نام کی غایت اصلی کیا ہے - اور سر
پر سینگ کیسا ؟

لومس رشی نے فرمایا کہ ایشور کی قدرت کاملہ کو کوئی نہیں سمجھ سکتا - وہ انسان
کے سر پر سینگ لگا دے تو کون تعجب کی بات ہے - وجہ یہ کہ اُس کی قدرتیں عجیب و غریب
ہیں - جن کو انسانی عقل سمجھ بھی نہیں سکتی - تم کو شرنگی جی کے حالات سننے کی

آرزو ہے تو لو سنو +

شرنگی جی کے پتا بڑے بھاری تپسوی اور تیجوان رشی تھے۔ جنگل میں رہنا بسنا بستی سے پرہیز۔ نام سمیک رشی۔ کمال ریاضت میں بے نظیر نہ جواب نہ مثال۔ قصہ کوتاہ اپنے وقت میں فرد روزگار تھے۔ شمنی بات کی۔ ایک دن یہ دریا میں اشنان کر رہے تھے۔ ہونہار رکتی نہیں۔ ضرور ہوتی ہے۔ ہزار بہانے سے ہوتی ہے۔ ایک اربسی (اپسرا) بھی اُدھر آنکلی۔ رشی جی ہاتھ پاؤں دھونے میں مشغول تھے۔ نظر اُٹھی تو کیا دیکھتے ہیں۔ اندر کے اکھاڑے کی اپسرا سامنے ہے۔ جس کو دیکھ کر دیوتا بھی آپے میں نہیں رہ سکتے۔ اربسی سے یوں ہیں سرسری طور پر چار آنکھیں ہوئی تھیں۔ کہ رشی مہاراج قابو میں نہ رہے۔ اور تخم محبت بار آوری نخل الفت کی در پے ہوا۔ اربسی تو رشی کے عالم بے اختیاری و جوش طبیعت کو دیکھ کر چلتی پھرتی ہوئی۔ جو موتی صدف جوش عشق سے نکل آبدار نظر آتے تھے۔ اُن کو ایک ہرنی نے لقمہ دہن بنایا۔ اور اس برکت سے شرنگی رکھ عالم وجود میں آئے۔ سمیک رشی اسرار غیب سے واقف تھے اُنہوں شرنگی رکھ کو آغوش محبت میں لیا۔ اور کٹی میں پرورش و پرداخت شروع کی شرنگی رکھ کا سن جب دس بارہ سال کا ہوا۔ قدرت نے سر پر ایک خوشنما سینگ پیدا کر دیا جس سے شہادت ملتی تھی۔ کہ ولادت کیونکر ہوئی۔ شرنگی جی نے اپنے پتا سے تعلیم پائی۔ چاروں وید اذبر کر لئے۔ اور ایسا تپ کیا۔ کہ دنیا کے جہان میں دھوم مچ گئی۔ انہی دنوں راجہ روم پاد کے حدود حکومت میں ایسا قحط پڑا۔ کہ خلقت گبھرا اُٹھی۔ نجومیوں نے بتایا۔ کہ شرنگی رکھ کے بغیر کسی سے یہ آفت ارضی و سماوی دور نہ ہو سکیگی۔ راجہ روم پاد کی روش ٹھیک نہ تھی۔ اسکو برہمنوں سے عناد تھا۔ اس لئے تمام برہمن خوف عذاب و عتاب سے بھاگ کر جہاں تہاں جان چھپائے تھے جب قحط کی آفت نازل ہوئی۔ تو راجہ کی آنکھیں کھلیں کان ہوئے اور اُس نے برہمنوں کو اکٹھا کر کے علاج قحط دریافت کیا۔ برہمنوں نے بھی یہی صلاح دی۔ کہ شرنگی رکھ کے بغیر مشکلات کا دفعیہ ممکن نہیں۔ مگر مشکل یہ ہے۔ کہ وہ آئینگے کیونکر نہ تپ چھوڑینگے نہ آفت سے انگ دیش کو نجات ملیگی۔ راجہ روم پاد کو فکر ہوئی۔ کہ اب کیا کرنا چاہیے شرنگی رکھ کو لانے کی تدبیر کیا ہے اسی وقت ایک بیسوا چندے آفتاب چندے مہتاب

سامنے آکھڑی ہوئی۔ اور بیڑا اُٹھالیا۔ کہ میں رشی کو لاکر دکھادونگی۔ راجہ نے انعام
واکرام کا لالچ دیا۔ اور وہ سرمایہ حسن و جمال ہم پایہ بدر و ہلال تپوبن میں جا پہنچی دیکھا
کہ شرنگی رکھ معبود حقیقی کی یاد میں محو۔ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہیں۔ بدن سوکھ کر کانٹا
ہو گیا ہے۔ ہڈیاں ہی ہڈیاں دکھائی دیتی ہیں۔ بیسوا وہیں ٹھہر گئی۔ اور دیکھنے
لگی۔ کہ آخر رشی جی کا رنگ روبیہ کیا ہے۔ کھاتے کیا ہیں پیتے کیا ہیں۔ خالی ہوا
ہی پھانکتے ہیں۔ یا کیا۔ شرنگی رکھ بڑی دیر کے بعد دھیان سے فارغ ہوئے
اُٹھے۔ اور ایک درخت کے پاس جاکر چھال چھانٹنا شروع کی۔ اور پھر واپس آکر اپنے
جپ تپ میں مشغول ہو گئے۔ بیسوا سمجھ گئی۔ کہ حضرت کی غذا بس یہی ہے اسی
درخت کی اسی غذا میں کچھ زبان کے ذائقے کا مصالحہ لگانا چاہیئے۔ یہ سوچکر اس نے
اسی چھال کو حلوا مل دیا۔ دوسرے روز رشی جی جب چھال چاٹنے لگے۔ تو مزہ ہی کچھ اور پایا۔ زبان کو ذائقے کی چاٹ ہوئی۔ اور چند
روز حلوے کی چاٹ سی کچھ ایسی چہرے پر چکناہٹ آگئی۔ کہ صورت ہی بدل گئی۔ یہ رنگت دیکھکر
بیسوا اٹھلاتی مٹکاتی سامنے پہنچی ناز کرشمے دکھلائے۔ وہ موہنی ڈالی۔ کہ شرنگی رکھ آپے میں
نہ رہے فریفتہ ہو ہی گئے۔ بیسوا کا منتر ایسا چلا۔ کہ رشی کی عقل غایب ہو گئی۔ وہ پیچھے پیچھے راجہ
روم پاد کے یہاں چلے آئے آگے آگے بیسوا پیچھے پیچھے خود بدولت۔ راجہ روم پاد نے رشی
جی کی بہت خاطر تواضع کی۔ بیسوا نے منہ مانگا انعام پایا۔ جگیہ ہوا۔ پانی برسا۔ قحط
کی مصیبتیں دور ہوئیں۔ شرنگی رکھ کی قدرت کاملہ کا راجہ روم پاد کو خاص اعتقاد ہوا۔
اپنی بیٹی کے ساتھ شادی کردی۔ جس کے بطن سے کھوڈک کی پیدائش ہوئی۔
کھوڈک کو اشٹا بکر جی کے سے نور کی وجہ سے خاص عزت حاصل ہوئی۔ اشٹا بکر کی
بدولت اس مدھو بند ندی نے سمنگا نام پایا۔ یہ وہ ندی ہے جس کے کنارے
راجہ بھرت کے ہاتھے کو راج تلک سے زینت اور بھارت ورش کو نام نامی سے
عظمت حاصل ہوئی تھی۔ بیاکھشن تیرتھ میناک پربت پر وہ متبرک مقام
ہے۔ جہاں اودتی نے اولاد کی خواہش میں اناج وغیرہ کا بہت
کچھ دان کیا تھا۔ بیاکشش تیرتھ کے درشنوں کا پھل یہ ہے۔
کہ مال و دولت کی کمی نہ ہو۔ لکشمی ہر وقت موجود رہے۔ اس تیرتھ
سے کچھ فاصلے پر مہاندی گنگا جی لہر بہا رہی ہیں۔ سنت

۴ پر لذیذ حلوا مل دیا۔ اور خود سیر دیکھنے لگی دوسرے روز رشی جی جب چھال چاٹنے لگے۔

کماروں کو جو فضیلت حاصل ہوئی۔ وہ انہیں گنگاجی کی بدولت ہے۔ اس سے
تھوڑے فرق پر بھاردواج کا وہ آشرم ہے۔ جہاں ان کے بیٹے بکریت کی
جان گئی تھی۔ یہ واقعہ بھی سننے کے قابل ہے۔ سنئے ؛

بھاردواج اور ریبھہ رشی بڑے گہرے دوست تھے۔ دوستی کیا دانت
کاٹی روٹی ہی تھی۔ بھاردواج کے فرزند بکریت کو تپ کی ہوا سمائی۔ تو وہ تپ
کیا۔ کہ اندر کے ہوش حواس گم ہو گئے۔ سونا جاگنا حرام ہو گیا۔ کہ اب اندر کی خیر
وعافیت نہیں۔ گھبرائے ہوئے بکریت کے پاس آئے اور پوچھا۔ کہ
آخر اتنی تکلیف کی وجہ؟

بکریت۔ آپ اندر آکے لئے گھبراتے ہیں۔ یہاں اس کی کچھ خواہش نہیں۔
اگر ہوس ہے۔ تو یہی کہ مجھے اور میرے پتاجی کو وید ازبر ہو جائیں۔ بس۔
اندر سوچے کہ سستے چھوٹے مفت میں بلا ٹلی۔ بردان دے دیا۔ کہ وید یاد ہو جائینگے
بکریت نے بردان پایا۔ تو دماغ عرش پر ہو گیا۔ خوش خوش بھاردواج کے پاس
آیا۔ سب کیفیت کہی۔ اور عرض حال میں کچھ ایسے الفاظ استعمال کئے۔ جن سے
نخوت ٹپک رہی تھی۔ بھاردواج نے سمجھایا۔ کہ غرور نہیں دنیا جو جاگرے۔
ذرا سے کمال پر پھولنا ٹھیک نہیں ہو۔ لوگ کم ظرف سمجھتے ہیں۔ اور جل گگری
چھلکت جائے کی پھبتیاں سنانا پڑتی ہیں۔ ابھی صاحب نادے ہو کچھ دیکھا بھی
نہیں۔ میری فقط اتنی نصیحت نہیں۔ بلکہ یہ سمجھاتا ہوں۔ کہ خبردار بھول کر بھی ریبھہ
رشی کیطرف رُخ نہ کرنا۔ باپ نے سمجھانے کو تو سمجھایا۔ مگر بکریت کے نزدیک
ہوا سی بہ گئی۔ وہ اپنے زعم میں ریبھہ رشی کے آشرم میں جا ہی پہنچا۔ وہاں
ایک نیا گل کھلا۔ ریبھہ رشی کی بہو پر نظر جا پڑی۔ موہنی صورت نے آپے میں
نہ رہنے دیا۔ نشۂ عشق نے ایسا متوالا کر دیا۔ کہ تاب نہ آئی۔ بول ہی اٹھا۔ کہ
پیاری آغوش تنگ ترس رہی ہے۔ پہلوئے شوق کو سرفراز کرو ؛
وہ نازک اندام وسمن فام غیر مرد کی یہ ناشائستہ باتیں سُنکر روتی ہوئی۔ بھاگی گئی
اپنے خسر یعنی ریبھہ رشی کے فریادی ہوئی۔ رشی کے تن بدن میں آگ لگ
اٹھی۔ جٹا کا ایک بال اگن کنڈ میں جلا دیا۔ بال سلگتے ہی ایک نہایت مہیب شخص

کنڈ سے برآمد ہؤا۔ جو رشی جی کا اشارہ پاتے ہی یکریت کی جان کا گاہک ہوگیا۔ اب
تو یکریت کی روح قبض ہوگئی۔ بھاگتے بھاگتے بہت سے رشیوں کے پاس گیا۔ پناہ
مانگی۔ امان چاہی۔ مگر سب طرف سے صدائے برنخاست ◆

آخر یکریت بھاردواج جی کے آشرم میں پہنچا۔ اس وقت رشی جی ہون کے
لئے لکڑی لینے اِدھر اُدھر گئے تھے۔ ایک اندھے خدمتی نے یکریت کو روکا کہ
بس وہیں ٹھیرو۔ جب تک بھاردواج جی نہ آئیں۔ کسی کو اجازت نہیں۔ کہ آگے
قدم بڑھائے۔ اس روک ٹوک میں یکریت کے سر پر قاتل پہنچ گیا۔ اور ایک
ہی ہاتھ میں جان لے لی۔

اب بھاردواج آشرم میں آئے۔ ہون کنڈ میں لکڑیاں ڈالیں۔ آگ لگائی۔
تو لونڈا دحیرت ہوئی۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ آشرم کے اندھے محافظ سے دریافت کیا ◆
اندھے نے سارا ماجرا بیان کیا۔ بھاردواج کو اپنے بیٹے کے انتقال پر ملال سے
سخت رنج ہوا۔ تاب ضبط نہ ہوئی۔ فوراً بددعا دی کہ او ریبھ رشی تو نے میرے
نورنظر کی جان لے لی ہے۔ تو بھی تیرے بیٹے تیرے ٹکڑے ٹکڑے اڑائیں۔
یہ سراپ زبان سے نکلتے ہی انہوں نے اپنے کلیجے کے ٹکڑے یکریت کی
لاش چتے پر رکھی۔ اور اُسے کلیجے سے لگائے خود بھی جل گئے۔

ریبھ رشی اپنے آشرم میں تھے۔ ان کے دو بیٹوں یعنی ارماس اور پرماس
کو راجہ برہمن نے جگیہ میں مدعو کیا۔ جگیہ شروع ہؤا۔ اتفاق سے رات کے وقت
پرماس کو اپنی کٹی میں آنے کی ضرورت ہوئی۔ دیکھا کہ ایک ہرن بیٹھا ہؤا ہے۔
فوراً تلوار گھسیٹی اور وار کر دیا۔ مقتول ہرن نہ تھا۔ بلکہ ریبھ رشی تھے۔ مرگ
چھالے اوڑھے بھاردواج کے سراپ نے جان نہ بچنے دی۔ بیٹے ہی کے ہاتھ
سے خاتمہ کرادیا۔ پرماس اپنی غلطی پر بہت نادم ہؤا۔ جگیہ میں اپنے بھائی
ارماس سے کیفیت بیان کی۔ رائے ٹھیری۔ کہ تپ کیا جائے۔ جس میں
عذاب قتل باقی نہ رہے۔ تپ ہؤا۔ ہتیا دور ہوئی۔ مگر بعد میں ایک
تازہ گل اور کھل گیا ◆

راجہ کے یہاں جگیہ تھا۔ پرماس رشی مصروف انصرام و مشغول انتظام

تھے۔ انہوں نے اُرمانس پر اُلٹی دھونس رکھی۔ کہ یہ باپ کا قاتل ہے۔ اس کی جگہ میں شتر گننا کیسی حکم کی تعمیل ہوئی۔ اُرمانس نکالا گیا۔ بھائی کی بے ایمانی سے دل ٹوٹ گیا۔ اسی وقت سے تپ کی ٹھہرائی۔ اس صدق عقیدت سے تپ کیا۔ کہ رجمہ رشی الگ زندہ ہو گئے۔ بھاردواج پھر سرگ سے چلے آئے۔ بکریت پھر عالم وجود میں موجود ہو گیا۔

لومس رشی کا قول ہے۔ کہ راجہ جدھشٹر دیکھی یہ اپنے تپ کی برکت ناخواندوں کو ویدوں کی علمیت اور مردوں کی دوبارہ زندگی ہو جانا آسان بات نہیں۔ یہ کراماتیں تپ ہی کے حصے میں ہیں۔

ادھیائے ۱۶

راجہ جدھشٹر کی تیرتھ جاترا۔ بیناک پربت اور کیلاش وغیرہ تیرتھوں کا تذکرہ۔ نرکاسر کی سرگذشت بارہ اوتار کا ذکر

لومس رشی راجہ جدھشٹر سے مخاطب ہیں۔ کہ اس مقام سے آگے بڑھنے پر آپ کو دو پہاڑ ملیں گے۔ ایک بیناک پربت جس کا رنگ سفیدی و سیاہی مائل ہے دوسرا کال پربت اس پہاڑ پر ہمیشہ آگ روشن رہتی ہے۔ اسی پہاڑ سے گنگا جی کی دھار موجیں مارتی ہوئی نمودار ہوئی ہے انہیں مقامات پر دیوتا لوگ تفریحی چہچہوں سے دل بہلایا۔ اور غم غلط کیا کرتے ہیں۔ آگے چلیے گا۔ تو ساٹھ جوجن بلند کیلاش پربت ملیگا۔ بدری کا آشرم وہیں ہیں۔ اسی آشرم میں دیوتاؤں کا میلا لگا رہتا ہے۔ کیا گندھرب اور کیا جکش اس مقام کے محافظ ہیں۔ جس مقدس مقام پر اس وقت آپ ہیں۔ یہ جمنا گنگا کا استھان کہلاتا ہے سنیئے کس زور سے پانی کے چڑھاؤ کی آواز کانوں میں گونج رہی ہے۔ اتنا کہکر لومس رشی نے گنگا جی کی استتی کر کے دعا مانگی۔ کہ مہارانی جگت تارنی دھرم پتر جدھشٹر آپ کے درشنوں سے جنم

آستے ہیں - دراصل پہاڑ نہیں. نر کا سر کی ہڈیاں ہیں. یہ روایت تو آپ نے سُنی اب ایک اور اتہاس سُنیئے. ست جگ ابھی شروع ہی ہوا تھا. جو خلقت عالم وجود میں آئی سب گوشت خوار ہوئی. اور پھر عالم موجودات میں اُس کی اتنی کثرت ہوئی. کہ کرۂ خاک بار گراں سے جوجن نیچے دھنس گیا. پرتھوی نے گھبرا کر نارائن جی کی امداد چاہی فریاد کی. کہ بوجھ اٹھائے نہیں اُٹھتا. دبی چلی جاتی ہوں. جلد علاج کیجئے. ورنہ میری خیریت نہیں +

بھگوان نے توجہ سے شکایت سُنی. اور رحم وکرم سے تسلی دیکر پرتھوی کو منتظر توجہات کیا. اب اظہار قدرت ہوا. پیکر انوار نے بارہ کی صورت قبول کی. جسم ایک کالا پہاڑ نظر آتا تھا. منہ میں ایک دانت وُہ جس پر پرتھوی روک کر سو جوجن اوپر اچھال دی. اس وقت کرۂ زمین کو منجدھار میں پھنسی ہوئی ناؤ کی جنبش ہوئی. تمام ذی روح کیا انسان کیا حیوان کیا. چرند کیا. پرند کیا. سب کو جان کے لالے پڑ گئے. دیوتاؤں نے برہما جی سے پناہ مانگی. جواب ملا. کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں. نہ کسی آفت ناگہانی کا خوف ہے. سری کرشن بھگوان بارہ بنے ہیں. اور انہوں نے زمین دانت پر اٹھالی ہے +

دیوتاؤں نے دریافت کیا. کہ مہاراج تشریف کہاں رکھتے ہیں. درشن کس جگہ مل سکیں گے +

برہما جی. نندن بن میں +

دیوتا فوراً نندن بن میں گئے. جمال مقدس سے آنکھیں پُرنور کیں اور استتی کر کے جنم سپھل کیا +

اَدھیائے ۶۲

گندھ مادن پربت کی تکلیفات. دروپدی کا کسل سفر اور طبیعت کی خرابی گھٹوت کچ فرزند بھیم سین کی آمد

اور دروپدی کی رفع تکلیفات کا انتظام

راجہ جدھشٹر وغیرہ گندھ مادن پربت پر پہنچے جٹائیں بندھی ہوئی تھیں ہرگ چھالا زیب تن تھا۔ ہتھیار بدن پر سجے ہوئے تھے۔ کڑی منزل کی سختیوں پر مصیبت میں مصیبت کا سامنا ہو گیا۔ اس زور شور سے آندھی آئی۔ ایسی کالی گھٹائیں چھائیں۔ مینہ برسا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا۔ سب پر ہیبت طاری ہو گئی۔ ہوش جاتے رہے۔ دروپدی کے بدن میں تھرتھری نے وہ حالت پیدا کر دی۔ کہ بھیم سین اسے کھوہ میں لے جا کر چھپا اور لوگ بھی جہاں ٹھکانا ملا۔ وہیں جان چرا گئے آندھی دم نہ لینے دیتی تھی۔ خاک پربت کو چھپائے ہوئے تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ بجلی چمک کر کلیجا دہلاتی تھی۔ پانی کہتا تھا۔ کہ آج برس کر رہوں گا۔ اولے اسقدر سے پڑے کہ انبار لگ گئے۔ ایشور مناتے مناتے بڑی مشکلوں سے آسمان صاف ہوا۔ آندھی بھی رکی۔ سب ادھر ادھر سے نکل کر باہم ملے سلامتی کی خوشیاں منائیں۔ دروپدی رگ گل سے نازک۔ ہاتھ پاؤں تھکاوٹ سے بیدم ہو ہی رہے تھے۔ کہ بجلی کی چمک اور بادل کی کڑک۔ آندھی کے جھونکوں اور اولوں کی بھرمار نے اور بھی جان آدھی کر دی۔ اس پر ہر جگہ برف ہی برف ادھر پاؤں رکھا۔ ادھر پھسلا۔ اسے اسقدر تکلیف ہوئی۔ کہ آخر ہوش و حواس باقی نہ رہے۔ اچیت ہو کر گر پڑی۔ کہرام مچ گیا۔ کہ مصیبت پر مصیبت کیسی راجہ جدھشٹر گھبرائے ہوئے آئے۔ گل اندام رانی کو ہرگ چھالے پر لٹا دیا۔ بہت تدبیریں کیں۔ مگر دروپدی کو ہوش نہ آیا۔ راجہ جدھشٹر رو پڑے۔ کہ ہائے راجہ دروپد کی راجکماری پانڈووں کی مہارانی کا یہ حال جس نے زندگی بھر فرش مخمل کے سوا زمین پر قدم نہ رکھا اس کو میری وجہ سے یہ پیادہ روی اور صحرا نوردی کی تکلیفیں۔ تف ہے مجھ پر میں نے جوا کھیل کر سب کو ایسی بلاؤں میں پھنسا دیا۔ میری زندگی پر نفرین ہے۔ ہمراہیوں نے ڈھارس دی۔ کہ گھبرائیے نہیں۔ سب مصیبت کٹ جائیگی۔ ذرا صبر کیجئے۔

دہوس رشی نے اسیو ونت منتر پڑھکر پانی کا ایک چھینٹا دیا۔ تو دروپدی نے آنکھ کھول دی۔ سب کی جان میں جان آئی بھیم سین نے اپنے بیٹے گھٹوت کچ

گویا دُکیا جو ہڈمبا راکشسنی کے بطن سے عالم وجود میں آیا تھا گھٹوت کچ فوراً پہنچا۔ اور ڈنڈوت کرکے درخواست کی۔ کیا حکم ہے۔؟

بھیم سین نے سب کیفیت بیان کی۔ اور کہا منزل سخت ہے۔ اور مہارانی دروپدی کا یہ حال ہے۔ اتنی تکلیف کرو۔ کہ سفر خیریت سے ختم ہو جائے۔

گھٹوت کچ نے سر ادب خم کیا۔ اور عرض کی بھلا میرے ہوتے ہوئے۔ میری ماتا جی کو زحمت ہو ممکن نہیں۔ میں بہت اچھی طرح سے تیرتھ جاترا کرادوں گا۔

ادھیائے ۶۳

گھٹوت کچ اور اس کے ساتھیوں کی مدد سے راجہ جدھشٹر وغیرہ کی بدر کا آشرم میں رسائی۔ درشن وغیرہ کا آنند

گھٹوت کچ اکیلا نہ تھا۔ اور بھی اس کے ہم جماعت اس کے ساتھ تھے۔ جدھشٹر نے دیکھا۔ تو بہت خوش ہو گئے۔ بھیم سین سے بولے۔ کہ سخت جگر بہلین دلاور ہے۔ زبان کا بھی پابند اور دھرم کا بھی عامل راکھشسوں میں اس کا شمار نہیں اب ایشور چاہیگا۔ تو ہم لوگوں کو کسی دقت کا سامنا نہ ہو پائیگا۔

گھٹوت کچ۔ میں کس لائق ہوں۔ جو کچھ کریگا۔ آپ ہی کا اقبال کریگا میں ابھی ماتا مہارانی دروپدی اور نکل وسہدیو جی کو اٹھا کر لے چلوں گا۔ اور میرے ہمراہی دوسرے لوگوں کی خدمتگذاری کریں گے۔ پیشتر سے کیفیت سفر معلوم ہوتی۔ تو کسی تکلیف کا نام نہ ہوتا۔ خیر اب چلیئے۔ کدھر کا عزم ہے۔

گھٹوت کچ نے دروپدی کو اپنے اوپر سوار کیا۔ ساتھیوں نے اور سب کو لادا اور راستے کا دلچسپ نظارہ دکھاتے ہوئے۔ ہوا کی طرح بہت ہی جلد بدر کا آشرم میں جا پہنچے۔ بدر کا شرم کی قدرتی دلچسپیاں دلوں پر موہنی ڈال گئیں۔ درخت ہرے بھرے پھل خوشگوار پھول خوشرنگ۔ طائران خوش الحان نغمہ زن ہری ہری دوب نظر فریب۔ جھرنوں کی بہار لطف خیز۔ جب تپ کی کیفیت دلآویز

سب نے بدری نارائن جی کے درشن کئے۔ قدرتی نظاروں سے آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ دیکھا کہ عجیب خوبی کا مقام ہے۔ اندھیرا بالکل کافور۔ ہر وقت نور ہی نور مچھر نہ مکھی نہ اور حشرات الارض۔ آب و ہوا کی وہ تاثیر کہ نہ بھوک معلوم ہو نہ پیاس لگے۔ یا پھول کی کہیں چھاؤں ہی نہیں۔ یار شی وید پاٹھ کرتے ہیں۔ یا منی جپ تپ +

اہل ریاضت نے جدھشٹر وغیرہ کی خاطر تواضع کی پھل پھول کا پرشاد عطا کیا۔ یہ وہاں سے آگے بڑھے۔ تو جے پربت نظر آیا سنہری بوٹیاں دیکھ کر آنکھیں کھل گئیں۔ پھر بندسر۔ سیتا سو بھاگیرتی تیرتھوں کے درشن اور کنولوں کی بہار اور مرغان خوشنوا کی خوش الحانی سے دل خوش کرتے ہوئے گنگا جی میں نہائے۔ اور مقام پرفضا میں قیام کیا +

ادھیائے ۶۴

دروپدی کی فرمائش سے بھیم سین کا سہسر دل کنول لینے کو گندھمادن پربت کے بن میں گزر۔ ہنومان جی کی وہاں موجودگی مماثلت

راجہ جدھشٹر ۶ دن رات گندھمادن پہاڑ پر بدری کا آشرم میں مقیم رہے تھے۔ ایک ہزار پتوں کا کنول اڑ کر دروپدی کے سامنے آ گرا پھول نہایت خوبصورت تھا۔ دروپدی دوڑ کر اٹھا لائی۔ بھیم سین سے بولی۔ کہ

واہ کیا نفیس اور خوشرنگ کنول ہے۔ ایشور کی قدرت دیکھنا ہو تو اس پھول کو دیکھئے۔ میں جاتی ہوں۔ راجہ جدھشٹر کو دکھاتی ہوں۔ وہ دیکھ دیکھ کر پھڑک اٹھیں گے۔ مگر تم سے بنے تو ایسے ہی پھول اور مجھے لا دو۔ بھیم سین دروپدی کی محویت پر فریفتہ ہو گیا۔ اس نے اپنا گدا اٹھایا۔ اور اسی بن میں پہنچا جس کے پھول نے گل اندام دروپدی کی نرگسی آنکھوں پر جادو ڈال دیا تھا۔ بن

کی خوبی کا کیا کہنا۔ ہر طرف سبزہ زار۔ ہر جگہ پھولوں کی بہار درختوں کی ہری بھری
بیلوں پھلوں کے بوجھ سے جھکی ہوئی شاخوں پر طائران خوش الحان کی چہلیں ہری
ہری دوب سے سبزہ رنگوں کے حسن کو مات کرنے والی سرزمین پر ہرن اور
ہرنیوں کی کلیلیں۔ پہاڑ کی سفیدی مائل اور نیلگوں چوٹیوں کی خوش نمائی مست
ہاتھیوں کی چھتنارے درختوں کے سائے میں خوش خرامی حد نظر تک کیلوں
کی قطار۔ قدرتی سرچشموں کی طرفہ بہار۔ بھیم سین کی طبیعت شگفتہ ہو گئی۔ صاف
وشفاف پانی سے پیاس بجھائی۔ اور نہا دھو کر ایسا گرجے کہ سارا جنگل گونج
اٹھا۔ ہرن اپنی ہرنیوں کو ساتھ لئے آگے پیچھے بھاگے۔ پرندوں نے
اُڑ کر آسمان چھا لیا۔ پہاڑ کی چڑھائی کیلوں کی قطاروں سے بہت دشوار گزار
اور تنگ تھی۔ مہابیر جی نے سوچا کہ کنہروں گندھربوں کے سیر و گلگشت کی جگہ
ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی میرے بھائی بھیم سین کو کچھ دکھ دے۔ یہ سوچکر
آپ نے اپنا قدم بڑھایا۔ اور لیٹ کر اپنی دم کسے دور تک راستہ روک دیا۔ جونہیں
بھیم سین قریب پہنچا۔ ہنومان جی نے دم پھٹکارنا شروع کی۔ اس سے اس زور کی آواز
پیدا ہوئی۔ کہ قریب و دور کے شیر اور ہاتھی دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور بھیم
سین بھی چونک پڑا۔ آنکھیں پھاڑ کے دیکھا تو ایک بڑی بھاری چٹان پر ہنومان
جی پڑے ہوئے دیکھے۔ اس وقت آپ کا جمال مقدس اور ہی تھا۔ بدن کی وہ چمک
وہ چمک کہ بجلی کی آنکھ جھپک جائے۔ گردن چھوٹی کمر پتلی ڈنڈ بلے۔ مضبوط
منہ تنگ۔ زبان لال بیر بہوٹی۔ بھویں ٹیڑھی کمان۔ دانت انار کے
سے دانے موتی کی طرح آبدار۔ چہرے پر کندن کی سی دمک۔ بالوں میں
مبسم جیسے کرنوں میں سورج +

بھیم سین نے نہ پہاڑ سے ڈیل ڈول کا خیال کیا۔ نہ دہکتی ہوئی آگ کے
جسم کا خوف نہ اُسے شناخت ہوئی۔ کہ اس جسامت کا بانر کون ہے۔ وہ
بے کھٹکے نزدیک گیا۔ اور بڑے زور سے گرجا۔ ہنومان نے یونہیں ذرا
آنکھیں کھولیں اور کہا +

ہائے کیسی میٹھی نیند تھی۔ تم ایسے سمجھدار ہو کر یہ نہ سمجھے کہ کوئی ذیروح

سو رہا ہے۔ جگانے میں تکلیف ہوگی۔ ہم بانر اگر دھرم سے ناواقف ہوں۔
تو کچھ بات نہیں۔ مگر تم سے تعجب ہے۔ انسان ہوکر یہ بے رحمی یہ عقل سے
خالی حرکت۔ معلوم ہوا کہ تم کو عقلمندوں سے صحبت نہیں رہی۔ دھرم کی راہیں
نہیں دیکھیں۔ جانداروں کو یوں تکلیف دینا بچوں سے سیکھ لیا۔ پرائی جان پر
ذرا بھی ترس نہیں۔ آخر تم ہو کون۔ نام ونشان یہاں آنے سے غرض
اب کدھر کا عزم ہے۔ آگے تمہیں راستہ نہ ملے گا۔ دیولوک کے راستے
میں تمہاری رسائی کہاں؟ ابھی خیریت ہے۔ امرت پھل کھاؤ۔ اور
چپکے گھر لوٹ جاؤ۔ کہنا مانو۔ نہیں تو خیر نہ ہوگی۔ ہم بھلے کو کہتے ہیں۔ مان
جاؤ گے۔ تو بھلا ہوگا ✦

ادھیائے ۶۵

بھیم سین کی زور آزمائی۔ ہنومان جی سے ندامت و واقفیت حال پر بھیم سین کا انکسار۔ سری رام اوتار کی مختصر سرگذشت

ہنومان جی کی تقریر سے بھیم سین کے کان کھڑے ہوئے۔ جواب دیا چندر
بنسی کشتری ہوں۔ پانڈوؤں میں شمار ہے۔ مہارانی کنتی ماتا ہے ✦
بایو پتر لقب اور بھیم سین نام ہے۔ اب تم کہو کون ہے ✦
ہنومان جی مسکرائے۔ اور کہا!
بانر ہوں اور کیا بتاؤں۔ مگر تمہیں آگے بڑھنے نہ دوں گا۔ خیریت اسی
میں ہے۔ کہ واپس جاؤ۔ ورنہ جان کی خیر نہیں ✦
بھیم سین۔ مجھ پر جو گذرے گا دیکھ لوں گا۔ تم کو پرائی فکر کیا۔ بہتر ہے
کہ راستہ چھوڑ دو۔ کہ میں چلا جاؤں۔ اگر نہ ہٹو گے۔ تو کہے دیتا ہوں۔ کہ پچھتاؤ گے
میں مروت نہ کروں گا ✦

ہنومان جی ۔ میں بیمار ہوں ہلنے کی شکت نہیں۔ اُٹھا نہیں جاتا۔ تم نہیں مانتے۔ تو میں بیٹھا ہوں۔ لانگھ جاؤ ؛

بھیم سین ۔ پرمیشور ہر ذیروح میں موجود ہے۔ پھر کیسے اس کی شان میں یہ گستاخی کروں۔ اگر شاستر سے ناواقفیت ہوتی۔ تو تم کیا۔ مہابیر جی کیطرح پہاڑ اور سمندر سب کو ایک جست میں پھاند جاتا ؛

ہنومان جی ۔ مہابیر کون۔ یہ کس کا نام لیا۔ اس نے سمندر پھاندا یا کیسے آخر وہ تھا کون ؟

بھیم سین ۔ نہایت عقلمند از حد ہوشیار۔ انتہا سے زیادہ شہزور بازوں کے سرتاج۔ بڑے تیجسوی۔ اول درجے کے دھرماں اور میرے بھائی۔ جنھیں ہنومان پتر ہی کہتے ہیں۔ جنہوں نے سری جانکی جی کی تلاش میں سو جوجن کا سمندر چٹکی بجاتے پھاندا تھا۔ ان کے ذکر خیر سے راماین کو فخر ہے۔ جو خوبیاں اُن میں تھیں۔ وہی مجھ میں ہیں۔ تم ایسے کچھ نظر میں نہیں آتے۔ بہتر یہی ہے۔ کہ راستہ چھوڑ دو۔ اور کچھ دم ہو تو تم ٹھونکو۔ قوت دکھا دوں ؛

ہنومان جی نے جس وقت یہ زعم و غرور کی باتیں سنیں۔ تو ہنسی روک کر بولے ؛

بھیا میں بڈھا ہوں۔ مرنے کے کنارے ہو رہا ہوں۔ تم ڈنڈیل جوان مجھ پر عنایت رکھو۔ میں طاقت کی آزمائش سے باز آیا۔ میں ہٹنے کو تیار ہوں۔ مگر ضعف سے ہلنا محال ہے۔ تم رحم کرو۔ اور میری دم ذرا سرکا کر راستہ نکال لو۔ احسان ہوگا ؛

بھیم سین کو طاقت کا گھمنڈ تھا۔ جھک جھک کر دم سرکانے کو بائیں ہاتھ سے زور کیا۔ تو لوہا لگ گیا۔ دم زمین میں چپکی رہی۔ دوبارہ دونوں ہاتھوں کی طاقت صرف کی لیکن بیکار قوت آزمائی ہے۔ منہ تمتما یا۔ ہاتھ شل ہو گئے۔ بدن پسینے پسینے ہو گیا۔ وہ شرمندگی غالب ہوئی۔ کہ آنکھ اوپر نہ اٹھی۔ گردن جھکائے ہوئے زانو سے ادب تہ کیا۔ اور دست بستہ گذارش کی۔

گستاخی معاف کیجئے گا۔ مجھ سے جو کچھ خطا ہوئی۔ وہ نادانستگی سے تھی۔

آپ اپنے بندگانہ الطافت سے فرمائیں۔ کہ دیوتاؤں میں ذات اقدس کا شمار ہے
یا دیوتاؤں گندھرپوں میں میرا دل بولتا ہے۔ کہ آپ ہنومان جی مہاراج ہیں۔
ایشور کیلئے چھپایئے نہیں یعنے صاف صاف بتائیں +

ہنومان جی۔ بتاتا تو نہیں خیر سُن لو۔

میں واقعی ہنومان ہوں۔ پون پتر کیسری نندن۔ انجنی سون وغیرہ ناموں سے
شہرت ہے زمانہ ماضی میں بالی اور سگریو دو بھائی باندروں کے سرتاج اور طاقت
میں شہرۂ آفاق تھے۔ بالی اندر کا اور سگریو سورج کا فرزند تھا سگریو اور مجھ سے
گہری دوستی تھی۔ اور دانت کاٹی روٹی تھی۔ آگ اور ہوا کا تعلق زندگی بھر رہا
ایام جوانی میں دونو بھائیوں میں بگاڑ ہوا۔ سگریو کمزور پڑا۔ بالی سے پیش نہ گئی میں
رکھ موک پربت پر تھا۔ سگریو نے وہیں میرے پاس بود و باش اختیار کی۔ اب
سنیئے۔ اجودھیا میں رام اوتار ہوا۔ راجہ دسرت کی بڑھاپے میں تقدیر جاگی۔
راج گدی کے وقت رانی ککیئی نے ہٹ کی۔ راجہ دسرتھ قول ہار چکے تھے بس
سری رامچندر جی نے بن باس اختیار کیا۔ لچھمن جی اور مہارانی جانکی بھی صحرا نورد
ہوئیں +

ڈنڈک بن میں رونق افروزی کے بعد سیتا ہرن ہوا۔ سری رامچندر جی
مہارانی کی جستجو میں رکھ موک پربت پر تشریف لائے۔ وہاں مجھے درشن نصیب
ہوئے۔ سگریو نے سرنیاز خم کیا۔ بالی مارا گیا۔ باندروں کی فوج جانکی جی کی تلاش
میں سرگرداں ہوئی۔ مگر خدمتگذاری کا سہرا میرے سر رہا۔ میں سمندر پھاندا۔
لنکا جلاکر مہارانی کی خبر لایا۔ اب فوج کشی ہوئی۔ پل بندھا۔ اور مہاراج رامچندر
نے راون ایسے زبردست اور مجسم موت راکشس کو قتل فرمایا۔ بھبھیکن کا
راج تلک کردیا۔ پھر آپ مہارانی کے ساتھ اجودھیا میں واپس تشریف
لائے۔ تخت سلطنت کو زینت دی۔ ایک ہزار برس داد جہانبانی دیکر
سرجو جی میں گپت ہوگئے +

راج تلک کے وقت میں نے مہاراج سے درخواست کی۔ کہ جب
تک عالم موجودات میں آپ کا ذکر خیر رہے۔ اسوقت تک میں بقید

حیات رہوں۔ درخواست منظور ہوئی۔ بر وان کی برکت سے یہاں زندگی بسر کرتا اور گندھرب کنہروں کی زبان سے ذات مقدس کی بیلائیں سنتا رہتا ہوں۔

اے بھیم سین۔ میں نے تمہارا راستہ بے وجہ نہ روکا تھا۔ اول تو وہ کنول ادھر نہیں جس کی تلاش تم کو یہاں کھینچ لائی۔ دوسرے طرف انسان کا گزر ہی نہیں ہو سکتا۔ صرف دیوتا وغیرہ مصروف سیر رہتے ہیں۔ تم آگے جاتے۔ اور وہ کچھ بدو عاوے دیتے۔ یا جان سے جاتے تو مفت زحمت ہی تھی +

ادھیائے ۶۶

بھیم سین کی سری ہنومان جی سے سمندر پھاندنے کے وقت کے سروپ دکھلانے کی درخواست اُن کا عذر اور اسی سلسلے میں جگوں کا بیان ؛

سری ہنومان جی کی زبان گوہر افشان کی تقریر دلپذیر نے بھیم سین کے کانوں کو امرت پلا دیا۔ قدموں میں گر پڑا۔ اور ڈنڈوت کر کے بولا +

مہاراج۔ اس وقت مجھ ایسا خوش نصیب دنیا کے پردے پر نہیں۔ آپ کی جس پر چشم عاطفت ہو۔ جس کو آپ کے قدم دیکھنا نصیب ہوں۔ اس کی سی تقدیر اور کس کی ہوتی ہے۔ آپ کے جمال جہاں افروز نے دل کی آنکھیں کھول دیں۔ اب دل مچل رہا ہے۔ کہ وہ سروپ دیکھ کر جنم سپھل کر دوں۔ جو سمندر پھاندنے کے وقت قدرت کاملہ سے معجز نما ہوا +

ہنومان جی مسکرائے۔ اور زبان فیض ترجمان سے یوں گل افشانی فرمائی۔ کہ وہ دن لد گئے۔ وہ زمانہ اب نہیں۔ اس وقت کے سروپ دیکھنے والی آنکھیں اور تھیں۔ کہاں ست جگ۔ تریتا دواپر۔ کہاں کلجگ کی آمد آمد کا

وقت - تم تو ہوشیار ہو۔ پھر یہ سوال کیسا؟ بھیم سین جانتے ہو۔ کہ ہر جگ میں زمین و آسمان کی کایا پلٹ ہوتی رہتی ہے۔ زمانہ انقلاب سے کچھ اور کا اور ہوتا رہتا ہے۔ میں بھی اب وہ نہیں۔ جو ترییتا میں تھا۔ اجسام فلکی میں بھی زمانے کی آب و ہوا رد و بدل کرتی رہتی ہے۔ میں اب وہ سروپ کہاں سے لاؤں کیونکر اور کس کو دکھاؤں۔ اس لیئے یہ خیال دور ہی رکھو۔ اور باتیں کرو +

بھیم سین ۔ جو ارشاد۔ بہت اچھا۔ اس معاملے کو پھر چھیڑوں گا۔ بالفعل آپ یہ بیان فرمادیں۔ کہ جگوں کی کیا کیفیت رہتی ہے۔ میں یہ اس غرض سے پوچھتا ہوں۔ کہ آپنے کئی جگ آنکھوں سے دیکھ ڈالے ہیں +

ہنومان جی۔ میں بیان کرتا ہوں۔ شوق سے سنو +

پہلا دور ست جگ ہے۔ جسے کرت جگ بھی کہتے ہیں۔ یہ زمانہ دھرم کی پوری عملداری کا ہے۔ ادھرم بالکل مفقود۔ کیا دیوتا۔ کیا گندھرب کنہر جاکش انسان سے لیکر داناؤں تک ایک ہی پرماتما کی پرستش سے سرمایہ سعادت حاصل کرتے ہیں۔ وید ایک ہی تھے۔ سام۔ یجر۔ اتھرو۔ رگ وید۔ کی تفریق نہ تھی۔ خرید و فروخت کا بازار بند تھا۔ چاروں برن جو چاہتے تھے دست غیب سے پاتے تھے کھیتی باڑی کی ضرورت نہ تھی۔ چار آشرموں میں صرف سنیاس ہی کا رواج تھا۔ نہ بیماری۔ نہ کسل بدن۔ نہ غیبت۔ نہ عیب جوئی۔ نہ غرور نہ خود رائی۔ نہ مکر و فریب۔ نہ حسد۔ نہ دروغ بیانی۔ جو کچھ تھا۔ دھرم تھا۔ یا ست۔ سر دیا پک کا بیکر نور سرچشمہ انوار تھا۔ برہمن سے لیکر شودر تک اپنے اصول و فرائض کے پابند تھے۔ ایک ہی دھرم ایک ہی وید ایک ہی منتر ایک ہی طریقہ عبادت تھا۔ دھرم کے چاروں چرن ٹھیک تھے۔ کوئی ناتوان یا دھرم سے غافل نہ تھا +

دوسرا دور تریتا کا ہوا۔ اس کے تین ہی چرن رہگئے۔ اس زمانے میں جگیہ کا رواج اور دان پن کا پورا شوق رہا۔ انسان راستی پسند تھے۔ دلوں میں رحم تھا۔ فرائض عبادت میں غفلت نہ تھی۔ یہ دور گو ست جگ سے گھٹ تھا۔ مگر دھرم کرم میں عام طور پر رغبت رہی +

تیسرا دور دواپر کا معلوم ہی ہے۔ اس میں دھرم کرم وغیرہ میں کمی واقع ہوئی ایک وید کے بدلے چار ویدوں کی اشاعت ہوئی۔ اور پھر بھی لطف یہ کہ اگر کوئی تین وید جانتا ہے۔ تو کوئی دو۔ کوئی ایک۔ اور کوئی ایک بھی نہیں ٭

ست اور دھرم زوال پذیر ہوئے۔ عورتوں مردوں کے خیالات میں اختلافات پیدا ہوئے۔ خواہشات بیجا کا عروج ہوا۔ بیماریوں نے گھر گھیرنا شروع کئے۔ یا تو پہلے ایشور بھگتی سے تپ اور جگیہ ہوتے تھے۔ یا علاج مرض اور حصول خواہشات کی غرض سے جگیہ وغیرہ ہونے لگے۔ جب دھرم کو زوال ہوا پھر اہل دنیا کی بہبود و رفاہ کہاں۔ کبر و نخوت غیظ و غضب نے دلوں میں چھاونی ڈال دی۔ بد افعالیوں کا ظہور ہونے سے بھگوان پورن برہم کا رنگ نیلا پڑ گیا۔ بھوک پیاس وغیرہ کی وجہ سے ذیروحوں کو تکلیفات کا سامنا ہوا جب یہ صورت ہوئی۔ تو اہل دنیا بھی نیستی کی بلا میں مبتلا ہوئے۔ مرادوں کا ملنا دشوار ہو گیا۔ اب کلجگ کی آمد آمد ہے۔ اس میں اور بھی خرابیاں واقع ہونگی کلجگ جس سے جو جا ہیگا۔ کرا کے چھوڑے گا۔ جب انقلاب زمانہ کی یہ کیفیت ہے۔ تو تمہیں میرا اگلا سروپ دیکھنے کی ہوس فضول۔ تمہارے کلیان کے لیئے چاروں جگوں کا مختصر ذکر ہی بہت ہے ٭

ادھیائے ۶۷

ہنومان جی کے جلال جمال بمثال کے درشن سے بھیم سین کی حیرت مہاراج موصوف کا کشتریوں کیلئے اپدیش

جگوں کا حال ختم ہونے پر بھیم سین نے ہنومان جی کے قدموں پر سر جھکایا۔ اور بڑے عجز و انکسار سے عرض کی۔ کہ

مہاراج کیا عرض کروں۔ آپ کا وہ سروپ دیکھے بغیر دل نہیں مانتا۔

ایشور کے واسطے ایک نظارہ دکھا دیجیئے۔ آپ کی قدرت کاملہ اور نظر ترحم کے ہوتے مجھے جمال مقدس دیکھنے کی تاب نہ ہو ممکن نہیں۔ آپ جو چاہیں۔ وہی ہو سکتا ہے۔

مہابیر جی نے بڑی منت وسماجت پر بڑی توجہ سے نظر کی۔ اور سروپ بدلا۔ اس وقت ان کی جسامت اور قدوقامت نے گندھاون پربت کا سر نیچا کر دیا۔ آنکھیں سرخ سرخ جیسے دہکتا ہوا انگارہ۔ بھویں قوس قزح کی طرح خمیدہ چہرے کا جلال وہ کہ آنکھ ٹھیرنا مشکل معلوم ہوتا تھا۔ کہ پہاڑ پر ایک اور پہاڑ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔ کیلے کے تمام درخت چر مرا گئے۔ دم لپیٹ کر دونوں زانو ہو بیٹھے۔ تو چاروانگ عالم میں نور ہی نور برس گیا۔ بھیم سین انوار تجلی پر نظر نہ جما سکے۔ پلکوں نے آنکھوں پہ پردہ ڈال دیا۔

ہنومان جی ہنسے۔ اور کہا۔ کہ

بس اتنے ہی میں گھبرا گئے۔ کہیں میدان جنگ کا سروپ دیکھو تو جانے کیا حال ہو بھیم نے عرض کی۔ کہ

آپ کے سروپ پر نگاہ نہیں ٹھیرتی۔ آپ کی قدرتوں کا ٹھکانا نہیں تو حیران رہگیا۔ کہ یہ صورت یہ ڈیل ڈول جس پر سایہ بھی پڑ جائے۔ اس کی ہڈیاں چکنا چور ہو جائیں۔ انسان کیا پہاڑ بھی ہو تو سرمے کی طرح پس جائے۔ لیکن ایک حیرت بڑی بھاری ہے +

ہنومان جی۔ وہ بھی کہہ ڈالو دل میں نہ رکھو +

بھیم سین۔ جب آپ میں ایسی قدرت ایسی طاقت تھی۔ تو ہزاروں زحمتیں اُٹھانا کیوں منظور کیں۔ راون آپ کی ایک ادھ جھڑ بھی تو نہ سہہ سکتا +

ہنومان جی۔ بیشک راون کچھ مال نہ تھا میں ہر وقت مسل سکتا تھا۔ مگر نہیں اس سے مہاراج رامچندر جی کے دست قدرت کی شہرت نہ ہوتی۔ اچھا خیر اب تم جاؤ۔ کنول لے آؤ۔ پون جی تمہارے محافظ ہیں۔ کچھ خوف کی بات نہیں پہلے سوگندھک بن ملیگا۔ پھر کوبیر کا باغ۔ باغ میں جکشوں اور گندھربوں کا پہرا ہے۔ اُن سے ادب کے ساتھ پیش آنا۔ دیوتا عاجزی پسند کرتے ہیں۔ اس لئے منت وسماجت سے کام لینا۔ پھول مل جائیگا۔ جلدی کروگے۔ تو خرابی ہوگی۔

سراہ کر قدم چھو لئے۔ ہنومان جی کے دل میں ایک خاص جوش پیدا ہوا۔ ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ بھیم سین سے کہا۔

بھائی بس اب گھر جاؤ۔ یہاں آنے کا حال کسی سے نہ کہنا۔ جب کوئی کام پڑے۔ تو میری یاد فائدہ دے رہیگی۔ جب سے میں نے تمہارا جسم چھوا۔ میری چشم دل میں بھگوان رامچندر کی موہنی تصویر پھر گئی۔ واہ کیا سروپ ہے۔ کیا جلوہ نور بیان نہیں ہو سکتا۔ چلو اس درشن کا بھی پھل تم پا گئے۔ اب جس چیز کی ہوس ہو مجھ سے بیان۔ اگر دھرتراشٹ کے نالائق بیٹوں کی سزا منظور ہو تو ابھی ہستناپور جاؤں سب کو خاک پہ سلاؤں۔ طبقے کا طبقہ الٹ ڈالوں +

بھیم سین کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ آپ کی قدرت سے کوئی بات بعید نہیں۔ آپ کا سا حامی و مربی جب ہم سب پر مہربان ہے۔ تو ہمیں کس کا ڈر کس بات کی خواہش۔ آپ کا جس وقت دھیان کرلیں گے۔ تو دشمنوں کا مار لینا کیا مشکل ہے۔

ہنومان جی۔ تم بھی پون پتر ہو۔ میں بھی پون کمار۔ اس رشتے کا لحاظ مجھے ہر وقت رہے گا جس وقت معرکہ جنگ میں تم کڑکو گے۔ تو میری شیر کی سی گرج بھی ہم آواز ہو کر دشمنوں کے پتے پھاڑے گی۔ ارجن کی دھجا کو مجھ سے زینت رہیگی۔ تم جیتوگے دشمنوں کا نام و نشان باقی نہ رہے گا۔ اچھا لے اب رخصت + اتنا سنتے ہی بھیم سین دیکھتا ہے۔ تو ہنومان جی ندارد۔ آنکھیں ڈھونڈتی رہگئیں +

ادھیائے ۶۹

بھیم سین کی منزل مقصود پر رسائی راستے کے دلچسپ نظارے

بھیم سین نے وہاں سے قدم اٹھایا۔ مہابیر جی کے بتلائے ہوئے راستے پر چلے۔ تو گندھ مادن پربت کے جنگلوں اور چشموں کی بہار کچھ عجب دلاویز دیکھی ہر جگہ ہاتھیوں کے جھنڈ۔ ہرنوں کا ہجوم۔ ہر ایک اپنی کلیلوں میں مست پہ خدول

کو جھیلوں سے کام ندی پید سائی ہوئی۔ تو ہنس ہی ہنس دل لبھاتے ہوئے نظر آئے۔ سنہری رنگ کے کنولوں نے دل کا کنول کھلا دیا۔ صاف شفاف پانی رواں تھا۔ کوبیر کے باغ میں جو بن پر چار طرف جھرنے راچھسوں اور جکشوں کا پہرا نیلے اور سنہری کنولوں کی دلفریب خوبصورتی۔ بھیم سین کو اس پُر فضا مقام کے قدرتی نظارے سے دروپدی کی یاد آ گئی۔ جھرنے دیکھ کر منہ میں پانی بھر آیا۔ دو گھونٹ پیئے۔ تو قدرتی مزہ آ گیا کلیجہ تر ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ امرت کے نیچے اُترا ہے۔ وہیں شگفتگی اپنی بہار دکھا رہی تھی۔ سُرخ سُرخ یاقوت کے ہم رنگ کنولوں سے شفق شام گردی تھی۔ بھیم سین کو آتے دیکھ کر پہرے والوں کو حیرت ہوئی۔ کہ یہ شخص کون ہے۔ بدن پر مرگ چھالا۔ بازو پر جڑاؤ جوشن۔ گلے میں موتیوں کے ہار۔ ہتھیار سب ساتھ۔ اس کے یہاں آنے کی وجہ۔ کچھ راکھس اس طرف دوڑ آئے۔ دریافت کیا۔

کون ہو۔ کیا کام ہے۔ فقیرانہ لباس پر یہ سلاح جنگ کیسے؟

اُدھیائے

کنول کے جنگل میں بھیم سین اور راچھسوں کی لڑائی بھیم سین کی فتح کنولوں کی دستیابی

بھیم سین نے راچھسوں کے سوال پر جواب دیا۔ کہ

راجہ جدھشٹر کا قوت بازو ہوں۔ سب بھیم سین کہتے ہیں۔ ہم سب بدر کا آشرم میں قیام پذیر تھے۔ کہ اس طرف سے کنول کا ایک سہسر دل پھول وہاں جا گرا۔ مہارانی دروپدی میری دھرم استری ہے۔ اس نے پھول بہت پسند کیا۔ اور مجھے ایسا ہی پھول لانے کی فرمائش کی۔ چنانچہ ایشور نے یہاں پہنچا دیا۔ صرف پھول لے جانا مقصود ہے۔

راچھس۔ جانتے ہو۔ یہ مقام کس کی سیر گاہ ہے۔؟ مہاراج کوبیر جی کی یہاں پر ندید

نہیں مار سکتا ہوا کا بھی گزر نہیں۔ جگبش اور دیو رشی کیا دیوتاؤں کی بھی مجال نہیں۔ کہ پانی کا چلو منہ سے لگالیں۔ اگر کوئی بھولا بھٹکا آجاتا ہے۔ تو موت پیچھا نہیں چھوڑتی۔ تم کہاں بھول پڑے۔ پھول پانا کیسا۔ دیکھنا بھی ممکن نہیں۔ ہاں کو بیر جی اجازت دے دیں۔ تو یہ اور بات ہے۔ اگر ان کی خلاف مرضی جرأت کی تو جان سے ہاتھ دھوئے بغیر مفر نہیں +

بھیم سین۔ دھی سست گواہ چست۔ کو بیر جی کہاں ہیں۔ اُن کا حکم دکھاؤ دوسرے مجھے ان کی اجازت سے غرض۔ کیا یہ مقام ان کا بسایا خریدا ہے۔؟ کو بیر کا یہاں کچھ اجارہ نہیں۔ جو اُن کو استحقاق حاصل ہے۔ وہی دوسروں کو پھر میں کیوں اُن کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں؟

راچھس۔ واہ واہ! یہ غرے ڈبے۔ پرلئے بقچے پر جھینگر جڑھ بیٹھا کہنے لگا۔ کہ بقچہ میرا ہی ہے۔ اچھے آئے۔

بھیم سین۔ تو میرا آنکھیں کھول دوں۔ لو دیکھو سیر دکھاتا ہوں۔

یہ کہکر بھیم سین نے ایک دوڑ ماری۔ تو بس کنولوں کے پاس ہی تھا۔ راچھس آگ بگولا ہو کر جھپٹے۔ ڈانٹا کہ خبردار آگے نہ بڑھنا۔ نہیں تو بُری ہوگی +

بھیم سین۔ جاؤ ہوا کھاؤ۔ مرد ہو تو روک لو +

اب کیا تھا راچھس ہتھیار لے کر جھپٹ پڑے۔ بھیم سین نے بھی گدا اٹھایا۔ مار دھاڑ شروع ہوئی۔ گدا جس پر پڑتا ہڈی پسلی چور کر دیتا۔ راچھسوں کے ہتھیار کچھ نہ بنا سکتے تھے۔ لاش پر لاش گرتے دیکھ کر راچھسوں کے جی چھوٹ گئے۔ سر پر پاؤں رکھکر بھاگے۔ جس کا جدھر سینگ سمایا۔ جان بچا گیا۔ کچھ کو بیر جی سے روتا ہوئے سرگذشت سنائی۔ حکم ہوا کہ

بھیم سین سے لڑنے بھڑنے کی ضرورت نہیں۔ شوق سے پھول لے جائے۔

راچھس اپنا سا منہ لیکر رہ گئے۔ بھیم سین کے پاس آئے۔ عرض کی۔

آپ کو کنول لے جانے کی اجازت ہو گئی۔ کو بیر جی خوشی سے حکم دیتے ہیں +

بھیم سین۔ ان کی عنایت۔ تم سب کی مہربانی۔ یہ کہکر بھیم سین نے چوٹی

راجہ جدھشٹر۔ خیر جو کچھ ہوگیا۔ وہ تو ہوگیا۔ آئندہ سے ایسی خونریزی نہ کرنا زیادہ غصہ ٹھیک نہیں +

یہ فرماکر انہوں نے پھول لے لیئے اور دروپدی کو دے کر سب ہمراہیوں کے ساتھ پشکرنی کی سیر سے دل بہلانے لگے۔ اتنے ہی میں بہت سے راکھس حاضر ہوئے۔ راجہ جدھشٹر نے سب کی آؤ بھگت کی اور وہیں ٹھہر کر ارجن کے انتظار میں چشم براہ رہنے لگے +

ادھیائے ۲۷

جٹاسر دیت کی برہمن کے بھیس میں شرارت۔ راجہ جدھشٹر دروپدی وغیرہ کو لیکر فراری بھیم سین کے ہاتھ سے قتل

راجہ جدھشٹر پشکرنی اور کنول بنی کی سیر سے بہت محفوظ ہوئے۔ جوش مسرت سے بھائیوں سے بولے۔

ہم لوگ کیسے خوش نصیب ہیں۔ کہ تمام متبرک و مقدس تیرتھوں کے درشنوں سے جنم سپھل کرنے کا موقع حاصل ہوا۔ جہاں دیوتاؤں کی رسائی دشوار ہے۔ وہاں ہم پہنچیں۔ ایشور کی خاص مہربانی اور تقدیر کی رہنمائی ہے اب مجھے خواہش ہے۔ کہ کوبیر پوری کی کیوں ہوس باقی رہے۔ راجہ جدھشٹر نے جو ہیں منشائے خاطر کا اظہار کیا۔ یہ صدائے غیب سنائی دی۔ کہ

کوبیر پوری کا عزم فضول ہے۔ وہاں رسائی محض ناممکن۔ بدر کاشرم کا راستہ پکڑو۔ وہاں پہنچنے پر برکھ پوریا کی سیر کرنا۔ بڑا عمدہ مقام ہے۔ باکمال لوگ ہیں نظر آئیں گے۔ اس سے آگے ارشٹ سین کی تپیا سگاہ ملیگی۔ قابل دید ہے +

اس آکاش بانی پر سب نے کان لگا دیئے۔ غور سے سنا پھر دیکھا تو پھولوں کی بارش ہو رہی ہے۔ خوشبو سے بسی ہوئی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے دماغ معطر اور دل ہرا ہوگیا۔ دھوم رشی بولے :-

بس خاموشی سے چلے چلو۔ ٹھیرنے کا موقع نہیں۔ آواز غیب کی تعمیل واجب ہے +

راجہ جدھشٹر وغیرہ نے اسی وقت وہاں سے بدریکاشرم کی راہ لی۔ پہنچے تو ایک تازہ شگوفہ کھلا۔ گھٹوت کچ کے ہمراہی راچھسوں سے ساز کرکے جٹاسر نامی راچھس برہمن کے بھیس میں یہاں آیا۔ اور لیاقت کا کرٹ کا سناتا ہوا برہمنوں کی منڈلی میں شامل ہو گیا۔ غرض یہ تھی۔ کہ پانڈووں کے ہتھیار ہتیاکر دروپدی کو اڑالے جائے۔ کسی نے بہروپ نہ پہچانا۔ سب سمجھے۔ کہ برہمن ہے۔ چنانچہ راجہ جدھشٹر نے بھی اچھی طرح خاطر تواضع کی۔ ایک روز راجہ جدھشٹر نے گھٹوت کچ کو رخصت کیا۔ سب ساتھی۔ راچھس اس کے ہمراہ گئے۔ بھیم سین شکار کھیلنے چلا گیا۔ قیامگاہ پر صرف جدھشٹر رہ گئے۔ اور دروپدی سہدیو اور نکل۔ باقی ہمراہیوں میں سے کوئی اشنان کو گیا۔ کوئی پھلوں پھولوں کی تلاش میں جٹاسر نے خالی موقع پاکر اصلی صورت ظاہر کی۔ اور جدھشٹر دروپدی وغیرہ کو اٹھا کر وہاں سے چلتا ہوا سہدیو تو تلوار گھسیٹ کر قابو سے نکل بھاگا۔ اور آواز دیتا ہوا بھیم سین کی تلاش میں چلا۔ یہاں دروپدی وغیرہ مصیبت میں مبتلا رہے۔ راجہ جدھشٹر نے کہا +

اے بے ایمان راکشس ہم لوگوں کے لے جانے سے تیرا کیا فایدہ ہوگا۔ جانور تک کچھ دھرم کا خیال کرتے ہیں۔ مگر تو اُن سے بھی بدتر ہے۔ رعیت پرور راجوں کے ساتھ یہ بدسلوکی سخت گناہ ہے۔ تو نے میرا نمک کھایا۔ اور پھر مجھ ہی سے نمک حرامی۔ جس پتل میں کھانا۔ اسی میں چھید کرنا +

راجہ جدھشٹر نے اس طرح بہت سمجھایا۔ مگر راچھس کان میں تیل ڈالے رہا۔ راجہ جدھشٹر نے کہا۔ اچھا ذرا سا دھرم کا کرشمہ دیکھ۔ یہ کہکر بدن ایسا بھاری کر لیا۔ کہ اس کے قدم بوجھل ہو گئے۔ تیزی سے چل نہ سکا۔ ادھر سہدیو یہ کہتا ہوا۔ نکلا کہ بھائی صاحب گھبرائیگا نہیں۔ آتا ہوں کھتریوں کیلئے لڑائی سے منہ موڑنا درست نہیں۔ یا دشمن کے ہاتھ سے قتل ہو یا غنیم کو جیت کرے آواز ہی کے ساتھ سہدیو وہاں آپہنچا۔ اور لڑائی شروع ہوئی۔ پکڑ دھکڑ ہونے لگی کبھی راچھس سہدیو کو آگے پکڑ لاتا تھا کبھی سہدیو اُسی پر چڑھاتا تھا دونوں طرف

گھونسے چل رہے تھے اور ہاتھیوں کی سی ٹکریں لڑ رہی تھیں اتنے ہی میں بھیم سین آ پہنچا۔ جدھشٹر وغیرہ کی جان میں جان آئی۔ بھیم سین نے آتے ہی ڈپٹا کہ

او بدمعاش جاتا کہاں ہے تیری موت آگئی پہلے میں نے برہمن کے بھیس کی رعایت کی تھی۔ ورنہ کب کا ختم کر دیتا یہاں ایسے بہروپ صورت دیکھتے ہی پہچان لیتے ہیں۔ یہ نہ سمجھ کہ بھیم سین کی نظر بھی دھوکا کھا گئی تھی اچھا لے اب سنبھل۔ راچھس ایک پہاڑ رکھا ہوا تھا۔ اُس نے نہ معلوم کتنے پہلوان مارے پچھاڑے تھے۔ وہ بھی پینترے بدل کر کھڑا ہو گیا اور لڑائی ٹھہر گئی۔ وار پر وار ہونے لگے اس مار پیٹ میں جدھشٹر وغیرہ اس کے پنجے سے چھوٹ کر چل ہٹے تھے کہ نرغہ کر دیں مگر بھیم سین نے کہا۔

کوئی تکلیف کی ضرورت نہیں میں اسے اکیلا کھا جاؤں گا۔ اس میں جان ہی کیا ہے۔ راچھس ہلکا ہوا تو اور بھی شیر ہوا برابر کی چوٹیں چلنے لگیں گھونسوں سے مطلب نہ نکلا تو درختوں کی مار شروع ہوئی۔ درختوں سے جی بھر گیا تو کشتی کی ٹھہری خوب زور ہوئے کوئی داؤں پیچ اٹھ نہ رہا لڑتے لڑتے بہت دیر ہو گئی تو راچھس کا دم پھول گیا سانس اُکھڑنے لگی بھیم سین نے ہاتھ اٹھایا اور گدے سے زمین پر پٹک کر ایسا گھسا دیا کہ ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ گردن پر وہ تُلا ہوا ہاتھ پڑا کہ تسمہ نہ لگا رہا۔ راچھس کے مرتے ہی شور تحسین و آفرین بلند ہوا بھیم سین نے راجہ جدھشٹر سے عرض کی کہ ع

آپ کے اقبال نے فتح پائی مبارک

راجہ جدھشٹر نے کہا شاباش زندہ باش

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند
بردست و بازوے ہمت تو ملک آفریں کنند

ادھیائے ۳۷

سویت پربت اور مالونت پربت کی جاترا۔ ارشٹ سین

وغیرہ رکھیشروں کے درشن

قتل ہو گیا۔ بلائے بے درمان سے نجات ہوئی۔ سب لوگ بدر کا شرم میں رہنے لگے ارجن کے انتظار میں راجہ جدھشٹر کی بےچینی بڑھتی جاتی تھی وہ کہتے تھے کہ پانچ برس گزرنے میں اب کچھ دن ہی رہ گئے ہیں۔ مگر ارجن کا پتہ نہیں انتظار کی حد ہو چکی۔ انہوں نے سب سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ یہاں رہیں کہ سویت پربت پر جا کر انتظار کریں۔ سب نے سویت پربت ہی کی صلاح دی اور قافلہ وہاں سے روانہ ہوا راستے میں جو تیرتھ پڑا اس کے درشن کئے مقدس ندیوں میں اشنان کیا برکھ پروا ایک بڑے بزرگ راج رشی تھے وہاں رسائی ہوئی تو انہوں نے بڑی خاطر و مدارات کی بڑی محبت سے مہمان رکھا۔ راجہ جدھشٹر بہت ممنون ہوئے سب ہمراہیوں کو اُن کے سپرد کر کے خود ساتویں روز بھائیوں اور دروپدی کے ساتھ او نرت کی سیر کو روانہ ہوئے راج رشی بڑے خلیق اور مہمان نواز تھے کچھ دور تک ساتھ گئے۔ راستہ بتا کر واپس آئے۔ راجہ جدھشٹر چلے تو جنگل کی بہار دنیا سے نرالی دیکھی۔ پھل چکھے تو روح خوش ہو گئی پھول سونگھے تو دماغ معطر ہو گیا۔ سبزہ زار سے طبیعت ہری ہو رہی تھی۔ جھرنے دل کو لبھا رہے تھے پہاڑوں کی چوٹیاں چاندی سونے سے منڈھی اور جواہرات سے جڑی نظر افروز تھیں۔ ایک طرف ہرنوں کے غول ہری ہری دوب چر رہے تھے دوسری طرف شیر و پلنگ بپھر رہے تھے۔ نیل گائیں۔ سر اگائیں۔ ارنا بھینسے چیتل تیندوے ہزاروں قسم کے جانور گھومتے تھے۔ اونچے اونچے چھتنارے درخت جنبش باد بہار سے مستوں کی طرح جھومتے تھے۔ اس سیر کی دلچسپی نے گندھ مادن کی ایک دوسری چوٹی سے مالیونت پر پہنچا دیا۔ یہ چوٹی نہایت خوشنما اور گندھربوں کنہروں وغیرہ کی تفریح گاہ ہے جس طرف دیکھئے ہزار ہا رنگ کے پھول جدھر کان لگائیے مرغان خوش الحان کی دلکش آوازیں ہزاروں قسم کے میوہ دار درختوں کا گننا دشوار۔ ہر درخت کے پھل کا ذائقہ خوشگوار تالابوں میں جانوران آبی ذوق و شوق میں محو۔ درختوں پر

رنگ رنگ کے پرند اپنی دھن میں مست یہاں کرشن رشی کا آشرم تھا۔ رشی جی نے وہ ریاضت شاقہ کی تھی۔ کہ ہڈیوں کا مالا ہو گئے تھے۔ گوشت کا نام نہ تھا۔ راجہ جدھشٹر وغیرہ ساشٹانگ ڈنڈوت کر کے وہاں پہنچے۔ بوڑھے رشی کو بھی دھیان پایا۔ ارشٹ سین رشی صورت دیکھتے ہی پہچان گئے۔ کہ پانڈو درشن کو آئے ہیں۔ انہوں نے کہا۔

راجہ جدھشٹر آپ کو بڑی مصیبت سے سامنا ہوا۔ مگر واہ رے استقلال دھرم سے ذرا دل اُچاٹ نہیں۔ پابندی قول بدستور قائم ہے۔ بزرگوں کی عقیدت مندی میں ذرا کمی نہیں۔ کہاں صحرا نوردی کی تکلیفیں اور کہاں دھرم کا جوش آفرین بزرگوں کے دھرم کو مصیبتوں میں قائم رکھنا۔ کار ے دارد۔ مگر تم نے مشکل کو آسان کر کے دکھا دیا۔ پتر لوک میں بزرگوں کی یہی خواہش رہتی ہے۔ کہ ان کے بیٹے پوتے ایسے ایسے نیک کام کریں۔ کہ ان کی روح خوش ہو۔ اگر اولاد نیک ہوئی۔ تو ان پر سو ٹکے پر سو دے کی کہاوت سچ ہوتی ہے۔ جو لوگ باپ ماں گرو اگن دیو اور آتما کو ذرا سی بھی دکھ نہیں دیتے خوش رکھتے ہیں۔ ان کے برابر دوسرا خوش نصیب نہیں۔ لوک میں بھی ان کا اعزاز پرلوک میں بھی ان کا شرف دونوں ان کے مطیع۔

راجہ جدھشٹر میں کسی لائق نہیں۔ آپ کے چرنوں کی برکت سے جو کچھ شد بد ہو سکتا ہے۔ کرتا ہوں۔ آپ کے چرنوں کے درشن نصیب ہوئے اس لیے جو کچھ فرمایئے بجا ہے۔

ارشٹ سین رشی۔ ابھی آپ نے یہاں دیکھا ہی کیا ہے۔ اس پربت پر ایسے ایسے کامل رشی ہیں۔ کہ بائید شاید کوئی پون اہاری ہے۔ ہوا کھانے کے سوا معلوم ہی نہیں۔ کہ زبان کا ذائقہ کیا ہوتا ہے۔ کسی میں وہ قدرت ہے۔ کہ اکاش کی ہوا کھائے اور جہاں چاہے۔ وہاں دم بھر میں پہنچ۔ یہاں گندھرب جی بھی آیا کرتے ہیں۔ دیوتاؤں گندھربوں اور کنّروں کا تو گھر ہی ہے۔ پہاڑیوں کے جوڑوں سے بڑے خوش آواز باجوں کی آواز دلوں کو کھینچتی ہے۔ کبھی بین مردنگ سن لیجئے۔ کسی وقت بھیری ڈھول وغیرہ آپ بھی یہاں ٹھیر کر ہا سے۔

سنیں۔ دیوتاؤں مہاتماؤں کو چلتے پھرتے دیکھیں۔ انسانی آمدورفت کی حد بس یہیں پر ختم ہے۔ آگے کوئی جائے۔ تو راچھس آہنی سیخوں سے بھونک ڈالیں۔ کوبیرجی کی آمدورفت یہاں رہتی ہے۔ مہاتما لوگ جو عجائبات۔ یہاں دیکھتے ہیں۔ دوسرے کو دیکھنا نصیب نہیں۔ پھل ایسے لذیذ ایسے خوشگوار کہ امرت مات۔ کچھ دنوں اسی پربت پر قیام کیجئے۔ اور سمجھ لیجئے۔ کہ اقبال چمکنے کے دن قریب آ گئے ÷

ادھیائے ۴۷

پانڈوں کو گرڑجی کے درشن۔ دروپدی کی فرمائش بھیم سین کی روانگی۔ کوبیرپوری میں رسائی۔ راچھسوں سے جنگ منی مان راچھس کا قتل

راجہ جنمیجے کے سوال پر مشیم پائن پانڈوؤں کی بودوباش۔ اشتغال اور خورد نوش کا یوں ذکر کرتے ہیں۔ کہ ہردوار سے چل کر ان کی بسر اوقات ہرن کی شکار پر تھی۔ یا جنگلی اور پہاڑی پھلوں پر گھندمادن کے سے شیریں اور لذیذ پھل پھول دنیا کے پردے پر نہیں۔ دوران سفر میں لومس رشی اور دھوم رشی کبھی کوئی کتھا سناتے تھے۔ کبھی کوئی اتہاس۔ کسی وقت تیرتھوں کا ذکر تھا۔ تو کسی موقع پر دھرم کے معاملات کی تشریح و توضیح۔ گندھمادن پربت پر پانچویں برس رسائی ہوئی تھی۔ یہاں انہوں نے جو کچھ دیکھا حیرت بخش تھا۔ ارسٹ سین رشی کے آشرم میں قیام کرنے پر ایک روز کیا دیکھتے ہیں۔ کہ گرڑجی ایک اژدہے کو لئے ہوئے آ گئے۔ اس کا سن اس طرح چمکتا تھا جیسے آسمان پر اور نمائش کا چاند گرڑ جی نے اُسے نوش جان کیا ہی تھا۔ کہ درخت اکھڑ اکھڑ کر زمین پر گرنے لگے۔ اور کچھ پھول اڑے۔ تو پانڈوؤں کے پاس آ گرے۔ پھولوں کی خوشنمائی کا کیا

ادھیائے ۵

راجہ جدھشٹر کی واقعہ جنگ سے آگاہی۔ بھیم سین کو فہمائش راچھسوں کی کوبیر جی سے فریاد۔ اُن کی تشریف آوری راجہ جدھشٹر وغیرہ سے ملاقات اظہار خوشنودی!

راجہ جدھشٹر پہاڑ کی کھوہ میں تشریف فرما تھے۔ مہارانی دروپدی بھی پاس تھی۔ بھائی بھی ساتھ۔ دفعتہً شور و غل سے کان کھڑے ہو گئے۔ دیکھا تو بھیم سین ندارد۔ نکل سہدیو کو ساتھ لے کر آواز پر چلا۔ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھا۔ وہاں سے بھیم سین کی صورت نظر آئی۔ جس کے چہرے کا جلال اندر کو اور گدا بجر کو شرما رہا تھا۔ آس پاس لاشیں خبر دے رہی تھیں۔ کہ سخت خونریزی ہوئی ہے۔ راجہ جدھشٹر نے آواز دی۔

بھیم سین۔ تم یہاں کہاں۔ افسوس تم نے کہنا نہ مانا۔ پھر اتنوں کا خون سر پر لیا۔ راجوں کو ایسی خونریزی کبھی مناسب نہیں۔ کوبیر جی کو خبر ہو تو کیسی ٹھہرے؟

بھیم سین نے ذرا گردن نیچی کر لی۔ اور راجہ جدھشٹر وغیرہ کی نظر کوبیر جی کے محل کی خوشنمائی پر جم گئی۔ کوبیر جی دولت سرا میں تھے۔ زخمی راچھس روتے پیٹتے پہنچے۔ دہائی دی۔ کہ

مہاراج! ایک آدمی نے ہمارے بہت سے ہمجنس اور آپ کے وفادار سپاہی خاک و خون میں ملا دیئے۔ اور تو اور منی مان کی بھی جان لے لی۔

کوبیر جی بھیم سین کا یہ دم داعیہ۔ یہ زعم۔ میرے آدمیوں کی خونریزی ایک تبہ طرح کیا دی اور بھی چیتے تیز ہو گئے۔ اچھا جلد رتھ تیار کراؤ۔ حکم کی دیر تھی۔ رتھ سامنے آ کھڑا ہوا۔ رتھ کیا تھا مشرق انوار تھا۔ گھوڑے صبا رفتار عقاب کی طرح فلک پرواز۔ یہ اڑے تو رتھ سے طرح طرح کے باجوں کی خوش کن آواز۔

آکاش میں گونج گئی۔ پہیوں کے ہر چکر میں "جے کوبیر جی" کا نعرہ بلند ہوتا تھا۔ کوبیر جی رتھ پر تھے۔ جلو میں دیوتا۔ اور گندھرب پانڈووں کے دیکھتے دیکھتے رتھ تماشائیوں کی آنکھوں میں چکاچوند ڈالتا ہوا۔ وہیں آموجود ہوا۔ جہاں سے راجہ جدھشٹر بھیم سین کو دیکھ رہے تھے۔ راجہ جدھشٹر سمجھ گئے۔ کہ کوبیر جی یہی ہیں۔ اُن کو اندیشہ ہوا۔ کہ شاید کچھ عتاب نہ ہو۔ اس خیال سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور بڑے ادب سے ڈنڈوت کی۔ کوبیر جی رتھ سے اُتر پڑے۔ اور لسبوکرما کے تیار کردہ جواہرات سے مرصع۔ پشپک بوان پر رونق افروز ہوئے۔ بھیم سین زخمی تھا۔ مگر بے پرواہ۔ یہ بھی روبرو حاضر ہوا۔ بازو پر مرصع بازوبند طلائی جوشن گلے جواہرات کے ہار۔ دوش پر مرگ چھالا۔ ہاتھ میں تیر و کمان کوبیر جی نے بھیم سین کیطرف دیکھا چہرے پر خفگی کے آثار نہ تھے۔ جدھشٹر سے بولے۔

کہ آپ لوگ کچھ خیال نہ کریں۔ جو شدنی تھا ہوا۔ بھیم سین سے ناراضگی فضول۔ ان کی موت ہی بھیم سین کے گدا سے تھی۔ آپ سب شوق سے یہاں قیام کریں۔ کوئی مزاحمت نہ کرے گا بھیم سین نے رانی دروپدی کی خاطر سے راچھس قتل کئے۔ اس اظہار طاقت سے میں اس واسطے زیادہ خوش ہوں۔ کہ آج اگست جی کی بددعا کا اثر زائل ہوا۔

راجہ جدھشٹر۔ آپ کو کیسا سراپ مجھے بڑی حیرت ہے۔

کوبیر جی۔ کیش دلی کی سبھا میں جاناتھا یسب لاؤ لشکر ساتھ شاہی ڈنکے بج رہے تھے۔ جونہی جمناجی کے کنارے پہنچے۔ منی مان نے اوپر سے تھوکا۔ تھوک اگست رشی کے منہ پر پڑا۔ جو سورج سے آنکھ لڑائے۔ دونو ہاتھ اٹھائے تپ میں مصروف تھے۔ اگست جی کو اس گستاخی پر سخت طیش آیا۔ بددعا دی کہ منی مان اور اس کے ہمراہی ایک انسان کے ہاتھ سے قتل ہوں۔ کوبیر جی کی آنکھوں کے سامنے میرا یہ ترک ادب وہ بھی کان کھول کر سنیں۔ جب تک منی مان کے قاتل کا درشن نہ کریں گے تب تک سراپ سے نجات نہ ملیگی۔ چنانچہ شکر ہے۔ کہ بھیم سین کو دیکھ لیا۔ بددعا سے نجات ملی منی مان گستاخی کی سزا پاگیا ہر روز کے ضغطے سے جان بچی ۰

ادھیائے ۷۶

کوبیرجی کی بزرگانہ نصیحتیں بھیم سین کو فہمایش کے بعد دعائیں

کوبیرجی سرآپ کی سرگذشت ختم کرکے ذرفشاں ہوئے۔ کہ

راجہ جدھشٹر آپ کو دھرم سے الفت ہے عقل وفہم میں طاق ہیں۔ پھر بھی میں کچھ سمع خراشی کرتا ہوں۔ سنیئے اور یاد رکھیئے۔ شنیدہ اثرے دارد حصول مقصد کے پانچ ذریعے عقلمندوں نے بتائے ہیں :-

۱۔ تکلیف اور مصیبت میں گھبرانا فضول۔ استقلال لازمی ❖

۲۔ عقل وفراست کی پیروی ❖

۳۔ قوت کا اظہار ❖

۴۔ معقول تدابیر سے چارہ جوئی ❖

۵۔ ہوائے زمانہ کی شناخت ❖

ودرہ ست جگ میں ہر ایک مستقل مزاج تھا بے سوچے سمجھے کام کرنے والے نہ تھے۔ تدبیر سے غفلت نہ تھی۔ جو چھتری مستقل مزاج تھے۔ زمانہ کی ہوا کا رُخ پہچانتے تھے جن کو دھرم کا لحاظ تھا۔ ان کو حکومت کو کبھی زوال نہ ہوا۔ مدتوں تک اقبال کے ڈنکے بجاتے۔ جن لوگوں کے اعمال وافعال درست ہیں۔ رفتار زمانہ کی شناخت ہے۔ ان کا نام ہمیشہ دنیا میں روشن رہتا ہے۔ اور پرلوک میں بھی اعلےٰ مرتبہ پاتے ہیں۔ اندرجی کو دیکھ لیجئے۔ انہوں نے موقع وقت کی قدر ومنزلت اور ہوائے زمانہ کی شناخت ہی سے اندر آسن پر قدم رکھا۔ نالائق اور سیاہ دل لوگ بے محل اور بے موقع غصہ کر بیٹھنے کا وہ نتیجہ بھوگتے ہیں۔ اس دنیا میں بھی مورد عتاب اس دنیا میں بھی روسیاہ جھوٹے آدمیوں کو نجات نہیں۔ رنگے سیاہ سادھوؤں بہروپئے بیراگیوں کی نجات کیا خاک ہو۔ من میں رام بغل میں اینٹیں۔ ضرور نامۂ اعمال سیاہ رہیگا۔ جلد زنکار مغرور بھی عذاب سے بری نہیں۔ خمیازہ کھینچنے سے مفر ہو۔ کیا۔

مجال۔ اس طول کلام سے میری غرض یہ تھی۔ کہ آپ بھیم سین کو فہمائش کریں۔ کہ غم اچھا نہیں۔ زور بیچی بری عادت ہے۔ بغیر سوچے سمجھے کام کر اٹھنا کبھی نہ کبھی ضرور دغا دے گا۔ اس لئے آپ سب ارشٹ رشی کے پاس ٹھہریں۔ اور انکی پند و نصائح سے فائدہ اٹھائیں۔ آپ کو راج کی فکر میں راتوں کو نیند نہیں پڑتی۔ دن فکر ہی میں کٹتا ہے۔ اس فضول کوفت سے حاصل کیا۔ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ ہونے پائیگی۔ جس طرح آپ کی حفاظت دھرم راج کرتے ہیں۔ بھیم سین کی۔ بون جی۔ ارجن کی اندر۔ اسوی کمار۔ نکل سہدیو کی۔ اسیطرح میں بھی ہر وقت محافظ رہوں گا۔ ہمالیہ کی حفاظت یہاں کے سب گندھرب وغیرہ کریں گے۔ آپ بے فکر رہیں ارجن بڑا لائق ہے۔ بڑا خلیق۔ بڑا بامروت۔ بڑا اسور بیر ہے۔ گانڈیو دھنش کو اس کی ذات پر فخر ہے۔ سارے دھرم اس کے لوح دل پر نقش ہیں۔ طاقت ور بھی ہے۔ عقلمند بھی ہے۔ مستقل مزاج بھی ہے۔ ثابت قدم بھی ہے۔ بردبار بھی۔ صابر بھی۔ وہ غم یا کسی کی محبت میں اندھا ہو کر ایسی حرکت نہیں کرتا۔ جس سے نام پر بٹہ لگے۔ کورو بنسیوں کے لئے وہ سرمایۂ فخر ہے۔ دیوتا اور پتر سب عزت کرتے ہیں۔ بھیم سین میں جو نقص تھا۔ وہ میں نے بتلادیا۔ مجھے امید ہے۔ کہ یہ خود اپنے مزاج کی اصلاح کریں گے ذراسی توجہ اور احتیاط کافی ہوگی۔ راجہ شانتن مجھے ملے تھے۔ انہوں نے آپ کی خیر و عافیت دریافت کی ہے۔ آپ کے بزرگوں میں یہ وہ سرتاج مورث اعلےٰ تھے۔ جنہوں نے جمنا کے کنارے۔ اشومیدھ جگیہ کر کے بہت ناموری حاصل کی تھی۔ ان کو میں نے خود دیکھا ہے۔ کہ جہاں ارجن پر نظر پڑی خوش ہو گئے۔ کلیجہ ہاتھ بھر کا ہو گیا۔ میں چاہتا ہوں کہ بھیم سین بھی وہی روش اختیار کریں۔ جس سے بزرگوں کا دل زیادہ خوش ہو۔

راجہ جدھشٹر راجہ شانتن کی خوشنودی کا حال سن کر دل ہی دل میں خوش ہوئے۔ بھیم سین سر ادب خم کئے ہوئے زمین بوس ہوا۔ کوبیر جی نے دعا دی۔ "تمہارے سامنے سب دشمنوں کا سر نیچا رہے گا۔ دوست تمہارے

ممنون رہیں۔ اور دولت تمہارے قدموں سے بندھی رہیگی۔ اچھا اب تم جاؤ۔ راجہ جدھشٹر آپ بھی تشریف لے جائیں۔ ارجن کی فکر میں پریشان نہ رہیے عنقریب وہ قدمبوس ہوگا۔

یہ کہکر کوبیر جی اسی شان سے رخصت ہو گئے۔ جس شان سے تشریف لائے تھے۔ راکھسوں کی لاشیں اٹھوادی گئیں۔ بچے کھچے راکھس راجہ جدھشٹر کی خدمت میں رہے۔

ادھیائے ۱۷۲

ارشٹ رشی کے آشرم میں چار اطراف عالم کا سرسری نظارہ دھوم رشی کی معلومات

کچھ رات دھرم چرچے میں گذری۔ کچھ آرام میں۔ صبح ہوتے ہی پوجا پاٹ وغیرہ سے فارغ ہو کر دھوم رشی اور ارشٹ سین نے راجہ جدھشٹر کو درشن دیے۔ جدھشٹر نے بڑی تعظیم و تکریم کی رونق افروزی کا شکریہ ادا کیا۔

دھوم رشی نے راجہ جدھشٹر کو پورب کیطرف متوجہ کر کے فرمایا کہ مندراچل ادھر ہے یہ پہاڑ زمین پر کیا سمندر میں بھی پھیلتا چلا گیا ہے۔ اس گوشہ دنیا کی حفاظت اندر اور کوبیر کے تعلق ہے۔ مہا اندر اور کوبیر کی سکونت ادھر ہی ہے۔ سورج اسی طرف سے نمودار ہوتا ہے۔ اب دکن کیطرف نظر کیجیے۔ جمراج کی جم پوری اسی طرف ہے۔ جہاں مرنے کے بعد ذی روحوں کو اعمال کے موافق سکونت ملتی ہے۔ پچھم کیطرف استھاچل پہاڑ واقع ہے۔ برن لوک اسی طرف ہے۔ اور ادھر کے باشندوں کی پرورش برن جی کے ذمہ ۔

اتر کیطرف سمیر پہاڑ کوہ نور کیطرح روشن ہے۔ اس پہاڑ پر برہما جی کی جلوہ گاہ ہے۔ برہم گیانیوں کے ہمراہ اسیر کسی کا گذر نہیں۔ اسی پہاڑ کے پورب رخ بھگوان بشن لچھمی جی کے ساتھ فروکش ہیں۔ دیوتاؤں اور راکھسوں

کی یہاں رسائی نہیں۔ جو روشن ضمیر و فنخرا بنائے جنس یہاں پہنچتے ہیں۔ پھر انکو دنیا میں آنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہاں ہمیشہ روز روشن رہتا ہے۔ رات کی تاریکی کا نام نہیں۔ اسی پہاڑ کے گرد سورج چکر لگا تا رہتا ہے۔ جو مقام سورج کے مقابل ہوتے ہیں۔ وہاں دن رہتا ہے۔ ما بقے میں رات دکشنائن کے سورج میں سردی اور اترائن کے سورج میں گرمی کا موسم رہتا ہے اسی دورے میں سورج کی کشش تمام چیزوں کا رس نچوڑ کر برسات کی بہار کا لطف دکھاتی ہے۔ پانی برستا ہے۔ ذی روحوں کی خوراک پیدا ہوتی ہے۔

راجہ جدھشٹر نے بڑے شوق سے سب سمتوں کا ذکر سنا۔ اور وہیں قیام کر کے ارجن کی راہ دیکھنے لگے۔ ایام قیام میں خوب خوب کیفیتیں دیکھیں۔ بڑے کاملوں کے درشن کئے۔ اس مقام کی فضا عجیب دلآویز تھی۔ جہاں کی گلگشت پر دیوتاؤں کا دل فریفتہ ہو۔ وہاں کی قدرتی بہار اور دلچسپی کا اندازہ کون کر سکتا ہے۔ پشکرنی کے دلفریب نظارے تھے۔ اور پانڈو۔ پانڈو تھے۔ اور رانی دروپدی +

ادھیائے ۸۷

ارجن کی اندر پوری سے واپسی۔ بھائیوں اور دروپدی سے ملاقات دیوتاؤں کے عطیات کا معائنہ

راجہ جدھشٹر نے ایک مہینے تک ارشٹ سین رشی کے آشرم میں خوب بیکنٹھ کا سا لطف دیکھا۔ مگر ارجن کی یاد کبھی نہ بھولتی تھی۔ ایک روز سب منتظر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک رتھ آتے دکھائی دیا۔ رتھ کی چمک دمک پر نگاہ نہ ٹھیرتی تھی۔ آنکھوں میں ہزاروں بجلیاں چمک چمک جاتی تھیں دیکھتے دیکھتے رتھ قریب آیا۔ ہری نام کے گھوڑے رُکے۔ ارجن اتر پڑا۔ دوڑ کر جدھشٹر

کے قدم چومے جدھشٹر نے گلے سے لگا لیا۔ بھیم سین وغیرہ سب ایک دوسرے سے ملے رانی درو پدی بھی دوڑی ہوئی پہنچی۔ ارجن نے بڑی محبت سے مزاج پوچھا۔ بھیم وھوم رشی ارشٹ رشی وغیرہ کے آگے بسر ادب خم کیا۔ باہم مزاج پرسی ہوئی۔ ہر ایک کے چہرے پر خوشی چھاگئی۔ اُوداسی کا نام نہ رہا۔ راجہ جدھشٹر نے ماتل (اندر کے رتھبان) کی بہت خاطر کی پاس بٹھایا۔ سب دیوتاؤں کا حال دریافت کیا۔ ماتل نے بھی بڑی خوش بیانی سے ایک ایک بات کا جواب دیا۔ اور رتھ اڑا کر رخصت ہوا +

ارجن کو راجہ اندر۔ اگن۔ برن۔ جم۔ کوبیر۔ چندرماں۔ پون۔ یشن۔ پرجاپتی وغیرہ نے قسم قسم کے استر شستر مرحمت فرمائے تھے۔ راجہ اندر نے زیور وجواہرات سے مالا مال کر دیا تھا۔ تمام سوغاتیں ارجن نے راجہ جدھشٹر کے سامنے رکھدیں۔ کل نفائیسات دیکھ دیکھ کر ناظرین پر حیرت طاری تھی۔ درو پدی زیورات پہنکر ایسی خوش ہوئی۔ کہ پھولی نہ سمائی۔ روئیں روئیں سے مسرت کا اظہار تھا۔

جب سب دلجمعی سے بیٹھے۔ ارجن نے پانچ برس کی غیر حاضری کے تمام حالات بیان کئے۔ بہت دیر تک یہی ذکر و مذکور ہوتے رہے۔ پھر سب نے آرام کیا۔ ہر وقت کی فکر سے نجات ہوئی +

اَدھیائے ۹۷

راجہ اندر کی تشریف آوری سے راجہ جدھشٹر وغیرہ کی عزت افزائی! ارجن سے اظہار محبت کام بن کی واپسی کیلئے ہدایت

صبح ہوئی۔ تمام لوگ بیدار ہوئے۔ ارجن نے راجہ جدھشٹر کے قدم چھوئے۔ ساری جماعت روزانہ اشغال عبادت میں مشغول ہوگئی۔ طلوع آفتاب کو زیادہ دیر نہ ہوئی تھی۔ کہ اوج فلک سے ایک رتھ اترتے معلوم ہوا۔ باجوں کی آواز دل لبھارہی تھی۔۔ دیوتاؤں کے بمانوں کے وسط میں رتھ ستاروں

میں چاند کیطرح نظر افروز تھا۔ سب سمجھ گئے۔ کہ راجہ اندر کی سواری ہے سب
مؤدب ہو کر استادہ ہو گئے۔ اتنے ہی میں رتھ آ پہنچا۔ راجہ اندر دیوتاؤں اور
گندھربوں کے حلقے میں سواری سے اترے۔ راجہ جدھشٹر نے صدق
عقیدت سے پرستش کی۔ راجہ اندر ارجن کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔ جوش محبت
میں پیشانی کا بوسہ لیا۔ جدھشٹر سے فرمایا +

تمہاری سب مرادیں بر آئیں۔ ایشور ہمیشہ تم پر ہاتھ رکھے۔ روئے زمین
پر تمہاری ذات سے دھرم کا سکہ بیٹھے۔ اکھنڈ راج کرو۔ ارجن بڑا لایق
ہے۔ اس نے اپنی سعادتمندیوں سے مجھے از حد خوش رکھا۔ میں نے اُسے
تمام فنون حرب و ضرب گھول کر پلا دیئے۔ اب تینوں لوکوں میں اس کا سامنا کرنے
والا ایک نہیں۔ ارجن کے ہاتھوں سے وہ وہ کارنمایاں ہوں گے۔ کہ دنیا کبھی اس
کے نام کو فراموش نہ کر سکیگی۔ اسی کی واہ واہ سے اہل زمانہ کے کان بھرے ہیں گے
کوئی اس کا رویاں نہ دکھا سکے گا۔ لکشمی بت بشن ہر حالت میں اس کے لئے
سپر ہوں گے۔ اب میری ہدایت ہے۔ کہ تم اس آشرم میں زیادہ نہ ٹھیرو
کام بن کی سکونت ہی تمہارے لئے مفید ہے۔

راجہ جدھشٹر نے ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ بہت خوب۔ آپ کا حکم سر آنکھوں
پر۔ ارجن آ گئے۔ اب مجھے یہاں کے قیام کی ضرورت خود ہی نہیں۔ آپ نے مجھے
اور میرے ہمراہیوں کو جو فخر عطا کیا ہے۔ اس کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔
میری درخواست ہے۔ کہ ہمیشہ یہی نظر توجہ قایم رہے +

راجہ اندر خوشی خوشی ٹھہرے۔ حاضرین نے اُستت شروع کی۔ رتھ ہوا سے
باتیں کرتا ہوا چلا تو نظر سے غائب۔ راجہ جدھشٹر وغیرہ کو اندر کے درشنوں
سے جو خوشی ہوئی۔ بیان سے باہر ہے۔

ادھیائے ۸۰

ارجن کے ایام غیر حاضری کے واقعات کا سلسلہ۔ ارجن کی

زبانی۔ مہادیوجی سے جنگ۔ انکی نظر عاطفت۔ اندر پوری میں حاضری تعلیم و تربیت۔ نواتٰ کوَچ راچھسوں پر فتحیابی

اندرجی تشریف لے گئے۔ ارجن کا اعزاز دیکھ کر ہر ایک کو نہایت خوشی ہوئی۔ راجہ جدھشٹر نے پوچھا +

کہو بھائی ارجن کیا کیا دیکھا۔ پانچ برس کن کن اشغال میں بسر ہوئے۔ کن کن دیوتاؤں نے خاطر مدارات کی۔ کس کس نے کون کون سوغات دی۔ راجہ اندر تمہاری کن خدمات سے خوش ہوئے؟

ارجن۔ بہت خوب عرض کرتا ہوں:۔

آپ کے قدموں سے جدا ہو کر میں نے ایک رات بھر گوتنگ پہاڑ پر کاٹی۔ دوسرے دن ایک برہمن سے ملاقات ہوئی۔ اس کی ہدایتوں پر عمل کر کے میں نے ہمالیہ پربت پر تپشیا کرنا شروع کی۔ ایک مہینہ تک پھلوں پر گزارہ کیا۔ دوسرا مہینہ ہوا پھانک کر رہا۔ تیسرے مہینے ہوا کو بھی ہوا بتائی۔ چوتھے مہینے آسمان کیطرف ہاتھ اٹھائے رہا۔ اتنی ریاضت شاقہ کی مگر ضعف کا نام نہ تھا جسم میں وہی طاقت اور وہی پھرتی موجود تھی۔ پانچویں مہینے دیکھا کہ ایک منہ زور سور مارا مارا پھر رہا ہے۔ اس کے کیقدر پیچھے ایک بھیل ہے۔ اور بھیل کے ساتھ کچھ عورتیں ہیں۔ میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ سور پر تیر چلا دیا۔ بھیل مجھے روکتا رہا۔ میں نے ایک نہ سنی۔ وہ نشانہ لگایا۔ کہ سور وہیں چت ہو گیا۔ بھیل بگڑا کہ اس کا تاکہ ہوا شکار مارنے والے تم کون ہو؟ میں نے جواب دیا کسی کا شکار ہو یہاں تو نشانہ لگانے سے کام ہے۔ اس پر بہت بڑھاؤ چڑھاؤ ہوا۔ باتوں باتوں میں لڑائی کی ٹھہر گئی۔ خوب چوٹیں چلیں۔ مگر بھیل کی حرکات عجیب تھیں۔ کبھی کوہ قامت کبھی پست قد۔ اور تیروں کا کیا ذکر برہماستر کو بھی ہضم کر گیا۔ مجھے حیرت تو ہوئی مگر کچھ پرواہ نہ کی ہتھیار پر ہتھیار چلاتا رہا۔ یہاں تک کہ سب استر شستر ہاتھ سے نکل گئے۔ اور گھونسا مارتے مارتے ایسا بدن شل ہو گیا۔ کہ مجھ میں دم نہ رہا۔ بدحواسی نے کھڑا نہ رہنے دیا۔ زمین پر

گرا دیا۔ آنکھیں کھول کر دیکھتا ہوں۔ تو نہ بھیل ہے۔ نہ ساتھی عورتیں۔ میں ابھی زمین پر چت تھا۔ کہ شیوجی سامنے کھڑے نظر آئے۔ مہارانی پاربتی بھی بائیں ہاتھ پر رونق افروز تھیں۔ حسن عالم افروز کا کیا کہنا۔ آنکھ نہ ٹھیرتی تھی۔ روئیں روئیں سے آفتاب کی کرنوں کا نور برس رہا تھا۔ شیوجی نے آتے ہی فرمایا +

ارجن لو یہ اپنا گانڈیو دھنش اور کبھی نہ خالی ہونے والے بان کا ترکش۔ یہ میں نے ہی نگلے تھے۔ میں تم سے بہت خوش ہوں۔ جس چیز کی خواہش ہو۔ شوق سے مانگ لو +

ارجن۔ آپ کے درشنوں سے تمام میری مرادیں بر آگئیں۔ زیادہ نظر عاطفت ہو تو دیوتاؤں کے ہتھیار دلوا دیجئے +

شیوجی۔ اچھا رودر استر اور پاسپت استر یہ لو میں دیتا ہوں۔ مگر یاد رکھو۔ ان ہتھیاروں کو معمولی نہ سمجھنا۔ پاسپت استر میں ساری دنیا خاک وسیاہ کرنے کی قدرت ہے اسے استعمال کرنا۔ تو بہت سوچ سمجھ کر +

شیوجی استروں کے منتر بتا کر تشریف لے گئے۔ دوسرے روز آندھی اٹھی گھٹائیں چھائیں۔ راجہ اندر۔ برن۔ جم۔ کوبیر وغیرہ بمانوں پر سوار تشریف لائے۔ باجے بجے۔ اپسرائیں ناچیں عجب لطف نظر آیا۔ اندر مجھ کو اپنی پوری میں بلوا کر لے گئے۔ کوبیر اور دھرم راج نے اپنے اپنے استر مرحمت فرمائے۔ ماتل رتھبان اندر جی کا مرسلہ رتھ لایا میں یہاں سے روانہ ہوا۔ راستے کی سیر کرتا ہوا۔ اور نندن بن کی بہار کا لطف اٹھاتا ہوا۔ راجہ اندر کی خدمت میں پہنچا۔ بڑی شفقت سے پیش آئے۔ اندر آسن پر بائیں طرف جگہ دی۔ خوب خوب جلسے دکھائے۔ شستر ودیا خود سکھائی۔ گانا بجانا ناچنا سیکھنے کے لئے چترسین گندھرب کے سپرد کیا۔ استر دیئے۔ ہر فن کی بخوبی تعلیم دے کر ایک روز مجھ سے فرمایا۔ کہ اب کوئی تمہاری ٹکر نہیں لے سکتا۔ ہر معرکے میں تمہاری ہی فتح رہیگی۔ اب میری خواہش ہے۔ کہ تم سمندر کے تین کروڑ دیتوں کا قلع قمع کر آؤ +

میں نے سر تسلیم خم کیا۔ انہوں نے دست مبارک سے میرے سر پر یہ کریٹ مکٹ رکھا۔ سارے زیورات پہنائے۔ بدن کو ہتھیاروں سے زینت دی۔

اور اپنے اس رتھ پر سوار کر کے روانہ کیا جس پر سوار ہو کر انہوں نے راجہ بل بیروچن
کے فرزند کی بائی کچائی نکالی۔ سنبر نمچ۔ برترا سُر۔ پرہلاد۔ نرک وغیرہ بہت
سے راچھسوں کو نیچا دکھایا تھا۔ دیوتاؤں نے چلتے وقت اشیرباد کے ساتھ
دیودت نام کا سنکھ دیا۔ جس کی آواز پر فتح دوڑی چلی آتی ہے۔ میں اب چلا منزل
مقصود پر پہنچا۔ راچھس کمیں میں گوشہ گیر تھے۔ سنکھ بجاتے ہی دوڑ پڑے
تلواریں بجلی کی طرح کوندھنے لگیں۔ ترسول اور برچھی کوندھے کیطرح چمکنے لگے
تیروں کی بارش شروع ہوئی۔ ہر طرف سے دیوتا اور گندھرب دوڑے ہوئے
آئے۔ اُستت کرنے لگے۔ میں نے گانڈیو دھنش ہاتھ میں لیا۔ راچھس کٹ کٹ
کر گرنے لگے۔ بھگدڑ پڑ گئی۔ ماتل نے رتھ سے ہزاروں راچھس پیس ڈالے پھر
ادھر سے نرغہ ہوا۔ نوات کوچ راچھسوں نے مجھ پر تیروں کا چھپر چھا دیا مگر
بال بیکا نہ کر سکے۔ گندیں پھینکیں لیکن بے سود۔ میرے ہتھیار برابر کارگر ہوتے
رہے۔ ایک ایک تیر سینکڑوں کے سر اڑا کر دم لیتا تھا۔ راچھسوں نے پتھروں
کی بوچھاڑ کی۔ تو اندر استر نے ٹکڑے اڑا دیئے۔ اگن استر نے بارش روک
دی۔ مایا استر نے آگ بجھائی۔ شیل استر نے آندھی کو دفع کیا۔ در بدر راچھس
کا حملہ بہت زبردست تھا۔ ایک ساتھ آگ پانی وغیرہ کی بارش ہونے لگی۔
وہ اندھیرا چھایا۔ کہ بھادوں کی اندھیری راتیں مات ہو گئیں۔ ماتل کو کبھی ایسے
محاربہ عظیم سے سابقہ نہ ہوا تھا۔ بہت گھبرایا۔ گھبراہٹ میں کوڑا بھی ہاتھ سے
چھوٹ پڑا۔ میں نے اُسے ڈھارس دی۔ اور گانڈیو دھنش سے پھر ایسے
تیروں کا مینہ برسایا۔ کہ سب سرغنہ خاک پر سو گئے۔ جو بچے بھاگ گئے۔ جو پھر مُنہ
آئے۔ تیروں کی نظر ہوئے۔ میں اسی طرح تیر برساتا ہوا۔ راچھسوں کے مقام سکونت
تک پہنچ گیا۔ وہاں راچھسوں کی عورتیں کوٹھوں پر چڑھی صف جنگ ہی
کیطرف نظر کیئے ہوئے تھیں۔ مجھے دیکھتے ہی سب اِدھر اُدھر ہو گئیں۔
میں نے شہر کو سونے کی لنکا پایا ماتل سے پوچھا +
یہ جگہ تو دیوتاؤں کی بود و باش کے لائق ہے۔ یہاں راچھسوں کی سکونت کیسی؟
ماتل۔ دیوتاؤں کو نوات کوچ راچھسوں نے نکال باہر کیا +

میں۔ دیوتا ان کو نہ جیت سکے تعجب ہے ؟
ماتل۔ انہیں برہما جی کا بردان ہی یہ تھا۔ کہ دیوتا جیت نہ سکیں جب ان کا ظلم وستم برداشت سے باہر ہوا۔ تو اندر جی نے برہما جی سے فریاد کی۔ برہما جی نے تسلی دی۔ اور کہا ذرا دم لو صبر کرو۔ تمہارا بیٹا۔ ارجن تدارک کریگا۔ چنانچہ دیکھ لیجئے آج آپ ہی کے ہاتھ سے سب مارے گئے۔ برہما جی کی بات سچ ہوئی۔

ادھیائے ۱۸

ارجن کی ہرنیہ پور میں جنگ آزمائی۔ پلوم اور کالک راچھسوں کا قتل۔ اندر پوری میں واپسی

ارجن بیخن سرا ہے۔ کہ واپسی کے وقت ہرنیہ پور شہر راستے میں پڑا۔ یہاں پولوم اور کالک راچھسوں کی بستی تھی۔ ان دونوں نے برہما جی کی تپشیا سے ایسی طاقتور اولاد پائی۔ جسے بردان تھا۔ کہ دیوتا اور گندھرب وغیرہ کچھ نہ بنا سکیں۔ برہما جی نے تپ کے صلے میں یہ عجیب وغریب اور نہائت عالیشان شہر انکو مرحمت فرمایا۔ اس شہر میں مکان ایسے عمدہ ہیں۔ کہ حیرت ہوتی ہے۔ کوئی کان جواہر ہے تو کوئی تعمیر معدن زروگوہر۔ راچھسوں کو دیکھا۔ تو بڑے قوی ہیکل بڑے شہزور۔ جب ماتل سے سنا۔ کہ یہ وہی راچھس ہیں جن سے دیوتاؤں کی کچھ نہیں چلتی۔ تو میں نے اپنا رتھ اسی طرف بڑھایا۔ رتھ کی چمک دمک دیکھ کر راچھس سمجھے۔ کہ راجہ اندر آ گئے۔ سب اٹھ دوڑے۔ ایک ساتھ دھاوا بول دیا۔ میں نے مہادیو جی کا پاسپت استر گانڈیو دھنش پر رکھ کر جو میں مہادیو جی کا دھیان کیا۔ ایک پیکر نورانی سامنے آ موجود ہوا۔ چہرے پر سورج کی چمک دمک۔ منہ تین۔ بازو چھ آنکھیں نو۔ میں نے اس کے قدموں پر سر جھکایا اور استر راچھسوں پر چلایا۔ راچھسوں کی عجیب درگت ہوئی۔ دیوتا۔ گرڑ۔ راچھس۔ پشاچ۔ شیر چیتے۔ سانپ وغیرہ بے شمار ذی روح اور خونخوار جانور بدن میں چمٹ گئے

جس پر جھپٹے۔ وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ سانس نہ لے سکا۔ ایک ہی استر نے میدان صاف کر دیا۔ شہر کیطرف نظر اٹھاتا ہوں۔ تو بالکل سنسان جانوروں اور گندھریوں نے سارے گھر اجاڑ کر دیئے۔ لاشیں ڈھیر تھیں۔ اور عورتوں کی گریہ زاری سے آواز ماتم آرہی تھی۔ میں وہاں سے راجہ اندر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ساری کیفیت بیان کی۔ راجہ اندر نے کارنمایاں کی تعریف کی۔ دیوتا خوش ہو گئے۔

ادھیائے ۸۲

ارجن کو دیوتاؤں کے عطیات راجہ جدھشٹر کی مسرت

ارجن سخن پرداز ہے۔ کہ بھائی صاحب راجہ اندر نے میرے جسم پر کئی زخم دیکھے۔ تو حفاظت جسمانی کیلئے یہ کوچ عطا فرمایا۔ جو میرے بدن پر ہے۔ سونے کا مالا بخشا جو آپ مجھے پہنے دیکھ رہے ہیں۔ اپنے تمام استر دیئے۔ جو آپکے پیش نظر ہیں۔ دیکھئے یہ دیودت سنکھ ہے۔ اسی کی آواز سے مخالفوں کا پتا پانی پانی ہو جاتا ہے۔ اور زیورات دروپدی کے زیب تن ہیں۔ ملاحظہ فرمایئے کس خوبی کے ہیں۔ یہ سب دیوتاؤں نے مجھے مرحمت کئے تھے۔

راجہ جدھشٹر نے فرمایا۔ کہ ارجن تمہاری ذات پر مجھے فخر ہے۔ بیشک بھیشم پتامہ درونا چارج۔ کرپا چارج وغیرہ کی تمہارے سامنے کچھ حقیقت نہیں۔ یہ سب تمہارے ہی تیر کا نشانہ بنیں گے۔ مجھے اب تک بڑی فکر تھی۔ کہ تم وہاں ہو۔ یہاں مقابلہ بڑے بڑے بہادروں سے ہے۔ کیونکر نشارا ہوگا۔ شکر ہے۔ کہ تم آگئے۔ تم سا خوش نصیب آج تک چندربنس میں نہ ہوا۔ نہ آئندہ ہوگا۔ بھلا دیوتاؤں سے یہ اعزاز کون حاصل کرسکتا ہے۔ جن سے دیوتاؤں کی روح فنا ہو۔ ان کو تم حرف غلط کیطرح مٹا دو۔ تمہارا ہی کام ہے۔

ہم سب لوگوں کی امیدوں کا دارومدار تمہیں پر ہے۔ سب راج پاٹ اب اپنا ہی سمجھو۔

ادھیائے ۸۳

ہتھیاروں کی نمائش۔دیوتاؤں کی ممانعت

پانڈووؤں کی ہستناپور کی طرف واپسی

راجہ جدھشٹر اور سب ہمراہیوں کو اُن ہتھیاروں کے دیکھنے کا اشتیاق تھا۔جو ارجن کو دیوتوں سے ملے تھے۔سب کی خواہش کا اندازہ کر کے راجہ جدھشٹر نے ارجن سے کہا +

ذرا دکھانا ہتھیار کون کون ہیں۔کیسے کیسے ہیں۔

ارجن نے رتھ پر بیٹھ کر دیوت سنکھ کی آواز سنائی۔شیوجی کے پاسپت اور رودر استر دکھائے۔راجہ اندر گھبرائے۔کہ کہیں ارجن انہیں چلا نہ بیٹھے۔وہ برن جم کوبیر اور ناروجی کے ساتھ آئے۔اور کہا +

ارجن ہاتھ روکے رہے۔انہیں ذرا بھی حرکت ہوئی۔تو دنیا اُلٹ پلٹ سمجھ لینا۔جدھشٹر سے فرمایا۔کہ ابھی معاف کیجیے۔لڑائی کے موقع پر دیکھ لیجیے گا۔کہ یہ استر کیسے ہیں۔

ارجن نے رتھ سے اُتر کر دیوتاؤں کے قدم چومے۔اطمینان دیکر رخصت کیا۔اور کہا۔اور ہتھیاروں کی نمائش و آزمائش ملتوی ہے۔پانڈووؤں نے اس مقام پر صحرانوردی کے دس سال ختم کیے۔گیارہویں برس بھیم سین نے راجہ جدھشٹر سے استدعا کی۔کہ

مہاراج ارجن آگئے۔دس برس بھی گزر چکے۔اب مناسب ہے۔کہ باقی دو برس ہستناپور کے قریب بسر کریں۔تیسرے برس چھپنا پڑیگا۔بعد جنگ و جدل کا سامنا ہوگا۔تب راج کی نوبت آئیگی۔

راجہ جدھشٹر نے تجویز پسند کی۔اور سب کے ساتھ وہاں سے روانہ ہوا۔راستے میں کیا شغل تھا۔وہی دھرم کے چرچے تیرتھ برت وغیرہ بدری آشرم میں پہنچے۔تو ایک

رات وہیں آرام کیا۔ وہاں سے کراٹوں راج میں وارد ہوئے۔ سوباہو راجہ نے خوب مدارات کی۔ راجہ جدھشٹر کے تمام نوکر چاکر یہاں خدمت میں حاضر ہو گئے۔ کسی روز بھیم سین ادھر اُدھر سیر کرتا پھرتا تھا۔ اتفاق سے پہاڑ پر ایک کھوہ کی طرف گزرا۔ تو ایک اژدہے نے دونو پاؤں جکڑ لئے۔ جدھشٹر کو خبر لگی۔ تو دوڑے گئے۔ بھیم سین کو بلائے ناگہانی سے نجات دلائی ÷

ادھیائے ۸۰

اژدہے کے منہ میں بھیم سین کو خوفِ جان جدھشٹر کی مدد کو تشریف بری۔ اجگر اور جدھشٹر کے سوال و جواب راجہ نہک کی سرگذشت۔ غرور کے نتائج

راجہ جنمیجے بیشم پائن سے پوچھتے ہیں۔ کہ بھیم سین کی طاقت کے تمام دنیا میں جھنڈے گڑے تھے۔ بس حد ہے۔ کہ دس ہزار ہاتھی کا زور۔ انہوں نے وہ وہ قوی ہیکل راچھس زیر کئے۔ جن سے دیوتاؤں کی روح تھراتی تھی۔ پھر یہ کیا۔ کہ اجگر سے جیت نہ پائے۔

بیشم پائن۔ یہ رمز کی باتیں ہیں۔ دنیا میں کوئی بات بلا وجہ نہیں ہوتی۔ جس کو میں نے اجگر کہا۔ وہ دراصل اجگر نہ تھا۔ بلکہ اجگر کے چولے میں راجہ نہک پانڈوؤں کے پردادے کا دادا تھا۔ راجہ نہک اگست جی کی بددعا سے اجگر بن گیا تھا۔ ادھر خود طاقتور ادھر دعا کی تاثیر۔ جس کو لپٹ جاتا۔ اس کا زور کھینچ لیتا تھا۔ بھیم سین مشہور تھا۔ مگر کیا کرے۔ دعا کی تاثیر نے اس کی طاقت زائل کر دی کچھ ہاتھ نہ مار سکا۔ اور جدھشٹر کی بدولت رہائی ملی۔ جس وقت اجگر نے جکڑا اور بھیم سین کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے۔ بھیم سین نے دریافت کیا۔ آخر تو ہے کون؟ میری طاقت ایک دم سے جاتی رہی۔ کچھ معاملہ سمجھ میں نہیں آیا ÷

اجگر۔ تمہارے پرداوے کا دادا ہوں۔ بھوک سے جان نکل رہی ہے۔ تم سے پیٹ کی آگ بجھانا چاہتا ہوں۔

بھیم سین۔ ایسا غضب نہ کرنا میرے چاروں بھائی جیتے جی مر جائیں گے۔ درو پدی جان دے گی۔ ماتا کنتی کا سنتے ہی دم نکل جائیگا +

یہ کہتے کہتے بھیم سین کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔ وہ رونے لگا۔ کہ ہائے بدقسمتی نے کہاں موت کے پنجے میں پھنسایا۔ مجھے اپنی زندگی کی پرواہ اور موت کا کچھ غم نہیں۔ غم ہے۔ تو یہ کہ ایک میرے سبب سے کتنی جانوں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹیگا۔ یہاں بھیم سین زار و زار رو رہا تھا۔ وہاں جوش خون سے جدھشٹر کے بائیں آنکھ پھڑکی۔ بازو بھی پھڑکا۔ تو بایاں۔ گیدڑوں کی آوازوں نے بدشگونی کی علامتیں ظاہر کیں۔ دل میں بھی کچھ بےچینی پیدا ہوئی۔ بھائیوں سے دریافت کیا +

بھیم سین کو کیا کہیں بھیجا ہے۔ مجھے آثار بد صب نظر آتے ہیں۔

دروپدی بھیجا تو کسی نے نہیں۔ خود ہی کسی ترنگ میں جنوب کیطرف گیا ہے۔ میں نے درختوں کو اکھاڑتے پتھروں کو ٹھکراتے کودتے پھاندتے دیکھا تھا +

راجہ جدھشٹر یہ سنتے ہی اُٹھ دوڑے لپکتے ہوئے وہاں پہنچے۔ جہاں ایک زرد رنگ کا جیتی وار اژدہا بھیم سین کو منہ میں دبائے پڑا تھا۔ جدھشٹر کی جان اُڑ گئی۔ کہ غضب ہو گیا۔ اژدہے کی وہ طاقت کہ دس ہزار ہاتھی کا زور کچھ کام نہیں کرتا بھیم سین سے دریافت کیا۔

بھائی کہو تو یہ کیا ہوا۔

بھیم سین نے جو کچھ گذری تھی کہہ سنائی۔ اور کہا کہ طاقت واقت کچھ کام نہیں دیتی۔ بے بس ہوں۔

راجہ جدھشٹر نے اس وقت عاجزی کو مطلب برآری کا ذریعہ بنایا بڑے ادب سے سوال کیا +

اژدہوں کے سرتاج۔ آپ نے میرے قوت بازو۔ اور جان سے عزیز بھائی پر کیوں یہ مہربانی فرمائی ہے۔ مجھے یہ خوشی ہے۔ کہ یہ رحمت ہم لوگوں کیلئے

زحمت نہ ہو جائے۔ ذرا اپنی تعریف تو بیان فرمائیں +

اجگر۔ راجہ نہک کا نام سنا ہے۔ میں تمہارے پرداد کے بزرگوں میں سے ہوں۔ روئے زمین پر حکومت تھی۔ قلمرو میں آفتاب غروب نہ ہوتا تھا۔ نہ جانے کتنے جگیہ کر ڈالے۔ دان پن کا حساب ہی کیا ہے۔ حکومت کے غرور اور اختیارات کے زعم نے یہ نوبت کر دی۔ ورنہ دنیا میں میرے ہی نام کے ڈنکے بجتے تھے۔ خودی اور تمکنت سے سر پر بھوت سوار ہوا۔ کہ پالکی رشی اٹھائیں۔ کہار بر طرف اگست جی کو غصہ آیا۔ بددعا دے بیٹھے۔ مجھے اس حالت پر پہنچا دیا۔ آج چھ پہر سے پیٹ میں توا دیئے پڑا ہوں۔ آنتیں کھرچ رہی ہیں۔ کچھ منہ میں گیا ہو۔ تو قسم لے لو۔ تمہارا بھائی ایک ڈاڑھ کا تھا۔ شکر ہے۔ کہ تم بھی آ گئے۔ دو ایک اور ایسے لقمے بھگوان بھیجدے۔ تو بس بھوک مر جائیگی۔ آج کا تو یوں سبہتا ہوا کل کا پھر ایشور مالک ہے +

راجہ جدھشٹر۔ میں حاضر ہوں۔ مجھے کچھ عذر نہیں۔ مگر آپ میرے بھائی کی جان بخشی کریں۔ بھوک کا علاج میں کر دوں گا۔ جو خوراک جو غذا کہیئے حاضر کروں +

اجگر۔ میں بھیم سین کو یوں نہیں چھوڑ سکتا۔ ہاں اگر میرے دو سوال حل کر دو۔ تو خیر کیا مضائقہ +

راجہ جدھشٹر۔ حضور فرمایئے۔ جو کچھ ذہن میں آئیگا۔ گوش گزار کروں گا۔

اجگر۔ بس سوال یہ ہیں۔ کہ برہمن کہلانے کے لائق کون ہے۔ اور جاننے کے لائق کون ؟

راجہ جدھشٹر۔ برہمن وہ ہے۔ جو سچ بولے۔ دان کرے۔ بامروت و رحمدل ہو دل آزاری و خونریزی سے متنفر ہو۔ جپ تپ سے کام رکھے۔ اور جاننے کے لائق فقط ایک برہم ہے۔ جس کو نہ خوشی سے مطلب نہ رنج سے غرض۔ نہ چشم خیال میں محسوس ہو۔ نہ آئینہ فکر میں عکس افگن۔ اور جسکو خانۂ دل میں پاکر انسان کو نہ رنج و راحت کی فکر رہتی ہے۔ نہ درد و دوا کی +

اجگر۔ دنیا کے چار برنوں کے واسطے برہم ودیا اور ست دونو باعث نجات ہیں۔ کیا ان اوصاف سے شودر بھی برہمن ہو سکتا ہے +

جدھشٹر- ہاں جس برہمن میں شودر کے عادات وخصایل ہیں۔ وہ شودر ہی ہے۔ برہمن نہیں۔ اور شودر برہمن کے اوصاف سے متصف ہے۔ تو وہ شودر نہیں برہمن ہے۔

اجگر- اچھا مانا۔ مگر جب اپنے اوصاف وعادات سے شودر برہمن اور برہمن شودر ہوا۔ تو پھر قومیت کہاں رہی۔ یہ مسئلہ ہی نادارد ہوگیا+

جدھشٹر- دنیا میں برن اس طرح ملے جلے ہیں۔ کہ ذات کی شناخت ہونا محال۔ مرد ہمیشہ سے تمام برنوں کی عورتوں کے ساتھ شادی کرتے چلے آئے ہیں۔ ان کی نسل بھی پھیلی ہے۔ گفتگو۔ عادات۔ پیدائیش وموت اور اصول مباشرت سب کیلئے یکساں ہیں۔ چنانچہ عالم وفاضل روشن ضمیر وحقیقت شناس رشیوں نے یہی فیصلہ کیا ہے۔ کہ آچار مقدم ہیں۔ انہوں نے اولاد کی پیدائیش کے وقت ماں کو ساوتری اور باپ کو اچارج مان کر ہدائیت کی ہے۔ کہ نال کاٹنے سے پہلے ذات اور قومیت کے اصول برتنا چاہیئے۔ احکام وید کے موافق سنسکار نہ ہونے سے انسان کسی برن کا ہو۔ شودر ہی رہے گا۔ سوایمبھو من جی کی یہی رائے ہے۔ برنوں کے خلط ملط ہونے سے ان کی شناخت وقت طلب ہوگئی۔ اس سے سنسکار اور آچار پر دارومدار رکھا گیا+

اجگر- اچھا اب پہلے سوال کو یاد رکھ کر یہ تو بتایئے۔ کہ برہم جاننے کے لائق اور راحت ورنج سے مبرا ہے۔ تو اس کے واسطے کوئی لفظ؟

جدھشٹر- وہ لفظ نربکار برہم ہے۔ کیونکہ انسان کیلئے رنج وراحت لازمی ہیں۔ اور سکھ دکھ نتیجۂ اعمال+

اجگر- آپ نے میرے سوالات کے جواب دیئے۔ جاننے کے لائق نربکار برہم کی شناخت کرائی۔ پس اب بھیم سین کو آزاد سمجھو+

جدھشٹر- باتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ وید اور وید انگوں کے عالم ہیں۔ اس لئے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے خیال میں کن کن اوصاف سے نجات ابدی حاصل ہوسکتی ہے+

اجگر۔ شیریں زبانی سے راستگوئی سے اور ان لوگوں کو دان دینے سے جو مستحق ہوں +

جدھشٹر۔ اچھا یہ تو فرمائیے۔ کہ دان پن کا پھل زیادہ ہے۔ یا سچائی کا۔ شیریں زبانی کو فضیلت ہے۔ یا خونریزی کرنے کو؟

اجگر۔ ان میں فضیلت کی کمی و بیشی نہیں فرق ہے۔ تو صرف اوصاف کی کثرت و قلت کا۔ اگر راستی کے کام زیادہ ہیں۔ اور دان کے کم تو اول الذکر کو فوقیت ہوگی علیٰ ہٰذا

جدھشٹر۔ اور مرنے کے بعد نجات کس کرم سے حاصل ہوتی ہے؟

اجگر۔ اعمال کے لحاظ سے انسان کو تین حالتوں سے سامنا ہوتا ہے۔ دان وغیرہ نیک کاموں سے سرگ ملتا ہے۔ نیک کاموں کی زیادتی اور خراب افعال کی کمی سے قالب انسانی حاصل ہوتا ہے جس میں انسانیت نہیں۔ غصہ ور ہے۔ نفس پرست ہے۔ دل آزار ہے۔ لالچی ہے۔ خونریزی کا عادی ہے۔ وہ ضرور حیوان ہوگا۔ گائے اور گھوڑے وغیرہ جو گوشت خوار نہیں۔ ان کی حالت خونخوار جانوروں سے جدا ہے۔ اُن کے پچھلے کرم اُنسے اچھے ہوتے ہیں۔ ذیروح کیلئے چوراسی لاکھ جونیں مقرر ہیں۔ جو کوئی جیسے کام کرتا ہے۔ ویسا قالب پاتا ہے۔ اور اسی قالب میں اعمال کے مطابق رنج و راحت کی بھی کمی و بیشی رہتی ہے۔

ایک زمانہ وہ تھا۔ کہ سرگ میری سیرگاہ تھا۔ میری نظر میں کسی کی حقیقت نہ تھی۔ دیوتا برہم رشی اور گندھرب وغیرہ دیکھتے تھے۔ سب سے میں خراج لیتا تھا۔ ایک جنبش نظر سے پرائے جسم کی طاقت کھینچ لینا۔ کوئی بات ہی نہ تھی۔ وہ طنطنہ تھا۔ کہ بڑے بڑے برہم رشی پالکی کاندھے پر اٹھاتے تھے۔ ایک روز اگست جی کو بھی یہ خدمت ملی۔ میں نے پاؤں سے ٹھکرا کر سرپ سرپ کہا۔ مراد یہ تھی۔ کہ ذرا تیز چلیں۔ وہ بگڑ گئے۔ اور کوس بیٹھے۔ کہ کمبخت نہک سرپ (سانپ) ہو جائے۔ ایشور کے سرگ سے زمین پر گر پڑے۔ بددعا زبان سے نکلنے کی دیر تھی۔ کہ میں سانپ ہوگیا۔ اب تو ہوش جاتی رہی۔ ساری ہیکڑی خاک میں مل گئی۔ اگست جی سے گڑگڑایا۔ کہ

مہاراج خطا معاف ہو۔ نتیجے کو پہنچ گیا۔ مگر یہ تو فرمائیے۔ کہ سزا کی کچھ میعاد بھی ہے۔ اگست جی میری اگلی شان وشوکت۔ قدر ومنزلت۔ اوج وعروج سے واقف تھے۔ ان کو رحم آگیا۔ فرمایا کہ ابھی غرور وتمکنت کا مزہ چکھو۔ دعائیں مانگو۔ کہ دھرم راج جدھشٹر کے درشن نصیب ہوں۔ چنانچہ آج تقدیر جاگی۔ دن پھرے سراپ سے جان بچی۔ اب پھر اصلی صورت نصیب ہوگی۔ آپ کی بدولت دوبارہ سرگ میں جاؤں گا۔

یہ کہتے ہی اجگر کی صورت تبدیل ہوگئی۔ راجہ نہک نے سرگ کی راہ لی۔ جدھشٹر اور بھیم سین قیام گاہ پر آئے۔ بھیم سین کی آنکھیں کسی کے سامنے نہ اٹھتی تھیں۔ چہرے پر پسینہ جھلک رہا تھا۔ رشیوں اور برہمنوں نے سمجھایا۔ کہ برا ماننے کی بات نہیں۔ آج تو سیکھے۔ کہ غرور کا نتیجہ کیا ہے۔ تم کو طاقت کے گھمنڈ نے یہ سبق دیا۔ اب بھی احتیاط نہ کرو۔ تو تعجب ہے۔

بھیم سین۔ واقعی آپ سب کا فرمانا درست ہے۔ میں نے کان پکڑے کبھی غرور کے پاس نہ پھٹکونگا۔

ادھیائے ۱۵۵

برہمات کی کیفیت۔ سری کرشن جی وجہارانی ست بھاماں کی کام بن میں رونق افروزی۔ پانڈووں سے ملاقات دوران گفتگو میں مارکنڈے رشی وسری نارو جی کی تشریف آوری۔ حالات زمانہ سابقہ سری مارکنڈے جی کی زبانی

راجہ جدھشٹر کا سرستی کے ساحل پر قیام ہے۔ یہاں یوں ہی معمولی دلچسپی
کے اسباب مہیا ہیں۔ اس پر جب برسات کا سہانا موقع آجائے۔ تو کیا کہنا۔
صحرانوردان بادیۂ غربت نے اس فصل خوشگوار کی بھی جی بھر کے بہار دیکھی۔
ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں۔ اودی اودی کالی کالی گھٹائیں۔ بادل کی کڑک
بجلی کی چمک۔ رعد کے شور۔ مینہ کے زور۔ جنگلوں کے سبزہ زار۔ ہری ہری
دوب کی بہار۔ درختوں کی گلریزی۔ پھولوں کی عطر ریزی۔ ہرنی۔ ہرنوں
کی ٹھٹھولیوں۔ چڑیوں کی میٹھی میٹھی بولیوں۔ کبکوں کے قہقہوں۔ بلبلوں کے
چہچہوں۔ طوطی کے نغمہ دلنواز۔ طاؤسوں کے رقص ناز۔ خامۂ قدرت کے نقش و
نگار۔ پپیہے کی پکار۔ کوئل کی کوک۔ آواز غوک۔ رنگ رنگ کے برساتی کیڑوں
کی خوشنمائی۔ پھولوں پر حسینان سراپا ناز کی غزل سرائی۔ پوربی بلادروں کی دلآزاری۔
مرزاپوری کجریوں کی جنون انگیزی۔ دریاؤں کی طغیانی۔ موسلا دھار برسنے والے
پانی سے کیسا ہی پژمردہ دل ہو۔ ایک دم ہرا ہو کر کنول کی طرح کھل جاتا۔ ارجن چتر
سین گندھرب کا شاگرد رشید تھا۔ اس کے دل میں ترنگ اٹھی۔ کہ ذرا دل بہلائیں
خوش قسمتی سے یہ بہار نصیب ہوئی ہے۔ اس نے ایک ملہار چھیڑی۔ اور آوازے
کا وہ اتار چڑھاؤ دکھا دیا۔ لیکری تال سُر کی وہ خوبیاں ظاہر کیں۔ کہ سامعین
غش غش کر گئے۔ طایران خوشنوا کو حال آنے لگا۔ جانوران صحرائی عالم وجود
میں ہو گئے۔ راجہ جدھشٹر کو اس موسم کی دلچسپی اور بہار پر کیفیت نے ایسا محو
کیا۔ کہ چار مہینے وہاں کی دلبستگیوں سے دل نہ اچٹا سکے جب موسم سرما نے
فصل برشگال کو گلے مل کر رخصت کیا۔ انہوں نے بھی کاتک شدی پورنماشی
کی رات وہیں بسر کر کے علی الصباح کام بن کی راہ لی۔ ہمراہیوں کا جتھا ہم رکاب
تھا۔ رتھ ہوا سے باتیں کرتے تھے۔ کام بن میں ایک ہفتہ قیام ہوا تھا۔ کہ سری کرشن
چندر جی کے نزول اجلال کی خبر گرم ہوئی۔ پانڈو سر کے بل روانہ ہوئے استقبال
کیا۔ قدمبوسی حاصل کی۔ کرشن جی سب سے بغلگیر ہوئے۔ دروپدی ست بھاماں
سے ملی۔ طرفین سے مزاج پرسی ہوئی۔ اظہار محبت کیا گیا۔ پھولوں کے ہار پہنائے
گئے۔ اس وقت کام بن میں جو کیفیت نظر آتی تھی۔ بیان سے باہر ہے۔

ہی معلوم ہوتا تھا۔ کہ کام بن میں نندن بن ہے۔ پانڈو نہیں اشونی کمار ہیں۔
کرشن جی نہیں بھگوان شنکر ہیں۔ مہاراج کرشن جی سب کے دیدار فرحت آثار
سے نہایت ہی خوش ہوئے۔ راجہ جدھشٹر سے فرمایا کہ

دھرم کے مقابلے میں راج پاٹ کچھ چیز نہیں۔ آپ کے دھرم اور ست
نے دونو لوکوں پر اپنا سکہ بٹھالیا۔ دھرم کا مقدم فرض تپ تھا۔ وہ بارہ برس کی
تیرتھ جاترا کر چکے۔ باایں‌ہمہ آپ پر دنیاوی خواہشات کا مطلق اثر نہیں۔ ادھر
دھرم کی کمائی۔ ادھر دھن و دیا کی دولت اس سے بڑھکر ایک کشتری کو اور
کیا چاہیئے۔

راجہ جدھشٹر سے اتنا فرما کر دھوم رشی کیطرف روئے سخن کیا۔ کہ مہاراج دیکھئے
ادھر تو راجہ جدھشٹر لوک پرلوک بنانے میں مشغول ادھر دریودھن وغیرہ کو پاپ
بٹورنے سے دلچسپی کیا طبیعتوں کا اختلاف ہے۔ کوروؤں کا بھی کہیں بھلا ہو سکتا
ہے۔ جن کو ادھرم کے سوا اور کسی کام سے مطلب نہیں۔ دروپدی کو بھری سبھا میں
ننگا کرنے کی کوشش۔ اس پاپ کو خیال کرتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہوتے
ہیں۔ یہ پانڈوؤں کا ہی کلیجہ تھا۔ کہ برداشت کر گئے۔ طرح دے دی دوسرا
ہوتا تو اپنا اور ان کا خون ایک کر دیتا۔ ان لوگوں نے پاپ کی گٹھڑی اچھی طرح
باندھ لی۔ ملک عدم کی تیاریاں کر چکے۔ کوس سفر پر چوٹ پڑنے کی دیر ہے۔
(دروپدی سے مخاطب ہوکر) مہارانی جی مصیبتوں کے دن گئے۔ اچھے دن دوڑے
چلے آتے ہیں۔ دیکھو بیٹا کہ بدنصیب کوروؤں کو کئے کا کیا پھل ملتا ہے۔ ہمارے
دوست ارجن اندر سے شستر ودیا سیکھ ہی آئے۔ دیوتاؤں کے تمام استر تمہارے
قبضے میں ہیں۔ اب کس کا ڈر ہے۔ تمہارا بھائی میرے یہاں شستر ودیا سے فارغ
ہو چکا۔ اب جلاودن جی بید کی تعلیم دے رہے ہیں۔ اور پردمن جی تیر اندازی کی
وہ بھی تمہارے فرزندان نامدار ابھمن سوبھدرا اور بھانو کیطرح پردمن کو عزیز جان
ہے۔ (راجہ جدھشٹر کو متوجہ کر کے) مہاراج دھرم پتر۔ آپ یہ خیال نہ کیجئے گا
کہ بارہ برس کی صحرا نوردی سے آپ کی محبت اور قدر و منزلت کو لوگوں نے
بھلا دیا۔ نہیں نہیں یہ بات نہیں۔ صد ہا راجے مہاراجے جان نثاری کیلئے

مگر بستہ ہیں۔ مدیودھن کے نام سے اُن کی آنکھوں میں خون اترتا ہے۔ وہ جسوقت موقع ہوگا۔ جان و مال سے حاضر ہوں گے۔ مگر ہستناپور پہنچے سے قبل میری رائے ہے۔ کہ آپ وہ قول پورا کریں۔ جو بھری سبھا میں آپ کر چلے ہیں +

راجہ جدھشٹر۔ ترلوکی ناتھ۔ پانڈو آپ کے دست گرفتہ ہیں۔ آپکا سایۂ عاطفت ہم سب کیلئے تاج افتخار ہے۔ مجھے جو کچھ بھروسا ہے۔ وہ آپ کی مدد کا جس پر آپ کی نظر عنایت ہو۔ اس کو کسی سے کیا ڈر۔ کسی اور کی مدد کیا درکار۔ آپ کی کرپا سے بارہ برس خیر و عافیت سے گذر گئے۔ اب ایک سال سخت مصیبت کا اور باقی ہے۔ آپ چاہیں گے۔ تو وہ بھی آسانی سے کٹ جائیگا۔

ابھی راجہ جدھشٹر کی بات ادھوری ہی تھی۔ کہ مارکنڈے رشی دفعتہً وارد ہوئے۔ رشی مہاراج زندہ جاوید ہیں۔ ہزاروں برس کی عمر پر بھی پچیس برس سے زیادہ سن معلوم نہ ہوتا تھا۔ سب لوگ ان کو دیکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔ ڈنڈوت کی۔ بڑی تعظیم و تکریم سے بٹھایا۔ قدم دھوئے۔ پھول چڑھائے سری کرشن جی نے شکریہ ادا کرتے ہوئے گوہر افشانی کی۔ کہ

مہاراج سب لوگ زبان مبارک سے راج رشیوں کے حالات سُننے کے مشتاق ہیں۔

مارکنڈے جی کچھ جواب نہ دینے پائے تھے۔ کہ سری نارد جی بھی تشریف فرما ہوئے۔ ان کیلئے بھی آنکھیں بچھ گئیں۔ اور خوب تواضع اور تکریم ہوئی۔ نارد جی نے دریافت کیا +

کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ میں مخل تو نہیں ہوا۔

سری کرشن جی۔ واہ مہاراج! آپ اور مخل صحبت۔ ہم لوگ تو بڑا فخر کرتے ہیں۔ کہاں تو مہاراج مارکنڈے جی نے عزت افزائی فرمائی۔ ادھر آپنے تاج سربلندی بخشا۔ مارکنڈے جی مہاراج سے درخواست کیگئی ہے۔ کہ کچھ زمانہ قدیم کے حالات بیان فرما کر ممنون توجہات فرمائیں چنانچہ جنبش لب کا انتظار تھا۔ کہ آپنے درشن دیئے۔ زہے نصیب

راجہ جدھشٹر جی نے عرض کی۔ کہ جب اپنی مصیبت اور کوروں کی راحت پر

نظر کرتا ہوں۔ تو میری عقل چکرا جاتی ہے۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ اچھے اور بُرے اعمال کا نتیجہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ علاوہ بریں جب موجودہ زندگی یا آئندہ قالب میں رنج و راحت وغیرہ کرموں کی اچھائی یا بُرائی پر منحصر ہیں۔ تو ایشور کے دست قدرت میں کیا رہگیا۔ میرا سوال یہ ہے۔ کہ قالب عنصری سے جدا ہونے پر جیو آتما لوک پرلوک میں اعمال زندگی کے موافق نیک و بد افعال کے عوض اچھے یا بُرے پھل کیونکر پاتا ہے۔ اور مدت ہائے دراز تک ان اعمال کا ذخیرہ کہاں جمع رہتا ہے۔

مارکنڈے۔ سوال بہت معقول ہے۔ اہل دنیا کو اس سے عمدہ سبق ملیگا سنو +

ابتدائے آفرینش میں سب سے پیشتر برہماجی کا ظہور ہوا۔ انہوں نے انسانی خلقت کو لباس عنصری سے آراستہ کیا۔ اس وقت کے انسان راستی پسند اور باخبر تھے۔ ہر چیز حسب خواہش دستیاب ہوتی تھی۔ سورگ میں آمد و رفت کا اختیار حاصل تھا۔ عمریں ہزارہا برس کی حرص و ہوا مفقود۔ نفس پرستی و خواہشات نفسانی معدوم اولاد کی کثرت ہزاروں تک کی نوبت +

دوسرے دور میں انہیں لوگوں پر کام کرودھ۔ لوبھ موہ کا غلبہ ہوا۔ فکر معاش میں فریب و مکر کی ہوا چلی۔ اب اعمال کا چکر چلا۔ نیک کاموں اور بُرے فعلوں کی جزا سزا ملنے لگی۔ پاپیوں کیلئے حیوانوں اور پرندوں کے قالب تیار ہوئے تکمیل خواہشات میں لوہا لگنے لگا۔ دلوں میں وہم گھر کر گیا۔ صدق ارادت جاتی رہی۔ خاندانی فضیلتوں پر داغ لگا۔ بیماریاں پیدا ہوگئیں۔ رنج و غم کا دور دورہ ہو چلا۔ عمریں گھٹیں۔ ذی روحوں کی خونریزی۔ دوستوں سے دغا بازی اور ایسے ہی دوسرے افعال قبیحہ سے عقل پر پتھر پڑ گئے۔ فہم و فراست جواب دگئی۔ اگلی باتیں جھوٹ معلوم ہونے لگیں۔ کیسی ہی سچ بات ہو۔ کبھی عقل باور نہ کرتی تھی۔ ایسی ایسی بد افعالیوں اور ان کے خلاف نیک اعمالیوں کے لحاظ سے روح اچھا یا بُرا قالب پاتی ہے۔ شریر یعنے قالب عنصری دو قسم کا ہوتا ہے۔

ایک استھول دوسرا سوکھشم۔ یعنی لنگ۔ جب استھول شریر نہیں رہتا۔

ادھیائے ۸۶

۱-ہے ہے دیش کے راجکمار کی تیراندازی۔ رشی کا قتل راجکمار کا خوف عذاب۔ ارشٹ رشی کی برکت سے مردہ رشی کی زندگی۔ مارکنڈے جی کی زبانی

۲-اترے رشی کا افلاس۔ استری کو پرورش اولاد کیلئے فکر زر۔ رشی کی راجہ بین کے اشومیدھ جگیہ میں رسائی۔ برہمنوں سے مباحثہ۔ مباحثے میں جیت۔ حصول دولت سے مقصد برآری!

مارکنڈے جی نے اب زمانہ قدیم کے حالات یوں بیان کرنا شروع کیے۔ ہے ہے دیش ایک راج کا نام تھا۔ وہاں کے راجکمار کو شکار کی دھن ایک جنگل میں لے گئی۔ جہاں ایک گھاس کا انبار نظر آیا۔ راجکمار کو شکار کی دھن بندھی تھی۔ گھاس میں کالے ہرن پر نشانہ لگایا۔ شکار فوراً چت ہوگیا۔ راجکمار خوش خوش پہنچا۔ تو روح اڑ گئی۔ کلیجہ دھک سے ہوگیا۔ منہ پیٹ لیا۔ کہ ہائے غضب ہوگیا۔ کالے ہرن کے دھوکے میں ایک مہاتما رشی کی جان لے لی۔ افسوس مرگ چھالے نے دھوکا دیا۔ اس کے تلووں کے نیچے سے زمین نکل گئی۔ بھاگا ہوا راجدھانی میں آیا۔ برہمنوں کے آگے سر دے مارا۔ کہ ہائے غضب ہوگیا۔ نظر نے خطا کی نادانستگی میں ایک رشی پر تیر سر ہوگیا۔ سخت رنج ہوگیا۔ خوف عذاب سے جان میں جان نہیں۔

تو سوکھشم شریر میں نیک و بد اعمال کی سزا و جزا ملتی ہے۔ سوکھشم شریر سارے اعمال کا خزانہ ہے۔ اور جب سوکھشم شریر اپنی عمر طبعی کو پہنچ جاتا ہے۔ تو جیو آتما کوئی دوسرا قالب قبول کرتا ہے۔ اعمال اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ جس کے لحاظ سے اس کو رنج ملتا ہے۔ یا راحت یہ کبھی ممکن نہیں۔ کہ اعمال کا اچھا یا بُرا نتیجہ یعنی سزا یا جزا نہ ملے۔ جو لوگ روشن ضمیر نفس کش مد ریاضت کش۔ پابند شاستر۔ راسخ الاعتقاد۔ راست گفتار۔ نرم دل۔ ہمدرد خلائق ہیں۔ دھرم اور برت کو جان سے زیادہ مقدم سمجھتے۔ اور اندریوں پر قابو رکھتے ہیں۔ انکو مقدس اور پاک قالب با مراتب اعلےٰ ملتے ہیں۔ ان کی عادات نیک ہوتی ہیں۔ جسم تندرست۔ عوارض سے پاک۔ اندیشہ و فکر سے مبرا۔ جب سرگ سے عالم موجودات میں آئے۔ روشن ضمیری سے آتما اور پرماتما کی شناخت کرلی۔ سرائے فانی سے نیک اعمال کی بدولت عالم باقی میں پھر جا پہنچے۔ مخلوقات عالم میں سے کچھ ذی روح تو دکھ ہوتے ہیں۔ جنہیں یہاں تو راحت ملتی ہے۔ مگر سُرگ میں راحت کا نام نہیں۔ کچھ جاندار ایسے ہیں۔ جنکو دنیا میں دکھ سے سامنا رہتا ہے۔ مگر عقبےٰ میں سکھ ہی سکھ ہے۔ اکثروں کیلئے دونو جگہ آرام ہی آرام ہے۔ اور بہتوں کیلئے نہ یہاں چین نہ وہاں جو زندگی میں بیدخوابی میں مشغول رہتے ہیں۔ نفس کشی کرتے ہیں۔ اور کسی کی روح کو نہیں ستاتے۔ جان نہیں مارتے۔ ان کو دنیا میں تو ضرور تکلیف رہتی ہے۔ مگر سُرگ میں راحت ہی راحت ہے۔ جو اشخاص۔ بچپن سے نیت خیر رکھتے دھرم کو مقدم سمجھتے۔ ایمانداری سے روپیہ کماتے ہیں۔ شادی کرتے جگیہ وغیرہ نیک کاموں میں مصروف رہتے ہیں۔ ان کو ہر جگہ عیش ہی عیش ہے۔ بہتوں نے نہ کچھ پڑھا۔ نہ لکھا۔ نہ تپ کیا۔ نہ دان پن نہ اولاد ہے نہ اولاد کی فکر۔ انکو کہیں بھی راحت نہیں۔

آخر کار راجہ جدھشٹر سے فرمایا۔ کہ

تمہارا یہ تکلیف کا زمانہ چندروزہ تھا۔ اسے تکلیف کا زمانہ نہ سمجھو۔ بلکہ ایام راحت کا پیش خیمہ۔ تمہیں یہاں بھی عنقریب سکھ ہی سکھ حاصل ہوگا۔ اور سرگ میں بھی راحتیں نصیب رہیں گی۔ تمہارا جنم ہی اس واسطے ہوا ہے۔ کہ دیوتاؤں کی مشکلات حل کرو۔ پتروں کو ثواب پہنچاؤ۔

برہمن دوڑے ہوئے ارشٹ نیم رشی کے آشرم میں گئے۔ دیکھا کہ رشی صحیح سلامت ہے۔ ارشٹ نیم رشی جی صاحب کشف کرامات تھے۔ صورت سمجھ گئے۔ کہ یہ لوگ کس غرض سے آئے۔ وہ ہنسے اور کہا۔ کہ جس برہم رشی کو تمہارے راجکمار نے ہرن سمجھ کر نشانے سے چٹ کیا تھا۔ وہ دیکھو سامنے بیٹھا ہے۔ راجکمار ابھی بچہ ہے۔ ناسمجھ ہے۔ اس کی خطا ہی کیا۔ کہہ دینا۔ کہ اطمینان رکھے۔ اس پر برہم ہتیا کا اثر نہ ہوگا۔ برہمن مردہ رشی کو زندہ دیکھ کر حیرت میں ہو گئے۔ زیادہ تعجب ہوا۔ کہ ذرا دل برسیل نہیں۔ دریائے عاطفت اس حالت میں بھی جوش زن ہے +

رشی جی۔ بھائی اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ جو دنیا کو لات مار کر جنگل میں تپسیا کو زندگی کا ماحصل سمجھتے ہیں۔ سچائی پر جان دیتے۔ اپنی بھوک مار کر سادھو ؤں بیراگیوں کا پیٹ بھرتے ہیں۔ ان سے موت بھی پناہ مانگتی ہے۔ پھر راجکمار کا تیر کیا اثر کرتا۔ میری تپشیا کی طاقت نے مردے کو اٹھا کر بٹھا دیا۔

مارکنڈے جی نے یہ ذکر ختم کر کے دوسرا تذکرہ چھیڑا گوہر افشاں ہوئے۔ کہ اترے رشی بڑے قناعت پسند اور باکمال تھے۔ مگر بڑے جھنجھٹی نہ تھی۔ بالکل کھکھل ان کی استری جب دیکھو سر ہوتی تھی۔ کہ مہاراج آپ کی قناعت سے بچوں کو پیٹ نہیں بھرتا۔ یہ بیچارے کب تک ہوا پھانکیں۔ پیٹ میں تو ادیں۔ تو کیونکر ذرا ادھر ادھر جائیے کسی راجہ سے ملئے۔ کچھ لائیے۔ تب یہ غریب بلیں سلے گوڑی پیلہ کی پرورش کیسے ہو۔ رشی کا جواب دو ٹوک ہوتا تھا۔ کہ بن باسیوں کو روپے پیسے سے کیا غرض میں پرائے ہاتھ کا بل لینے کیلئے کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلاؤں گا +

اتفاق سے انہیں ایام میں راجہ بین نے اشومیدھ جگیہ کیا استری پیچھے پڑ گئی۔ کہ بھلا اب تو جاؤ۔ جہاں ہزاروں اور رشی منی ہونگے۔ وہاں جانے سے تمہاری عزت گھٹ نہ جائیگی۔ اترے رشی مجبور ہوئے کوئی عذر نہ چل سکا۔ جگیہ میں گئے راجہ بین کو اشیرباد دیا اور بولے +

راجہ بین: تیرے دھرم کا کیا کہنا۔ روئے زمین پر تو پرتھم (افضل الکونین) ہے۔ کون بشر ہے جو تیرا مداح خواں نہیں۔ سارے رشی تیرا جش گاتے ہیں +

اترے رشی کے منہ سے پرتھم کا لفظ نکلتے ہی گوتم رشی اور تمام برہمن یک زبان ہو کر بول اٹھے۔ کہ واہ اترے رشی راجہ بین کی شان میں پرتھم کا لفظ معلوم ہوا۔

کہ عقل سٹھیا گئی۔ کیچھ معلوم ہے۔ کہ یہ لفظ کس کی شان میں استعمال ہوتا ہے۔ اندر کے سوا کوئی راجہ اس لفظ کے ساتھ یاد نہیں کیا جا سکتا +

اترے رشی ۔ میری عقل سٹھیا گئی ہے۔ تو تم لوگوں کی بلا سے پہلے ذرا اپنے دماغ کا علاج کرا لو۔ تو بات کرو میں نے جو کہا۔ وہ پتھر کی لکیر بالکل ٹھیک۔ راجہ بین بڑے رعیت پرور۔ انصاف پسند ہیں۔ دست خیر کی دنیا قایل ہے پس ان کی شان میں پرتھم کا لفظ موزوں نہیں۔ تو اور کس کی شان میں؟

برہمن منڈلی ۔ کیوں ایسا نہ کہو۔ راجہ سے روپیہ کس طرح اینٹھ سکو گے۔ اس بات سے کچھ اترے رشی کو طیش آیا۔ کچھ برہمن گرم ہوئے۔ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ بم چخ مچ گئی +

کشیپ رشی غل غپاڑہ سنکر بولے۔

یہ کس نے کانوں کے پردے پھاڑ رکھے ہیں۔ کس نے ایسے شخص کو گھسنے دیا جس کے سبب سے ہائے ہتیا مچ گئی۔ کیا بات ہے کہو +

برہمنوں نے سب کیفیت سنائی کشیپ جی نے کہا۔ کہ اچھا ذرا دم لو۔ فضول بک بک جھک جھک سے نتیجہ نہیں۔ سنت کمار جی تصفیہ کر دیں گے۔ کہ حق پر کون ہے +

رشی اور برہمن سنت کمار جی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سارا مباحثہ گوش گذار کیا۔ سنت کمار جی نے فرمایا۔ کہ

اترے رشی کا فرمانا بہت درست ہے۔ بین ایسے راجہ کی شان میں پرتھم کا لفظ استعمال کرنا کیوں روا نہیں۔ آپ سب لوگ غلطی پر ہیں۔

رشی اور برہمن اپنا سا منہ لئے وہاں سے راجہ کی خدمت میں آئے۔ سنت کمار جی کا فیصلہ بیان کیا۔ راجہ بین کو پرتھم کے لفظ سے وہ اعزاز حاصل ہوا۔ جو راجہ اندر کے واسطے مخصوص تھا۔ اترے جی کے کمال لیاقت نے اُن کو ایسا گرویدہ کر لیا۔ کہ سامنے سونے چاندی کا ڈھیر لگا دیا۔ بہت سی گائیں نذر کیں اترے رشی وہاں سے خوش خوش پھرے۔ آشرم میں آئے ساری دولت استری کے حوالے کی۔ اور کہا لو چین کرو۔ اب تو دل بھرا؟۔

ادھیائے ۸۷

تارکش رشی کی درخواست پر سرسوتی جی کی سخن سرائی دان پن کے پھلوں کا بیان (مارکنڈے جی کی زبانی)

مارکنڈے جی کا سلسلۂ سخن جاری ہے۔ کہ ایک تارکش رشی گزرے ہیں۔
جنہوں نے برہما کی عالمہ و فاضل بیٹی سرسوتی سے سوال کیا۔ کہ
انسان کی نجات کے وسایل کیا ہیں۔ دان سے نجات کیونکر ملتی ہے؟
سرسوتی۔ وید پاٹھی۔ تپشوی اور برہم کو بیاپک ماننے والے دیولوک میں جاتے ہیں۔ یہ لوک نہائیت ہی عجیب غریب ہے۔ اسمیں خوبصورت نہریں جنکے صاف و شیریں پانی میں ہر رنگ کی مچھلیاں طلائی و نقرئی رنگ کے کنول بذر شوں کی نرالی بہار جن کو رنگ رنگ کے پھولوں کی زینت۔ پھلوں سے زیبائش پھول بھی وہ جن کی مہک مُردوں کے دماغ میں جان ڈال دے۔ پھل بھی وہ جن کی خوشبو سے اندرائن پھل بھی امر پھل بن جائے۔ یہاں جو پہنچا اس کے آرام و سائش کا کیا ٹھکانا۔ خوبصورت سے خوبصورت اپسرائیں۔ خدمت کو موجود دیوتا تک رضاجوئی کیلئے حاضر۔ لوک ایک نہیں کئی ہیں۔ جہاں مختلف اوصاف کے لوگوں کی بودوباش ہوتی ہے۔
سورج لوک میں وہ جگہ پاتا ہے جس نے بیل دان کئے ہوں +
امر لوک اُسے ملتا ہے جس نے لباس اور سونا چاندی کا دان کیا ہے +
سورگ لوک اس کے واسطے ہے۔ جو بہت سیدھی اور دودھاری گائے دان کرے۔ بچھڑا بھی ساتھ ہو +
اندر لوک کا وہ مستحق ہے۔ جو برہمنوں کو ہدایات مقررہ کے موافق دان دیتا ہے +
گؤ لوک میں وہ جاتا ہے۔ جو ہون کے باقیماندہ اناج کو کھاتا ہے۔ برہم کا درشن

مل جانا بھی اس کے واسطے کچھ عجب نہیں +

اب ذرا ایک ایک دان کا پھل سنئے +

طاقتور بے شر اور کھیتی کے لائق بیل دان کرنے سے دس گئو دانوں کا ثواب حاصل ہوتا ہے +

سینگ منڈھوا کر پوشش ڈال کر دکشنا دے کر دان کرنے سے کپلا گائے دان دینے والے ہی کو نہیں۔ پرکھوں اور ان کے پتروں کو بھی سورگ میں پہنچا دیتی ہے۔

گئو دان گھور نرک کے عذاب سے انسان کو چھڑا دیتا ہے +

سات برس بلا ناغہ ہون کرنے والے کی گذشتہ و آئندہ سات پشتیں نجات حاصل کرتی ہیں۔

مگر یاد رہے۔ کہ بید نہ جاننے والے برہمن سے آگ میں ہون کرانیکا نہ کچھ پھل ہے۔ نہ گئو دان کا۔ اور نہ بے ہاتھ پاؤں دھوئے ہون کرنے کا یہ نتیجہ نکلا۔ کہ ہون کرنیوالا گئو دان لینے والا برہمن بید خواں ہونا چاہیئے۔ اور ہون کرتے وقت ہاتھ پاؤں ضرور دھو کر پاک و صاف ہو جانا لازمی ہے۔

نارکس رشی۔ آپ نے بہت رمز بتائے۔ میں بہت ممنون ہوا۔ اب میری خواہش ہے۔ کہ آپ کچھ اپنا حال سنائیں۔ تکلیف دہی کی معافی مانگتا ہوں +

سری جی۔ علم۔ دولت وغیرہ تمام دنیا کے لوازمات سے میری پرورش ہوتی ہے۔ یہی میری ترقی اور یہی میری رونق و عظمت کا باعث ہیں جنکو نہ نجات کی خواہش نہ کسی بات کا اندیشہ و تردد۔ بید خوانی سے سروکار ہے۔ مردم آزاری و خونریزی سے عار ہے۔ جپ تپ کو مال زندگی اور سرمایہ حیات جانتے ہیں۔ ان کی وہ عظمت ہے۔ کہ پرماتما کو قبضے میں کر لیتے ہیں۔ پرماتما کیا ہے۔ کل کائنات کے درخت کی جڑ۔ اور درخت کون جس کی شاخیں کا شمار ہی نہیں۔ خلاصہ یہ کہ جس کے ملنے کی ہوس میں اندر ایسے اگن ایسے دیوتاؤں نے جگیہ کئے۔ وہی میری جلوہ گاہ ہے۔

ادھیائے ۸۸

برہما جی کی مچھلی کے قالب میں مختلف حالتیں پرلے کا طوفان مذکورالصدر مچھلی کی مدد سے کشتی پر منوجی کی جانبری۔ ہمالیہ کی نوبندھن چوٹی پر پہنچنا

مارکنڈے جی راجہ جدھشٹر سے مخاطب ہیں۔ کہ اب ہیوسوت منو کا حال سنیئے۔ یہ بدری لبشال آشرم میں تپ کر رہے تھے۔ کہ چیرنی ندی سے آواز آئی۔

مہاراج۔ جان بچائیے بڑی بڑی مچھلیاں میری طرف جھپٹ رہی ہیں۔ منوجی نے انسان کی آواز سنی۔ اسی وقت ندی کے کنارے پہنچے۔ دیکھا ایک چھوٹی مچھلی فریادی ہے۔ وہ اُسے لے آئے اور ایک پانی کے گھڑے میں ڈال دیا۔ مچھلی کا قد بڑھتے بڑھتے اتنا بڑھا۔ کہ آخر منوجی کو باولی میں چھوڑنا پڑا۔ باولی میں بھی وہ اس قدر بڑھ گئی۔ کہ جگہ نہ رہی۔ منوجی پہنچے۔ تو اس نے بہت شکریہ ادا کیا۔ اور عرض کی۔ کہ

مہاراج دیکھئے کیسی تنگی سے بسر کر رہی ہوں۔ اگر آپ گنگاجی میں چھوڑ دیں۔ تو بڑا احسان ہو۔ آپ کا سلوک میں کبھی نہ بھولونگی۔ اور آپ کو یقین دلاتی ہوں۔ کہ ایک وقت اسیطرح آپ کی بھی میرے سبب سے جان بچے گی۔

منوجی راضی تو ہوئے۔ مگر گنگاجی تک کیسے پہنچائیں مچھلی مچھلی نہ رہی تھی۔ مگرمچھ بھی بانسنگ برابر نہ تھا۔ وہ اس فکر ہی میں تھے۔ کہ کیا کریں۔ اتنے میں پھر مچھلی کو دیکھا تو قد بالکل چھوٹا۔ وہ اُسے اٹھا کر لیگئے۔ اور گنگاجی میں چھوڑ دیا۔

تھوڑے دنوں کے بعد مچھلی مگرمچھ کا کیا ذکر ایک پہاڑ دکھائی دینے لگی۔ گنگاجی میں سما نہ سکی۔ منوجی اشنان کو گئے۔ تو درخواست کی۔ کہ

مہاراج۔ آپ ہی میری جان بچاتے چلے آئے ہیں۔ گنگاجی میں بھی اب

گنجائش نہ رہی۔ آپ ہی تکلیف کریں۔ تو سمندر میں فراغت سے رہ سکوں +

مچھلی نے یہ سنکر جسم چھوٹا کر لیا۔ منوجی نے سمندر میں پہنچایا جب منوجی چلنے لگے۔ تو مچھلی بولی +

منوجی مہاراج۔ ایک بات سنتے جایئے پرلے ہونے والی ہے۔ پانی کے سوا خشکی کا نام نہ رہے گا۔ ایک کشتی تیار کیجیے تمام ضروری ذخیرہ اس میں ہو ایک مضبوط رسا بھی اس میں بندھا رہے۔ جب پرلے کا زمانہ آئے سپت رشیوں کو لئے ہوئے کشتی پر سوار ہو جائیے گا میں موقع پر پہنچونگی۔ اسوقت صورت اور ہے۔ اس وقت منہ پر ایک طول طویل سینگ پاؤگا۔ میں آپ کو اس پرلے میں بچاؤنگی۔ کوئی خوف کی بات نہیں +

مچھلی چلی گئی۔ منو لوٹے۔ کشتی طیار کی طوفان کا بھی دن آ گیا۔ دنیا بھی غرق ہوئی۔ منوجی طوفان کے تھپیڑے میں پھنسے۔ مچھلی بھی اسی وقت آ پہنچی جب کشتی ڈگمگا رہی تھی۔ منوجی نے بڑی پھرتی سے رسے کا پھندا پھینکا۔ مچھلی سینگ میں ڈال کر ادھر ادھر چکر دینے لگی۔ پانی کے زور شور کا کیا ذکر۔ تمام دنیا دریا برد ہو گئی۔ اونچے پہاڑ تک پانی میں ڈوب گئے۔ مچھلی بھاگتے بھاگتے ہمالیہ پہاڑ کیطرف پہنچی ہمالیہ کی سب بلند سے بلند چوٹیاں پانی کے اندر تھیں۔ صرف ایک سر بفلک چوٹی ڈوبنے سے باقی تھی۔ مچھلی نے وہ کشتی وہیں بندھوائی۔ اور کہا۔ کہ

کچھ پہچانا۔ برہما کون ہے۔ پرجاپتی کسے کہتے ہیں۔ میں ہی وہ ہوں۔ جن کا تم نے نام سنا تھا میں اس طوفان بلا سے بچانے کے لئے مچھلی کا قالب قبول کر رکھا تھا +

منوجی۔ اب انتظام آفرینش کے ذمہ وار تم ہو۔ تمہیں جگیہ کرنا لازم ہے۔ یہ الفاظ ختم ہوتے ہی دیکھتے ہیں۔ تو مچھلی ندارد۔ اب فکر ہوئی۔ کہ انتظام آفرینش کیونکر ہو۔ سپت رشیوں سے مشورہ ہوا۔ سب کی رائے سے اسی نوبندھن نامی چوٹی پر منوجی مہاراج نے تپشیا شروع کردی۔ نوبندھن چوٹی وہی ہے۔ جسمیں منوجی نے مچھلی کے کہنے سے کشتی کا رسا باندھا تھا +

ادھیائے ۸۹

زمانہ قیام دنیا کی تقسیم مہاپرلے کے چشم دید واقعات نارائن جی کی ذاتِ مقدس کا بیان۔ مارکنڈے رشی کی زبانی!

راجہ جدھشٹر یہ حالات سن کر مارکنڈے جی سے بولے کہ مہاراج آپ نے پرلے تک کا حال سنایا جو برہما جی کو معلوم ہے۔ یا آپ کو دیگر ذی روحوں کو کیا پتہ پرلے۔ اسوقت کے لوگوں کو مٹا گئی دیکھتا اور کہتا کون۔ آپ فرمائیے کہ آگے چلکر کیا ہوا۔ اور کیا ہوگا +

مارکنڈے جی۔ پرلے کے بعد نارائن جی انتظام کائنات فرماتے ہیں۔ برہما جی کو حکم ہوتا ہے۔ کہ گلزار نخلبندی ہو۔ برہما جی سلسلۂ آفرینش قائم کرتے ہیں۔ اور زمانے کی تقسیم یوں ہوتی ہے +

ست جگ ۴ ہزار دِب سال کا	دِب سال کا ایک دن دنیا کا ایک برس ہوتا ہے
	دِب سال کی چوکڑی برہما کا ایک دن +
تریتا ۳ ہزار دِب سال کا	یہی دن پرلے کا
دواپر۔ ۲ ہزار دِب سال کا	
کلجگ۔ ایک ہزار دِب سال کا	

کلجگ کے دورے میں اندھا دھند ادھرم کی عملداری رہتی ہے۔ جھوٹ فریب ہتیا غصہ۔ لالچ وغیرہ کا دور دورہ ہوتا ہے۔ انسان کو خراب افعال سے رغبت اور نیک اعمال سے نفرت ہو جاتی ہے۔ جپ تپ۔ پوجا پاٹ۔ برت۔ ہون۔ ایسے ایسے تمام نیک کام برہمن تک چھوڑ بیٹھتے ہیں۔ اوروں کا کیا ذکر۔ خوردنی و ناخوردنی چیزوں کا امتیاز نہیں رہتا۔ چھوت چھات کو واہیات سمجھتے ہیں۔ کشتری کو رعیت پروری سے متنفر رہتا ہے۔ جرأت و بہادری کو کھو بیٹھتے ہیں۔ سادھو و سنتوں کی خدمت گذاری سے کچھ کام نہیں رہتا یہ فکر رہتی ہے۔

تو بس یہ کہ جس طرح بنے روپیہ ہاتھ آئے۔ دولت ہی کے فکر میں اندھے رہتے ہیں۔ شودروں کا عروج ہوتا ہے۔ دولت سے مالا مال ہوتے ہیں۔ سمجھتے ہیں۔ کہ عقل بس انہیں پر ختم ہے۔ حکومت ملیچھوں کے ہاتھ میں چلی جاتی ہے۔ غلہ بے مزہ پھل بدذائقہ ہو جاتے ہیں۔ کم عمر لڑکیاں صاحب اولاد ہو جاتی ہیں۔ آٹھ برس کی عمر میں حمل رہ جاتے ہیں۔ درختوں کی بار آوری کم ہو جاتی ہے۔ گائیوں کا دودھ گھٹ جاتا ہے۔ اوقات مناسب پر پانی نہیں برستا۔ امساک باراں سے قحط عالمگیر ہوتے ہیں۔ ناخن اور بال بڑھا بڑھا کر لوگ مہاتما بن بیٹھتے ہیں۔ برہمچاری خوب مال مارتے ہیں۔ گوشت کھاتے شرابیں اڑاتے ہیں۔ برہمن رذیلوں سے فخر کے ساتھ دان لیتے ہیں۔ مطلب آشناؤں محسن کشوں کی کثرت ہوتی ہے۔ صادق الاعتقاد اور نیک نیت لوگوں کو چین نہیں ملتا۔ ان کی زندگی کم ہوتی ہے۔ پاپی بیفکری سے بہت دنوں تک زندہ رہتے ہیں۔ عورتوں کا چلن بگڑ جاتا ہے۔ خاوندوں کے ہوتے نوکروں سے ملتفت ہوتی ہیں۔ مرد حسین بی بی سے التفات نہیں کرتے۔ زنان بازاری کو گلے کا ہار بناتے ہیں۔ شراب خانے آباد رہتے ہیں۔ عبادتخانے سنسان جہاں پہلے دھرم ہوتے ہیں۔ وہاں بدفعلوں کی گرم بازاری رہتی ہیں۔ آخر کار پرلے کا دن آتا ہے۔ وہ طوفان خیز بارش ہوتی ہے۔ کہ جلا مٹی کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ مہاپرلے وہ ہے۔ جس سے ایشور اناشی کے سوا دیوتا اور سورگ سب نیست و نابود ہو جاتے ہیں +

مجھے ایک مرتبہ مہاپرلے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ طوفان آیا کل مخلوقات کالعدم ہو گئی۔ صرف میں محفوظ رہا۔ اکاش سے پاتال تک پانی کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ میں ڈوبتے تیرتے بہتے بہتے ایسا گھبرایا کہ کیا کہوں مصیبت میں سب کو ایشور یاد آتا ہے۔ میں نے بھی اس سے پناہ مانگی۔ ایشور کی قدرت کہ ذرا دور آگے ایک بڑ کے درخت تک پہنچ گیا۔ دیکھا۔ کہ درخت کی شاخیں کوسوں تک چھپر چھائے ہوئے ہیں۔ شاخوں پر ایک نہائیت نفیس فرش ہے۔ اور فرش پر ایک خوبصورت لڑکا۔ لڑکے کا سراپا کس زبان سے بیان کروں۔ چہرہ سورج کی طرح روشن آنکھیں چاند کی طرح پر نور میں حیران تھا۔ کہ کہاں

ایسی جگہ پر ہے۔ کہ مخلوقات عدم آباد کو سدھاری یہ چھوٹا سا بچہ یہاں کیسے آ گیا۔ اس کو بچانے والا کون تھا۔ اتنے میں وہ لڑکا خود بول اٹھا۔ کہ

آئیے رشی جی۔ آپ کے واسطے بچھونا بچھا ہے۔ ذرا آرام کیجئے کسل دور ہو جائے ۔

اتنے ہی میں اُس نے منہ کھولا تو میں اسی وقت پیٹ میں داخل۔ وہاں میں دیکھتا ہوں۔ تو آنکھیں کھل گئیں عجیب حیرت ہوئی۔ کہ وہ ساری دنیا بدستور قائم۔ گنگا۔ ستلج وغیرہ دریا اسی طرح جاری ایشور کی مایا دیکھئے۔ میں منہ سے نکلا دیکھا۔ کہ وہ پیکر نور خواب آرام ہے۔ میری منت و التجا پر وہ ذات مقدس یوں حرف زن ہوئی۔ کہ

میں نارائن ہوں۔ روپ اصل میں ایک ہے۔ مگر جلوے ہزاروں ہو جاتے ہیں۔ دنیا کو پیدا کرنے والا پرورش کرنے والا اور فنا کرنے والا میں ہی ہوں۔ برہما بشن مہیش۔ اگن۔ پون۔ پوان۔ جم۔ اندر سب میرے ہی جلوے ہیں۔ میں ہر جگہ موجود ہوں۔ نہ میری ابتدا ہے۔ نہ انتہا۔ اگن منہ آنکھیں۔ چاند سورج۔ آکاش۔ دشائیں (اطراف عالم) کان پسینہ۔ پانی میں ہی شیش کے روپ میں کرۂ خاک اور پہاڑوں کے بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہوں۔ جس وقت طبقۂ خاکی پانی میں غرق ہو گیا میں نے ہی زمین کو پانی سے نکالا۔ بارہ اوتار جس کو کہتے ہیں۔ وہ میں ہی ہوں۔ برہمن میرا منہ کشتری بازو۔ ویش ران اور شودر قدم ہیں۔ چاروں بید کا ظہور میری زبان سے ہوا جس زمانے میں راکھس آسمان سر پر اٹھاتے ہیں زمین گناہوں کے بوجھ سے دب جاتی ہے مخلوقات ظلم وستم سے جگر خراش نالے کرتی ہے۔ ذیروحوں کی جان پر بن جاتی ہے۔ رشی منی چیخ اُٹھتے ہیں۔ دیوتاؤں سے کچھ بنائے نہیں بنتی۔ اسوقت میں کسی نہ کسی شکل میں نمودار ہوکر گاؤ زمین کو بار گناہ سے سبکدوش کر دیتا ہوں۔ میں تو یہیں بیٹھے بیٹھے سب کچھ کر سکتا ہوں۔ مگر اوتار لینے سے غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ اہل دنیا اپنی ہی طاقتوں پر نہ اترائیں۔ غیبی طاقتوں کو بھی سمجھیں۔ ظالموں کو خوف مظلوموں کو تسلی رہے۔ کہ کوئی ان کی فریاد سننے والی طاقت موجود ہے۔

اگر یہ نہ ہو۔ تو سب دل شکستہ اور مایوس ہو کر بے مارے مَر جائیں۔ اہل دنیا کی مشکلات
کے موقع پر ظاہر ہو جاتا ہوں۔ آفتیں دور ہونے پر غائب +
اے راجہ جدھشٹر جس وقت نارائن بھگوان نے درشن دیئے حقیقت اصلی
سے آگاہ فرمایا۔ میری خوشی کی حد نہ تھی۔ تقدیر کو سراہتا خوش قسمتی کی بلائیں لیتا تھا
نارائن جی تو دیکھتے دیکھتے ہی نہ جانے کسطرح نظر سے غائب ہو گئے۔ بعد گلشن
کائنات کی چمن بندی کا تماشہ دیکھا۔ برہما جی نے مخلوقات سے روئے زمین کو آباد
کیا۔ تین دورے میری نظر سے گذر گئے صرف ایک کلجگ باقی ہے وہ دیکھنے کو تو
جی نہیں چاہتا۔ مگر کیا کروں۔ مجبور ہوں۔ عمر ختم ہونے والی نہیں سلسلۂ حیات طول
طویل ہے۔ موت میرے قبضے میں زندگی میرے اختیار میں جب چاہوں مَر جاؤں
جب چاہوں جی اٹھوں مگر روز روز کا مَرنا روز روز کا جینا اچھا نہیں معلوم ہوتا ہے
اس لئے پران نہیں چھوڑتا۔ جسوقت کلجگ آگیا سمجھہ لیجیے۔ کہ دنیا کی ہوا ہی پلٹ
گئی وہ وہ پاپ وہ وہ گناہ ہونگے۔ کہ زمین کانپ اٹھے گی۔ لڑکے والدین کو بیوقوف
سمجھیں گے رضا جوئی و فرمانبرداری کیسی۔ عورتیں لڑائی جھگڑے بکھیڑے سے
خاوندوں کا ناک میں دم کر کھینگی۔ پت برت کجا۔ پوجا پاٹ دھرم کرم جڑ پیڑ سے
مٹ جائینگے۔ لوگ ادھرم کرینگے۔ دھرم کو فضول اور واہیات سمجھیں گے جب
اس ادھرم کا پیالہ چھلکنے کو ہوگا۔ تو بھگوان جی کو تکلیف کرنا پڑے گی نہکلنکی اوتار
میں جلوہ دکھائیں گے پاپ کی ناؤ ڈبوئینگے۔ دھرم کی بیل پھر ہری بھری ہوگی

ادھیائے ۹۰

نہکلنکی اوتار کا ذکر۔ اکشواک بنسی راجہ پر کچھت کا شغل شکار
ایک عورت سے عشق۔ باہمی شرائط۔ شادی کے بعد کی
سرگذشت راجہ شل کا تذکرہ ہرن کے شکار کی غرض سے یا دیو ہوتی

کے گھوڑوں کی طلبی - عدم واپسی پر حجت و تکرار - راجہ کی تیر اندازی - جام دیو رشی کی بد دعا وغیرہ مارکنڈے رشی کی زبانی

مارکنڈے راجہ جدھشٹر کے استفسار پر نہکلنکی اوتار کا ذکر یوں بیان فرماتے ہیں کہ جب نیک اعمالوں کا قحط ہوگا - بدافعالیاں اپنا سکہ جمائینگی - تب بھگوان اوتار لینگے برہمن کے گھر سنبھل کے مقام پر لوگ بشن جس کے نام سے پکارینگے - نہکلنکی کی طاقتیں غیبی ہونگی - طاقت بے نظیر عقلمندی میں یکتائے - روزگاریوں تو نہ کوئی ہتھیار پاس ہوگا نہ لڑائی کا اوزار مگر ایک اشارے میں سب کچھ موجود ہو جائیگا - ذات مبارک دھرم کو از سر نو زندہ کریگی - بدکردار راجے لقمۂ تیغ اجل ہونگے - روئے زمین پر نہکلنکی ہی کی حکومت کا ڈنکا بجیگا - وید کے سب قائل ہونگے دھرم کی خلاف ورزی عذاب میں داخل سمجھی جائیگی یہ تو نہکلنکی کا سرسری حال تھا - اب ذرا سنو - برہمنوں کی عظمت کیا ہے ؟ ”راجہ اکشواک کون تھے کہنے کی ضرورت نہیں - اِسی کی نسل میں ایک راجہ پرچھت گزرا - جسکو شکار کی دھن جنگل میں لے گئی شکار تو الگ رہا حضرت خود کمند زلف میں اسیر اور تیر نظر کے شکار ہو گئے - ایک ایسی سرمایۂ حسن جمال زہرہ تمثال سے آنکھیں لڑ گئیں کہ دل ہاتھ سے جاتا رہا - آپے میں نہ رہے طبیعت بے اختیار ہوئی - حرف سوال زبان پر آ گیا - وہ تصویر خورشید مرقع ناہید بولی کہ ہم آغوشی منظور - بشرطیکہ پانی سے سامنا نہ ہو - دل کا کسی پر آ جانا بُرا ہوتا ہے طبیعت کی شیفتگی انسان کو قابو میں رہنے نہیں دیتی - راجہ نے کہدیا کہ :-

شرط قبول - عہد منظور آؤ چلو - زنوا اس کی زینت بنو

وہ سپہر خوبی و ماہ برج محبوبی داخل محل ہوئی - رات دن عیش و عشرت کی گرم بازاری نے بلبل و گل پروانہ و شمع کی دلچسپیوں کو گرد کر دیا - راجہ صاحب ہر وقت دل ہاتھوں میں لئے رہتے خیال رہتا کہ پانی سامنے نہ آنے پائے

مگر اب شدنی کو دیکھئے۔ راجہ کو باغ بنانے کی سوجھی۔ باغ بنایا باغ میں باولی نہ ہو تو باغ کا لطف کیا۔ لہذا باولی بنوائی۔ مگر کیسی۔ عام نظروں سے پوشیدہ تہ خانہ کیطرح +

ایک روز راجہ جوشش محبت سے رانی کو باغ کی سیر کرانے لے گیا۔ باغ دکھاتے دکھاتے جوش محبت سے ایسا خود رفتہ اور باغ کی نفاست پر ایسا محو ہوا۔ کہ کچھ خیال نہ رہا۔ اور اُس دریاے خوبی و قلزم محبوبی کو باولی دکھادی جو ہیں باولی نظر آئی دیکھا۔ تو رانی غائب غوطہ لگانا بھی اچھیطرح محسوس نظر نہ ہوا۔ راجہ کے دل کو سخت صدمہ ہوا۔ کلیجے پر وہ چوٹ لگی۔ کہ تڑپ تڑپ گئے۔ ہاتھ ملتے سر دُھنتے اور منہ پیٹتے تھے کہ ہائے سونے کی چڑیا جان بوجھ کر ہاتھ سے اُڑادی۔ افسوس اب زندگی کی آس کون ہے رونے دھونے سے فائدہ نہ دیکھ کر اُس نے باولی کا سارا پانی اُلچوا ڈالا۔ نہ نظر آئی۔ مگر رانی کا نام و نشان ندارد۔ اگر کوئی بلا۔ تو ایک مینڈک۔ مینڈک دیکھتے ہی راجہ آگ ہوگیا۔ عقل گدی میں ہو رہی تھی۔ سمجھا کہ یہی رانی کو نگل گیا۔ نہ کچھ سوچا نہ کچھ سمجھا منادی کرادی۔ کہ ایک مینڈک زندہ نہ بچے۔ مینڈکوں کی شامت اعمال تھی۔ لاکھوں مفت ہلاک ہوئے لاکھوں کو جان کی فکر میں زندگی حرام ہوگئی۔ مینڈکوں کا ایک راجہ آیو تھا۔ اُس سے اپنے ہمجنسوں پر یہ بدعت نہ دیکھی گئی۔ وہ راجہ سے ملا اور عرض کی۔ کہ:-

مہاراج آپ کو کس نے بہکادیا۔ بھلا مینڈکوں کی یہ طاقت کہ انسان کو کھاجائیں آپ جس کو اپنا دل دئے رہے جس کے فراق میں مرغ بسمل کی طرح تڑپتے ہیں۔ جس کے واسطے خون ناحق کی پرواہ اور عذاب ثواب کا خیال نہیں وہ نہ جانے۔ آپ ایسے کتنوں کو جھکمہ دے چکی ہے۔ آپ اُس کیلئے بیتاب ہیں۔ تو لیجئے دیکھئے یہ وہی ہے یا اور کوئی۔ راجہ نے جسوقت اپنی محبوبہ گل اندام و معشوقہ لالہ فام کو دیکھا گلے سے لگالیا بلائیں لیں۔ اور سمجھا۔ کہ دوبارہ زندگی ہوئی۔ کچھ مدت عیش و آرام سے گزری۔ پھر راجہ تپسیا کو چلے گئے۔ راجہ شل تخت نشیں ہوا۔ ایک دن راجہ اشل شکار میں مشغول تھا۔ ہرن بھاگا۔ راجہ نے پیچھا کیا رتھ تیز رو تھا۔ مگر کہاں ہرن۔ کہاں رتھ کے گھوڑے۔ شکار کی چھاؤں تک نہ پائی۔ راجہ شوق شکار میں بیتاب تھا۔ گویا تہیہ کرلیا۔ کہ ہرن مارے بغیر دائیں ہاتھ کا کھانا حرام۔ رتھبان نے عرض

کی کہ:-

مہاراج یوں ہرن زور پر آنے والا نہیں۔ اس کا ہتھے چڑھنا دشوار۔ بامدیو رشی اسی جنگل میں تشریف رکھتے ہیں۔ اگر اُن کے گھوڑے مل سکیں۔ تو کیا مجال کہ صید نکل جاوے

راجہ کے تلووں سے لگی تھی۔ بامدیو کے قدموں پر گرا۔ گھوڑے مانگے۔ واپسی کا وعدہ کیا رشی نے گھوڑے دیئے۔ راجہ نے شکار جیت کیا۔ مگر نیت بدل گئی گھوڑے اپنے اصطبل میں باندھ رکھے۔ رشی جی نے کچھ دنوں انتظار کیا۔ جب عرصہ گزر گیا۔ تو چیلے کو بھیجکر گھوڑے طلب کئے۔ راجہ نے جواب دیا۔ کہ رشیوں کو گائے بیل رکھنا مناسب ہے گھوڑے راجوں کے واسطے پیدا کئے ہوتے ہیں چیلہ ناکام واپس آیا۔ تو بامدیو خود پہنچے۔ پہلے درخواست کی۔ جب راجہ نے انکار کیا۔ تو بہت بڑھاؤ ہوا۔ تکرار بڑھی۔ راجہ نشہ غرور میں مست تھا۔ بوئے خودی دماغ میں سمائی تھی۔ خادمان دولت کو حکم ہوا کہ:-

لانا تیر۔ ابھی بامدیو کا سارا مہاتما پن نکال کے رکھدیں +

بامدیو - چاہ کن راہ چاہ درپیش جو دوسرے کے لئے کنواں کھودیگا۔ آپ ہی کنوئیں میں گرے گا۔ شوق سے تیر منگائیے۔ میرا بال بیکا کرنا تو کارے دارد۔ ذرا اپنی خبر رکھیے گا +

تیر آیا چلے پر چڑھا چٹکی سے نکلا۔ بامدیو نے ایک اشارہ کر دیا۔ تو سید محل میں کہرام مچ گیا۔ کہ ہائے راجکمار تیر کا نشانہ ہو گئے۔ راجہ کو اس صدمہ نے اور آگ کر دیا۔ جوش غضب میں دوسرا تیر مارنے ہی کو تھا۔ کہ بامدیو کی زبان سے یہ بددعا نکلی +

بس رہ جا۔ یونہی پتھر بن کے +

رشیوں کا قول خالی نہیں جاتا۔ ان کی بددعا پٹ نہیں پڑتی۔ راجہ کا جسم فوراً ہی پتھر بن گیا۔ ساری ہیکڑی دھری رہ گئی۔ اب تو راجہ کے چھکے چھوٹ گئے دل کو بہت پچھتاوا ہوا۔ بامدیو کی بہت کچھ منت سماجت کی۔ رویا پیٹا بامدیو کو رحم آیا۔ کہہ دیا کہ +

اچھا قصور معاف +

باسدیو کی زبان میں امرت کی سی تاثیر تھی - راجہ شل کا جسم پھر اصلی حالت پر آگیا اور کان پکڑے کہ اب کسی بید پاٹھی برہمن کی خدمت میں گستاخی نہ ہوگی +

یہ فرما کر مارکنڈے جی نے فرمایا - کہ ایک رشی بڑے سن رسیدہ ہیں - اُن سے اور اندر سے گفتگو ہوئی - تقریر کے سلسلے میں رشی جی - نے اندر کے ذہن نشین کیا کہ دنیا میں اُس سے بڑھکر کوئی گرفتار مصیبت نہیں - جس کے جورو بچے دنیا سے اُٹھ گئے ہوں - جسکو دشمن کے قبضہ اختیار میں زندگی کاٹنا پڑتی ہے امیری کے بعد مفلسی اور قدر و منزلت کے بعد بیعزتی یہی وہ آفتیں ہیں جن سے انسان زندگی پہ موت کو ترجیح دیتا ہے +

ادھیائے ۹۱

راجہ شوی کی آزمائش - اُن کی کامیابی - کوشک برہمن کا تذکرہ - اور ایک پتی برتا عورت کا ذکر

مارکنڈے جی راجہ شوی کا ذکر یوں بیان فرماتے ہیں - کہ یہ راجہ بڑا دھرماتما تھا اس کی آزمائش کے لئے اندر باز بنے اور اگنی کبوتر - باز کبوتر پر جھپٹا کبوتر جان بچا کر بھاگا اور ہانپتا ہوا راجہ شوی کی پناہ میں جا چھپا - باز پیچھے پیچھے لپکتا ہوا راجہ کے پاس پہنچا - اور کہا کہ میری خوراک دلوائیے راجہ بولا کہ کبوتر نہیں مل سکتا - میری پناہ میں آگیا ہے رہی پیٹ کی آگ اُس کیلئے میرا گوشت حاضر ہے +

باز - مجھے پیٹ بھرنیسے مطلب ہے - لائیے گوشت ہی کبوتر کے برابر تول دیجیے رتی بھر گھٹ بڑھ نہ ہو - گوشت کی ناپ تول شروع ہوئی - ترازو کے ایک پلے میں کبوتر تھا دوسرے میں راجہ کا گوشت مگر جب تولا گوشت کم - راجہ نے وزن پورا کرنے کے لئے سارے جسم کا گوشت کاٹ کاٹ کر ترازو کے پلے میں چڑھا دیا - مگر پھر بھی پوری نہ پڑی یہ حال دیکھکر راجہ نے اپنی ہڈیوں کا ڈھانچا بھی تولنے کیلئے رکھدیا - اور کہا کہ دیکھنا

ابھی ڈنڈی پوری ہوئی یا نہیں +

اندر جی راجہ کی اس ہمت اس حوصلے کو دیکھکر حیران ہو گئے - بڑی صفت و ثنا کی اور کہا کہ :-

راجہ صاحب معاف کیجئیگا - مجھے اور اگن جی کو آپ کی آزمایش منظور تھی - کہ دھرم کو کس طرح نباہتے ہیں - آپ کو زحمت ہوئی آزمائش میں پورے اُترے بس اِس کا صلہ بھی لیجیے - ابھی ابھی سارا جسم ٹھیک ہُوا جاتا ہے - یہی نہیں بلکہ ہر پارہ گوشت کی شناخت کے لئے سنہری لکیریں بدن بھر پر نظر آئینگی +

اتنا کہتے ہی بدن جیوں کا تیوں ہو گیا - اور اندر - اگنی راجہ شوی کے دھرم کو سراہتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے - راجہ شوی نے بھی سرگ میں بود و باش کے لئے عمدہ آرام گاہ پائی اور دنیا میں نام چھوڑا +

مارکنڈے جی یہ ذکر ختم کر کے استری دھرم کی فضیلت اور اسکی عظمت دکھانے کو دوسرا تذکرہ چھیڑا - آپنے فرمایا +

کوشک جی ایک بڑے تیجوان برہمن تھے چاروں وید کنٹھ سب ویدانگ نوک زبان ایک روز عین وید خوانی کے وقت درخت پر سے ایک بگلے نے بیٹ کی - ان کے کپڑے خراب ہو گئے - ضبط نہ ہو سکا غصہ ہی آگیا ادھر نظر اٹھائی تو بگلا وہیں جلکر خاک سیاہ جسوقت بگلا مرا کوشک جی کو افسوس ہُوا کہ مفت ایک غریب کی جان گئی "بگلا مارے پکھنا ہاتھ" مٹھی بھر پر چلانے سے عذاب کے سوا اور حاصل ہی کیا ہُوا وہ اسی رنج و غم میں بھیک مانگتے ہوئے ایک گرہست کے گھر پہنچے آواز دی کہ مائی کچھ دلوا - اندر سے آواز آئی کہ برتن مانجھ رہی ہوں ذرا دم لیجیے ہاتھ خالی ہو - تو چٹکی حاضر کروں ابھی مالکہ مکان برتن ہی صاف کر رہی تھی - کہ خاوند آگیا - وہ اُٹھی اور بڑی محبت سے کھانا کھلایا یاد نہ رہی کہ بھکھاری دروازے پر کھڑا ہے - جب خاوند کو کھلا پلا کر چھٹی پائی - تو بھکھاری کا خیال آیا - اُسی وقت دوڑی گئی اور چٹکی پیش کر کے بولی جب -

مہاراج معاف کیجئےگا - شوہر کے آجانے سے مجھے آپ کا دھیان نہ رہا تھا - گرہستی میں پھنس گئی تھی

کوشک - تو نے خاوند کو بہت کچھ سمجھا اور برہمن کی حقارت کی لے جا اپنی چٹکی +

عورت۔ آپ کی خفگی فضول خاوند میری جان و مال کا مالک ہے، اور سچ پوچھئے تو پرمیشور ہی ہے پھر اُس کے مقابلے میں کسی دوسرے کی خدمت کیونکہ مقدم سمجھتی؟

کوشک تیرا خاوند کیا چیز ہے برہمن وہ ہیں جنکو نمسکار کرتے کرتے اندر کی بھی زبان گھستی ہے جس وقت نگاہ ٹیڑھی ہو جائے دنیا الٹ پلٹ کر دیں +

عورت آپ کا فرمانا بہت درست ہے اگست جی ہی سمندر کو چلو لگا کر پی گئے باتاپی دیت ایک ڈکار میں ہضم کر لیا۔ چنانچہ آپنے بھی بگلے سے سری گنیشا نیمہ کی آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے مگر دنیا میں سب بگلے نہیں۔ جنکو آپ پھونک دیجیئےگا۔ میں التجا کرتی ہوں کہ غصہ معاف کیجئے اور چوکی قبول فرمائیے۔ برہمنوں کے جہاں آپنے اوصاف بیان کئے۔ وہاں مجھ سے بھی سنیئے اِن کو نرم دل ہونا اور غصہ سے دور رہنا چاہیے۔ میں پتی برتا ہوں۔ پتی برتاؤں پر کسی کے غصے کا اثر نہیں ہو سکتا۔ آپ ذرا جنک پور کی ہوا کھائیں۔ ساہوؤں کی خدمت کریں۔ پھر دھرم بیادھ آپ کو بتاویگا۔ کہ برہمنوں کا دھرم کیا ہے ابھی آپ ناواقف ہیں۔ برہمن وہی ہے۔ جو رحم دل ہو۔ غصہ ور نہ ہو غصہ حرام ہوتا ہے اِسکو پاپ کی جڑ کہتے ہیں۔ غصہ ور آدمی کو کسی دشمن کی ضرورت نہیں۔ وہ خود اپنا ہی دشمن ہے +

کوشک جی نے اِس عورت کی زبان سے بگلے کا حال سُنا۔ تو حیران ہو گئے کہ اس کو کس نے غیب کی بات بتا دی بولے +

مائی تو نے میری ناقدری ضرور کی مگر میں خوش ہوا۔ کہ تو پتی برتا ہے۔ میں نے تجھے معاف کیا۔ تو جنک پور جانے کے لئے ہدایت کرتی ہے۔ تو میں تیری بات مانونگا لے رخصت +

ادھیائے ۹۲

خدمت والدین کی برکت۔ دھرم بیادھ ساکن جنک پور کی سعادت مندی سے کوشک برہمن کو سبق

مارکنڈے جی کا بیان ہے کہ پتی برت دھرم سے بڑھکر عورت کیواسطے کوئی اور افضل دھرم نہیں۔ پت برتا استری کو نہ دیوتاؤں کی پرستش ورکار نہ برت وغیرہ کی حاجت صرف ایک خاوند کی خدمتگزاری ہی سے دائمی نجات ہے۔ جس وقت کوشک جی پت برتا عورت کی عظمت کے قائل ہو کر جنک پور پہنچے اور دھرم بیادھ سے ملے اُس نے ایسا گیان سکھایا کہ آنکھیں کھل گئیں۔ دھرم بیادھ والدین کا نہایت فرمانبردار تھا۔ وہ کوشک جی کو مکان پر لے گئے۔ اپنے ماں باپ کے درشن کرائے اور کہا کہ میرے دیوی دیوتا یہی ہیں۔ کوشک جی بیٹھ گئے دیکھا کہ دھرم بیادھ نے اپنے ہاتھ سے والدین کو نہلایا دھلایا۔ کھانا کھلایا۔ کپڑے پہنائے اور اُن کے روبرو مودب بیٹھ گیا۔ والدین کا رویاں رویاں اسیس دیتا تھا ہر لفظ میں درازی عمر اور کامیابی مقصد کی دعا تھی۔ دھرم بیادھ نے دست بستہ عرض کی +

آج کوشک جی مہاراج نے آپکے دولت خانہ کو عزت بخشی ہے +

والدین کوشک جی ڈنڈوت قبول ہو۔ آپ نے بڑی کرپا کی ہمارے زہے نصیب +

کوشک جی آپ یہ کہتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ میں بڑا خوش نصیب تھا۔ جو آپ کو دیکھا دھرم بیادھ کا کہاں تک شکریہ ادا کروں اُنھوں نے بڑی مہربانی کی +

والدین ہم لوگ تو کسی لائق نہیں مگر آپ ایسے برہمنوں کی نظر عنایت نے لائق بیٹا دلوا دیا۔ اس سے جو چاہے کہہ لیجیے دھرم بیادھ کو پرمیشور لاکھوں برس کی عمر دے۔ اسکو ہماری خدمت کے سوا جیسے کچھ اور کام ہی نہیں وہ آرام دیتا ہے۔ کہ سرگ کی آسائشیں نظروں سے گر گئیں

کوشک (دھرم بیادھ سے) آپ کے کام تو ایسے نیک خیالات ایسے پاکیزہ پھر شودر کے گھر پیدا ہونے کی کیا وجہ آپ کو تو برہمن ہونا چاہیے تھا؟

دھرم بیادھ اگلے جنم میں مجھے وید پاٹھ سے لیاقت و فضیلت حاصل تھی۔ ایشور کا دیا بھی سب کچھ تھا۔ مال و دولت کی کمی نہ تھی ایک راجہ کی دوستانہ محبت میں تیراندازی بھی آگئی۔ شکار کا شوق بھی پیدا ہو گیا۔ جب راجہ شکار کو جاتا۔ میں بھی ہمراہ رہتا ایک روز ہرن پر نشانہ بازی ہو رہی تھی۔ کہ میرا تیر ایک رشی کے سینے میں جا بیٹھا نشانہ بھرپور تھا۔ برہمن پھڑکنے لگا۔ میں پہنچا۔ تو رشی کی جان رگ رگ سے نکل رہی تھی۔ قدم چھوئے اور معافی مانگی کہ :-

ناوافستہ خطا ہوئی - شست ہرن پر بندھی تھی - تیر غلطی سے آپکو جھید گیا +
برہمن تیرا برہمن کے یہاں جنم اور دل شودروں کی طرح سخت برہمن کا کام شکار کھیلنا نہیں - شکار وہ کھیلتے ہیں جنکے دل میں ایشور کا خوف اور جاندار کا رحم نہیں ان الفاظ کے ختم ہوتے ہی رشی نے چولا چھوڑ دیا - اور مجھ کو شودر کی جُون ملی یہاں ایشور نے باپ ماں کی خدمت سے وہ عظمت بخشی کہ کسی دولت و ثروت کی ہوس نہیں جس پت برتا نے آپ کو یہاں بھیجا - اُس کے دل کی آنکھیں پت برت دھرم نے کھول دیں - میری ماں باپ کی خدمتگزاری نے اُسکو آپکے جلائے ہوئے بگلے کا حال گو بیٹھے کیونکر معلوم ہوگیا فقط پت برت دھرم کی برکت سے وہ مجھے بخوبی جانتی اور میں اپنی روشنضمیری سے اُس کے کمالات سے آگاہ ہوں آپ وید پڑھنے چلے - تب آپ نے والدین کی رضامندی نظرانداز کی آپ کی جدائی میں روتے روتے اُن کی آنکھیں پھوٹ گئیں - آپ کا وید پڑھنا بالکل مٹی میں مل گیا - اب جائیے والدین کی خدمت کیجیے جب تک آپ یہ نہ کرینگے تب تک لیاقت اور علمیت سب بیکار +

ادھیائے ۹۴

کوشک برہمن کی والدین کی خدمت میں حاضری

سوام کارتک عرف اسکندر جی کا ذکر خیر

کوشک جی دھرم بیادھ کی ہدایت کے موافق اپنے مکان پر پہنچے - اندھے والدین کا مرجھایا کنول ہرا ہوگیا - جسوقت دھرم بیادھ کی سعادتمندیوں کے کارنامے سنے اُن کی زبان سے بیساختہ تعریف نکلی - اُس کی خوش اعتقادی اور اُس کے ماں باپ کی خوش قسمتی نے نہال کر دیا - مارکنڈے جی نے یہ ذکر ختم کرکے اور بہت سے تذکرے بیان فرمائے یعنی
انگرا رشی کی تپسیا - برہسپت جی کی پیدائش - انگرا رشی کی آٹھ گنیاؤں کی ولادت اگن کا انگرا پر - پدرانہ دست شفقت - اگن کے فرزندوں کی سرگذشت

سپت رشیوں کی استریوں کے جوش عشق میں اگن کی بیتابی و بے اختیاری پرجاپت دختر سواہا کی سپت رشیوں کی استریوں کی شکل و لباس میں اگن سے مواصلت سورن کنڈ میں اگن کا تخم ڈالنے سے سوام کارتک جی کا ظہور - اُن کے اسکندھ نام کی شہرت چھ مُنہ - بارہ آنکھوں کانوں اور بازوؤں سے جسم کی زیبائش - اِن کی طاقت سپت رشیوں کا استریوں سے تعلق - دیوتاؤں کی اسکندھ سے مخالفت لوک ماتا کے ذریعے قتل کی کوشش لوک ماتا کی اسکندھ کی خدمت میں پناہ گزینی اندر اور اسکندھ کی جنگ و جدل - اول الذکر کی شکست - اسکندھ کی فتح اور اندر کی خطا بخشی - اسکندھ کی اولاد کی ولادت - ماتاؤں کی پرستش کا رواج اسکندھ کی دیوتاؤں کے لشکر میں عہدہ سپہ سالاری پر تقرری - دیوکنیا سے شادی وغیرہ +

ادھیائے ۹۵

دروپدی اور ست بھاماں کی گفتگو - پت برت دھرم کے اصول کی بکار آمد ہدایتیں - مہاراج کرشن چندر کی واپسی

مارکنڈے جی کی گوہر افشانی پر ست بھاماں بھی کان لگائے ہوئے بیٹھیں جب سلسلہ کلام منقطع ہوا - وہ دروپدی کو علیحدہ لے گئیں اور پوچھا سچ سچ بتانا - تم اپنے خاوندوں کو کس منتر کے زور سے قابو میں کئے ہو - جو کہو وہی کریں - وہ منتر مجھے بھی بتادو - تو عمر بھر احسان مانوں +

دروپدی - مہارانی جی - اِس وقت تو آپنے وہ بات کہی جسپر مجھے ہنسی آتی ہے آپ ستراجیت کی بیٹی - مہاراج کرشن چندر جی کی پٹ رانی - حد درجے کی عقلمند دھرم شاستر سے واقف اور ایسا بے تکا سوال - جادو ٹونے یا جھو منتر سے کہیں خاوند قابو میں ہو سکتے ہیں - اگر اُن کو ذرا بھی معلوم ہو جائے کہ ہمارے لئے تنتر منتر ہوئے ہیں - تو کیسا قابو میں آنا وہ سمجھ لیں - کہ استری نہیں ناگن ہے جو کچھ چاہ

جو بات بھید کی ہو دل ہی میں رکھئے دوسرے کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے جب تک وہ رنواس میں رہیں تب تک پھولوں کے ہار گوندھئے جب وہ آئیں تب پہنائیے کھانا کھلائیں تو نفیس اپنے ہاتھ کا پکایا ہوا۔ سوتوں کی جو بات سُنی۔ اِس کان سے اُس کان اڑا دی۔ گویا کچھ سُنا ہی نہیں۔ بدنفس عورتوں سے میل جول کرنے سے پرہیز رکھئے۔ برہمن ہوں یا سانپ یا اور کوئی راجکمار کسی کے پاس بیٹھنے کی ضرورت نہیں جب مہاراج جی تشریف لائیں تب آپ کو عمدہ عمدہ لباس نفیس نفیس زیور پہنے پہنائیں سولہوں سنگار سے جسم نور کے سانچے میں ڈھلا ہو اگر آپ اسطرح برتاؤ رکھیے تو سب پٹ رانیاں اور رانیاں طاق پر بیٹھی رہیں اور کرشن جی مہاراج ایک آپ ہی کا دم بھریں اِس سے بڑھکر ٹوٹکا ٹونا مجھے معلوم نہیں +

ست بھاماں تمہاری باتیں آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں میں نے ایک ایک نصیحت گرہ میں باندھ لی۔ اب اپنے بیٹوں کا حال سنیئے۔ سب آپ کی دعا سے اچھے ہیں پڑھتے رہیں لکھتے ہیں کسی بات کی فکر یا تکلیف نہیں رکمنی جی۔ سوبھدرا جی وغیرہ بیٹوں کی طرح پرورش کرتی ہیں۔ ہمارے مہاراج اور بلدیو جی ان کی لیاقتوں سے بہت ہی رضامند رہتے ہیں۔ استر بدیا سیکھ چکے۔ روز سوار ہوتے ہیں۔ سیر کرتے ہیں سسر جی کی نگہبانی رہتی ہے۔ وہ اِدھر سے اُدھر قدم پڑنے نہیں دیتے +

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ مہاراج کرشن جی راجہ جدھشٹر اور مارکنڈے رشی وغیرہ سے رخصت ہوئے ست بھاماں بھی دروپدی سے گلے ملی۔ رتھ آیا مہاراج اور مہارانی سوار ہوئی۔ گھوڑوں نے کنوتی بدلی۔ قدم اُٹھے تو ہوا پیچھے رہ گئی +

ادھیائے ۹۶

راجہ دھرتراشٹر کو پانڈوؤں کی قریبی۔ بود و باش سے اطلاع۔ بیٹوں کی شرارتوں پر اظہار افسوس فکر۔ اندیشہ وسواس اور دریودھن وغیرہ کی کوتہ اندیشیاں

کرشن جی کی روانگی کے بعد مارکنڈے۔ نارد اور لومس رشی بھی رخصت ہو گئے پانڈو

اندر سے شستر ودیا سیکھ آیا - دیوتاؤں کے ہتھیار ڈھیر ہو گئے اب انسان کیا دیوتاؤں کی بھی اُس سے پیش نہیں جا سکتی - حالانکہ یہ طاقتیں حاصل ہیں - مگر واہ رے پانڈووں کی بردباری - تحمل قوت برداشت - صحرانوردی کی زحمتیں جلاوطنی کی مصیبتیں گوارہ اور دھرم سے پھرنا قطعی نامنظور شاباش ہے پانچوں بھائیو - یہ تمہارا ہی کلیجہ تمہارا ہی دم ہے دوسرے میں یہ ہمت کہاں ؟

یہاں راجہ دھرتراشٹ اس طرح افسوس میں تھا - وہاں شکنی وغیرہ کی چنڈال چوکڑی میں خوشی منائی جا رہی تھی کہ پانڈووں کی اچھی طرح گت ممت ہو گئی اب اُن میں دم ہی کیا رہ گیا - رائے قرار پائی کہ میرے کے کام بن میں آئے ہیں شاید سر اُبھاریں اسلئے ذرا اپنی ٹیم ٹام دکھا کر ابھی سے آنکھیں کھلنا چاہیئے +

ادھیائے ۹۷

پانڈووں کو شاہی طاقت دکھانے کیلئے دریودھن وغیرہ کی منصوبہ بندی - راجہ دھرتراشٹ کو سبز باغ کی نمائش اجازت شکار کی درخواست حیلہ و حجّت کے بعد منظوری

دریودھن وغیرہ کی ٹولی جمع ہوئی - پانڈووں کو شان و شوکت دکھانے کا منصوبہ تو ہو ہی چکا تھا اب کسر یہ رہ گئی کہ راجہ دھرتراشٹ سے کیا بہانہ کریں شکنی بولا کل صبح ہم سب مہاراج کی خدمت میں جائیں ملی بھگت رہے جو میں کہوں اُسی پر سب اتفاق کریں میں کہونگا کہ مہاراج گائیں تکلیف میں ہیں رہنے کی جگہ ٹھیک نہیں حکم ہو - تو گھوسیوں کے گاؤں میں ان کے رہنے کی ٹھیک ٹھور کی جائے گھوسیوں کے مواضعات کی دیکھ بھال ہو - ان کی پڑتال برسوں سے نہیں ہوئی اچھے اچھے بچھڑوں پر بھی نشان لگانے کی ضرورت ہے - آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں +

کرن۔ شکنی جی۔ واقعی آپ کا خیال بہت دُور تک پہنچتا ہے اور کسی کو بھلا ایسی حکمت عملیاں کبھی سوجھ سکتی ہیں ⁂

دریودھن نے بھی منطقہ پسند کیا۔ اور سویرے سویرے ایک تھیلے کے چٹے پٹے راجہ دھرتراشٹ کی خدمت میں جا پہنچے کوئی ذرا بھلے کوئی ذما پیچھے جس میں معلوم نہ ہو کہ آپس میں سانٹھ گانٹھ ہے شکنی نے عرض کی

مہاراج کاروبار سلطنت میں تندہی بغیر کام نہیں چلتا۔ راجہ دریودھن ذرا سرگرمی چاہتے ہیں۔ چنانچہ اُن کی تجویز ہے کہ ایک پنتھ دو کاج گھوسیوں کے مواضعات کی گنتی بھی کرالیں۔ گایوں بچھڑوں کی دیکھ بھال بھی ہوجائے اور دویت بن میں شکار سے طبیعت بھی بہلی رہے ⁂

کرن بیشک مواضعات کے شمار کی ضرورت ہے اہلکاروں سے مرضی موافق مطلب نہ ہوگا۔ راجہ دریودھن عزم رکھتے ہیں۔ تو بہت مناسب راجوں کا فرض یہ ہے کہ وہ آنکھ بھی رکھیں صرف کانوں سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا

راجہ دھرتراشٹ۔ میں منع نہیں کرتا۔ مگر خیال صرف یہ ہے۔ کہ راجہ جدھشٹر وغیرہ وہیں کہیں قیام پذیر ہیں تم لوگوں کے اِسوقت جانیسے مجھے ڈر ہے۔ کہ کچھ اور کا اور نہ ہوجائے تم سوچو کہ ایسا موقع پھر نہ ملیگا۔ پانڈو بنا ہی کیا لینگے۔ چلو فیصلہ ہی کردو یہ نہ سہی تمہارے ساتھیوں سے انکو کچھ آزاری پہنچے۔ تو بھی اچھا نہیں اُن کے کسی نوکر چاکر ہی سے کوئی سوار پیادہ چھیڑ چھاڑ کر بیٹھے تب بھی نازیبا ہے۔ فوراً بارہ برس کی دبی ہوئی آگ ایک دم سے بھڑک اٹھیگی۔ گویا کسی نے شراب کے قرابے انڈیل دیئے اپنے کو دوباہیاں نہ سمجھنا پانڈو اب وہ نہیں رہے جو پہلے تھے اُن کی طاقتیں دیوتاؤں کی بدولت کچھ سے کچھ ہوگئی ہیں۔ ارجن کی بہادری جانتے ہو جس نے صرف اپنے ہاتھ پیروں سے دنیا کے تاجدار مطیع کر لیئے تھے۔ اب تو اس کے پاس دیوتاؤں کے ہتھیاروں کا انبار لگ گیا ہے۔ ایک استر سے جس لشکر کو چاہے۔ کاٹ کے ڈال دے۔ اُدھر بھیم سین معلوم ہی ہے۔ کہ کون ہے بارہ برس میں جانے کتنے زبردست راچھس مار کے اڑا دیئے۔ میں دریودھن کو کبھی اجازت نہ دونگا۔ کہ خود جائے۔ وہاں کسی معتبر اہلکاروں کا جانا ضروری ہے

اور کسی کے جانے میں کچھ ہرج نہیں +

کرن مہاراج کا یہ خیال ہی خیال ہے۔ راجہ دریودھن کی یہ مجال ہے۔ اشارے کے بغیر تنکا بھی ہلائیں۔ پانڈو جہاں رہیں خوش رہیں۔ ہم لوگوں کو اُس سے ملنے جُلنے کی ضرورت اُن کی بے عزتی کرنے سے ہمیں حل ہی کیا جائے گا

شکنی اور مانا کہ اتفاق سے ہو جائے تو راجہ جدھشٹر کے دل میں کبھی بدی کا خیال جگہ نہ پائیگا۔ اِن کو رشک وحسد سے لگاؤ ہی نہیں۔ وہ قول کے پابند ہیں۔ جو ہزار آدمیوں کے سامنے کہہ چکے ہیں اُسی کا نباہ کرینگے۔ ادھر ہم لوگوں کا بھی دل صاف ہے پھر لڑائی جھگڑے کا اندیشہ کیسا۔ دوسرے ہمیں خود کیا پڑی ہے۔ کہ کسی غریب کو چھیڑیں یا ستائیں۔ اگر وہ سمجھینگے کہ پانڈو پورب میں ہیں تو ہم پچھم کیطرف آنکھیں کرلینگے چلئے فراغت شد +

دریودھن پتاجی آپ میری طرف سے ہر طرح مطمئن رہیں کوئی خطا ہو۔ تو جو چور کا حال وہ میرا۔ اب اجازت دے دیں۔ انتظام کی ضرورت ہے +

راجہ دھرتراشٹ۔ اچھا جاؤ۔ مگر خوب خیال رکھنا کہ میرے بھتیجوں کی ذرا بھی دلآزاری نہ ہو اُن کا کتا بھی بھونکے تو تم نے دتکارنا نہیں۔ چمکارکے پیچھے ہٹ آنا۔ اگر مجھے معلوم ہوا کہ تم نے کچھ اشارتاً یا کنایتہً بھی شرارت کی تو سمجھ لینا کہ مَیں دنیا میں نہیں خنجر مار کر مرجاؤنگا

کرن وغیرہ قدمبوس ہوئے اور اچھلتے کودتے بغلیں بجاتے دریودھن کے ساتھ اِس کی نشستگاہ میں آئے اُسی وقت حکم ہوگیا کہ فوجیں آراستہ ہوں مرکب شاہی عازم سفر ہے

ادھیائے ۹۸

دویت بن میں دریودھن اور گندھربوں کا مقابلہ۔ کوروُں کی قطعی شکست دریودھن اور مستورات کی گرفتاری۔ پانڈووں کا جوش خون۔ گندھربوں سے جنگ و جدل۔ راجہ جدھشٹر کی

بدولت سب کی رہائی

درجودھن کرن وشکنی لاؤ لشکر کے ساتھ چلے۔ دل میں پانڈووں کی طرف سے بُغض تھا ظاہر میں شکار کا بہانہ گھوسیوں کے مواضعات کو گئے۔ بچھڑے پسند کئے شیر و پلنگ وغیرہ کے شکار سے فراغت پا کر دویت بن میں ناچ رنگ کی ٹھہرائی خوب جلسے ہوئے سیر تماشے کے سوا اور کچھ کام نہ تھا۔ جب ان رنگ رلیوں سے جی بھر گیا۔ تو حکم ہوا کہ تالاب کے اِدھر اُدھر کی ساری زمین صاف کی جائے طرح طرح کے کھیل تماشے ہونگے۔ کارپردازان شاہی کو اشارے کی دیر تھی سب تالاب پر پہنچے اور انتظام کرنے لگے اتفاق کی بات گندھربوں کے راجہ چترسین نے بھی تفریحی دلچسپیوں کے لئے یہ مقام منتخب کیا تھا۔ اور گندھرب صفائی صحرا میں مشغول تھے اُنہوں نے ہستناپوری والوں سے کہا۔ یہاں تمہارا کام نہیں بھاگ جاؤ۔ پھر کہیں ادھر نہ آنا +

دریودھن کے اہلکار اپنا سا منہ لئے دریودھن کے پاس آئے - اور ساری کیفیت گوش گزار کی +

دریودھن شراب خوری سے مست تھا بولا کہ +

جاؤ کہہ دو۔ کہ اندر بھی یہاں قدم رکھنا چاہے تو اُسکی مجال نہیں۔ تمہاری کیا بساط کہ دم بھر ٹھہر سکو کیا دریودھن کو نہیں جانتے کیا کرن کا نام نہیں سنا ؟

اہلکاروں نے حرف بحرف گندھربوں کو سنا دیا اُنہوں نے کہا

دریودھن کیا چیز ہے اور کرن کیا مال جاؤ- کہدو- سیدھا گھر لوٹ جائے سورگ کے باشندوں سے یہ بے ادبی +

اہلکاروں نے گندھربوں کی ڈانٹ ڈپٹ سنائی۔ تو دریودھن غصے سے لال ہوگیا۔ فوراً فوج روانہ کی کہ گندھربوں کو مار کے اڑا دے۔ جونہیں مڈبھیڑ ہوئی۔ تو گندھربوں نے وہ ہوی مار ماری کہ ہزاروں بہادر خاک و خون میں مل گئے۔ لاشوں پر لاش گرتے دیکھکر کرن رتھ پر سوار ہوا۔ دریودھن اور سب کورو ساتھ لئے شیر کیطرح گرجتا ہوا میدان میں آڈٹا۔ اور ہزاروں گندھرب زمین پر سُلا دئے راجہ چترسین کو سخت

غصہ آیا۔ ایک منتر پڑھتے ہی ساری فوج کو اِسطرح بیہوش کردیا۔ گویا سانپ سونگھ گیا ہے۔ اب گندھربوں کا زغہ ہوا۔ ایسے تیر برسائے کہ کرن اور کورو چھپ گئے گھوڑوں کو موتنے چھٹ گیا۔ رتھ ٹوٹ پھوٹ کے رہ گئے۔ کرن کا رتھ چکناچور ہوا۔ تو بکرن کے رتھ پر چڑھکر وہاں سے نَو دو گیارہ ہوگیا۔ کورو گندھربوں کے پنجے میں گرفتار ہوئے دریودھن بیہوش تھا۔ اس کی بھی مشکیں کسی گئیں۔ گیہوں کے ساتھ گھن بھی پِسا۔ دریودھن کی رانیوں کو بھی اسیری کا مزہ چکھنا پڑا۔ کوروں کے بچے کچھے وزیر اور سرداران دولاوران لشکر دہائی کھینچتے راجہ جدھشٹر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی +

جہاں پناہ غضب ہوگیا۔ راجہ چتر سین نے آپ کے بھائیوں کو گرفتار کرلیا آپ کی بھاوجیں بھی گندھربوں کے پنجے میں پھنس گئیں۔ آبرو کا معاملہ ہے۔ خاندان کی ناک رکھئے +

راجہ جدھشٹر ان دنوں جگیہ میں مصروف تھے۔ اسوقت وہ پوجا کر رہے تھے بھیم سین بولا۔ کہ خوب ہوا۔ نالائقوں کی سزا یہی ہے بچہ چلے تھے ہم کو ستانے اب ذرا کچھ دنوں پھنکیں +

راجہ جدھشٹر۔ بھیم سین۔ ہیں تمہارا یہ خیال۔ دریودھن لاکھ دشمنی کرے مگر پھر بھائی ہی ہے۔ بھائی کی مدد کرنا تمہارا فرض ہے ذرا سوچو۔ تو دریودھن کی عورتوں کا تعلق تمہارے خاندان سے ہے کہ نہیں۔ خاندان کی عورتیں پرائے ہاتھ میں چلی جائیں کیسی شرم کی بات ہے۔ میں مجبور ہوں۔ جگیہ ادھورا نہیں چھوڑ سکتا نہیں تو خود جاتا اب تمہیں لازم ہے کہ بھائیوں کی مدد کرو۔ ارجن۔ نکل سہدیو کو بھی ساتھ لے لو +

حکم ہوتے ہی پانڈوؤں کے رتھبانوں نے کوروں کے خالی رتھ جوتے۔ اور چاروں بھائی سوار ہو کر گندھربوں کے تعاقب میں چلے۔ سامنا ہوتے ہی اُنہوں نے دھاوا سے پیش قدمی کی۔ گندھرب بھی ہتھیار لیکر مقابل ہوئے۔ ارجن نے باآواز بلند کہا :-

گندھرب سُرگ کے باشندے اور وہ پرائی عورتوں کی بے حرمتی کا خیال نہ کرکے یوں پکڑ لے جائیں۔ تعجب ہے۔ ایسی حرکت تو انسان بھی ناپسند کرتے ہیں۔ ہم لوگ اپنے بھائیوں کو چھڑانے آئے ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ آپ مہربانی

کر کے آزاد کر دیں +

گندھرب - ہمیں چھوڑنے کا اختیار نہیں - ہمکو راجہ اندر کا حکم ہے - کہ پکڑ لاؤ نالائق کو یہ پانڈوؤں کا دشمن ہے - دویت بن میں بھی تنگ کرنے آپہنچا +

ارجن بہتر تو یہی ہے کہ میرے کہنے سے چھوڑ دو - اگر منظور ہے تو

ہمیں میدان ہمیں چوگان ہمیں گوئے

ہم بھائیوں کو چھڑائے بغیر تمہیں یہاں سے ہلنے نہ دینگے

گندھربوں نے ارجن کی کچھ نہ سُنی - ارجن نے گانڈیو دھنش ہاتھ میں لیا - اور تیروں سے سر اُڑانا کلیجے چھیدنا شروع کئے گندھرب بھی خوب منہ جوڑ لڑے - جی توڑ کر مقابلہ کیا مگر گانڈیو دھنش کے تیروں نے ایسا بزن بولا - کہ ہزاروں گندھرب ڈھیر کئے راجہ چترسین گھبرا کر اڑا فوج بھی ساتھ ہی مائل پرواز ہوئی - لیکن بے سود ارجن نے ایسے تیر پہ تیر مارے کہ اکاش کا راستہ بند ہو گیا - اب چترسین جائے تو کدھر جائے نہ رہا رفتن نہ جائے ماندن - آخر ارجن سے بولا کہ سرگ کی باتیں اتنی جلدی بھلا دیں کچھ یاد ہے کہ تمہارے دوست کون کون تھے - مجھے بھی پہچانا - کہ کون ہوں واہ دوستوں ہی سے لڑائی - ٹھٹھیرے ٹھٹھیرے بدلائی +

یہ آواز سنتے ہی ارجن نے منتروں کے زور سے سارے تیر واپس بلا لئے دم بھر میں بدلی چھٹ گئی - مطلع صاف ہو گیا - چاروں بھائی رتھ پر سے اُتر پڑے پہلے ارجن پھر بھیم سین - نکل وسہدیو چترسین سے بغلگیر ہوئے - راجہ چترسین بولا :- راجہ اندر کو دریودھن کی نیت فاسد کی خبر پہنچی تو ہم لوگوں کو حکم ہوا کہ جاؤ گرفتار کر لاؤ یہ پانڈوؤں کی ایذا رسانی کے لئے بن میں لاؤ لشکر کے ساتھ آیا ہے - ہم لوگوں نے حکم کی تعمیل کی ہے تم اسے بھائی کہتے ہو - یہ تمہارا بھائی ہے یا جانی دشمن - اس کو چھڑاتے ہو یا اس سانپ کو دودھ پلاتے ہو - جس کے کاٹے کا منتر نہیں +

ارجن - ہم لوگ بھی بہادر معظم راجہ جدھشٹر کے حکم سے آئے ہیں بھائیوں کو نہ چھڑائیں تو دنیا کیا کہیگی - ہم لوگ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہینگے +

راجہ چترسین راجہ جدھشٹر کو کیا خبر کہ دریودھن کی نیت کیا ہے - وہ کہاں ہیں میں اُن کے درشن کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے بھائی کے ساتھ سلوک کرنا اسے

پاؤں میں اپنے ہاتھ سے کلہاڑی مارنا ہے +

سب لوگ راجہ جدھشٹر کی خدمت میں پہنچے +

بڑے تپاک سے ملے مزاج پرسی وغیرہ کے بعد راجہ چترسین نے کہا آپ کیا غضب کرتے ہیں۔ ایسے دشمن کو چھڑانے سے آپ کیوں اپنے سر گی ہوئی بلا کو پھر بلاتے ہیں راجہ اندر کا حکم ہے کہ باندھ لاؤ دھرمی کو +

راجہ جدھشٹر دیوبندر کا کس زبان سے شکریہ ادا کروں اُن کو ہم لوگوں سے واقعی شفقت پدری ہے ورنہ یوں کوئی کسی کا خیال کب رکھ سکتا ہے۔ آپ کا کہنا بھی بہت درست مگر ذرا غور کیجیے۔ ہم لوگوں کی موجودگی میں دریودھن وغیرہ یوں گرفتار ہو گئے تو سخت روسیاہی کی بات ہے جتنے منہ اُتنی ہی باتیں ہونگی۔ انگلیاں اٹھینگی۔ کہ دیکھئے یہی پانڈو ہیں۔ جنہوں نے دشمنی کے مارے خاندان بھر کی ناک کٹنا گوارا کی اور بھائی بھاوجوں کو قید مصیبت سے نہ بچایا۔ آپ میرے بھائیوں اور مستورات کو آزاد کر دیں۔ میں آپ کا ازحد ممنون ہونگا۔ اگر یہ لوگ حیادار ہونگے۔ تب تو گریبان میں سر ڈالینگے کبھی آنکھ سامنے نہ کرینگے۔ بالفرض کتے کی دم ٹیڑھی رہی۔ راہ راست پر نہ آئے تو دیکھ لیا جائے گا۔ ایک تو راجہ اندر کا اقبال ہی کافی ہے۔ دوسرے ہمارے ہاتھ پاؤں کی تھوڑی جان مٹ لیگی +

راجہ چترسین نے "خیر جو مرضی" کہہ کر قیدیوں کو سامنے بلایا۔ اور گندھربوں سے کہا۔ راجہ جدھشٹر حکم دیتے ہیں۔ کہ سب کو چھوڑ دو +

دریودھن جس وقت سامنے آیا۔ آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ راجہ جدھشٹر کو دیکھتے ہی ڈنڈوت کے لئے جھکا اور گردن جھکا لی۔ دریودھن کی رانیاں پاؤں چھو کر بولیں +

آج آپ کی بدولت جان بچی۔ ایشور آپ کا سایہ ہمیشہ ہم لوگوں کے سر پر قائم رکھے +

راجہ چترسین پانڈوؤں سے رخصت ہوا۔ اندر کے حکم سے امرت کی جھڑی لگی۔ مُردہ گندھرب جی اُٹھے اور اندر لوک کو چلدئیے۔ دریودھن کی خاک پرسوئی

ہونے لگی۔ جو آیا راجہ جدھشٹر کے قدم چھوتا۔ جان و مال کو دعائیں دیتا۔ اور نیکیوں کو سراہتا +

دریودھن کی رانیوں نے دروپدی کے پاؤں لاگے۔ شکریہ ادا کیا کہ آپ کے پُن پرتاب سے آج عزت بچ گئی۔ کوئی کمبخت دن ہوتا ہوگا۔ جب آپ کی یاد میں دو چار آنسو نہ ڈال لیتی ہوں۔ وہ رات منحوس ہے۔ جس میں آپ کا دھیان کلیجہ نہ کلپاتا ہو۔ مگر کیا کریں کیسے مردوں کے دل میں اپنا دل ڈال دیں۔ ایشور کرے۔ آپ جلد راج پاٹ کا سکھ بھوگیں۔ ہماری اجڑی نگری پھر بسے +

دریودھن بڑے ادب سے سر نیچا کئے ہوئے راجہ جدھشٹر کے پاس بیٹھا تھا راجہ جدھشٹر نے کہا +

اتنے دنوں کے بعد تمہارا دیدار ملنے سے طبیعت بڑی خوش ہوئی۔ پیارے بھائی دنیا چند روزہ ہے۔ زندگی کو ثبات نہیں یہاں اگر قیام ہے۔ تو صرف نیکی یا نیکنامی کو۔ انسان کے ہاتھ پاؤں کیسے موٹے تازہ ہوں۔ دم بھر میں بیکار پہاڑ سا ہاتھی بھی مٹھی دو مٹھی خاک بن جاتا ہے۔ اس لئے اب دل صاف کرو کدورت سے کچھ نتیجہ نہیں۔ اتفاق بڑی چیز ہے +

دریودھن کے منہ سے بات نہ نکلی وہ آنکھیں نیچی کئے ہاتھ جوڑے ہوئے پھوٹ پھوٹ کر رو پڑا۔ ہچکی بندھ گئی۔ راجہ جدھشٹر نے بازو پکڑ کر اپنی طرف کھینچا گلے لگا کر بولے :-

ہیں روتے کیوں ہو۔ رونے کی وجہ یہ نہ سمجھنا کہ میں نے تم کو چھڑا کر احسان کیا۔ نہیں نہیں میں نے اپنا فرض ادا کیا۔ اب جو تمہارا فرض ہو۔ وہ کرنا اچھا لے جاؤ سب بڑوں چھوٹوں کو میری طرف سے پوچھ دینا +

یہ کہکر راجہ جدھشٹر نے سب کو رخصت کیا۔ رتھ ہستناپور کی طرف روانہ ہوئے +

ادھیائے ۹۹

کوروُں کی احسان فراموشی۔ پانڈووُں سے بغض و حسد دریودھن کی مایوسیاں۔ راچھسوں کی ہمت افزائی بھیشم پتامہ کی طعنہ زنی۔ کرن وغیرہ کا جوش۔ جگیہ کی تجویز فتح عالم گیر کا ارادہ

دریودھن کے ساتھ پانڈوؤں نے جو سلوک کیا تھا۔ وہ کبھی فراموش ہونے کے لائق نہ تھا۔ مگر نہیں زمانہ اُلٹا ہے۔ اسمیں نیکی کا بدلہ بدی ملتا ہے۔ کوروُں کو احسانمندی کے عوض اور جلن پیدا ہوئی۔ شرمندگی تھی کہ دشمنوں کے ہاتھ سے رہائی! اِس سے تو قید مصیبت ہی اچھی تھی۔ دریودھن کا خون کبھی اُونٹتا تھا۔ کبھی خفت و ندامت سے چہرے کا رنگ بدل جاتا تھا۔ تقریباً چار کوس زمین نا پی ہوگی کہ قدم نہ اُٹھ سکے۔ ودیائے گنگا کے ساحل پر اُتر پڑا فوجوں نے بھی وہیں پڑاو ڈالدیا دریودھن قدرتی سبزہ زار اور گنگاجی کے صاف شفاف پانی کی موجوں سے دل بہلا رہا تھا کہ کرن رتھ دوڑاتا ہوُا آیا آتے ہی کہا +

فتح مبارک زور بازو پر آفریں۔ آپ آپ ہی ہیں۔ کیوں نہ ہو۔ آپ نے سب گندھربوں کو مار بھگایا۔ اقبال اِسے کہتے ہیں۔ افسوس میں آپکے جوہر دلاوری نہ دیکھ سکا۔ فوج کے بیہوش ہوتے ہی میرے قدم اکھڑے میدان میں ٹھیر سکا پکرن مگر رتھ روکے سے نہ رُکا۔ گھوڑے نہ سنبھلے لے بھاگے جب دیکھا کہ میدان صاف ہو گیا۔ میں آپکو کھوجتا یہاں آپہنچا سب فوج صحیح و سلامت ملی کسی کا رویاں تک میلانہ ہوُا۔ یہ نمایاں فتح واقعی آپ ہی کا حصّہ تھی۔ کہاں تک تعریف کی جائے +

دریودھن۔ ہائے کرن تم فتحمندی کی مبارکباد دیتے ہو۔ یہاں قسمت کو روتے روتے آنکھیں سوج گئیں آج ہم لوگ مرتے مرتے بچے۔ ذلت کی بات

اُٹھ نہ رہی - گندھربوں نے ہم سب کی مشکیں کس لیں رانیوں کو بھی گرفتار کر کے لے
چلے تھے - مگر بھلا ہو پانڈوؤں کا جن کی بدولت جان بھی بچی اور آبرو بھی رہ گئی

کرن پانڈوؤں میں کیا دم تھا - کہ وہ آپ کو چھڑاتے واہ باتیں نہ بنائیے

دریودھن نہیں تمہاری قسم پانڈوؤں ہی نے بچا لیا - نہیں تو قید مصیبت ہوتی
اور میں - رانیاں ہوتیں اور بے عزتی - راجہ جدھشٹر کی نیک نیتی کا کیا کہنا
واہ واہ کیا نیک دل آدمی ہے اسکو جیوں ہی خبر ملی بھائیوں کو بھیجا کہ ہم لوگوں کو
چھڑا لائیں - سب بھائی دوڑ پڑے ارجن نے ایسے تیر برسائے کہ ہزاروں دم
بھر میں چٹ پٹ ہو گئے راجہ چترسین اکاشش کو چلا - تو تیروں کا چھپر چھا کر راستہ
بند کر دیا - چترسین اُلٹے پاؤں لوٹا - سرگ کی دوستی کرنے پر بلا ٹالی - راجہ جدھشٹر
نے کہہ سنکر ہمکو رہائی دلوائی - واقعی اگر پانڈو نہ ہوتے تو آج لٹیا ڈوب گئی تھی ارجن
کے کمال دیکھ کر میرے تو ہوش جاتے رہے منتروں کی وہ تاثیر کہ تیروں سے گندھربوں
کو گویا قلعہ بند کر دیا - اور جانے کی راہ نہ رکھی ساری فوج مردہ پڑی تھی - گندھرب بھی
زمین پر سو رہے تھے میرے دیکھتے دیکھتے اندر نے امرت برسایا - تو سب کے سب
اُٹھ بیٹھے - افسوس دشمنوں نے ہماری جان بچائی یہ کلنک کا ٹیکا کس طرح مٹیگا
دنیا کو کیونکر منہ دکھاؤنگا - اس ہتک سے موت بہتر میں بیحیائی کی زندگی پسند نہیں کرتا -

کرن یہ واہیات خیال کیسا - نامرد خودکشی کرتے ہیں - مردوں کے لئے فتح بھی
شکست بھی ہے ؎

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا گریگا جو گھٹنوں کے بل چلے

ہی پانڈوؤں کی بدولت رہائی - تو اس میں کون ہتک کی بات ہے جہاں کوے
نہیں ہوتے - وہاں کیا سویرا نہیں ہوتا - اگر پانڈو مدد نہ کرتے تو کیا گندھرب ایسے ہی
دودھ میاں تھے کہ ہمیں چپ چپاتے لے جاتے اور ہم سب کان دبائے چلے جاتے
راجہ صاحب خون کی ندیاں تو بہہ جاتیں سا اندر آسن تک ہلا دیا جاتا - میں آخر وہاں
سے کھسک ہی کیوں آیا تھا - صرف اسی لئے کہ ذرا پانڈوؤں کی طاقت دیکھ لوں
پھر اپنا ہنر دکھاؤں اور گندھربوں کے رخ ڈھیلے کردوں -

دریودھن۔ کچھ ہو بدنامی اچھی طرح ہو گئی۔ میں کسی کے سامنے آنکھ اٹھانے کے قابل نہیں رہا (دوشاسن کو گلے لگا کر) بھائی لو۔ راج تمہیں مبارک باپ ماں اور بھائی بند تمہارے سپرد۔ میں نے یہاں سے ہلنے کی قسم کھا لی۔ تپ کرونگا۔ اور یہیں کی مٹی میں مل جاونگا +

دوشاسن کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے قدم پکڑ کر بولا :۔

یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ جنگل میں رہیں میں راج کروں بات ہی کیا ہے کونسی بدنامی ہو گئی۔ آفتاب پر کون خاک ڈال سکتا ہے۔ آسمان پر تھوکنے والے کا تھوک اُسی کے منہ پر پڑے گا۔ آپ چلیں دنیا کو طنطنہ عالم پناہی دکھائیں۔ کون جانیگا کہ جنگل میں مور ناچا۔ گھیا میں گڑ پھوٹا +

کرن اور دوشاسن دونوں لاکھ فہمائش کرتے رہے مگر دریودھن اپنی ہٹ پر اڑا تھا ایک نہ مانتا تھا جان دیدینے ہی کی سمائی تھی راج سے قطعی انکار تھا

اتفاق کی بات۔ پاتال کے راچھس جگیہ کر رہے تھے۔ غرض یہ تھی۔ کہ دیوتاؤں پر کسی طرح فتح حاصل ہو۔ عین اُسی وقت وید منتروں کی تاثیر سے ایک کرتیا اگن ہون کنڈ سے برآمد ہوئی۔ راچھسوں نے درخواست کی کہ :۔

ذرا دریودھن کو تو لے آنا +

کہ تیا اگن اڑی۔ جنگل میں آئی۔ اور دریودھن کو اڑا لے گئی سب راچھس سر ہو گئے کہ واہ ایسے بہادر ایسے جری اور پھر یہ عورتوں کے سے خیال تمہیں اپنی طاقتیں معلوم ہی نہیں اسی سے ڈرتے ہو ورنہ تمہیں کون مار سکتا ہے تمہارے جسم کا بالائی حصہ فولادی ہے اس پر لاکھ بجر بھی ٹوٹیں تو اثر نہ ہو نیچے کا حصہ معمولی ہے۔ تو کیا۔ پھر بھی بہت کچھ ہے ادھر بڑے بڑے راچھسوں نے تمہاری مدد کیلئے اوتار لیا ہے۔ بڑے بڑے راج سنبھالے ہوئے ہیں۔ لشکروں کے دل بادل جب چاہو۔ چھا جائیں۔ تم ذرا سے ارجن سے ڈر گئے وہ چیز ہی کیا ہے۔ گندھربوں کو دبا لیا ہوگا۔ تم سے سامنا ہو۔ تو ابھی چھٹی کا دودھ یاد کرا دیں۔ تم مزے سے ہستنا پور جاؤ چین سے رہو۔ ہم کمک پر ہیں پانڈوؤں کو صفحہ دنیا پر سے مٹا کر دم لینگے۔ تمہارے سوا روئے زمین پر اور کسی کی ڈونڈی

نہ پڑ سکیگی ؛

دریودھن یا تو ہمت ہارے ہوئے تھا۔ یار احبسوں کے ڈھاڈھوں سے اس کے جسم میں پھر تازہ خون دوڑنے لگا۔ راجبس خوش ہو گئے۔ کہ بس مار لیا۔ دریودھن کے بجھے ہوئے دل میں پھر جان آگئی۔ انہوں نے کرتیا سے کہا۔ کہ بس کام ہو چکا۔ دریودھن کو پہنچا آؤ۔ اور دریودھن سے تاکید کر دی۔ کہ خبردار یہ باتیں کسی کے سامنے زبان پر نہ آنے پائیں۔ رازداری ضروری ہے۔

کرتیا اگن دریودھن کو پہنچا کر چل دی۔ رفیق لوگ بدستور ڈھاڈھسے دیتے رہے۔ رات آنکھوں میں کاٹ کر وہاں سے کوچ ہوا۔ ہستناپور میں پہنچے۔ تو بھیشم پتامہ جی سے سامنا ہوا۔ وہ ہنسے اور کہا ؛

کہو برخوردار کیسی گزری۔ کیوں میں کیا کہتا تھا۔ دیکھ لیا۔ دویت بن جانے کا مزہ کرن رتھبان کا چھوکرا۔ اونچ نیچ کیا جانے۔ دعا دو پانڈوؤں کو بچ گئے۔ دیکھا پانڈوؤں کے دھرم اور نیک نیتی کو۔ افسوس پھر بھی تمکو شرم نہیں آتی۔ دشمنی کا خیال نہیں چھوڑتے۔

دریودھن نے جواب تو کچھ نہ دیا۔ مگر بے غرضی کی ہنسی سے بات ٹال کر چل دیا۔ کرن بولا ؛

بھیشم پتامہ کی باتیں آپ نے سنیں۔ یہ بڈھا حب لوالتا ہے۔ تب اوکھی۔ دل میں آتا ہے۔ کہ ایک دفعہ اپنی قوت دکھا کر اس کی آنکھیں کھول دوں۔ یہ ہم لوگوں کو کبھی نظر میں نہیں لاتا۔ پانڈوؤں ہی کی تیج کیا کرتا ہے۔ کسی روز مہاراجہ دھرتراشٹ چکمے میں آ گئے۔ تو دنیا فتح کرنے کا بیڑا اٹھا لوں گا۔ اور سب کو دکھا دوں گا۔ کہ کرن میں کیسا دم ہے ؛

دریودھن۔ بیشک بدنامی کا داغ مٹانے کیلئے کوئی تدبیر ضرور ہونا چاہیئے۔ پانڈوؤں کا سر دبائے رکھنا۔ بڑا مقدم ہے۔ آپ سب لوگ کچھ رائے ضرور دیں ؛

کرن۔ بس صلاح وقت یہی ہے۔ کہ دنیا بھر میں فتح کا جھنڈا گاڑ دیا جائے ؛

شکنی۔ بہت درست۔ میری بھی رائے ہے۔ کہ جگیہ کیا جاتے ؛

دریودھن۔ منظور! منظور! منظور!

ادھیائے ۱۰۰

راجہ کرن کی دُنیا فتح کرنے کے لئے روانگی۔ چاروں انگ عالم کے تاجداروں پر فتحیابی ہستناپور میں خوشیاں

دریودھن مہاراجہ دھرتراشٹ کا پابوس ہوا۔ درخواست کی۔ کہ مہاراج راجسویہ جگیہ کی اجازت ہو۔ آپ کا پرتاپ جرأت دلاتا ہے۔ کہ روئے زمین پر ہم علم جہانگیری بلند کریں۔ کرن دگ بجے کے واسطے کمربستہ ہے۔ وہ اپنی طاقتوں سے تاجداران عالم کو مطیع کریگا راجہ دھرتراشٹ۔ تمہاری ہمت پر آفرین۔ مگر جو کام کرنا سوچ سمجھکر۔ اگر راجسویہ جگیہ کی ہوس ہے۔ تو نیک کام کو کون روک سکتا ہے۔

اجازت مل گئی۔ دریودھن نے فوج ظفر موج کرن کے ہمراہ کی۔ اور کرن بزرگوں کی دعاؤں اور برہمنوں کے اشیرباد کی رہنمائی سے دگ وجے کے واسطے منزل مقصود طے کرنے لگا۔ شمال میں پہاڑی راجوں نے گردن اطاعت خم کی۔ مشرق کے فرمانروا مطیع ہوگئے۔ جنوب میں راجہ رُکم سے معارکہ پیش آیا۔ مگر پھر صلح ہوگئی۔ کرن نے پیغام دیا۔ تخت و تاج ملک و حکومت سے کچھ سروکار نہیں۔ بلکہ قول پورا کرنے سے مطلب ہے۔ اُتر پورب کے راجاؤں نے اطاعت قبول کی۔ میں خاموش چلا آیا کسی کی دل آزاری نہ کی۔ آپ بھی اظہار موافقت کریں۔ تو تکسیر نہ پھوٹے۔ راجہ رکم کرن کی طاقتوں کا قائل تھا۔ اس نے تحفہ تحائف اور مال و دولت دیکر سر سے بلا ٹالی۔ یہاں سے کرن نے مغرب کیطرف رُخ کیا۔ وہاں حکمرانوں نے بھی سرتابی نہ کی۔ پیشکش اور نذرانوں سے دردسر کا علاج کر دیا۔ چاروں اطراف عالم سے جو کچھ دولت حاصل ہوئی۔ بیشمار تھی کرن فتح کا پھریرا اُڑاتا ہوا بڑے تزک و احتشام سے ہستناپور میں وارد ہوا۔ کوروں نے استقبال کے لئے بڑی دھوم دھام کی دارالسلطنت میں آئینہ بندی ہوئی گھی کے چراغ جلائے گئے۔ راجہ دھرتراشٹ اور دیودھن خوشنوائی کے لئے گئے۔ ہاتھوں ہاتھ لائے ہر زبان پر شور مبارک باد

تھا۔ کرن کے کان تعریفوں سے بھر سے جاتے تھے۔ دریودھن مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا۔ بولا۔

کرن! آفرین۔ مرحبا۔ تم ہمارے فخر ہو۔ جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ یہ تمہارا ہی دم تھا۔ کہ آج مجھ کو چکرورتی کا خطاب دلایا۔ روئے زمین کے تاجداروں سے خراج لینا صرف تمہارا ہی کام تھا۔ اب مجھے یقین ہوا۔ کہ ہاں مجھ میں بھی کچھ قوت ہے اب مجھ کو ڈھارس ہوئی۔ کہ میرا کچھ کوئی بگاڑ نہیں سکتا۔ تمام دنیا پر اکیلے ایک تم بھاری ہو۔

کرن۔ جناب بڑی مہر ہوئی۔ جدھر میں پہنچا بڑے بڑے شیر دل بھیڑ بکری ہو گئے۔ جہاں کرن کا نام سنا ورح قبض ہو گئی۔ جس کو دیکھئے رومال میں ہاتھ باندھے گھر کی ساری دولت ڈھوئے چلا آتا ہے۔ آپ کے اقبال سے وہ دھاک رہی۔ کہ تیر کو چلے تک پہنچنے کی نوبت ہی نہ آئی۔ جو اکڑے وہ ایک گیدڑ بھبکی ہی میں بھیگی بلی بن گئے۔ میں سچ کہتا ہوں۔ کہ آپ کے سامنے اُن بدنصیبوں کی کچھ حقیقت ہی نہیں۔ جن کا نام کون لے۔ عاقلاں را اشارہ کافی است۔ آپ ان کی طرف سے اطمینان رکھیں۔ اور بے کھٹکے کوس شاہنشاہی بجائیں۔ کوئی چیں چپڑ کریگا۔ تو میں سمجھ لوں گا۔ آپ تماشا دیکھا کریں۔

اس وگ وجے سے کرن اور دریودھن کا دماغ آسمان پر ہو گیا۔ کسی کو نظر میں نہ لاتے تھے۔ جانتے تھے۔ کہ جگ جیت لیا۔ بڑا تیر مارا۔ طرفدار تعریف کے پُل باندھتے تھے۔ خوشامدی اور بھی عرش پر چڑھاتے تھے۔ جن کو معاملہ فہمی کا مادہ تھا۔ وہ نفرت کرتے تھے۔ ان کا قول تھا۔ کہ تھوڑے دنوں بڑھ بڑھ کے باتیں مار لیں۔ یہ سال گذرے تو معلوم ہو۔ کہ دگ وجے کیسی ہوتی ہے۔ ابھی تو پانڈو دھرم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔

کرن پھر خوش خوش گاندھاری کے پاس جا کر قدموں پر گرا۔ راجہ دھرتراشٹر نے کہا۔ رانی مبارک تمہارا بہادر بیٹا دنیا فتح کر کے لوٹ آیا۔ اس کی پیٹھ ٹھونکو گاندھاری بہت خوش ہوئی۔ دعائیں دیں۔ کوروں کا مزاج نہ ملتا تھا۔ خوشی خوشی کے مارے جامے سے باہر ہوئے تھے۔ زمین پر قدم نہ ٹکتا تھا۔ شیخی وغیرہ اتراتے جاتے تھے۔ کہ کرن نے دنیا ہی فتح کی۔ پانڈوؤں کو بھی سر کر لیا۔

ادھیائے ۱۰۱

دریودھن کا بشنو جگیہ۔ پانڈوؤں کی عدم شرکت۔ جگیہ کی کامیابی سے اختتام۔ کرن کی پرتگیا۔ راجہ یدھشٹر کی دوراندیشی دویت بن سے کام بن کو روانگی!

ہستناپور میں کرن کی کامیاب واپسی سے خوب خوشیاں منائی گئیں۔ جشن ہوتے۔ جلسے ہوئے۔ پھر تجویز قرار پائی۔ کہ سب معاملہ ٹھیک ہو گیا۔ اب راجسو یہ جگیہ میں توقف کیا۔ کرن نے زور دیا۔ کہ جگیہ ضرور ہو اور جلد ہو۔ دریودھن نے پروہت کو یاد کیا۔ ساعت پوچھی۔ پروہت نے عرض کی۔

راجہ یدھشٹر اور راجہ دھرتراشٹر کے ہوتے آپ راجسو یہ جگیہ نہیں کر سکتے رواج کے خلاف ہے۔ ہاں جگیہ کی ہوس ہے۔ تو بشنو جگیہ میں کچھ مضائقہ نہیں۔ اس کیلئے ایک سونے کے ہل کی ضرورت ہوگی۔ باقی اور سامان و سامان میں عرض کر دوں گا۔

دریودھن۔ راجسو یہ جگیہ نہ سہی۔ بشنو جگیہ ہی سہی۔ تمام سامان لیس ہو جائیگا۔ آپ مہورت فرما دیجئے۔

پروہت نے ساعت بتائی۔ جگیہ کا سرانجام ہونے لگا۔ فرمانروایان عالم کی طلبی ہوئی۔ عزیز و اقارب مدعو کئے گئے۔ پانڈوؤں کو بھی ایک قاصد نے دعوت دی۔ دوشاسن کا پیغام تھا۔ کہ آئیں اور جگیہ کی رونق دیکھ جائیں۔

راجہ یدھشٹر۔ (پیامبر سے) میری طرف سے دریودھن کو مبارکباد و دعا میں ملاقات سے آتا۔ مگر تیرہ برس تک جنگل سے شہر میں آ نہیں سکتا۔ البتہ معاہدہ کہیں میں ہرطرح خوش ہوگا۔ کہ بھائی دریودھن جگیہ کا ثواب لیگا۔

بھیم سین۔ ہم کو بھی دریودھن نے طلب کیا ہے۔ ہمارا بھی جواب سن لو۔ کہہ دینا کہ بھیم سین اس وقت معافی مانگتا ہے۔ چودھواں برس شروع ہوتے ہی حاضر

ہو کر لڑائی کے جگیہ میں شریک ہوگا۔ استروں شستروں کی باڑھ آگ ہوگی۔ راجہ جدھشٹر کا غصہ آہوتی کا کام دیگا۔ اسی آگ کے کنڈ میں کوروؤں کو ہون کرونگا۔ میں نے جن لفظوں میں جواب دیا۔ ان میں ایک نقطہ ادھر کا اُدھر کا نہ ہو۔ حرف بحرف کہہ دینا۔ پیغامبر ہستناپور میں واپس آیا۔ دریودھن کو پانڈوؤں کے جواب سنائے۔ وہ چپ لگا گیا۔ کہ ایک چپ میں ہزار بلائیں ٹلتی ہیں۔ "خموشی معنئے دارد کہ در گفتن نمی آید"

دور دور کے راجے جمع ہوئے۔ رشیوں برہمنوں کا ہجوم ہوگیا۔ جگیہ کی رونق کا کیا کہنا خوب دھوم دھام رہی۔ بڑی کامیابی سے سب فرائض ادا ہوئے۔ دریودھن نے خوب دان پن کیا۔ دل کھول کر خیرات بانٹی۔ ہزاروں گاؤں رشیوں منیوں کے ہاتھ آئیں لاکھوں من غلہ بٹ گیا۔ روپوں اشرفیوں کے ڈھیر لٹ گئے +

دریودھن جگیہ سے فارغ ہوکر روپیہ اشرفی لٹاتا جے جے کار کے نعرے سنتا ہوا بھیشم پتامہ اور درونا چارج کا قدمبوس ہوا۔ چرنوں کی پرستش کرکے۔ عرض کی۔ کہ

آپ کے پرتاپ سے جگیہ تو اچھی طرح ختم ہوگیا۔ مگر آج کی قدمبوسی کچھ چیز نہیں۔ نہ جگیہ کی کامیابی کچھ بات ہے میں اس وقت قدم دھو دھو کر پیونگا۔ جب آپ کا اقبال پانڈوؤں کو نحس نحس کرکے میرے ہاتھ سے اشومیدھ جگیہ کرائیگا +

کرن۔ جب دنیا سر ہوگئی۔ تو کیا پانڈو دنیا سے باہر ہیں۔ وہ بھی آپ کے حلقہ اطاعت میں آچکے۔ اب بھی آپ کے خیال میں کچھ کسر باقی ہے۔ تو میری پرتگیا سن لیجئے۔

"اگر میں نے ارجن کو نہ مارا۔ تو زندگی پر تُف۔ آج سے قسم ہے۔ کہ اپنے ہی ہاتھ سے پاؤں دھوؤں گا۔ دوسرے ہاتھ چھو تک نہ سکیں گے۔ شراب اور گوشت دونوں حرام۔ سائل کار وسوال موقوف۔ سائل خالی ہاتھ جائے: ناممکن جو مانگے پائے +

کرن نے جس وقت مونچھوں پر تاؤ دے کر یہ پرتگیا کی۔ دریودھن وغیرہ کا دل ہاتھوں بڑھ گیا۔ بے ساختہ دانت نکل گئے۔ اُن کو گویا الہام ہوگیا۔ کہ بس ارجن مار لیا۔ جاتا کہاں ہے۔ ارجن ہی نہ رہا۔ تو پھر باقی ماندہ پانڈو کیا مال ہیں۔ اکیلا کرن سب کو چٹنی کر ڈالے گا +

کرن سورج کا بیٹا تھا۔ جس وقت زمین پر گرا۔ اسی وقت سے سورج کی بخشی

ہوئی۔ کوچ زیب تن تھی۔ اس کے علاوہ تیر کا بھی دھنی تھا۔ پرسرام جی سے شستر ودیا سیکھی تھی۔ اس کی پرتگیا نے شہرت پائی۔ تو راجہ جدھشٹر کو دوراندیشی کا خیال آیا۔ انہوں نے سوچا۔ کہ دشمن کمین میں ہیں۔ کیا فائدہ کہ کسی وقت غفلت میں گھات چل جائے۔ تو پھر بُری ہو۔ اس سے یہاں رہنے کی ضرورت ہی کیا۔ بھیم سین ارجن وغیرہ نگاہ میں چلتے تھے۔ وہ کچھ نہ کہہ سکے۔ سب نے خاموشی سے چلنا دھندا کیا۔ اور کام بن کی راہ لی۔

دریودھن کے دماغ کا کیا پوچھنا۔ روئے زمین کی حکومت۔ مال و دولت کی طاقت۔ کرن کا پرتاپ بھیشم پتامہ کا زور۔ درونا چارج اور کرپا چارج کا بھروسا تھا۔ تاجداران عالم نظروں میں ہیچ معلوم ہوتے تھے۔ پانڈوؤں کی کسی مچھر کے برابر بھی حقیقت نہ تھی۔ بیخوف و خطر طنطنۂ عالمگیری دکھانے لگا۔ رات دن عیش و عشرت سے کام تھا۔ یا راحت و آرام سے طبیعت میں اگر کچھ انقلاب ہوا۔ تو صرف اسی قدر کہ گرو کی خوب خدمت ہونے لگی۔ بزرگوں کا ادب و لحاظ پہلے سے زیادہ ملحوظ خاطر ہوا۔ بھائیوں کی خاطر مقدم تھی۔ بزرگوں کی تعظیم و تکریم فرض منصبی۔

ادھیائے ۱۰۲

راجہ جدھشٹر کا خواب۔ کام بن میں روانگی۔ بیاس جی کی آمد فہمائش۔ مدگل برہمن کا تذکرہ!

پانڈوؤں کو مصیبتیں جھیلتے جھیلتے ایک زمانہ ہو چکا تھا۔ راجہ جدھشٹر ہر وقت اپنی بیوقوفی کو جھیکتے اور قمار بازی کو کوستے تھے۔ رات تارے گنتے گنتے کٹتی تھی۔ دن دل ہی دل میں گھلتے گذرتا تھا۔ کرن کی پرتگیا دل پر نقش ہو گئی تھی۔ اس نے اور بھی خلجان پیدا کر دیا تھا۔ ہر وقت اسی خیال میں ہر لحظہ اسی کی فکر کسی روز فکر ہی میں آنکھ لگ گئی۔ نیند کے غلبے میں دیکھتے کیا ہیں۔ کہ بہت سے ہرن سامنے آ کھڑے ہو گئے! اور بولے مہاراج! آپ دھرم پتر کہلاتے ہیں۔ آپ کو اپنے خطاب کی شرم رکھنا چاہیئے۔

ذرا دیر کی تفریح اور اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کیلئے آپ تو شکار کا نام کرتے ہیں۔ یہاں ہرنوں سے جنگل خالی ہو چلا۔ اگر آپ اور ٹھیرے۔ تو شاید ہرنوں کا نام بھی نہ رہ سکے آپ اب بے زبانوں پر رحم کریں۔ اور کسی اور جنگل میں دل بہلائیں +

خواب دیکھتے ہی راجہ جدھشٹر چونک پڑے۔ اُٹھ بیٹھے۔ آنکھیں کھول کے اِدھر اُدھر دیکھا کوئی ہرن نظر نہ آیا۔ سمجھ گئے۔ کہ خواب تھا۔ مگر دل میں رحم تھا ہرنوں پر ترس آیا۔ اسیوقت اختر بختر سمیٹا۔ اور چل کھڑے ہوئے۔ کام بن پہنچے۔ تو وہی فکر وہی اندیشہ۔ وہی تردد۔ وہی کوفت۔ بیاس جی روشن ضمیر تھے۔ راجہ جدھشٹر کی کیفیت دور ہی سے بھانپ کر تشریف لائے۔ سمجھایا۔ کہ

عقلمند ہو کر بیوقوفی۔ آب نہ دیدہ۔ موزہ از پاکشیدہ پیش از مرگ داویلا۔ بیشک تم نے بہت سختیاں جھیلیں۔ کہاں وہ عیش و آرام۔ راجسوبہ جگیہ کی دھوم دھام۔ کہاں صحرانوردی۔ دشت گردی۔ کبھی سردی سے پریشانی۔ کبھی گرمی سے حیرانی۔ مگر سمجھ لو کہ بارہ برس بعد گھورے کے بھی دن پھرتے ہیں۔ رنج کے بعد راحت ضرور ہوتی ہے۔ پہلے نیش ہے۔ پھر نوش۔ تم نے بارہ برس تک تپ کئے پھر تمہیں کس کا خوف اور کس چیز کی کمی۔ رہی تو تکلیف سمجھ لو کہ اُس کے بغیر تو کسی کو چارہ ہے برہما انتظام آفرینش کرتے ہیں۔ کیونکر؟ تپ کی تکلیف اُٹھا کر بشن دھیان دیر۔ کا بھی یہی حال ہے۔ کیا دیوتا۔ کیا انسان۔ دونوں کو تپ کرنے میں جسمانی تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ مگر جو روحانی آرام حاصل ہوتا ہے۔ اس کا مزہ کچھ اور ہی ہے۔ زبان نہیں جان سکتی۔ انسان کی کیا حقیقت ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ ناپاک قطرہ مٹی کا پتلا۔ ہڈیوں کا ڈھانچا۔ خون پیپ کا جامہ پھر بھی جب یہ تپ کرتا ہے۔ تو نزاکا کو بھی قابو میں کر لیتا ہے۔ اور فائیدوں کا کیا ذکر۔ جو شخص تپ کرتے ہیں۔ نفس قابو میں رکھتے ہیں۔ دان کرتے ہیں۔ ان کو تکلیف ضرور ہوتی ہے۔ مگر یہ تکلیف تکلیف نہیں۔ راحتوں کا پیش خیمہ ہے۔ انہیں تکلیفوں بدولت زحمت ہوتی ہے۔ پرماتما وہ سکھ دیتا ہے۔ جس کو کبھی زوال نہیں +

راجہ جدھشٹر! تم نے دان بھی بہت کئے ہیں۔ دان بھی بڑے ثواب کا کام ہے۔ ” پُنیہ کی جڑ پاتال میں ہر شخص کا فرض ہے۔ کہ جب

حیثیت ضرور دان کرے۔ وقت مناسب ہو۔ برہمن وید پاٹھی ہو۔ اس وقت اگر تھوڑے سے تھوڑا دان بھی کیا جائے۔ تو بڑے سے بڑا پھل ملنے میں شبہ نہیں۔ دیکھو میں ایک نظیر دیتا ہوں +

کورکشیتر میں ایک برہمن کی سکونت تھی۔ عوام مُدگل کہتے تھے۔ اس کے ایک بیٹا بھی تھا۔ بیٹا ایسا ویسا نہیں۔ بالکل باپ کا پیرو۔ برہمن دو ہفتے میں صرف ایک روز کھاتا تھا۔ بیٹے کی بھی یہ کیفیت تھی۔ دونوں باپ بیٹے کھیتوں سے گرا پڑا اناج بین لاتے تھے۔ جو پندرہویں روز کھایا۔ وہ تو خیر باقی جو بچا۔ وہ ذخیرہ ہوتا رہا۔ ایک روز مُدگل نے سارا اناج پکا ڈالا۔ اناج کم تھا۔ برہمن ہزاروں تھے۔ مگر نیت نیک برکات کی کمی کا کیا ذکر سب سیر ہو کر کھا گئے۔ اور پھر بھی کچھ بچ ہی رہا۔ جب دوبارہ ایسی ہی نوبت آئی۔ تو دُرباساجی چیلوں کو لئے ہوئے آموجود ہوئے۔ جو کچھ برہمن کے یہاں موجود تھا۔ سب ڈکار گئے۔ مُدگل کیلئے ایک کنکی بھی نہ بچی۔ تین دفعہ یہی معاملہ پیش ہوا۔ اور ہر دفعہ برہمن کو پیٹ میں تو اوے کر منہ باندھے رہنا پڑا۔ جب ڈیڑھ مہینے بے آب ودانہ گزر گئے۔ دُرباساجی خوش ہو گئے۔ بولے۔ کہ

لو میں تمہیں جیتے جی سرگ میں بھیجے دیتا ہوں۔ تمہارا سا صبر تمہارا سا استقلال۔ تمہاری سی نفس کشی۔ تمہاری سی فراخدلی۔ ایسی نہیں۔ کہ تم کو سرگ کا مستحق نہ کرے۔ دُرباساجی تو کہتے ہی تھے۔ دفعتہً ایک بوان آموجود ہوا۔ دیودوت مُدگل سے بولا +

بوان حاضر ہے۔ تشریف لے چلیے +

مُدگل۔ کہاں!

دیودوت۔ سورگ میں +

مُدگل۔ سورگ میں اچھائی کیا ہے۔ اور بُرائی کیا۔ یہ معلوم ہو جائے تب جانے نہ جانے کا فیصلہ کروں گا۔

دیودوت۔ سورگ میں ایرے غیرے پچکلیاں نہیں جا سکتے۔ جاتے ہیں۔ تو صرف دھرماتما۔ قناعت پسند۔ تپشوی دانی۔ وید پاٹھی۔ اور برہم بھوج اور ہون وغیرہ نیک کام کرنے والے۔ سورگ میں کسی چیز کی کمی نہیں۔ وہاں نہ سردی

نہ گرمی نہ بھوک نہ پیاس۔ پوشاکیں صاف و شفاف عطر آمیز پھولوں کے ہاروں کی زینت دوامی مکان طلاکار و جواہر نگار۔ باغ ہمیشہ بہار۔ آراستگی و زیبائش قابل دید دنیا میں کوئی نظیر نہیں مل سکتی جس سے سُرگ کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پیش ہو سکے۔ سُرگ ملتا ہے۔ تو قالب عنصری چھوڑنے پر قالب نورانی میں پیکر انسانی میں رکھا ہی گیا ہے۔ پانی۔ خاک۔ آگ۔ ہوا۔ اور آکاش وہاں خوشی کے سوا رنج و تکلیف کا نام نہیں۔ راگ رنگ سے ہر وقت آنند رہتا ہے۔ یہ تو سورگ کی خوبیاں تھیں۔ ذرا برائی بھی سُن لیجئے۔ سورگ میں گئے خوب عیش کئے۔ جب قیام کی مدت گزر گئی پھر کبھی اچھے قالب میں آنا پڑا۔ یہاں دولت بھی ہوگی۔ خاندان بھی اچھا ملیگا۔ سب کچھ ہوگا۔ کہ مگر سچ یہ ہے۔ کہ اعمال نیک کئے جھوٹ سے نفرت۔ اور سچائی سے رغبت رہی۔ تب تو پھر سورگ ملیگا۔ ورنہ اعمال کے موافق دوسرے لوگوں میں بود و باش ہوگی۔ یا نرک سے سابقہ ہوگا۔ دنیا ایک کھیت ہے۔ جیسے اعمال کا بیج اس میں بویا جاتا ہے۔ ویسا ہی پھل حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ کامل رشی مہرشی اور نیک اعمال برہمن برہمنوں کے لوک میں جاتے ہیں۔ اس سے افضل دیوتاؤں کا لوک ہے۔ جسے برہم لوک کہتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ روشن رہتا ہے۔ ہر خواہش اس سے پوری ہو سکتی ہے۔ یوں بہت سے ترتیب وار لوک ہیں جن کی بلندی کے حساب سے فضیلت مانی جاتی ہے۔ لیکن ٹھیک طور پر دان کرنے والے کو دیولوک میں جگہ ملتی ہے۔ یہاں کے رہنے والوں کی خوراک امرت ہے۔ اس لوک سے اونچا لوک بشن لوک ہے۔ چلئے بوان پر بیٹھیئے سیر کیجئے۔

مدگل۔ آپ تشریف لے جائیے۔ میں سُرگ سے باز آیا۔ جہاں سے پھر دنیا میں آنا پڑے۔

دیو دوت چلا گیا۔ مدگل نے تپسیا شروع کی۔ ایسی مکت حاصل کی۔ کہ بڑے بڑے مہارشیوں کو نصیب نہ ہوئی۔

یہ فرما کر بیاس جی بولے۔ کہ راجہ جدھشٹر۔ گھبراؤ نہیں۔ دل کو ڈھارس دو۔ تمہیں وہ مرتبہ وہ درجہ حاصل ہوگا۔ جسکو تم خواب میں بھی خیال نہیں کر سکتے۔

ادھیائے ۱۰۳

درباسا کی دریودھن کے یہاں خاطر و مدارات۔ دریودھن کی تحریک سے درباسا جی کی پانڈوؤں کے یہاں رونق افروزی۔ خورد و نوش کا سوال۔ دروپدی کی فکر و کاہش۔ کرشن چندر سے فریاد۔ کرشن جی کی تشریف آوری۔ درباسا جی کی شرمندگی

درباسا رشی صاحب کمال تھے۔ ان کو بیٹھے بیٹھے یہی سوجھا کرتی تھی۔ کہ چلو فلاں دھرماتما کی آزمائش کر لو۔ دریودھن کا جس وقت عروج ہوا۔ آپ چیلوں کی فوج لئے ہوئے اس کے بھی جا پہنچے۔ دریودھن خاطر تواضع کے لئے سب ڈٹ گیا خوب خدمت کی۔ درباسا جی کے ہتکنڈے نرالے تھے۔ رسوئیں جس وقت تیار پائی۔ کہہ دیا کہ بھگدڑ کیا ہے۔ کھالیں گے۔ اشنان کو گئے۔ پھر واں غائب۔ جب رسوئیں ٹھنڈی ہو گئیں۔ تب آموجود ہوئے۔ کہ لاؤ کھانا۔ پر سو بعض وقت آدھی رات کو فرمائش کر دی۔ غرض وقت بے وقت کھانا مانگ بیٹھتے تھے۔ اور جس وقت رسوئیں تیار ہوتی لقمہ نہ توڑتے۔ دریودھن نے کچھ ایسی نگہداشت کی۔ کہ درباسا جی کو ہر وقت تازہ تازہ کھانا تیار ملا کبھی شکایت کر نہ پائے۔ ایسی خاطرداشت نے ان کے دل پر اثر کیا بولے

دریودھن۔ جو چاہو مانگ لو۔ میں تم سے بہت رضامند ہوں +

دریودھن۔ آپ کی برکت سے کسی چیز کی کمی نہیں۔ ایشور نے سب کچھ دیا ہے۔ آرزو ہے۔ تو صرف یہ کہ آپ ایک روز راجہ جدھشٹر کے یہاں بھوجن کریں۔ مگر کس وقت جب دروپدی کھا چکے۔ راجہ جدھشٹر کو سورج بھگوان نے ایک ڈوگنی ہاتھ آگئی ہے اسکی خاصیت

ہے۔ کہ کبھی خالی نہیں ہوتی۔ خواہ کتنے ہی آدمی کھانا کھا جائیں +

دُرباسا۔ ضرور جاؤں گا۔ دیکھوں تو وہ تُومبی کتنوں کا پیٹ بھر سکتی ہے +

دُرباسا وہاں سے چلے۔ دس ہزار چیلوں کی ایک فوج کی فوج ساتھ چلی۔ کام بن میں پہنچے۔ تو پانڈوؤں نے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ خدمتگذاری کو حاضر ہو گئے۔ پوچھا کیا ارشاد ہے؟

دُرباسا۔ پیٹ کی آگ یہاں کھینچ لائی۔ نہانے کو جاتے ہیں۔ کھانا تیار کر رکھیے +

دروپدی پانڈوؤں اور برہمنوں کو کھلا کر رسوئیں اُٹھا چکی تھی۔ وہ گھبرائی۔ کہ دس ہزار ایک آدمیوں کے ہاتھ کیسے دھلائے جائیں گے۔ دُرباسا کو آتے ہی کھانا نہ ملا۔ تو آنتیں سلگ جائینگی۔ بغیر بددعا دیئے نہ رہیں گے۔ اس کو سخت فکر ہوئی۔ تردد نے گھیر لیا۔ مصیبت کا وقت آ پڑا۔ معاملہ تھا۔ سری کرشن جی کے دھیان میں محو ہو گئی۔ اور لگی فریاد کرنے۔ دینا ناتھ عزت پر بن رہی ہے۔ بات جاتی ہے۔ دوشاسن کے ہاتھوں سے آپ نے حرمت بچائی۔ ہزاروں آدمیوں میں لاج رکھی۔ آج بھی آبرو رکھیئے۔ فقط آپ کا ہی بھروسہ ہے۔ آپ ہی کا آسرا ہے۔

کرشن چندر مہاراج مہارانی رکمنی جی کے رنواس میں تھے۔ جبوقت دروپدی نے دھیان کیا۔ مہارانی سے بولے +

مہارانی دروپدی یاد کرتی ہیں۔ ذرا میں ہو آؤں۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ کوئی ضروری کام ہے +

یہ فرما کر آپ وہاں سے اسیوقت چل کر دم میں پانڈوؤں کے پاس پہنچ گئے۔ پانڈوؤں کی دلی مسرتوں کا کیا پوچھنا۔ نہال ہو گئے۔ دروپدی آمد سن کر دوڑی آئی۔ کہا۔ یادش بخیر۔ دھیان کرتے ہی آپ آ پہنچے۔ کیا بھی کہیں اُس پاس تھے +

سری کرشن جی۔ اول طعام۔ بعدہ کلام۔ پہلے یہ کہو۔ کہ کچھ کھانے کو بھی ہے۔ یہاں مارے بھوک کے جان پر بن رہی ہے +

دروپدی دُرباسا ہی کے فکر میں پریشان تھی۔ کرشن جی نے کھانے کو مانگا۔ تو یک نہ شد دو شد کا معاملہ ہوا۔ اس کی جان اور بھی مصیبت میں پڑ گئی۔ رکتے رکتے بولی۔ مہاراج ابھی ابھی کھا کے اٹھی ہوں۔ کچھ بچا نہیں۔ ہاں حکم ہو تو پکا لاؤں یہ دیکھیے تُومبی خالی پڑی ہے +

سری کرشن جی۔ لاؤ لاؤ۔ اس میں میرے لئے بہت ہے +

دروپدی۔ زیادہ نہ بنایئے۔ پھینکئے ڈگری کو +

سری کرشن جی۔ تم کہتی ہو۔ کہ کچھ نہیں۔ یہ دیکھو ساگ +

ڈگری میں ذرا سا ساگ لگا رہ گیا تھا۔ آپ نے اس کو بڑے ذوق و شوق سے کھایا۔ اور بولے کہ واہ کیا عمدہ ذائقہ ہے۔ میری طبیعت تو سیر ہو گئی +

دروپدی۔ آج ایک تازہ مصیبت آپڑی ہے +

سری کرشن جی۔ وہ کیا۔

دروپدی۔ دربا سارشی دس ہزار چیلوں کو لئے ہوئے آگئے ہیں۔ یہاں کھانے کو کچھ نہیں۔ اب لاج آپ کے ہاتھ ہے +

سری کرشن جی۔ ہاں تو پھر کیا مضائقہ ہے (بھیم سین سے) ذرا تکلیف کرو۔ دُرباسا اور اُن کے چیلوں کو بلا لاؤ۔ کہ رسوئیں تیار ہے +

بھیم سین ادھر سے چلے وہاں دُرباسا جی کے چیلوں کا پیٹ گڑ گڑانے لگا۔ ڈکاریں آنے لگیں۔ دُرباسا جی کا بھی پیٹ ابھرا معلوم ہوتا تھا۔ گویا خوب تن کے کھا چکے ہیں۔ انھوں نے چیلوں سے کہا۔ راجہ جدھشٹر خود ہزار مہاتماؤں کا ایک مہاتما اور کرشن جی کا سچا بھگت ہے کہیں کوئی بد دعا نہ دے بیٹھے۔ اس سے بھیا سب یہاں سے کھسکو۔ ہم نے خود غلطی کی۔ کھانے کو مانگا +

یہ کہکر دُرباسا وغیرہ تو وہاں سے چپت ہو گئے بھیم سین پہنچا۔ تو نہ گرو جی ملے نہ اُن کا کوئی چیلا +

اور رشیوں نے کہا۔ آپ کس کی تلاش میں پھر رہے ہیں۔ وہ سب اتنا کھا گئے۔ کہ پیٹ میں سانس کی جگہ نہ رہی۔ ایسا ہی چھوڑا۔ کہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ایسی دعوت خودی سے کان پکڑے۔ بھیم سین واپس گیا۔ تو تنہا۔ سری کرشن جی نے پوچھا۔ کہ دُرباسا جی کہاں ہیں۔ آگئے ؟

بھیم سین۔ واہ کیا ان کا سایہ بھی نہیں۔ نہ جانے کہاں کھسک گئے سُنا ہے۔ کہ اُن کا پیٹ پھٹنے لگا۔ اس لئے بھاگ کھڑے ہوئے +

دروپدی۔ واہ مہاراج واہ۔ دھنیہ ہو تمہاری قدرت کے کرشمے بھی عجیب ہیں۔ کیا دور

ہی سے وھتا بتا دی +

راجہ جدھشٹر۔ اس بھروسے پر نہ رہنا۔ دُرباسا جی بڑے حضرت ہیں۔ ایسے اٹے پٹے وقت آئیں۔ کہ تمہارے بنائے کچھ نہ بنے +

سری کرشن جی۔ اٹ پٹے وقت کیا زندگی بھر اب آئیں تب پہنچئے گا۔ وہ کبھی نہ آئے۔ دریودہن نے شیطنت سے بھیجا تھا۔ اب انکو بھی سبق مل گیا۔ اُدھر رُخ بھی کریں۔ تو میرا نام۔ اگر بھوکے بھٹکے آ بھی جائیں۔ تو منہ کی کھائیں گے۔ اچھا اب میں چلتا ہوں۔ آپ لوگ استراحت کریں۔ مجھے پہنچتے پہنچتے زیادہ رات ہو جائیگی +

مہاراج اتنا فرماکر رخصت ہو گئے۔ اور پانڈوؤں نے تازہ فکر سے نجات پاکر بستر راحت پر آرام کیا +

ادھیائے ۱۰۴

راجہ جیدرتھ کی کام بن میں آمد۔ پانڈوؤں کی عدم موجودگی میں دروپدی کو لیکر فراری۔ پانڈوؤں کے ہاتھ سے سزا یابی

ایک روز راجہ جدھشٹر وغیرہ مصروف شکار تھے۔ دروپدی تن تنہا رشی کے آشرم میں اکیلی رہ گئی۔ راجہ برہدرتھ والی پنجاب کے فرزند جیدرتھ کی شادی تھی۔ وہ اپنی برات لئے ہوئے۔ ادھر سے گزرا سالو دیس کا عزم تھا۔ تمام شاہی جلوس ساتھ۔ فوج ظفر موج ہمراہ بہت سے راجے مہاراجے براتیوں میں شامل۔ باجے گاجوں نے جنگل میں شادیانے بجانا شروع کئے۔ تو دروپدی کھڑی ہو کر ٹھاٹھ باٹھ دیکھنے لگی۔ سر پر کدم کا درخت سایہ افگن تھا اور چہرے سے سورج کی سی کرنیں پھوٹی نکلتی تھیں۔ اتفاق سے راجہ جیدرتھ کی نظر پڑ گئی۔ کوٹ کاشیہ کشتری کو طلب کر کے حکم دیا۔ کہ جائے۔ دیکھے اور پتہ لگائے۔ کہ یہ کوئی دیوی ہے۔ یا ناگ کنیاں یا اپسرا یا انسان۔ واہ واہ کیسی موہنی صورت۔ کیسی پیاری صورت ہے۔ نیم نگاہی کی

اداوس ہو دل لوٹ پوٹ ہوا جاتا ہے +

کوٹ کاشیہ تیر کی طرح پہنچا دروپدی سے بولا۔

اے تصویر نور کون ہو۔ اس جنگل میں کہاں آگئیں۔ جہاں نہ آدمی نہ آدم زاد۔ کہیں ادھر بھول تو نہیں پڑیں۔ اپنا ٹھور ٹھکانا تو بتاؤ +

دروپدی۔ دھرم کی اجازت نہیں۔ کہ غیر مرد سے بات چیت کروں۔ مگر میرے سوا کوئی دوسرا موجود نہیں۔ کہ تم سے بات چیت کرے۔ اس لئے بولنے پر مجبور ہوئی۔ سنو دروپدی میرا نام ہے۔ مہاراجہ دروپد میرے پتا ہیں۔ اور دھرم روپ پانڈو میرے پتی پرمیشور +

کوٹ کاشیہ۔ پانڈو کہاں ہیں؟

دروپدی۔ یہیں کہیں شکار کھیل رہے ہونگے +

کوٹ کاشیہ انہیں پیروں لوٹا جیدرتھ سے سب حال کہا۔ دروپدی کے حسن گلو سوز اور جمال عالم افروز نے اس کے دل پر موہنی سی ڈال دی تھی۔ وہ خود دوڑا ہوا آیا۔ اور کہا دیوی!

تم یہاں کہاں مزاج تو خیریت سے ہے +

دروپدی نے ایک عالیشان راج کمار سمجھکر اس کی عزت کی ایک آسن پر بٹھایا اور آپ اس سے دوسرا ایک گوشے میں جا بیٹھی۔ جیدرتھ بولا +

مجھے تمہارے حسن وجمال پر ترس آتا ہے۔ یہ سورج کی سی صورت۔ چاند ایسی مورت۔ اور ایسے سنسان جنگل میں بودوباش۔ پانڈوؤں کے پلے جھنجی نہیں۔ راج پاٹ اجڑ گیا۔ جنگلوں کی ٹھوکریں کھاتے ہیں۔ ان کے ساتھ تکلیف کے سوا اور کیا رکھا ہے ان پر بھیجو لعنت۔ آؤ میں تمہیں لے چلوں۔ وہ عیش وآرام دوں۔ کہ اندرانی کو بھی نصیب نہیں۔ سارا پنجاب تمہارا ہوگا۔ پانڈوؤں سے اچھے اچھے تمہارا پانی بھریں گے۔

دروپدی کو یہ الفاظ تیر ونشتر معلوم ہوئے۔ منہ دوپٹے سے چھپالیا۔ اور بولی کہ میں اس کا جواب کیا دوں۔ عورت ذات ہوں۔ اس کا جواب تم کو میرے پران پتی ہی دے سکتے ہیں۔ شکار سے بارے آتے ہوں گے۔ میں جو کچھ کہنا چاہتی ہوں۔ وہ صرف یہ ہے۔ کہ راجوں کی زبان سے ایسی باتیں اچھی نہیں معلوم

ہوتیں۔

جیدرتھ جوش عشق سے اندھا ہو رہا تھا۔ اس کو آگا پیچھا کچھ نہ سوجھا۔ اٹھا۔ لپک کر دروپدی کو گود میں لے لیا۔ اور رتھ پر بٹھا کر چلتا پھرتا نظر آیا۔ دروپدی چلائی۔ دھوم رشی جی دوڑو مصیبت سے بچاؤ۔ ظالم کے پنجے سے چھڑاؤ۔ جیدرتھ مجھے پکڑے لئے جاتا ہے۔

دھوم رشی آواز پر لپکے چیختے ہوئے دوڑے۔ کہ

او جیدرتھ ذرا ٹھیرو۔ ایک بات تو سُن لے۔ راجوں کو ایسی حرکتیں مناسب نہیں۔ جیدرتھ نے سونے کی چڑیا پھانسی تھی۔ وہ کسی کی بات کب سننے والا تھا۔ رتھ کے گھوڑے اڑاتا ہی رہا۔ شکار میں راجہ جدھشٹر کے کانوں میں جانوروں کی منحوس آوازیں آنے لگیں۔ جو شگون ہوا۔ وہ خراب۔ یہ رنگ دیکھکر وہ بھائیوں سے بولے کہ آشرم میں خیریت نہیں۔ آثار بدڈھب نظر آتے ہیں۔ جلدی چلو۔ خبر لیں۔ سب کے سب شکار لئے ہوئے آشرم کیطرف لپکے۔ ابھی راستے ہی میں تھے۔ کہ دروپدی کا خدمتگار زمین پر پڑا نظر آیا۔ پوچھا۔

کیوں خیر تو ہے؟

جواب۔ مہاراج غضب ہو گیا۔ جیدرتھ نے دغا کی۔ دروپدی جی کو لئے ہوئے بھاگا جاتا ہے۔ پانڈووں نے اپنے رتھ فوراً کسے اور سوار ہو کر گھوڑے دوڑا لئے۔ تو جیدرتھ کو نشان نظر آنے لگا۔ اس نے فوج کو حکم دیا۔ کہ گھیر لو سر منگوں کو۔ کل پانچ ہی تو ہیں۔ فوج پھر پڑی۔ پانڈو ٹڈی دل میں گھر کر گئے۔

دروپدی بولی۔ کہ اب ہوشیار رہنا۔ تمہارے کال آگئے۔ بہتر ہے۔ کہ معافی مانگ لو۔ ورنہ جان کی خیر نہیں۔

جیدرتھ۔ اچھا یہ تو بتاؤ۔ کہ ان میں سے کون کون؟

دروپدی۔ راجہ جدھشٹر سب سے آگے ہیں۔ دھرم ہنر ان کا خطاب ہے۔ دیکھو آنکھیں سر پھلور کیطرح خوبصورت دکھائی دیتی ہیں۔ پیشانی پر چندرما کھلتا ہے۔ مرگ چھالا کی خوشنمائی سونے میں سہاگہ۔ بدن چھریرا۔ صورت موہنی رتھ سے طرح طرح کے باجوں کی خوش آیند آواز گونج رہی ہے۔ دھرم نام سے زندہ یہ تو ج جھی کے

تیج سے شرمندہ۔ اُن کے پیچھے بھیم سین ہیں۔ آنکھیں خون میں ڈوبی بھویں چڑھی
ہوئی کمان۔ ڈنڈے ہاتھیوں کو لڑا دینے والے۔ دام والے۔ پہاڑوں کو گرا دینے
والے دشمن کی بربادی ہو جائے۔ تب بھی غصہ نہ اُترے۔ سارا کنبے کا کنبہ ناس کئے
بغیر کل نہ پڑے۔ اُن کے فوجی نشان پر سری بجرنگ بلی کی شبیہ زینت دے رہی ہے
اور انکو بھی پون پتر کہتے ہیں۔ تیسرے رتھ پر ارجن ہیں۔ جو صورت چاند کی تصویر سر پر
کریٹ مکٹ ہاتھ میں گانڈیو دھنش گلے میں موتیوں کے مالے کانوں میں جگمگاکرتے
کنڈل بالکل راجہ اندر کے ہم شکل چوتھا رتھ نکل کا ہے۔ ہاتھ میں جو بجلی چمکتی دکھائی دیتی
ہے۔ وہ اِن کی تلوار ہے۔ اور حسن صورت سر تیغ انوار سہدیو پانچویں رتھ پر ہیں۔ تیر چلہ
سے نکلنے کیلئے مچل رہا ہے۔ قہر آلودہ نگاہیں چاروں طرف زہر اُگل رہی ہیں۔ جہاں
تمہارا رتھ نوچہ آیا۔ سمجھ لینا۔ کہ بس اب زندگی کا ساتھ چھوٹا گئے کی سزا ملی۔ اب بھی
کہتی ہوں۔ کہ سر کے بل چلے جاؤ۔ قدموں پر سر رکھو۔ خود ہی ابھی نہیں گئے کی موت
مرنے سے فائدہ یہ پانڈو وہ ہیں۔ جن کے نام سے دیوتاؤں کی بھی لوٹی بنتی ہے۔
پھر تم کس شمار قطار میں ہو۔

جیدرتھ۔ تم ناحق ڈینگ ہانکو پر کیوں اڑاؤ۔ یہاں کوئی دھمکی میں آنے والا نہیں۔ ایسی گیدڑ
بھبکیاں بہت سُنی ہیں۔ جو پانڈو بارہ برس کی بھوک پیاس تکلیف و مصیبت سے ادھ
مرے ہو رہے ہیں۔ فاقہ کرتے کرتے ہڈیوں کا مغز تک خشک ہو گیا۔ ان میں جان ہی
کیا ہے۔ وہ کر ہی کیا سکتے ہیں۔ بیٹھے بیٹھے دیکھو۔ ابھی میرے بہادران فوج مشکیں کسے
ہوئے آتے ہیں۔ میری اتنی فوج کے سامنے ٹڈوں ٹوں پانچ آدمی وہ بھی مردہ سے بدتر
کیا حقیقت رکھتے ہیں۔ مٹھی مٹھی بھر خاک ڈالی جائے۔ تو دب کے رہ جائیں +

اُدھر جیدرتھ اپنی طاقت کے زعم میں بڑھ بڑھ کے باتیں مار رہا تھا۔ ادھر ارجن
نے گانڈیو دھنش سے صدہا آدمیوں پر حصہ اُتارا جس کو تیر ذرا بھی چھو گیا بس سانس
نہ آئی۔ فوراً دم نکل گیا۔ جیدرتھ کے ساتھ بہت سے جنگی ہاتھی تھے فیل بانوں نے
ایک ساتھ ریلا کیا۔ ہاتھی راجہ جدھشٹر پر ٹوٹے رتھ کو چور چور کر دیا۔ راجہ جدھشٹر
بچ کر بھاگے۔ تو بھیم سین نے اُنکے بڑھکر بچا لئے۔ اور گدا لیکر جو ہاتھ دکھانا شروع
کئے۔ تو بیچارے ہاتھیوں کے سر پرخچے پرخچے ہو گئے۔ ارجن کو بھی طیش آ گیا۔ ایسے تیر

برسائے۔ کہ ہزاروں جوان پھڑک کر مر گئے۔

نکل وسہدیو نے ہزاروں کو تلوار پر رکھ لیا۔ سب ام راعیئے والے خون میں ڈوب گئے اب بھگدڑ شروع ہوئی۔ جدھر جس کا منہ ہو گیا۔ اسی طرف سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا جیدرتھ کے ہوش خطا ہو گئے۔ جان ستر کوٹھوں میں چھپنے لگی۔ چپکے سے دروپدی کو اتارا اور آپ لونک دم بھاگ کھڑا ہوا۔

راجہ جدھشٹر نے دروپدی اور دھوم رشی کو رتھ پر بٹھایا۔ اور ارجن سے بولے کہ

میں تو آشرم کو چلتا ہوں۔ تم جیدرتھ کو مارنا نہیں۔ پکڑ کے لانا۔ وہ راجہ دھرتراشٹ کی راجکماری کے رشتے سے ہمارا بہنوئی ہوتا ہے۔ بہنوئی کو مارنا ٹھیک نہیں احتیاط رہے۔

راجہ جدھشٹر آشرم کو پھرے۔ ارجن اور بھیم سین نے پیچھا کیا۔ فوج کو بیخطا بھیم کی طرح دی۔ اور جیدرتھ ہی کی فکر میں لپکے۔ کوس بھر کا فاصلہ ہوگا۔ کہ ارجن نے منتر پڑھکر ایسا تیر مارا۔ کہ رتھ کے گھوڑے وہیں ڈھیر ہو گئے۔ جیدرتھ کو پیدل بھاگنا پڑا۔ بھیم سین اور ارجن کے رتھ آندھی کیطرح تیز رو تھے۔ جاکر جیدرتھ کو دھر لیا ایک اردھ چندر یعنی نصف چاند کی شکل کے تیر سے استرے کیطرح سر مونڈ ڈالا۔ اور چاروں پر پانچ چوٹیاں باقی رکھیں۔ دونوں شیر دل اس روباہ منش کو رتھ میں باندھ کر راجہ جدھشٹر کی خدمت میں لائے۔ اور عرض کی۔ کہ

مہاراج آپ کا سر منڈا غلام حاضر ہے۔

جیدرتھ کا بدن عرق عرق ہو گیا۔ ڈھاریں مار کر قدموں پر گر پڑا۔ بولا خطا ہوئی معافی کا خواستگار ہوں۔

راجہ جدھشٹر۔ تمہاری کھال بھی کھینچی جاتی۔ تو انصاف ہوتا۔ مگر میں معاف کرتا ہوں تم میری دہائی دیتے ہو۔ اس لئے چھوڑ دیا۔ چپ چپاتے گھر چلے جاؤ۔ اب پھر ایسی حرکت نہ کرنا۔

جیدرتھ عذر معذرت کر کے سیدھا ہردوار پہنچا۔ وہاں ایسی تپشیا کی۔ کہ مہادیوجی حد سے زیادہ خوش ہوئے۔ خود جلوہ نورانی دکھا کر پوچھا۔ کہ

کیا سوال ہے۔ کہو ◆

جیدرتھ۔ بس یہی کہ پانڈوؤں کو اپنے قوت بازو سے نیچا دکھا سکوں ◆

مہادیوجی۔ اور وں پر تو ایک زور رور ہونے کا بردان دے سکتا ہوں۔ مگر ارجن سے جیتنا محال ہے۔ ایک تو اس کی طاقتیں ہی خود کیا کم ہیں۔ دوسرے میرا پاسپت استر اس کے پاس ہے۔ تیسرے وہ نارائن کا ایک جزو یعنی نرکا روپ ہے۔ بس اس کے جیتنے کا خیال چھوڑ دو۔ ارجن ان بھگوان کا سنگی ساتھی ہے۔ جنہوں نے پہلے باراہ روپ میں جلوہ دکھایا۔ پھر باون روپ میں پہلاد کو ہرناکشیپ کے ظلموں سے نجات دی۔ رام اوتار میں راون کو قتل کیا۔ اور آجکل دیوکی نندن رادھا ارجندان سریکرشن چند آنند کند کہلاتے ہیں۔ مہاراج کی ذات مقدس کی ثنا و صفت ممکن نہیں۔ بلکہ چکر گدا پدم سے پیکر انوار کو زینت۔ پیتامبر کو حسن جہاں افروز سے عزت۔ خونریزی میں وہی ارجن کا رتھ ہانک کر دکھائیں گے۔ کہ غیبی امداد کو کیا قوت حاصل ہے خیال رکھنا۔ کہ ارجن تین لوک کے بہادروں پر بھاری ہے۔ اس سے سر ہونا بالکل ناممکن ہے۔ ہاں اور پانڈوؤں کو اکیلا ایک دن ضرور زیر کر سکو گے۔ بس ◆

یہ فرما کر ادھر مہادیوجی نظر سے غائب ہو گئے۔ اور ادھر جیدرتھ اپنی راجدھانی میں آیا ◆

ادھیائے ۱۰۵

راجہ جیدرتھ کے ذکر میں سیتا ہرن کا تذکرہ۔ راون و کمبھ کرن وغیرہ کے مختصر حالات۔ تپشیا۔ بردان۔ مردم آزاری

مارکنڈے جی ابھی موجود تھے۔ راجہ جدھشٹر جب جیدرتھ کو رخصت کر چکے تو عرض کی۔ مہاراج! آپ کی تو بڑی عمر ہے۔ بہت زمانہ دیکھ چکے سچ کہیگا۔ کہ مجھ سا بھی کوئی بدنصیب آپ نے آج تک دیکھا ◆

مارکنڈے رشی۔ آپنے اپنی بدنصیبی کا یقین کیونکر کر لیا۔ میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ

آپ بڑے خوش نصیب ہیں ۔

راجہ جدھشٹر۔ خوش نصیبی تو ظاہر ہے۔ عیاں راچہ بیاں۔ صورت ہیں عالم سپرس حالت منہ سے بول رہی ہے۔ کہ خوش نصیبی کے کیسے اچھے اچھن ہیں۔ پردیس اور جلاوطنی سلطنت سے محرومی صحرانوردی۔ آوارہ گردی سے بڑھ کر بیدار بختی کے آثار کون ہوں گے۔ یہاں سہ

رنج سہتے سہتے پتھر کا کلیجہ ہو گیا

آپ فرماتے ہیں۔ کہ بڑے طالع ور ہو ۔

مارکنڈے۔ آپ غریب الوطنی کا صدمہ محسوس کرتے ہیں۔ دشت پیمائی سے پریشان ہیں۔ یہ آپ کو ایک قسم کا مغالطہ ہے۔ آپ اس وقت سکھ میں ہیں۔ دکھ میں نہیں دکھ تو جب ہوتا جب راج سنگھاسن پر بیٹھے ہوتے۔ حکومت کا اندیشہ ہوتا۔ اپنے کو ہمچو ما دیگرے نیست سمجھ کر مردم آزاری کرتے۔ پرمیشور کو نظر میں نہ لاتے۔ آپ ایشور کی یاد میں مشغول رہتے ہیں۔ اگر اسی کو آپ نے دکھ سمجھ رکھا ہے۔ تب تو اور بات ورنہ میں تو اہل زمانہ سے آپ کو خوش نصیب ہی سمجھتا ہوں۔ دھرم کے کام میں کسی قسم کی تکلیف ہو جائے۔ تو دکھ نہیں سمجھا جاتا ۔

راجہ جدھشٹر۔ آپ کے فرمانے کو میں نہیں دلہکتا۔ مگر سوچیے۔ تو کچھ مصیبت کی حد ہے۔ دروپدی سپت برتاؤں کی سرتاج پنچ کنیاؤں میں افضل۔ مہاراجہ دروپد کی راجکماری اگن کنڈ سے پیدا ہو۔ پانڈوں کی رانی کہلائے۔ اس پر یہ مصیبت کہ جنگلوں جنگلوں ماری پھرے۔ اس کو بھی جانے دیجیے۔ جیدرتھ کی شرارت آپ کو معلوم ہے۔ بھلا جو صدمہ دروپدی کے دل پر گذرا۔ اس کا ہم یا آپ اندازہ بھی کر سکتے ہیں۔

مارکنڈے۔ بس یہی۔ اسی پر آپ اپنی بدنصیبی کا رونا روتے ہیں۔ واہ سری جانکی جی کا نام تو آپ نے سنا ہو گا۔ انہیں پرتھوی نے پیدا کیا تھا۔ پاربرہم بھگوان رامچندر کی مہارانی اور جگت کی ماتا تھیں۔ انہوں نے ۱۴ برس تک جنگل میں بسر کیے۔ وہی وید یہی جانکی جی جو ساکشات لکشمی تھیں۔ جن کی ذات پر ودیہ یعنی راجہ جنک کو فخر تھا۔ ایسی مصیبت میں پھنسیں۔ کہ خیال کرتے ہوئے ہوش اڑتے ہیں۔ لنکا کا راجہ

راون، انہیں ہر لے گیا قید میں رکھا۔ بدعتیں کہیں تکلیفیں دیں۔ رام چندر جی اور جانکی جی کو جیسی جیسی تکلیفیں اُٹھانا پڑیں۔ اُن کا حال آپ سنیں تو دنگ رہجائیں۔ آپ کے ساتھ اتنا قافلے کا قافلہ ہے۔ رتھ میں گھوڑے ہیں۔ قدر دشنر نت کرنیوالے ہیں۔ رامچندر جی کے ساتھ کون تھا۔ ان کے بھائی لکشمن یا مہارانی جانکی ننگے پاؤں تھے۔ اور جنگلوں کی گشت۔ جانکی جی کو جو راون ہر لے گیا۔ اس کا شجرہ حسب ذیل ہے ؁
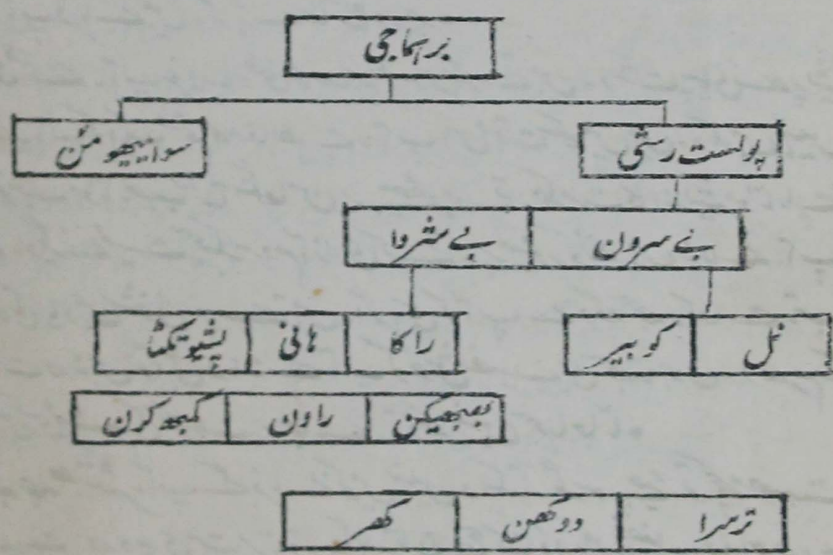
راجہ جدھشٹر۔ اگر تکلیف نہ ہو تو راون کا حال بیان فرمایئے۔ کہ تھا کون۔ علاوہ بریں مجھے سری رامچندر جی کے حالات سننے کا بھی اشتیاق ہے ؁

مارکنڈے۔ برہما جی نے جہاں تمام خلقت کو لباس عنصری پہنایا۔ وہاں دو فرزند بھی پیدا کئے۔ (۱) سوامبھو (۲) پولست۔ ثانی الذکر کی استری کا نام گو تھا۔ اس کے بطن سے بے سرون کی ولادت ہوئی بے سرون نے اپنے پتا پولست سے مفارقت اور برہما جی کی خدمت میں بود و باش اختیار کی پولست کو غصہ آیا۔ انہوں نے بے شروا۔ کو اس غرض سے پیدا کیا۔ کہ بے سرون کو ترک رفاقت کا مزہ چکھائیں۔ برہما جی بے سرون سے بہت رضامند تھے۔ انہوں نے اس کو دولت کا مالک بنا دیا۔ اور لوک پالوں میں شامل کر کے زندہ جاوید کر دیا۔ پھر رودر جی کی خدمت میں باریاب کر کے دو بیٹے بھی دلا دیے

(۱) نل (۲)، کوبیر سونے کی لنکا سکونت کے لئے عطا کی۔ پشپک بمان مرحمت فرمایا۔ جکشوں کی حکومت سپرد کی۔ بے شروا کو جب تپ کی طاقت حاصل ہوئی۔ تو کوبیر سے خار کھانے لگا۔ کوبیر جی نے سوچا کہ عداوت سے نہ جانے۔ اونٹ کس کل بیٹھے۔ اس لئے رکھشسوں کی تین شکیل و جمیل لڑکیاں پیش کر دیں۔ ان کو ناچنے گانے میں بڑا کمال حاصل تھا۔ ادھر گھنگرو بجائے۔ اور محفل لوٹ۔ ذرا گنگنائیں اور سامعین بے خود۔ ان تینوں زہرہ جبینوں نے پلست کی خوب خدمت کی۔ ہر وقت ہاتھ میں دل لئے رہتی تھیں۔ پلست جی خوش ہو گئے۔ بے شروا کے ساتھ شادی کر کے بردان دیدیا۔ کہ ایسے طاقتور بیٹے ہوں۔ جن سے اہل دنیا کیا۔ دیوتا بھی تھراتے رہیں۔ شادی کے بعد نخل مواصلت بار آور ہوا۔ اور حسب شجرۂ متذکرہ بالا۔ راون وغیرہ کی پیدائش ہوئی۔ ببھیکن دہرم کی زندہ تصویر تھا۔ راون نہایت عقلمند اور دنیا کے تمام شہزوروں کا سرتاج۔ کمبھ کرن مہیب صورت اور کوہ پیکر تھر تیراندازی میں فرد۔ اور شرپ نکھا۔ دھرماتما لوگوں کی دشمن بہاتی تھی جب ریدکی تعلیم سے فارغ ہوئے۔ تو گندہ مادن پربت پر بے شروا کی خدمت میں چلے گئے۔ وہاں کوبیر جی ٹھاٹھ باٹ دیکھ کر ایسے جلے ایسا غصہ آیا۔ کہ تپشیا کرنے کو جٹ گئے۔ راون اور کمبھ کرن نے ہزاروں برس تک ریاضت کی۔ ایک پاؤں زمین پر تھا۔ دوسرا گھٹنے پر۔ کھانا بالکل موقوف۔ صرف ہوا پر بسر۔ پنج اگنی ہر وقت موجود۔ ببھیکن نے درختوں کی گری پڑی سوکھی ساکھی پتیوں پر کفایت کی۔ اور ایشور کی یاد میں محو ہو گیا۔ رہ گئے کھر اور سپ نکھا۔ انہوں نے راون و کمبھ کرن کی خدمت ہی سے غلطت سمجھی۔ اور رات دن وہیں حاضر رہنے لگے۔ راون و کمبھ کرن نے بڑے استقلال سے تپشیا کی۔ ایسے محو رہے۔ کہ آخر مہادیو جی اور برہما جی آ گئے۔ اور کہا جو مانگو اُبھی سے۔ صرف دائمی زندگی نہ مانگنا +

راون بہت کچھ چاہتا تھا۔ اس نے دس مرتبہ سر کاٹ کاٹ کر چڑھا دیا۔ دل میں یہ در دھی۔ کہ دیکھیں منہ مانگی مراد کیونکر نہیں ملتی +

برہما جی کو بردان دینا پڑا۔ کہ تمہارے دس سر منظور۔ جب چاہو گے۔ دس سر ہو جائیں گے اور پھر لطف یہ کہ صورت خراب نہ معلوم ہو گی۔ جب مرضی ہو شکل

بے تکلیف بدل لو۔ جو کوئی مقابلے میں آئے۔ منہ کی کھائے +

راون۔ کیا دیوتا کیا۔ گندھرب کیا۔ جکشش کیا۔ راچھس کیا۔ سرپ کیا۔ کبھی کسی کے ہاتھ سے نہ مروں۔ یہ بروان دیجئے +

برہما جی۔ بہت اچھا یہی سہی۔ فقط انسان اور ریچھ بندر مستثنے ہیں +

راون۔ اونہہ۔ آدمی اور ریچھ بندر بھی کوئی چیز ہیں۔ جب دیوتا تک نہ جیت سکینگے تو یہ مچھر کس شمار قطار میں ہیں +

برہما جی اب کمبھ کرن سے مخاطب ہوئے۔ کہ

بولو تم کیا چاہتے ہو +

کمبھ کرن۔ خوب زور خوب طاقت۔ چھ مہینے کا خواب آرام۔

برہما جی۔ تم بھی اطمینان رکھو۔ جو مراد مانگی ہے سمجھو کہ مل گئی۔ یہ فرماکر انہوں نے بھبھیکن کیطرف دیکھا۔ اور کہا۔ کہ

تم بھی کہہ ڈالو۔ کیا ہوس ہے؟

بھبھیکن۔ ایشور کی بھگتی۔ دھرم کا پرتاب اور برہم استر ودیا میں کمال +

برہما جی۔ تم بھی تھے۔ تو راچھس اس بروان کا طلق استحقاق نہ تھا۔ مگر تم نے تپ کیا۔ تمہارے دل میں ایشور کا دھیان ہے۔ اس لئے منہ مانگا بروان ہی نہیں دیتا۔ بلکہ دائمی زندگی دیتا ہوں +

مارکنڈے جی حرف زن ہیں۔ کہ شردا کے تینوں مذکورہ بالا فرزند بروان پاکر خوش ہو گئے۔ راون کو زعم تھا۔ اس نے بروان کی کوبیر ہی پر آزمایش کی لنکا سے نکال باہر کیا۔ جب کوبیر جی نے گندھ مادن پربت پر قیام کیا۔ وہ وہاں بھی سر ہوا۔ پشپک نے بوان لیکر جان چھوڑی۔ کوبیر جی کو غصہ آیا۔ بددعا دے بیٹھے۔ کہ تجھ کو تو سوار ہونے کی نوبت نہ آئیگی۔ اس پر وہ سوار ہوگا۔ جو تیرا سر اڑائیگا۔ بھبھیکن کوبیر جی کی خدمت میں حاضر باش تھا۔ اس کی کوئی بات دھرم سے خالی نہ تھی۔ لہذا کوبیر جی بہت خوش تھے۔ جوش عاطفت سے جکششوں کی اور راچھسوں کی سپہ سالاری کا عہدہ مرحمت فرمایا۔

جب برہما جی کا بروان ہو گیا۔ تب تو راون کی آنکھیں ہی بدل گئیں۔ راج سنگاسن پر بیٹھا اور بھی غضب ہو گیا۔ سورگ تک کے دیوتاؤں۔ پاتال کے راچھسوں سے

لعل وجواہر حلق میں انگلی ڈالکر اگلوا لیتے۔ ایسا زچ کیا۔ کہ تینوں لوکوں میں دوہائی تہائی توبہ تلا مچ گئی۔ راون کے نام سے برتھی اور آکاش دونوں کانپتے تھے ؞

ادھیائے ۱۰۶

راون کے مظالم سے دیوتاؤں کی پریشان حالی۔ برہماجی سے فریاد رام اوتار بسوامتر کی رفاقت سری جانکی جی کا سوئمبر شادی۔

راج گدی کی تجویز

مارکنڈے جی رام اوتار کے ذکر میں یوں گوہر افشاں ہیں۔ کہ

راون بردان پاکر انسانیت سے خارج ہوگیا۔ آسمان سر پر اٹھا لیا۔ زمین بارگناہ سے کچلنے لگی۔ دیوتاؤں نے برہماجی سے فریاد کی۔ جواب ملا ؞

اچھا بے فکر رہو۔ اچھی طرح گوشمالی کی جائے گی۔ دیوتا گندھرب وغیرہ کے ہاتھ سے اس کی موت نہیں۔ انسان اور جانور البتہ مار سکتے ہیں بس آپ لوگ ریچھ بندر بنیں۔ بشن بھگوان کا انسانی قالب میں ظہور ہوگا۔ دیوتاؤں کو ڈھارس ہوئی۔ ریچھ بندروں کا لباس عنصری پہن کر دنیا میں آئے۔ سری رامچندر جی نے اجودھیا کو پرتو اوتار سے منور کیا۔ راجہ دسرتھ کی تین پٹرانیاں تھیں۔ اور اولاد کی ہوس میں بہت بیاہ کئے۔ لیکن چراغ خاندان روشن نہ ہوا۔ تاج سلطنت بے نگیں رہا۔ آخر جگیہ کیا۔ شرنگی رکھ کی توجہ سے چار بیٹے ہوئے کوشلیاجی کے بطن مبارک سے سری رام چندر جی کیکئی کے بطن سے بھرت سمترا کے بطن سے لچھمن اور سترگھن بے چراغ گھران چاروں کے ظہور سے جگمگ کرنے لگا کھیل کود کی دلچسپیاں ماں باپ کے کلیجوں کو جو سکھ دیتی تھیں۔ ان کا عشر عشیر بھی بیان کرنا مشکل ہے۔ چاروں بھائیوں نے خوب تعلیم حاصل کی۔ ویداز بر شاستر حفظ شستر ودیا میں بھی وہ کمال حاصل ہوا۔ کہ دور تک نام پھیل گیا۔ بسوامتر جی بڑے کامل رشی تھے۔

اُن کو جب تپ سے کام تھا۔ یا جگیہ سے چنانچہ جب یہ جگیہ کرنے بیٹھتے۔ ماریچ سباہو۔ اور تاڑکا
کی شرارتوں سے ناک میں دم ہو جاتا بسوامتر جی سوچے کہ یہ گھی انگلیوں کبھی نہ نکلیگا۔ یہ باتوں کے
بھوت نہیں۔ لاتوں کے بھوت ہیں۔ بس اجودھیا میں آئے۔ راجہ دسرتھ سے کہا۔ کہ رام
لچھمن کو ساتھ کر دو۔ راجہ نے بہتیرا انکار کیا۔ مگر مجبوراً حرف سوال پورا کرنا پڑا۔ رام لکشمن
بسوامتر کے ساتھ گئے۔ سباہو تاڑکا کو فنا نہ تیر کیا۔ ماریچ کو سمندر کے کنارے پھینکا
پھر اپنی خاک قدم سے گوتم رشی کی استری کو گت دی۔ جو اپنے شوہر کے سراپ سے پتھر
ہو گئی تھی۔ انہیں دنوں میں جنکپور کے عالیشان سوئمبر کی خبر گرم ہوئی۔ راجہ جنک نے
عہد کیا تھا۔ کہ جو شو کا دھنک توڑے۔ اس کے ساتھ سری جانکی جی کا بیاہ کر دوں گا۔
جنک پور میں راجوں مہاراجوں کی بھیڑ لگ گئی۔ تمام دنیا کے سورمے جمع ہو گئے۔ مگر
دھنک ٹوٹا۔ تو صرف رامچندر جی کے ہاتھ سے سیتا جی نے جیمال پہنائی۔ راجہ دسرتھ
برات لائے۔ اور بڑی دھوم دھام سے شادی ہوئی۔ بھرت لکشمن سترہن کا بھی وہیں
بیاہ ہوا۔ شادی کے بعد راجہ دسرتھ نے کاروبار سلطنت سے کنارہ کشی منظور کی۔ اور
رامچندر جی کے راج تلک کی تیاریاں شروع ہوئیں +

ادھیائے ۱۰۷

راج گدی کے رنگ میں بھنگ منتھرا کی لگائی بجھائی کیکئی کی ہٹ

رام چندر جی کا بن باس۔ جانکی جی کی ہمراہی۔ لچھمن جی کی

رفاقت

اجودھیا میں راج تلک کے خوب ٹھاٹھ ہوئے۔ سارا شہر ایک دن میں گلزار
ہو گیا۔ جوتی کی دلہن کا سنگار اجودھیا کی سجاوٹ سے گرد تھا منتھرا کیکئی کی لونڈی
یہ دھوم دیکھکر جل اٹھی کیکئی کو جگایا۔ خوب رو بیٹھی۔ کہ جب رامچندر کو راج مل گیا۔ تو تمہارے
اور بھرت کے واسطے کیا رہ گیا۔ موقع ہاتھ سے جانے نہ دو۔ اپنے وعدے کو پورا کرالو۔

لہٰذا بجز سر پر ہاتھ رکھکر رونے اور کفِ افسوس ملنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ایک موقع پر راکھشسوں کی لڑائی میں کیکئی نے دسرتھ کی جان بچائی تھی۔ راجہ دسرتھ نے کہا تھا۔ کہ دو بردان مانگ لو کیکئی نے کہا تھا مگر جب جی چاہیگا۔ مانگ لونگی۔ اسی وعدے کی یاد دلا کر اس نے کیکئی کو ایسی پٹی پڑھادی۔ کہ وہ راجہ دسرتھ کے سر ہو گئی! ایسے ہٹ پر کئے۔ کہ راجہ دسرتھ کے بنائے کچھ نہ بنی۔ لاکھ منت سماجت کی۔ روئے دھوئے مگر کیکئی اپنی ہی تانے گئی۔ ہٹ پر اڑی رہی۔ کہ بھرت کو راج ہو۔ اور رامچندر کو بن باس صبح کو رامچندر جی آئے۔ جونہیں راجہ دسرتھ کے بچن کا حال سُنا۔ خود ہی کمر کس کے کھڑے ہو گئے۔ کوشلیا اور لچھمن جی نے بہت روکا مگر ماتا کیکئی کی رضا جوئی۔ اور پتا کے قول رکھنے کو دنیوی آرام و آسائش پر ترجیح دی۔ تختِ سلطنت پر لات مار کر جنگل کو چل پڑے جانکی جی نے شوہر کی خدمتگزاری کو لطفِ زندگی سمجھ کر قدموں میں رہنا منظور کیا اور سری لکشمن جی نے خون رفاقت گوارا کی۔ یا تو راج تلک کی خوشی تھی۔ یا اجودھیا بھر میں ماتم چھا گیا۔ رامچندر کی سعادتمندی۔ جانکی جی کے پتی برت دھرم اور لکشمن جی کی وفاداری کی تعریفیں ہوتی تھیں کیکئی کو ہر شخص برا کہتا تھا مختصر اُس پر تو لعنت ملامت کی بوچھاڑ ہی تھی ٭

ادھیائے ۱۰۸

راجہ دسرتھ کی وفات ننہال سے بھرت وسترہن کی آمد رامچندر جی کو واپس لانے کیلئے تشریف بری چترکوٹ پر ملاقات۔ ناکام واپسی

سری رامچندر جی سرنگ بعد پہنچے تھے۔ کہ راجہ دسرتھ نے صدمۂ فراق میں تڑپ تڑپ کر دم توڑ دیا۔ لاش حفاظت سے رکھ چھوڑی گئی۔ بھرت اور سترہن ننہال سے بلائے گئے۔ وہ آئے تو اجودھیا سونی پائی۔ باپ کی وفات۔ سری رامچندر وغیرہ کی جدائی کا وہ رنج ہوا۔ کہ زندگی حرام سمجھے۔ کیکئی کو بہت برا بھلا کہا۔ باپ کی کریا کرم کر کے

سری رامچندر جی کو منانے کے لئے روانہ ہوئے۔ چترکوٹ پر ملاقات ہوئی۔ منت و سماجت سے واپس وطن لانا چاہا۔ مگر سری رامچندر جی کا یہی قول رہا۔ کہ والدین کی رضا جوئی سے میں حیتاً و صراحتاً گریز کروں۔ جیتے جی ممکن نہیں۔ ماتا کیکئی کا حکم جان کے ساتھ پتا جی کا پرن پران کے ساتھ۔

بہت گفت و شنود ہوئی۔ ہر ایک نے منطق لڑائی۔ مگر وہاں جوش سعادت میں ذرا بھی فرق نہ آیا۔ بھرت جی کو اپنی کھڑاوں دیکر رخصت کیا۔ اور فرمانروائی کی ہدایت کی بھرت جی نے کھڑاوں تخت سلطنت پر رکھیں۔ خود نندی گرام میں قیام کیا۔ روزانہ کھڑاوں کی پرستش کرتے تھے۔ اور ماتاؤں کی خدمت۔ باقی رات دن رام نام جپنے میں گزرتا تھا۔

ادھیائے ۱۰۹

رامچندر جی کی رشیوں سے ملاقات۔ انسویا اور جانکی جی کی گفتگو پتی برت دھرم کی عظمت۔ تج وٹی میں قیام سروپ نکھا کی شرارت سزا پائی۔ کھر دوکھن کا قتل سیتا ہرن۔

سری رامچندر جی نے چترکوٹ پر عرصے تک قیام کیا۔ رشیوں منیوں سے خوب صحبت رہی۔ انسویا جی بڑی پتی برتا تھیں۔ وہ جانکی جی کے پتی برت دھرم سے ایسی خوش ہوئیں کہ ایسی پوشاک دی۔ جو ہمیشہ صاف و شفاف رہے۔ جانکی جی نے کوشلیا جی کو جن خیالات سے معقول کر کے بن باس کی اجازت لی۔ وہ گوش گزار کئے۔ انسویا جی نے ساتھ ہی اوسا پدیش کیا۔ چنانچہ خاکسار اُفق ان مطالب کو ذیل کے دوہوں میں نذر ناظرین کرتا ہے۔

پتی برت دھرم کی مہماں سیتا جی کی زبانی

ماتُ موہے۔ سوامی بیوگ نہ بھاوے

انترہ۔ پیا پیا بنا۔ تن جیا بنا۔ گھر دیا بنا۔ نہ سہاوے۔

(شعر) نہ ہو گر آشیانہ اے افق بلبل کا پھولوں میں
تو پھر کیا چاہیے کانٹوں رہے چاہے ببولوں میں۔
قمر بے نور اچھا اور انگوٹھی بے نگیں اچھی!
جدا جو اپنے شوہر سے ہے وہ عورت نہیں اچھی!
جب دلآرام نہیں عیش کا نام نہیں گھر سے کچھ کام نہیں بن میں آرام نہیں
(شعر) جوہری جسکا نہیں قدرِ عدن کیا ہے؟
باغباں جس کا نہیں وہ چمن ہی کیا ہے؟
کہیں پران برہ میں نہ جاوے۔ (مالی) موہے سوامی بیوگ نہ بھاوے)

دوہے

گرہ میں ناری نر بنا۔ کر ناری بن ناہ۔ (عورت) (خاوند)
پرمان سگے پرلوک کو۔ افق نہ پوچھت کرے (دوسرے جہان)

جب لگ پریتم سنگ ہے تریا من ہرشائے (عورت)
افق چھڑاتے پرکش سے ترت جات مرجھائے (مرد) (بیل)

جیا بن تن چھین ہے۔ جو پتنی پیا ہین (استری بغیر خاوند کے)
برہ اگن میں جل مرت۔ جیسے جل بن مین (جدائی) (مچھلی)

نر ناری کو سیس ہے۔ ناری نر کو دیہہ (خاوند) (عورت) (سر)
دیہہ نہیں جب سیس نہیں۔ یا میں نہیں سندیہہ

نر بن ناری جانئے پانی بن دریاؤ
ڈوبت ہے منجدھار بیچ بن کھیوٹ کی ناؤ

ناری وہی جو رہت ہے پتی چرنن میں لین
نشدن چرنن کی رہت جل۔ تاکی پچھی مین۔

مدھکر جیون کمل بن۔ کنول بنا تالاؤ (بھونرا) (زندگی) (تالاب)
نر پتنی پر یہ پیا بن۔ مرہم کے بن گھاؤ

ناری جب لگ ہاتھ میں تب لگ تن میں جیو
جیون اپنا رکھ سکے کس ناری بن پیو

جیا گھاتک پیا برہ ہے۔ یا میں نہیں کچھ جھوٹ (عورت)
جیتی رہ اکھو جرہ پتی کا چرن نیکے جھوٹ (خاوند)

جیسے دن دنکر بنا جیسے نش بن چند (سورج) (رات)
تیسے پتی بن پت بنا تیسے تر ور بن کند

پتی برت دھرم کی مہماں - انسویا جی کی زبانی

دوہے

جب تپ سب (دکھ) ادہکس ہے۔ ناری پت برت دھرم بنا
جیتی (عورت) کو پت بھگتی بن - دوجو (دوسرا) انوق نہیں کرم
چلہے ایشور نا بھج بھجے تیا پیا کا نہہ
جو پتنی پت پیہہ تجے - دا ہے ٹھور کہوں نا نہہ
تیا (عورت) کو پیا جیا تل ہے - بل بدھ - بدیا مین (برابر)
ساگر جل بن پنچھ ال - پران بجاوت مین (مچھلی)

ناری نر کی کھان ہے نر ناری کو پران
پتی برتا جگت مان پتی بنا نہیں کوئی۔
پتی بھگتی سے جوگتی جانت جنتی نا نہہ
ناری کو جیون سپھل جب ہو گیا پال۔
گوری کینو آکر تپ - پت پد کو ار دھار (پاربتی)

ناری کو جب پران نہیں پھر کہاں کی کھان
بریت مکہ نر گہت نہیں چاہے نریت ہوئی (راجا)۔
بر بہما ہو کی جگتی سے مکتی نہیں جگ نا نہہ۔
پتی آ گیا تیا گیو بھیوستی کو کال۔

پتی جیون جو سر دہوئے - وہی ناری سرتاج
پت برتا نہیا کو نہیں جگپت پتی سمان
پت کے راکھے پت ہے پت نہیں بن پت نیہ

تا کی مہماں انوق یہ پوجت سب سنسار
نج پت کی سیوا بنا - پربھو بھگتی کہہ کاج۔
جیون داتک ہے تو کیا جب نہیں تن میں پران
پتی دویابن ہے۔ انوق - تیا جم نگی دیہہ۔

سری رامچندر جی سب رشیوں منیوں سے ملکر پھر پنج وٹی میں مقیم ہوئے۔ وہاں کھر دوکھن کا راج تھا۔ ایک دن انکی بہن سروپ نکھا اپنی طلسم دلبرنگ سے وہ صورت بنالی۔ کہ دیکھنے والا لوٹ پوٹ ہو جائے۔ سری رامچندر جی سے درخواست کی۔ کہ شادی کرلو تم پر دل آگیا ہے۔ ورنہ نہ جانے کتنے راجے مہاراجے اشتیاق میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے۔ سری رامچندر جی نے کہا۔ میں مجبور ہوں۔ دیکھو تو سیتا جی موجود ہیں۔ تمہاری درخواست منظور نہیں کرسکتا۔ ہاں لکشمن جی آزاد ہیں۔ وہ شاید تمہاری آرزو پوری کرسکیں۔ سروپ نکھا لکشمن جی کے پاس گئی۔ انہوں نے بھی ٹکا سا جواب دیا۔ اب تو سروپ نکھا جل

اٹھی۔ ایسی خوفناک صورت بنائی۔ کہ دیکھتے ہی انسان کی روح قبض ہو جائے۔ لکشمن جی شرارت دیکھ کر جھپٹے۔ اور ناک کا صفایا بول دیا۔ وہ روتی چلاتی کھر دوکھن کے پاس گئی راچھس لڑنے آئے۔ رامچندر جی نے اکیلا ان کو اور ان کے چودہ ہزار راچھسوں کو مار کے ڈال دیا۔ سپ نکھا وہاں سے بھاگی۔ راون کے پاس آئی۔ خوب دوہائی کھینچی۔ راون سیدھا ماریچ کے یہاں آیا۔ اور کہا۔ کہ جادو کے کرتب اور ہرن بن کر چھلاوے دکھاؤ۔ وہ رامچندر جی کے ہاتھ کی مار کھا چکا تھا۔ پہلے تو کانوں پر ہاتھ رکھے۔ آخر راون کی دھمکیوں سے مجبور ہوا۔ ماریچ ہرن کی شکل میں سیتا جی کے سامنے آیا۔ خوب چوکڑیاں بھریں۔ چھلاوے پر چھلاوے دکھلائے۔ جانکی جی ہرن کی گرفتاری کے لینے پر بضد ہوئیں۔ رام چندر جی مجبور آ گئے۔ اور تھوڑی دور پر شکار چت کیا۔ ماریچ مرتے وقت چلایا۔

بھائی لکشمن دوڑو۔ جان پر بنی ہے۔ دم نکلنے میں کچھ کسر نہیں۔

سیتا جی آواز سن کر گھبرائیں۔ لکشمن جی کو زبردستی بھیجا۔ لکشمن جی کسی طرح نہ جاتے تھے۔ آخر مجبوری سے چلے اور چلتے وقت جانکی جی کو ایک کنڈلی میں بٹھا گئے۔ ہدایت کر دی۔ کچھ ہو جائے قدم باہر نہ نکالیے گا۔ راون نے میدان خالی پایا۔ فقیرانہ بھیس میں آیا۔ اور بھیک مانگی۔ جانکی جی نے کنڈلی کے اندر سے پھول پھل پیش کیے۔ راون نے بندھی چیز لینے سے انکار کیا۔ اور ایسے ایسے طعنے دیئے۔ کہ سیتا جی حلقے سے باہر نکل آئیں۔ راون کے دل میں دغا تھی۔ وہ اٹھا کر بھاگا۔ جانکی جی روئیں چلائیں۔ مگر کیا ہوتا ہے۔ راستے میں گدھ جٹایو نے روکا لڑائی ہوئی۔ دونو نے خوب جوہر شجاعت دکھائے۔ پہلے جٹایو دور رہا خوب راون کی گت بنائی۔ آخر میں زخموں سے ادھ مرا ہو گیا۔ راون پھر ہوا ہوا۔ جانکی جگہ جگہ اپنا اپنا زیور پھینکتی جاتی تھیں۔ تاکہ رامچندر جی تلاش میں آئیں۔ تو نشان ملتا رہے۔ پنپا پور پر سگریو اور ہنومان جی نظر آئے۔ وہاں ایک زرد دوپٹہ پھینک دیا۔ مگر راون ہوا کے گھوڑوں پر سوار تھا۔ نہ کچھ گریہ زاری سنی۔ نہ فریاد رحم آیا۔ سیدھا لنکا میں پہنچا۔ اور وہاں جانکی جی کو اشوک باٹکا میں قید کر کے راچھسوں کا ایسا سنگین پہرہ مقرر کر دیا۔ کہ ہوا بھی نہ گذر سکے۔

اودھیائے ۱۰

رام چندر جی کی واپسی۔ سیتا ہرن کے رنج وغم میں آوارہ گردی۔ گدھ جٹایو کی وفات

سری رام چندر جی کی سبوری کے مکان میں رونق افروزی۔ کبندہ راچھس کی ہلاکت بصد عجز وانکسار

سری رامچندر جی ہرن کو لئے ہوئے شکار سے واپس لوٹے۔ راہ میں لکشمن جی کو آتے دیکھا۔ پوچھا۔ کہ جانکی جی کو اکیلا چھوڑ دینا کیسا۔ انہوں نے سارا حال سنایا۔ رامچندر جی کھٹک گئے۔ کہ ضرور کچھ خرابی پیش آئی۔ پنچ وٹی میں پہنچے۔ تو سیتا جی ندارد۔ جان اڑ گئی۔ ہر طرف ڈھونڈا۔ جگہ جگہ تلاش کی۔ مگر سیتا جی کا پتہ نہ ملا۔ دل پر جو صدمہ گزرا کون بیان کر سکتا ہے۔ ٹاپتے ٹاپتے کھوجتے ڈھونڈتے چلے۔ تو جٹایو گدھ زمین جاں بلب نظر آیا۔ اس نے سب کیفیت سنائی۔ اور دم توڑ دیا۔

سری رام چندر جی بھگتی پر فریفتہ ہو گئے۔ اپنے بھگت کے غم میں آٹھ آٹھ آنسو روئے۔ کریا کرم کی۔ وہاں سے رشیوں کے درشن کرتے جانکی جی کا پتہ نشان پوچھتے۔ سبوری کے مکان پر پہنچے۔ سبوری رام بھگت تھی۔ صدہا برس انتظار میں گزر گئے تھے۔ پھل لیکر حاضر ہوئی۔ اپنی حیثیت کے موافق اچھی طرح خاطر تواضع کی۔ سری رام چندر جی اس سے رخصت ہو کر آگے بڑھے۔ تو کبندہ راچھس سد راہ ہوا۔ لکشمن جی مقابلے کو آئے۔ تو بغل میں داب کے لے چلا۔ رام چندر جی کے تیر فل نے اچھی طرح خبر لی۔ تو راچھس گندھرب

بن گیا۔ لکشمن کو چھوڑ کر دست بستہ عرض کی۔ کہ

میں بسواسو گندھرب ہوں۔ برہماجی کو گانا سناتے سناتے وہ نخوت سوار ہوئی۔ کہ بس سمجھ لیا۔ کہ کل دنیا کے سب اہل کمال ہیچ۔ برہماجی ناخوش ہوئے۔ نہ بان ہلاتے ہی مجھ کو راچھس بنا دیا۔ سراپ نے میرا سارا نشہ کرکرا کر دیا۔ تمام ہیکڑی گاؤ خورد ہو گئی۔ ہاتھ جوڑ کر عرض کی۔ کہ آپ نے گگڑی کسے چور کو گنڈاری سے مار ڈالا۔ آخر نجات کی کوئی سبیل جواب ملا۔ کہ سری رام چندر کے درشنوں سے سب پاپ کٹ جائیں گے۔ ایشور کا ہزار ہزار شکر۔ کہ آج ستارہ چمکا۔ قسمت نے کروٹ بدلی۔ آپ کے قدم دیکھنا نصیب ہوئے۔ آپ مہارانی جانکی کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ یہاں سے تھوڑی دور پنپا سر (تالاب) ہے۔ اور سگریو اور ہنومان جی ملیں گے۔ ان کو سب کچھ حال معلوم ہوگا۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ وہ آپ کی رفاقت میں ضرور جان و مال سے حاضر ہوں گے۔ گندھرب تو یہ کہہ کر آکاش کو روانہ ہوگیا۔ اور سری رامچندر آگے بڑھے۔

ادھیائے ۱۱۱

رامچندر جی و لکشمن جی کی ہنومان جی اور سگریو سے ملاقات

بالی کا قتل۔ سگریو کی تخت نشینی

سری رامچندر جی جانکی کی تلاش میں پنپا سر پہنچے۔ سگریو اپنے بھائی بالی کے خوف سے اس مقام پر روپوش تھا۔ سمجھا کہ جاسوس آرہے ہیں۔ گھبرایا۔ اور ہنومان جی کو اس غرض سے روانہ کیا۔ کہ پوچھیں۔ کون ہیں۔ کہاں سے آئے ہیں۔ یہاں کیا کام ہے۔؟

ہنومان جی برہمن کا روپ رکھ کر پہنچے۔ بڑے تپاک سے ملے۔ دریافت کیا۔ کہ آپ ایشور ہیں۔ دیوتا ہیں۔ کون ہیں۔ دل کہتا ہے۔ کہ آپ انسان ہیں برہنہ

پانی کی تکلیف کیوں منظور خاطر ہوئی صحرا نوردی کا سبب؟

سری رامچندر جی۔ راجہ دسرتھ کے بیٹے ہیں۔ اجودھیا میں گھر ہے۔ سب لوگ رام لچھمن کہکر پکارتے ہیں۔ باپ کا بچن۔ اور ماتا کیکیی کی ہٹ رکھنے کیلئے تخت و تاج چھوڑ کر بن کو آئے ہیں۔ ویدیہی جانکی راجہ جنک کی راجہ کماری بھی ساتھ تھیں۔ انکو کوئی راچھس ہر لے گیا۔ انکی تلاش ہم کو یہاں بھی لے آئی۔ ہمارا تو اتنا ہی حال تھا۔ اب تم بتاؤ۔ کہ تم کون ہو؟

مہابیر جی۔ لوگ انجنی نندن۔ کیسری پتر۔ پون کمار کہتے ہیں۔ سگریو بانر ملک کے راجہ کی رفاقت میں بسر ہوتی ہے۔ ہوں تو تمام زمانے سے بڑھکر پاپی لیکن دل کو بشن بھگوان کے چرنوں سے خاص الفت رہتی ہے۔ اس وقت میں نے آپ کو دیکھا تو یہی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس کو مدتوں سے دل کی آنکھیں ڈھونڈھتی تھیں۔ وہی نظر کے سامنے موجود ہو گیا ہے۔ حضور آپ ہی ہیں۔ جس کے درشن کو آنکھیں ترس رہی ہیں۔ اس لئے درخواست ہے۔ کہ خدمت میں قبول کیجئے۔ قیامگاہ پر چلیئے۔ وہاں بندروں کے راجہ سگریو سے بھی ملاقات ہوگی۔ سگریو چھوٹا بھائی ہے۔ اور بالی بڑا بالی کی طاقت کا کیا ٹھکانا۔ جو لڑے آدھا زور اس کا بھی کھینچ لے۔ اسی لئے کوئی اس سے بر نہیں ہو سکتا۔ ایک مرتبہ دوندبی راچھس سے مقابلہ ہو گیا۔ خوب لڑائی ہوئی۔ آخر دوندبی بھاگا تو پہاڑ کی کھوہ میں جان بچائی۔ بالی نے پیچھا کیا۔ تو چھ مہینے تک خبر نہ ملی۔ آخر قوم والوں نے سگریو کو تخت پر بٹھا دیا۔ اور بالی سے قطعی طور پر مایوس ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد بالی آیا۔ دیکھا کہ سگریو مالک تخت و تاج بن بیٹھا۔ مارے غصے کے آگ ہو گیا۔ سب مال و متاع ضبط کر کے جورو بھی اپنے محل میں داخل کی۔ اور سگریو کو مار پیٹ کے نکال دیا۔ چلیئے اس سے ملئے آپ اس کی مشکل کشائی کریں۔ وہ آپ کی رفاقت کریگا۔

ہنومان جی سری رامچندر و لکشمن جی کو سگریو کے پاس لیگئے۔ سگریو نے آنکھیں بچھاویں۔ پلکیں فرش کیں۔ جانکی جی کا پھینکا ہوا دوپٹہ دکھایا۔ اپنی سرگذشت کہی۔ مدد کی درخواست کی۔ طاقت کا امتحان لیا۔ رامچندر جی کی ہدایت سے بالی کے مقابلے کو گیا۔ کشتی ہوئی۔ پہلی دفعہ سگریو بھاگا۔ دوبارہ عین کشتی کے

وقت رامچندر جی نے تیر مار کر بالی کو خاک پر لٹا دیا - بالی نے شکایت کی - واہ آپ اچھے سردھیاپی جگدیشور ہیں - کہ بیگناہوں کو مارنے سے بھی پرہیز نہیں سگریو نے کیا چھپ چھپکے بھناوئے اور میں نے کیا کانٹے بوئے تھے - کہ اس کے کہنے سے مجھے نشانہ تیر بنایا - آپ کو جانکی جی کی تلاش یہاں لائی تھی - اگر آپ مجھ سے جھوٹوں کہہ دیتے - تو راون لنکا سمیت یہیں ہوتا - اکیلی جانکی جی کو لانا کون سی بڑی بات تھی - جو راون کئی مہینوں تک میری بغل میں دبا رہا - اِسکی حقیقت ہی کیا ہے - مگر خیر جو شدنی تھا - ہو گیا - شکایت فضول +

سری رامچندر جی میں کبھی تمپر تیر نہ چلاتا - مجھ کو غصہ صرف اس بات پر آیا - کہ تم نے اپنی چھوٹی بھاوج کی عصمت کا پاس و لحاظ نہ کیا - بھائی - بہو - بہین کی طرف بدنگاہی کرنے والے کو فوراً مار ڈالنے کا حکم ہے طرح دنیا ادھرم - مگر اب مجھے رحم آتا ہے - کہو تو ابھی اٹل کر دوں +

بالی - بس معاف رکھئے میں چند روزہ زندگی کا لالچی نہیں - تمام رشی منی ہزارہا برس جپ تپ کرتے کرتے مرجاتے ہیں - مگر اور تو اور منہ سے رام کا نام نہیں نکلتا میں ایسا خوش نصیب کہ دم ہونٹوں پر ہے اور بھگوان رامچندر آنکھوں کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں - اِس مبارک موقع کو چھوڑ کر میں جینے کی ہوس کروں زندگی پر تُف ہے +

یہ کہتے ہی بالی نے دم توڑ دیا - سگریو کو تخت حکومت حاصل ہوا - انگد نے خلعت ولیعہدی پہنا جانکی جی کی تلاش کے واسطے شرطیں ہوئیں +

برسات کا موسم شروع ہو گیا تھا - اِس لئے چار ماہ تک سری رامچندر جی اور لکشمن جی پربرکھن ہا پہاڑ مقیم ہوئے اور پنپا پور میں سگریو کے نام کا ڈنکا بجنے لگا +

ادھیائے ۱۱۲

برسات کا موسم اور پربرکھن پربت پر رامچندر جی کی بود و باش

برسات کا موسم ہے کالے کالے بادل گھر آتے برستے اور برس کر کھل جاتے ہیں

گھٹائیں جھومتی ہوئی اُٹھتی ہیں۔ پُھہار پڑتی ہے دونگڑا برستا ہے۔ جھڑی لگتی ہے
رات اور دن میں فرق نہیں معلوم ہوتا۔ دن کو جسوقت کوندھا لپکا آنکھیں کھل گئیں بجلی
چمکی۔ نظر میں نور آگیا۔ ہر جگہ جل تھل۔ جگہ جگہ پانی ہی پانی۔ ندی نالے اُبلے پڑے ہیں
جھرنوں کا زور شور طوفان سے تھپیڑوں کو بات کرتا ہے۔ ہر طرف سبزہ زار جگہ جگہ خودرو
پودوں کی بہار۔ پرندوں کی مستی۔ جانوروں کی خود پرستی۔ پھولوں کی عنبر فشانی۔ غنچوں کی
خندہ دہانی۔ ہوا کی مشک بیزی۔ نسیم کی عطر آمیزی۔ کس کس بات کا ذکر کیا جائے۔ کون
کون لطف معرض تحریر میں آئے ایسا موسم دلآویز ایسی فصل فرحت خیز اس میں سری رامچندر
جی کو جانکی جی کا صدمہ۔ فراق کا غم جہاں بجلی چمکتی دیکھی۔ کلیجہ تڑپ اُٹھا۔ درد کی چمک وہ
ہوئی۔ کہ دل آٹھ آٹھ آنسو رو کر آنکھ کی راہ سے بہ گیا۔ جسوقت اُمڈ کے کالے کالے
بادل امنڈ امنڈ کر دکن کیطرف ہوا پر سنسناتے ہوئے جاتے دل پکار پکار کر کہتا کہ

جانکی جی کو ہماری اشکباری کا نمونہ دکھا دینا بجلی سے پیغام ہوتا۔ ذرا کان میں کہہ دینا
کہ راون کے پشپک بوآن پر سوار ہو کر چل کھڑی ہوں۔ صرف ایک مرتبہ صورت
دکھا جائیں پھر اختیار ہے ۔

لچھمن جی سے باتیں ہوتی تھیں۔ کہ دیکھو اپنی اپنی قسمت ہے میں یہاں تڑپ
رہا ہوں۔ جانکی جی وہاں بلک ہی ہونگی جن میں سب کچھ دست قدرت اُن کی بے بسی
اور پرندوں کو آزادی کہ اپنے اپنے جوڑوں کو ساتھ لئے ہوئے بے غل و غش موجیں
اُڑاتے چین کرتے ہیں۔ یہ بھی ڈر نہیں۔ کہ کوئی شکاری تاک میں ہو۔ کہیں کپے میں
نہ پھنس جائیں۔ جال سے سامنا نہ ہو جائے ۔

ایک روز گھنگھور گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ کالے کالے بادل۔ ننھے ننھے مینہ پڑ رہے
تھے ٹھنڈی ہوا پھولوں کی خوشبو سے دماغوں کو معطر کر رہی تھی۔ کوئل کی کوک اور
پپیہے کی پکار سے دل کھینچا جاتا تھا۔ کہ ایک مور ناچتا ہوا سری رامچندر جی
کے قریب آگیا۔ جوش مستی میں چنگھاڑنے اور گرجنے کے سوا کچھ اور دھن ہی نہ تھی
رہ رہ کر وہ آواز لگاتا تھا جس سے مینہ کی آرزو معلوم ہوتی تھی۔ سری رامچندر
جی نے کہا :-

رات بھر جھڑی لگی رہی۔ اسوقت تک مینہ کا تار بندھا ہے اور پھر بھی تیری

سیری نہیں ہوتی۔ مینہ مینہ پکارے جاتا ہے۔ بھلا اِس گلا پھاڑنے سے حاصل۔ اِن کالی اُودی گھٹاؤں سے تجھے بھیگنے کے سوا اور کیا فائدہ ہوگا؟
مور۔ آپ کا سوال کچھ عجیب سا ہے بھلا ذرا یہ تو فرمائیے سورج کنول کو۔ چاند چکور کو چراغ پتنگے کو کیا بھنا دیتا ہے اور جانے دیجئے آپ اپنی ہی کہئے جانکی جی کی یاد آپ کو کیا دے دیتی ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ نہیں ملینگی۔ مگر ہر وقت وہی دھن بندھی رہتی ہے حضرت سلامت یہ کچھ بات نہیں۔ دل کی لگی بُری ہوتی ہے۔
رامچندر جی مور کے اِس جواب سے سکتے میں ہو گئے لچھمن جی سے بولے سنا مور نے کیا کہا۔ میری تو زبان بند ہو گئی۔ سچ کہتا ہے۔ کہ دل کی لگی بُری ہوتی ہے۔

ادھیائے ۱۱۳
سری رامچندر جی اور سری لکشمن جی کا پہاڑ پر قیام۔ کار آمد پند و نصائح

سری رامچندر جی نے چار مہینے پربرکھن پہاڑ پر کاٹے۔ وہ لو بھائیوں کو یا تو جانکی جی کی یاد سے کچھ کام تھا یا کچھ دھرم کی باتوں سے چنانچہ ایک روز باتوں باتوں میں سری رامچندر جی نے لکشمن جی کے دل پر نقش کیا۔ کہ
بھائی محبت بُری چیز ہے۔ جہاں اِسکے پھندے میں آدمی پھنسا۔ بس کہیں کا نہ رہا نہ اپنے بیگانے کی حیا نہ چار آنکھوں کی شرم۔ اِس میں شک نہیں۔ کہ کام کرودھ موہ۔ لوبھ یعنی ہوائے نفسانی۔ غصہ۔ جوش۔ عشق۔ لالچ۔ غرور پانچوں لگے پانچوں انسان کے جانی دشمن ہیں۔ مگر موہ کمبخت ایسا قاتل عام ہے۔ کہ کیا انسان کیا حیوان کیا چرند کیا پرند کسی کو نہیں چھوڑتا۔ سب کو ایک لاٹھی سے ہانکتا ہے اِس کے نزدیک سب دھان بارہ پنسیری ہیں۔ رشیوں منیوں نے اِنہیں پانچوں پر حاکم بننے کی ہدایت کی ہے جو اِن کے قابو میں نہ آیا۔ اُس نے ترلوک جیت لیا

دنیا کیا چیز ہے۔ جو نفس پرور ہیں۔ جنہوں نے غصہ کو زیر کرلیا ہے جو سنگ دنیا نہیں جنکو صبر و قناعت سے کام ہے جن پر غرور کا بھوت سوار نہیں۔ وہی انسان ہیں انہیں کی دنیا میں نیکنامی ہے انہیں کو چند روزہ زندگی کا لطف ہے۔ دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں۔ ایک نیکنامی دوسری بدنامی۔ عمر ختم ہو جاتی ہے وقت کسی نہ کسی طرح گذر جاتا ہے رہ جاتا ہے تو کیا وہی اچھا یا بُرا کام جو رمز شناس ہیں جو معاملہ فہم ہیں وہ اہل دنیا سے موہ نہیں کرتے وہ دل لگاتے ہیں۔ تو صرف ایک پرمیشور پرماتما سے جو دنیا کی محبت میں اندھے رہتے ہیں اِن کو چوراسی لاکھ جون بھگتنے اور ہر جنم میں قسمت کو روتے گذرتی ہے۔ جس وقت اِن کے سر پر جمدوت سوار ہوتے ہیں۔ تو کیا فائدہ ہوتا ہے۔ کچھ بھی نہیں۔ بیٹا الگ کترا تا ہے۔ جورو الگ کنائی کاٹتی ہے بھائی بند جدا کاندھی دیتے ہیں۔ مرنے والے کی عجیب ہی مٹی خراب ہوتی ہے اِس کے پران عزیزوں میں اٹکے ہوتے جان کہتی ہے کہ نکل جاؤں۔ آنکھیں کہتی ہیں کہ ذرا دیر تو اور دیکھ لینے دو۔ اس کشمکش میں انسان کے روح پر جو گزرتی ہے۔ اِس کا آج تک کسی کو اندازہ نہ ہو سکا۔ ہر حالت میں یہ بھجن حسب حال ہوتا ہے ۰

بہ بھون ہیاں کبھو۔ آہن ناہیں
وربیہ جا سو سب جیون کو سکھ رہ نہ سکی اگ اتھائیں
(وہ وقت) (اُن سے)
ہیاں سے ہوا ان گئی چھن بھیتر۔ جسم ترو کی چھائیں
(درخت)
جو بُھج ڈنڈ پر چنڈ بنائے۔ جبا اوستھا ماہیں
(جوانی کی عمر)
بردھ ہوت وہی کام نہ آوت وانت پرتھم گر جائیں
(بڑھاپا)
پھولن پرنت رکھو جن کو۔ ڈار ڈار گلے باہیں
ہوئے بام انگ موئے پت کے سنگ۔ ایکھو پگ نہ جائیں
(قدم)
کنیاں جمن دین دن جانو۔ جان پران کی ناہیں
پتی پائے نج رات پتا سے۔ اُرن بھیں جب بیاہ میں
پولٹائے سر سکھ جوتی جن پر۔ وہ بیہ کی گنتی ناہیں
جیت نہ سکھ دیو۔ اُس مرتے جارہ مرگھٹ ناہیں

اُفق ہیہاں نہیں کو اُو کا ہُو کو۔ یہاں کو اُو آپن ناہیں
وھن وھن وہ پرانی جاکو - چت رہے پربھو پائیں

انسان کو چولا چھوڑتے وقت دنیا سے قطعی دل ہٹا لینا چاہیئے نہ اسوقت دولت ہاتھ سے جانے کا افسوس کریے نہ عزیز و آشنا کی جدائی کا اُسوقت اُسکو سب طرف سے خیال اُچاٹ کر صرف ایک بھگوان کی یاد کو دل میں جگہ دینی چاہیئے اس سے یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ جم کی دوت آزار پہنچا نیسے کچیاتے ہیں۔ جانتے ہیں کہ ایشور کا بھگت ہے اس کا عزت کرنا مقدم - لڑکپن کھیل کود میں گزرتا ہے جوانی سیر تماشے اور اعلے تملقوں میں - عورت گلے پڑی رہتی ہے - دولت کے نشے میں کچھ نیک و بد نہیں سوجھتا - کوئی سمجھائے - تو جواب کیا ملتا ہے ؎

اب تو آرام سے گزرتی ہے ؛ آگے کیا ہوگا کوئی کیا جانے
شباب کا عہد ہے جوانی کا زمانہ ؛ اس میں تو مزے کرلیں عیش اُڑا لیں

یہ زندگی ہمیشہ رہنے والی نہیں جب بڑھاپا آئیگا - تو بھگوان کا نام جپ لیں گے یہی انسانی عقل کا اندھا پن ہے - ہاتھ پاؤں چلتے - جب کچھ نہ ہوسکا - تو چل چلاؤ کے وقت کیا ہوسکیگا - جب نہ پیٹ میں آنت نہ منہ میں دانت دنیاوی محبتوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے بس یہی کہ پران مشکل سے نکلتے ہیں - روح کو حد سے زیادہ تکلیف ہوتی ہے بار بار موت اور پیدائش کی مصیبتیں جھیلنا پڑتی ہیں - جہاں جسم سے جان نکلی سب کو لاش بھار و پڑ گئی - جلدی سے اُٹھا کر لے گئے اور پھونک پھانک کر چھٹی کرلی رونا دھونا کیا تھا - اپنے سکھ کے لئے تھا - ورنہ کون کسی کیلئے دو چار آنسو ڈالنے بیٹھا ہے - لوگوں کو اپنی اپنی فکر پڑ جاتی ہے چاہتے ہیں کہ جلدی ماتم کے دن گزر یں - کوئی وہ کام نہیں کرتا - جس سے مردے کی روح کو خوشی یا چین حاصل ہو - ست جگ میں جگ تپ اور ہون ہوتے تھے - ترتیا میں جگیہ اور برہم بھوج مقدم ہوئے - دواپر میں ایشور کی پوجا پاٹ اور دان پُن سے حصول مطلب اب رہ گیا کلجگ اُسمیں بالکل آسان ٹٹکا ہے یعنی صرف ایشور کا نام - یوں تو جگیہ وغیرہ کی برکتوں کا کچھ حساب نہیں - لیکن ایشور سچدآنند جس قدر اپنے نام یاد رکھنے والے سے خوش ہوتا ہے - دوسرے سے نہیں

جگیہ وغیرہ بھی کیے اور ایشور کا نام بھی دل پر نقش رکھے۔ تب تو سمجھو۔ کہ وہ انسان نہیں۔ ساکشات دیوتا ہے +

ادھیائے ۱۱۴

بانروں کی جانکی جی کی تلاش میں چار طرف روانگی۔ ناکام واپسی۔ ہنومان جی۔ جاموٹت اور انگد کی سمندر پر رسائی سنپات جٹایو سے ملاقات۔ ہنومان جی کی لنکا میں سراغ رسائی

برسات گزر گئی۔ سگریو عیش و عشرت میں مشغول ہو گیا وعدہ وفائی کا خیال جاتا رہا۔ رام چندر جی برہم ہوئے لکشمن جی نے کان کھولے۔ مہابیر جی نے فہمائش کی سگریو کو ہوش آیا۔ ارکان دولت کے نام حکم نافذ کیا کہ وہ اٹھواروں میں جانکی جی کا پتہ ٹھکانا دریافت کر کے حاضر ہوں۔ بیشمار بانر ادھر اُدھر روانہ ہوے مگر ناکام واپس آئے کسی کو صورت مقصد نظر نہ آئی۔ پھر ہنومان جی۔ جاموٹت جی (ریچھوں کے سردار) اور انگد جی (بالی جی کے بیٹے اور سگریو کے ولیعہد) جنوب کیطرف چلے رامچندر جی نے ہنومان جی کو اپنی انگوٹھی دی کہ سیتا جی کے لئے نشانی کا کام دے تینوں اِدھر اُدھر ٹاپتے ہوئے سمندر کے کنارے پہنچے وہاں سنپات جٹایو کئی دن کا بھوکا پیاسا پڑا ہوا تھا اِن کو دیکھا۔ تو بغلیں بجائیں کہ واہ پرمیشور تمہاری کریمی کے صدقے ۔؎

رزق را روزی رساں بہ میدہد

کا قول صادق کر دکھایا۔ نرم نرم چارے۔ آپ سے آپ منہ کی طرف بڑھے چلے آرہے ہیں۔ جاموٹت اور انگد کی جان سوکھ گئی۔ مہابیر جی سامنے پہنچے اور فرمایا کہ:۔

میرا جسم آپ کی بھوک مٹائے زہے نصیب۔ مگر سری رامچندر جی کا کام کر کے آتا تو بہت مناسب ہوتا +

سنپات کون رامچندر اُن کا کونسا کام ؟
مہابیر جی جن کی ہوا خواہی میں جٹایو نے جان دی +
سنپات کون جٹایو جان دینے کا سبب ؟
مہابیر جی راون مہارانی جانکی جی کو لئے بھاگا جاتا تھا۔ جٹایو رام بھگت تھا اُس نے روکا۔ لڑائی ہوئی۔ پہلے جیتا پھر زخمی ہوا آخر سری رامچندر جی کے قدموں میں جان دیدی
سنپات ہائے وہ تو میرا حقیقی بھائی تھا۔ آہ بڑھاپے میں دل پر یہ صدمہ اور زندگی زوف ہے +
مہابیر جی - وہ آپ کے بھائی تھے آہ اِس وقت وہ غم پھر تازہ ہو گیا۔ جسے ہم لوگ کلیجے سے لگائے ہوئے اِس طرف آئے ہیں +
سنپات افسوس کہ میرے پر و بال نہیں۔ جوانی میں ہم دونو بھائی شرط لگا کر اُڑے۔ جٹایو کمزور تھا۔ وہ بیچ بٹی کے متصل گر پڑا۔ میں اتنا اونچا ہوا کہ سورج کی شعاعوں نے پر جھلس دیئے طاقت پرواز ندارد ہو گئی۔ کمزوریوں نے یہاں ٹیک دیا۔ میں جانکی جی کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ لنکا کے اشوک باٹکا میں بیٹھی ہوئی آنسو بہا رہی ہیں کیا کروں پر نہیں ورنہ ابھی جاتا اور جانکی جی کو بازوؤں پر بٹھا کر رامچندر جی کی خدمت میں پہنچاتا۔ خیر آپ جائیں کام سدھ کریں +

ہنومان جی جاموَنت اور انگد تینوں سمندر کے کنارے آئے۔ تجویز ہونے لگی کہ کون پار جائے۔ جاموَنت نے بڑھاپے کا عذر کیا۔ انگد نے کمسنی کا آخر سری ہنومان جی نے ایک زقند بھری تو سمندر کے پار۔ لنکنی نے روکا تو ایک طمانچے میں ختم۔ سرسا نے طاقت دکھائی تو منہ کی کھائی۔ جو بولا پچھتایا۔ انگلی چھلاوے بھر کی دیر تھی کہ بس کچھ نہ تھا +

مہابیر جی جانکی جی کو تلاش کرتے ہوئے بھبھیکھن کے مکان میں پہنچے وہ اس وقت رام بھجن کر رہا تھا۔ بُلایا بات چیت کی۔ سیتا جی کا سراغ پوچھا اور وہاں سے پتے پر پہنچکر جانکی جی کے درشن کئے +

ادھیائے ۱۱۵

ہنومان جی کی اشوک باٹکا میں رسائی۔ راون اور جانکی جی کی گفتگو مہابیر جی کی خدمت میں حاضری۔ باغ لنکا کی بربادی اچھے کا قتل۔ برہم پھانس میں گرفتاری۔ لنکا داہ۔ رامچندر جی کیخدمت میں واپسی لنکا پر چڑھائی۔ بھبھیکن پر راون کا عتاب اُسکی رامچندر جی کیخدمت میں حاضری۔ راج تلک۔ پُل بندیکی تجویز

جس وقت ہنومان جی اشوک باٹکا میں داخل ہوئے اُسوقت راون سندوری راچھسوں کے ساتھ جانکی جی کے پاس آدھمکا۔ ڈانٹ ڈپٹ کی کہ:-

ہوش میں آ۔ رام کی یاد بھول۔ میری محبت کو دل میں جگہ دے جانتی ہے میں کون ہوں۔ پولست رشی کا پوتا برہمنوں کا سرتاج کوبیر جی کا بھائی۔ اگن دیوتا رتھ ہانکنے کی خدمت پر پون جی پنہاری گے منصب پر ممتاز۔ اپسرائیں خدمتی اندر میرے لڑکوں کا کھلونا +

جانکی جی او مغرور۔ زبان روک۔ منہ بند کر۔ خبردار اب ایسی بات زبان سے نہ نکلے نہیں تو شعلہ آہ سے منہ جھلس دونگی۔ پولست کا پوتا کوبیر کا بھائی بنتے شرم نہیں آتی۔ چوٹے اُٹھائی گیرے۔ اوچھے۔ جرو کٹ پولست کے پوتے کوبیر کے بھائی کہلانے پر فخر کریں۔ تو بس خاندان بھر کی ناک کٹنے میں کیا رہا؟

دیر تک ایسی ہی بات چیت ہوتی رہی۔ اُدھر جذبہ غضب تھا اودھر غلبہ طیش راون کے ہاتھ میں غصے کی تلوار تھی۔ جانکی جی کا استقلال ڈھال کا کام دے رہا تھا جب راون نے کھری کھوٹی سنیں تو پتہ نہ مار سکا۔ آپے سے باہر ہو گیا میان کے تلوار گھسیٹی جومیں ہاتھ صاف کرنا چاہا۔ مندو دری بیچ میں آ کھڑی ہوئی اور بولی:-

ہیں مہاراج۔ عورت پر اتنا غصہ دیکھئے تو شاستروں میں کیا حکم ہے؟

راون نے کچھ سوچ سمجھ کے اِس وقت تلوار میان میں رکھ لی - مگر یہ کہتا ہوا وہاں سے بھڑ پڑا کہ

اچھا - آج مندودری رانی نے بچا لیا تو کیا - ایک دن یہی شدنی ہے - بے مارے چھوڑوں تو پولست کے خون سے نہیں - مانا پتیبرتا کا ودھ حرام - چھ مہینے کی مہلت دیتا ہوں - مان جاؤ تو خیر - نہیں تو یہی تلوار ہوگی اور گردن +

راون چلا گیا - جانکی جی بلک بلک کر رونے لگیں - رات کا وقت تھا ستارے چمک رہے تھے - آسمان کیطرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر دعا مانگتی تھیں - کہ ستارے انگارے جلکر راکھ کر دیں اتنے میں مہابیر جی نے رامچندر جی کی انگوٹھی سامنے پھینکی - جانکی جی سمجھیں کہ اکاش سے کھانے کے لئے ہیرا گرا - مگر نگ دیکھتی ہیں - تو اور بھی کوڑھ میں کھوج کی کہاوت ہوئی - جوہیں رام کا نام کھدا دیکھا - ڈھاریں مار مار کے رونے لگیں - کہ ہائے نہ جانے رامچندر جی پر کیا گذر گئی - لنکا میں اُن کی انگوٹھی آئے ناممکن کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جانکی جی کو فکر میں دیکھ کر مہابیر جی سامنے آئے قدموں پر سر جھکایا - ڈھارس دی - اطمینان دلایا - سب حال کہہ کر اظہار طاقت کی دھن سمائی - راون کے باغ میں گئے - سارے درخت اکھاڑ پچھاڑ کے پھینک دیئے باغبانوں کو مار نگہبانوں کا کچومر نکالا - اچھے کی ہڈیاں پسلیاں چور کیں ہزار ہا راچھس قتل کر ڈالے جب میگھ ناد آیا - خوب گھمسان کی لڑائی ہوئی - ہنومان جی نے وہ ہاتھ دکھائے کہ چھٹی کا دودھ یاد آگیا - مگر برہم پھانس میں پھنسنا پڑا - وجہ یہ کہ اگر ذرا کسر کرتے تو برہما کی عظمت میں فرق آجاتا - برہم پھانس کو ٹوٹنے سے اُن کی بات جاتی رہتی - میگھ ناد ہنومان جی کو پکڑے ہوئے راون کے پاس لے گیا - راون صورت دیکھتے ہی آگ ہوگیا - مہابیر جی خوب کڑکے - ایک ایک کے بدلے سو سو سنائیں - راون جھلایا - حکم دے دیا - کہ دُم میں آگ لگا کر خاک کردو - راچھسوں نے گودڑ لپیٹ لپاٹ دُم میں آگ لگائی - مہابیر جی نے پہلے تو آگ لگانیوالوں کا منہ جھلسا پھر کود پھاند مچائی - تو ساری لنکا پھونک کے راکھ کردی - لنکا بھر میں اگر کوئی مکان بچا تو وہ صرف بھبھیکن کا تھا یا یا اشوک باٹکا جہاں مہارانی جانکی قید مصیبت میں تھیں - مہابیر جی نے دم کی

آگ سمندر میں بجھائی۔ اور سیتا جی سے رخصت ہوئے آئے۔ جانکی جی نے اپنا چوڑا من دیا۔ سری رامچندر جی سے عجلت کی درخواست کی۔ اور بردان دیا کہ:۔
تم زندہ جاوید ہو۔ سری رامچندر جی تمہاری خوشنودی کو اپنی خوشنودی سمجھتے ہیں +

مہابیر جی سیتا جی سے رخصت ہوکر پھر سمندر پھاندے جاموںت اور انگد کو لیتے ہوئے سری رامچندر جی کی خدمت میں حاضر ہوئے ساری کیفیت کہہ سنائی سری رامچندر جی سمجھ گئے۔ کہ "بے بھو پریت نہیں" جب تک راون کے کان نہ گرم کئے جائینگے۔ تب تک آنکھیں نہ کھلینگی۔ فوراً فوج کو کوچ کا حکم دیا۔ فوج روانہ ہوئی۔ ریچھ بندروں کے ٹڈی دل سمندر کے کنارے چھا گئے! تل رکھنے کی جگہ باقی نہ رہی بھبھیکن رام بھگت تھا۔ عقل و تمیز میں فرد زمانہ۔ اُس نے راون سے عرض کی +

رامچندر جی فوج ظفر موج سمندر پرے آئے ور دہر کمتر بہ۔ غم غداری بجز لاحاصل۔ جانکی کو چپ چپاتے حوالے کیجیے۔ پھر نہ جھگڑا نہ بکھیڑا۔ نہ لڑائی نہ فساد +

راون کو سخت غصہ آیا۔ اِس زور سے لات ماری۔ کہ بھبھیکن ہائے ہائے کرتا دور جا پڑا۔ راون نے اُسپر قناعت نہ کی۔ گھر میں ہاتھ ولوا کر لنکا سے نکال باہر کیا +

بھبھیکن وہاں سے روانہ ہوا۔ سیدھا رامچندر جی کی خدمت میں پہنچا۔ رامچندر جی محبت سے پیش آئے اور اُسی وقت لنکا کی حکومت نامزد کرکے راج تلک کردیا۔ جسوقت بھبھیکن یہاں آیا۔ راون کے جاسوس سک اور سارن بھی بھیس بدلے ہوئے ساتھ آگئے۔ ان کی بندروں نے خوب خبر لی۔ اور آخر میں سری رامچندر جی کے حکم سے رہا کردیا۔ سک و سارن راون کے پاس واپس گئے بھبھیکن کے راج تلک کی کیفیت سنائی۔ رامچندر جی کی خوش مزاجی کی صفت میں تر زبان ہوئے +

سری رامچندر جی کو یہاں فکر ہوئی۔ کہ فوج کیونکر سمندر کے پار ہو بھبھیکن

نے کہا سیدھی انگلیوں گھی نکلے تو زیادہ دردسری کی کیا ضرورت - آپ سمندر سے راستہ مانگیے وہ خود بخود راہ دے دیگا - رامچندر جی نے تین دن تک سمندر کی منت وسماجت کی۔ "مگر صدائے برنخواست" آخر اُن کو غصہ آیا۔ لکشمن جی سے بولے :-

لانا تیر وکمان - ابھی کانوں کی دھٹی نکالے دیتا ہوں - سمندر کانپ اُٹھا برہمن بنکر حاضر ہُوا - معافی مانگی بتایا کہ -

نل نیل برانی ہیں - جو چیز پانی میں ڈال دیں کبھی تہ پر نہ بیٹھے - آپ ان کو پل باندھنے کا حکم دیجیے +

رامچندر جی نے سمندر کو دست شفقت پھیر کر رخصت کیا - نل نیل سے کہا کہ پل تیار کرو۔

ادھیائے ۱۱۶

لنکا پر چڑھائی - کمبھ کرن - میگھ ناد اور راون کا قتل سیتا جی اور رامچندر جی کا ملاپ ببھیکن کی راج گدی رامچندر جی کی اجودھیا میں واپسی - تخت نشینی وغیرہ

نل نیل نے سیت بند تیار کیا - ریچھوں اور بندروں کی بیشمار فوج سمندر کے پار ہوئی راون نے بھی فوجیں آراستہ کیں - میدان کارزار گرم ہُوا - تین مہینے تک خوب کشت وخون ہُوا - ایک دن لکشمن جی سرگرم پیکار تھے - راون نے غفلت میں شکتی بان مارا - لکشمن جی غش کھاکر گرے - رامچندر جی کے لشکر میں کہرام مچ گیا - مہابیر جی لنکا میں پہنچے سکھین وید کو لائے - سکھین وید نے کہا "مریض رات بھر کا مہمان ہے - ادھر پو پھٹی - سویرا ہُوا - اور اُدھر خیریت نہیں راتوں رات سنجیون بوٹی آجائے تب زندگی کا میں ذمہ وار +

ہنومان جی دوناگر پر گئے کال نیم کو شیطنت پر آمادہ پایا - اچھیطرح خبر لی خاک

پر سلاکر پہاڑ کا پہاڑ اٹھا لائے کہ وید خود بوٹی پہچان لے +
سکھین نے بوٹی کھلائی۔ لکشمن جی تندرست ہو گئے۔ راون کو سخت تشویش ہوئی کمبھ کرن کو جگایا۔ وہ چھ مہینے کی نیند سے بمشکل جاگا۔ راون نے سارا دکھڑا رویا اُس نے پہلے دھرکالا مگر پھر راون کی خوشامد و رآمد سے میدان جنگ میں آیا آفت مچائی ہزاروں ریچھوں بندروں کا خون ہوا۔ سارے لشکر میں ہل چل مچ گئی سری رامچندر آئے۔ تیر مارا اور پالا اپنے ہاتھ رکھا
دوسرے روز میگھ ناد جان پر کھیلا۔ خوب سحر و طلسم کئے۔ نظر بندی کے کرتبوں سے ریچھوں بندروں کو اچھی طرح تگنی کا ناچ کرایا۔ مگر لکشمن جی سے پیش گئی۔ ان کے تیروں نے جان لیکر دم لیا میگھ ناد کا ایک بازو اُس کے رنواس میں جاگرا۔ اسلوچنا شوہر کا ہاتھ دیکھکر زار زار روئی۔ پت برتا تھی۔ بازو سے ساری سرگذشت لکھوائی خاوند کے جوش محبت سے اس پر ستی سوار کر دیا۔ وہ رامچندر کے پاس آئی شوہر کا سر مانگا اور سر ملتے ہی ستی ہو گئی +
اب راون کی باری آئی بڑے بڑے معرکے ہوئے ہر لڑائی میں پرلے کا نظارہ پیش نظر تھا کہ سری رامچندر جی کے تیروں سے کچھ بس نہ چلا۔ آخر جان دیتے بنی +
بھبھیکن جانکی جی کو رامچندر جی کی خدمت میں لایا۔ ترجٹا وغیرہ نے پاکدامنی کی شہادت دی برہما۔ اگنی۔ راجہ دسرتھ مبارکباد دیتے ہوئے اکاش سے آئے اور قسمیں کھا کھا کر تصدیق کی کہ واقعی جانکی جی پر کسی قسم کا دھبہ نہیں۔ وہ ہر طرح کے الزام سے بری ہے اور سورج کی طرح بے داغ ہے سری رامچندر جی نے بھبھیکن کو لنکا کا راج دیا۔ خود اجودھیا میں واپس آئے۔ بھرت جی نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا راج گدی کے جشن ہوئے اس جشن کی عالیشان رونق کو کون بیان کر سکتا ہے۔ برہما جی بھی قائل تھے کہ اتنی عمر میں دھوم دھام دیکھی۔ تو آج بہر حال رامچندر جی نے گیارہ ہزار برس داد فرمانروائی دی۔ ان کے عہد حکومت میں اہل دنیا کو بیکنٹھ کا سا آرام و عیش حاصل ہوا چاروں بھائیوں کے دو دو فرزند ارجمند ہوئے۔ سب کے سب بہمہ صفت موصوف ہر فن میں کامل۔ لَو اور کُش۔ سری رامچندر جی کے فرزند سچ مچ انہیں کی عکسی شبیہ تھے۔ اور علم و عمل بالکل یکساں +

سری رامچندر جی کے اوتار کی مختصر کیفیت یہ تھی - جو بیان ہوئی جب تک زمین پانی پر تھمی رہیگی - تب تک ممکن نہیں کہ یہ مقدس حالات زبانزد خاص و عام نہیں جو شخص ان کوائف کو ورد زبان رکھیگا - اُسے نجات کی کچھ فکر نہیں - مکت اِس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہیگی +

مارکنڈے جی راجہ جدھشٹر سے مخاطب ہیں کہ جسطرح رامچندر جی نے بن باس کے بعد روئے زمین پر جہانبانی کا ڈنکا بجایا - اسی طرح آپ بھی عنقریب چار دانگ عالم میں فرمانروائی کا جھنڈا گاڑینگے - دریودھن اپنے زعم میں مست ہے - یہی مستی ایک دان موت کے منہ میں جھونکے گی - اب فکر اور گھبراہٹ کس بات کی - معاملہ ہر طرح سے چوکس ہے

ادھیائے ۱۱۷

پت برت دھرم کی ایک قابل قدر نظیر ساوتری اور ست وان کی شادی - درمیانی حالات

مارکنڈے جی نے جب تک قیام کیا - دروپدی کی اعلےٰ لیاقتیں اچھی طرح دیکھیں - اُنہوں نے راجہ جدھشٹر سے فرمایا کہ دروپدی کا پتی برت دھرم دیکھ کر مَیں حد سے زیادہ خوش ہُوا - پتی برت دھرم میں جو طاقت ہے - وہ رشیوں منیوں کے جپ تپ میں نہیں - پتی برتا استری جو چاہے کر سکتی ہے - موت بھی اُس کے ڈر سے کوسوں دُور بھاگتی ہے - سنیئے میں آپ کو ساوتری کا اتہاس سناتا ہوں - آپ سنکر خوش ہونگے +

اشوپت مدردیش کا راجہ لاولد تھا - اُس نے خواہش میں جگیہ کیا - ساوتری جی کے منتروں کی برکت سے ایک لڑکی پیدا ہوئی - راجہ نے اِس کا نام بھی ساوتری رکھا ساوتری نے راجہ کو اطمینان دلایا - کہ یہ لڑکی ہزار لڑکوں سے اچھی ہے - اب بیٹے کی ہوس چھوڑ دو - ساوتری بڑی ہوئی - تو وہ روپ نکلا کہ لکشمی جی کی تصویر بن گئی عقل

وہ تھی ۔ کہ سرسوتی کی آنکھ نیچی ہوتی تھی ۔ یہ تو سب کچھ تھا ۔ مگر کہیں شادی کی ٹھیک
ٹھور نہ ہوئی ۔ راجہ نے کہا +

ساوتری تجھے اختیار ہے جس کے ساتھ منظور ہو شادی کر لے +

ساوتری مجھے آپ کی رضا سے مطلب ہے ۔ جو حکم ہو وہی منظور ۔ مگر مکان میں بیٹھے
سے مطلب نہ ہوگا ۔ ذرا پاؤں کو تکلیف کرنا پڑیگی +

راجہ نے رتھ کسوایا ۔ خود سوار ہوا ۔ ساوتری کو سوار کیا ۔ تجربہ کار ارکان دولت
ہمراہ لئے اور گھوڑے بڑھائے بہت شہرت بہت راج بہت جنگل دیکھے کہیں
صورت مدعا نظر نہ آئی ۔ ایک جنگل میں پہنچے تو ساوتری نے رتھ رکوایا اور کہا پتا جی
بس نقش مراد کرسی نشین ہوگیا ۔ جو نوخیز سامنے نظر آرہا ہے میں اس کی ہو چکی
یہ نوعمر ست وان تھا ۔ اس کے باپ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں ۔ راج پاٹ
چھن گیا تھا ۔ جنگل میں پھل پھول پر بسر تھی ۔ اور جپ تپ پر گزارہ ۔ مگر صورت شکل
بہت دلفریب دھرم کی مجسم تصویر ۔ اوصاف نہایت ہی عمدہ ۔ راجہ نے جنگل کے
تمام رشیوں سے پوچھا ۔ کہ لڑکا کیسا ہے ہر ایک کا جواب یہی تھا کہ بڑا نیک نہایت خوش
سیرت ۔ نارد جی بھی اتفاق سے آگئے اُنہوں نے بھی بہت تعریف کی ۔ فرمایا کہ :-

ایسا با مروت ۔ قناعت پسند ۔ دھرم کا پابند لڑکا دوسرا نہ ملیگا دانائی میں
برہسپت کی نظیر ۔ توانائی میں اندر کی مثال +

راجہ بے عیب صرف ایشور کی ذات ہے ۔ انسان کیسا ہی دیوتا کیوں نہ ہو کچھ نہ
کچھ عیب ضرور ہونا چاہیئے

نارد ہاں ایک عیب ہے یعنی سال بھر دنیا کی ہوا اور کھائے گا +

راجہ ساوتری سے بولا :-

جوڑی تو بہت اچھی ہے مگر ہزار عیبوں کا عیب یہ ہے کہ ست وان ایک سال
سے زیادہ نہ جئیگا ۔ اسکی عمر میں کچھ دن باقی نہیں +

ساوتری کچھ پرواہ نہیں جو ایشور کی مرضی ۔ میں اسے شوہر سمجھ چکی ۔ اب دوسرے
شوہر کی ہوس نہیں ۔ کنیاں دان ایک دفعہ سے زیادہ نہیں ہوتا میں جو سنکلپ کر چکی وہ اٹل ہے

راجہ بیوقوفی کی باتیں نہ کرو ۔ شادی بیاہ کوئی گڑیوں کا کھیل نہیں ۔ کہ لڑکیوں کی رائے

پر چھوڑا جائے جب شوہر کی عمر ہی کچھ نہیں - تو میں کیسے دیدہ دانستہ چولہے میں جھونک دوں ؂

ساوتری تو کیا آپ قسمت کا لکھا مٹا دینگے ؂

راجہ مگر عقل سے کام لینا تو شرط ہے - مانا کہ موت نہیں - مگر کنوئیں میں کیوں جان بوجھ کر کودیں - اژدھے کے منہ میں کیوں جائیں جب جان لیا کہ لڑکا چند روز کا مہمان ہے تو کیوں اور لڑکا تلاش نہ کیا جائے ؂

ساوتری - یہ تو اب ممکن نہیں - میری جوڑیا گانٹھ ہو چکی جو قسمت میں ہوگا بھگت لونگی ؂

نارد جی راجہ صاحب - اب آپ نیک کام میں ہیکھ نہ کیجئے ساوتری ہی کی رائے سے شادی ہونے دیجئے ایشور بھلا ہی کرے گا

نارد جی کے ان الفاظ سے راجہ کو تسلی ہوئی - اُس نے شادی کا پیغام دیا دومت سنین خوش ہو گیا ؂

ساوتری اور ست وان کی شادی ہوئی - دونو خوشی سے رہنے لگے ساوتری کو رات دن اپنے ساس سسر کی خدمت سے کام تھا یا خاوند کی رضا جوئی کو اطاعت

ادھیائے ۱۱۸

پتی برت دھرم کی عظمت - ست وان کی موت ساوتری اور جمراج کی ملاقات - ساوتری کے پتی برت دھرم سے میکے اور سسرال والوں کی مقصد بر آریاں ست وان کی دوبارہ زندگی ؂

نارد جی نے ست وان کیلئے جو کچھ کہا تھا - ساوتری اُسے دل پر نقش کئے

رہی کسی وقت خیال نہ بھولتا تھا۔ شادی کو ۳۶۱ دن گزر گئے۔ ست وان کی عمر چار دن اور رہ گئی تو ساوتری منہ باندھکر بیٹھ رہی نہ کھانے سے مطلب نہ پینے سے سروکار۔ ساس سسر نے بہت چاہا کہ منہ میں دانہ جائے مگر ساوتری نے ایک کنکی بھی نہ کھٹکی۔ پوچھ گچھ ہوئی۔ تو جواب پایا +

تین دن نراہار جل برت کر لینے دیجئے پھر اس کا پھل دیکھ لیجئیگا

اتفاق سے بشوامتر بھاردواج وغیرہ بہت سے رشی منی وہیں موجود تھے وہ اپنے کشف کرامات سے جان گئے۔ کہ ساوتری کا مطلب کیا ہے۔ انہوں نے پتی برت دھرم کو سراہا اور دعا دی کہ :-

ایشور کامنا پوری کرے۔ پتی برت دھرم آڑے آئے +

تین دن اسیطرح برت اپاس میں گزر گئے ساوتری بڑے استقلال سے پتی کی سیوا میں مصروف رہی نہ بھوک کا ضعف معلوم ہوتا تھا نہ پیاس کا چٹکا چوتھے روز ساس سسر پھر گرد ہوئے کہ کھاؤ بہو کایا راکھے دھرم رہے جب چولا نہ رہیگا۔ تو دھرم کون کریگا۔ ساوتری کا جواب تھا +

بس آج ہی اور برت کا دن ہے۔ دن بھر معاف کیجئے شام کو ایشور کھلائیگا تو کھاؤنگی۔ اب ست وان پھل پھول اور لکڑی کیلئے جنگل جانے لگا۔ ساوتری نے ساس سسر کے قدم پکڑ لئے اور عرض کی۔

اجازت ہو۔ تو میں بھی پھل پھول لینے چلی جاؤں +

ساس سسر کیوں آج یہ نئی بات کیسی۔ جنگل میں تمہارا کیا کام

ساوتری سمجھ لیجئے کہ ضرور کوئی نئی بات ہے۔ ورنہ میں اب تک روز جانے کو نہ کہتی۔ آج بے اختیار دل چاہتا ہے۔ کہ چلوں +

ساس سسر نے اجازت دیدی اور ساوتری ست وان کے ساتھ پلکوں سے گرد وراہ صاف کرتی ہوئی چلی۔ دونو اس جگہ پر پہنچ گئے جہاں کا عزم تھا دفعتہً ست وان کے سر میں اس شدت سے درد شروع ہو گیا۔ کہ جان ہی پر بن گئی ساوتری نے زانو پر سر رکھکر دبانا شروع کیا۔ دعائیں مانگنے لگی۔ کہ ایشور جلد صحت دے گر ساتھ ہی نارد جی کا قول کان میں کچھ اور کہتا تھا +

تھوڑی دیر میں ساوتری کیا دیکھتی ہے۔ کہ ایک سانولی صورت سامنے ہے۔ چہرے میں کندن سی دمک سر پر منڈاسا۔ ہاتھ میں کمند۔ آنکھیں بیر بہوٹی کی طرح سرخ سرخ۔ وہ جونہی نظر آیا۔ آن واحد میں ست وان کے قالب کو انگوٹھے بھر کا جسم بنا کر چلتا ہوا۔ اور ست وان کی نبضیں چھوٹ گئیں +

ساوتری نے ست وان کا سر زانو سے ہٹا دیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر یہ کہتی ہوئی پیچھے لپکی۔ کہ :-

مہاراج آپ یہ تو بتاتے جائیے کہ آپ کون ہیں +

جواب جمراج ہوں تیرے شوہر کی آج موت تھی۔ روح قبض کر کے لئے جاتا ہوں +

ساوتری ایسے موقع پر تو آپ کے دوت آتے ہیں آپ کو تو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں +

جمراج گیانیوں۔ دھرم وانوں اور پرتاپی لوگوں کو لے جانے کے لئے مجھے ہی آنا پڑتا ہے علاوہ بریں تو پتی برتا ہے۔ مجھے تیرے دھرم کی عظمت کے خیال سے۔ درشن دینا بھی منظور تھا

تقریر کا سلسلہ یہیں پر ختم ہوا۔ اور جمراج نے دکھن کی طرف قدم بڑھائے ساوتری بھی ہٹ کی پکی تھی نقش قدم پر قدم رکھتی ہوئی دور تک چلی گئی۔ جمراج نے پھر کر دیکھا تو ساوتری کو آتے پایا۔ کہا

کیوں پاؤں توڑتی ہے جا خاوند کی مٹی ٹھکانے لگا +

ساوتری میں لوٹ کر کہاں جاؤں۔ میری تو جس کے ساتھ جوڑیا گانٹھ ہے۔ اُسی کے ساتھ جاؤنگی۔ لوٹنے مجھے کیا کام تپ کے پھل گورو بھگتی کی مہمان پتی برت دھرم کی برکت اور سب کی طاقتوں کو میں خوب جانتی ہوں پھر آگے بڑھکر قدم پیچھے پڑتے یہ ناممکن رشیوں منیوں کا حکم ہے کہ دوست کی لاش کم از کم سات قدم تو پہنچائے میں بھی اسی ہدایت کے موافق چل رہی ہوں آپ کو گیانیوں کے مسئلے کیا سناؤں سورج کو چراغ دکھانے سے کیا حاصل۔ مگر باتوں میں ذرا راہ کٹیگی۔ اس لئے عرض کرتی ہوں۔ کہ سب رشیوں منیوں نے دھرم ہی کو مقدم کہا ہے مہاتماؤں

سے کیسے جتائے ہوئے دھرم کی پیروی سے کیا ملتا ہے۔ دونو جہان میں مرتبہ اعلےٰ اور اصلی منزل مقصود یعنی نجات۔ جو لوگ دھرم کے پابند ہیں۔ اُن کا قدم دھرم کی راہ سے کبھی نہیں بھٹکتا۔ کیا مجال کہ ادھر سے اُدھر جا پڑے

جمراج ساوتری کی گفتگو سے نہایت ہی خوش ہوئے۔ بولے کہ:۔

کچھ بر دان مانگ مگر خاوند کی زندگی کے بارے میں کوئی درخواست نہ ہو +

ساوتری خیر آپ کی مرضی۔ عنایت کا شکر۔ تو بس سُسر کو آنکھیں دے دیجئے طاقت عطا کیجئے اور اقبال کے آفتاب کو گہن سے نکال کر چمکائیے +

جمراج۔ استدعا قبول۔ خواہش منظور۔ اچھا لے اب جنگل کو لوٹ جا۔ خاوند کی لاش اکیلی ہے +

ساوتری لاش کے ساتھ جی چرانے والوں کو عذاب ہوتا ہے۔ خاوند کا ساتھ چھوڑنا سب سے بڑھ کر گناہ پھر میں کسطرح ترک رفاقت کر سکتی ہوں جہاں شوہر جائیگا۔ میں پیچھے پیچھے چلی چلونگی۔ اس میں آپ کا حرج ہی کیا ہے ایک نہ سہی دو سہی اب سنئے کچھ کہنا چاہتی ہوں یعنی اچھے لوگوں سے ایک مرتبہ کی ملاقات بھی بکار آمد ہوتی ہے۔ وہ اپنی ملاقاتی کو نہیں بھولتے ایکدفعہ کا میل ملاپ زندگی بھر کے لئے کافی ہوتا ہے۔ اور ظاہر پرست منہ دیکھنے کی محبت رکھتے ہیں۔ پھر آنکھ اوٹ پہاڑ اوٹ۔ ہر کہ از دیدہ دور از دل دور کی کہاوت سچ ہوتی ہے اِسی لئے تجربہ کار بزرگوں نے ہدایت کی ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت میں رہنا انسان کے لئے ضروری اور مفید ہے +

جمراج۔ تیری سمجھ پر آفریں۔ تو جو بات کہتی ہے دھرم کی۔ میں بہت خوش ہُوا کچھ اور ہوس ہو تو بیان کر۔ مگر خاوند کے جینے کی بابت کوئی حرف زبان پر نہ آئے +

ساوتری۔ ہوس تو مجھے کچھ نہیں۔ مجھے ایشور پر بھروسا ہے۔ اسی کی مرضی کو مقدم سمجھتی ہوں۔ جب سارے کام ایشور کے ہاتھ میں ہیں۔ تو پھر ہوس بیکار مگر آپ کہتے ہیں۔ تو خیر میرے سُسر کو راج پاٹ دلوائیے۔ اور اُن کی سمجھ ایسی درست کر دیجئے۔ کہ دھرم کے سوا اور کوئی کام نہ کریں +

جمراج جی۔ میں نے خواہش پوری کی۔ جا راج پاٹ کا سکھ دیکھ۔ چاروں کی بھوگی

پیاسی ہے کچھ کھا پی ۔
ساوتری ۔ آپ کو دیکھنے سے میرا پیٹ بھر گیا ۔ اب نہ بھوک ہے نہ پیاس ۔ دنیا کی کسی
نعمت کیلیئے دل نہیں چاہتا ۔ آپ وہ ہیں جو مخلوقات کو سزائیں دیکر راہ راست پر لاتے
ہیں ۔ اور نیک اعمالوں کی جزائے خیر بھی دیتے ہیں ۔ اس لئے ایک بات کہنے کا اور
منہ پڑتا ہے ۔ ہے تو معمولی سی بات مگر سننے میں کچھ مضائقہ نہیں ۔ مہاراج جی نیک
لوگوں کے اوصاف تین ہیں ہر ایک سے میل جول رکھنا ۔ سب کو نظر محبت سے دیکھنا
بیوباؤں کو دامے درمے امداد کرنا ۔ دنیا میں جہانتک دیکھئے دھرم سے جی چرانے والے
ہی ملینگے جنکو دھرم کے کاموں ہی سے لوٹ ہے مگر جو نیک لوگ ہیں ۔ وہ ایسے لوگوں
پر بھی عنایت کی نظر رکھتے ہیں ۔ یہی نہیں ۔ ان کو دشمنوں سے خاص الفت ہوتی ہے
مخالفت کا ذرا بھی لگاؤ نہیں ہوتا
جمراج تیری باتوں سے مجھے دھرم کے سبق حاصل ہو رہے ہیں تو بڑی عقلمند ہے میری
خواہش ہے کہ تو کچھ اور مجھ سے مانگ لے ۔ مگر شرط وہی ہے کہ شوہر کے واسطے
کچھ نہ کہنا ؛
ساوتری ۔ میں اپنے باپ کی اکیلی ہوں ۔ کوئی بھائی نہیں ۔ اس لئے آرزو ہے کہ
میرے باپ کے سو بیٹے ہوں بیٹے بھی وہ جن سے خاندان کی ترقی ہو ؛
جمراج بہتر ایسا ہی ہوگا ۔ اب تو گھر لوٹ ۔ چلتے چلتے پاؤں تھک گئے
ہونگے ؛
ساوتری ۔ پتی کیساتھ جا رہی ہوں ۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ تھکائی معلوم ہی
نہیں ہوتی ۔ بلکہ جتنا آگے چلتی ہوں تازہ خون پیدا ہوتا جاتا ہے اب میری ایک
عرض اور رہ گئی ہے ۔ وہ بھی سن لیجیئے تو میں آپ کو بڑا خوش نصیب سمجھوں آپ کا
پرتاپ تین لوک میں یکساں ہے سورج آپکے پتا ہیں ۔ علم و عقل میں آپ کی نظیر نہیں ہے
رعب وہ کہ نام سے دنیا کانپتی ہے آپکا نام دھرم راج آپ کی فضیلت کا شاہد
ہے پس آپ سے کیا کہوں مگر جو سمجھ میں آتا ہے کہے دیتی ہوں ۔ کہ شاید آپ کچھ اصلاح
کریں ۔ اہل زمانہ اپنی آتما پر اتنا بھروسا نہیں کرتے جتنا سچے اور نیک لوگوں پر ہوتا ہے
جن لوگوں کے دل میں کوئی خواہش ہوتی ہے ۔ وہ اس کے حاصل کرنے کے لئے

نیک لوگوں ہی کی صحبت میں وقت گزارتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر لوگوں کو کیوں بھروسا ہوتا ہے؟ صرف اسلئے کہ وہ راستی پسند ہوتے ہیں۔ جھوٹ اور بناوٹ سے انہیں نفرت رہتی ہے پہچانتے ہیں کہ محبت اور الفت کیا چیز ہے +

جمراج واہ واہ کیا عمدہ بات کہی ہے۔ واقعی تیرا ہی حصہ تھا۔ اور کوئی غرض ہو۔ تو بیان کر۔ لیکن خاوند کی زندگی کیلئے کچھ نہ کہنا +

ساوتری کیا مانگوں۔ مگر آپ کا حکم ٹال نہیں سکتی خیر مجھے سو بیٹوں کی ماں بنایئے بیٹے ایسے ویسے نہ ہوں دھرم وان ہوں۔ طاقتور ہوں۔ سعادتمند ہوں +

جمراج۔ اچھا لے اب جا۔ سو بیٹے گود میں کھلائیگی۔ میں بردان دے چکا +

ساوتری چاروں بردانوں کا شکریہ ایک بات اور کہنے کے لائق ہے سنتے چلیے دنیا میں سنت مہاتما ہی دھرم کو عزیز رکھتے ہیں۔ اور ان کا آنند بھوگتے ہیں۔ ان پر نہ رنج نہ تکلیف کا اثر نہ راحت عیش کا غلبہ نہ کسی سے خوف نہ کسی سے عداوت وہ ہمیشہ ایک حالت میں رہتے ہیں۔ ان کی ملاقات کتنی ہی دیر کی ہو انسان کو نیک پھل دے جاتی ہے۔ اگر سنت لوگ نہ ہوتے۔ تو سورج دم بھر آسمان پر بے سہارے نہ ٹک سکتا۔ زمین بھی گیند کیطرح لڑھکتی پھرتی۔ سنت ہی لوگوں کا ضمیر ہے۔ جس پہ گذشتہ موجودہ اور آئندہ کی تمام کیفیتیں روشن رہتی ہیں۔ سنت بننا آسان نہیں۔ یہ اعزاز اُن خاص خاص لوگوں کو حاصل ہوتا ہے جو در اصل نیکی کا جامہ پہنیں۔ سنتوں کی جماعت میں تکلیف کا نام۔ یہ ہمیشہ دوسروں کے ساتھ بھلائی ہی کرتے ہیں نیکی کرنے سے غرض ہوتی ہے۔ شکریہ اور احسانمندی کا مطلق خیال یا لالچ نہیں اچھے لوگوں کا کوئی کام فضول نہیں ہوتا۔ دوسرے کی خواہش پوری کر دینا دوسرے کی عزت بڑھانا ان کا خاص شیوہ ہے یہی اوصاف ہیں جن سے سنتوں اور نیک لوگوں کا دنیا اور اہل دنیا کے ترقی خواہوں اور مربیوں میں شمار ہے +

جمراج تیرے لفظ لفظ میں امرت بھرا ہوا ہے۔ حرف حرف سے میرے دل میں محبت کا جوش پیدا ہوتا ہے۔ ایک بردان اور مانگ لے +

ساوتری۔ اب بردان کیا مانگوں۔ سب سوال تو آپنے پورے کر دیئے۔ ر ہی کیا گیا +

سُسر کو آنکھیں دیں۔ راج پاٹ دیا۔ باپ کو سو بیٹے مرحمت کئے مجھے بھی
سو بیٹوں کی ماں بننا منظور فرمایا۔ اب کس چیز کی ہوس کروں ایک ذرا سا خلجان
ہے اُس کی نسبت آپنے غور کر ہی لیا ہوگا ٭

جمراج۔ خلجان کیسا ؟

ساوتری۔ بس یہی کہ بے خاوند اولاد نہیں ہوتی۔ ہاں ہاں ٹھیک میں بھولی معلوم
ہوتا ہے کہ آپ نے میرا خاوند مجھے بخش دیا ورنہ سو بیٹوں کا بروان کیوں دیتے
کہیں بروان بھی جھوٹے ہوا کرتے ہیں۔ مہاراج آپ کی نظر عنایت کا کہانتک شکریہ
ہو گیا ہیر پھیر کرکے شوہر کے زندہ ہونے کا بروان دے دیا۔ ساوتری تو بڑی خوش
نصیب ہے۔ دیکھ لیا کہ دھرم راج جی کے درشنوں کا کیسا چٹ پٹ پھل مل
گیا ٭

جمراج ذرا سٹپٹائے مگر کیا ہونا تھا۔ سلعنتری کی عقلمندی اور لیاقت
پر ہنسے اور ست وان کے مختصر جسم کو کمند سے آزاد کرکے فرمایا۔ کہ :-

صرف تیرے پتی برت دھرم کی رعایت ہے ورنہ کبھی مردہ بھی زندہ ہوتے
ہیں جا شوہر کی خدمت کر۔ چار سو برس تک اب اس کا رویاں نہ دکھیگا۔ تیری رضا جوئی
ہمیشہ نظر رہیگی۔ جو کام کریگا دھرم کے سو بیٹوں سے خاندان کی رونق ہو گی مالوی
تیری ماں کو بھی سو بیٹوں کا سکھ حاصل ہوگا۔ یہ لوگ مالو کے خطاب سے مشہور
ہونگے۔ اچھا لے اب رخصت ٭

ساوتری چرنوں پر سر جھکا کر ست وان کی لاش کے پاس آئی اور جوش محبت
سے زانو پر سر رکھ لیا۔ ذرا دیر میں ست وان نے کروٹ لیکر آنکھ کھولدی اور کہا
اُف۔ اوہ آج بڑی نیند آئی۔ شام ہونے کو آئی اور آنکھ نہ کھلی۔ کیوں پیاری
وہ شخص کون تھا جس نے مجھے پکڑ کر گھسیٹا تھا ٭

ساوتری۔ خود جمراج جی مہاراج ہی تھے۔ اہل دنیا کی سزا و جزا اُنہیں کے دست قدرت
میں ہے۔ پران ناتھ اندھیرا چلا۔ اگر کسل دور ہوا۔ تو چلئے۔ آپ کے ماتا پتا
منتظر ہونگے ٭

ست وان۔ بیشک آج ماتا پتا نہ جانے کیا حال کر رہے ہونگے۔ جب

کبھی مجھے ذرا بھی دیر ہو جاتی ہے۔ تو دم بھر نہیں چین آتا تھا۔ رو رو کے گھر بھر دیتے تھے۔ اچھا۔ آؤ چلیں زیادہ اندھیرا ہو جائیگا۔ تو جنگلی جانور دِق کرینگے۔ اس سے یہ پھل پھول اور لکڑی کا ٹوکرا یہیں درخت پر لٹکا دیں سویرے دیکھا جائیگا +

ست وان نے ٹوکرا درخت پر لٹکایا۔ ساوتری نے کلہاڑی لے لی اور لکڑی روشن کرتے ہوئے قیام گاہ پر آئے۔ دیکھا کہ دومت سین اودھر اُدھر ٹاپتا پھرتا ہے انکھیں نور نظر کو ڈھونڈھ رہی ہیں۔ رشی منی حیران تھے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے دومت سین کی آنکھیں نہ تھیں پل مارتے کیونکر سجھائی دینے لگا جو زیادہ روشن ضمیر تھے انہوں نے کہا یہ سب ساوتری کے پتی برت دھرم کا کرشمہ ہے

دومت سے بولے :-

گھبرائیے نہیں ست وان آتا ہوگا۔ اُس کو کس بات کا ڈر۔ پتی برتا ساوتری اُس کے ساتھ ہے اتنے میں ساوتری اور ست وان راجہ دومت سین کے قدمبوس ہوئے آنکھوں کی بینائی دیکھکر ست وان کو از حد خوشی ہوئی۔ تعجب بھی تھا۔ کہ ایشور کی مایا کیا ہے +

رشی منی سب جمع ہو گئے۔ پوچھا کہ

اتنی دیر کہاں لگائی۔ ایسا تو کبھی انتظار نہ دکھاتے تھے یہ تو بتاؤ کہ راجہ دومت سین کی آنکھیں کیسے کھُل گئیں +

ست وان میں تو سو گیا تھا۔ مجھے کچھ علم نہیں۔ ساوتری سے پوچھیے۔ کیا معاملہ ہے ؟

ساوتری۔ اب تو بہت رات آگئی کل عرض کرونگی۔ آپ سب کے آرام کا وقت ہے +

رات گزر گئی۔ سویرا ہوا۔ ست وان کے درد سر اور غفلت کی کیفیت بیان کی جمراج کے آنے کا ذکر کیا۔ ساوتری سے دھرم راج کی گفتگو۔ بر دانوں کی کیفیت گوش گزار کر کے ست وان کی زندگی کا مژدہ سنایا سب لوگ نہایت خوش ہوئے رشیوں نے دعائیں دیں۔ پت دھرم کی تعریف کی اور کہا

شاباش ساوتری۔ تیرے دھرم کو۔ تو نے ایکلے شسر سے دونو کے کشٹ

کاٹ دیئے۔ اولاد ہو تو ایسی ہی +

ساوتری کی تعریفوں سے جنگل گونج رہا تھا کہ سالو دیش کی طرف سے ایک بھیڑ دوڑتی ہوئی آئی - دومت سین کی جے جے کا شور بلند تھا۔ سارے جم غفیر نے دومت سین کو دعائیں دیں اور عرض کی۔ کہ :-

مہاراج سالو دیش فتح ہو گیا۔ دشمن نذر تیغ بیدریغ ہوئے۔ مبارک۔ آہا آپ کی آنکھیں بھی روشن ہو گئیں۔ واہ واہ ہم لوگ بڑے خوش نصیب ہیں۔ ایشور آپ کا سایہ لاکھوں برس تک سر پر رکھے۔ تشریف لے چلئے تخت سلطنت قدمبوسی کا منتظر ہے دومت سین کی دلی مسرتوں کا کچھ حساب نہ تھا۔ رشیوں منیوں کے قدم چھو کر بولا :-

یہ سب آپ کے چرنوں اور ساوتری کے پتی برت دھرم کی برکت ہے +

ایک ایک کے قدموں پر سر جھکا کر دومت سین نے راجدھانی کی طرف رُخ کیا ساوتری بڑی شان و شوکت کے ساتھ پالکی پر چلی۔ ست وان نے گھوڑا بڑھایا سالو دیش میں خوشی کے نقارے بجے شادیانوں نے نغمۂ عشرت سنائے۔ دومت سین نے راج سنگھاسن پر قدم رکھا۔ ست وان کی خلعت ولیعہدی سے سرفرازی ہوئی مدر دیش کے راجہ یعنی ساوتری کے باپ کا ارمان سو بیٹوں کی چہل پہل سے بیکنٹھ بن گیا ساوتری نے بھی سو بیٹے گود میں کھلائے باپ نے بیٹی کو طلب کیا۔ بڑی خاطر تواضع کی۔ بیٹوں کو قدموں پر ڈالا۔ اور کہا

یہ ہمیشہ تمہارے قدموں کی عزت کرتے رہینگے۔ کبھی فرق نہ ہوگا - آج میں سمجھا کہ میری زندگی سپھل ہوئی - ایک لائق بیٹی ہزار بیٹوں سے اچھی +

مارکنڈے جی یہ تذکرہ سنا کر راجہ جدھشٹر سے بولے

آپ بیفکر رہیں - آپ کی رانی دروپدی بھی پتی برتا ہے اس کے پتی برت دھرم سے آپکو وہی آنند ملیگا - جو ساوتری کی ذات سے اس کے میکے اور سسرے والوں کو نصیب ہوا - ایک پتی برتا عورت جو چاہے کر سکتی ہے - ہزار جپ تپ ایک طرف اور یہ استری ایک طرف +

ساوتری کا اتہاس کچھ ایسا ویسا نہیں - اسمیں وہ برکت ہے - کہ جو کوئی پڑھے

خواہ سُنئے۔ اُسکی مقصد برآری میں کچھ شُبہ نہیں۔ بڑی مقدس کتھا ہے +

ادھیائے ۱۱۹

سورج کی کرن کے پاس تشریف آوری۔ اندر کے منشائے خاطر کا اظہار۔ کوچ اور کنڈل دینے کی ممانعت کرن کی عالی ہمت۔ انکار سے انحراف۔ پرتھا کو وِرباسا کا بردان

راجہ جدھشٹر کو ہر وقت کرن سے خوف لگا رہتا تھا۔ وجہ یہ کہ طاقت و مردانگی میں ارجن کی ٹکر لینے والا کوئی تھا۔ تو کرن راجہ اندر نے سوچا کہ اسکو کنڈل اور کوچ پر ناز ہے پس کسی طرح ہتیانا چاہئے۔ کرن سورج کا لخت جگر تھا۔ اُن کی محبت نے جوش کیا۔ برہمن کے بھیس میں کرن سے ملے اور سمجھایا کہ :-

دیکھو کنڈل اور کوچ سے خبردار رہنا۔ اندر تم سے سوال کرینگے۔ خبردار خبردار کہیں دے نہ بیٹھنا مجھے تمہاری پرتگیا سے ڈر ہے جو چیز برہمن مانگتے ہیں بے تکلف دے دیتے ہو عذر نہیں کرتے +

کرن آپ نے اس فہمائش کے لئے تکلیف گوارہ کی۔ اتنی رفاقت کا سبب آپکا نام

بھ سورج۔ مَیں سورج ہوں۔ تمہارے جسم میں میرا ہی خون ہے۔ میں فقط اسی لئے آیا ہوں۔ کہ تمہیں ہوشیار کردوں جس میں کچھ مغالطہ نہ ہو جائے

کرن میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپنے درشن دیکر عزّت افزائی فرمائی۔ مگر ذرا سوچنے کی بات ہے کہ میں ایک ادنے برہمن تک کا تو سوال رد نہیں کرتا۔ پھر جب راجہ اندر خود بھیک مانگینگے تو اُس سے کیونکر انکار کرسکتا ہوں اگر وہ سوال کرینگے۔ تو میں بھی ضرور پورا کرونگا۔ اس میں چاہے بھلائی ہو یا برائی۔ میں نے جس بات کا بیڑا اٹھایا ہے اِسکو پورا نہ کروں محض خلاف ہے میرے انکار میں روسیاہی ہوگی۔ اور فیاضی میں نیکنامی۔ مجھ جیسا خوش نصیب کون ہوگا جس کے سامنے راجہ اندر ہاتھ پھیلائے

آپ کو ارجن کا خوف ہے۔ یہ کچھ بات نہیں۔ وہ چیز ہی کیا ہے۔ جب انٹی پر چڑھ جائیگا ٹھنی کر کے رکھ دوں گا۔ میں کوئی ولا چنا نہیں۔ درونا چارج میرے استاد ہیں۔ پرسرام جی نے مجھکو شستر ودیا گھول کر پلادی ہے۔ پھر ارجن ایسوں کا ڈر کیا؟

سورج۔ جب تک کنڈل اور کوچ سے جسم کی زینت ہے۔ اس وقت تک تم بےخوف ہو۔ کوئی بال بیکا نہیں کر سکتا۔ جہاں تم نے یہ اُتارے۔ بس سمجھ لو۔ کہ غضب ہو گیا۔ ایک دن ارجن سے لڑائی رکھی ہے۔ اُس وقت بغیر کنڈل اور کوچ کے اس سے جان بری نہ ہو سکیگی۔ اسی لئے کہتا ہوں۔ ذرا سوچئے سمجھئے +

کرن۔ کچھ ہو جان جائے یا رہے۔ مجھ سے یہ نہ ہو گا۔ کہ انکار کروں۔

سورج۔ اچھا اگر یہ ہے۔ تو اتنا ہی کرو۔ کہ کنڈل اور کوچ دیکر شکتی راجہ اندر سے اینٹھ لو۔ اگر کنڈل اور کوچ مفت دیئے۔ تو کچھ بات نہ ہوئی۔ جان کی خیر نہیں۔

کرن۔ خیر وقت پر دیکھا جائیگا۔ ابھی میں کچھ نہیں کہہ سکتا +

سورج اور کرن کی گفتگو سن کر راجہ جنمجے نے پوچھا۔ کرن کو کنڈل اور کوچ کیسے ہاتھ لگے +

بشیم پائن۔ راجہ کنتی بھوج ایک مشہور تاجدار تھے۔ ایک عالم و فاضل برہمن نے ان سے درخواست کی۔ کہ اپنے یہاں ٹکنے کو جگہ دیجئے۔ یہ بھی خیال رہے۔ کہ کسی طرح میری عزت میں فرق نہ ہونے پائے۔ راجہ نے ایک عالیشان محل میں ٹکا یا کل باتیں منظور کرلیں۔ اور یہ تھا۔ اپنی بیٹی کو خدمت کیلئے مقرر کیا۔ اور فہمائش کر دی۔ کہ اس کا کوئی سوال رد نہ ہونے پائے۔ خاطرداشت میں کمی نہ ہو +

یہ برہمن دیو در باسا رشی تھے۔ ان کا مزاج عجیب و غریب تھا۔ گھڑی میں کچھ گھڑی میں کچھ۔ ابھی رسوئیں پکوائی۔ اور ابھی آپ غائب۔ دن بھر پتہ ندارد پھر آئے تو غل شور کرے

لاؤ ابھی ابھی تازہ تازہ گرم گرم کھانا۔

کھانا آگیا۔ تب بھی چین نہیں۔ کہدیا۔ کہ ٹھیر کے کھائیں گے۔ یہیں دن بھر میں کئی کئی دفعہ کھانا خراب کرنا۔ اور پھر سر ہونا۔ کہ کچھ بھجاؤ بھوجن +

پر تھا عقلمند تھی۔ ہر بات کی تمیز تھی۔ اس نے ایسی تاک رکھی۔ کہ کبھی در باسا جی

حرف شکایت زبان پر لانے نہ پائے۔ ایک روز خوش ہو کے بولے۔

میں تیری خدمت گذاری سے نہایت خوش ہوں۔ کوئی چیز مجھ سے طلب کر +

پرتھا۔ آپ مجھ سے رضامند رہے۔ میرے واسطے یہی بہت کچھ ہے۔

دُرباسا۔ نہیں نہیں! کچھ مانگ لے۔ سچ سچ کہہ کیا خواہش ہے۔

پرتھا۔ سچ کہتی ہوں۔ کچھ خواہش نہیں۔ نہ خدمت گذاری کا معاوضہ مطلوب ہے۔

دُرباسا۔ تو نہیں مانگتی تو نہ سہی۔ میں اپنی طرف سے ایک منتر سکھاتا ہوں۔ یاد کر لے اس منتر کی تاثیر سے تو جس دیوتا کی خواہش کرے گی۔ بال باندھا حاضر ہو کر فرمانبرداری کرے گا بس لے اب میں رخصت +

پرتھا نے منتر خوب رٹ لیا۔ اور درباسا جی اسی وقت نظروں سے غائب ہو گئے۔

ادھیائے ۱۲۰

سورج دیوتا کے تخم اور پرتھا کے بطن سے کرن کی ولادت اور رتھبان کے یہاں پرورش۔ درجودھن سے دوستی۔ ارجن سے دشمنی

پرتھا نے اب شباب کے پہلے زینہ پہ قدم رکھا۔ اوّل ہی اوّل ماہواری غسل نے خبر دی۔ یعنی بار آوری کے لائق ہو گیا۔ پرتھا پہلے اس حالت سے محض ناواقف تھی۔ سخت گھبرائی اور یونہیں دن گذر گئے۔ چوتھے روز وہ نہا دھو کر پاک و صاف ہوئی۔ پوشاک بدلی۔ اور سورج کی طرف دیکھا۔ تو سورج شفق کی سرخی میں چمکتا ہوا۔ بہت بھلا معلوم ہوا۔ اس وقت سورج کے چہرے پر سرخی دوڑی ہوئی تھی۔ کنڈل اور کوچ سے سروپ بہت ہی اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اس نے دل میں خواہش کی کہ

"ایسا بیٹا ایشور دے۔ تو کیا بات ہے" +

دُرباسا رشی کا منتر سدھ تھا۔ یاد آتے ہی پورب کی طرف بڑھ کر نگاہ کی۔ تو سورج دیوتا آموجود ہوئے۔ پوچھا کیوں یاد کیا۔ کیا خواہش ہے +

پرتھا۔ خواہش و اہش کچھ نہیں۔ صرف درباساجی کے منتر کی آزمائش مد نظر تھی۔ بکلیف
دی معاف۔ اب آپ جلیے۔ اپنی راہ لگیے +

سورج دیوتا۔ آکاش کیطرف نظر اٹھاؤ۔ دیکھو کتنے دیوتا دیکھ رہے ہیں۔ میں لوٹ جاؤنگا
تو سب ہنستے قہقہے لگائیں گے۔ کہ واہ گئے۔ اور پھٹے منہ چلے آئے۔ تمکو میری طرح کے
بیٹے کی خواہش ہے۔ وہ پوری کیے بغیر نہ جاؤنگا۔ اٹھو چلو تخلیے میں +

پرتھا۔ میں ماں باپ کی مرضی کے بغیر تمہاری نہیں ہو سکتی۔ وہ جس کو ہاتھ پکڑا دیں گے۔ اس کا
کہنا سر آنکھوں پر ہوگا۔ آپ بیجا خواہش سے معاف رکھیں۔

سورج دیوتا۔ باپ ماں کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ دنیا میں سب دل کے مختار اور طبیعت
کے مالک ہیں۔ پھر تجھے عذر کیا۔ کہنا مان جا۔ مجھ سا بیٹا کھلا۔ تو اطمینان رکھ۔ کنوارپن
کو ذرا دھبہ نہ لگیگا۔ تو ایسی ہی کی ایسی بنی رہے گی۔ اگر اب بھی عذر و انکار ہوا۔ تو سمجھ لے
کہ خرابی رکھی ہوئی ہے۔ سراپ دونگا۔ تیا مسٹ ہوگا۔

پرتھا ڈر گئی۔ زیادہ حیلہ حوالہ نہ کر سکی۔ سورج نے جوگ بل سے خواہش نفسانی
پوری کی۔ کہاں سورج کا تیج۔ کہاں پرتھا کی نو عمری۔ اس کو غش آگیا۔ اور اسی وقت حاملہ
ہوگئی۔ سورج دیوتا تشریف لے گئے۔ پرتھا کو پاؤں بھاری معلوم ہونے لگا۔ کسی کو راز
کی خبر نہ ہوئی۔ صرف ایک دھاتری جانتی تھی۔ کہ معاملہ کیا ہوا۔ اب مدت حمل گذری۔ ماگھ
شدی پربوا کو کرن کی ولادت ہوئی۔ کوچ اور کنڈل سے جسم کی زینت۔ چہرے پر سورج
کا جلال۔ اہل دنیا سے شرم تھی۔ بدنامی کا خوف تھا۔ پرتھا نے آتما کی آنچ سرد کی۔ آنکھ
کے تارے کو صندوق میں بند کر کے اشونسی میں بہا دیا۔ دھاتری اس راز سے بھی واقف
رہی۔ دونوں کو ایسے خوبصورت لڑکے کی جدائی کا نہایت قلق ہوا۔ مگر مجبور تھی۔ آنسو
ڈالنے کے سوا اور اختیار ہی کیا تھا۔ صندوق بہاؤ پر چلا۔ گنگا و جمنا سے گذرتا ہوا۔
ہستناپور میں ایک جگہ رک گیا۔ راجہ دھرتراشٹر کے رتھبان۔ ادھرت کا مکان
اسجگہ تھا۔ وہ اپنی عورت رادھا کے ساتھ نہانے گیا۔ تو صندوق پر نظر پڑی۔ ادھر
دوڑا ہوا گیا۔ قفل توڑا۔ صندوق کھولا۔ تو ایک پیکر نور نظر آیا۔ خوش خوش رادھا
کی گود میں دیکر بولا کہ :۔

لو ایشور نے اولاد دے دی۔ پالو پرورش کرو +

رادھا بڑی محبت سے پرورش کرنے لگی لیکھن نام تجویز ہوا چھٹے برس وصر تراشٹ
نے دیکھا۔ تو بڑے خوش ہوئے۔ دریودھن نے ایسی محبت کی۔ کہ چولی دامن کا ساتھ
ہوگیا۔ ہر وقت کی محبت نے کرن کو دریودھن کا طرفدار بنا دیا۔ لیاقت اور طاقت بہت
تھی، اسلیئے ارجن سے دشمنی رہتی تھی۔ راجہ جدھشٹر کو کھٹکا رہتا تھا۔ تو اسی سے۔

ادھیائے ۱۲۱

راجہ اندر کی کرن کے پاس آمد۔ کنڈل اور کوچ کے لئے سوال۔ کرن کی بخشش۔ راجہ اندر سے شکتی کی دستیابی!

کرن روزانہ دوپہر تک گنگا میں کھڑا رہتا تھا۔ سورج کی استت زبان پر ہوتی تھی۔ اور
دست خیر داد و دہش میں مصروف۔ اس وقت جو شخص جو چیز طلب کرتا تھا۔ بے منت
غیرے پا جاتا۔ کرن کسی کا کوئی سوال رد نہ کرتا تھا۔ اسی حالت میں ایک روز راجہ اندر
برہمن کے بھیس میں تشریف لائے اور عرض کی۔

اے دریا دل اے کلپ برکش۔ ایک سوال ہے پورا کر دیں +

کرن۔ بے تکلف کہیئے! کس چیز کی ہوس ہے۔ آپ ایسا تیجوان برہمن میں نے آج
ہی دیکھا۔ سونے کا مالا۔ واہ کیا لطف دے رہا ہے۔ کہیئے کوئی علاقہ دوں خزانہ
نذر کروں۔ کیا خدمت آپ چاہتے ہیں۔

اندر۔ اور کچھ نہیں۔ آپ کے کنڈل اور کوچ کی ضرورت ہے +

کرن۔ مجھے دینے میں کچھ عذر نہیں۔ مگر سمجھ لیجئے۔ کہ یہ میرے جزو بدن ہو رہے
ہیں جب تک بدن کا گوشت کاٹا جاویگا۔ تب تک ان کا دینا ممکن نہیں۔ اگر آپ
معاف رکھ سکیں۔ تو خیر ورنہ مجبوری۔ اس کے عوض اور تمام دنیا کی چیزوں میں سے
جو چیز مطلوب ہو۔ ابھی حاضر ہو جائے۔ مگر یہ تو فرمایئے۔ آپ کا نام کیا ہے؟

راجہ اندر دل میں سٹپٹائے۔ مگر گنگا جی کے سامنے ایسے دانی شخص سے جھوٹ
بولنا خلاف تھا۔ اس لیئے بتایا کہ:۔

میں اندر ہوں +

کرن- آج آپ سوال کرنے تشریف لائے۔ یہاں نا معلوم کب سے آپ کے آنے کی خبر تھی +

راجہ اندر- مجھے بھی معلوم ہے۔ کہ تم سے سورج دیوتا کیا کہہ گئے ہیں +

کرن- مہاراج! آپ کو میری ڈنڈوت ہے۔ آپ دیوتاؤں کے سرتاج ہیں۔ دنیا کی پرورش وحفاظت آپ ہی کی ذات پر منحصر ہے۔ آپ کے قدم بڑے خوش نصیبی سے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ کون خواہش ہے۔ جو آپ کی توجہ سے پوری نہیں ہوتی اس لیے میں بھی سوال کرتا ہوں۔ کہ

آپ اپنی شکتی مجھے مرحمت فرمائیں +

راجہ اندر- اچھا منظور۔ مگر جس وقت شکتی سے ایک دشمن مرا اسیوقت پھر تم خالی ہاتھ ہو جاؤ گے شکتی میرے پاس پہنچ گی۔ یہ بھی خیال رہے۔ کہ ارجن پر شکتی نہ چلے۔ پورن برہم بھگوان کرشن چندر ارجن کے دست وبازو ہیں۔ میدان جنگ میں اسکی محافظت کریں گے۔ ان کے خلاف اس شکتی کا استعمال ناجائز ہے۔ لو میں شکتی دیتا ہوں۔ تم کوچ اور کنڈل حوالے کرو +

کرن- خیر آپ کیا یاد کیا کریں گے۔ لیجیے کوچ اور کنڈل۔ یہ کہکر اس نے اپنے گوشت کنڈل اور کوچ اتروانا شروع کیا۔ گوشت کٹ رہا تھا۔ مگر کرن کے تیور وہی تھے۔ بلکہ اور مسکراہٹ آئی تھی۔ وہ کہتا تھا۔ کہ

بلا سے کوچ اور کنڈل چلا گیا۔ موت کی کچھ پرواہ نہیں۔ دنیا یہ تو سمجھ گئی۔ کہ کرن کس دل کا آدمی تھا۔ اور دانی کیسے ہوتے ہیں +

کوچ کنڈل گوشت سے جدا کئے جا رہے تھے۔ بدن کیطرف دیکھا نہ جاتا تھا کرن بولا۔

"اندرجی مہاراج۔ اتنی مہربانی کیجیے گا۔ کہ بدن بگڑنے نہ پائے +

اندر- نہیں اطمینان رکھو۔ خوبصورتی بدستور قایم رہے گی +

انسان کرن کی دریا دلی دیکھ کر دنگ تھے۔ دیوتاؤں کو حیرت تھی۔ ہر طرف سے پھول برستے تھے۔ راجہ اندر خون میں شرابور کنڈل اور کوچ لیکر چلتے ہوئے آگ کیطرح لال شکتی لیکر کرن اپنی قسمت کو سراہتا گھر آیا۔ چلو ان کی بدولت یہ تو نام ہوا۔ کہ راجہ اندر کرن کے دروازے پر بھیک مانگنے آئے +

ادھیائے ۱۲۲

ایک برہمن کی فریاد۔ پانڈوؤں کی رفع شکایت کیلئے روانگی ناکامیابی بھوک پیاس کی تکلیف۔ نکل سہدیو بھیم سین ارجن کی وفات۔ راجہ جدھشٹر کے سوال وجواب سب کی دوبارہ زندگی کی اُمید

پانڈوؤں کی صحرانوردی کا زمانہ گزر گیا۔ اب ایک سال پوشیدہ رہنے کا وقت شروع ہوا۔ یہ ابھی دویت بن ہی میں تھے۔ کہ اگن ہوتری برہمن نے فریاد کی۔ کہ میری ارنی لکڑی درخت پر رکھی ہوئی تھی۔ ہرن بدن کھجانے آیا لکڑی سینگ میں اٹکی۔ ہرن بھاگا۔ تو لکڑی سمیت غائب۔ اب میں اگن ہوتر کیونکر کروں۔ جس لکڑی سے آگ نکلتی تھی۔ وہی ندارد۔ آپ سب دھرماتما ہیں۔ برہمنوں کا کوئی کام اٹکنے نہیں دیتے۔ مہربانی کیجئے۔ لکڑی ڈھونڈھ لا دیجئے +

پانچوں پانڈو اسی وقت دوڑ پڑے۔ ادھر ڈھونڈا ادھر تلاش کیا۔ سارا جنگل چھان مارا۔ کونا کونا دیکھا۔ نہ کہیں ہرن ملا نہ لکڑی۔ چلتے چلتے پاؤں تھک گئے۔ دوڑتے دوڑتے دم پھول گیا۔ ایسی تھکائی ہوئی۔ آخر ایک درخت کے نیچے ستانے لگے۔ ادھر پاؤں بھر ہوئے تھے۔ سانس اچھی طرح نہ سماتی تھی۔ ادھر بھوک کا زور پیاس کا جھٹکا ہوش وحواس باختہ تھے نکل کو اپنی حالت پر غصہ آیا راجہ جدھشٹر سے بولا کہ ہمارے خاندان کا ہمیشہ دھرم میں نام رہا کبھی کسی نے نہ ہمت ہاری۔ نہ کسی پر الکساہٹ کا سایہ بھی پڑا۔ جو دھرم کا کام پیش ہوا۔ اُسے کر ہی کے چھوڑا۔ اہل غرض کی حاجت روائی ہماری نظر کے اشارے میں ہوتی رہی۔ آج یہ کیا الٹنوائی ہے +

کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ فکر کھائے جاتی ہے۔

راجہ جدھشٹر۔ بھائی مصیبت بڑی بُری چیز ہے۔ اس میں نہ اپنا کیا کچھ ہوتا ہے۔ نہ کسی کے بنائے بنتی ہے۔ دھرم میں مصیبت کے سوا راحت کہاں۔ عذاب و ثواب کی سزا جزا بھی دھرم ہی تو دیتا ہے۔ پس ہر حالت میں شکر کرنا چاہیئے +

بھیم سین۔ ہائے فکر۔ تو نے کہیں کا نہ رکھا۔ اگر میں دوشاسن کا ٹیٹوا اسی وقت دبا دیتا جب کمبخت دروپدی کو گھسیٹ رہا تھا۔ تو آج کاہے کو فکر جان لیتی +

ارجن۔ بھیم سین جی آپ سچ فرماتے ہیں۔ آہ مجھ سے بھی بڑی بھاری غلطی ہوئی جب سوت کرن او کھیاں سنا تا تھا۔ لام و کاف بکتا تھا۔ اس وقت طرح دے کر میں نے خود ہی فکر مول لی تھی۔ اگر ذرا بھویں ٹیڑھی ہو جاتیں۔ تو آج کوفت سے سامنا نہ ہوتا +

سہدیو میں بھی ایسی باتوں کو روتا رہتا تھا۔ بھائی صاحب کو شکنی جوئے میں جیتے اور میں دیکھا کروں۔ افسوس نہ جانے۔ اس وقت کیا جادو ہو گیا۔ کہ تلوار نہ اٹھ سکی۔ اگر چوسر خون سے رنگ گئی ہوتی۔ تو کیوں یہ دن دیکھنا نصیب ہوتا +

راجہ جدھشٹر۔ جو ہو گیا۔ اب اس کا ذکر کیا۔ گذشتہ را صلوٰۃ۔ اس وقت ہم سب بھوک پیاس سے بیچین ہیں۔ تدبیر وہ ہونی چاہیئے۔ کہ ذرا حلق تر ہو جائے۔ جان میں جان آئے۔ نکل سے) بھائی ذرا درخت پر چڑھ کر دیکھو کہیں پانی نظر آتا ہے؟

نکل درخت پر چڑھا۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا۔

پانی تو نہیں دکھائی دیتا۔ مگر ہاں وہ سامنے ہزار ہا جانور کلیلیں کرتے معلوم ہوتے ہیں۔ جانوروں کا یوں ایک جگہ ہجوم بے وجہ نہیں ضرور کوئی پانی کا چشمہ ہے۔

راجہ جدھشٹر۔ تو پیارے ذرا تکلیف کرو۔ برتن تو ہے ہی نہیں۔ ترکشوں ہی میں پانی لے آؤ۔ پیاس کے مارے زبان میں کانٹے پڑ رہے ہیں +

نکل گیا۔ دیکھا۔ کہ ایک تالاب موجیں مار رہا ہے۔ پانی صاف و شفاف پیاس سے لب خشک ہو رہے تھے۔ سوچا کہ پہلے زبان تر کر لوں۔ پھر ترکش بھر لیا۔ جوں ہی پانی پینے کا ارادہ کیا۔ ایک آواز کان میں آئی +

فسارُکے رہیئے۔ پہلے میرے سوال کا جواب دیدو پھر پانی کیطرف رُخ کرنا۔

نکل نے آواز کی کچھ پروا نہ کی۔ اور مُنہ سے پانی لگا لیا۔ پانی لگتے ہی زہر کا کام کرگیا۔ وہ بیہوشی غالب ہوئی۔ کہ نبضیں بھی چھوٹ گئیں۔

راجہ نے تھوڑی دیر انتظار کیا۔ مگر نکل کا پتہ نہ ارد۔ سہدیو کو بھیجا۔ کہ نکل کو ڈھونڈے اور پانی لے آئے۔

سہدیو گیا۔ تو وہی صورت پیش آئی۔ آواز نے سوال کا کرٹکا سنایا۔ سہدیو نے ہٹ سے پانی پی لیا۔ اور وہیں کا وہیں لوٹ گیا۔

راجہ جدھشٹر کو اور حیرانی ہوئی۔ کہ معاملہ کیا ہے۔ ارجن سے بولے:-
کہ جاؤ نکل اور سہدیو کی خبر لاؤ۔ پانی لے۔ تو ترکش میں بھرتے آنا۔

ارجن پہنچا۔ دونو بھائی مردہ ملے۔ قاتل کی تلاش میں سرگرداں ہوا۔ مگر بیسود اتنے میں وہی آواز سنائی دی۔ اس نے گانڈیو دھنش تانا۔ آواز پر تیر کی بوچھار کرنا شروع کردی۔ اُسکے تیر آگے پیچھے نشانے پر چل رہے تھے۔ کہ پھر کانوں میں یہ صدا گونجی۔
تیروں کے فضول پھینکنے سے حاصل۔ سوالوں کا جواب دو۔ تب پانی پیئو۔

ارجن۔ یہ کون بک بک کر رہی ہے۔ مرد ہو تو سامنے آجائے۔ عورتوں کیطرح گھونگٹ میں منہ چھپانا۔ مردوں کا کام نہیں۔ میں پانی پیتا ہوں۔ دیکھوں کون روکتا ہے۔

آواز۔ پانی پیا اور مزہ چکھا۔ کہدیا کہ سوال کا جواب دیدو۔

ارجن۔ پانی پینے والے کی ایسی تیسی۔ نہیں جواب دیتے۔ کسی کا اجارہ ہے۔

یہ کہکر ارجن نے چلو لگایا۔ تو ہوش ندارد۔ ایک چکر آتے ہی بھائیوں کے ڈھیر ہو گیا۔ ہیکڑی کی خاک نہ چلی۔

جب ارجن بھی وہاں رہ گیا۔ تب تو جدھشٹر کے اوبھی حواس باختہ ہوئے۔ بھیم سین سے کہا۔ کچھ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ ارجن بھی غائب ہو گیا۔ ذرا جاؤ دیکھو تو۔

ہر چہ کہ در کان نمک رفت نمک شد

کا سا معاملہ کیا؟

بھیم سین تنتا اکڑتا چلا۔ پہنچا تو تینوں بھائی خاک پر بے جان پائے۔ تن بدن میں آگ لگ گئی۔ بولا۔ کہ سارا فساد گندھربوں کا ہے۔ اچھا ہو۔ پانی پی لوں۔ تو تم مر

نکالوں۔ اتنے ہی میں آواز نے چونکایا۔ صدا آئی۔ سوال حل کرو تب پانی پیو۔

بھیم سین گرجا۔ کہ

ڈال اپنے سوال کو چولھے بھاڑ میں۔ میرے تین بھائی مارے۔ پانی پیکر گدی سے زبان کھینچ لونگا۔ تو سوال کا جواب معلوم ہو جائے گا۔

بھیم سین کو طاقت کا گھمنڈ تھا۔ ترکش بھر کر پانی پیا۔ مگر اچھی طرح ڈکار بھی نہ آئی۔ کہ چاروں شانے چت۔ نہ نبض میں حرکت نہ جسم میں سانس۔

اب راجہ جدھشٹر خود اُٹھے لمبے ڈگ رکھتے ہوئے پہنچے۔ دیکھا تو چاروں بھائی مردہ۔ رو پڑے۔ منہ پیٹ لیا۔ سر دے مارا۔ چھاتی پیٹ پیٹ کر چیخنے لگے۔

کہ:۔

ہائے اب میں کیا کروں۔ کہاں ڈوب مروں۔ زہر کھالوں یا ہیرا چبالوں۔ جن بھائیوں کی ذات پر بھروسہ تھا۔ افسوس وہ ساتھ چھوڑ گئے ہیں۔ دروپدی کو کیا منہ دکھاؤں۔ ماتا کنتی کو کیسے صبر آئیگا۔ آہ دنیا میں کوئی سچا نہیں۔ رشی منی بھی سب جھوٹے نکلے۔ دیوتاؤں کے وہ بردان کیا ہو گئے۔ رشیوں منیوں کے وہ بچن کہاں ہیں۔ واہ ارجن اور بھیم دشمنوں کا خون بہائیں گے۔ جدھشٹر اکھنڈ راج کرے گا۔ افسوس ذرا سی دیر میں مدتوں کی امیدیں خاک میں مل گئیں۔ آرزوؤں کا ایک دم سے خون ہو گیا۔ جن بھائیوں سے دیوتاؤں کی کور دبتی تھی۔ جکش اور گندھرب لوہا مانتے تھے ان کا مارنے والا کون پیدا ہو گیا۔ ترلوک میں کس کے پاس وہ ہتھیار ہے۔ جو ارجن کو خاک پر سلا سکے اندر کا بجر بھیم سین کے بدن پر چھو جائے۔ تو چور چور ہو جائے۔ کیا بات ہے۔ کہ میرے بھائی دم کی دم میں چٹ پٹ ہو گئے۔ ان کے سوا کسی دوسرے کی لاش بھی نہیں دکھائی دیتی۔ کوئی دشمن ٹھہرا ہوا نظر نہیں آتا۔ حیرت ہے کہ گانڈیو دھنش کے ہوتے ارجن ایسا نہ ہوتا تھا۔ کہ زمین پر لاشیں بچھائے بغیر آپ خود سو جاتا۔ میں تو جانتا ہوں۔ کہ ضرور کچھ جادو ہوا ہے۔ بھائی مرے نہیں۔ کوئی مایا رچی گئی ہے۔ لاؤ ذرا حواس ٹھیک کر کے نبضیں تو دیکھیں۔

راجہ جدھشٹر ادھر تو پیاس سے بیدم ہو رہے تھے۔ اُدھر گریہ و زاری نے گلا خشک کر دیا۔ انھوں نے ارادہ کیا۔ کہ لاؤ منہ پر دو چار چھینٹے ڈال کر دو گھونٹ

پانی پی لو۔ اوسان ٹھیک ہوں گے۔ چنانچہ جوہیں پانی کی طرف چلو بڑھایا۔ آواز آئی۔

چار زک اُٹھا چکے ہیں۔ اب تم خبردار سوال کا جواب دے کر پانی کی طرف رُخ کرنا نہیں تو یہی گت تمہاری بھی ہوگی۔

راجہ جدھشٹر۔ بھائی یہ کس نے آواز دی۔ کیا نام ہے ؟

آواز۔ میں بگلا ہوں شیل نام ہے۔ جو میرے سوال کا جواب نہیں دیتا وہ موت کے گھاٹ اُترتا ہے۔

راجہ جدھشٹر۔ میرے بھائی ایسے طاقتور کہ سمیر اور کیلاش کو ٹھکرا دیں۔ بندھیاچل اور ہمالیہ کو ہلا دیں۔ انکو بگلا کیا مار سکتا ہے جھوٹ نہ بولو سچ سچ کہو۔

آواز۔ سچ سچ پوچھتے ہو۔ تو کہوں کیا آنکھیں کھول کر دیکھو۔ میں جکش ہوں۔ تمہارے بھائیوں کو میں نے ہی مارا ہے۔

کان میں آواز آتے ہی پلک جھپکانے کی دیر ہوئی تھی۔ کہ سامنے ایک کالا کالا تاڑ سا آدمی دکھائی دیا۔ راجہ جدھشٹر بولے کہ

جکش ہو یا اور کوئی تمہاری حرکتیں انسانیت کے خلاف ہیں۔ تالاب کا پانی پینے ہی کے واسطے ہے۔ پھر پیاسوں کو پانی پینے نہ دینا تو در کنار۔ غریبوں کو مار ڈالنا۔ یہ کس نے سکھایا ہے۔ دھرماتما لوگ تو کنواں کھدواتے۔ باؤلی بناتے۔ تالاب تعمیر کراتے ہیں۔ کہ ایشور کے بندوں کو آرام پہنچے۔ تو اُلٹے پاپ بٹورتے ہو۔ وہ خیر جو ہو گیا اب اس کا ذکر کیا۔ مہربانی سے بتاؤ۔ کہ سوال کیا ہے ؟

جکش۔ سورج کا پورب میں روشن کرنے والا کون ہے۔ ۲۔ اس کے ہمراہیوں کو کیا کہتے ہیں۔ ۳۔ اس کو غروب کرنے کی طاقت کس میں ہے۔ ۴۔ اس کا قرار کس پر ہے ؟

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔ برہم۔ ۲۔ دیوتا۔ ۳۔ دھرم۔ ۴۔ ست۔

جکش۔ انسان کو ہمہ صفت موصوف اور واجب التعظیم بنانے والے کون ہے۔ ۲۔ خواہ نخواہ کرنے والی چیز کیا ہے۔ ۳۔ انسان کو عقلمند کون بناتا ہے ؟

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔ وید کی تعلیم اور تپشیا۔ ۲۔ صبر۔ ۳۔ بزرگوں کی خدمت گزاری۔

جکش۔ ۱۔ برہمنوں کا دیو بھاؤ۔ ۲۔ اُن کے ست پُرشوں کا سادھرم۔ ۳۔ ان کا نش بھاؤ۔ اور ۴۔ اَست پُرشوں کا طریق کیا ہے*

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔ وید پاٹھ۔ ۲۔ تپشیا۔ ۳۔ موت۔ ۴۔ برہمنوں کی بدروشی*

جکش۔ چھتریوں کی نسبت مندرجہ بالا سوال کیا جائے۔ تو کیا جواب رکھتے ہیں؟

راجہ جدھشٹر۔ چھتریوں کا دیو بھاؤ استر شستر رہا ہے۔ ست پُرشوں کا دھرم جگیہ۔ نش بھاؤ خوف وہراس۔ اَست پُرشوں کا طریق دادرسی سے گریز*

جکش۔ ۱۔ سام وید۔ ۲۔ یجروید کے جگ سمبندھی منتر بتائیے۔ ۳۔ جگیہ کو ماننے والی رچا کون ہے جسے جگیہ قبول کرنے پر مجبور رہے*

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔ پران۔ ۲۔ من۔ ۳۔ مکھیہ رچا*

جکش۔ ۱۔ کس میں اچھی طرح آسودہ کرنے کی پوری قدرت ہے۔ ۲۔ بوتروں کو دان میں کون چیزیں زیادہ ثواب کی ہیں۔ ۳۔ عزت کے خواہشمندوں کیلئے کون چیز رکھنا چاہیے ۴۔ خاندان کی ترقی خواہوں کو کیا چیز عزیز ہے؟

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔ برساتی پانی۔ ۲۔ کنوئیں باولی تالاب باغ۔ ۳۔ گائے۔ ۴۔ فرزند*

جکش۔ آسائش اور مال و دولت سے آسودہ اور معزز ہونے پر بھی کون شخص مردہ سے بدتر ہے*

راجہ جدھشٹر۔ صرف اپنا شکم پرور*

جکش۔ ۱۔ زمین سے وزنی۔ ۲۔ آکاش سے بلند۔ ۳۔ ہوا سے زیادہ تیز رفتار ۴۔ گھاس سے زیادہ پیدا ہونے والی چیزیں۔ کون کون ہیں؟

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔ ماں کا درجہ۔ ۲۔ باپ کا مرتبہ۔ ۳۔ دل۔ ۴۔ فکر

جکش۔ سونے میں کس کی پلک نہیں جھپکتی۔ ۲۔ پیدائش کے بعد کسی میں قوت رفتار نہیں ہوتی۔ ۳۔ بغیر دل کے کون ہے۔ ۴۔ بڑھنے کی طاقت دفعتہً کس کو حاصل ہے؟

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔مچھلی۔ ۲۔انڈا۔ ۳۔پتھر۔ ۴۔دریا۔
جکش۔ پردیسی کا رفیق۔ ۲۔گرہستی کا دوست۔ ۳۔روگی کا شفیق۔ ۴۔قریب المرگ کا ہمدرد کون ہے؟
راجہ جدھشٹر۔ ۱۔سلوک۔ ۲۔عورت۔ ۳۔حکیم۔ ۴۔دان۔
جکش۔ کون چیز سب میں موجود ہے۔ ۲۔سناتن دھرم سے کیا حاصل ہوتا ہے۔ ۳۔ دنیا کیا چیز ہے۔ ۴۔ امرت کون ہے؟
راجہ جدھشٹر۔ ۱۔آگ۔ ۲۔مکت۔ ۳۔ہوا۔ ۴۔گائے کا دودھ۔
جکش۔ ۱۔اکیلا پھرنیوالا کون ہے۔ ۲۔بار بار کون ظاہر اور غائب ہوتا ہے۔ ۳۔سردی کا کیا علاج ہے۔ ۴۔دولت رکھنے کا سب سے بڑا کیسر کون ہے؟
راجہ جدھشٹر۔ ۱۔سورج۔ ۲۔چاند۔ ۳۔آگ۔ ۴۔زمین۔
جکش۔ ۱۔آتما۔ ۲۔دیوتا کا پیدا کیا ہوا۔ دوست بتاؤ۔ ۳۔غذا کون دیتا ہے۔ ۴۔ آخر میں عیش و آرام کس سے ملتے ہیں؟
راجہ جدھشٹر۔ ۱۔فرزند۔ ۲۔عورت۔ ۳۔اندر۔ ۴۔دان۔
جکش۔ روپیہ خیرات کرنے والوں میں کس چیز کی ضرورت ہے۔ ۲۔دولت کون اچھی ہے۔ ۳۔کون چیز سب سے بہتر۔ ۴۔سکھ کون عمدہ؟
راجہ جدھشٹر۔ ۱۔عقلمندی۔ ۲۔علم۔ ۳۔تندرستی۔ ۴۔قناعت۔
جکش۔ ۱۔انسان کیونکر عزیز دنیا دار بنتا ہے۔ دولت مند ہو جاتا ہے۔ ۳۔بیفکری کیونکر حاصل رہتی ہے۔ ۴۔سکھ کیونکر ملتا ہے۔
راجہ جدھشٹر۔ ۱۔غرور چھوڑنے سے۔ ۲۔خواہشات ترک کرنے سے۔ ۳۔غصہ مارنے۔ ۴۔لالچ اور محبت دور کرنے سے۔
جکش۔ ۱۔برہمنوں کو کس غرض سے۔ ۲۔نٹوں تچھیوں کو کس واسطے۔ ۳۔بھائیوں کو کس مدعا سے۔ ۴۔راجاؤں کو کس لئے۔ دولت دی جاتی ہے؟
راجہ جدھشٹر۔ ۱۔دھرم کے لئے۔ ۲۔ناموری کے واسطے۔ ۳۔پرورش کی نیت سے۔ ۴۔خوف سے۔
جکش۔ دنیا وی تاریکی کا کون باعث ہے۔ ۲۔دوستوں سے کون تفرقہ ڈلواتا

۷۔ ۴۔ نجات سے کون محروم رکھتا ہے ؟

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔ جہالت۔ ۲۔ لالچ۔ ۳۔ خراب اعمال ۔

جکش۔ ۱۔ انسان اور ۲۔ ملک۔ ۳۔ اعتقاد۔ اور ۴۔ جگیہ کس کس چیز کی عدم موجودگی سے جسم بے جان کی مثال ہیں۔ ؟

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔ دولت۔ ۲۔ راجہ یا بادشاہ۔ ۳۔ عالم و فاضل برہمن۔ ۴۔ دکشنا۔

جکش۔ وہ دشمن کون ہے۔ جسے تکلیف سے سر کرتے ہیں۔ ۲۔ وہ مرض کون ہے۔ جو دور نہیں ہوتا۔ سادھو کون ہے ۔

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔ غصہ۔ ۲۔ لالچ۔ ۳۔ ہمدرد خلائق ۔

جکش۔ سب سے خراب نرک کس کے لئے ہے ؟

راجہ جدھشٹر۔ برہمن کو بلا کر پھر سو کھا ٹرکا دینے والے اور دھرم شاستر دیوتا برہمن پتر کے مکان میں جھوٹ بولنے والے کو ۔

جکش۔ گرو سیوا اسے بید پاٹھ اور بید کے معنے مطلب جاننے سے برہمن ہوتا ہے۔ یا کسی اور وصف سے ۔

راجہ جدھشٹر۔ بد اعمال۔ پابند نفس ہو۔ اگن ہوتر نہ کرتا ہو۔ تو بید پاٹھی برہمن نہیں ۔

جکش۔ ۱۔ شیریں زبانی۔ ۲۔ دور اندیشی۔ ۳۔ دوستوں کی کثرت۔ ۴۔ دھرم کی محبت سے کیا حاصل ہوتا ہے۔

راجہ جدھشٹر۔ ہر دلعزیزی۔ ۲۔ کامیابی مقاصد۔ ۳۔ امن و آسائش۔ ۴۔ نجات ۔

جکش۔ ۱۔ دنیا میں آرام سے کون ہے۔ ۲۔ حیرت انگیز کیا بات ہے۔ اور ۳۔ سیدھا راستہ کون ہے ؟

راجہ جدھشٹر۔ ۱۔ جو ہفتے میں ایک بار بھی ساگ پات کھا کر بسر کرتا ہے۔ اور کسی کا مقروض نہیں۔ ۲۔ اوروں کو مرتے دیکھ کر بھی اپنے کو زندہ جاوید سمجھتا۔ جس راستے میں بزرگ چلتے آئیں ۔

جکش۔ تمہارے سب جواب ٹھیک تھے۔ تمہاری عقلمندی سے بہت خوش ہوا۔

اچھا اب ذرا بتاؤ تم کس بھائی کی زندگی چاہتے ہو ؟

راجہ جدھشٹر۔ نکل کی۔

جکش۔ حقیقی بھائیوں کو چھوڑ کر سوتیلے بھائیوں کی زندگی چاہنا۔ اس سے تمہارا فایدہ۔ بھیم سین تمہارا جان وجگر۔ دس ہزار ہاتھیوں کو ایک ساتھ لڑا دے۔ ارجن وہ سورما جس سب کو دیوتاؤں کی سی طاقتیں حاصل۔ ان کے جلانے کو کہتے۔ تب کچھ بات بھی تھی۔ راج پاٹ بھی ملتا۔ دریودھن وغیرہ بھی ہلاک ہوتے۔ نکل تمہیں کیا دے گا ؛

راجہ جدھشٹر۔ میں دھرم کو مقدم سمجھتا ہوں۔ جو دھرم کا پلہ پکڑتے ہیں۔ دھرم ان کی حفاظت کا بیڑا اٹھائے رہتا ہے۔ جہاں دھرم کا ساتھ چھوٹا دھرم ہی گلے پر چھری پھیر دیتا ہے۔ میں دوئی کا خیال نہیں رکھتا۔ میں ماتا کنتی اور ماتا مادری جی میں ذرا فرق نہیں سمجھتا۔ دونو میرے پتا کی دھرم پتنی ہیں۔ دونوں مجھے یکساں نظر آتی ہیں۔ اسی رشتے سے میں نکل کو بھی ویسا ہی سمجھتا ہوں۔ جیسا بھیم سین اور ارجن کو اب رہی نکل کو زندہ کرنے کی خصوصیت۔ وہ اس سبب سے ہے۔ کہ ماتا کنتی مجھ کو دیکھ کر صبر کرے۔ تو ماتا مادری نکل کو دیکھ کر ؛

جکش۔ اُف اوہ۔ آپ کو ایسا دھرم کا پاس۔ اتنی بے غرضی۔ آفرین آپ کے دھرم نے میرے ہوش اڑا دیئے۔ ٹھیریئے میں نکل گیا۔ آپ کے سب بھائیوں کو اُٹھا کر بٹھائے دیتا ہوں ؛

ادھیائے ۱۲۳

بھیم سین اور ارجن کی دوبارہ زندگی۔ دھرم راج جی کے درشن راجہ جدھشٹر سے خوشنودی بردان ؛

جگش کے ذرا سے اشارے میں بھیم سین وغیرہ نے آنکھیں کھول دیں! اور
اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ راجہ جدھشٹر کی خوشی کی حد نہ تھی جگش کا شکریہ ادا کر کے
دست بستہ عرض کی۔ کہ

مہاراج! آپ جگش نہیں۔ یا تو کوئی بسو ہیں۔ یا رُدر ورنہ ہمارے پتا دھرم راج
جی ہونے میں شک نہیں۔ میرے بہادر اور زبردست بھائیوں کو اس طرح مارنے
والا دنیا کے پردے پر پیدا ہی نہیں ہوا۔ ایک ایک لاکھ لاکھ پر بھاری ہے۔
سچ بتائیے آپ کا کیا نام ہے؟

جگش۔ پیارے جدھشٹر! تم نے خوب پہچانا۔ واقعی میں دھرم راج ہوں بہت
دنوں سے دیکھا نہ تھا۔ آج جی چاہا۔ اسی بہانے سے دیکھ لیا میں تمہارے دھرم
کرم سے اتنا خوش ہوا ہوں۔ کہ حد وحساب نہیں۔ تم نے دنیا بھر میں اپنا جس پھیلا
رکھا ہے۔ ست پر ہر وقت قایم رہتے ہو۔ نفس کو خوب زیر کر رکھا ہے۔ قلب
کی صفائی اور نفس کی پاکیزگی میں تمہارا نظیر نہیں۔ کبھی مزاج اور خیالات
میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔ دل آزاری سے نفرت رحم دلی سے رغبت جو باتیں
ہیں۔ سب برہم وِدیا کے موافق۔ بچپن کی بھوک پیاس۔ جوانی کے رنج
اور محبت بڑھاپے کی ناتوانی۔ اور موت پر تم ور ہو گئے۔ ہاں یہ کہو
مجھ سے کیا مانگتے ہو؟

راجہ جدھشٹر۔ برہمن رشی کی ارنی لکڑی۔

دھرم راج۔ لکڑی تو میں ہی ہرن بن کر اڑا لے گیا تھا۔ اس کا مانگنا کیا۔ اور کچھ
مانگو +

راجہ جدھشٹر۔ بارہ برس آپ کے اقبال سے کٹ گئے۔ اب تیرہویں برس
سے سامنا ہے۔ اس میں اگر دشمنوں نے ہمیں پہچان لیا۔ تو بس زندگی بھر تک
جنگلوں کی ٹھوکریں۔ نصیب رہیں گی۔ اس سے ایسی تدبیر بتائیے۔ کہ کوئی
پہچان نہ سکے +

دھرم راج۔ میں بردان دیتا ہوں۔ کہ اور بھیس کیا۔ اگر اسی صورت سے رہو
تب بھی کوئی پہچان نہ سکے گا۔ مگر بہتر ہے۔ کہ نام بدل کر ہیراٹ میں چلے جاؤ۔

راجہ کے پاس رہو۔ سال بھر جس طرح بنے کا ٹو۔ دشمنوں کو خبر بھی نہ ہوگی۔ کہ کہاں ہو۔ پہچاننا کیا معنے۔ ادھر سال گذرا۔ ادھر تم ہو گئے۔ اور راج سنگاسن سب دشمن ایک دم خاک میں ملجائیں گے۔ تم دھرم کی آزمائش میں پورے اترے ذرا لغزش نہیں ہوئی۔ اس لئے میں دعا دیتا ہوں۔ کہ تمہیں آج تک جو تکلیف ہوئی۔ وہ جلد دور ہو۔ راج ملے۔ ہمیشہ آنند کرو۔ دھرم راج نے یہ کہہ کر ارنی لکڑی راجہ جدھشٹر کے حوالہ کی۔ اور راجہ جدھشٹر کو آشیرباد دیتے ہوئے نظر سے غائب ہو گئے +

مہابھارت

حصّہ چہارم

براٹ پرب

ادھیائے ۱

تیرھویں سال کا آغاز۔ پانڈوؤں کو روپوشی کی ضرورت براٹ نگر جانے کی تجویز۔ خدمات کی باہمی تقسیم

راجہ جنمیجے راج سنگھاسن پر رونق افروز ہیں۔ سامنے جواہر نگار چوکی پر ویشم پائن جی کا جلوہ ہے۔ رشی جی مہاراج کی زبان فیض ترجمان سے پھول جھڑ رہے ہیں۔ براٹ پرب کا یوں آغاز ہوتا ہے۔

پانڈوؤں کی صحرا نوردی کا زمانہ خیریت سے گزرا۔ بارہ برس کی سرگذشت ختم ہوگئی۔ اب تیرھواں برس شروع ہوا۔ یہ سال نہایت سخت تھا۔ راجہ جدھشٹر وغیرہ کو ۳۶۵ دن میں پوشیدہ رہنے کی ضرورت تھی۔ کہ دریودھن تلاش میں جدھشٹر

رہے اگر اُن ایام میں پتہ لگ جاتا تو پھر غریبوں کا ٹھکانا نہ تھا۔ بارہ برس کی پھر جلاوطنی نصیب ہوتی۔ جسدن بارھواں برس ختم ہوا۔ انہوں نے باہم مشورہ کیا کہ اب کیا کیا جائے۔ کہاں جائیں کہاں چھپیں۔ کیونکر دریودھن سے جان بچائیں دشمن زمین کھودکر ڈھونڈ نکالیں گے۔ زمین وآسمان ایک کئے بغیر نہ رہینگے۔ نہ معلوم کتنے مخبر اور گوئیندے چھوٹ بھی چکے ہونگے۔ اسلئے اب پوشیدگی کا معقول انتظام ہونا چاہئے۔ راجہ جدھشٹر کو فکرمند دیکھ کر ارجن نے عرض کی۔

مہاراج فکر سے کچھ حاصل نہیں۔ چارۂ کار سوچنے کی ضرورت ہے۔ آپ ہر طرح مطمئن رہیں۔ ایشور سب پیشبندیاں کرچکا ہے میں دھرم راج جی سے بردان حاصل کرچکا ہوں کہ تیرہویں برس ہم لوگوں کو کوئی شناخت نہیں کرسکیگا۔ اب رہی روپوشی کی جگہ۔ اسکے لئے میری رائے ناقص میں پانچال (پنجاب) چندیری متس۔ سورسین (متھرا)۔ پٹ چر۔ وشارن۔ لوراشٹ۔ تل۔ شالو۔ یوگند ہے۔ کنت راشٹ سوراشٹ اونتی عرف اُجین میں سے کوئی مقام تجویز کرلینا چاہیے کرودیش سے اطراف وجوانب کے تمام شہر آباد ومعمور ہیں۔ کسی چیز کی کمی نہیں +

راجہ جدھشٹر۔ دھرم راج کے بردان سے نہایت اطمینان ہوا۔ سچ پوچھو تو بڑی بھاری فکر دور ہوئی۔ اب رہی پوشیدگی کی جگہ۔ تو میری رائے میں متس دیش کے براٹ نگر سے بہتر دوسری جائے پناہ نہیں۔ وہاں کا راجہ ایک تو میرا دوست قدیمی ہے دوسرے گیانی وتپانی۔ دھرماتما اور پرتاپی۔ اس کی سلطنت میں کسی قسم کا کھٹکا نہ ہوگا مگر یہ سوچنا چاہئے کہ وہاں کس بھیس میں جائیں۔ اور بسر اوقات کی کیا سبیل کریں +

ارجن۔ مجھے اور بھائیوں کی طرف سے دلجمعی ہے۔ وہ جو کام چاہینگے کرلینگے اب فکر یہ ہے۔ کہ آپ نازک طبع۔ دھرم کے سروپ۔ ست بادی۔ تاجداران زمانہ کی آپکی قدمبوسی کو فخر سمجھتے ہیں۔ اس مصیبت کے زمانے میں کیونکر آپ سے کسی کی خدمت ہوسکے گی۔

راجہ جدھشٹر۔ مجھ سے تو واقعی کوئی کام نہ ہوسکے گا۔ ہاں کہو تو قمار بازی کے جوہر سے راجہ کو خوش کردوں۔ راجوں مہاراجوں کو جہاں شکار وغیرہ سے دلچسپی رہتی ہے۔ وہاں جوے میں بھی انکی تفریح طبع کا سامان کم نہیں۔ بس میں نے تو بسر اوقات

کے لئے یہ ذریعہ پسند کیا۔

سب بھائی اس تقریر پر ہنس پڑے اور بھیم سین مذاقیہ لہجے میں بولا۔
واقعی آپ کی قمار بازی کے کمالات کا کیا کہنا۔ آپ کا سا کامل الوقت دوسرا کون ہوگا۔ صرف ایک راجہ نل نے سلطنت ہار کر اُستادی کا ثبوت دیا تھا۔ اور کسی کا نام میں نے سُنا ہی نہیں۔

راجہ جدھشٹر۔ بھائی تم نہ بناؤ گے تو اور کون +

بھیم سین۔ میں آپ سے ہنسوں۔ بھلا گستاخی کی مجال بھی ہے میرا مطلب یہ تھا کہ آگ کا جلا آگ ہی سے اچھا ہوتا ہے قمار بازی نے یہ دن دکھایا۔ اسی سے اچھے دن دیکھنے نصیب ہوں گے۔

راجہ جدھشٹر۔ بہت اچھا سرکار۔ یہی سہی۔ اور جتنا جی چاہے۔ بیوقوف بنالو۔ مگر میں کیا کروں کہ اور کسی خدمت کا وقوف ہی نہیں۔ مجبوری سے جوئے ہی کی ہڑالوں گا مگر اب تم لوگ بتاؤ کیا کرو گے +

بھیم سین۔ میں تو رسوئیاں بناؤں گا۔ آپ جانتے ہیں کہ کھانا پکانے میں مجھے کیسی مہارت حاصل ہے +

ارجن۔ میں تو عورت بنونگا۔ ناچنا گانا اندر لوک میں سیکھ ہی آیا ہوں۔ سنگار کرنے کی کسر۔ زنانہ لباس اور زیور پہننے کی دیر ہے۔ سارے رنواس کو نہ اچھالوں راجہ پر موہنی نہ ڈالوں تو ارجن نام ہی نہیں +

راجہ جدھشٹر۔ کہاں گانڈیو دھنش۔ کہاں ہیجڑا پن +

ارجن۔ جی ہاں۔ سورگ کی اپسرا کا سراپ بھی تو پورا کرنا ہے +

راجہ جدھشٹر۔ اچھا نکل اور سہدیو تم اپنی اپنی کہو +

نکل۔ میں تو اصطبل کا انتظام ہاتھ میں لوں گا۔ گھوڑوں کی واقفیت مجھ سے زیادہ اور کس میں ہے +

سہدیو۔ گوشالہ میں گایوں کی پرورش و پرداخت میرے حوالے +

راجہ جدھشٹر۔ دروپدی جی۔ بھائیوں نے کام بانٹ لئے کہو تم کیا کرو گی +

دروپدی۔ میں رانیوں کو دور کی تصویر بنائے رہونگی وہ سنگار کروں کہ پھڑک

پھر دیکھ جائیں جس کی چوٹی کنگھی کر دوں۔ اُس پر خاوند ایسا فریفتہ رہے کہ دوسری عورت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھے۔ عورت کو اتنی فرصت ہی نہ ملے کہ پرائے مرد کا خیال بھی کر سکے +

راجہ جدھشٹر۔ خدمت تو بہت خوب سوچی۔ آفرین مگر دیکھو ایسی احتیاط رکھنا کہ کوئی شناخت نہ کر سکے۔ واقعی تمہاری تمیز داری سے راجہ براٹ کے رنواس میں اندر اپسرائیں نظر آنے لگیں گی۔ پتی برت دھرم سے رونق و عظمت ہی کچھ اور ہو جائے گی۔

ادھیائے ۲

ہمراہیوں کی راجہ جدھشٹر سے رخصت۔ دھوم رشی کی ہدایت

جب آپس میں مشورہ ٹھہر چکا۔ تب راجہ جدھشٹر جی نے ہمراہیوں کو یوں ہدایت فرمائی کہ

دھوم رشی سوت اور رسوئے برہمن کو لئے ہوئے راجہ دروپد کے یہاں قیام پذیر ہوں اندرسین وغیرہ خدمتگار رتھ لے کر دوارکا جی کی طرف کوچ کریں رانی دروپدی کی لونڈیاں باندیاں پانچال کی طرف چلی جائیں۔ سب کو ممانعت ہوئی کہ خبردار کوئی راز ظاہر نہ ہونے پائے کوئی ہم لوگوں کا حال دریافت کرے تو جواب یہی ہے کہ نہ معلوم کہاں غائب ہو گئے۔ کچھ پتہ نہیں۔ لاکھ ڈھونڈا ہزار سر پٹکا۔ کہیں نشان نہ پایا۔ مجبوراً ادھر کی راہ لی +

دھوم رشی۔ جُدائی کا سخت رنج ہے مگر مجبوری۔ جس جگہ بس نہ چلے ہائے وہاں کیا کیجیے۔ اب آپ کو خدمتگاروں کی طرح رہنا پڑے گا۔ افسوس صد افسوس۔ تقدیر سے بس نہیں +

تقدیر جو دکھائے وہ لاچار دیکھئے

مگر یاد رکھیے کہ بادشاہی سے خدمتگاری مشکل ہے۔ اس وقت جو میں کہتا ہوں۔ آپ گوش ہوش سے سُن کر گرہ باندھیں۔ یہ نصیحتیں کچھ

فائدہ دے رہینگی +

راجہ جدھشٹر - آپ ہمارے ہادی و رہنما ہیں - آپ کا فرمانا ہر حال میں ہم لوگوں کے لئے مفید ہوگا - ضرور کچھ ارشاد فرمائیں +

دھوم رشی - شاستروں کی ہدایت یہ ہے کہ جب کوئی شخص راجہ سے ملنے جائے اُس کا فرض ہے کہ پہلے حاضری کی خبر کرائے - جس وقت حاضری کا حکم ہو اُسوقت قدمبوسی حاصل کرے - راج دربار کی بات کبھی بھی کہیں ظاہر نہو - کبھی کسی کے سامنے زبان پر نہ لائے - راج دربار میں ایسی جگہ بیٹھنا لازم ہے جہاں کی نشست پر کوئی معترض نہ ہو سکے - جب تک راجہ کا خود اشارہ نہ ہو کسی امر میں مشورہ دینا یا رائے زنی کرنا کبھی مناسب نہیں بلکہ ہر حال میں خاموشی واجب ہے راجہ جن شخصوں یا رانیوں سے بھی ناراض ہوں اُن سے التفات کرنا عقلمندوں کا کام نہیں - ایسی باتوں میں زک رکھی ہوئی ہے راجاؤں کو جھوٹے وزیروں کو سزا دینے میں دریغ نہیں ہوتا - اپنے خاص عزیزوں کو بھی اپنے مزاج کے خلاف پاکر گوشمالی سے محروم نہیں رکھتے ہر شخص کا فرض ہے کہ راجہ کی نگاہ دیکھے قیافہ پہچانے رہے - کبھی مرضی کے خلاف کام نہ کرے - جس بات میں راجہ کی خوشی ہو اُسکو بڑی لیاقت اور بڑی دانشمندی سے نباہنے میں اہلکاروں کا فائدہ ہے ورنہ ضرور راجہ جس خدمت پر مقرر کردے اس کو خوشی کے ساتھ قبول کرے - انکار میں طرح طرح کے کھٹکے ہیں - راجہ کے سامنے تھوکنا - قہقہہ لگانا - ڈکار لینا وغیرہ بے ادبی میں داخل ہیں - اگر کوئی ہنسی کی بات ہو - تو ضبط کے ساتھ مسکرا دینے میں مضائقہ نہیں - جو مشیر سخت مزاج ہو - جس کی مشورت سے لوگوں کو سخت سزائیں ملتی رہتی ہیں اس کا کوئی دوست نہیں ہوگا - سب عداوت کرتے ہیں - اور اس کا راج میں رہنا اندیشے سے خالی نہیں ہوتا +

خواہ بہادر ہوں یا پہلوان - راستی شعار ہوں یا نفس کش یا اور ہمہ صفت موصوف سب اسیوقت مقرب بارگاہ ہوتے ہیں - جب راجہ کی ثنا و صفت میں تر زبان رہیں جس وقت طلبی ہو - انسان قدمبوسی حاصل کرے اور دست بستہ پوچھے کہ کیا ارشاد

سے حکم ملے تو بڑی خوشی سے تعمیل کرے کوئی عہدہ یا منصب پاکر ملازم کا فرض ہے کہ نیک نیتی سے کام کرے۔ نہ خود رشوت لے نہ کسی کو لینے دے۔ خود امانت میں خیانت نہ کرنے دے۔ اور دیکھتا رہے کہ کوئی اور تو کچھ خرد برد نہیں کرتا۔ خائن اور رشوت خور کو راجہ طرح نہیں دیتا۔ جو اس معاملہ میں درگزر کرے وہ بھی گیہوں کے ساتھ گھن کی طرح پستا ہے۔ عیال و اطفال کی محبت ترک کرکے آقا کی رفاقت و اطاعت لازم ہے۔ مالک کی خوشنودی پر مغرور نہ ہو۔ اختیار پر ناز نہ کرے۔ حُسنِ خدمات پر نہ اترائے۔ باقی آپ فہمیدہ سنجیدہ ہیں۔ آپکو ہدایت کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے ٭

راجہ جدھشٹر۔ آپ کی نصیحتوں کا شکریہ۔ آپنے وہ وہ ہدائتیں کیں۔ جو بِدرجی اور ماتا کنتی کی زبان سے بچپن ہی میں سُنی تھیں۔ آپ کے قدموں کی جدائی کا رنج آپ کی رفاقت کا شکر گزار ہونے نہیں دیتا۔ زبان میں طاقت نہیں۔ اب میں قدموں سے جدا ہوتا ہوں۔ آپ بھی فرقت گوارا فرماویں۔ زندگی ہے۔ تو پھر درشن کریں گے ٭

دھوم رشی نے دروپدی کی لونڈی باندیوں کو پنجاب میں بھیج دیا۔ ملازم رتھ وغیرہ لے کر دوار کاجی کی طرف روانہ ہوئے۔ اور راجہ جدھشٹر نے براٹ نگر کا عزم کیا۔ جب منزل طے ہوئی تو ارجن نے ہیان بھومی (پیر گیٹ) میں اپنے تمام ہتھیار اور گانڈیو دھنش درخت پر پوشیدہ کردئیے۔ اور شہر میں داخل ہوتے وقت حسب ذیل نام تجویز کئے ٭

جدھشٹر ۔ جے۔ بھیم جینت۔ ارجن بجے۔ نکل جیت۔ سہدیو۔ جیدبل۔ دروپدی سرندھری ٭

ادھیائے ۳

براٹ نگر میں پانڈوؤں اور دروپدی کی مختلف خدمات پر تقرری

پانڈو براٹ نگر میں پہنچ گئے۔ راجہ جدھشٹر نے پیشقدمی کی اور پانسے کمر میں لگا کر راجہ براٹ کے دردولت پر پہنچے۔ دربان سے خبر کرائی حکم ہوا۔ کہ حاضر ہو۔

راجہ جدھشٹر گو بھیس بدلے ہوئے تھے مگر راجگی کی [illegible] تے ہی اور [illegible] وہ تنتے
اکڑتے دربار میں جا پہنچے دیکھا کہ راج سنگھاسن پر راجہ براٹ کا اجلاس ہے وزیر حلقہ زن
ہیں۔ برہمن بید پاٹھی اور ارکان دولت سے دربار کی رونق کچھ اور ہی ہے۔ جونہی راجہ
نے جدھشٹر کے چہرے پر نظر ڈالی۔ کچھ رُعب سا چھا گیا۔ پیشانی آفتاب کی طرح چمکتے
دیکھی۔ ارکان دولت سے کہا کہ

یہ برہمن کون ہے اس کی صورت کچھ اور ہی کہتی ہے۔ کہیں کوئی چکرورتی
راجہ تو اس بھیس میں نہیں آگیا۔ اہل دربار کی نظریں راجہ جدھشٹر کی طرف دوڑ کر
قیافہ شناسی کر رہی تھیں۔ کہ راجہ جدھشٹر سنگھاسن کے قریب جا پہنچے۔
اشیرباد دے کر بولے +

پرتھی ناتھ۔ کلپ برکش۔ دان داتا۔ برہمن ہوں۔ دولت لُٹ پُٹ گئی۔ آب و
دانہ یہاں لے آیا۔ قسمت نے آپ کی خدمت میں حاضر کر دیا +

راجہ براٹ۔ آپ کے قدم سر آنکھوں پر۔ کہاں سے تشریف آوری ہوئی۔ وطن کا
نام؟ گوتر۔ تنہا آنے کی وجہ۔ چہرے کا جلال کچھ اور خبر دیتا ہے۔ اور سادہ روش میں
بھی کچھ رمز معلوم ہوتی ہے +

راجہ جدھشٹر۔ کیا کہوں۔ کہتے ہوئے شرم بھی آتی ہے۔ افسوس بھی ہوتا ہے
راجہ جدھشٹر کے دربار کا میں بھی ایک رتن تھا۔ سب لوگ کنک کہکر پکارتے تھے
پانسے کا دھنی ہوں۔ کوئی کھلاڑی سامنے نہیں ٹھہر سکتا +

راجہ براٹ۔ آپ کا گھر ہے۔ شوق سے قیام کیجئے۔ برہمنوں کا قدم میرے سر
آنکھوں پر۔ سواری شکاری سب موجود ہیں۔ تکلیف ہو تو میرا ذمہ ہے۔ رنواس سے
دربار تک آپ کیلئے نہ روک ٹوک نہ پُوچھ نہ گچھ۔ جس کو روزگار کی تلاش ہو۔ اُسے
آپ ہی پیش کیا کریں۔ ملازمان بارگاہ اشارے پر نہ چلیں۔ تو مستوجب سزا۔ شائقین
ملازمت کی تجویز خدمات آپ ہی کے سپرد۔ آپکو مشورت و رائے زنی کا اختیار +

راجہ جدھشٹر نے قدردانی کا شکریہ ادا کیا۔ اور مرضی کے موافق خدمت ملنے
سے بہت خوش ہو گئے۔ کچھ دیر ہو گئی تھی کہ بھیم سین پہنچا۔ ہاتھ میں تلوار۔ بدن پر
سیاہ لباس۔ ہاتھی کا سا ڈیل ڈول۔ ڈنڈ بلے مضبوط۔ راجہ براٹ

بے صبر ملے تو بڑی خوشی - ہو گیا۔ ...کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا +

" میں نے تمہارے ہاتھ پاؤں کا آدمی آجتک نہ دیکھا تھا - کیا نام ہے - مکان کہاں ہے - کہیں کوئی دیوتا یا گندھرب تو نہیں ؟

بھیم سین - بلّو نام ہے - راجہ جدھشٹر کا رسوئیا تھا - وہ میرے ہی ہاتھ کا پکایا کھانا کھاتے تھے +

راجہ براٹ - مجھے یقین نہیں - ضرور کوئی پرتاپی شخص ہو تمہارا چہرہ مہرہ کچھ اور ہی کہہ رہا ہے - ایسا شہزور - ایسا تن و توش - ایسے رعب و داب کا آدمی رسوئیا ہو نہیں سکتا - سچ کہنا - اندر تو نہیں ہو +

بھیم سین - اندر کیا - اندر کے پاؤں کی خاک بھی نہیں - راجاؤں کی صورت کیا ایسی ہی منحوس ہوتی ہے - میں واقعی راجا جدھشٹر کے لئے کھانا پکاتا تھا - اب رہا ڈیل ڈول - یہ ایشور نے بنایا ہے - میرا کچھ اجارہ نہیں - آپ کے اقبال سے کچھ ایسی طاقت حاصل ہو گئی ہے کہ ہاتھیوں کو نظر میں نہیں لاتا - شیروں کے کلے چیر ڈالتا ہوں +

راجہ براٹ - جب یہ بات ہے - تو پھر تمہاری عیزداری کا کیا پوچھنا - اچھا میں نے رسوئیں تمہارے تعلق کر دی - تمہیں اختیار ہے - کہ اپنے کاموں میں جس سے چاہو - مدد لو +

اب دروپدی رانی کی کیفیت سنئے - اس نے بالوں کا جوڑا باندھ لیا - نیلے کچیلے لباس میں محل کے سامنے کھڑی ہو گئی - جس نے دیکھا - حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا - دربانوں میں سے ایک نے پوچھا +

کون - کہاں سے آنا ہوا - یہاں آنے کی غرض - کیا مطلب ہے - کیا خواہش +

دروپدی - سیرندھری ہوں - رانیوں کا سنگار کرنے میں اپنی عمر بسر ہوئی جس کی کنگھی چوٹی کر دوں - اس پر انسان کیا دیوتا کی بھی رال ٹپک پڑے +

دروپدی کی خوبصورتی کا نقشہ کھینچنا محال ہے - اس نور کی تصویر کو جس نے دیکھا - حیران رہ گیا - ذرا سی دیر میں اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی - ہوتے ہوتے رنواس میں خبر ہوئی - رانی نے محل سے جھانکا - تو عجیب ہی موہنی صورت

نظر آئی۔ لونڈیوں کو حکم دیا کہ فوراً ساتھ لائیں۔ حکم کی تعمیل ہوتے ہی دروپدی محل میں داخل ہوئی۔ جس نے صورت دیکھی۔ ایشور کی قدرت نظر آگئی۔ سودیشنا رانی نے بڑی خاطر سے بٹھلایا اور پوچھا ؏

یہ صورت یہ موہنی مورت۔ یہاں کہاں بھول پڑیں۔ کیا تلاش ہے۔ کیا خواہش ؟

دروپدی۔ میں آپ ایسی رانیوں کا سنگار کرنا جانتی ہوں۔ سب سرندھری کہکر پکارتے ہیں۔ خواہش کیا بتاؤں۔ صورت سوال ہے۔ پیٹ کی فکر گھسیٹ لائی ؏

رانی۔ مجھے تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم مذاق کرتی ہو۔ صورت تو کہتی ہے کہ اپسراؤں کی سرتاج ہو۔ مسرکشی۔ پنڈریکا۔ مالتی۔ مینکا۔ رنبھا وغیرہ تمہارے پاؤں کا دھوون بھی نہیں۔ مگر تمہاری باتیں کچھ اور ہیں ؏

دروپدی۔ یہ آپ کا خیال ہی خیال ہے۔ میں تو آپ ایسی رانیوں کی ایک ادنےٰ لونڈی ہوں۔ پہلے سری کرشن جی کی پٹ رانی ست بھاماں کی خدمت میں رہی پھر مہارانی دروپدی کی خدمتگاری کا شرف حاصل رہا۔ جب سے راجہ یدھشٹر کا راج پاٹ جاتا رہا۔ تب سے سارے سُکھ قسمت سے اُتر گئے۔ اب تقدیر آپ کے یہاں لائی ہے۔ دیکھئے پانسہ چت ہو یا پٹ ؏

رانی۔ تمہاری لیاقت تمہاری باتوں ہی سے ٹپکتی ہے۔ زیادہ تشریح فضول میں تمہیں اپنی سہیلیوں کی طرح رکھونگی ؏

مگر معاف کرنا۔ تمہاری خوبصورتی سے ڈرتی ہوں کہ کہیں مجھے طاق پر نہ بٹھادو۔ راجہ تمہیں پر مرنے لگیں"

دروپدی۔ آپ کی بات کو میں دلکھ نہیں سکتی۔ مگر میں ست بھاماں اور دروپدی کی آنکھیں دیکھے ہوئے ہوں۔ جس عورت پر میرا سایہ پڑ جائے۔ اُس کی پتی برت کو دیوتا بھی نہیں ہٹا سکتے۔ پھر میرا دھرم چھڑا سکے کس کی مجال ہے۔ آپ کو خیال رہے کہ میں معمولی پتی برتا نہیں۔ میرے دھرم کی محافظت پانچ گندھربوں کے سپرد ہے۔ ادھر کسی نے بدنیتی سے دیکھا۔ اُدھر گندھرب اُس کی جان کے

پیچھے پڑ گئے ؛

رانی ۔ میں تم سے بہت خوش ہوں ۔ اچھا اب تم محل میں رہو ۔ تم کو کوئی بدنگاہی سے نہ دیکھ پائے گا ؛

دروپدی جب سرندھری کے لقب سے رانی کی ملازمت سے مشرف ہو چکی تو سہدیو کی باری آئی ۔ یہ گوالئے کا بھیس کئے ہوئے دردولت پر حاضر ہوا ۔ راجہ کو خبر ہوئی تو صورت دیکھ کر اچنبھے میں ہو گیا ۔ کہ گوال اہیر کی ایسی شکل کیسے اس نے دریافت کیا ۔ کون ہو ۔ کیا چاہتے ہو ؛

سہدیو ۔ پانڈوؤں کا گوالا ہوں ۔ اندر پرست کا گئو شالا میرے ہی سپرد تھا ۔ اوشٹ نیمی نام ہے ۔ اور ذات ویش ۔ مہاراجہ جدھشٹر وغیرہ کا اب پتہ نہیں نہ جانے کہاں چلد یئے ۔ ہم لوگوں کو بے سرپرست کر دیا ؛

راجہ براٹ ۔ تمہاری صورت تو گوالے کی سی نہیں معلوم ہوتی ۔ برہمن نہ سہی تو چھتری ہونے میں شبہ نہیں کیا جا سکتا ؛

سہدیو ۔ برہمن چھتری ہونے کے لئے بڑی قسمت چاہیئے ۔ اپنی قومیت کیوں چھپاویں ۔ آپ تجھوی سمجھئے یا پرتاپی ۔ یہ اپنی اپنی نظر ہے ۔ میں نہ برہمن بننے سے برہمن بن جاؤں گا ۔ نہ چھتری بننے سے چھتری ۔ جس قوم اور جس ذات میں ایشور نے پیدا کر دیا وہی بہت ہے ؛

راجہ ۔ نام کیا ہے اور تنخواہ کیا لو گے ؛

سہدیو ۔ سب تنت پال کہتے ہیں ۔ تنخواہ راجہ جدھشٹر کے ساتھ گئی ۔ دس کروڑ گائیں سپرد تھیں ۔ روز انعام و اکرام ملتے تھے ۔ گھر دولت سے پٹا پڑا تھا ۔ اب وہ نہ دن ہے نہ وہ راتیں ۔ جب دن پھریں گے دیکھا جائے گا ۔ بالفعل جو چینے بھینے کو میسر آ جائے وہی بہت ہے ؛

راجہ ۔ میرے گئو شالا میں ایک لاکھ گوالے ہیں ۔ میں نے تم کو سب کا افسر مقرر کیا ۔ سہدیو نے راج سنگھاسن کے آگے سر جھکایا ۔ اور شکریہ ادا کر کے ایک گوشے میں جا کھڑا ہوا ۔ اتنے میں ایک خوبصورت مرد زنانہ بھیس میں حاضر ہوا ۔ اسکا جمال دلفریب عجیب ہی دلکش تھا ۔ بکھرے ہوئے بال سر سے پاؤں تک زیور

لباس زرکار۔ اس نے آتے ہی زمین چومی اور راجہ کی نگاہ کو ایک طلسم سا دکھا دیا۔
راجہ۔ عمر بھر میں ایسی صورت آج ہی دیکھی۔ چہرے کا یہ جلال۔ یہ مردانہ تیور۔ اس پر عورتوں کی سی نزاکت۔ اپسراؤں کی سی دلفریبی۔ میں نے عمر بھر راج کیا۔ حکومت سے سیری کر لی۔ منظور ہو تو تخت خالی کر دوں۔
ارجن۔ مجھے راج پاٹ سے کیا کام۔ میں تو ہیجڑا گویا ہوں۔ برہنلا نام ہے۔ ماں باپ بچپن میں چھوڑ آئے۔ اب محلوں میں رانیوں کی تفریح طبع کا باعث ہوں۔ بہت سی راج کنیاں مجھ سے تربیت حاصل کر چکیں۔

راجہ نے وزیروں کے مشورے سے ارجن کا امتحان کیا۔ سب کو ماننا پڑا کہ ارجن مرد نہیں۔ مخنث ہے۔ اسکے بعد راجہ نے حکم دیا کہ

برہنلا بیٹی کو گا کو ناچنا گانا سکھائے۔

ارجن اس فن میں کامل تھا۔ اس نے ناچ گانے کے کرتب دکھا کر تمام رنواس کو فریفتہ کر لیا۔ ہر ایک رانی عزیز رکھنے لگی۔

آخر میں نکل پہنچا۔ اسکی شکل سے بھی راجہ کو حیرت ہوئی۔ پوچھا کہ کیا کام جانتے ہو۔

نکل۔ گھوڑے کا علم ایسا جانتا ہوں کہ جواب نہیں۔ رتھ ہانکنے میں خوب مہارت ہے۔

راجہ۔ نام کیا ہے؟

نکل۔ گرنتھک۔

راجہ۔ جاؤ میں نے تمام اصطبل تمہارے سپرد کر دئے۔ خوب عمدہ طور سے گھوڑوں کی نگہداشت کرنا۔

نکل۔ آپ ہر طرح اطمینان رکھیں۔ مجال کیا کہ کوئی گھوڑا بیمار رہو۔ دس پانچ روز کے بعد آپ اپنے گھوڑوں کو پہچان بھی نہ سکیں گے۔ اڑیل سے اڑیل ہوا سے باتیں نہ کرے تب میں گنہگار۔

ادھیائے ۲

درو پدی کے حُسن و جمال پر راجہ براٹ کے سالے مسمّے کیچک کی فریفتگی۔ اظہار مدعا۔ درو پدی کی فہمائش

پانچوں پانڈو براٹ کے دربار میں ملازم ہو گئے۔ اُن کو رُوپوشی کا خاطر خواہ موقعہ مل گیا۔ اُنھوں نے لیاقت اور حُسن خدمات سے راجہ کیا رانی کیا سب کو خوش کیا۔ جو ملتا تعریف کیا کرتا تھا۔ رانی درو پدی مشاطہ نہ معلوم ہوتی تھی۔ بلکہ خاص سہیلی ؛

دس مہینے بڑے اطمینان سے گزر گئے۔ دو مہینے کی کسر باقی تھی۔ کہ فلک نیرنگ ساز نے تازہ گل کھلایا۔ اور گردش قسمت نے ایک نئی اُپج کی لی۔ راجہ براٹ کا سالا کیچک فوج کا سپہ سالار سلطنت میں نہایت با اختیار۔ اور بہن بہنوئی کی ناک کا بال تھا۔ غرور خودسری کی حد نہ تھی۔ ہر وقت دماغ عرش ہی پر رہتا تھا۔ درو پدی رانی کی ہر وقت حاضر باشی تھی۔ اس نے صورت دیکھی تو دل ہاتھ سے جاتا رہا۔ اور طبیعت قابو میں نہ رہی۔ لاکھ جذبات سے کام لیا مگر جذبات نفسانی سے ایک پیش نہ گئی۔ اپنی بہن سودیشنا سے ہنسی ہنسی میں بولا تم نے یہ اپسرا کہاں سے منگائی۔ اس سے تو رنواس کی رونق ہی اور کی اور ہو گئی۔ جب سے میں نے دیکھا۔ میں تو آپے میں نہیں رہا۔ تم بہن ہو تمہارا اختیار ہے۔ اس سے کہو۔ میرے تڑپتے ہوئے کلیجے پر ہاتھ رکھے۔ یہ تمہاری خدمتگاری کے لائق نہیں۔ راجاؤں کے محلوں کی رونق بڑھانے والی لونڈی کی تصویر سے کام لینا تمہارا ہی کام ہے۔ تمہیں جوانی کی اُمنگوں اور نشہ حُسن کی ترنگوں پر ذرا بھی رحم نہیں۔ اگر یہ میرے ہتھے پر چڑھ جائے۔ تو تمہارا منہ میٹھا کروں گا۔ جیسی دعوت چاہو کھلاؤں گا ؛

رانی کو اپنے بھائی کا پاس و لحاظ تھا وہ مسکرا کر چپ لگا گئی۔ کیچک سمجھا کہ الخاموشی نیم رضا کا معاملہ ہے۔ پس وہاں سے سیدھا اُٹھ درو پدی کے پاس آ پہنچا اور بولا :-

تم دُنیا کی خوبصورتوں کی سرتاج اور پھر یہ لونڈی پن۔ تم ایسی خدمتگاری پر لعنت بھیجو۔ میرے رنواس کی زینت اور سب رانیوں کی سرتاج بنو۔ زیور جواہرات پوشاک زرنگار نوکر چاکر۔ لونڈیاں باندیاں سب تمہارے قدموں کو دھو دھو کر پئیں گی ؛

دروپدی۔ خیر باشد۔ کچھ زیادہ پی تو نہیں گئے۔ یہ واہیات خیال کیسا۔ کہیں لائق مرد پرائی عورت کو خراب نظر سے دیکھتے ہیں۔ جس نے دوسروں کی بہو بیٹیوں پر نیت ڈُلائی وہ دُنیا بھر میں روسیاہ ہو گیا۔ اُسکی عمر گھٹ گئی ؛

کیچک۔ بلا سے عمر گھٹ جائیگی۔ بھلا تمہارا تو کچھ گھاٹا نہ ہو گا۔ پیاری کہنا مان لے سچ کہتا ہوں کہ جیتے جی بیکنٹھ کا لطف دکھا دوں گا۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں کون ہوں۔ کیا ہوں۔ براٹ نگر کا راج میری مُٹھی میں ہے۔ زور و طاقت میں کوئی جواب دینے والا نہیں۔ اقبال کا آفتاب بڑے جلال کے ساتھ چمک رہا ہے۔ جسے چاہوں راج دے دوں۔ جسے منظور ہو خاک پر سلا دوں۔ تم جہاں اپنے حسن و جمال پر ناز کرتی ہو۔ وہاں میری صورت شکل پر بھی نظر کرو۔ سچ بتانا کہ آجتک اس حسن و جمال کا مرد کوئی بھی دیکھا ہے ؛

تمہاری جوانی شباب پر ہے۔ رنگ رلیاں منانے کے دن ہیں۔ اُٹھو میرے ساتھ چلو لونڈی پنا چھوڑو ؛

دروپدی۔ ذرا منہ دھو آیئے۔ تب بات کیجئے۔ میں لونڈی ہوں۔ تو بھی ہزار رانیوں سے اچھی ہوں۔ آپ اپنے خیالات دل سے نکالئے۔ ورنہ پچھتائیے گا۔ پانچ گندھرب میرے اور میری عصمت کے محافظ ہیں۔ جو شخص بدنگاہی کرتا ہے اس کی خیریت نہیں ہوتی۔ سب اُس کا کچومر نکال کے رکھ دیتے ہیں۔ آپ کی خیرخواہ ہوں۔ جو راز تھا بتا دیا۔ اب بھی نہ مانیں گے۔ تو بھاؤ بھگتینگے۔ گندھربوں سے زمین اور آکاش پر کسی جگہ پر جانبری نہ ہو سکے گی ؛

ادھیائے ۵

رانی سوولیشنا کی سازش کیچک کی دروپدی پر دست درازی۔ دروپدی کی راجہ اور رانی سے فریاد راجہ جدھشٹر اور بھیم سین کا ضبط

دروپدی نے کیچک سے مطلق التفات نہ کیا۔ وہ اپنا سا مُنہ لیے ہوئے وہاں سے اپنی بہن سوولیشنا عرف کیکئی کے پاس آیا۔ بہت رویا پیٹا۔ جان دینے تک کو تیار ہوگیا۔ قدموں پر سر رکھا کہ بہن اب جان کی خیریت تمہارے ہاتھ میں ہے۔ تم چاہو گی تو زندگی رہ جائیگی ؛

رانی نے بہت سمجھایا کہ یہ حماقت ہے کہتے شرم نہیں آتی۔ آنکھوں پر ٹھیکری ہی رکھ لی۔ پرائی بہو بیٹیوں پر نگاہ کرنا بھلے مانسوں کا کام نہیں۔ غیر عورت پر جس نے نظر ڈالی وہ بے موت مرتا ہے۔ راون سے بڑھ کر کون طاقتور راجہ ہوگا۔ مگر نہیں صرف پرائی عورت کی ہوس ہی نے لٹیا ڈبو دی۔ سارا خاندان تباہ ہوگیا۔ کوئی نام لیوا پانی دیوا بھی نہ رہا۔ سیرندھری کوئی ایسی ویسی عورت نہیں سنتی ہوں کہ پانچ گندھرب اس کے پہرے پر رہتے ہیں۔ اس سے جس نے آنکھ لڑائی۔ وہ مارا پڑا۔ مجھے خوف ہے۔ کہ تمہیں بھی ان سے سامنا نہ پڑ جائے تو زمین و آسمان میں کہیں ٹھکانا نہیں ؛

رانی نے لاکھ سمجھایا۔ کیچک کے سر پر بھوت سوار ہی رہا۔ بہن کی محبت ایسی ویسی نہیں ہوتی۔ اس کی کیچک کی دلی بیقراریاں نہ دیکھی گئیں۔ مجبوراً منہ سے نکل ہی گیا کہ

اچھا اب کے کسی تقریب پر مجھے بلانا۔ میں کسی حیلے سے تمہارا سامنا کرادوں گی۔ تم جس طرح مانے منانا۔ نہ مانے تو تم جانو اور وہ۔ میں بری الذمہ ؛

اسوقت تو معاملہ رفت وگذشت ہوگیا۔ آخر پربی کا تیوہار پڑا۔ کیچک نے سامان دعوت میں خوب تکلّف کیا۔ عمدہ سے عمدہ شرابیں کھچوائیں۔ ناچ رنگ کسی چیز کی کسر نہ رہی ✤

رانی کو وعدے کا خیال تھا۔ اس نے دروپدی سے کہا

سُنا ہے کہ بھائی نے بڑی عمدہ شراب اُڑوائی ہے۔ جاؤ میرے لئے تھوڑی سی شراب تو مانگ لاؤ ✤

دروپدی۔ آپ کے حکم کی تعمیل میں عذر نہیں مگر آپ کے بھائی کی نیت خراب ہے۔ اسلئے جاتے ڈرتی ہوں۔ مضائقہ نہ ہو تو اور کسی کو بھیجد یجئے ✤

رانی۔ اس کی کیا مجال ہے کہ آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھے خصوصاً اُس وقت جب میں کسی کام کے لئے بھیجوں۔ تم نڈر ہو کر جاؤ۔ یہ لو پیالہ۔ کہدینا کہ اچھی شراب دیویں ✤

دروپدی نے پیالہ لے لیا اور تخلیے میں جاکر سورج نرائن سے ہاتھ جوڑ جوڑ کر کہنے لگی کہ

لاج آپ کے ہاتھ ہے۔ آپ ہی میرے پتی برت دھرم کے محافظ ہیں۔ ایک نالائق سے سامنا ہوگا حفاظت کیجئے ✤

سورج نرائن کے دل پر اثر ہوا اُنہوں نے خفیہ طور پر ایک راچھس ہمراہ کر دیا اور دروپدی کانپتی تھرتھراتی کیچک کے پاس گئی۔ پیالہ سامنے رکھدیا ✤

جونہی کیچک نے صورت دیکھی۔ اُچھل پڑا۔ بغلیں بجانے لگا۔ بولا تمہاری بڑی عمر ہے۔ میں ابھی تمہاری ہی یاد میں تھا۔ اے زہرہ جمال خورشید تمثال۔ تیرے حسن جوانی کو دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔ تم نے اسی وقت میرے تڑپتے ہوئے کلیجے کو تسلّی بخشی۔ تمام دُنیا کی نعمتیں موجود ہیں۔ پوشاک بدلو۔ زیور پہنو۔ شرابیں اُڑاؤ۔ جس کو ایشور نے حسن کی دولت دی ہے۔ وہ تمہاری طرح سائل کو ترسایا نہیں کرتے۔ آج کی رات تم یہیں رہ جاؤ دیکھو کیا لطف رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ قسمت جاگ گئی۔ کل سے دلواس کی تمام رانیاں تمہارے پاؤں دھوئیں گی۔ اور تو اور میری بہن تک کو تمہاری تعظیم وتکریم اور

خاطر تواضع سے کسی وقت چھٹی نہ ملے گی +

دروپدی - باتیں پھر کر لیجئے گا - مہارانی جی انتظار میں ہوں گی - جلد پیالہ بھر دیجئے میں اُن کو دے آؤں - وہ بہت پیاسی ہیں +

کیچک - تم کیوں تکلیف کرو میں ابھی کسی لونڈی کے ہاتھ بھجوائے دیتا ہوں آؤ پیاری تم ادھر بیٹھو +

یہ کہہ کر کیچک نے دروپدی کا آنچل پکڑ لیا - دروپدی نے جھٹکا دیا مگر کہاں ایک ہٹا کٹا مرد - کہاں ایک نازنین مہ جبیں - آنچل چھڑانے سے نہ چھوٹا تب تو دروپدی بولی کہ

ذرا حواس میں آیئے - یہ ہاتھا پائی کیا معنے - آج تک جس نے میری طرف نظر اُٹھائی - اُسکا پھر کہیں پتہ ٹھکانا نہ لگا +

کہتی ہوں کیوں آپ سانپ کے منہ میں اُنگلی دیتے ہیں +

کیچک نشۂ عشق سے چُور تھا - وہ کیسے سُنتا ہاتھ جوڑتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا اور نیت کی کہ دوڑ کر چمٹ جائے - جونہیں ہاتھ اُٹھایا - دروپدی نے جھنجھلا کر اس زور سے جھٹکا کہ کیچک دور جا پڑا - موٹے موٹے ہاتھ پاؤں کچھ نہ کر سکے +

دروپدی کا بدن تھر تھر کانپ رہا تھا - وہ سیدھی راج دربار کی طرف بھاگی - کیچک نے پیچھا کیا - راستے میں بال پکڑ لیے - مگر دروپدی روتی پیٹتی دربار میں جا پہنچی - جہاں راجہ براٹ - جدھشٹر اور بھیم سین - بیٹھے ہوئے تھے جب دروپدی فریادی ہوئی تو کیچک نے دوڑ کر ایک لات ماری - راجہ جدھشٹر تو دل ہی دل میں دانت کٹکٹا کر رہ گئے - بھیم سین کی آنکھوں میں خون بھر آیا اتنے ہی میں سورج نرائن کے بھیجے ہوئے خفیہ راچھس نے کیچک کو اُٹھا کر اس زور سے پٹکا - کہ ہڈی پسلی چور ہو گئی - بھیم سین تیور بدل کر اُٹھنے لگا کہ سر کچل کے رکھ دے - مگر راجہ جدھشٹر نے پاؤں کے انگوٹھے کا اشارہ کر کے باز رکھا اور کہا +

رسوئیے جی مہاراج - آپ کے کام کا وقت قریب آگیا - جائیے لکڑی ایندھن وغیرہ کا انتظام کیجئے +

بھیم سین دانت پیس کر خاموش ہو گیا۔ اور دروپدی نے راجہ سے مخاطب ہو کر عرض کی کہ آپ دھرموان ہیں۔ منصف ہیں دیکھ لیجئے۔ آپ کے سامنے تک اس سوت کے بیٹے نے مجھے لات ماری۔ پہلے کی باتوں کا ذکر فضول۔ آپ دیکھیں اور کچھ نہ بولیں۔ افسوس کیا کہوں۔ میرے خاوند دھرم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں وہ آزاد ہوتے تو اسی وقت مزہ چکھا دیتے ٭

راجہ براٹ۔ نیک بخت۔ تم دونوں نہ جانے کہاں سے لڑتے جھگڑتے آئے۔ مجھے کیا معلوم کہ قصوروار کون ہے ٭

وزیر۔ مجھ سے سنئے۔ سرندھری تو پتی برتا ہے۔ اور کیچک مغلوب نفس یہ چاہتا ہے کہ سرندھری کی عصمت پر دھبہ لگائے ٭

اہل دربار دروپدی کی تعریف میں رطب اللسان ہوئے۔ راجہ وراٹ کو سخت غصہ تھا۔ وہ زیادہ گفتگو سن نہ سکے۔ انہوں نے دروپدی سے فرمایا ٭

اچھا سرندھری۔ اب تم اپنی رانی کے پاس جاؤ۔ دربار میں تمہارا ٹھیرنا درست نہیں۔ تم پتی برتا ہو میں ڈرتا ہوں کہ تمہارے غصے سے راج الٹ پلٹ نہ ہو جائے۔ تم کسی سے نہ ڈرو تمہارے پانچوں گندھرب دھرم کی زنجیر میں جکڑے ہوئے ہیں۔ تو بھی کچھ پرواہ نہیں۔ تمہارا پتی برت دھرم تمہاری حفاظت و دستگیری کرے گا ٭

یہ سنکر دروپدی روتی ہوئی رانی کے پاس گئی۔ آنکھیں روتے روتے سرخ ہو گئی تھیں۔ غصے سے چہرہ لال انگارہ ہو رہا تھا۔ رانی نے یہ حالت دیکھ کر پوچھا کہ کیا ہوا کہو تو ٭

دروپدی۔ تم بھائی کی پچ کرو گی کہہ کے کیا کروں ٭

رانی۔ نہیں نہیں کہو۔ اس نے کیا کیا ٭

دروپدی۔ جب آپ کی بھیجی ہوئی گئی۔ بس ہاتھا پائی شروع کر دی۔ میں مشکل سے جان چھڑا کر بھاگی۔ تو بال پکڑے۔ اور مہاراج کے سامنے تک لات ماری ایشور نے حرمت رکھی۔ اس کمبخت نے تو اپنے سے کچھ نہ اٹھا رکھی تھی ٭

رانی۔ تم کہدو تو ابھی کیچک کی کھال کھچوا دوں۔ اچھا اب آؤ اداس نہ ہو ٭

دروپدی۔ مہارانی جی آپ کو بھائی پر ترس آجائے گا۔ آپ سزا دینے کو کیا کہوں دیکھ لیجئے گا میرے گنہ ھرب کس طرح تڑپا تڑپا کر جان لیتے ہیں ؛

ادھیائے ۶

دروپدی کی بھیم سین سے فریاد اور گریہ وزاری بھیم سین کی کیچک کے قتل کے لئے تجویز

دروپدی کے دل کا رنج کون سمجھ سکتا ہے اس کو اس زندگی سے موت اچھی معلوم ہوتی تھی۔ وہ محل سے روتی ہوئی اپنے مکان میں گئی۔ قسمت کو کوس کوس کر غسل کیا۔ کپڑے دھوئے سکھائے۔ پہنے اور کیچک کی شرارتیں یاد کرکے سری کرشن جی کی یاد میں محو ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد دل سے باتیں کرتے کرتے جیسے کسی نے کان میں کہہ دیا۔ کہ ساری مشکل بھیم سین کی ذات سے آسان ہو جائے گی۔ اس کو یقین آگیا، کہ بس بھیم سین ہی سے کیچک کی ہائی کچائی نکلیگی۔ ہر مصیبت کے وقت اسی نے ہاتھ اٹھایا ہے۔ اس کے دل کو کچھ تشفی ہوئی۔ اور رات کے وقت دبے پاؤں اس مکان میں پہنچی۔ جہاں بھیم سین خراٹے لے رہا تھا۔ وہ جاتے ہی لپٹ گئی اور رونے لگی۔ بھیم سین نے آنکھ کھولی تو اُٹھ کر دروپدی کو گلے لگا لیا پوچھا ؛

ہیں روتی کیوں ہو چہرے کے رنگ وروغن کو کیا ہوا۔ صورت بھی کچھ اور ہو گئی ہاتھ پاؤں میں جیسے خون ہی نہیں ؛

دروپدی۔ واہ واہ کیا بھولا پن ہے آنکھوں سے کچھ دیکھ چکے اور پھر بھی معلوم نہیں کہ دروپدی پر کیا گزری۔ کیا اسوقت آنکھیں بند تھیں۔ جب سر دربار کیچک نے لات ماری۔ ہائے کیچک دست درازی کرے۔ لاتیں مارے اور تم سب بیٹھے دیکھو۔ زو ف ہے میری زندگی پر ہے ایشور تو نے کیا سمجھ کر مجھے مہاراجہ دروپد کی بیٹی اور پانڈوؤں کی پٹ رانی بنایا۔ مجھ سے ایک کنگال سے کنگال گھرانے کی عورت ہزار درجہ اچھی۔ ہائے راجہ جدھشٹر نے جوا کھیل کر اپنی ہی مٹی خراب نہ کی۔ اپنے ساتھ سب بھائیوں کو بھی لے ڈوبے۔ اور میرا تو اچھی طرح بیڑا غرق

کردیا۔ تمہیں ہی دھرم سے بتاؤ کہ میری طرح کب کسی کی ذلت ہوئی ہے۔ دریودھن کا غلام پراتی کامی مجھے لونڈی کہے۔ دوشاسن ننگا کرے۔ جیدرتھ اُٹھا کرلے بھاگے کیچک جھوٹے پکڑے لات مارے۔ اس سے بڑھکر بیعزتی اور کیا ہو سکتی ہے راجہ جدھشٹر نے جس جوئے میں دھن۔ دولت۔ حکومت۔ سلطنت ہار کر ہم لوگوں کی یہ دُرگت کرائی۔ اس جوئے کے پھیر میں آپ بھی پڑے ہوئے ہیں۔ کہاں وہ اندرپرست کا راج جلوس میں لاکھوں لاکھ رتھوں پر جنگ آور بہادروں کی ہمراہی۔ کہاں یہ ذلیل نوکری جس شخص کی رسوئیں کا انتظام لاکھوں خدمتیوں کے سپرد تھا۔ جس کے لنگر سے لاکھوں آدمیوں کو چاندی سونے کے برتنوں میں تمام دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں۔ جو سائلوں کو سونے چاندی سے لاد دیا کرتا تھا۔ جس کو بڑے بڑے بید پاٹھی اپنی خوش الحانی سے بیدار کیا کرتے تھے۔ جسکی رسوئیوں سے ہزاروں رشیوں منیوں کا پیٹ پلتا تھا۔ جس کے دربار دُربار میں تاجداران زمانہ زمین بوس ہوتے اور تحفہ تحائف نذر کرتے تھے۔ جس نے جراسندھ ایسے شہزور راجہ کے دُھرے اُڑا دیئے ہائے وہ آپ طوق غلامی پہنے جوئے کو ذریعہ معاش بنائے۔ دُنیا کی نگاہوں سے منہ چھپائے براٹ نگر کے ٹکڑوں پر پڑا ہوا ہے۔ جسوقت کوئی کنک کہہ کر پکارتا ہے۔ میرے دل میں خنجر کاٹ کر جاتا ہے۔

ہائے کہاں ارجن جس کے گانڈیو دھنش نے اگن دیوتا کے وضو ٹھنڈے کردیئے بڑے بڑے شور بیروں کو جیتا۔ اب وہی ہیجڑا بنا ہوا راجہ کی بیٹیوں کو ناچنے گانے کی تعلیم دیتا ہے ہائے۔ آہ جس بھیم سین کی شکل سے بڑے بڑے ہاتھیوں کی روح فنا ہوتی۔ شیروں کا پتّا پانی پانی ہوتا۔ وہ بلو رسوئے کے نام سے پکارا جائے۔ اُف گردش تقدیر تیرا بُرا ہو۔ نکل اور سہدیو ایسے خوشتر و طاقتور جوان۔ تنت پال اور گرنتھک کہلائیں۔ میں بدنصیب لونڈی سے بدتر ہو رہی ہوں۔ جو کام کبھی نہ کیا تھا۔ وہ اب کرنا پڑتا ہے۔ اوبٹن پیسوں چندن گھسوں۔ چوٹی کنگھی کروں۔ یہ دیکھو ہاتھوں میں دھبے پڑ گئے ہیں۔ ماتا کنتی کے لئے کبھی کبھی اوبٹن تیار کرتی تھی تو چھالے پڑ جاتے تھے۔ اب کمبخت روز کا دھندا ہی یہ ہو گیا ہے۔ ہم سب ایک ہی روز یہاں آئے تھے تاڑنے والے تاڑتے ہیں۔ کہ ضرور کچھ سانٹھ گانٹھ ہے تم پر اور مجھ پر شک کرنیوالے نہ جانے کتنے

ہیں۔ سب کو یقین ہے کہ دو لو سے جو ڑ یا گا نیٹھ ہو گئی۔ سب سختیاں تو میں سہہ سکی بارہ
برس جنگل میں مصیبتیں جھیل لیں۔ اب کیچک کا ظلم برداشت نہیں ہوتا۔ اگر تم اس کا
کچھ مرنہ نکالو گے۔ تو مجھ سے ہاتھ دھولو۔ مَیں زہر کھا کر جان دے دونگی ؛
دروپدی نے یہ تقریر کچھ ایسے دردناک لہجے میں کی کہ بھیم سین سے ضبط نہ ہو سکا
وہ بھی رو پڑا۔ اور گلے لگا کر بولا کہ پیاری مہینہ ڈیڑھ مہینہ اور صبر کر۔ میعاد گزرنے پر
ایک ایک سے بدلا لے کر دم ڈونگا ؛
ارجن کے گانڈیو دھنش اور میرے بجر کو دھرکال ہے جو دشمنوں کا اچار نہ
نکالیں۔ تم کیچک سے کیوں ڈرتی ہو۔ کہدو کہ جس محل میں ارجن ناچ گانے کی
تعلیم دیتا ہے۔ وہاں کل پہر رات گئے ملوں گی۔ اُس کی آنکھوں پر پردے پڑے ہیں
عشق کا بھوت اُسے وہاں لے جائے گا۔ تو بس ساری ہائی کچائی نکل جائے گی۔ میں
عورت کا لباس پہنکر جا ؤں گا۔ ادھر اس نے ہاتھ لگایا اُدھر میں نے ٹینٹی دبی اور
بس ایک چوٹ میں کام تمام ؛

ادھیائے

بھیم سین کا سوال۔ دروپدی کا جواب۔ رانی سودلیشنا اور کیچک کی سازش کا اظہار۔ بھیم سین کی حکمت عملی کیچک کا قتل

بھیم سین کیچک کی فکر میں پڑ گیا۔ اُس نے تہیہ کر لیا کہ کل رات کو عورت کا
بھروپ بھر کر ہڈیاں چور چور کر دوں گا۔ تجویز جو بتائی وہ ناظرین کو معلوم ہے۔ اب
بھیم سین دروپدی سے بولا کہ
آخر کیچک کو ان ناروا حرکتوں کا باعث کیا ہے سودیشنا رانی چھوٹے بھائی کی
بدکرداری پر چشم نمائی نہ کرے اور اُسکو ایسی بدنیتی سے باز نہ رکھے۔ سخت تعجب ؛

دروپدی۔ رانی کا کچھ قصور نہیں۔ میری قسمت اور خوبصورتی کی خطا ہے اور اس کے بعد بھائی کی محبت کا جوشش۔ رانی ہر وقت ڈرتی رہتی ہے کہ کہیں راجہ فریفتہ نہ ہو جائے۔ حسن بھی عجیب کمبخت چیز ہے جس نے کبھی حسینوں کو چین لینے نہیں دیا۔ شمع روشن ہوئی۔ اور پتنگے لوٹ ہو گئے۔ پھول کھلے اور گلچین بڑھیا سے بڑھیا رنگت اور چوٹی کے پھول چن لئے گئے۔ بلبل ایک تو خوبصورت۔ اس پر خوش الحانی جس باغ میں دیکھئے جال بچھا ہے۔ جس درخت پر دیکھئے کمپے لگے ہیں۔ سارے خوش آواز طائروں کا یہی حال ہے۔ کسی کو دام میں پھڑکتے دیکھا۔ کسی کو قفس قسمت کو روتے ایک نظر میں ہزاروں مثالیں موجود ہیں۔ میں اپنی صورت شکل سے ماری پڑی ہوں۔ رانی کو ادھر تو راجہ کی حسن پرستی سے اندلیشہ۔ اُدھر جوش خون۔ وہ بھی چاہتی ہیں کہ کسی طرح ہر وقت کا کھٹکا دُور ہو۔ دل میں کھٹکنے والی پھانس نکل جائے۔ اُنہوں نے کیچک کو سمجھایا تو بہت۔ مگر وہ ایک نہیں مانتا ہے غیرتی لاد رکھی ہے۔ بہن بھائی کا دل نہ رکھے تو اور کون۔ پس اُسنے بھی اسی کی مرضی مقدم سمجھ لی۔ میں نے رانی سے کھل کے کہدیا۔ کیچک کو بھی صاف صاف سمجھا دیا کہ بدنگاہی ٹھیک نہیں پانچ گندھرب حفاظت میں رہتے ہیں۔ کہیں وہ جان کے گاہک نہ ہو جائیں رانی تو اس دھمکی سے کانپ اُٹھی۔ مگر کیچک کا دماغ عرش پر ہے اسکی آنکھوں پر زعم جوانی اور غرور طاقت نے پردے ڈال رکھے ہیں۔ کہتا ہے کہ بس کل پانچ۔ اُن کی حقیقت ہی کیا۔ اگر ہزار گندھرب بھی ہوں۔ تو کیا پروا۔ ایک اوجھڑ میں سب کے سب ندارد ہو جائیں گے۔ جسوقت راجہ صاحب محل میں آتے ہیں۔ میں خود بھی سامنا نہیں کرتی۔ رانی کو منظور ہے۔ کہ وہ میری صورت نہ دیکھ پائیں۔ اُن کی طرف سے دلجمعی ہے۔ مگر یہ کیچک کے سر کا بھوت ایسا پیچھے پڑا ہے۔ جس سے میری تلی تلی کانپتی اور زندگی کی خیر نہیں معلوم ہوتی ہے۔

بھیم سین۔ پتی برتاؤں کو ہمیشہ سے مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ تمہاری کوفت نئی نہیں۔ راجہ دومت سین کی بیٹی۔ ستوان کی استری ساوتری کیسی پتی برتا تھی۔ مگر دیکھو اس کی جان پر یہ کیا گزری۔ بس حد ہے کہ صبح جم لوک جانے کا پکا ارادہ کر لیا۔ جنک نندنی مہارانی جانکی نے رامچندر جی کے

ساتھ چودہ برس جنگلوں کی مصیبتیں جھیلیں۔ کون آفت تھی جو جان لیوا نہ رہی ہاں بس انتہا ہے کہ راون ایسے زبردست راچھس کی قید میں کیا کچھ سختیاں نہ برداشت کیں۔ مگر آخر نتیجہ وہ ہوا کہ آج اُن کے نام سے ایک عالم کو گناہوں سے نجات اور عذابوں سے خلاصی ہوتی ہے۔ تمہاری مصیبتوں کے دن بھی قریب اختتام ہیں۔ اقبال مندی کا زمانہ دوڑا ہوا چلا آتا ہے۔ ادھر یہ ڈیڑھ دو مہینے ختم ہوئے۔ اُدھر ساری دُنیا میں تم ہی تم ہو گی۔ راجہ جدھشٹر کا دور عالمگیری شروع ہی سمجھو جہاں اتنے برس استقبال سے کاٹے وہاں ان گنے دنوں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ رہی کیچک کی گوشمالی۔ اس کے لئے تدبیر بتا چکا۔ تم دن کو ملاقات کے لئے رات کا وقت مقرر کرلو۔ رات کو میں سمیٹ لوں گا۔ بھیم سین کے جیتے جی تمہیں کسی بات کا اندیشہ ہو۔ ممکن نہیں۔ اب جاؤ دل سے فکر نکالو۔ رات زیادہ آگئی ہے کہیں کوئی سُن گن نہ پائے۔

دروپدی وہاں سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ قیامگاہ پر آئی۔ اسکی طبیعت کو اُلجھن سے نجات ملی۔ اور دن نکلنے کے بعد موقعہ پاکر کیچک سے ملی۔ کیچک بادۂ عشق سے سرشار تھا۔ صورت دیکھ کر خوش ہو گیا۔ دروپدی اٹکھیلیاں کرتی ہوئی پاس پہنچی۔ اور کہا:۔

آپ بھی عجیب چیز ہیں۔ نہ بدنامی کا کھٹکا نہ چار آنکھوں کی شرم۔ لیکن کیا یونہی آپے سے باہر ہوکر کوئی آنکھوں پہ ٹھیکری رکھ لیتا ہے۔ اور نیچ کا کچھ بھی خیال نہیں۔ پرائی عورتوں کا دل ہاتھ میں لینا کچھ منہ کا نوالہ ہے۔ ایسی باتوں کے لئے بڑی رازداری اور پردہ پوشی کی ضرورت ہے کاتا اور لے دوڑے سے کچھ کام نہیں بنتا۔ اگرچہ آپ مجھ پر جان دئے دیتے ہیں تو میں بھی آپ کو مایوس رکھنا نہیں چاہتی۔ آج رات آپ اُس محل میں ملیں جہاں ناچ گانا ہوا کرتا ہے۔ آپ چھپ چھپا کر وہاں پہلے سے جا بیٹھیں۔ میں سب کی نظر بچا کر آجاؤں گی۔ مگر شرط یہ ہے کہ کسی کو راز معلوم نہ ہو۔

کیچک خوش ہو گیا۔ کلی کلی کھل گئی۔ بولا

اسوقت تم نے مردے کو جلا دیا۔ اگر تم میرے دل کے ارمان نکال دو گی۔

تو سچ کہتا ہوں کہ کبھی غلامی سے باہر نہ ہوں گا۔ جتنا پانی پلاؤ گی۔ اتنا ہی پیونگا۔ فرق ہو تو گنہگار۔ بیشک میں نے دل کی بیتابیوں سے کچھ نشیب و فراز نہ سوچا۔ اور گستاخی کر بیٹھا تم معاف کرو۔ میں آدھی رات کو پہنچ جاؤں گا۔ پیاری زیادہ انتظار نہ دکھانا۔ جلدی آنا۔ کسی پر راز ظاہر نہ ہو کیا مجال۔ تم تو دیکھ چکیں کہ راجہ براٹ برائے نام راجہ ہے۔ تمام سفید و سیاہ کا اختیار تو مجھ ہی کو ہے۔ پس تمہارے برابر دنیا میں اور کون خوش نصیب ہے جسکی غلامی کو مجھ ایسا بااختیار اور شہزور شخص اپنا فخر اور لطف زندگی سمجھنے کے لئے تیار ہے +

دروپدی ادھر چلی آئی۔ اُدھر کیچک بغلیں بجانے لگا کہ وہ مارا۔ پالا میرے ہاتھ خوش قسمتی! تیری کیا بات ہے۔ بیداری تقدیر تیرا کیا کہنا سہ

طائر مقصود اُڑکر آگیا خود دام میں

اس نے بڑی بڑھیا پوشاک پہنی۔ ہار پھولوں کا خاصہ انتظام کیا۔ خوشبویات ڈھیر کردیں۔ چندن چوپا۔ عطر پھلیل۔ کوئی چیز باقی نہ رہی۔ جس کا ذخیرہ نہ جمع ہوگیا ہو۔ زیور جواہر نگار و پوشاک زرکار پہنی۔ شراب نایاب سے آنکھیں اچھی طرح مخمور کرلیں۔ بدلے ہوئے محل یعنی شبستان خلوت کو اس طرح سجایا کہ چوتھی کی دلہن کا سنگار گرد ہوگیا +

آدھی رات میں کچھ کسر باقی تھی۔ بھیم سین راجہ براٹ کو کھلا پلا کر عورت کے بھیس میں چپ چپاتے وہاں پہنچے۔ جہاں کیچک کی شامت آنے والی تھی۔ وہ جاتے ہی سونے کی پلنگڑی پر لمبی تان کر لیٹ رہا اور اس طرح سون کھینچی کہ گہری نیند کو مات کردیا۔ ذرا دیر کے بعد کیچک اپنے خیال میں مست۔ نشۂ عشق سے مدہوش وہاں آپہنچا۔ دیکھا کہ سر ندھری چادر تانے خواب ناز میں مست ہے۔ اس نے جاتے ہی دل کی بیقراری سے ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور کہا

لے راحت روح۔ اے جان جہاں اُٹھو۔ ذرا دیکھو تو۔ اس وقت تمہاری غلامی میں کون حاضر ہے۔ سچ بتانا کہ ایسی صورت کبھی اور کہیں دیکھی تھی۔ لو یہ شراب کا پیالہ۔ آؤ ذرا کلیجے سے تو لگا لوں +

ہاتھ کو ہاتھ لگاتے ہی بھیم سین چادر پھینک کر اُٹھ بیٹھا۔ بولا:۔

او بیوقوف جس کو تو جان سمجھتا ہے۔ وہ تیری جان نہیں تیرے لئے کال ہے
تو اپنے کو دو باہیاں جان کر پرائی عورت پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ دیکھو ابھی تیری سیٹی پٹی
بھلائے دیتا ہوں ÷

کیچک یا تو دوسرے ہی خیالی پلاؤ دم کر رہا تھا بھیم سین کی تقریر سنکر جھجک گیا
رسی جیتا جاگتا کالا سانپ نظر آئی۔ ہاتھ پاؤں کانپنے لگے۔ بدن میں جیسے جان رہی
اتنے ہی میں بھیم سین نے ایک ایسا دھکا دیا کہ کیچک دور جا پڑا۔ جس وقت سنبھلا
بھیم سین بھی خم ٹھونک کر اُٹھا۔ اور دونوں میں کشتی ہونے لگی۔ دونو صاحب طاقت
تھے۔ نہنگ دریائی و فیل مست کی لڑائی شروع ہوئی۔ کچھ دیر خوب داؤں پیچ ہوئے
آخر کو بھیم سین نے اُٹھا کر دے پٹکا۔ اور چھاتی پر گھٹنا ٹیک کر ایسا گھسا دیا کہ جان
نکل گئی۔ بھیم سین کی طاقت کا کیا کہنا۔ اس کا پرجوش غضب اس کا غصہ اب بھی
نہ اُترا۔ جب ہاتھ پاؤں توڑ کر پیٹ میں گھسیڑ دے اور سر گردن میں ٹھونس دیا۔
تب ذرا حرارت کم ہوئی۔ اب وہ دوڑا ہوا دروپدی کے پاس گیا۔ ساتھ لایا۔
کیچک کی دُرگت دکھائی اور بولا ÷

اب تو کلیجے میں ٹھنڈک پڑی۔ اتنی بات کے واسطے مفت گھبرائی ہوئی تھیں
دونو خوش خوش وہاں سے پھرے۔ بھیم سین تو رسوئی خانہ میں جا کر لیٹ رہا۔ یہاں
محل میں دروپدی نے واویلا شروع کیا کہ میں کہتی نہ تھی۔ کہ کیچک کی خیریت
نہیں۔ اس کی بدنگاہی۔ اس کی زبردست درازی اس کی مار پیٹ کا نزلہ اسی پر
گرے گا۔ کوئی مجھکو ملزم نہ ٹھہرائے۔ میں بے گناہ ہوں۔ میرے گندھربوں نے
اسوقت کیچک کا قصہ تمام کر دیا ÷

کیچک کی موت کچھ ایسی ویسی نہ تھی۔ محل میں کہرام مچ گیا۔ لوگ مشعلیں جلا جلا
کر لاش کے پاس پہنچے۔ دیکھا کہ ایک گوشت پوست کا ڈھیر پڑا ہے۔ نہ سر نہ
ہاتھ پاؤں۔ جس نے دیکھا اُسے یقین ہو گیا۔ کہ واقعی یہ انسان کا کام نہیں۔ کوئی
آدمی مارتا تو یا گردن الگ ہوتی اور سر الگ یا کوئی تلوار وغیرہ کا زخم۔ مگر یہاں تو
ایک گوشت کی گٹھڑی نظر آرہی ہے ÷

ادھیائے ۸

کیچک کے بھائیوں کا دروپدی پر عتاب۔ چتا پر جلانے کی کوشش۔ بھیم سین کا گندھرب کے لباس میں ظہور۔ کیچک کے بھائیوں کا قتل

کیچک کے مرنے کی خبر سے سارے محل میں ہُس پڑ گئی۔ رانیاں دیواروں سے سر ٹکرانے لگیں۔ ہوا خواہ پچھاڑیں کھانے لگے۔ ہوتے ہوتے بھائیوں کو خبر پہنچی۔ وہ دوڑے۔ بڑے بھائی کی لاش دیکھی تو اور رنج ہوا۔ نہ سر کا پتہ نہ ہاتھ پاؤں کا نشان ہڈیوں میں ہڈیاں گھسی ہوئی تھیں۔ وہ خوب روئے پیٹے چیخے چلائے اور تہیہ کر لیا کہ

دروپدی کا اسی وقت سر اڑا دینا ٹھیک ہے ساری خرابی اسی کی ذات سے ہوئی۔ رانی نے سمجھایا کہ بے قصور کو مارنا اور مفت کا عذاب سر پر لینا ہے۔ سرندھری بیچاری کا کیا قصور۔ وہ میرے پاس سے ہلی تک نہیں۔

سب بھائی۔ آپ کو کیا خبر۔ سارا بس اسی کمبخت کا بویا ہوا ہے۔ اسی نے ہم لوگوں کے سایہ سر بھائی کیچک کی جان لے لی۔

رانی۔ وہ بالکل بے خطا ہے اس نے کچھ نہیں کیا۔ وہ پہلے ہی کہہ چکی تھی۔ کہ پانچ گندھرب اُسکے محافظ ہیں۔ ان کے ہوتے بدنگاہی کرنے والے کو ضرور سزا ملے گی۔ میں نے بھی کیچک کو بہت سمجھایا مگر اُس نے خود نہ مانا۔ قصور گندھربوں کا اور سرندھری پر عتاب یہ تو وہی مثل ہوئی کہ دھوبی سے جیت نہ پائے گدھے کے کان اینٹھے۔

کیچک کے بھائیوں کو ایسے شہزور اور با اختیار بھائی کی مفارقت کے صدمے نے بدحواس کر رکھا تھا۔ اُنہوں نے سارا غصہ دروپدی پر ہی اُتارا ایک ساتھ محل میں گھس گئے۔ پکڑے چلے کہ اسے بھی بھائی کے ساتھ پھونک پھانک کر کلیجہ ٹھنڈا کر کے رہینگے۔ دروپدی پر تازہ بلا نازل ہوئی۔ وہ کہتی تھی کہ پرمیشور یہ معاملہ کیا ہے۔

پتی برت دھرم کیا ہوا جی کا جنجال ہوا۔ اب زندگی مشکل ہے۔ کیچک کے بھائی بغیر جلائے نہ رہینگے۔ وہ اسوقت پربس بندھ تھی۔ کچھ کرتے دھرتے نہ بنتا تھا۔ وہ رونے پیٹنے اور چلانے لگی کہ دہائی پانچوں گندھربوں کی۔ اگر اس وقت بھی مدد نہ کی۔ تو کیا عاقبت میں چراغ دکھاؤ گے۔ دروپدی کی گریہ وزاری دلوں کو ہلائے دیتی تھی۔ مگر پتھر کے دلوں پہ کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ کیچک کے بھائی مشکیں کسے ہوئے گھسیٹے لئے چلے جاتے تھے۔ جسوقت کیچک کی لاش چتے پر رکھی گئی۔ سب لوگ دروپدی کو زبردستی کھینچکر چتا کے پاس لے گئے۔ دروپدی کی مایوسیوں کا کچھ ٹھکانا نہ تھا۔ جسوقت اس کو جان سے ناامیدی ہوگئی۔ ایک آواز کان میں آئی +

سرندھری۔ دل کو ڈھارس دے کچھ فکر نہ کر تیرے محافظ آپہنچے۔ کس کی مجال ہے کہ تیرا رویاں بھی دکھا سکے +

یہ آواز دروپدی کے لئے جان بخش تھی۔ اس کا بے چین دل ٹھہر گیا۔ حواس ٹھکانے ہوئے۔ سمجھی کہ اب جان بچی +

یہ آواز کس کی تھی۔ دروپدی تو کچھ سمجھ گئی۔ مگر ناظرین کے سامنے بھیم سین کا نام لئے بغیر مغالطے کا اندیشہ ہے +

جس وقت کیچک کے بھائی دروپدی کو پکڑ کر لے چلے۔ بھیم سین نے شہر کی دیوار پھاند کر گندھرب کا بھیس بدلا۔ ہتھیار اس وقت کہاں مل سکتے تھے۔ پس اُس نے ایک بڑا بھاری درخت اُکھاڑ کر کندھے پر رکھ لیا اور دوڑ ماری۔ بھیم سین کو اسطرح آتے دیکھ کر دل کے دل پھٹ گئے۔ جس نے اس کو جھپٹتے دیکھا۔ اس کی روح سلب ہوگئی۔ جس کے پاس سے گزرا وہ جان لے کر بھاگا۔ جیسے ہاتھی کا سا ڈیل ڈول نظر آیا۔ اُسکے ہاتھ پاؤں تھرتھرا گئے +

بھیم سین جسوقت شیر کی طرح گرجتا اور بہادروں کی طرح للکارتا ہوا انبوہ میں پہنچا۔ ہزاروں آدمی پس گئے کچل گئے۔ جو جھپٹ میں آگیا۔ جس کو ذرا سی جھپٹ آئی وہ وہیں ڈھیر ہوگیا۔ اب کیچک کے بھائی نظر پڑے۔ بھیم سین نے درخت کو چکر دینا شروع کیا۔ ایسے بانے کے ہاتھ دکھائے کہ کیچک کے پندرہ[15] بھائی ایک ہی حملے میں ڈھیر ہوگئے۔ معلوم ہوتا تھا کہ ٹڈیاں پٹ رہی ہیں +

بھیم سین کے حملوں سے تمام لوگ گھبرا اُٹھے۔ سب کو اپنی اپنی جان کی فکر ہوئی۔ کوئی ایسا نہ تھا جو دُم دبا کر بھاگا نہ ہو۔ جدھر جس کا سینگ سمایا۔ بھاگ نکلا جب میدان صاف ہو گیا۔ بھیم سین نے دروپدی کو گلے سے لگا لیا۔ اور کہا کہ تم گھبراتی تھیں مگر دیکھو سری کرشن جی کی مایا کیسی اپار ہے۔ اُنہوں نے پل بھر میں فکروں سے نجات دلوا دی ؁

اچھا اب تم مکان پر جاؤ۔ دشمنوں سے کھٹکا دور ہو گیا۔ اگر کوئی ناک بھویں چڑہائے تو مجھے خبر کر دینا میں اچھی طرح مزہ چکھا دوں گا۔ یہ کہہ کر بھیم سین دروپدی کو ساتھ لئے ہوئے مرگھٹ سے واپس آیا۔ دروپدی کو محل میں پہنچا کو خود اپنے قیامگاہ میں جا پہنچا۔ کسی نے نہ پہچانا کہ کیچک کے بھائیوں کی کس نے جان لی۔ اور وہ گندھرب کون تھا ؁

ادھیائے ۹

راجہ براٹ کو کیچک اور اُس کے بھائیوں کے قتل سے اطلاع سرندھری کے اخراج کی تجویز

سارے شہر میں غل غپاڑہ مچ گیا کہ کیچک کے سارے بھائی مار ڈالے گئے۔ ارکان دولت نے راجہ کو خبر کی۔ راجہ کو سخت رنج ہوا۔ سوچنے لگا کہ کیا کروں بڑھیا مری تو مری۔ غم یہ ہے کہ موت کے جمدوت نے گھر دیکھ لیا۔ سرندھری کے گندھرب چھینکتے ناک کاٹیں گے۔ جب جو چاہیں گے آفت ڈھائیں گے۔ جب پر ایک گندھرب نے ایک سو چھ سو رہیر مار کر رکھ دیئے۔ اُس اکیلے کی طاقت نہ جانے کیا ہو گی۔ اگر پانچوں کے پانچوں قوت دکھائیں۔ تب تو براٹ نگر ہی کا تختہ اُلٹ پُلٹ کر دیں۔ ارکان دولت راجہ کے قیافے سے فکر و تردد کی باتیں سمجھ گئے۔ اُنہوں نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ

مہاراج۔ ذرا سی بات سے تمام فکروں کا علاج ممکن ہے سرندھری کو نکال باہر کیجئے۔ پھر کچھ بھی خوف نہیں ؁

راجہ یہاں اس سوچ بچار میں تھا کہ کیا کروں وہاں دروپدی نہا دھو کر کپڑے

بدلے ہوئے محل میں جانے کو رسوئیں کی طرف سے گزری - دیکھا کہ بھیم سین کھڑا ہؤا ہے یہ مسکرائی اور بولی کہ گندھرب جی کا ہزار ہزار شکر - جنہوں نے بات بھی رکھی اور جان بھی بچائی - بھیم سین مسکرا کر چھپ رہا اور دروپدی اب وہاں پہنچی جہاں ارجن راج کنیاؤں کو ناچنا گانا سکھا رہا تھا - جونہیں راج کنیاؤں نے دروپدی کو آتے دیکھا - سب دوڑ کر اُسکے قریب آئیں اور کہا

سرندھری مٹھائی کھلاؤ - آج بڑے بھاگ تھے جو جان بچ گئی ؛

ارجن سے بھی نہ رہا گیا وہ بھی برنہلا کے بھیس میں سامنے آ کھڑا ہوا - اور پوچھا ذرا بتائے تو جاؤ - کیونکر بچاؤ ہؤا - کس طرح جھٹکارا ملا ؛

دروپدی - ہیجڑوں کو ایسی باتوں سے کیا مطلب - تو ناچ تھرک - چٹک مٹک ؛

برنہلا - (یعنی ارجن) زیادہ شرمندہ نہ کرو - وقت کو دیکھو - میں اس بھیس میں جو مصیبت جھیل رہا ہوں - اگر تم پر پڑتی تو معلوم ہوتی ؛

بات چیت کا موقعہ نہ تھا دو چار لطیفے کہہ سُنکر دروپدی محل میں گئی - تو کچھ اور ہی نظر آیا - یا تو پہلے خاطر داریاں ہوتی تھیں یا اب دیکھا تو سب کی تیوریاں چڑھی ہوئی ہیں - رانی نے صورت دیکھتے ہی کہا :-

سرندھری - اب ہمارے یہاں تمہارا کام نہیں - تمہارے گندھربوں سے سب کی تلی تلی کانپتی ہے - میں تم کو رخصت کرتی ہوں جہاں جی چاہے جاؤ بھاری پتھر چوم کر چھوڑا

دروپدی - مہارانی جی - آپکے حکم کی تعمیل میں عذر نہیں - مگر صرف چودہ پندرہ روز کی مُہلت مانگتی ہوں - اسکے بعد ٹھیروں تو قسم - آج کے چودھویں پندرھویں دن میرے گندھرب خود ہی لے جاوینگے آپکو دوبارہ کہنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی ؛

ادھیائے ۱۰

دریودھن کو پانڈوؤں کی طرف سے بے فکری ان کی ہلاکت کا وہم اہلِ مشورت سے گفتگو - کیچک کی وفات سے حوصلہ افزائی براٹ نگر پر حملہ

کیچک ایسا شہزور اور دلاور تھا۔ کہ چار دانگ عالم میں اس کی دھوم سے بڑے بڑے شورہیر نام سے کانپتے تھے۔ جب بھیم سین نے اسکی جان لی۔ دور دور تک خبر ہو گئی۔ کہ گندھربوں نے اُسے مار ڈالا۔ یہ زمانہ وہ تھا۔ جب دریودھن کے گو ہندے اور مخبر جگہ جگہ چھوٹے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے دنیا بھر چھان ڈالی۔ روئے زمین کے گرد بنے مگر پانڈوؤں کا پتہ نہ لگا۔ جو قریب تھے ہر جگہ کی ٹھوکریں کھا کر راجہ دریودھن کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:۔

اَن داتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پانڈوؤں کو شیر بھیڑیئے کھا گئے۔ ہم نے سوئی کے ناکے تک میں دیکھا کہیں راجہ جدھشٹر تک کا پتہ ملا نہ بھائیوں کا۔ براٹ نگر میں گئے۔ تو عجیب ہی معاملہ سُنا۔ کیچک ایسے زبردست اور شہزور سپہ سالار کو کسی نے مار ڈالا۔ دنیا بھر میں مشہور ہے کہ کسی گندھرب کی کارستانی تھی۔ معلوم نہیں کہ وہ گندھرب کون ہے ؛

دریودھن۔ پانڈوؤں کو ایسی جگہ ڈھونڈھنا فضول تھا۔ وہ کسی تپوبن میں یا رشیوں کی منڈلی میں ہونگے ؛

دوشاسن۔ نہیں صاحب۔ وہ یہاں کہاں۔ کہیں سمندر کے پار جان چھپاتے ہوں گے ؛

کرن۔ مجھے تو یقین ہے۔ کہ اُن کی ہڈیوں کا بھی پتہ نہیں۔ کب کی شیر بھیڑیوں کے پیٹ میں ہضم ہو گئی ہوں گی ؛

درونا چارج۔ اس خیال میں نہ رہیئے۔ شیر بھیڑیوں کو پانڈو خود کھائیں۔ اور ڈکار نہ لیں جب تک تیرھواں سال نہ گزرے تب تک ان کو مردہ سمجھنا گویا اپنی موت کا سامان کرنا ہے۔ جہاں وہ تن کے کھڑے ہوئے پھر بھاگتے راستہ نہ ملے گا۔ جان کی خیر نہ ہو گی۔ راجہ جدھشٹر کیا کم ہے اسکے علاوہ بھیم اور ارجن کی طاقتیں چھپی ہیں ان کے بجر اور تیروں کے سامنے ہزار دو ہزار اور لاکھ دو لاکھ کی بھی بساط نہیں جس کے سر ہو جائیں سمجھ لو کہ موت آگئی۔ ہاتھیوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیم سین کی گدا سے چور چور ہو جاتے ہیں۔ شیر صورت دیکھتے ہی موچھیں نیچی کر کے بھیگی بلی بن جائیں۔ تیرھواں سال خاتمے پر ہے جہاں یہ لوگ ظاہر ہوئے میں تو سمجھتا ہوں۔ کہ

قیامت ہی آجائے گی۔ وہ راج لئے بغیر دم نہ لیں۔ مجال ہے +

درلودھن ۔ آپ نے تو آج اتنا فرمایا۔ یہاں مہینوں سے نیند نہیں پڑتی۔ ہر وقت مل اندر ہی اندر پریشان رہتا ہے۔ اتنے دن ہو گئے۔ گو ہیندوں مخبروں نے لاکھ پاؤں توڑے مگر پانڈوؤں کی پھاؤں نہ پائی۔ آپ جہان دیدہ ہیں۔ کچھ رائے دیں۔ کہ کیا کرنا چاہئے +

درونا چارج ۔ غافل بیٹھنے سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ سمجھ لینا کہ پانڈو شیر بھیڑیوں کے پیٹ میں ہضم ہو گئے۔ موت کے منہ میں جھونکے گا +

بھیشم پتامہ ۔ درلودھن اگر راج دینا منظور ہے تب تو چپ لگائے ہو۔ مخالفت کا خیال ہے تو ڈھونڈو پتہ لگاؤ۔ ورنہ خیر نہیں۔ پانچوں کے پانچوں بڑے دھاتما شہزور۔ بہادر اور فنون حرب وضرب میں کامل ہیں۔ آج دنیا کے پردے پر اُن سے پکڑ لینے والا موجود نہیں۔ اس کے علاوہ وہ کرشن کی نگاہوں میں بسے ہیں۔ کرشن جی کو اُن سے دلی محبت ہے۔ موقعہ پر ضرور مدد کریں گے۔ بس جب تک وہ ظاہر نہ ہوں۔ تب تک خیریت سمجھنا چاہئے پانڈو تمہارے بھائی ہیں۔ انہوں نے تمہارے ساتھ سلوک کے سوائے کچھ بدسلوکی نہیں کی میری تو یہ رائے ہے کہ میل کرلو۔ اتفاق بڑی چیز ہے۔ ملاپ سے کبھی کسی طرح کا نقصان نہیں۔ اگر راج ہٹ غالب ہے تو پھر کیا فوج بڑھاؤ۔ لشکر آراستہ کرو۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھے رہنے سے کوئی نتیجہ نہیں +

درونا چارج ۔ راجہ درلودھن۔ کچھ سُنا۔ مہاراج بھیشم پتامہ نے کیا فرمایا۔ میری بھی یہی مرضی ہے۔ کہ مجھے مل جاؤ اگر دونو کی تلوار میان سے نکلیں تو آثار قیامت میں شک نہیں۔ وہ سخت خونریزی ہو جائے گی۔ کہ خون کا سمندر بہ جائے گا اپنی طاقتوں پر نہ اتراؤ۔ فتح ہمیشہ دھرم کی طرف ہی ہے۔ اور دھرم کی کبھی ہے نہیں ہوتی +

یہ سب باتیں ہو رہی تھیں۔ کہ سوشرماں ترگمرت دیش کا راجہ بول اُٹھا +

میں بھی کچھ عرض کرتا ہوں۔ سماعت فرمائیے۔ متس اور سالو دیش کے راجا نے مجھے بہت تنگ کیا ہے۔ میں ان سے عوض لینے کی تاک میں رہا۔ مگر کچھ

کی بے انتہا طاقتوں نے ہمت رو کے رکھی۔ اب اُسے گندھربوں نے مار ڈالا۔ حکم
ہو تو ساری اگلی پچھلی کسر نکال لوں۔ براٹ نگر کی ساری کائنات وہ عظیم الشان گوشالہ
ہے جس کی نظیر دنیا کے برابر نہیں۔ ایک طرف سے آپ اُٹھیں۔ دوسری طرف
سے میں گھیروں۔ راج پاٹ سب چھین کر راجہ براٹ کو میں چپٹ غٹو کردوں۔ آپ گوشالہ
پر قابض ہو جائیں۔ سارے راج کی آدھی بٹائی کرلی جائے۔ چلئے فیصلہ شد +

دریودھن۔ رائے تو بہت اچھی ہے اسطرح پھر میدان نہ ملے گا۔ پانڈوؤں کا خوف
فقط بھوت ہے۔ اصلیت کچھ نہیں وہ زندہ ہوتے تو آخر کہاں جاتے۔ ایک نہ
ایک جگہ تو کچھ پتہ لگتا۔ بالفرض وہ اسوقت براٹ کے راجہ کی مدد کو آ ہی جائیں تو
ہم لوگوں کے پو بارہ ہیں۔ بارہ برس کی جلا وطنی ان کا خاتمہ ہی کر کے رہیگی +

سوشرمان۔ جی ہاں اسی سے میری رائے ہے۔ کہ دیر نہ کی جائے۔ میں بھی فوج
لے چلوں۔ آپ بھی لشکر کو حکم دیجئے +

تجویز منظور ہو گئی۔ براٹ نگر پر حملے کا منصوبہ گٹھ گیا۔ ایک طرف سے سوسرمان
پہنچا۔ دوسری طرف سے دریودھن۔ متس دیش دشمنوں سے گھر گیا۔ اور ظالموں
نے لاکھوں گائیں اپنے قبضہ میں کرلیں +

ادھیائے ۱۱

راجہ براٹ اور سوسرمان کی جنگ۔ اول الذکر کی شکست پانڈوؤں کا اظہار شجاعت۔ سوسرمان کی گرفتاری اور بعد میں رہائی

کیچک کی وفات سے راجہ براٹ کو صدمہ تو بہت ہوا۔ مگر جس وقت وہ
پانڈوؤں کی صورت دیکھتا کسی قدر غم غلط ہو جاتا۔ وہ ان کے ہاتھ پاؤں۔ ڈیل
ڈول دیکھ کر سمجھتا تھا۔ کہ کیچک کی عدم موجودگی میں اگر کوئی غنیم حملہ کرے گا۔ تو یہ

لوگ اچار نکال ڈالیں گے۔ دربار لگا ہوا تھا۔ متوجندیل وغیرہ پانڈو بھی ارکان دولت کی صف میں بیٹھے ہوئے تھے۔ امور ملکی پر رائے زنی کرنا چاہتے تھے۔ کہ رتھوں کی کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ شوروغل پیدا ہوا۔ کہ دربار درہم برہم ہو گیا۔ ہر طرف گوال دوہائی دیتے ہوئے سامنے آکھڑے ہوئے۔ اور فریاد کی کہ

مہاراج غضب ہو گیا۔ کیچک کے مرتے ہی براٹ نگر کو دشمنوں نے گھیر لیا۔ ترگرت دیش کا راجہ سوشرماں ایک طرف سے۔ کورو لوگ دوسری طرف سے ٹوٹ پڑے۔ ہم لوگوں کو غفلت نے مار بھگایا۔ تمام گائیں چھین لیں۔ جو کچھ گرہستی تھی سب چھین چھان کر کھسکے جاتے ہیں ؞

راجہ براٹ کے دربار میں کھلبلی مچ گئی۔ راجہ نے کہا۔

ہائے ایک کیچک کے مرنے سے یہ خرابی۔ خیر ہرچہ بادا باد۔ میرا طلائی رتھ جلدی تیار ہو۔ فوجیں جلدی سے آراستہ ہو جائیں۔ خبردار دیر نہ ہو۔ بغیر لڑے بھڑے چارہ نہیں ؞

حکم کی دیر تھی۔ لشکر بڑا بھاری کھڑا ہو گیا۔ سٹھیانیک اور وراشن چھوٹے بھائی بھی زرہ جوشن پہنکر ہتھیار سجے ہوئے آپہنچے۔ جب سارا سامان لیس ہو گیا۔ گنگ (راجہ جدھشٹر) بلو (بھیم سین) تنت پال (سہدیو) گرنتھک (نکل) کو بھی ہمراہی کا حکم ملا۔ رتھ۔ ہتھیار۔ زرہ بکتر سب موجود ہو گئے۔ یہ موقعہ پانڈوؤں کے ظاہر ہونے کا تھا۔ سب نے آپس میں صلاح کی کہ جس راجہ کے یہاں سال بھر پرورش پائی۔ اس مشکل میں دستگیری نہ کرنا انسانیت اور شرافت کے خلاف ہے۔ اگر اب ہماری طاقتیں ظاہر بھی ہونگی تو اسکا اثر خالی نہ جائے گا۔ دشمنوں کی کچھ تو آنکھیں کھلینگی۔ یہ سوچ سمجھ کر وہ راجہ براٹ کے ساتھ ہوئے اور سب نے مل کر سوشرماں کو جا روکا۔ لڑائی شروع کی۔ سوار سے سوار پیدل سے پیدل جٹ گئے۔ تلوار سے تلوار بجنے لگی۔ تیر پر تیر برسنے لگے۔ لاش پر لاش گرنے لگی۔ کشتوں کے پشتے بندھنے لگے۔ خون کا ایک دریا بہہ گیا ؞

مخالف لشکر گھبرا اٹھا۔ سپہ سالاروں کے قدم اُٹھنے لگے تو راجہ سوشرماں خود سامنے آیا۔ مار ہونے لگی۔ بہادروں نے لڑتے لڑتے شام کر دی۔ سوشرماں کی چوٹ

نے براٹ نگر کی فوجوں کے چھکے چھڑا دئے۔ سرداران لشکر نے جی چھوڑ دیا۔ سوسرمان نے جھپٹ کر راجہ براٹ کے مہا سارتھی پر تلوار کا ایسا ہاتھ صاف کیا کہ سر دھڑ سے جدا ہو گیا اور راجہ کو گرفتار کر کے کوس ظفر پر چوٹ دی اور رتھ پیچھے بھگایا۔ راجہ جدھشٹر دور تھے۔ انہوں نے یہ کیفیت دیکھ کر بھائیوں سے کہا کہ دیکھتے کیا ہو۔ جاؤ راجہ کو چھڑاؤ۔

بھیم سین۔ نکل اور سہدیو تھوڑی سی فوج لئے ہوئے۔ لشکر غنیم میں پل پڑے راجہ براٹ زندگی سے مایوس تھا۔ ان وغیرہ کو دیکھ کر اس کی جان میں جان آئی۔ پکار کر کہا کہ آفرین شاباش۔ اب زندگی تمہارے ہاتھ ہے۔

لڑائی ہونے لگی۔ ہتھیار چلنے لگے۔ بھیم سین رتھ سے کود پڑا۔ ایک بھاری درخت اکھاڑ کر دوڑا کہ اس سے سوسرمان کو کچل ڈالے مگر راجہ جدھشٹر نے روکا اور کہا کہ ابھی اپنے کو ظاہر کرنے سے کچھ نتیجہ نہیں۔ سوسرماں فوراً پہچان جائیگا کہ بھیم سین یہی ہے۔ اس لئے تم درخت کو پھینکو اور دھنش بان سے لڑو۔ گدا سے کچلو۔ بھیم سین نے گدا اٹھایا۔ ہزاروں ہاتھی گھوڑے سوار پیدل مار کر ڈالے۔ رتھ توڑ پھوڑ ڈالا۔ راجہ براٹ کو اپنے رتھ پر بٹھایا۔ اور سوسرماں کے گلے میں کمند ڈال کر گرفتار کیا۔ نکل اور سہدیو نے فوج مخالف کے دھرے اڑا دئے۔

سوسرماں کی ساری ہیکڑی گرو برد ہو گئی۔ قسمت کو جھینکنے لگا بھیم سین نے کہا راجہ براٹ کے قدموں پر سر رکھ تب تو خیر ہے نہیں تو ابھی سر اڑا دیتا ہوں۔

سوسرماں نے جان کے خوف سے ہاتھ جوڑ دئے۔ قدموں پہ سر جھکایا۔ راجہ جدھشٹر نے معافی دلوائی۔ بھیم سین نے رہا کر دیا۔ اور کہا کہ

احسان نہ بھول۔ دیکھ دریودھن کی خیر خواہی نے کیا پھل دیا۔ اب بھیجا ہو گے تو کوروؤں کا ساتھ دو گے۔ میں نے تمہاری جان بخشی کی سیدھے گھر چلے جاؤ۔

ادھیائے ۱۲

براٹ نگر پر دوسری طرف سے دریودھن کے لشکر جرار کی یورش۔ گھوسیوں کی براٹ کے ولیعہد سے فریاد

راجہ سوسرماں کی معافی تقصیرات ہوئی۔ جان بچی۔ لاکھوں پائے۔ وہ بھیم سین کا شکریہ ادا کرکے براٹ کے قدموں پر سر جھکا کر کان دبائے ہوئے گھر کی طرف بھاگا۔ راجہ براٹ نے میدان جنگ میں رات کاٹی۔ پانڈوؤں کی طاقتوں سے اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ کنک (راجہ جدھشٹر) سے بولا کہ

ماگھر بدجی مہاراج۔ آج آپ اور آپ کے ساتھیوں کی بدولت جان بچی۔ کس زبان سے شکریہ ادا کروں۔ آپ سب کی ہمت وثنا وصفت میں زبان قاصر ہے میں آپ کے احسانات کبھی فراموش نہیں کرسکتا۔ سارا راج پاٹ۔ ساری دولت وثروت آپ کی نذر ہے جب کہیئے تملک کردوں۔ فقط اشارے کا منتظر ہوں۔

راجہ جدھشٹر۔ آپ کی عنایت کافی ہے غریبوں کو راج پاٹ سے کیا کام۔ دولت سلطنت آپ کو مبارک۔ یہاں تین چار جنبو کافی ہیں۔ اور ایک پرماتما کا نام۔ آپ کے اقبال نے دشمنوں کی طرف سے دلجمعی کردی۔ آپ فتح کے ڈنکے بجایئے۔ راجدھانی میں سب کا دل مسرور ہوگا۔ سواروں کو بھیجیں۔ خوشخبری سنادیں۔

سوار بھیجے گئے۔ براٹ نگر میں نوبتیں بجنے لگیں۔ اہل شہر نے بدھائی دی محلات میں ناچ رنگ ہوا۔

سوسرماں جب ہستناپور سے چلا تھا اُسی کے دوسرے روز دریودھن نے بھی دوسری طرف سے لشکر بڑھایا تھا۔ اسکے ساتھ بڑے بڑے سوربیر تھے۔ مثلاً بھیشم پتامہ درونا چارج۔ کرپا چارج۔ اسوتھاماں۔ دوشاسن۔ دوسہ۔ یسبت۔ بکرن۔ چترسین۔ ورمد وغیرہ جب اُنہوں نے گھوسیوں کے گاؤں گھیر کر ۶ ہزار گائیوں۔ بچھڑوں پر دست تصرف دراز کیا۔ تو گھوسی روتے پیٹتے براٹ نگر میں آئے۔ راجہ میدان جنگ میں تھا۔ سوسرماں سے لڑائی چھڑی تھی۔ سب ولیعہد سلطنت سے روئے پیٹے۔ سرگذشت سنائی۔ جرأت و بہادری کی تعریف کرکے لشکر کشی کی درخواست کی۔

ادھیائے ۱۲

برہنلا عرف ارجن کی رتھبانی۔ اُتر راج کمار کی کوروؤں کے مقابلہ میں فوج کشی

گھوسیوں کی فریاد پر اُتر راجکمار نے کان دئے اور گھبرایا کہ کیا کروں اس نے کہا میں جانے کو تیار ہوں ۔ مگر افسوس یہ ہے کہ میرا سارتھی اس مہینے میں قتل ہو گیا ؛

اگر کوئی لائق سارتھی ملے تو ابھی کوروں کو مار بھگاؤں وہ تیر اندازی کے کمالات دکھاؤں کہ ارجن بھی دیکھے تو قائل ہو جائے ؛

ارجن یہ بات سُن رہا تھا ۔ موقع ٹال کر وہاں سے اُٹھا ۔ اشارے سے دروپدی کو محل میں لے گیا اور کہا کہ

اُترکمار سے کہدو کہ برہنلا کو سارتھی بنالے ۔ میدان میں جاؤں گا تو کوروں کی ساری بائی کپچائی نکل جائے گی ؛

دروپدی وہاں سے اُتر راجکمار کے پاس آئی اور عرض کی کہ

آپکو لائق سارتھی کی تلاش ہے آپ میرا کہا مانیں برہنلا سے رتھ منگوائیں یہ اس کام میں فرد ہیں

اُتر راجکمار ۔ تم بھی عقل کی گھڑی ہو ۔ ہیجڑوں زنانوں کو رتھ ہانکنے کا کیا وقوف ؛

دروپدی ۔ اس خیال میں نہ رہیئے جس وقت ارجن نے کھانڈو بن جلایا تھا ۔ اس وقت رتھ کے گھوڑوں کی باگ برہنلا کے ہاتھ میں تھی ۔ یہ ہیجڑا نہ ہوتا تو ارجن کے بنائے کچھ نہ بنتی ؛

اُترکمار ۔ سچ ہے تو یقین نہیں آتا مگر خیر بُلواؤ ؛

برہنلا کی طلبی ہوئی ۔ ارجن اپنا زنانہ لباس پہنے ہوئے ظاہر ہوا ۔ کمار نے پوچھا :۔

اُترکمار ۔ کیا تم ارجن کے سارتھی رہ چکے ہو ؛

برہنلا نے اسکے جواب میں بڑے ناز و نخرے سے ناک پر اُنگلی رکھی اور چٹک مٹک کر جواب دیا ؛

بلہاری بلہاری ۔ میں صدقے میں واری ۔ میرا کام ناچنا گانا ہے ۔ میں رتھ وتھ ہکانا کیا جانوں ۔ مگر سر ندھری بھی جھوٹی نہیں جو دیکھا ہوگا وہی کہتی ہوگی ۔ یہ کہہ کر اسطرح چٹکنا مٹکنا شروع کیا کہ سارا نواس لوٹ پوٹ گیا ۔ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ گئے ؛

اُترکمار ۔ مسخراپن نہ کر ۔ چل میرے ساتھ ۔ دیکھوں رتھ ہانکنے کی کتنی مشق ہے ؛

ارجن نے ہاتھ اُٹھا کر زرہ اُٹھائی ۔ اور بڑے انداز سے پہنی ۔ کہاں چولی اور کہاں اوڑھنی اور کہاں چوٹی کنگھی ۔ کہاں زرہ بکتر اور کہاں فوجی لباس ۔ سب ڈیتیاں ۔ راجکماریاں لونڈیاں قہقہے لگاتیں اور ٹھٹھے مارتی تھیں کہ واہ برہنلا آج تو خوب ہی بنیں ۔ جب ارجن نے سارے

ہتھیار سج لئے۔ رتھ جوتا گیا ارکو سوار کیا۔ اور گھوڑے اُڑائے جس نے پہلے ٹھاٹھ کا جوان کبھی نہ دیکھا تھا اُسکو بھی شک ہؤا کہ ضرور یہی ارجن ہے۔ رتھ اُڑاتے وقت برہمنوں نے اشیرباد دیا۔ راج کنیاؤں نے خوشی کے گانے گائے کوئی بولی۔ بات تب ہے بھیشم پتامہ کے تیر ہم کو ہمارے لئے لیتے آنا۔ کسی نے کہا درونا چارج کے زیور و لباس کی حقدار میں ہوں۔ اے برہنلا دیکھو راجکمار تیرے سپرد ہیں جسطرح کھانڈو بن جلانے کیلئے ارجن کا ساتھ دیا تھا۔ اسی طرح اسوقت بھی ساتھ دے کر کوروؤں کو پکڑ لاؤ ؎

ارجن۔ سب اطمینان رکھو دیکھنا تمہارے برہنلا سب سورمیروں کے کان کاٹتے ہیں کسی کورو کی ناک رہ جائے تب کہنا۔ یہ کہتے ہی گھوڑوں کو چھچکار تو ہوا بھی گرد نہ پا سکی ؎

ادھیائے ۴۱

اوترکمار کو لے کر ارجن کی میدان جنگ میں روانگی۔ راجکمار کی بزدلی۔ ارجن کی طرف سے حوصلہ افزائی۔ کوروؤں میں ارجن کی نسبت بات چیت

ارجن نے اس تیزی سے رتھ ہانکا کہ اوترکمار کے ہاتھ پاؤں سُست ہو گئے اور جسوقت کوروؤں کا لشکر جرار نظر آیا۔ بدن تھر تھرا اٹھا۔ بھیشم پتامہ کے نام سے بوٹی بوٹی کانپ گئی۔ درونا چارج کو دیکھ کر خون خشک ہو گیا۔ مارے ڈر کے چوہیا کا بل ڈھونڈھنے لگا۔ ارجن سے بولا کہ

رتھ پھیرو میں لڑنے سے باز آیا۔ جس کو جان بھاری ہو وہ بھیشم پتامہ کے سامنے جائے جو گھر سے خالی ہو وہ درونا چارج کا مقابلہ کرے۔ اسوتھاماں سے ٹکر لینے کی مجھ میں طاقت کہاں۔ یہ سب لوگ تو مجھے مچھر کی طرح مسل کے رکھ دینگے ہاں مرد میں کیسا ہوں؟ برہنلا۔ چھتری کا بیٹا ایسا بودا۔ فوج والے کیا کہیں گے۔ لڑائی سے جی چراتے شرم نہیں آتی۔ جب ایسا ہی بودا پن تھا تو راجہ براٹ کے گھر کیوں جنم لیا۔ ایسے کل کلنکی کا مرجانا ہی بہتر ہے ؎

اوتر راجکمار کا کلیجہ دھڑک رہا تھا۔ جان نکلی ہوئی تھی۔ وہ گھبرا کر رتھ سے کود پڑا اور جی چھوڑ کر بھاگنے لگا۔ ارجن یہ کہتا ہوا جھپٹا کہ

چلے کہاں۔ بغیر لڑائے جان نہ چھوڑوں گا ✦

اوتر راجکمار۔ برہنلا میری عمر پر ترس کھا ایشور کے لئے موت کے منہ میں مجھ نہ جھونک۔ ہاتھی گھوڑے نالکی پالکی سب لے لے۔ میں نے تجھے سارا خزانہ بخش دیا۔ مجھے جان بچانے دے ✦

برہنلا۔ بھلا چاہتا ہے تو ضد نہ کر۔ نہیں تو پچھتائیگا۔ میں یہاں سے ہلنے نہ دونگا ✦

اوتر راجکمار۔ برہنلا معاف کر۔ مجھ میں دم نہیں میں لڑ نہیں سکتا ✦

ارجن نے راجکمار کی آہ واویلا کچھ نہ سنی زبردستی پکڑ کر رتھ پر سوار کیا اور رتھ میں جکڑ لیا ✦

خبردار کسمسانا نہیں چپکے بیٹھے ہوئے گھوڑوں کی باگ تھامے رہو۔ میں ابھی تمہارے دیکھتے سارے کوروں کو خاک پر سلائے دیتا ہوں۔ ایک گئو بھی کوئی لے جائے تو میرا ذمہ ✦

اوتر راجکمار کو کسی قدر ڈھارس ہوئی اور اُسنے گھوڑوں کی لگام تھاما منظور کی ارجن وہاں سے اُس درخت کی طرف لپکا۔ جس پر براٹ نگر میں آتے وقت ہتھیار چھپادئے تھے ✦

رتھ ہوا سے باتیں کرتا ہوا جارہا تھا۔ بھیشم اور درونا چارج بولے کہ

کورو ہوشیار۔ معلوم ہوتا ہے کہ راجکمار کو لے کر ارجن آگیا۔ اسی طرح بے کھٹکے بڑھتے چلے آنا پانڈوؤں میں ہی ارجن کے کام ہیں اَیروں غیروں کے دل گردہ کہاں ✦

ورونا چارج۔ بھیشم جی ذرا آسمان کا رنگ تو دیکھئے۔ ہوا کہتی ہے کہ آج اچھی طرح ہی چل کے دم لونگی۔ آثار اچھے نہیں۔ شگون خراب ہورہے ہیں۔ سرداران لشکر کہاں ہیں۔ سب کو حکم دیجئے کہ گایوں کو حلقے میں لے کر ہتھیاروں سے لیس ہوجائیں۔ ضرور ارجن ہی آرہا ہے۔ اس سے بہت ہی سخت مقابلہ ہوگا۔ ارجن اب وہ ارجن نہیں۔ اندر نے تعلیم دے کر اس کو فنون جنگ سکھادئے ہیں۔ جو دیوتاؤں کو بھی معلوم نہیں۔ ہمارا آپ کا کیا ذکر۔ جس وقت وہ دانت کھٹکھٹا کر دھاوا کرے گا۔ میں تو جانتا ہوں۔ کہ شاید ہی کوئی سامنے ٹھیرے۔ مہادیو جی سے لڑکر ان کو خوش کردینا ارجن کے سوائے کس کا کام تھا ✦

بھیشم پتامہ۔ دریودھن۔ درونا چارج جی بہت درست کہتے ہیں۔ ویر گروہ سپہ سالاروں سے کہو۔ کرک جائیں خوب ہوشیار رہیں۔ مقابلہ ٹیڑھا۔ ارجن کے بانوں سے سر بر ہونا کوئی آسان نہیں ہے ٭

دریودھن۔ آپ لوگ اس خیال فضول سے پریشان ہیں یہاں کرن سے پوچھئے منہ مانگی مُراد ملنے والی ہے ٭

بھیشم۔ وہ کیا ٭

کرن۔ بس یہی کہ بدنصیب پانڈوؤں کو بارہ برس کی جلاوطنی اور نصیب ہوگی ٭

دریودھن۔ اگر یہ ہیجڑا ارجن نہیں تب تو ہمارے تیروں کو سمجھ لیجئے کہ زخم چارہ بل گیا۔ اگر ارجن یہی ہے تو یا ہم لوگ مار گرائینگے یا بارہ برس پھر جنگلوں کی ہو کھائیں گے ہر طرح سے اپنا اُلو سیدھا اور کام سیدھا ہے ٭

بھیشم۔ دریودھن تمہاری کیا بات ہے۔ بس پھر کیا ہے پو بارہ ہی پو بارہ ہے ٭

ادھیائے ۱۵

ارجن کا اوتر راجکمار کو زبردستی لڑائی کے لئے مجبور کرنا۔ لپنے ہتھیار لیتے جانا۔ ہتھیاروں سے راجکمار کی حیرت ہتھیاروں کی تشریح ارجن کی زبانی

ارجن رتھ بڑھاتا ہوا درخت کے پاس پہنچا۔ اور اوتر راجکمار سے بولا کہ تمہارے تیر کمان میرے لائق نہیں۔ درخت پر چڑھ جاؤ اور پانڈوؤں کے ہتھیار اتار لاؤ ٭ راجکمار سب ہتھیار اتار لایا ارجن نے ہر ایک کو صاف کیا۔ راجکمار نے چمک دیکھی تو حیران ہو گیا۔ کہ ہتھیار کیسے۔ ایسے عالم حیرت میں پوچھنے لگا ٭

اوتر کمار جس سنہری دھنش پر جڑاؤ جگمگ جگمگ کرتا ہے اسکا مالک کون ہے؟

ارجن۔ ارجن کا گانڈیو دھنش یہی ہے اس کے سامنے لاکھوں دھنشوں کی کچھ

بساط نہیں ۔ اصل میں یہ برہما جی کا دھنش ہے ۔ ہزار برس اُن کے پاس رہا ۔ ۵۰۳
برس پرجاپت نے قبضے میں رکھا ۔ اندر ۸۵ برس تک قابض رہے ۔ ۵۰۰ برس چندرمان
جی اور ۱۰۰ برس برن جی ۔ اب ۶۵ برس تک کیلئے ارجن کی قسمت میں ہے ؂
راجکمار ۔ جس پر ہاتھیوں کی سنہری تصویریں ہیں وہ دھنش کس کا ہے ؂
ارجن ۔ بھیم سین کا اس شو بیر نے اسی دھنش سے پورب کے راجاؤں کو زیر کیا تھا ؂
راجکمار ۔ اور تیسرا دھنش جس پر اندر گوپ کے نام کے کپڑے کا غلاف چڑھا ہوا ہے ؟
ارجن ۔ مہاراجہ جدھشٹر کا ؂
راجکمار ۔ چوتھا دھنش کس کا ہے جس پر سورج کوچ وزرہ بکتر پہنے ہوئے نظر آتے ہیں ؂
ارجن ۔ نکل کا ؂
راجکمار ۔ باقی پانچوں بھی بہت نفیس ہے جانوروں کی کیسی خوبصورت تصویریں
بنی ہوئی ہیں ؂
ارجن ۔ یہ سہدیو کے ہاتھ کا زیور ہے ؂
راجکمار ۔ اور یہ ہزارہا تیروں والا ترکش ؂
ارجن ۔ ارجن کا اسے اکشے کہتے ہیں ۔ اس میں یہ وصف ہے کہ چاہے جتنے تیر سرکرو
کبھی خالی نہ ہو ؂
راجکمار ۔ جس ترکش میں موٹے موٹے تیر ہیں اسکو کس کے نام سے فخر ہے ؟
ارجن ۔ بھیم سین سے ؂
راجکمار ۔ سنہری شیر وہان تیروں کا ترکش کس کی ملکیت ہے ؟
ارجن ۔ نکل کی ؂
راجکمار ۔ جس میں سورج کی تصویر ہے اس ترکش کو کس کا سمجھیں ؟
ارجن ۔ سہدیو کا ؂

اسکے بعد ارجن نے تلواریں صاف کیں اور کہا کہ مینڈک کے منہ والی تلوار تو
مہاراجہ جدھشٹر کی ہے ۔ جس کے پھل پر مینڈک کی تصویریں ہیں اسے ارجن جہکاتا ہے
شیر کی تصویر والی شمشیر بھیم سین کی ہے جس پر بکرے کے چمڑے کا میان ہے یہ نکل کی مگر کو زینت
دیتی تھی ۔ یہ جو گرانڈیل بھاری بھرکم طلائی گدا پیش نظر ہے اسی سے بھیم سین نے نہ چھوڑ

اور گنبد ھرنوں کی ہڈیاں چور کی تھیں۔ کبھی دوسرے کی مجال تھی کہ ذرا جنبش بھی دے سکے اُٹھانا تو درکنار ۔؂

ادھیائے ۱۶

ارجن کی میدان جنگ میں روانگی۔ درونا چارج کے اندیشے

اوتر کمار تمام استر شستر دیکھ کر سخت متحیر ہوا اور بولا کہ

نہ معلوم بیچارے پانڈو جوئے میں راج پاٹ ہار کر کہاں چلدئے ایسے شہزادوں پر یہ آفت۔ افسوس۔ آہ۔ مہارانی دروپدی نہ جانے کہاں گل سڑ گئی۔ عرصے سے کچھ پتہ نشان نہیں ؂

برہنلا۔ تم کورن میں لئے جاتا ہوں تمہارا دل اوچھا ہو رہا ہے۔ سنو میں بتاؤں کہ پانڈو کہاں رہتے ہیں ؂

جن کو تمہارے یہاں کنک کے نام سے شہرت ہے وہی مہاراجہ جدھشٹر ہیں۔ بلّو بھیم سین۔ افسر اصطبل نکل۔ گوپال سہدیو۔ میں ارجن ہوں اور سیرندھری دروپدی ؂

اوتر کمار قدموں پر گر پڑا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔ معاف کیجئے گا مجھ سے بڑی غلطیاں ہوئیں ذرا یہ تو بتا دیجئے کہ آپ کن کن ناموں سے مشہور زمانہ ہیں ؂

ارجن۔ ارجن کے علاوہ ۹ خطاب اور ہیں ؂

پھالگن۔ کریٹی۔ سویت باہن۔ بے بھتو بجے۔ کرشن۔ جشنو۔ سبیہ۔ ساچی۔ دھنج ؂

راجکمار۔ میری خطائیں معاف ہوں آپ کا نام سنتے ہی میرا دل شیر ہو گیا۔ سارا خوف جاتا رہا۔ اگر آپ کا نام لے لوں تو دشمنوں پر فتح پانا کچھ مشکل نہیں۔ پھر جب آپ ساتھ ہوں تو میرے بھوم بجے نام کی عزت کیوں نہ بڑھیگی۔ آپ تو آپ ہیں۔ آپ کے صاحبزادوں کے زور و طاقت کا وہ شہرہ ہے کہ بڑے بڑے شیر دلوں کے چھکے چھوٹتے ہیں۔ ابھمن سا طاقتور راج کمار آج چھتری قوم میں کون ہوگا۔ سری کرشن جی کے بھانجے اور آپ کے فرزند ارجمند کے جب اوصاف سنے جاتے ہیں۔ انسان دنگ رہ جاتا ہے مگر مجھے حیرت کے ساتھ افسوس بھی ہے۔ کہ آپ ایسا کال کو جیتنے والا شور بیر ہیجڑا کیسے ہو گیا آپ تو کروڑ مردوں کے ایک مرد ہیں ؂

ارجن۔ راجکمار بھوم جے۔ میں ہیجڑا یا زنانہ نہیں صرف اپنے بڑے بھائی مہاراجہ جدھشٹر کی خاطر سے ایک برس کیلئے اس بھیس میں آپکے یہاں رہا بڑا شکر ہے سال گزر گیا۔ اور اب میں پھر وہی ارجن ہوں۔ جو پہلے تھا میرے ہیجڑا بننے کی میعاد گزر گئی اب مجھے رلو اس میں جانے کی قسم ہے جسدن ہم سب ظاہر ہو گئے بس نہ کوئی کنک ہے نہ برہنلا۔ نہ بلّو ہے نہ تنت پال۔ نہ گرنتھک نہ سرندھری۔ سب کے سب جدھشٹر۔ بھیم سین۔ ارجن۔ نکل اور سہدیو اور درو پدی ہو جائینگے؂

راجکمار۔ ہم لوگوں کے زہے نصیب۔ کہ آپ کے درشن حاصل ہوئے ہم لوگ سب آپ کی پناہ میں ہیں۔ اس رتھ کے گھوڑوں کو ملاحظہ کیجئے۔ چاروں سری کرشن جی کے شیبیا۔ میگھ۔ پشپ۔ سگریو اور بلاہک کی جوڑ کے ہیں آپ اس پر خوشی سے سوار ہو جیئے اور دشمنوں کو دکھائیے کہ سرکشی کا کیا نتیجہ ہوتا ہے؂

ارجن نے گھوڑے بہت پسند کیئے اور زنانہ زیور اُتار کر ایک سفید رنگ کی چست تنگ پوشاک پہنکر ہتھیار بدن پر سج لئے اور زرہ بکتر سے وہ بانکی صورت بنائی جسکو دیکھ کر شیروں کا کلیجہ بھی تھرتھرا جائے اس کے بعد اس نے اپنا علم لشکر رتھ میں باندھ دیا۔ جسکو سری کرشن اور ہنومان جی نے جلوہ افروزی سے خاص فتحمندی کی برکت بخشی۔ ارجن رتھ پر سوار ہؤا۔ منتر پڑھنے شروع کیئے۔ دفعۃً تمام استر و شستر کے دیوتا نمودار ہو گئے اور کہا؂

آپ میدان جنگ میں چلیں۔ ہم لوگ سب ہاتھ بٹانے کو تیار ہیں؂

ارجن نے سب کو ڈنڈوت کی اور اپنے دھنش کو چڑھایا تو ٹنکار کی آواز سے زمین و آسمان گونج گئے؂

اوتر راجکمار ابھی بچہ ہی تھا بھیشم پتامہ۔ درونا چارج۔ اسو تھاماں۔ کرپا چارج دریودھن اور اُسکے بھائیوں کو دیکھ کر وہ سمجھتا تھا کہ کہیں اُلٹی نہ پڑے۔ اکیلا چنا کیسے بھاڑ پھوڑیگا اس وہم میں ارجن سے بولا۔ اسطرف تو بڑا بڑا شور بیر سردار لشکر موجود ہیں۔ یہاں صرف ایک آپ ہیں آپکے بھائیوں میں سے بھی کوئی کمک پر نہیں پھر لڑائی کا فیصلہ کیونکر ہوگا؂

ارجن۔ آپ بے فکر رہیں۔ بیٹھے بیٹھے سیر دیکھیں مجھے کبھی کمک درکار نہیں

سری کرشن چندر جی میری کمک پر ہیں انہیں کی مدد سے کھانڈو بن جلا کر سیاہ کر ڈالا لوات کوچ میں راچھس مارے۔ درو پدی کو سوئمبر میں جیتا۔ یہاں بھی دیکھ لینا سب کو منڈیوں کی طرح ہیٹ کے رکھ دونگا ۔

چلو اُتر کی طرف گھوڑے بڑھاؤ۔ ذرا دیر میں فیصلہ ہو جاتا ہے ۔

یہ کہکر ارجن نے دیو دت سنکھ بجایا۔ تو زمین و آسمان کانپ اُٹھے۔ اُتر کمار کے ہوش اُڑ گئے۔ گھوڑے سر کے بل گر پڑے۔ ارجن نے اوتر کمار کو ہوشیار کیا۔ دھارس دی اور پھر سنکھ بجایا۔ درونا چارج کوروں کے لشکر میں پکارا ۔

بہادرو ہوشیار۔ ارجن آگیا۔ ارجن کے سوائے کسی دوسرے کو ایسا سنکھ میسر نہیں دیکھو گدھ منڈلا رہے ہیں گیدڑوں کی منحوس آواز کان میں آرہی ہے۔ شگون اچھے نہیں ۔

دریودھن۔ اب کہاں وہ نہ معلوم کہاں مر گیا۔ آپ بھی لوگوں کا مفت دل اوچھا کرتے ہیں۔ ابھی تیرھواں سال ختم نہیں ہوا۔ پانڈو کیا ظاہر ہو کر بیٹھے بٹھائے جان آفت میں پھنسا ئینگے ۔

درونا چارج۔ آپ کو یہ مغالطہ ہے اور یہاں شور بیروں کے جی چھوٹے ہوئے ہیں ۔

کرن۔ اگر ارجن ہی ہے تو سامنے آنے دیجیے۔ دیکھئے گا کیسی بودی مار مارتا ہوں اگر سر نہ اُڑایا تو کچھ کام نہ کیا ۔

بڑھاپے کی شرم رکھیے سفید بالوں کیطرف دیکھئے آپ شور بیر ہو کر بہادروں کے جی چھڑاتے ہیں۔ عمر بھر بہادری کا جھنڈا گاڑا اب ایسے سٹھے پٹے لوگوں سے آپ جی چراتے ہیں ۔

ادھیائے ۱۷

کوروں کے لشکر میں آپس میں گلخپ

کرن نے درونا چارج پر آوازے کسے بزدلی کا طعنہ دیا تو کرپا چارج سے نہ رہا گیا انہوں نے کہا کرن نشۂ جوانی میں اندھا ہو رہا ہے اِسکو نیک و بد کی کیا تمیز۔ درونا چارج جی شاستروں کے عالم ستاروں کی گردش سے آگاہ۔ شگن ودیا سے واقف۔ فنون جنگ میں یکتائے زمانہ۔ انہیں کل کا چھوکرا اُلٹی پلٹی سُنائے لڑائی خالہ جی کا گھر اور مُنہ کا نوالہ نہیں اسکے لئے شگون دیکھنے کی سب

معلوم ضرورت ہے کرن کے غرور کا ٹھکانا نہیں جب ارجن نے اکیلے دم سے گندھربوں کو مار کر کوروؤں کی جان بچائی تن تنہا سری کرشن جی کی بہن سوبھدرا کو لے آیا۔ اکیلے ہی مہادیو جی سے لڑائی کی۔ اکیلے ہی سرگ میں پہنچکر شستر ودیا سیکھی۔ اکیلے ہی نوات کوچ اور کال کیج راکشسوں کے وضو شکست کیئے۔ ارجن کے کام میں تو سُنا چکا اب کرن بتائے کہ اس نے اکیلے کونسا کام کیا اتنے کوروہیں کسی میں ارجن کے سامنے ٹھیرنے کی جرأت نہیں ارجن سے مقابلہ کرنا بھاری پتھر گلے میں باندھ کر سمندر کے پار تیر جانے کی فضول ہمکڑی ہانکنا ہے ارجن تیرہ برس تک سُستا تا رہا اسکے حوصلوں کا کیا پوچھنا وہ سب کو اکیلا نہ ہرادے تب بات ۔

اسوتھاماں۔ ہے کرن۔ بہت ڈینگ اچھی نہیں ہوتی۔ زعم سے آدمی خود ہی سر کے بل گرتا ہے۔ ارجن سے مقابلے کی ہمت واجب نہیں۔ پتاجی نے تمہیں سب اونچ نیچ سمجھادی مگر تمہاری عقل چرنے گئی ہے۔ جلتی ہوئی آگ میں کودنا اپنی ہڈیوں کا ایندھن بنانا ہے اتنی عمر آئی۔ بھلا کہو تو ارجن۔ بھیم سین۔ نکل۔ سہدیو سے تم کس بات میں سر بر ہوئے۔ بڑے مرد تھے تو دروپدی کو سوئمبر کی لڑائی میں کیوں نہ جیت لیا۔ جوئے میں بھی راجہ جدھشٹر کبھی نہ ہارتا۔ مگر تم سب نے مل کر کملی ڈال کر لوٹا۔ اگر وہ دھرم کا پاس نہ کرتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ دروپدی پر سر دربار جو بدعتیں ہوئیں وہ اوپر اوپر نہ جائینگی ایک روز خمیازہ کھینچنا پڑے گا۔ بدرجی کے سمجھانے پر تم نے کان نہ دیئے۔ اُلٹی گردن ناپی۔ اس کا مزہ بہت جلد معلوم ہو جائے گا۔ راجہ دھرتراشٹ کی طاقت پر نہ پھولیں۔ پانڈوؤں کو کم نہ سمجھیں۔ ہمارے پتاجی کو بھی اپنے دھرماتما شاگردوں کا خیال ہے ان کی لیاقتوں کا کیا کہنا۔ کبھی کوروؤں کے ادھرم کا جواب نہ دیا۔ دھرم ہی پر قائم رہے۔ میں اسوتھاماں ہوں۔ ادھرم کی طرفداری کبھی نہ کروں گا۔ اس موقعہ پر بھی دوشاسن ہی سے کہو کہ تلوار اُٹھائے۔ جل و فریب کا جوا جس طرح کھیلا تھا۔ اسی طرح گانڈیو دھنش کی بھی مار دیکھے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں لڑائی سے بھاگتا یا میدان جنگ سے جی چراتا ہوں۔ نہیں نہیں۔ راجہ براٹ خم ٹھونکے تو ضرور لڑوں ہاں ارجن کے مقابلے میں ہتھیار نہ اُٹھاؤں گا ۔

ادھیائے ۱۸

بھیشم پتامہ کی رائے سے لڑائی کا انتظام ۔ ترتیب لشکر دریودھن کی واپسی

بھیشم پتامہ سب باتیں سُن رہے تھے ۔ اُنہوں نے کہا
درونا چارج جی کا فرمانا بہت درست ہے ۔ ضرور موقع مصلحت شگون وساعت دیکھ کر لڑائی کے سے جان جوکھوں کا کام کرنا چاہیئے ۔ کرن کی بھی غلطی نہیں ۔ اس کا جوش بھی بجا ہے ۔ چھتریوں کی حوصلہ افزائی کے لئے ایسے جوانمردی کے خیال موزون ہیں ۔ درونا چارج عالم و فاضل نہیں ۔ برہم تیج اور برہما ستر دونوں کے لحاظ ان کا نظیر نہیں مل سکتا ۔ درون جی اور کرپاچاریہ ہمارے ہستناپور کے آفتاب و ماہتاب ہیں ۔ پرسرام جی کے سوائے کوئی ان سے بڑھ کر نہیں ۔ مگر جسوقت ارجن ڈٹ کر کھڑا ہو جائیگا ۔ مجھے یقین نہیں کہ کامیابی ہو ۔ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ پہلے کرپاچارج جی اور اسوتھاماں معرکہ آرائی کریں ۔ پھر جیسا ہوگا ۔ دیکھ لیا جائیگا ❊

دریودھن نے کرن کی طرف سے معافی مانگی ۔ اور درونا چارج جی کے قدموں پر سر ڈالا ۔ درونا چارج جی بولے ۔ بھیشم پتامہ بہت واجبی کہتے ہیں ۔ ان کی بات ذہن نشین کرکے یہ تدبیر کرنا چاہیئے کہ ارجن پر دریودھن کی طاقتوں کا رعب غالب رہے ۔ میری رائے میں بن باس اور پوشیدگی کا زمانہ گذر چکا ۔ بغیر اس کے ارجن کبھی شمشیر برہنہ نہیں بن سکتا ❊

بھیشم پتامہ ۔ ضرور میعاد گذر گئی ۔ شک نہیں ۔ کلا کانشٹ مہد برت کے حساب اور کال چکر کے اصول آج میری دانست میں پندرہ برس پانچ مہینے اور بارہ دن گذر گئے وہ اپنا قول پورا کر چکے ۔ پانڈو دھرم کی مجسم تصویر ہیں ۔ ان سے دھرم کے خلاف کوئی بات ظہور میں نہیں آسکتی ۔ جھوٹ بولیں ۔ ناممکن ہے ❊

مگر یہاں یہ ہے وہاں وہ اپنے دعوے سے کبھی دست بردار نہ ہونگے اور زور بازو سے خلعت حاصل کئے بغیر باز نہ رہینگے ۔ آج ہی دوٹوک فیصلہ ہے کیوں دریودھن

کیا کہتے ہو راج بانٹنا منظور ہے یا لڑنا ۔

دریودھن ۔ میں تو کبھی راج کے حصے بخرے نہ کروں گا چاہے جو کچھ ہو ۔

بھیشم پتامہ ۔ اگر یہی ٹھنی ہے تو اچھا ہے فوج لے کر گھر کو جاؤ پھر ہم سب نمٹ لینگے ۔

دریودھن فوج اور گائیں لیکر ہستناپور کی طرف پھرا یہاں بھیشم پتامہ جی نے لشکر ترتیب دیا ۔ دائیں طرف کرپاچارج منتظم افواج مقرر ہوئے ۔ سب سے آگے کرن بیچ میں اسوتھاماں ۔ بھیشم پتامہ جی نے خود عقب کے لشکر کی سپہ سالاری قبول کی ۔

ادھیاے ۱۹

ارجن کی معرکہ آرائی ۔ دریودھن پر حملہ ۔ بھیشم پتامہ وغیرہ کی یورش گشت و خون ۔ کرن کی شکست ۔ ارجن کی فتح

جہاں ترتیب فوج قریب الختم تھی کہ ارجن رتھ اڑاتا ہوا سر پہ جا پہنچا ۔ سنکھ کی آواز اور دھجا کی چمک دمک سے بھیشم پتامہ اچھی طرح پہچان گئے کہ ارجن ہی ہے درونا چارج جی سے بولے کہ ارجن کی دھجا پہچان لو ہنومان جی گرجتے ہوئے سامنے چلے آرہے ہیں یہ دیکھو میرے قدموں پر تیر آگرا اور دو سنسناتے ہوئے پاس سے نکل گئے ۔ اس سے میں مراد سمجھ گیا ارجن نے ان اشاروں سے میرے قدم چھوئے اور خیر و عافیت پوچھی ۔ آہا ارجن کی شکل و صورت کیسی بھلی نظر آرہی ہے ۔ رتھ کی خوبصورتی اور دھجا کی نفاست کا کیا کہنا ۔ ارجن کو دیکھ کر طبیعت خوش ہوگئی سعادتمندی سے بھی دل پھڑک اٹھا ۔

ارجن بھوم سے اُتر کمار سے بولا کہ کوروؤں کے تمام شور بیر میرے تیروں کی زد پر ہیں دریودھن نہیں دکھائی دیتا ۔ شاید دُم دبا کر بھاگ گیا ۔ مجھے اُسی سے مطلب ہے رتھ کی باگ دکن کیطرف موڑ دو ۔ گائیں چھڑا لوں دریودھن کو مارلوں تب ادھر تیر برساؤں رتھ تیزی سے دکن کی طرف چلا ۔ کرپاچارج ارجن کی غرض سمجھ گئے سب سے بولے کہ

ارجن کو یا اندر جیت سکتے ہیں یا سری کرشن جی درونا چارج جی بھی اسوتھاماں کے بغیر اسکے سامنے نہیں ٹھیر سکتے ۔ دریودھن کی خیریت نہیں ارجن دانت کٹکٹاتا ہوا جارہا ہے جسکو جوش رفاقت ہو جلدی پہنچے ۔

یہ کہہ کر کرپا چارج خود پلٹے اور للکار کر کہا +

لو میں آگیا +

ارجن نے سنکھ بجایا اور دونو طرف سے تیروں کی مار شروع ہوئی۔ ارجن کے سنکھ کی آواز اور رتھ کی گھڑگھڑاہٹ سے دریودھن کے لشکر میں ہل چل مچ گئی۔ اور ساری گائیں دُم اُٹھا اُٹھا کر براٹ نگر کی طرف بھاگیں۔ اب ارجن گانڈیو دھنش لے کر دریودھن کی طرف جھپٹا۔ بھیشم پتامہ نے دیکھا تو عقب سے دوڑ پڑے۔ اور چتر سین۔ سنگرام جت بشن دیتا جے نومی مہار تھی (سپہ سالار اعظم) مقابلے کو جٹ گئے۔ ارجن نے سب کو خاک پر سُلادیا۔ اور جو فوج مقابل ہوئی۔ سامنے نہ ٹھیر سکی۔ کرن نے لشکر کی گھبراہٹ دیکھی تو تیروں کی بوچھار کرتا ہؤا آپہنچا۔ نقیب کڑکا سُنا رہے تھے۔ فوجی باجوں کی آواز سے کان دیئے بات نہ سُنائی دیتی تھی۔ دونو شیر بیشہ شجاعت خوب لڑے۔ ارجن اکیلا تھا۔ ادھر کرن۔ بھیشم پتامہ اور درونا چارج کی یورش۔ ارجن نے بھیشم پتامہ اور درونا چارج پر ایسی تیروں کی بوچھاڑ کی کہ سر سے پاؤں تک ڈھپ گئے۔ کرن نے ارجن کے سارتھی اور گھوڑوں کو زخمی کیا ارجن نے کرن کے جسم میں سینکڑوں تیر پیوست کر دیئے۔ سارا بدن چھلنی کر دیا۔ لڑنے کی تاب نہ رہی۔ اسطرح میدان سے بھاگا۔ جیسے کسی مست اور جنگی ہاتھی کی ٹکر سے مریل ہاتھی +

ادھیاے ۲۰

دریودھن کی ارجن پر یورش۔ میدان جنگ کے سب دیوتاؤں کی بمانوں پر جلوہ افروزی

کرن کے بھاگنے پر ارجن نے پھر دریودھن کی طرف رُخ کیا۔ دریودھن۔ بھیشم پتامہ درونا چارج۔ کرپا چارج۔ اسوتھاماں وغیرہ سب ارجن پر جھپٹے۔ ہر طرف سے نرغہ ہو گیا۔ ارجن نے تیروں کی بوچھاڑ سے تمام سپہ سالاروں کو زخمی۔ زرہ بکتروں کو چھلنی کر دیا۔ سارے گھوڑے ہاتھی چور ہو گئے۔ سارے مخالف آنکھ پھرتی پر عش عش کرتے تھے۔ یہ چوکھا لڑ رہا تھا۔ اور خود پر ذرا سا آنچ نہ آنے پاتی تھی۔ جب کوروؤں کی فوج کے پاؤں اکھڑ گئے درونا چارج اسوتھاماں وغیرہ سب کو پھر کر لائے اور کہا

ایک ارجن کے سامنے یوں بھاگتا بڑے شرم کی بات ہے موچھوں کی شرم کیا یہی کہتی ہے کہ پیٹھ دکھا جاؤ۔ فوج کو بڑھا اور کیسب نے ارجن پر دھاوا کیا۔ اس موقعہ پر تمام آکاش بمانوں سے چھا گیا۔ سارے دیوتا لڑائی کا نظارہ دیکھنے لگے۔ بیچوں بیچ میں راجہ اندر ۳۳ نامی گرامی دیوتاؤں کے ساتھ اپنے رتن جیت بمان پر سوار تھے۔ گندھرب راچھس ناگ۔ پتر رشی۔ راجہ بسومنا۔ بلاکش۔ پرترون۔ اشنک۔ شوی۔ ججات۔ سنک گے منو۔ پرورگھو۔ بھانو۔ کرساسو۔ سگر۔ نل وغیرہ راج رشی۔ شیو۔ چندرمان۔ برن۔ پرجاپت دھاتا۔ بدھاتا۔ کبیر۔ جم۔ پرلبب۔ اوگرسین۔ توبن اور اور سب مہارشی بمانوں پر رونق افروز تھے خوشبو سے سارا میدان جنگ بس گیا۔ ہر چیز مہکنے لگی ۔

ادھیائے ۲۱

کرپاچارج و درونا چارج کے مقابلے میں ارجن کی فتحیابی

جس وقت دیوتا بمانوں پر چڑھ کر سیر دیکھنے کو آکاش پر جمع ہوئے ارجن نے رتھ کرپا چارج کی طرف بڑھایا۔ گانڈیو دھنش سے تیر برسنے لگے سنکھ کی آواز سے شیر دلوں کا پتہ پھٹ گیا۔ اب کوروؤں کی فوج زمین پر بچھنے لگی۔ کرپا چارج بھی اپنا سنکھ بجاتے ہوئے جھپٹے خوب دونوں طرف سے چوٹیں چلیں۔ ذرا ہی دیر میں لاشوں کے انبار لگ گئے ۔

ارجن نے چار تیر ایسے تاک کر مارے کہ کرپا چارج کا رتھ ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ چاروں گھوڑے پھڑک کر وہیں ڈھیر ہو گئے کرپا چارج اس طرح زمین پر گرے جیسے کیلے کا کٹا ہوا درخت وہ گر کر سسکتے اُٹھے اور دوسرے رتھ پر سوار ہو کر تیراندازی کا کمال دکھانا شروع کیا۔ ارجن نے شکتی بان تک کاٹ ڈالا۔ اور تیروں کا ذکر کیا۔ دوسرے رتھ گھوڑے اور سارتھی بھی ارجن کے تیروں نے چھلنی کر ڈالے۔ رتھ بھی چور چور ہو گیا۔ کرپا چارج میں لڑائی کا دم نہ رہا۔ سنہری بیدی کا جھنڈا جھک گیا۔ اور اب ارجن نے درونا چارج کی طرف تیروں کا رُخ کیا۔ یہ لال گھوڑوں کے رتھ پر سوار تھے۔ ارجن نے دور سے ڈنڈوت کی اور بلند آواز سے کہا ۔

مہاراج آپ ہمارے گرو ہیں آپ کی تعظیم ہر لحظہ واجب ہے آپ کو یہی مناسب ہے کہ غصہ نہ

کریں میں اپنے دشمنوں کی آنکھیں کھولنے آیا ہوں آپ سے لڑائی ہنیں ٭
دروناچارج جی نے تقریر سُنی مگر بان مارتے رہے میں وار ارجن نے خالی دئیے پھر تیر کاٹنا شروع کئے اُستاد و شاگرد کی لڑائی تھی معرکہ سخت تھا دونو طرف سے موت کو جھپٹنے والے تیروں کا وار تھا۔ ارجن گُرد کے تیروں کو کاٹنے ہی میں مصروف تھا اُنکی ذات خاص پر حملہ نہ تھا وہاں مخالف فوج کھیرے ولکڑی کیطرح کٹ رہی تھی۔ بڑی دیر تک بازار گشت و خون گرم رہا۔ کوروؤں کے ہزار ہا پیادہ سوار زمین پر سو رہے تھے۔ ہزاروں کا دم ہونٹوں پر تھا۔ دروناچارج نے لاکھ جوہر کمال دکھائے مگر ارجن کے تیروں نے فوجی جھنڈا گرادیا۔ آچاریہ جی زخمی ہوکر خیمے میں جا لیٹے تکان سے ہلنے کی طاقت نہ رہی گھوڑوں کو گرگ اجل نے لقمہ بنایا۔ آچاریہ جی پالا ہار گئے مگر زبان ارجن کی تعریف میں شکر فشاں تھی۔ دیوتاؤں کی زبان سے واہ واہ کی آواز آنے لگی۔ اندر نہایت ہی بہت خوش ہوئے ارجن نے فتح کا ڈنکا بجایا۔ سب جوش شجاعت دیکھ کر حیران ہوئے

ادھیائے ۲۲

اسوتھاماں کی جنگ۔ کرن کی کمک۔ دونو کی ارجن سے شکست

دروناچارج جی کے بھاگنے پر اُن کے بیٹے اسوتھاماں کو سخت غصہ آیا۔ وہ تاؤ کھا کر اُٹھا۔ ارجن کو للکارا مگر واہ رے ارجن پانی کی موسلادھار بارش کردی اسوتھاماں کو تیروں میں چھپادیا اسوتھاماں بھی دلاچنا نہ تھا اس نے اور اسکے ہمراہیوں نے بھی آکاش پر تیروں کا جال بنادیا اسوقت کی لڑائی بجنسہ ویسی تھی جسطرح پراسر اور اندر کی۔ اسوتھاماں کو طیش آیا تو ایسا تیر مارا کہ ارجن کا دھنش بیکار ہو گیا۔ ارجن نے فوراً ہی گانڈیو دھنش کے چلے سے کام لیا اور ایسے تیر مارے کہ اسوتھاماں بوکھلا گیا۔ ارجن چاہتا تو ایک دو واروں میں کام تمام کردیتا۔ مگر ہنیں گرو کے لحاظ اور گرو کے بیٹے کی مروت نے ہاتھ روک لیا۔ اسوتھاماں کی گھبراہٹ دیکھکر کرن لپکا ارجن نے دتکار بتائی کہ او بھگوڑے پھر مُنہ دکھانے آپہنچا۔ ابھی جان چھوڑ چکا ہوں۔ اب پھر شامتیں گھیر لائیں تو نے بڑے بڑے ظلم کئے ہیں دروپدی کے ساتھ جو بدسلوکیاں کیں جو فریب کا جوا کھیلا جو صحرانوردی کے صدمات دئے کبھی بھولنے والے ہنیں کس کس بدسلوکی اور کس کس جبر و ظلم کا ذکر کیا جائے تو بڑی شیخی بگھارتا ہے کھڑا رہ ابھی ہیکڑی گرد برد کئے دیتا ہوں ٭

یہ کہہ کر ارجن نے دانت پیسکر تیر مارا تو کرن کا دھنش دو ٹکڑے. کرن نے دوسرا دھنش اُٹھایا. اور اس پُھرتی سے تیر مارا کہ ارجن نشانہ نہ بن سکا تیر مٹھی پر بیٹھا ارجن نے بھی فوراً ہی وار کیا تیر چلا کرن کی کوچ توڑتا ہوا بدن میں پیوست ہو گیا. کورو ارجن پر ٹوٹ پڑے مگر ایک پیش نہ گئی کرن کی رتھ کے گھوڑے مر گئے سارتھی کرن کو لیکر بھاگا اوتر راجکمار فتح سے اُچھل پڑا اور پکارا:-

اوکرن کہاں بھاگا جاتا ہے کہیں چھتری میدان جنگ میں پیٹھ دکھاتے ہیں *

کرن اُسوقت زخموں سے چور اور بیہوش تھا. اُسے رتھیان اُٹھا کر لے بھاگے ارجن نے فتح کا سنکھ بجایا *

ادھیائے ۲۳

بھیشم پتامہ کی جنگ آزمائی. محاربہ عظیم - دوشاسن وغیرہ کی ہار - ارجن کی فتح

سب تو بھاگ گئے اب شانتنو کے فخر خاندان بھیشم پتامہ جی رہ گئے. ارجن اوتر راجکمار سے بولا کہ

ارے چلو جدھر تال کے درخت کا سنہری پھریرا ہوا میں اُڑ رہا ہے *

اُتر راجکمار. معاف کیجئے گا میں سخت زخمی ہوں. ہاتھوں میں باگ سنبھالنے کی سکت نہیں مجھے اب تک کبھی ایسی گھمسان کی لڑائی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا اب خون نہیں دیکھا جاتا آپکے دھنش کی ٹنکار اور سنکھ کی آواز سے میرا کلیجہ دہل جاتا ہے ہاتھیوں کی چنگھاڑ گھوڑوں کی ہنہناہٹ. تڑپنے والوں کی چیخ سُنی نہیں جاتی. جس وقت گانڈیو دھنش کو دیکھتا ہوں. آنکھوں میں اندھیرا چھا جاتا ہے *

ارجن. راجہ براٹ کیسے بہادر کیسے شور بیر کی اولاد ہو کر تمہاری یہ بزدلی. دل کڑا کرو شیر ہو. دیکھو میں ابھی بھیشم پتامہ کو نو دو قدم بھگائے دیتا ہوں *

اوتر راجکمار نے سر جھکا دیا. اور گھوڑے بھگائے رتھ آتے دیکھا تو بھیشم پتا نے ایسی تیر سے راہ روکی کہ دوسرا ہوتا تو وہیں رُک جاتا. مگر نہیں ارجن نے ایک ہی تیر میں تیروں کی دیوار گرا دی. اور دھجا کو زمین پر ڈال دیا. اتنے ہی میں دوشاسن. بکرن.

دوشرسہ۔ منثبت زیور شاہانہ پہنے اور ہتھیار سجائے ہوئے ارجن پر آگرے۔ دوشاسن نے
پہنچتے ہی ایک ایک تیر میں اُترکمار اور ارجن کو زخمی کردیا مگر ارجن نے کچھ پرواہ نہ کی بلکہ غصے
کے جوش میں ایک تیر سے اُسکا فوجی بھرپا توڑ پھوڑ ڈالا اور پانچ تیر دوشاسن کے سینے میں
ایسے مارے کہ سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑا ہوا اور اسکے تینوں بھائیوں کی بھی یہی
حالت ہوئی سب کے رتھ ٹوٹ پھوٹ گئے۔ اب بھیشم پتامہ جی سامنے آئے۔ دونو
طرف سے ایسی تیر باری ہوئی کہ دیوتا تک حیران ہو گئے۔ کبھی بھیشم پتامہ کے بانوں
سے ارجن چھپ جاتا تھا کبھی ارجن کے تیروں سے بھیشم پتامہ۔ مگر ارجن کی بات کچھ اور
ہی تھی۔ بھیشم پتامہ سے بھی مُنہ جوڑ لڑ رہا تھا اور اُن کے مددگاروں کو بھی خاک پر سُلاتا
جاتا تھا۔ ذرا دیر میں خون کی ندی طوفان خیز ہو گئی۔ سر حبابوں کی طرح اور ہاتھ پاؤں
مچھلیوں کی طرح اس دریائے شہاب میں تیر رہے تھے۔ ہوتے ہوتے ارجن کی فتح
ہوئی۔ اسنے بھیشم پتامہ کے دھنش کے پرچھے اُڑا دئے اور دس تیروں سے سینے کو
چھید کر ایسا بدحواس کیا کہ بھیشم پتامہ جی غش کھا کر گر پڑے۔ سارتھی یہ حالت دیکھ
کر انہیں لے بھاگا اور ارجن کی جے جے کا غُل ہونے لگا۔

ادھیائے ۴۲

کوروؤں کی شکست فاش۔ ارجن کی کامل فتحیابی اور یورش کا خاتمہ

بھیشم پتامہ کی شکست سے ارجن تو ارجن اُترکمار کو اتنی خوشی ہوئی کہ میدان میں
اُچھلنے کودنے اور سنکھ بجانے لگا۔ نقارہ فتح کی آواز نے دریودھن کو چونکا دیا۔ وہ اُٹھ دوڑا
ارجن کے مقابل ہوا۔ آتے ہی پیشانی پر تیر کا ایسا وار کیا۔ کہ خون کا فوارہ چھوٹ گیا ارجن
چوٹ کھا کر شیر کیطرح گرج اُٹھا اور طلائی گاتیوں کے تیر برسنے لگے۔ دونو شیر مقابلے
پر تھے کہ بکرن بھی ایک جنگی ہاتھی پر آموجود ہوا۔ اور خوب تیر اندازی کی۔ ارجن ادھر
دریودھن سے معرکہ آرا تھا۔ ادھر بکرن کی یورش دیکھی تو ایک ہی تیر میں ہاتھی کی
مستک چھید دی۔ تیر جانستان تھا۔ ہاتھی دُم دبا کر چیختا ہوا بھاگا۔ اور چند قدم پر
ڈھیر ہو گیا۔ بکرن نے ہاتھی سے کود کر اپنے بہادر بھائی کے رتھ پر جان بچائی۔ دریودھن
کے زخم کاری لگے۔ اسکا بھی منہ پھر گیا۔ ارجن نے تالی دی کہ

وہ بھگا یا پالا اپنے ہاتھ پڑا۔ اتنے ہی میں اور کورو فوج لیکر ارجن پر حملہ آور ہوئے۔ لیکن منہ کی کھائی۔ سینکڑوں خاک و خون میں لوٹتے نظر آئے۔ ہزاروں کو موت نے چٹنی کیا دریودھن سے ارجن کی بات برداشت نہ ہوئی۔ وہ بھی پھر پلٹ پڑا۔ اسو تھاماں درونا چارج وغیرہ سب لڑائی پر جُٹ گئے اسوقت ارجن نے کچھ عجیب ہی کرشمہ دکھایا۔ جونہی سنکھ بجایا۔ اور آواز میدان میں گونجی۔ سب کے سب بیہوش ہو کر گر پڑے۔ کسی کے ہاتھ میں ہتھیار نہ رہا۔ تیر و ترکش سب زمین پر پڑے تھے ؛

ارجن خود رتھ بڑھا کر بیہوشوں کو دیکھنے لگا اور اوتر کمار سے کہا کہ سب کے کپڑے اُتار لاؤ ؛

راجکمار فوراً رتھ سے اُترا اور درونا چارج و کرپا چارج کی سفید پوشاک اُتار لی اسو تھاماں دریودھن کا نیلا مہر ہتیایا اور کرن کا پیتامبر ڈب ہیں کیا۔ جب وہاں سے چلنے کی ٹھیری تو بھیشم پتامہ جی پھر اٹھ کھڑے ہوئے۔ تیر اندازی شروع ہوئی مگر ارجن نے رتھ کے گھوڑوں کو نشانہ اجل بنا کر بھیشم پتامہ جی پر اوسے بھی گہرے چرکے لگائے ارجن اس پر بھی وہاں ڈٹا رہا کہ جس میں دم ہو وہ میں نکال لے۔ ذرا دیر گزری تھی کہ دریودھن نے آنکھ کھولی ارجن کے سامنے اور بھیشم جی کو رتھ پر دیکھ کر بولا کہ

پتامہ جی! ارجن آپ کے پنجے سے نکل جائے تعجب ہے۔ آپ مروت نہ کیجئے۔ اس کو بے مارے نہ چھوڑیئے یہ جیتا بچ نکلا تو ہم لوگوں کی کچھ نہ رہے گی ؛

بھیشم پتامہ۔ دریودھن تیری عقل کو کیا ہو گیا ہے آدمی کچھ کھو کے دیکھتا ہے مگر تیری اس لڑائی سے بھی آنکھیں نہ کھلیں۔ پاپ چھپا نہیں چھوڑتا اکیلے ارجن نے سب کو مار ہٹایا مگر تمہیں ہوش نہیں۔ کچھ معلوم ہے کہ تم لوگوں کی ابھی کیا حالت تھی بیہوش و بیحواس پڑے ہوئے تھے۔ خبر بھی نہ تھی کہ کہاں ہیں اگر ارجن پتھر کا کلیجہ کر لیتا تو سب کے سر دھڑ سے الگ پڑے ہوئے ہوتے۔ اس نے تم لوگوں پر رحم بھی کیا۔ پھر تمہیں اس کی شرافت و لیاقت پر شرم نہیں۔ کہا مانو لڑائی کا خیال چھوڑ کر ٹھنڈے گھر چلو۔ ابھی تک خیریت ہے اگر ایک چوٹ اور چلی تو کہے دیتا ہوں کہ ارجن کسی کو جیتا نہ چھوڑے گا ؛

دریودھن وغیرہ کا دل ہار چکا تھا۔ اُس پر بھیشم پتامہ کی فہمائش سب باقی ماندہ فوج کو لئے ہوئے وہاں سے بھاگا۔ ارجن نے چلتے چلاتے وقت بھی بھیشم پتامہ۔ درونا چارج

وغیرہ کے پاؤں پتر سر کرکے رخصتی ڈنڈوت کی اور ایک تیر تاک کر مارا تو دریودھن کا جڑاؤ مکٹ پاش پاش ہوکر دور جا پڑا۔ کوروؤں کی فوج کانپ اُٹھی۔ بدن میں رعشہ پڑ گیا۔ ہر ایک جی چرائے ہوئے ہستناپور کی طرف چلا۔ لیکن ارجن نے ابھی تک رتھ نہ پھیرا۔ وہ وہیں ڈٹا رہا۔ خیال تھا کہ شاید پھر کوئی سورما چھوٹ کرکے مورچا روکنے نہ آجائے ◆

میدان صاف ہو جانیکے بعد ارجن اوتر کمار سے بولا کہ

بس اب لوٹ چلو۔ کوئی دشمن نظر نہیں آتا۔ گائیں تمہارے یہاں پہنچ گئیں۔ فتح کا سہرا تمہارے سر ہوا۔ جسوقت ارجن سنکھ بجاتا ہوا وہاں سے پھرا تمام دیوتا نہال ہو رہے تھے۔ جو تھا شاباشی دیتا تھا ◆

ادھیائے ۲۵

اوتر راجکمار اور ارجن کی میدان جنگ سے واپسی

جب ارجن میدان جنگ سے لوٹا۔ راستے میں کوروؤں کے صدہا سپاہی ملے۔ جو جان چھپاکر ادھر اُدھر پھر رہے تھے اُنہوں نے جب ارجن کو دیکھا۔ جان نکل گئی۔ سمجھے کہ بس اب خیریت نہیں مگر ارجن نے کہا کہ

تم بے فکر رہو تم سے کوئی نہ بولیگا۔ میں اُسی کا سر کچلتا ہوں جو میرے منہ آتا ہے۔ تمہارے راجہ دریودھن آگے جا رہے ہیں۔ شوق سے ان کے پاس چلے جاؤ ◆

سب نے غریب پروری اور عاجز نوازی کا شکریہ ادا کرکے لاکھوں دعائیں دیں۔ اور دست و بازو کو آفرین کہتے ہوئے وہاں سے چلے پڑے ◆

تھوڑی دور چل کر ارجن نے اپنا استر شستر اسی درخت پر چھپا دیا۔ جہاں پہلے سب ہتھیار پوشیدہ تھے۔ اسکے بعد وہ ہنومان جی کی دھجا بھی غائب ہو گئی۔ اور سری بھاپیر جی خود بھی اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آکاش کو تشریف لے گئے ارجن نے راج کمار سے کہا کہ

دیکھو خبردار میرا نام ظاہر نہ کرنا جو کوئی پوچھے یہی کہنا کہ میں نے دشمنوں کو مار بھگایا ◆

اوتر راجکمار۔ میں لاکھ کہوں کون یقین کرے گا۔ دوسرے جھوٹ کیوں بولوں۔ آپ کے

کام کی تعریف آپ ہی کے لئے زیبا ہے۔ میں فضول کیوں زیٹ ہانکوں +
ارجن۔ راجکمار جی حجت نہ کرو۔ مصلحت سمجھو ہم لوگ ابھی اپنا نام ظاہر نہیں کر سکتے حالانکہ جن
کا ڈر تھا اُن کو میرا حال روشن ہو چکا مگر براٹ نگر میں ظاہر ہونے کا وقت نہیں اگر مہاراج کو
ذرا بھی خبر لگے گی تو وہ کانپ اُٹھینگے۔ اور مہاراجہ جدھشٹر کے روبرو سنگاسن پر قدم نہ
رکھیں گے +
اسطرح فہمائش کر کے ارجن گئو شالا میں آیا گائیں گھوسیوں کو گنا دیں۔ حفاظت کا انتظام کیا
اور تھوڑی دیر میں ٹھیر کر اشنان وغیرہ سے فراغت حاصل کی گھوسی راجہ براٹ کو مژدہ فتح سنانے
کیلئے دوڑ پڑے ارجن نے برہنلا کا بھیس بدلا اور گھوڑوں کی باگ پھر ہاتھ میں لے لی +

ادھیائے ۲۶

راجہ براٹ اور راجہ جدھشٹر سے چوپڑ بازی۔ راجکمار کی فتح کا تذکرہ۔ راجہ براٹ کی خودستائی۔ راجہ جدھشٹر کا تردید کلام برہنلا کی مدح سرائی۔ راجہ براٹ کا عتاب۔ شہزادہ اوتر راجکمار کی آمد۔ راجہ براٹ کی جدھشٹر سے عذر خواہی

راجہ براٹ دارالسلطنت میں آیا تو راجکمار نے بھیشم پتامہ ایسے شور بیر درونا چاریہ د
کرپا چاریہ ایسے زبردست اور اسو تھاماں۔ کرن ایسے شہزوروں کے مقابلے میں جانے کا حال سنا
تو اسے سخت رنج ہوا۔ خصوصاً برہنلا کی ہمراہی سے اُس کا دل بالکل ٹوٹ گیا۔ دربار میں
بیٹھے بیٹھے حکم دیا کہ زخمی یہاں رہیں۔ اور ساری فوج میرے ساتھ چلے۔ میں ابھی جاتا
ہوں میرا کلیجے کا ٹکڑہ زندہ بھی ہے یا دنیا سے چل بسا +
کنک (جدھشٹر) مہاراج۔ آپ بےفکر رہیں۔ اُترکمار کا رویاں بھی میلا نہ ہونے پائے گا
برہنلا سارتھی کے ہوتے اندر کی بھی مجال نہیں کہ راجکمار کے سامنے ٹھیر سکیں۔ برہنلا
باکمال سارتھی ہے اس نے سب کو مار گرایا ہوگا +
اتنے میں گوال اور گھوسی فتح کی بدھائیاں دیتے ہوئے سامنے حاضر ہوئے اور

عرض کی کہ
مہاراج کی جے ہو۔ اوترکمار نے بھیشم پتامہ، درونا چارج وغیرہ سب کو مار ہٹایا۔ سارے مویشی چھین لائے ÷
کنک۔ کیوں مہاراج میں نہ کہتا تھا کہ برنہلا سارتھی کے سامنے کوئی بھی ٹھیر نہیں سکتا وہ سب کو مار کے اُڑا دے گا۔ چنانچہ میری ہی بات سچ ہوئی ÷
راجہ براٹ کو جدھشٹر کی بات بہت بُری معلوم ہوئی مگر اسوقت ٹال گیا۔ راجکمار کی فتحمندی سے پھولا نہ سماتا تھا۔ خوش ہو کر حکم دیا کہ فوراً زمانِ وقت ہاتھی پر سوار ہو کر شہر میں فتح کی خوشخبری سنائیں۔ عام روشنی کا حکم ہو۔ جشن اور جلسے کئے جائیں کمسنیں سنگار کر کے راجکمار کا استقبال کریں۔ اسکے بعد سرندھری کو حکم دیا کہ چوسر لے آئے ذرا دیر کنک کے ساتھ راجکمار کے انتظار میں دل بہلے ÷
راجہ جدھشٹر (یعنی کنک) بزرگوں سے سُنا ہے کہ خوش وخورم آدمی کے ساتھ قمار بازی جائز نہیں۔ آپ اسوقت پھولے نہیں سماتے۔ اِسی لئے دل تو نہیں چاہتا۔ مگر تعمیل ارشاد میں عذر نہیں ÷
راجہ براٹ۔ جوئے سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں لوگوں کو عورت دولت سلطنت کی خواہش ہو تو جوئے ہی میں سبق پڑھائے۔ جوا کھیلا کرو تو تمہیں دنیا کی دولتیں حاصل ہو جائیں ÷
راجہ جدھشٹر۔ بیوپار جوا خوب تھا اگر ہار نہ ہوتی ÷
حالانکہ بہادروں کی جوئے اور جہاد (لڑائی) سے منہ موڑنے میں ہتک ہے لیکن یہ شغل بہت ہی بُرا ہے عقلمندوں نے سچ کہا ہے کہ
"ہارے جوئے کے نام سے بیل" ÷
راجہ جدھشٹر ہی کا حال دیکھ لیجئے کل کی بات ہے کہ جوئے کی بدولت مصیبت کا کیسا سامنا ہوا جوئے کی جیت بھی بُری اور ہار بھی خراب ÷
راجہ براٹ۔ تو یہاں ویسا جوا تو نہیں۔ صرف تفریح منظور ہے ÷
کنک۔ خیر جو مرضی۔ یہاں رضا جوئی سے غرض ہے ÷
اس گفتگو کے بعد چوسر بچھی۔ بازی جمی۔ پانسے پھینکے۔ چالیں چلنے لگیں۔ اسی شغل میں راجہ براٹ کو راجکمار کی فتحمندی کی خوشی نے خاموش نہ رہنے دیا۔ وہ پانسہ ہاتھ میں

لے کر بول اُٹھا کہ

دیکھو۔ کنک۔ آج میرا جنم سپھل ہوا۔ میرے راجکمار کے برابر آج دنیا میں کون بہادر ہے جس نے بھیشم پتامہ۔ درونا چارج۔ کرپا چارج۔ کرن۔ اسوتھاماں ایسوں کو لڑ کر مار بھگا دیا۔

کنک۔ آپکو خوشی کا ضرور موقع ہے مگر برہنلا نہ ہوتا تو آپ دیکھتے کیا فضیحتی ہوتی اسس فقرے پر راجہ براٹ کا چہرہ تمتما گیا۔ آنکھوں سے غصہ کی چنگاریاں اُڑنے لگیں بولا۔

تو میرے بیٹے کی حقارت ہی کرتا چلا جاتا ہے میرے سامنے ہیجڑے کی تعریف میں دو مرتبہ طرح دے چکا اب کہ پھر گستاخی کی تو نتیجہ اچھا نہیں۔ مجھے کچھ پرواہ نہ ہوگی کہ برہمن کو سزا دیتا ہوں۔

کنک۔ آپ سچ کے عوض جھوٹ بلوانا چاہتے ہیں۔ میں جھوٹ بولنے والا نہیں۔ مجھے سزا کی پرواہ نہیں۔ ڈنکے کی چوٹ کہے چلا جاؤں گا۔ کہ یہ مہم برہنلا نے سر کی راجکمار کو ابھی وقوف ہی کیا ہے برہنلا کو آپ ہیجڑا سمجھتے ہیں وہ اِندر کو بھی بھگا سکتا ہے راچھس اور دیوتا کس گنتی میں ہیں۔ جب تک گھمسانکی لڑائی نہ ہو اُس کا دل ہی نہیں بھرتا۔ اُس نے عمر بھر یا دیوتاؤں کی گردن جھکائی ہے یا راچھسوں کی کور دبائی۔ ایسے فاتح عالم کی دستگیری سے اگر راجکمار نہ جیتا تو اور کون۔

راجہ براٹ۔ زبان قینچی کی طرح چلی ہی جاتی ہے سمجھا بھی دیا مگر بدلگامی موقوف نہیں ہوتی لاتوں کے بھوت باتوں سے نہیں مانتے تو سزا ہی کے قابل ہے۔

یہ کہکر راجہ نے جوش غضب میں منہ پر پانسے کھینچ مارے راجہ جدھشٹر کی ناک سے پانسے سے خون بہ نکلا۔ جدھشٹر نے خون چلو میں روکا۔ سیرندھری اشارہ پاکر پانی کا طلائی آب خورہ اُٹھا لائی۔ جدھشٹر نے منہ اُسی کی ہی طرف جھکا دیا اور خون زمین پر نہ گرنے پایا۔ اتنے ہی میں راجکمار کی آمد آمد کا آوازہ بلند ہوا چوبداروں کو حکم دیا۔

راجکمار کو برہنلا کے ساتھ بلا لائیں۔

چوبدار دوڑے تو راجہ جدھشٹر نے اُٹھ کر چپکے سے کہا کہ

خبردار برہنلا کو ساتھ نہ لانا۔

جدھشٹر کی برہنلا کو روکنے کی یہ غرض تھی کہ وہ ناک سے خون گرتے دیکھ کر آگ بگولا ہو جائیگا اور راجہ کی مفت میں جان جائے گی۔

چوبدار گئے راجکمار کو لائے۔ راجکمار نے دوڑ کر راجہ کے قدم چھو لئے اور پھر کنک کو ڈنڈوت کی ناک پر نظر پڑی تو خون کا فوارہ چھوٹتے پایا۔ پوچھا کہ
ہیں یہ چوٹ کیسے لگی۔ کسی نے مارا تو نہیں +

راجہ براٹ۔ میں نے اسکو گستاخیوں کی سزا دی۔ یہ بڑا بے ادب ہو گیا ہے تم لڑائی جیتے اور یہ بیوقوف ہیجڑے ہی کی تعریف کے گیت گاتا تھا +

راجکمار۔ خطا معاف۔ آپنے بڑی غلطی کی۔ فوراً ان سے معافی مانگ کر خوشنودی حاصل کیجئے۔ مجھے ڈر ہے کہ برہمن کے سراپ سے براٹ نگر کا تختہ الٹ پلٹ نہ ہو جائے +

راجہ براٹ۔ اگر مجھ سے غلطی ہوئی ہے تو معافی مانگنے میں عذر نہیں اچھا برہم اوتار کنک میری خطا سے درگذر فرمائیے میں سخت نادم ہوں +

راجہ جدھشٹر۔ معافی کی ضرورت نہیں اگر مجھے ناراضگی ہوتی تو خون زمین پر ہی گراتا۔ سیرندھری سے آبخورہ کیوں منگواتا۔ ہاں اگر کوئی قطرہ زمین پر گرتا تو آپ کے راج پاٹ کی خیر و عافیت نہ تھی۔ آپ نے مجھے بے قصور مارا بیخطا کو بہت ہی غصہ آتا ہے مگر میں ٹال گیا کہ نادانستہ خطا کا کیا خیال کروں۔ آپ کو راج پاٹ کا زعم تھا ایک اشارے میں جسے چاہیں قتل کر سکتے ہیں۔ مجھے تو آپ نے پانسے ہی مارے میں نے سمجھ لیا کہ زبردست کا ٹھینگا سر پر والی مثال ہے ضبط کر لو چپ لگا جاؤ۔ اچھا اب میرے ناک کا خون بند ہو گیا۔ آپ کا جی چاہے تو برہنلا کو بلا لیجئے کوئی اندیشے کی بات نہیں +

برہنلا کی طلبی ہوئی وہ آیا راجہ کے سامنے زمین بوس ہو کر کنک کو ڈنڈوت کی راجہ بولے

برہنلا" تم نے میرے راجکمار کی بہادری دیکھی سُنا ہے کہ تم ارجن کے بھی سارتھی رہے ہو مگر سچ کہنا کہ میرا بیٹا ارجن سے کس بات میں کم ہے۔ آج میرا کلیجہ ہاتھوں بڑھ رہا ہے۔ اسوقت میں سمجھتا ہوں کہ میری زندگی سپھل ہوئی۔ اور تر اجکمار شاباش +

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

بھیشم پتامہ گورو ناچاریہ۔ کرپا چاریہ۔ کرن۔ اسوتھاماں جیسے مردان کارزار و دلاوران روزگار کو تن تنہا جیتنا فقط تیرا ہی کام تھا +

ادھیائے ۲۷

راجہ براٹ کا دربار۔ واقعات جنگ بھوم جے راجکمار کی

زبانی۔ دیگر حالات۔ ارجن اور راجکمار کا راجہ جدھشٹر کی تخت نشینی کیلئے مشورہ

راجکمار بھوم جے اپنی بیجا تعریف سُنکر بولا

پتاجی! میں نے بھیشم پتامہ وغیرہ پر فتح پائی نہ کورؤوں سے گائیں چھینیں۔ جس وقت میں نے لشکر جرار دیکھا۔ میرے تو ہوش خطا ہو گئے جان میں جان نہ رہی۔ میں بھاگنے کو ہی تھا کہ اتفاقاً ایک نوجوان دیوتا آ گیا۔ اُس نے ڈانٹ ڈپٹ کر زبردستی مجھے رتھ پر جکڑ دیا اور پھر تیروں کی بوچھاڑ سے ساری فوج کو ٹڈیوں کیطرح لپیٹ لیا۔ بھگا یا تالیاں دیں اور درونا چارج وغیرہ ایسے منجھ ہیروں کے لباس بھی اُتار لئے کوروؤں نے جیسی زک پائی عمر بھر نہ بھولینگے جان بچ جانے ہی کو غنیمت سمجھے۔

راجہ براٹ۔ وہ جوان دیوتا کہاں ہے اسکو بھی بلواؤ۔

راجکمار۔ جناب وہ لڑائی کیوقت تو ساتھ رہا۔ جب سب دشمن بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہ نہ جانے کہاں نظروں سے غائب ہو گیا۔ لیکن اقرار کر گیا ہے کہ ایک دو روز میں ملونگا۔

یہاں یہ باتیں ہو رہی تھیں وہاں محلوں میں خبر ہوئی تو تمام راج کنیائیں گائی بھائی اُرتا اُتار۔نے کیلئے جمع ہو گئیں برہنلا نے اوترکمار راجکماری (راجہ براٹ کی بیٹی) کے سامنے درونا چارج۔ کرپا چارج۔ اسوتھاماں۔ کرن کے نیلامبر پیتامبر وغیرہ کو سامنے رکھوایا اور کہا کہ راجکماری جی آپ کی فرمائش حاضر ہے۔

جس نے دیکھا ان لباسوں کی نفاست وخوشنمائی سے حیران رہ گیا۔ راج کنیاؤں نے سب لباس اُٹھا لئے۔ سب کہنے لگیں۔

کہ برہنلا سو مردوں کی ایک مرد نکلیں۔ ایسے بہادروں۔ سورماؤں اور دنیا کے مشہور فتمندوں کی پوشاک اُتار لانا تمہارا ہی کام تھا۔ جو کام دیوتاؤں کے امکان میں نہیں وہ تم نے کر دکھلایا۔ آفرین۔

برہنلا چنک مٹک کے نخرے دکھانے لگی اور ناک پر اُنگلی رکھ کر بولی۔ کہ میں ناچنا گانا جانوں۔ میں تو یہ بھی نہیں جانتی کہ تیر ٹیڑھا ہوتا ہے یا کمان سیدھی

تلوار موم کی ہوتی ہے یا گرز چھوٹی موٹی درخت کا۔ فقط مہاراج کا اقبال آڑے آیا۔ سب ہیز تھے نامرد تھے آپ ہی آپ بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں تو کولھا بھی مٹکانے نہ پائی ارجن نے اسوقت ایسے زنانے پن کی باتوں سے ہنسی دل لگی کی باتیں کیں کہ ہر ایک کے پیٹ میں ہنستے ہنستے بل پڑ گئے۔ اُدھر فتح کی خوشی ادھر برہنلا کا مذاق۔ قند مکرر کا مزہ آگیا۔ اسکے بعد راجکمار اپنی نشستگاہ میں گیا۔ ارجن بھی ساتھ تھا اس نے کہا کہ

راجہ جدھشٹر کے ظاہر ہونے کا وقت آچکا۔ اب اُن کو سنگھاسن پر بٹھانا ضروری ہے تم چپکے چپکے انتظام کرو۔ بھید اسوقت نہ کھلنے پائے جب تک راجہ جدھشٹر سر پر تاج نہ رکھیں ؁

ادھیائے ۲۸

راجہ جدھشٹر کی راجہ براٹ کے راج سنگھاسن پر جلوہ افروزی انکشاف حال۔ راجہ براٹ کا پانڈوؤں کے سامنے اظہار عجز۔ اوتر کماری اور ابھمنو فرزند ارجن کی شادی کا تصفیہ براٹ نگر کا راج

ان باتوں کو دو روز گزر گئے تیسرے دن دربار میں کچھ اور ہی رنگ نظر آیا۔ راج سنگھاسن پر برہمن دیوتا کنک جی جلوہ افروز ہو گئے۔ بھیم سین و ارجن وغیرہ چاروں بھائیوں نے شاہی زیور و لباس سے آراستہ ہو کر دائیں بائیں کھڑے کھڑے چنور جھلنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد راجہ براٹ وزیروں کے ساتھ دربار گوہر بار میں آیا۔ تو عجیب ہی کیفیت نظر آئی۔ وہ حیران ہو گیا کہ آج ماجرا کیا ہے۔ دیکھا تو راج سنگھاسن پر ایک ایسی صورت نظر آئی۔ جسکے چہرے پر آفتاب کی طرح نور برس رہا تھا۔ وہ سمجھا کہ کہیں اندر نے سنگھاسن پر قبضہ تو نہیں کر لیا۔ جب چاروں بھائیوں کی صورت دیکھی اور بھی حیرت طاری ہوئی۔ کچھ دیر تو سکوت کا عالم رہا کھڑے کھڑے سب کا منہ دیکھنے کے سوائے اور کچھ بن نہ پڑا۔ آخر کار بولا کہ

آج یہ مسخرہ پن چہ معنے دارد۔ کنک کو دل لگی کی کیا سوجھی۔ میرے سنگھاسن پر بیٹھنے سے بڑھ کر اور گستاخی کون ہو سکتی ہے۔ ایسا مذاق ٹھیک نہیں۔ میں اسسں مذاق کو گوارا نہیں کر سکتا۔ ارجن اس تقریر پر مسکرایا اور کہا:

مہاراجہ صاحب گھبرائیے نہیں آپ کا سنگھاسن کوئی چھینے نہیں لیتا آپ کا راج پاٹ آپ کو مبارک۔ یہاں صرف شگون کرنا ہے آپکو خوشخبری کہ آپکے سنگھاسن کو شاستروں کے عالم فاضل۔ نفس کش۔ رحمدل۔ صادق القول۔ مستقل مزاج لائق اورنگ جہانبانی شائق کشورستانی۔ زینت دہ تاج و تخت۔ سنا کشانت دھرم راج۔ فاتح روئے زمین۔ عزت تاج و نگین۔ سرکوب سرکشان زمانہ۔ سرتاج دلاوران یگانہ۔ اہل اقبال۔ صاحب جاہ و جلال۔ نعمت دنیوی سے بہرہ ور۔ رعیت نواز۔ عدالت گستر۔ راج رشیوں میں سربلند۔ بختمندوں سے زیادہ اقبال مند۔ منو جی جی کی طرح رعیت پروری میں طاق۔ کوبیر کی طرح دولتمندی میں شہرۂ آفاق مہاراج ادھیراج راجہ جدھشٹر کے قدموں سے زینت ہے سرا قدس پر رونق افروزی سے تاج کی زینت ہے۔ راجہ جدھشٹر کون؟ جنکے نام نامی سے اندر پرست کو فخر ہے۔ جن کی سواری میں جواہرات سے مرصع موتیوں کی لڑیوں سے آراستہ رتھ چلا کرتے تھے۔ جگانے کو ماگدھ بندی لوگوں کی نغمہ سرائی تھی۔ اور وید خوانوں کی خوش نوائی۔ یہ وہی سرحلقہ تاجداران زمانہ ہیں۔ جن کے راجسوی جگیہ میں آپ ایسے نامعلوم کتنے ہزار فرمانروائے سنگھاسن کے پائے چومتے تھے۔ نقش قدم کے اردگرد گھومتے تھے ان کا دربار راجہ اندر کی سبھا سے کم نہ تھا۔ سُرگ کے دیوتاؤں کی قسمت کو للچاتے تھے انہیں کی رسوئیوں میں اٹھاسی ہزار برہمنوں کی روزانہ پرورش ہوتی تھی۔ اور انہیں کا نام نامی تھا۔ جن سے دنیا کے فرمانروا دبتے تھے۔ آپ خوش نصیب ہیں کہ ایسے سرتاج زمانہ بزرگ نے آپ کے سایۂ عاطفت میں مصیبتوں کے دن کاٹے کبھی دن بڑا کبھی رات بڑھی کی مثل سچ ہوئی۔ اب بڑی رات گئی بڑا دن آیا۔ آپ کے زیر سایہ ہماری مشکلات دور ہوئیں یہ مہاراجہ جدھشٹر ہی کا اقبال تھا۔ جس نے راجکمار کی لڑائی میں بھیشم پتامہ وغیرہ کے چھکے چھوٹے ڈھیلے کر دیئے۔

راجہ براٹ اس تقریر سے حیران رہ گیا اسکے ہاتھ پاؤں میں تھرتھری پڑگئی بولا کہ مہاراج جدھشٹر کی تو میں ڈنڈوت کرتا ہوں میرے سرتاج ہیں۔ مگر اب یہ تو بتاؤ کہ

بھیشم سین ۔ ارجن ۔ نکل ۔ سہدیو اور مہارانی دروپدی کہاں ہیں ۔ تیرہ برس سے تو
مجھے کسی چیز کی خیر خیریت بھی معلوم نہیں +

اوتر راجکمار ۔ پتا جی جو آپ سے باتیں کر رہے ہیں یہ تو ارجن ہیں ۔ جنہوں نے میرے سارتھی
کی حیثیت میں کوروؤں کے تمام بہادروں کے دُھرے اُڑا دئے اور میرے نام سے
فتح کا ڈنکا بجایا ان سے بڑے وہ سامنے بھیم سین جی کھڑے ہیں جن کو آپ اب تک تو
کہہ کر پکارتے ہیں +

انہیں نے کیچک کو بدمعاشیوں کی سزا دی ان سے بڑھکر دنیا میں کوئی طاقتور نہیں
یہ جو سامنے بائیں بازو پر دو جمیل و شکیل جوان استادہ ہیں ۔ ان میں سے ایک سہدیو جی مہاراج
ہیں ۔ دوسرے نکل جی ۔ اور مہارانی دروپدی کا ذکر کرتے ہوئے مجھے رونا آتا ہے ۔ یہ
وہی سرندھری ہیں جن کو میرے ماموں کیچک نے نہ معلوم کیا کیا دُکھ دئے +

جونہی یہ تقریر سُنی ۔ راجہ براٹ نے اپنا سر پیٹ لیا ۔ روتا ہوا راجہ جدھشٹر کے
قدموں پر گر پڑا اور کہنے لگا کہ

مہاراج مجھے معاف کیجئے گا آپ کی خدمت میں مجھ سے بہت سی خطائیں سرزد ہوئیں
جو قصور ہوا وہ نادانستگی میں ۔ بھول چوک سب معاف کرتے ہیں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ
آپ پانڈوؤں کے سرتاج ہیں تو کبھی کوئی گستاخی نہ ہوتی میں سر آنکھوں پر رکھتا آپ بھیس
بدلے رہے ۔ مجھے کیچک کی حرکتوں سے سخت ندامت ہے اُس نے مہارانی دروپدی کی
خدمت میں ازحد گستاخیاں کیں مگر اُس نے جیسا کیا اُس کا پھل پایا ۔ میں خوش ہوں
کہ اس کی مٹی پلید ہوئی مگر رنج یہ ہے کہ میں سزا سے بچ گیا گردن خم ہے جو چاہیں سزا
دے لیجئے ۔ آج سے مجھے راج سے کچھ واسطہ نہیں شوق سے سنگھاسن کا زیب بڑھائیے میں
بھی خادمانِ درگاہ کی طرح وفاداری و خدمتگاری میں حاضر رہوں گا آپ کے احسانات کا
کیا کہنا ۔ راج بچایا میری آبرو رکھی راجکمار کی بہادری کا ڈنکا بجایا میرے قصوروں کی تلافی
کا خیال نہ کیا یہ احسانات کبھی فراموش ہونیوالے نہیں میں سب سے معافی مانگتا ہوں
اور مہارانی دروپدی سے ازحد شرمندہ ہوں کہ انہیں یہاں بڑی تکلیف ہوتی +

اس معاملے کا چرچا تمام رنواسوں میں پھیل گیا رانی سودیشنا دوڑی آئی اور دروپدی
کے قدموں پر سر رکھ کر بڑی عاجزی اور منت سماجت سے معافی مانگی دروپدی نے کہا آپ

کا کچھ قصور نہیں۔ سب ہمارے دنوں کی گردش تھی ہم لوگوں کو کسی بات کا کچھ خیال نہیں تھا۔ آپ اطمینان رکھیں ۔

اسطرح اور بہت سی باتیں کر کے آخر میں راجہ اور رانی نے ہاتھ جوڑ کر التماس کی کہ اوترکماری ارجن کی خدمت میں نذر ہے گر قبول اُفتد زہے عزّ و شرف ۔

ارجن۔ میں نے راجکماری کو ابتک بیٹی کی طرح سمجھا۔ آپ اس خیال کو دور رکھیں۔ ہاں اگر سری کرشن جی مہاراج کے لائق فائق بھانجے اور مہاراج ادھیراج راجہ جدھشٹر کے بھتیجے اور میرے لخت جگر ابھمنو کی نسبت بات چیت ہوتی تو میں انکار نہ کرتا۔

راجہ براٹ۔ میں آپ کی تجویز پر صاد کرتا ہوں۔ واقعی آپ نے بہت اچھی جوڑی تجویز فرمائی۔ میں ابھمنو کے ساتھ اوتر راجکماری کی شادی کرنے کو منظور کرتا ہوں۔ آپ بھی فوراً انتظام کریں۔ میں بھی پھول پان کی فکر کرتا ہوں ۔

ادھیائے ۲۹

راجہ براٹ کی راجکماری اُترا اور ارجن کے راجکمار ابھمنو کی شادی

ابھمنو اور اُترکماری کی شادی طے پا گئی راجہ براٹ اور مہاراجہ جدھشٹر کی طرف سے اعزائے نام دار اور راجگان والا تبار کے نام خطوط طلبید روانہ ہوئے۔ براٹ نگر میں شادی کی دھوم دھام شروع ہو گئی قاصدان باد رفتار و پیک شہسوار سب جگہ نامہ و پیغام دے آئے مہمانوں کی آمد آمد شروع ہوئی۔ خاص الخاص عزیز و اقارب کے نام ذیل میں درج ہیں۔ ہمراہیوں کی تعداد حوالہٗ قلم ہے ۔

(۱) راجہ شیب اور فرمانروائے کاشی ایک ایک اکشونی فوج کے ساتھ تشریف لائے

(۲) سر حلقہ داران روزگار راجہ دروپد (پانڈوؤں کے خسر مہارانی دروپدی کے والد بزرگوار) راجکمار اپرجت۔ سکنڈی۔ درشٹ دمن۔ ایک ایک اکشونی دل کے ساتھ دروپدی کے شوہر بیٹوں کی ہمراہی میں۔ رونق افروز ہوئے ۔

(۳) سری کرشن بلدیو جی۔ کرت برما۔ یودھان۔ ساتکی جی نادرشٹ۔ اکرور جی سانب

اور بشٹ ۔ ابھمنو ۔ سوبھدرا ہمشیرہ مہاراج سری کرشن چندر اور وغیرہ کے ساتھ معہ خدم وحشم بڑی شان وشوکت سے تشریف لائے آپ کے جلوس سواری کو دس ہزار ہاتھیوں ایک لاکھ رتھوں لتنے ہی گھوڑوں سے زینت تھی بھوج جنسی اور اندیک جنسی بڑے بڑے ہیراو نام آور کشتری بھی ہمراہ رکاب تھے مہمانوں کی رونق افروزی پر راجہ براٹ اور راجہ جدھشٹر نے خوب الوالعزمی وعلو ہمتی سے خاطر تواضع کی براٹ نگر میں وہ رونق تھی کہ بیکنٹھ کی عظمت وشان وشوکت نظروں سے گرگئی تھی ۔ سری کرشن جی ابھمنو کے ماموں تھے ۔ اُنہوں نے بڑی دھوم دھام سے بھات دیا ۔ پانچوں کے لئے فرداً فرداً علیحدہ علیحدہ تحفہ تحائف تھے ۔

لونڈی غلام زر و جواہر زیور ولباس سب سے زیادہ موجود کردیئے سارے شہر میں رات دن ناچ رنگ سے خاصی چہل پہل تھی ۔ اس پر گھر گھر کی روشنی طرہ مہمانوں کی دعوتوں سے فرصت نہ تھی ۔ کھانے تو لذیذ ۔ شراہیں خانہ ساز میوہ دمٹھائی اعلےٰ سے اعلےٰ ۔ راجے تو راجے تھے ۔ غریبوں کے سامنے بھی سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا ڈھیر رہتا تھا خاص محفلوں میں ناچنے گانے والوں کے کمالات دلوں کو مست کرلیتے تھے ۔ بھاٹوں کی خوش نوایاں عجیب فرحت بخش تھیں شہر کی عورتیں لباس زرنگار سے آراستہ زیور جواہرات سے پیراستہ ۔ رانی سودیشنا کے رنواس میں بدھایاں گاتی اور سری کرشن جی کے جمال جہاں آرا کو دیکھتی تھیں ۔ ابھمنو کے حسن ولاویز پر ہر شخص قربان ہوا جاتا تھا ۔ برات بڑی دھوم دھام سے گئی ۔ منڈوے میں ابھمنو اور راجکماری کا گنٹھ بندھن ہوا ۔ راجہ براٹ اور مہارانی سودیشنا نے ابھمنو کے قدموں پر سر جھکا کر کہا آج سے اُتراکی قسمت آپ کے حوالے ہے اسکو اپنی وفادار لونڈی سمجھنا کوئی قصور سرزد ہو تو تم سے خطا بخشی کی درخواست ہے ۔

شادی ہوگئی راجہ جدھشٹر لول لاڈلی بہو کو لیکر گھر گئے ۔ سری کرشن جی کی دلی مسرت کی انتہا نہ تھی دولہا دُلھن کی جوڑی کو دیکھ کر سہائے جاتے تھے ۔ راجہ براٹ نے دل کھولکر دہیز دیا ۔ ڈھیروں زر و جواہر ہزارہا قسم کے قیمتی پوشاک ولباس کے علاوہ ہزاروں ہاتھی دئے جن پر زربفت کی جھولیں پڑی ۔ سونے چاندی کی عماریاں کسی تھیں ۔ گھوڑے زرق برق زیورات سے دیائے نور میں غرق ۔ لاکھوں نظر کئے رتھ پالکی نالکی لونڈی غلام ان سب کے علاوہ ۔

اس شادی کی دھوم دھام لکھنے کیلئے زبان قلم میں طاقت نہیں۔ تیرہ برس کی مصیبتیں جھیلتے ہوئے دلوں کو جو آنند تھا۔ اسے کون الفاظ میں ظاہر کر سکتا ہے ٭

راجہ براٹ نے جو دھیر دیا وہ شہنشاہی عظمت کیلئے کافی سے زیادہ تھا۔ اس پر سری کرشن جی نے وہ سامان شاہی عطا کیئے کہ راجہ جدھشٹر کو اپنی اگلی ثروت بھول گئی دُنیا کا کوئی خزانہ ان کی دولت کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا فقط

مہابھارت

حصّہ پنجم

اُدیوگ پرب

ادھیائے ۱

راجہ براٹ اور راجہ درو پد وغیرہ کی باہم مشورت ۔ تاجداران زمانہ کی دو طرفہ شرکت ۔ راجہ جدھشٹر کو نصف راج دینے کے واسطے راجہ دھرتراشٹ کی خدمت میں سفارت کی روانگی

براٹ نگر کے راج دربار کی آج عجیب ہی رونق ہے۔ سینکڑوں جواہرات سے جڑے ہوئے سنگھاسن جگمگ جگمگ کر رہے ہیں کسی پر فخر زمانہ سری کرشن چندر کی رونق افروزی کسی پر سر حلقہ بزرگان روزگار راجہ دروپد کا اجلاس یونہیں راجہ جدھشٹر۔ راجہ براٹ۔ ارجن وغیرہ پانڈو۔ ساتکی وغیرہ تمام راجگان ذی افتخار تاجداران عالی رفتار کی باقاعدہ نشست سے دربار کی رونق ہی کچھ اور ہو رہی ہے دل میں خوشی ہے کہ راجکمار ابھمنو کا راجکماری

اُتراؔ کے ساتھ بیاہ ہو گیا۔ سب کو مسرت ہے کہ تیرہ برس کے بعد راجہ جدھشٹر کے آفتاب اقبال کے چمکنے کے دن آ گئے دربار کی آراستگی کا کیا کہنا۔ اندر کی سبھا مات۔ اگر مشک کافور کیوڑے گلاب کی خوشبو سے دماغ معطر۔ در و دیوار پر بندنوازوں کی سجاوٹ۔ زربفت و اطلس کے پردوں سے آراستگی۔ ریشمی اور اونی فرش کی خوشنمائی سونے میں سہاگا۔

ادھر سے کوروں پر فتحمندی کی خوشی تھی۔ اور شادی کی مسرت سب لوگ فارغ البال اور تمام دُنیا کی جھنجھٹوں سے بے فکر تھے سب کو یہی پڑی تھی کہ آنند پرانند ہوا تنے میں سری کرشن جی بول اُٹھے ۔

حضرات۔ آج سب صاحب موجود ہیں دس آدمیوں کی صلاح ٹھیک ہوتی ہے۔ پانچ پنچ مل کیجئے کاج۔ ہارے جیتے نہ آوے لاج۔ آج یہ فیصلہ ہو جانا چاہئے کہ راجہ جدھشٹر کے لئے اب کون مصلحت مناسب ہے۔ آپ سب لوگ واقف ہیں کہ بھیم سین کو زہر دیا۔ دریا میں ڈبویا پانچوں پانڈوؤں کو لاکھ کے مندر میں جلانے کی کوشش کی۔ پھر بے ایمانی سے جوئے میں جیتا۔ دروپدی کی حد درجہ ذلّت کی تیرہ برس کی زحمتیں اگر دوسرا اُٹھاتا تو چھٹی کا دُودھ یاد آ جاتا۔ ان لوگوں نے سب ذلتیں اور تمام تکلیفیں برداشت کیں اور منہ سے حرف نہ نکالا دریودھن بدی کرتا رہا یہ نیکی۔ راجہ دھرتراشٹر بُرا چیتتے تھے یہ بھلا۔ بھیشم پتامہ۔ درونا چاریہ نے لاکھ سمجھایا مگر دریودھن نے ایک نہ سُنی۔ آپ لوگوں میں سے جسکو جرأت ہو جس کا ایمان ٹھیک ہو راجہ دھرتراشٹر کے پاس جاوے اور سمجھاوے تیرہ برس گزر گئے اب پانڈوؤں کو راج دلوایئے۔ ورنہ وہ خونریزی ہو گی۔ ایسا کشت و خون ہو گا کہ ہاتھی اور گھوڑے خون کے دریا میں غوطے کھاتے نظر آئینگے آدمیوں کی کیا گنتی۔

حاضرین۔ واقعی مہاراج سری کرشن جی کا فرمانا بہت درست ہے کوروؤں کی سختیاں حد سے گزر چکی ہیں پانڈوؤں نے اپنا پرن نباہ دیا اگر اب دریودھن کی طرف سے کچھ مین میکھ ہو گی تو ہم سب موجود ہیں دیکھ لیں کہ کوروؤں میں کیا دم ہے۔

بلدیو جی۔ صاحبو! بُرا ماننے کی بات نہیں بات چلنے پر کہتا ہوں۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ میں کسی کا طرفدار ہوں (سب) ہاں ہاں ضرور فرمایئے آپ کا فرمانا سر آنکھوں پر۔

بلدیو جی۔ راجہ جدھشٹر کو کس نے مجبور کیا تھا کہ خواہ مخواہ جوا کھیلیں۔ جب ان کی مرضی ہوئی جوا کھیلے راج ہار ہارے پھر اس میں تو راجہ جدھشٹر ہی کا خود قصور

ہے نہ جوا کھیلتے نہ ہار جیت ہوتی۔ اب راج پاٹ کی بات ہے اسلئے اگر ضرورت ہے تو کسی کو بھیجکر منشا دریافت کرنا چاہیئے۔ یہ کیا کہ سوت نہ کپاس کوری سے لٹھم لٹھا آب ندیدہ موزا ز پا کشیدہ ؁

سانکی جی۔ بلدیو جی مہاراج۔ آپ کی بات کو دلکہ نہیں سکتا۔ مگر معاف کیجئے گا آپ غلطی پر ہیں۔ راجہ جدھشٹر نے ہرگز ہرگز اپنی مرضی سے جوا نہیں کھیلا نہ دریودھن کی تحریک ہوتی۔ نہ راجہ دھرتراشٹ طلب کرتے نہ راجہ جدھشٹر جوا کھیلتے راجہ جدھشٹر نے البتہ غلطی کی کہ خودرائی سے چوسر کھیلنے بیٹھ گئے۔ نہ بھائیوں سے صلاح نہ مہارانی دروپدی سے مشورہ۔ خیر کچھ ہو خواہ راجہ جدھشٹر نے غلطی کی یا راج دھرم کا نباہ کیا مگر کوئی بہ ایمان سے کہہ سکتا ہے کہ شکنی نے کلی ڈال کر نہیں لوٹا۔ کیا دھرم سے وہ سلطنت وغیرہ جیتے کبھی نہیں ایسی ہٹ دھرمی آجتک کبھی نہیں سنی کیا دھرم اور ایمان کا صلہ یہی ہونا چاہیئے تھا کہاں ارجن گانڈیو دھنش کا قابض۔ کہاں بھیم سین شہزوران زمانہ کا سرتاج۔ کہاں نکل اور سہدیو ایسے زبردست جنگجو۔ کہاں ابھمنو ایسے پانڈوؤں کے لائق و فائق بیٹے۔ ان سب کے جیتے جی پانڈوؤں کی حق تلفی ہو ممکن نہیں ہم لوگ کٹنے مرنے کے لئے تیار ہیں۔ اگر دریودھن۔ ددشاسن۔ کرن۔ شکنی کو نہ مارا تو موچھیں منڈوا ڈالیں بیشک کسی کی جان لینا دھرم نہیں مگر ادھرمیوں کی جان نہ لینا بھی ادھرم ہے۔ کورؤوں نے پانڈوؤں کیساتھ ایسی ہی دغا بازیاں کیں جیسے کوئی دھوکے سے کسی کو زہر دیدیتا ہے یا فریب سے کسی کی عورت کو اڑا لے جاتا ہے یا بے ہتھیار پر ہتھیار چلاتا ہے ایسے ادھرمیوں کے مارنے میں کچھ ہرج نہیں۔ خواہ وہ سگے سوبدرے ہی کیوں نہ ہوں۔ دریودھن میں اگر تمام عیب نہیں تو بھی اسقدر عیب ہیں کہ اسکا مارنا ہی دھرم ہے۔ اگر راجہ دھرتراشٹ کو دھرم کا خیال ہے تو آدھا راج بانٹ دیں ورنہ تلوار سے فیصلہ ہوگا تیرہ برس بہت طرح دے چکے۔ اب ہم میں برداشت باقی نہیں ؁

دروپدجی۔ میں پکار کر کہتا ہوں کہ دریودھن کبھی خوشی سے پانڈوؤں کو راج نہ دیگا۔ سیدھی انگلیوں گھی نکلنے والا نہیں راجہ دھرتراشٹ اپنے بیٹوں کی سی کریں گے۔ یا غیروں کی سی ضرور فساد رکھا ہوا ہے۔ رہے بھیشم پتامہ۔ درونا چاریہ۔ کرپا چاریہ ان کا کون ٹھکانا۔ یہ نمک پروردہ ہیں جب کہیں گے دریودھن ہی کی سی۔

جو کریں گے۔ کوروؤں کی مرضی کے موافق۔ وہ ضرور ادھرم کی طرف ہونگے۔ راجہ جدھشٹر
کے جائز حقوق کی مخالفت میں دیدہ دانستہ ہتھیار اُٹھائیں گے ہیں تو یہی سمجھتا ہوں
کہ اپنے مہربان راجاؤں سے کمک حاصل کروں۔ پھر دریودھن کو پیغام دوں کہ دم داعیہ ہے
تو آجاؤ سامنے۔ آپ صاحب مثل۔ دھرتراشٹ کیت۔ جیت سین۔ راجہ کیکے اور راجہ
بھگدنت ایسے بحری وکوہی راجاؤں کی طرف سے اطمینان رکھیں۔ یہ سب راجہ جدھشٹر
کی رفاقت سے کبھی منہ نہ موڑیں گے شرط یہ ہے کہ دریودھن کے پیغام سے پہلے ہمارا
پیغام پہنچ جائے۔ دریودھن عجز وانکسار سے نہ مانیگا وہ باتوں کا بھوت نہیں لاتوں کا بھوت ہے
سری کرشن۔ راجہ درپد کی بات ہیں نے پسند کی۔ ان سے بڑھ کر مہاراجہ جدھشٹر کا کون
ہمدرد ہوسکتا ہے ہیں اسوقت ابھمنو کی شادی کے مبارک موقع پر آیا ہوں میری نظر ہیں
دینوی رشتے سے کورو اور پانڈو برابر ہیں۔ اسلئے میرا دوار کا واپس جانا مناسب ہے بالفعل
آپ سب صاحبان اپنے اپنے دوستوں کو پیغام بھیجیں۔ جب سب طرف سے اطمینان
ہو جائے تو راجہ دھرتراشٹ سے گفتگو کرنے میں مضائقہ نہیں مہاراجہ درپد بھی زمانہ
دیدہ ہیں۔ غالباً ان کی بات راجہ دھرتراشٹ مان لینگے۔ مَیں ان کے سامنے بچہ ہوں
اور مجھے خیال ہے کہ حتے الامکان باہمی اتفاق ہی پسند کرینگے۔ جہانتک لڑائی
جھگڑے سے نجات رہے وہیں تک عمدگی ہے بگاڑ میں کچھ فائدہ نہیں مَیں ڈرتا
ہوں کہ ارجن کے تیر کوروؤں کا نام ونشان نہ مٹادیں مگر ہاں کوشش شرط ہے ہم
لوگوں کا یہ دھرم نہیں کہ کوروؤں کی ناجائز طرفداری اور راجہ جدھشٹر کا نقصان ۔

اتنا فرماکر سری کرشن جی تو دوارکا تشریف لے گئے یہاں راجہ براٹ اور درپد نے
راجاؤں سے کمک کی درخواست کی۔ اُنہوں نے جسوقت راجہ جدھشٹر کے ظہور کی خبر سُنی
بہت خوش ہو گئے دریودھن کی ہٹ دھرمی پر اظہار افسوس کیا۔ پانڈوؤں کو دھرم
کی پابندی کے لئے سراہا۔ اور فوجیں لئے ہوئے براٹ نگر میں آموجود ہوئے۔ دریودھن
کو خبر مل گئی تو اس نے بھی اپنے موافق راجاؤں سے مدد مانگی تمام تاجداران روئے زمین
نے مہابلیوں کی حمایت کا بیڑا اُٹھایا۔ اور پہاڑ اور جنگل میں فوجوں نے تل رکھنے کی جگہ
نہ چھوڑی۔ راجہ براٹ نے اپنے عالم وفاضل پروہت کو ہستناپور کی طرف روانہ کیا۔
راجہ دھرتراشٹ سے راجہ جدھشٹر کے حقوق کا تصفیہ کرے۔ نصف راج مانگے اگر

وہ راضی نہ ہوں تو خبردار کرے کہ "اب شدنی کچھ اور ہے"۔

ادھیاے ۲

ارجن اور دریودھن کی دوارکا جی میں سری کرشن جی سے ملاقات۔ امداد کی درخواست۔ سری کرشن جی کی مدد دہی

راجہ دروپد کا پروہت ہستناپور پہنچ گیا۔ دریودھن کو خبر لگ گئی کہ راجاؤں سے مدد مانگی گئی ہے۔ سری کرشن جی دوارکا میں ہیں ارجن کمک مانگنے کو جاچکا۔ وہ فوراً مختصر فوج کے ساتھ دوارکا کو روانہ ہوا۔ عجلت منظور تھی۔ بڑی بڑی تیز روی سے چلا اور دوارکا جا پہنچا۔

مہاراج سری کرشن چندر جی بوقت آرام میں تھے پہلے دریودھن پہنچا۔ اور سرہانے بیٹھ گیا۔ دو چار لمحوں کے بعد ارجن بھی وہیں وارد ہوا اور پائنتی جا بیٹھا کرشن جی نے چادر منہ سے اُٹھائی اور آنکھ کھولی تو پہلے ارجن کی صورت نظر آئی پوچھا کہ کہاں تکلیف کی۔

پھر سرہانے دیکھا تو دریودھن کو بیٹھے پایا۔ بڑی خاطر و مدارات کی۔ خیر و عافیت پوچھی اُٹھ کر بغلگیر ہوئے دریافت کیا کہ تکلیف کا باعث۔

ارجن ابھی جواب دینے نہ پایا تھا کرشن چندر کے سوال پر دریودھن مسکرایا اور بولا میں اور ارجن دونو خدمت میں حاضر ہیں۔ کیا رشتہ دار کیا تعلقات باہمی کی وجہ سے دونو کو آپ سے استحقاق حاصل ہے پانڈوؤں کا جھگڑا طے ہوتا معلوم نہیں ہوتا ہے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تیر تلوار کے بغیر تصفیہ نہ ہوگا۔ اس لئے آپ مدد کیجئے پہلی درخواست میری ہے۔

سری کرشن جی۔ میری آنکھیں برابر ہیں پانچوں اُنگلیوں کو میں یکساں سمجھتا ہوں مجھے نہ آپ کی امداد سے گریز ہے نہ پانڈوؤں کی کمک سے پرہیز۔ آپ بیشک پہلے آئے ہونگے شبہ نہیں مگر میں نے جب آنکھ کھولی پہلے ارجن ہی سامنے نظر آئے۔ اسلئے اس منطق کو طاق پر رکھئے۔ میں آپ اور ارجن دونو کی خدمت گزاری سے

باہر نہیں آپ ارجن سے بڑے ہیں آپ کا بھی فرض ہے کہ چھوٹوں کے ساتھ رعایت کریں چنانچہ وید کا بھی یہی منشا ہے میں چاہتا ہوں کہ پہلے ارجن کی بات سنوں پھر آپ کی +

دریودھن۔ آپکو ارجن کی مدد کا اختیار ہے مجھے آپ فرمائیں کہ کیا کمک کرینگے +

سری کرشن جی۔ میرے پاس جو فوج اور خزانہ ہے وہ ایک صاحب کی نذر ہے اور میری ذات ایک صاحب کی نذر۔ آپ دونوں میں سے جسکی مدد چاہیں وہ بے تکلف نذر ہو سکتی ہے مگر یاد رہے کہ میں کبھی ہتھیار نہ اُٹھاؤں گا +

ارجن۔ آپ بیشک ہتھیار نہ اُٹھائیں مگر میرے شریک رہیئے +

دریودھن۔ تو پھر مجھے حکم ہو کہ میں فوج و خزانے لے جاؤں +

سری کرشن جی نے ارجن اور دریودھن کی استدعا قبول کی۔ ذات فیض سمات نے بنفس نفیس پانڈوؤں کی حمایت کا بیڑا اُٹھایا۔ کرت برما نے منتخب فوج دریودھن کے ہمراہ کر دی۔ دریودھن بلدیو جی سے ملا سب کیفیت سُنائی اُنہوں نے فرمایا کہ میں نے کرشن جی سے بہت کہا سُنا مگر وہ آپ کو اور پانڈوؤں کو اپنی اپنی قسمت پر چھوڑتے ہیں۔ اچھا قسمت آزمائی کرو +

جنگ دو سردار دو۔ دونو میں سے جس کا پانسہ پڑے۔ بازی اُس کے ہاتھ

سری کرشن جی نے تم دونو کو مدد دے دی۔ میں بری الذمہ۔ میری تین لوک سے متھرا نیاری ہے میں نہ اودھو کے لینے میں ہوں نہ مادھو کے دینے میں تم جانو اور پانڈو

دریودھن نے جس وقت سری کرشن چندر کی فوج پائی۔ خوش ہو گیا۔ دل پھول رہا تھا کہ اب فتحمندی میں کیا شک ہے پالا اپنے ہاتھ نہ ہو تو دریودھن نام نہیں وہ بغلیں بجاتا رخصت ہو گیا۔ یہاں سری کرشن چندر ارجن سے بولے کہ

تم نے فوج نہ لی اور اکیلا مجھکو قبول کیا۔ یہ پلّے سرے کی حماقت نہ تھی تو کیا اور پھر لطف یہ کہ مجھ کو ہتھیار اُٹھانے کا اختیار نہیں +

ارجن۔ میں دریودھن نہیں آپ کسی اور کو بیوقوف بنایئے۔ یہاں آنکھیں معمولی نہیں۔ فوج کس شمار قطار میں ہے۔ لشکر بے گنتی ہو تو بھی اُس کی گنتی کیا۔ مجھے تو آپ کی ذات پاک سے سروکار تھا۔ سو آپ میرے حصّے میں آ گئے۔

اب اگر میں اکیلا بھی ہوں تو میں کسی سے ہار نہیں سکتا۔ چاہے ساری دُنیا اکٹھی ہو کر دیکھ لے ؛
سری کرشن جی - میں کسی لائق نہیں تمہارا فقط خیال ہی خیال ہے۔ اور پیر من خس است۔ اعتقاد من بس است والی کہاوت مانو تو دیو نہیں تو پتھر والی مثل خیراب تو زبان دیدی تم دوست ہو اسلئے تمہارے کام کے واسطے ذلیل سے ذلیل کام کرنے میں مضائقہ نہیں۔ تمہارا رتھ میں ہانکنا منظور کرتا ہوں۔ اس سے بڑھ کر ذلیل خدمت کیا ہوگی ؛
اچھا اب چلو راجہ جدھشٹر کے پاس چلیں۔ دریودھن ہمارے تمہارے پہنچنے تک ہستناپور میں داخل ہو چکا ہوگا ؛

ادھیائے ۳

پانڈوؤں اور کوروؤں کی مدد کے لئے تاجداران عالم کی آمد۔ اٹھارہ اکشونی فوج کا اجتماع

راجہ براٹ اور راجہ دروپد کا پیغام سُنکر مختلف راجے مہاراجے اپنی اپنی فوجیں لیکر براٹ کی طرف عازم ہوئے۔ مدردیس کا عظیم الشان راجہ شل بھی ایک اکشونی دل لئے ہوئے روانہ ہوا۔ دریودھن کو خبر لگی۔ تو منتظمان سلطنت کو بھیجکر جگہ جگہ آرام گاہیں تعمیر کرادیں۔ کنوؤں۔ تالابوں۔ باولیوں سے کوئی منزل خالی نہ رہی۔ خاطر تواضع کا یہ عالم کہ راجہ شل خوش ہو کر بول اُٹھا کہ
جس نے میری ایسی قدر و منزلت اور دعوت مدارات کی میں اس کی طرف ہونگا واہ رے راجہ جدھشٹر۔ تیری اُلو العزمی کی کہاں تک تعریف کی جائے۔ جیسا سُنا تھا اس سے زیادہ پایا ؛
دریودھن کے منتظموں نے راجہ دریودھن کو اطلاع دی کہ راجہ شل منا لئے ہیں ہے۔ فوراً آئیے آپ کو ایک اکشونی فوج کی مدد ملے گی۔ راجہ شل کی فوج کا شمار ظاہر ہے ایک اکشونی دل کسے نصیب ہوتا ہے وہ روزانہ دو کوس کی منزل طے کرتا

تھا اور فوج بلا تکلف پڑاؤ ڈالتی ہوئی بڑھی چلی آتی تھی۔ ادھر سوار گرم رفتار ہوائے گھوڑوں پر سوار دریودھن کی خدمت میں پہنچے۔ وہ خود بنفس نفیس آیا۔ راجہ شل سے ملا۔ راجہ نے خاطر مدارات کا بہت شکریہ ادا کیا۔ اور فرمایا کہ

کوئی خدمت سپرد کیجئے یا کچھ طلب کیجئے۔

دریودھن۔ میں آپ سے اور کچھ نہیں چاہتا۔ صرف یہ خواہش ہے کہ آپ فوج کی سپہ سالاری منظور فرمائیں۔

راجہ شل۔ میں شوق سے یہ خدمت انجام دوں گا۔ مگر جب تک آپ کچھ اور خواہش ظاہر نہ کریں گے میری دلجمعی نہ ہوگی۔

دریودھن۔ اگر آپ کی نظر عنایت ایسی ہے تو زبان دیجئے کہ میری حمایت آپ نے اپنے ذمے لے لی۔

راجہ شل۔ آپ اطمینان رکھیں میں آپ کا ہر وقت دست پناہ رہوں گا فرق ہو تو گنہگار ہیں آپ سے قول ہار چکا میری بات پتھر کی لیک ہے میں تو راجہ جدھشٹر کی کمک کے واسطے آیا تھا آپ نے اپنے اخلاق سے گرویدہ احسان کر لیا اب میں راجہ جدھشٹر سے ملنے کی آرزو رکھتا ہوں آپ خلاف نہ سمجھیں۔ مجھے ملنا لازمی ہے۔

دریودھن۔ مگر دستگیری کا وعدہ فراموش نہ ہو۔

راجہ شل۔ جو زبان سے کہہ دیا وہ اُمٹ ہے کبھی فرق نہیں ہو سکتا۔

دریودھن۔ تو پھر مضائقہ نہیں مل آئیے۔

راجہ شل راجہ جدھشٹر کے پاس آئے اور کہا

کیا کہیں آپ کی مدد کیلئے گھر بار چھوڑا تھا۔ راستے میں دریودھن نے تعظیم و تکریم دعوت و تواضع سے فریفتہ کر لیا۔ کمک کے واسطے زبان لے لی۔ میں جانتا تھا کہ یہ سب سامان آسائش آپ نے کئے ہیں۔ لہذا میری زبان سے نکل گیا۔ جس نے یہ سب ساز و سامان کئے ہیں اسی طرف ہونگا اتنے میں دریودھن آگیا۔ اس نے قول کو اور پختہ کر لیا۔ اب میں چھتری دھرم کو نہیں چھوڑ سکتا قول سے پھرنا شریفوں کا کام نہیں جو کچھ رنج ہے بیان نہیں ہو سکتا۔ مگر مجبوری سے معذوری ہے اب اس کے علاوہ آپ جو ارشاد فرماویں اُسی کے لئے سر تک حاضر ہے۔

راجہ جدھشٹر۔ مجھے نہایت خوشی ہوئی کہ آپ قول کی پابندی سے دریودھن کے شریک رنج وراحت ہوئے نیک دلوں کا یہی خاصہ ہے میں آپ کی فوجی امداد نہیں چاہتا آپ کی فوج شوق سے مجھ پر اور میرے بھائیوں پر ہتھیار اُٹھائے میں آپ سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ کرن جسوقت میدان جنگ میں آئے اور آپ اس کا رتھ ہانکیں تو ایسی کوئی تدبیر کریں کہ اسکے تیج کے ساتھ اس کی طاقت گھٹتی رہے +

راجہ شل۔ یہ کچھ بڑی بات نہیں۔ میں خوشی سے یہ خدمت اپنے ذمے لیتا ہوں جس وقت وہ شیر کی طرح بپھرے گا۔ میں اُس کی ہجو شروع کر دوں گا۔ بات بات پر دھر کا لونگا۔ اس کا تیج آپ سے آپ گھٹ جائے گا۔ آپ اطمینان رکھئے کہ ارجن کا رتھ سری کرشن جی ہانکیں گے تو اُن کے مقابلے میں کرن کے رتھ کی خدمت میرے ہی سپرد ہوگی بس میں کرن کو کبھی سر بر نہ ہونے دوں گا۔ فتح آپ ہی کی رہے گی۔ قول مرداں جان دارد +

ان باتوں کے بعد راجہ شل وہاں سے رُخصت ہو گیا۔ ساری فوج ساتھ گئی اب دو طرفہ دُور و قریب کے راجاؤں کی فوجیں جمع ہونا شروع ہوئیں یبودھامنو ساتکی ایک ایک اکشونی دل لیکر راجہ جدھشٹر سے ملے۔ راجہ چندیری۔ دھرشٹ ڈکیت جیت سین فرزند جراسندھ۔ راجہ پانڈیچری۔ سمدریت۔ راجہ سنکلدیب اور راجہ دروپد کے لشکر جرّار نے براٹ میں ڈیرہ کیا۔ کل فوج کی تعداد سات اکشونی ہوگئی۔ راجہ دریودھن کی طرف ہندوستان تو ہندوستان راجہ کرات تاجدار چین۔ راجہ بھگدنت۔ مسوری مردا۔ راجہ شل۔ کرت برما۔ نیل۔ راجہ اونتکا پوری وغیرہ اپنی اپنی فوجیں لیکر وارد ہوئے۔ گیارہ اکشونیاں اکٹھی ہوگئیں جانبین کی اٹھارہ اکشونیوں کی روحیں قبض کرنے کے لئے جم لوک میں جدولوں کا نیا عملہ بھرتی ہوا +

ادھیائے ۴

راجہ درو پد کے پروہت کی راجہ دھرتراشٹ کیخدمت میں حاضری پیغام رسانی بات چیت

راجہ درو پد کا پروہت دھرتراشٹ کے دربار میں پہنچا۔ راجہ دھرتراشٹ نے بہت کچھ خاطر تواضع

کی۔اس وقت تمام تاجداران عالم کے سفیر دربار میں حاضر تھے۔ پروہت نے تحفہ تحائف پیش کر کے عرض کی +

مہاراج آپ کے بھتیجے پانڈو تیرہ برس گذار چکے اب وقت ہے کہ آپ اُن کا راج واپس فرماویں کورو اور پانڈو ایک ہی باپ یعنی راجہ پچھتر بیرج کا خون ہیں ایک خون والوں میں پھوٹ ہونا درست نہیں۔ راجہ جدھشٹر کے کرم دھرم کا امتحان ہو چکا اس سے بڑھ کر اور کیا آزمائش ہوگی کہ وہ تیرہ برس دھرم ہی کا نباہ کرتے رہے کوروں نے شروع سے کیا ظلم وستم نہیں کئے۔ تفصیل بیکار ہے آپ کل معاملات سے واقف ہیں۔ بھیم سین کو مارنے کی کوشش لاکھ کے مندر میں۔ سب بھائیوں کے جلانے کی حکمت عملیاں جوئے کی بے ایمانی۔ دروپدی کی بےعزتی سب اُنہوں نے برداشت کی۔ تیرہ برس تکلیفات اُٹھائیں۔ مگر پانڈوؤں نے اُف نہ کی وہ اپنا قول نباہ چکے اب وقت ہے کہ آپ اُنکو آدھا راج بانٹ دیجئے اگر آپ لیت ولعل کریں گے تو لاکھوں کروڑوں آدمیوں کا خون آپکے سر ہوگا۔ آپ کو مناسب ہے کہ اب پانڈوؤں کا موروثی راج اُنکو دیدیں۔ اس میں خیریت ہے ورنہ خون کی ندیاں بہینگی ارجن کی طاقتیں ظاہر ہیں۔ بھیم سین کے نام سے دُنیا کانپتی ہے۔ نکل وسہدیو سے بڑے بڑے سورما پناہ مانگتے ہیں اس پر تلوکی مایہ سری کرشن جی کی رفاقت۔ ساتکی جی۔ راجہ درپد راجہ براٹ کی حمایت رنگ لائے بغیر نہ رہیگی آپ شاستر سے واقف ہیں آپ کے دربار میں جگہ جگہ کے راجاؤں کا مجمع بھی ہے اسلئے اونچ نیچ سمجھ لیجئے میری رائے میں راج دیدینا مناسب ہے نہیں تو ایک طرف کی خیریت نہیں +

بھیشم پتامہ۔ بڑی خوشی کی بات ہے کہ راجہ جدھشٹر اپنے دھرم کو نباہ کر تیرہ برس کے بعد ظاہر ہوئے اُنہوں نے اس زمانے میں جو تکلیفیں اُٹھائیں۔ جو مصیبتیں جھیلیں وہ اُنہیں کا حق تھا دوسرے میں کیا طاقت تھی کہ عشر عشیر بھی برداشت کر سکتا۔ بیشک پانڈو آدھے راج کے مستحق ہیں اُن کو راج دینا ضرور چاہیے +

کرن بھی دربار میں حاضر تھا۔ اُسکو یہ باتیں کڑوی سی لگیں اس پر دریودھن کے اشارے نے اور اُکساہٹ دی وہ بولا کہ

آپ لوگ ارجن وغیرہ کی بار بار کیوں تعریف کرتے ہیں پروہت جی مہاراج پیغام لائے

یا پانڈوؤں کی تعریف کرنے آئے ہیں۔ راجہ جدھشٹر نے اپنے کو جوئے میں ہارا۔ اب میعاد
کے قبل حاضر ہوا۔ اُس سے جاکر کہئیے کہ بارہ برس اور بن باس اختیار کرے ورنہ ہڈیاں چور
کی جائینگی۔ آپ ارجن کی بہت تعریف کرتے ہیں کیا آپ نے کرن کا نام نہیں سُنا۔
ارجن بڑا مرد ہے تو سامنے آجائے ۔

بھیشم پتامہ۔ راجہ کرن بڑے بول کا سر نیچا راجہ براٹ کے مقابلے میں تم نے کیا بنالیا
صرف اکیلے ارجن نے ہم تم سب کو بھگا دیا اب ہیکڑی فضول ہے میں تو یہی مناسب
سمجھتا ہوں کہ میل کرلو لڑائی نہ سہیڑو۔ راجہ دھرتراشٹ نے سنجے اپنے وزیر کو بلایا ساری
سرگذشت سُنائی کوروؤں کی بدعتیں اور شرارتیں بیان کرکے کہا کہ
پانڈو برابر ظلم و ستم سہتے رہے ہیں اور اُف نہیں کرتے آخر صبر کی کچھ حد ہے
مجھے ڈر ہے کہ پانڈوؤں کو جب مجبوری سے غصہ چڑھ آیا تو کوروؤں کا زمین و آسمان میں
کہیں ٹھکانا نہ ہوگا۔ یہ لوگ پانڈوؤں کے نیست و نابود کرنے کیلئے سینکڑوں تدبیریں کرچکے
اتفاق سے وہ بچ رہے کوئی آفت نہ آئی اب بگاڑ کا موقع نہیں صلح لازم ہے ۔

کرن۔ یہ لوگ میعاد سے پہلے ظاہر ہوئے اُن سے کہئیے کہ بارہ برس اور جنگلوں کی ہوا
کھائیں۔ انہیں ابھی صورت دکھانے کا منہ ہی کہاں ہے ۔

راجہ دھرتراشٹ۔ کرن۔ ذرا چپ رہو۔ میں بھی کچھ عقل رکھتا ہوں تم لوگوں کے
بچپن نے سارا کھیل بگاڑ دیا۔ مجھے ڈر ہے کہ گھر کا ستیاناس نہ ہو۔ پروہت جی آپ
یہاں کی باتوں کا کچھ تذکرہ نہ کیجئے لڑکوں کی بیہودگی کا کچھ خیال ہی کیا۔ آپ جائیں اور
سری کرشن جی کو لے آئیں اُن کے آنے پر دو ٹوک فیصلہ ہو جائیگا۔ میں لڑائی جھگڑے
سے بھاگتا ہوں۔ مجھے کبھی بھی منظور نہیں کہ کسی کی نکسیر بھی پھوٹے ۔

ادھیائے ۵

راجہ دھرتراشٹ کی طرف سے سنجے کی راجہ جدھشٹر کی خدمت میں آمد۔ باہم گفتگو۔ سری کرشن چندر جی کی گوہر افشانی

سنجے روانہ ہوا اور براٹ نگر میں پہنچا۔ راجہ جدھشٹر کی قدمبوسی حاصل کی۔ پانڈوؤں

نے بہت تعظیم و تکریم کی۔ اپنے چچا راجہ دھرتراشٹ، بدرجی اور تمام کوروؤں کی خیریت پوچھی اور کہا ؂

ہم لوگ بڑے خوش نصیب ہیں کہ تیرہ برس بعد ہمارے بزرگ خاندان ہمارے سایہ سر مہاراجہ دھرتراشٹ کو آوارگانِ دشت ادبار کی یاد آئی۔ ہمارے زہے نصیب کہ انکی محبت ابتک تازہ ہے مگر یہ تو بتائیے کہ ہماری جان کے خواہاں۔ اپنے والد ماجد کے سعادتمند اور فرمانبردار بیٹے راجہ دریودھن کا کیا حال ہے ہمارے کرن جی صاحب کے تو مزاج خیریت سے ہیں مجھے ان کی بڑی فکر رہتی ہے اور دریودھن میرے عزیز بھائی کے وہی رفیق صادق ہیں ذرا یہ بھی فرمائیگا کہ جن برہمنوں کو میں نے جاگیریں دیں تھیں۔ وہ بحال ہیں یا ضبط ہوگئیں ہمارے برادر عزیز راجہ دریودھن کا عام سلوک درست ہے یا تکلیف دہ۔ گرو درونا چارج جی کا تیرہ برس سے کچھ حال نہ سُنا وہ اچھے تو ہیں ان کے فرزند ارجمند اسوتھاماں کا مزاج تو درست ہے۔ پتامہ جی (بھیشم پتامہ) کا سن زیادہ ہو گیا ہوگا وہ بھی کبھی ہم لوگوں کو یاد کرتے ہیں ؂

سنجے۔ سب خیریت سے ہیں مہاراج دھرتراشٹ جی جب آپکا ذکر سن لیتے ہیں تو اُن کا کلیجہ تر ہو جاتا ہے قریب قریب ہر وقت آپ ہی لوگوں کا تذکرہ رہتا ہے دریودھن بادھود(؟) کی خدمت سے غافل نہیں مگر باپوں کی صحبت زیادہ ہے برہمنوں کی جاگیریں ابتک بحال ہیں ان کی خدمت گزاری میں بھی فرق نہیں۔ راجہ دھرتراشٹ کو آپ کی جدائی کا سخت رنج رہا اُن کی بالکل کمر ٹوٹ گئی کوئی وقت نہیں جب وہ یاد نہ کرتے ہوں جس وقت اُنہوں نے سُنا کہ آپ راجہ براٹ کے یہاں تشریف رکھتے ہیں۔ اُن کی آندھی آنکھوں میں گویا نور آگیا دلی مسرتوں کے اظہار کے لئے لفظ میسر نہیں ہو سکتے مہاراجہ دھرتراشٹ کو اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ بہت سے راجے مہاراجے مدد کیلئے آگئے اور آرہے ہیں اسواسطے مجھے بھیجا ہے کہ مزاج پرسی کروں مہاراج کی طرف سے آشیرباد دوں یہ بھی پیغام ہے کہ اتنے دنوں کے بعد آپ کلیجے کو ٹھنڈک پہنچائیں تو زہے نصیب۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ میں خطاوار نہیں بھائیوں بھائیوں کی لڑائی بھائی بھائی جائیں میرا چل چلاؤ کا زمانہ ہے جس وقت آنکھیں بند ہوگئیں یہ ہوس دل میں لئے ہوئے چلا جاؤنگا کہ ہائے لائق و فائق سعادتمند بھتیجوں کا دیدار حاصل نہ ہو سکا اگر تم نہ ملے تو یہ افسوس اور داغ یادگار رہ جائیگا۔ ابتک تم سب

بھائیوں میں بگاڑ کی کوئی صورت باقی نہیں میں چاہتا ہوں کہ میرے بھتیجے جی آپس میں
صفائی ہو جائے۔ مجھے معرکہ آرائی منظور نہیں خون کس کا بہیگا؟ بھائیوں بھائیوں کا
بالفرض آپ ہی جیتے تو جانیں کس کی جائینگی۔ آپکے بھائیوں کی۔ دریودھن آپکا چھوٹا بھائی ہے
اُسکی غلطیوں پر آپنے ابتک نظر نہ کی اب بھی بزرگانہ توجہ مبذول رکھئے دریودھن نالائق ہے
تو نالائق کا ہی نباہ کر دینا لائقوں کا فرض ہے لائقوں کے واسطے کسی کے کہنے سُننے کی
ضرورت نہیں اُن کی لیاقت خود بخود ہی نباہ کر دیتی ہے۔ بیشک دریودھن کی طرف
بھیشم پتامہ۔ درونا چاریج وغیرہ ہیں جن کا آج زمانے میں نظیر نہیں۔ جن کے بانوں سے
موت بھی پناہ مانگتی ہے مگر میری عقل کی آنکھوں کو کچھ اور ہی خونریزہ سماں نظر آتا ہے
مجھے اس پھولی پھلی پھلواڑی کی خیریت معلوم نہیں ہوتی۔ تباہی و بربادی میں شک نہیں
اتفاق بڑھی چیز ہے ذراسی دل کی صفائی میں زندگی کا لطف ہو جائیگا بندھی مٹھی کھلی
تو اُنگلیوں میں میل جول کی طاقت کہاں؟

راجہ جدھشٹر۔ چچا صاحب کی بزرگانہ توجہ کا شکریہ۔ وہ میری طرف سے بیفکر رہیں میں
کوئی کام ایسا نہ کروں گا جو اُن کی طبع نازک کے خلاف ہو جس سے میرے بھائیوں کا دل دُکھے
آپ کے سامنے راجہ براٹ۔ راجہ دروپد راجہ ساتکی جی وغیرہ بہت سے تاجدار رونق افروز
ہیں مجھ میں اُن کی سی لیاقت نہیں ان کو سب حالات سے واقفیت بھی ہے ان کے ہوتے
میں اپنی عقل آرائی کچھ نہیں کر سکتا ہاں اتنا جانتا ہوں کہ ہمارے چچا صاحب تو برائے نام
ہیں۔ سارا اختیار دریودھن کا ہے جتنا وہ پانی پلائے اُتنا دھرتراشٹ جی پئیں۔
بھیشم پتامہ جی نے سمجھایا تو جھڑکیاں کھائیں۔ بدر جی پر ڈانٹ ڈپٹ پڑی چچا صاحب
کے مزاج سے میں واقف ہو گیا وہ پہلے سوکھے درخت میں آگ لگاتے ہیں پھر گھی اور
تیل ڈالکر بجھانے کی کوشش کرتے ہیں دریودھن نے شروع سے ابتک ہم لوگوں
کی جان لینے میں اپنی طرف سے کیا کسر چھوڑی۔ زہر خورانی وغیرہ کے سارے معاملات پوشیدہ
نہیں۔ بس حد ہے کہ ہم لوگوں نے جان پر کھیل کر گندھربوں کی قید سے نجات دلوائی پھر
بھی بدسلوکی سے باز نہ رہے اور ابتک جان کے گاہک ہو رہے ہیں راجہ دھرتراشٹ
ہمارے بزرگ ہیں اُن کا فرمانا ہمارے سر آنکھوں پر۔ مگر دریودھن کی باتیں ناقابل
برداشت ہیں اُس نے راجاؤں کو کمک کے لئے بلایا ہے معلوم ہو گیا کہ نیت کیا ہے

پس جب وہ ہمارا موروثی راج دینے سے گریز کرتا ہے تو فیصلہ تیر و خنجر نہ کریں گے تو اور کون۔ دریودھن ایک قدم بھر زمین چھوڑنے کو راضی نہ ہوگا مگر ارجن کا گانڈیو دھنش راج لئے بغیر دم نہ لیگا۔ راجہ دھرتراشٹ بھی مجبور ہیں اور مَیں بھی معذور۔ میں تو یہی چاہتا ہوں۔ کہ بگاڑ نہ ہو۔ میل جول سے مطلب نکل جائے۔ مگر جب شُدنی ہی کچھ اور ہو تو میرا کیا اختیار دریودھن ادھرم کی طرف ہے۔ پانڈو دھرم کی طرف۔ پس دریودھن اور پانڈوؤں کی لڑائی نہیں۔ ادھرم اور دھرم کا مقابلہ ہے۔ جنگ دو سرداروں جس کو ایشور فتح دے۔ آپ کو لازم تھا کہ دریودھن کو راضی کرتے میں تو ہر بات میں راضی ہوں +

سنجے۔ بیشک آپکے سامنے کورو نہیں ٹھیر سکتے میں کیا ہزار آدمی بھی کہیں گے۔ آپ ایسا دھرماتما دوسرا کون ہوگا۔ اسلئے عرض کرتا ہوں کہ آپ کس سے لڑینگے کس کو مارینگے کس پر فتح پائینگے۔ آپ کی تلوار بھیشم پتامہ پر اُٹھ سکیگی۔ درونا چارج پر تیر سر ہوگا کورو آپکے چھوٹے بھائی ہیں اُن کو مار کر بھلا آپ خوش ہو سکتے ہیں آپ ماتم کرینگے یا راج +

راجہ جدھشٹر۔ بیشک آپ کا خیال درست ہے مگر مجبوری کے وقت کیا کیا جائے شاستر کی ہدایت ہے کہ دُشٹ اور ادھرمی اپنے اعمال سے باز نہ آئے تو فہمائش کے بعد اُسکو دباؤ سزا سے راہ راست پر لانا ہی دھرم ہے چنانچہ سری کرشن چندر موجود ہیں فیصلہ ان کے ہاتھ ہے جو یہ تصفیہ کریں وہی ٹھیک۔ نہ لڑائی نہ جھگڑا۔ اگر راجہ دریودھن پھر بھی راہ راست پر نہ آئے تو میری اور اس کی قسمت +

سری کرشن۔ سنجے۔ دریودھن اور اسکے بھائی تو ادھرم سے نہ ہٹینگے۔ اس کا نتیجہ یہی ہے کہ دونو طرف سے خونریزی ہوئیں جیسا پانڈوؤں کو سمجھتا ہوں ویسا ہی کوروؤں کو۔ میرے دونو میٹھے ہیں میں لاکھ چاہتا ہوں کہ آپس میں میل ہو جائے مگر دریودھن کے سر پر خودی کا بھوت سوار ہے میں کیا کروں مجبور ہوں میرا فرض دونو کو سمجھانا ہے دیکھو لو راجے فوجیں لئے موجود ہیں۔ لڑائی کا سامان لیس ہے مگر میں راجہ جدھشٹر کو یہاں سے قدم اُٹھانے نہیں دیتا۔ اب جو کچھ دریودھن کی مرضی ہوگی اس میں اپنا کچھ دخل نہیں اگلی باتوں کا ذکر فضول ہے کون کوروؤں کی بدسلوکی نہیں جانتا جوئے کیوقت جو مہارانی دروپدی پر بدعتیں ہوئیں وہ کیا آپنے نہیں سُنیں اگر آپ اپنی عورت پر یہ ظلم و ستم دیکھتے تو لاکھ آدمیوں میں بھی تلوار گھسیٹ کر جان تک دیدیتے تم سب لوگ

بیٹھے دیکھا کئے کسی کے منہ سے نہ نکلا کہ او نالائق دوشاسن کیا کرتا ہے خیر گذشتہ را صلواۃ آئندہ را احتیاط۔ پچھلی باتیں گذر گئیں ان کا ذکر ہی کیا۔ اب راجہ جدھشٹر تیرہ برس کاٹ چکے ان کو راج ملنا چاہئیے خواہ اتفاق سے خواہ کشت وخون سے۔ راجہ دھرتراشٹ پانڈوؤں کو تباہ کر چکے انہوں نے اپنے بیٹوں کی محبت کے جوش میں کوئی بات اُٹھا نہ رکھی جو کچھ کیا ادھرم نے ہی کیا ہے اور لوگ رات کو ڈاکا مارتے ہیں راجہ دھرتراشٹ نے دن دہاڑے پانڈوؤں کو لوٹا۔ جہاں چھتریوں کا دھرم ہے کہ برہمنوں کو وید پڑھائیں۔ دان دیں۔ گئو کی حفاظت کریں وہاں یہ بھی دھرم ہے کہ بدکرداروں کا سر کچلیں راجہ دھرتراشٹ نے سعادتمند بھتیجوں کے ساتھ کوئی سلوک نہیں کیا بلکہ بربادی کے خواہاں رہے۔ بس اب مروت کیسی۔ تیرہ برس صحرانوردی کے گزر چکے۔ پھر بھی حسب قرارداد نصف راج ندارد۔ زبانی للو پتو سے چاہتے ہیں کہ پانڈوؤں کو پھر سوکھا ٹرخاؤں۔ سو اب شدنی نہیں راجہ دھرتراشٹ کو لازم تھا کہ خود بلاتے راج دیتے۔ دان پُن۔ راج پاٹ۔ عدل وانصاف۔ دھرم کرم دیکھ کر طبیعت خوش کرتے یہ اُلٹا پیغام بھی کیا خوب کہ بیٹا جدھشٹر لڑائی بھڑائی نہ کرنا میل ملاپ عجیب چیز ہے +

وہ زمانہ دیدہ ہو کر پانڈوؤں کو بیوقوف بناتے ہیں بزرگوں کو ایسا جنبہ لازم نہیں اسی میں خاندان کے خاندان تباہ ہو جاتے ہیں میرا ارادہ ہے کہ میں خود راجہ دھرتراشٹ سے ملوں اور کوروؤں پانڈوؤں میں صلح کرا دوں۔ مگر ایسی امید نہیں منت میں مجھے ناکامیابی کا رنج ہو گا۔ ندامت گھاٹے میں۔ سنجے۔ تم جاؤ میں بھی آتا ہوں۔ اپنی طرف سے سمجھا دینا کہ لڑائی جھگڑا تباہ کن ہے پانڈوؤں کے بگاڑ سے کوروؤں کی بھلائی نہیں ایک دن خون خرابہ لکھا ہوا ہے اور راجہ دھرتراشٹ کے لئے قلق +

ادھیائے ۶

سنجے راجہ دھرتراشٹ کے مشیر باتدبیر سے راجہ جدھشٹر کی گفتگو

سری کرشن جی سنجے کو فہمائش کر چکے تو سنجے نے اجازت مانگی چلتے وقت راجہ جدھشٹر نے فرمایا۔ آپ مہاراجہ دھرتراشٹ کے مشیر باتدبیر ہیں آپ کو کل معاملات سے واقفیت بھی ہے پس آپ کسی کے کہنے کا برا نہ مانیں اور وہاں وہ تقریر کریں جس سے بندھی مٹھی نہ کھلے گنگا جی

کے پُتر بھیشم پتامہ جی ہمارے دادا ہیں ورنہ ناچار مہاراج ہمارے گرد خلاصہ یہ کہ ہستناپور میں کون ایسا ہے جو میرا بزرگ یا خاص نہیں سب بزرگوں کو ڈنڈوت اور سب چھوٹوں سے دُعا کہئے گا جو سب سے چھوٹے ہوں اُن کو میری طرف سے زیادہ پیار کیجئے گا۔ جو جو راجے مہاراجے مدد کیلئے آئے ہوئے ہیں اُن کو بھی میری طرف سے مزاج پُرسی کیجئیگا کوئی عزیز و آشنا و دوست و دشمن باقی نہ رہ جائے جسکو موقعہ شکایت ہو۔ آپ دھرم کے اصولوں سے واقف ہیں۔ کبھی راہ راست سے قدم نہیں ڈگمگاتا۔ آپ کے برابر ہم لوگوں کو سمجھ نہیں۔ آپ اپنی طرف سے ایسی معقول گفتگو کریں کہ دریودھن آدھا راج بانٹ دے اگر اسے عناد ہو۔ تو مہاراجہ دھرتراشٹ ہم لوگوں کو قصوروار نہ ٹھہرائیں یہاں سب تیر و ترکش باندھے بیٹھے ہیں میان سے تلوار اُگلنے کی دیر ہے اب تک آپ واقف ہیں کہ ہم لوگوں نے کیسا ضبط کیا۔ کیسی کچھ سختیاں سہیں ایسی ایسی کڑیاں جھیلنا پڑیں کہ دریودھن ہوتا تو چیخ کے بھاگ کھڑا ہوتا۔ ہمیں زیادہ نہیں چاہیئے صرف پانچ ضلعے گزارے کے لئے مل جائیں تو نہ بگاڑ ہو نہ کُشت و خون۔ اگر دریودھن کو خودغرضی سے سروکار ہے وہ پانچ مقام دینے بھی راضی نہیں تو میں مجبور ہوں۔ اُن لوگوں کی قسمت جنہیں تیر و تفنگ سے سامنا ہوگا زمین کی بھی خوش نصیبی یا بدنصیبی جس پر نیزوں خون بہتا ہوا دیکھنا پڑے گا۔ آپ راجہ دھرتراشٹ اور دریودھن کو سمجھایئے کہ

اب تحمل کا یارا نہیں۔ بہت کچھ ہو چکی۔ کسی کو کمزور سمجھ کر دباتے جانا اچھا نہیں پانڈوؤں میں ابھی راج لینے کا دم باقی ہے آجتک مُروت رہی اب سیدھی اُنگلیوں گھی نہ نکلیگا تو میں کُشت و خون کا ذمہ وار نہیں آپ نے جو کچھ فرمایا میں کان دیکر سنتا رہا مگر جبکہ میں تیرہ برس کی مصیبتیں جھیلکر قول پورا کر چکا تو کیا وجہ ہے کہ

دریودھن راج نہ بانٹے میں تو طرح دیے کو تیار ہوں لیکن جب دریودھن ہی کروڑوں جانوں کا گاہک ہو تو مجھے مجبوری ہے بلا سے اب کے تیر اور تلوار ہی کا سامنا سہی +

ادھیاے ۲۰

سنجے کی براٹ نگر سے واپسی۔ راجہ دھرتراشٹ کیخدمت میں حاضری بدرجی کی طلبی۔ اُن کا راجہ دھرتراشٹ کی درخواست پر دھرم اپدیش

سنجے براٹ نگر سے واپس آگیا۔ راجہ دھرتراشٹ سے ملاقات کی انہوں نے پوچھا کہو کیا کہتے ہو
سنجے۔ مہاراج پانڈو آپکے اطاعت گزار ہیں اُنہیں رضاجوئی سے مطلق گریز نہیں اُنہوں نے
فرمایا کہ ہم لوگ کبھی مہاراج کی مرضی کے خلاف نہ چلے زہر دیا گیا پی گئے اُف نہ کی لاکھ کے
مندر میں جلائے گئے۔ لب پہ حرف شکایت نہ آیا۔ جوئے کے لئے یاد ہوئی ہر گئے بل جافر
ہو گئے راج پاٹ چھن گیا۔ کچھ نہ بولے۔ دروپدی پر بدعتیں ہوئیں سب سہیں تیرہ برس کا بن باس
تجویز ہوا بے عذر قبول کیا جو شرط تھی پوری کر دی اب ہماری طرف سے کچھ قصور نہیں لڑائی
جھگڑے کے ذمہ وار دریودھن اور کرن وغیرہ ہیں انہوں نے لڑائی کی تیاری کر لی ہے وہ
دبے کو اور دبانا چاہتے ہیں یہ اُن کی مرضی۔ مگر مجھے یہ خیال ہے کہ کس سے لڑوں۔ کس کے
سامنے خم ٹھونکوں۔ کس کو ماروں۔ کس کے ہاتھ سے مار کھاؤں۔ بزرگ ہیں سب بھائی
اور عزیز و اقارب ہیں۔ مجھے تو یہ خیال ہے مگر افسوس کہ آپ کے دریودھن کو کسی کی
موت اور زندگی کا لحاظ و پاس نہیں اتنا تو سرسری طور پر میں نے عرض کر دیا اور باتیں
تنہائی میں عرض کروں گا۔

راجہ دھرتراشٹ نے سنجے کی تقریر گوش ہوش سے سُنی۔ اسے فکر پیدا ہوئی کہ رنگ
بیڈھب ہے دونوں طرف تلواریں کھچی ہوئی ہیں کہیں زمین خون سے سیراب نہ ہو۔ اس نے
اس فکر میں بِدرجی کو بلا کر سنجے کی تقریر کا لُبِّ لباب سُنایا اور کہا
تم عقلمند ہو محرم سے بھی تمہیں کما حقہٗ واقفیت ہے کہو کیا کیا جاتے۔

بِدرجی۔ مہاراج کسی کے گھر میں چوری ہو جائے اُسکو اسی طرح نیند نہیں آتی جس
طرح کسی عاشق کو معشوق کے انتظار یا فراق میں۔ راجہ جدھشٹر کا راج آپ نے چھین
لیا ان کو صبر و آرام کی کون صورت ہے زہر دیا گیا ہر وقت بدسلوکیاں ہوئیں۔ راج تک
چھین لیا گیا تیرہ برس کیلئے بن باس کی بھی ٹھہرائی گئی مگر پانڈوؤں نے منہ سے حرف نہ نکالا
اب تو وہ راج کے مستحق ہیں خواہ خوشی سے دیجئے یا ناراضگی سے۔ وہ جیتے جی کوروؤں کا پیچھا نہ
چھوڑیں گے۔ دریودھن نے فوجیں جمع کی ہیں کیا اسباب کی پانڈوؤں کو اطلاع نہیں
میں تو جانتا ہوں کہ خون کا دریا ضرور بہیگا۔ افسوس آپ آنکھوں سے محروم ہیں مگر ظاہری
آنکھیں نہ ہونے سے کیا ہوتا ہے دل کی آنکھیں تو کھلی ہیں۔ بس آپ پانڈوؤں پر
نظر عنایت کیجئے دریودھن اور اُسکے کرن ایسے رفیق عقل کے اندھے ہیں یہ ضرور آپ

کے بڑھاپے میں آپ کو داغ دیجئے ممکن نہیں کہ آپ کو میٹھی نیند سونا بھی نصیب ہو ✤
راجہ دھرتراشٹ ۔ میری تو عقل چکر میں ہے کیا کروں ۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا میں مرجاتا تو اچھا تھا ۔ بُرا ہو زندگی کی بے حیائی کا یہ کمبخت نہ جانے کیا کیا کچھ دکھلائے تم سے بڑھکر کوئی دھرم کے جاننے والا نہیں ۔ مُوئے بتاؤ تو ✤
بدرجی ۔ جو فرمائیے ۔ عرض کروں ✤

بدُرنیتی

بدرجی کا دھرم اُپدیش

راجہ دھرتراشٹ ۔ عالی خاندان کی صفت کیا ہے ✤
بدرجی ۔ پوجا پاٹ ۔ دھرم کرم ۔ چندرائن وغیرہ برت رکھنا ۔ وہ گھرانا باعظمت ہے ۔ جس میں اہل خاندان نفس کش ہوں یعنی خواہشات نفسانی سے مغلوب نہ ہوں وید پڑھتے ہوں جگیہ کرنے کا شوق ہو جائز اور اعلےٰ قسم کی شادیاں کرتے ہوں ۔ غلہ کا دان جن کے یہاں روزانہ ہوتا ہو دھرم کی طرف سے بے اعتقادی نہ ہو اس مقدس راہ میں ثابت قدم ہوں ۔ سچ بولتے ہوں ۔ والدین اور بزرگوں کی اطاعت اور فرمانبرداری ۔ خاطر داشت تعظیم و تکریم کرتے ہوں ۔ جنکی نیک اعمالیوں اور خوش افعالیوں سے دُنیا میں شہرت ہو ۔ ذلیل خاندان وہ ہیں جن میں جگیہ اور پوجا کی رسم برطرف ہو جو ذلیل قسم کی شادیاں کرتے ہوں اس قسم کی شادیاں وہ ہیں جن میں دُکھ اور رنج کے سوائے کچھ حاصل نہیں ۔ نہ برہم بھوج ہوتا ہو ۔ نہ دیوتاؤں کی پوجا پاٹ نہ دان پُن جس گھرانے میں وید نہ پڑھا یا جاتا ہو الہٰی بھجن اور گیان دھیان کے چرچے نہ ہوتے ہوں اور برہمنوں کی مذمت ۔ عالموں کی نصیحتوں سے نفرت کی جاتی ہو گُرو کی بات پر جہاں کان دئے جاتے ہوں جہاں اچھے اور لائق و فائق آدمیوں کی بےعزتی ہو وہ خاندان ذلیل سمجھا جاتا ہے بلکہ اس خاندان کو خاندان ہی سمجھنا بیوقوفی ہے جس میں نہ کوئی برت رکھتا ہو ۔ نہ دھرم کی کچھ وقعت سمجھتا ہو خاندان مفلس ہو مگر پوجا پاٹ ۔ سند صیلکونتے میں غفلت نہ کرے تو اس خاندان کا اعزاز تسلیم کیا جاتا ہے ۔ دولت کو قیام نہیں اسکے پر لگے رہتے ہیں درخت کی چھاؤں کیطرح ابھی یہاں ہے اور تھوڑی دیر میں اور کہیں ۔ دولت پاس نہ ہونے سے خاندان کی بزرگی میں

فرق نہیں آتا۔ ہاں دولت مند خاندان دھرم سے بے بہرہ ہو تو وہ آندھی آنکھ کے برابر ہے
خاندان کی عظمت روپیہ پیسہ۔ ہاتھی۔ گھوڑے شان و شوکت سے نہیں ہوتی۔ سب
دھن دولت راج پاٹ ہو۔ اور دھرم نہ ہو۔ تو وہ خاندان روسیاہ ہے۔ اس کی کچھ
وقعت و وقار نہیں +

راجہ دھرتراشٹ عالی خاندان کی صفات ذہن نشین ہوئیں۔ واقعی جہاں دھرم نہیں
وہ کچھ بھی نہیں۔ اب یہ بھی بتایئے کہ محبت کن لوگوں کے ساتھ کرنی چاہیئے +

بدُرجی جو چھلی ہوں کپٹی ہوں۔ جعلی اور فریبی ہوں۔ پرایا مال ہضم کرنے والے ہوں
نیکی کے بدلے بدی کرتے ہوں یعنی محسن کش اور احسان فراموش ہوں۔ اُن کی صحبت
اور ان سے رسم و راہ کبھی جائز نہیں۔ ہم اور آپ کو ایشور ان لوگوں کے سایہ سے بچائے
جو دوسرے کی دولت مار لیتے ہیں۔ دوستی کی آڑ میں دشمنی کرتے ہیں۔ جیسا بھی فریبی اور
دغاباز دیوتاؤں سے منحرف برہمنوں کا مخالف۔ دان پُن سے متنفر ایشور سے روگردان
ہو۔ تو اُس کا ہم لوگوں پر سایہ نہ پڑے۔ جس دربار شاہی میں ایسے شخص کے قدم آئے
سمجھ لیجیئے۔ کہ سلطنت تباہ ہوئی۔ غصہ ور۔ ڈرپوک۔ نیکی خود مطلب۔ خود غرض اور
احسان فراموش لوگوں کا دور ہی رہنا اچھا۔ جو خیر خواہ ہے۔ جس کو پرائے نفع و نقصان کا
اثر محسوس ہو۔ جو دکھ درد میں شریک ہو بھلائی کی باتیں کرے وہ خواہ غیر ہی کیوں نہ ہو مگر ہزار عزیزوں
سے بہتر ہے +

راجہ دھرتراشٹ۔ پنڈت کسے کہتے ہیں +

بدُرجی جو نہ اپنی بُرائی سے ناخوش ہو۔ نہ پرائی سے خوش جس کی زبان پر کسی کی شان میں کوئی
حرف خلاف نہ آئے۔ جو اچھے لوگوں کے قدموں کو تاج سر سمجھے۔ جو ناستک ہو۔ یعنی جسے
دھرم کے معاملات سے پوری واقفیت اور دھرم شاستر کی پابندیوں کا لحاظ و پاس ہو
شاستر کے مخالف۔ مغرور۔ مفلس۔ بداعمال یعنی قمار باز وغیرہ کو چاپلوسی اور بیجا حمایت کے
بھروسے پر تاننے والے اپنے مقصد کو نظر انداز کر کے فضولیات میں پڑنے والے
اول درجے کے بیوقوف ہیں خواہ وہ کتنا ہی پڑھ لکھ جائیں۔ پنڈت کہلائیں۔ مگر
ان کا شمار عقلمندوں میں نہیں ہو سکتا۔ پنڈت وہ ہے جو عالم باعمل ہو۔ چارپائے بروکتابے
چند" سے کچھ حاصل نہیں۔ جو علم پڑھکر بیوقوف ہے وہ اس گدھے کے برابر ہے۔ جس پر

چاروں وید چھیوں شاستر اکیسوں سمرتیاں وغیرہ لادی گئی ہوں۔ اور وہ نہ جانتا ہو۔ کہ اس پر لادی ہیں یا جواہرات۔ لائق و فائق اور واجب التعظیم اشخاص سے نفرت۔ بدمعاشوں سے صحبت اور صاحب طاقت سے عداوت حماقت کی نشانی ہے۔ جس نے اپنے کام نوکروں پر چھوڑے۔ امتحان کے موقع پر لیاقت کے غرور میں اندھا ہوا۔ آج کا کام کل پر چھوڑا۔ اُس سے بڑھکر کوئی بیوقوف نہیں۔ پتروں کا شرادھ۔ دیوتاؤں کی پرستش۔ خیر خواہوں کی قدر و منزلت نہ کرنا۔ حماقت کی نشانیاں ہیں۔ بغیر بلائے کسی کے یہاں جانا۔ کسی کی باتوں میں دخل درمعقولات دینا۔ غیر معتبر لوگوں کا اعتبار کرنا عزت میں فرق ڈالتا ہے اپنی غلطی دوسرے کے متھے منڈھنے اور بار بار کمزور پر عصا تاننے والے کو بیوقوف سمجھنا چاہیئے۔ دولت ثروت حکومت کا غرور بُرا ہے۔ ہزاروں لاکھوں شاہی خاندان بگڑ گئے۔ آج اُن کی اولاد بھیک مانگ رہی ہے بہت سے شہزور کتے کی موت مرے خاندان میں کوئی چلو بھر پانی دینے کو باقی نہ رہا۔ نمونہ دیکھ لیجئے

اک لکھ پوت سوا لکھ ناتی گھر راون کے دیا نہ باتی

جو شخص اپنے ہاتھ چلتے بال بچوں کو کھلا نہیں سکتا وہ بھی پلے سرے کا نالائق اور حد درجے کا ظالم ہے۔ لذیذ کھانا خود کھانا دوسروں کو محروم رکھنا حماقت میں شمار کرنا ہے نہ تنہا خوری چاہیئے نہ خود رائی۔ جو اکیلا راہ چلتا ہے۔ جو بہت آدمیوں میں اکیلا جاگتا ہے۔ اُس کے لیئے دھوکا رکھا ہوا ہے۔ سچ کو سب اچھا جانتے ہیں مگر عمل نہیں۔ دوراندیشوں۔ انجام بینوں کی عقل پر ہنسنے والوں کو عقلمند سمجھنے والوں کا بھی احمقوں میں شمار ہے۔ عقلمند وہی ہے جو سوچ سمجھ کے اونچ نیچ دیکھ کے کام کرے بردباری اور تحمّل امیر و غریب سب کا زیور اور وقت ضرورت سپر ہے جس نے تحمل اختیار کیا۔ اُس کی نظر میں دنیا کی دولتیں مٹی ہیں۔ دل کے بادشاہوں کو سلطنت کی کیا پرواہ جس میں نہ لالچ ہے نہ خواہش اُسے دنیا کی کیا پرواہ۔ کوئی راجہ ہو۔ تو کیا ملک آباد ہو تو کیا نہ اُسے بدمعاشوں بداعمالوں سے رنج پہنچ سکتا ہے نہ سرہنگوں اور ظالموں سے تکلیف۔ صبر سے بڑھ کر کوئی دولت اور طاقت۔ دھرم سے بڑھ کر اور کوئی زندگی کا سہارا نہیں۔ علم ہو تو پھر سلطنت بھی ہیچ ہے دلآزاری اور خونریزی نہ ہو۔ تو زندگی کے واسطے سُکھ کی کمی نہیں۔ جو راجہ ملک گیری سے دست کش ہو یا جو براہمن وید

نہ جانے یعنی ضروریات نہ پہچانے وہ مٹی میں دفن کر دئے جائیں تو کچھ پاپ نہیں ایسے نالائقوں کو زمین اسطرح جگہ دے دیتی ہے۔ جس طرح سانپ کو ذرا سے بل میں دل میں کھٹکنے والے کانٹے دو ہیں ایک مفلس کو اولوالعزمی کا خیال دوسرے کمزور کا غصہ +

یہ دونوں ہی دل میں کڑھ کڑھ کے رہتے ہیں مجبوری اُن کو ادھ مرا کر دیتی اور قہرِ درویش برجان درویش والی مثل صادق آتی ہے +

دو شخص بے تکلف سرگ میں پہنچتے ہیں (۱) صاحب دولت یا صاحب طاقت جو حلم یا بُردبار ہوں (۲) خود بھوک مار کر دوسروں کو کھلائیں۔ گاڑھے پسینے کی کمائی کو قیام ہے مفت کی دولت بے طرح لٹتی ہے۔ اس کا ٹھیرنا مشکل ہے۔ ایسی دولت سے مستحق اشخاص کو فیض نہیں ہاں الفتے کھا جاتے ہیں۔ دو قسم کے لوگوں کو تو گلے میں بھاری پتھر ڈال کر ڈبو ہی دینا چاہیئے (۱) ایک امیر جس کے پاس دولت موجود ہو اور پھر بھی دان نہ کرے (۲) مفلس ہو اور تپ سے غافل ہو

دو شخص ایسے بھی ہیں جو سورج منڈل کو توڑ پھوڑ کر سرگ میں پہنچ سکتے ہیں ایک جوگی سنیاسی دوسرا میدان جنگ میں کٹ مرنے والا بہادر +

دوسرے کی دولت دابنے والے۔ پرائی عورت سے ناجائز راہ و رسم کرنیوالے خیر خواہ کو بدخواہ سمجھنے والے۔ اِن لوگوں کا دنیا میں کبھی بھلا نہیں۔ ان کے لئے ایک روز مصیبت لکھی ہوئی ہے۔ نرک کے تین دروازے ہیں کام۔ کرودھ۔ لوبھ کہتے ہیں جس خاندان کا بزرگ بڈھا اور مفلس ہو مگر دھرم کا پابند اور چھوٹوں کو بھی خاندانی رسم و رواج کی تعلیم دیتا ہو۔ دوست بھی نادار نہ ہوں۔ بہن بے اولادی سے غمناک نہ ہو تو اُس خاندان پر لکشمی کی نظر عنایت سمجھنا چاہیئے اِس کے قبضے میں ناموری کی وہ لازوال دولت ہے جس کے مقابلے میں تمام دنیوی دولتیں ہیچ ہیں۔ ایک روز راجہ اندر نے دیوتاؤں کے گرو برہسپت جی سے دریافت کیا کہ کس پاپ یا پن کا پھل جلد حاصل ہوتا ہے جواب ملا کہ دیوتاؤں کے سنکلپ۔ عقلمندوں کی تعظیم و تکریم یا بےعزتی کا۔ عالموں سے مخالفت اور گناہ و غلط کاری کا

اے راجہ دھرتراشٹر یہ باتیں انسان کے لئے مقدم ہیں ماتا پتا۔ اگنی دیو گرو کی خدمت اور اپنے جسم کی حفاظت دیوتا پوجن۔ تیرتھ شرادھ عالم فاضل جوگی سنیاسی۔ سادھو

مسافر اور مہمان کی خاطر تواضع سے انسان کی دور دور تک تعریف ہوتی ہے
جس شخص کو اپنے عروج کی خواہش ہو۔ وہ ان پانچوں باتوں سے پرہیز کرے (۱) سستی و کاہلی (۲) خواب گراں (۳) خوف (۴) غصہ (۵) عجلت کے کام میں غفلت +
رشیوں کا قول ہے۔ کہ ذیل کے اشخاص کو کبھی منہ نہ لگائے نہ ان سے واسطہ رکھے (۱) وہ گرو۔ جو دھرم کے اصول سے ناواقف ہو یا جائز اپدیش نہ کرے (۲) وہ برہمن جو جگیہ میں ناخواندہ مہمان ہو (۳) وہ راجہ جو رعیت پرور نہ ہو (۴) زبان دراز عورت (۵) لالچی اہیر یا گوالا (۶) وہ نائی جسے جنگل کی ہوا پسند ہو۔
یہ چھ خصلتیں انسان کی فضیلت اور دنیوی بہبودی کا باعث ہیں (۱) راست گوئی (۲) دان پن (۳) چستی و چالاکی (۴) غیبت سے نفرت (۵) صبر و تحمل (۶) دھرم کی پابندی
جو گنوکھیتی عورت و دیا کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اس کو نقصان کے سوائے کبھی فائدے کی امید نہیں۔ نیچ آدمی سے میل جول رکھنا بھی سخت ضرر رساں ہے دنیا میں چھ قسم کے آدمی ایسے بھی ہیں جو محسن کی بیعزتی کو اپنے فخر سمجھتے ہیں۔ ان سے امید نہیں کہ یہ اپنے آگے دوسروں کو کچھ سمجھیں (۱) عالم و فاضل شاگرد کی نظر میں استاد کی وقعت نہیں رہتی (۲) شادی شدہ بیٹے ماں باپ کو نظر میں نہیں لاتے (۳) عورت کی بڑھاپے میں لوگ وہ قدر و منزلت نہیں کرتے جو جوانی میں تھی (۴) عالم مبتدیوں کو نظر حقارت ہی سے دیکھتے ہیں یہ خیال نہیں ہوتا۔ کہ کبھی ہم بھی مبتدی تھے (۵) کشتی دریا سے پار ہوئی۔ اور سوار جلدی سے اتر پڑے خیال بھی نہیں کہ اس نے کیا سلوک کیا تھا۔ کیونکر جان بچائی (۶) جہاں مریض اچھا ہو گیا۔ پھر معالج کو طاق پر بٹھا دیا۔ اسکی قدر اسیوقت تک رہتی ہے۔ جب تک عارضے سے نجات نہیں ملتی +

چھ باتیں دنیا میں غنیمت ہیں +
تندرستی۔ وطن میں قیام۔ قرض سے سبکدوشی صحبت نیک۔ حسب مرضی روزگار سکونت جنم بھومی
حسب ذیل آدمیوں کو کبھی چین اور آرام نہیں +
حاسد رحم دل بے صبر غصہ ور شکی۔ غیر کے دست نگر +
چور اور بد معاش کی بود و باش لوگوں کے بیماروں کی حکیموں میں۔ عیاشوں کی فاحشہ عورتوں میں جگیہ کرنے والوں کو ججمانوں میں۔ مقدمہ بازوں کی عدالت میں عمر گزرتی ہے

جس کو دولت۔ تندرستی۔ خوبصورت اور اطاعت گزار عورت۔ سعادتمند فرمانبردار بیٹا
اور علم حاصل ہو۔ اس سے بڑھکر کوئی خوش نصیب نہیں۔ عیاشی۔ قمار بازی۔ شکار۔ شراب
خوری۔ سخت کلامی۔ بے انصافی بڑی خراب عادتیں ہیں۔ ان سے اور تو اور بڑے بڑے
راجہ تباہ ہو گئے ہیں۔ ان خراب عادتوں سے ہر ایک شخص کو بچنا چاہیئے آٹھ باتوں سے
انسان کی دنیا میں عزت و شہرت ہوتی ہے۔ علم باعمل سے خیرات و زکوٰۃ سے۔ عقلمندی و عالی خاندانی
سے۔ طاقت و نفس کشی سے۔ شیریں زبانی و سخاوت سے دوسروں کی قدر شناس ہنس مکھ
شیریں زبان۔ صابر ہر دلعزیز ہوتے ہیں۔ اچھا آدمی وہ ہے جو اپنے سُکھ کو مقدم نہ سمجھے
پرائے دکھ میں شریک ہو دان پُن کرکے پھر نہ پچھتائے۔ یتیم اور محتاجوں کی دستگیری کرے
جو شخص دان پن۔ پوجا پاٹ۔ نت نیم کرتا ہے۔ اس پر دیوتاؤں کی بھی نظر عنایت
رہتی ہے۔ نیک دل۔ قانع۔ راستباز۔ صاف دل۔ نیک طبیعت۔ دوسروں کی بزرگی کے
قائل واجب التعظیم سمجھے جاتے ہیں کچے پھل توڑنے والا نہ کچھ مزہ پاتا ہے نہ بیج ہی سے
فائدہ اٹھاتا ہے زبان کا ذائقہ بھی نہیں ملتا۔ آئندہ فائدہ بھی مفقود جو پکے ہوئے پھل توڑتا ہے اسے
ذائقہ بھی ملتا ہے اور بیج بھی ایک وقت بار آور ہوتے ہیں جس مالک کی خوشی اور ناخوشی یکساں
ہو اُس سے فائدہ کی تو امید نہیں نقصان ہو جائے۔ تو اُس کی مرضی۔ ایسے آقا سے کوئی خوش
نہیں رہتا۔ دنیا میں دھرم کو راستگوئی سے علم کو محنت سے حسن کو سنگار اور آرائش سے
خاندان کی عزت کو نیک افعالیوں سے ترقی دینا لازم ہے تیر کا زخم بھر سکتا ہے تلوار کا گھاؤ
مرہم سے درست ہو سکتا ہے مگر سخت کلامی سے کلیجے پر چوٹ لگتی ہے وہ ناسور سے
بڑھکر تکلیف رساں رہتی ہے اُس کا اچھا ہونا مشکل ہے تیغ زبان کا چرکا سخت جانگداز
ہوتا ہے اس کے لئے مرہم ملنا آسان نہیں جس شخص کی دنیا میں نیکنامی نہیں۔ وہ مردہ سے
بدتر ہے جو نیک نام ہے وہی زندہ ہے۔ قسم کھانے والے اعتبار کے لائق نہیں۔ کسی کے
دوست دشمن یا بدماغ کی گواہی پر اعتبار کرنیوالا خود بیوقوف ہے جو کسی کے گھر میں آگ لگائے۔ کسی کو زہر دے
ہتھیاروں پر بازار رکھے بچہ کش ہو غیر عورت سے ملتفت ہو اعتبار بڑھا کر دغا دے زیادہ غصہ ور ہو
ناچیز جانوروں کی خونریزی کرے پناہ گزیں پر تیغ بدعت چلائے اُسکو برہم ہتیا کے پاپ سے
مفر نہیں۔ جس سلاح سبھا میں بزرگ جہاندیدہ ہوں بھی اور اُن کو دھرم کا خیال نہ ہو تو وہ راج
کیا جہنم سے بدتر ہے جو شخص چھل کپٹ کا عادی ہو وہ لاکھ عالم و فاضل ہو۔ مگر اُس سے دور بھاگنا

چاہیئے۔ جو شخص۔ دولت اور طاقت کے نشے میں چور ہے جس کو اپنی عالی خاندان کا غرور ہے۔ اُس کو احمق سمجھنا چاہیئے۔ جو اپنی تعریف سنکر خوش ہو۔ وہ عقلمند نہیں بیوقوف ہے غریبوں مفلسوں کو دیکھو اچھے کھانے ہضم کر لیتے ہیں ڈکار نہیں لیتے امیروں سے جب سنیئے ہاضمے کی شکایت اور کمزوری معدہ کی حکایت ہے +

راجاؤں کا اندریوں کو قابو میں رکھنا لازم ہے بغیر نفس کشی کے سلطنت کے کاروبار ہو ہی نہیں سکتے۔ اندریاں مُنہ زور گھوڑا ہیں۔ مُنہ زور گھوڑے کو جس نے قابو میں کر لیا۔ وہی شہسوار ہے باقی گنوار اگر سوار ٹھیک نہیں تو منہ زور گھوڑے کی پیٹھ پر ٹک نہیں سکتا اسطرح جو راجہ مغلوب حرص و ہوا ہے تخت سلطنت پر قدم قدم نہیں جما سکتا خواہشات نفسانی انسان کو خاک میں ملاتی ہیں خوبرویوں کی حسن پرستی ہی ہزار عیب کا ایک عیب ہے اس پر اس کے لوازمے مے نوشی وغیرہ اس پر طرہ ہیں ان عادتوں اور خصلتوں سے انسان کا وہی حال ہوتا ہے جو راون کا ہوا۔ راون سے بڑھکر کوئی زبردست راجہ نہ ہوا نہ ہوگا۔ اس کے علم و فن کی شہرت کبھی مٹائے نہیں مٹ سکتی اس کا سا عقلمند دنیا کے پردے پر کوئی نہ تھا۔ مگر اسی خواہش نفسانی کے پھیر میں جان کی جی کو کیا ہر لایا۔ گویا کل خاندان کی تباہی کا بیج بویا جو بدانعالیوں کیطرف متوجہ ہوتے ہیں انہیں کبھی بہبود کی امید نہیں ہو سکتی۔ دیوتا تک جو اس فکر میں ہو جاتے ہیں کہ ایسے نامراد کو منہ لگے۔ آپ کو یاد ہوگا۔ کہ سب سے پہلے میں نے کہا تھا۔ کہ قماربازی درست نہیں اس میں بگاڑ رکھا ہوا ہے۔ جوئے کی جیت بھی ہار سے بڑھکر ہوتی ہے آپنے کچھ نہ سنا جوئے کا لطف دیکھنا مناسب سمجھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کورو پانڈو کے خون کے پیاسے ہیں اور پانڈو کورو کے دشمن جانی۔ آپ پر افسوس ہے کہ گیدڑوں کے طرفدار ہیں شیروں کی طرف سے اب بھی دل میں میل ہے اس کا نتیجہ اس وقت نظر نہیں آتا۔ مگر ایک وقت دیکھ لیجئیگا کہ گیدڑ گیدڑ ہی ہیں اور شیر شیر۔ مہاتماؤں نے نصیحت کی۔ کوئی بات نہیں چھوڑی ہے ان کا قول ہے کہ چھلی اور کپٹی۔ بے رحم اور سنگدل۔ شیر خوار۔ بد اعمال۔ دشمن خلق ناعاقبت اندیش انسان اور بد مزاج عورت کو پاس نہ پھٹکنے دے جواری اور فریبی حاکم سے دور بھاگے۔ جس ملک میں عورت یا لڑکے کی حکومت ہو اس راج میں کبھی خیر و عافیت نہیں اسے پتھر کی ناو سمجھنا چاہیئے جو پانی کی تہ میں بیٹھے بغیر رہتی ہی نہیں عقلمندی حصول دولت

کے لئے نہیں۔ بیوقوفی بے دولتی کی نشانی ہے جو عقلمند ہیں وہی دنیا کے معاملات سے واقف ہیں بیوقوفوں کو ان کا علم کیا۔ جو سادھو ہیں جنکو شاستر سے واقفیت ہے۔ وہ اتفاق کے سوائے کبھی نفاق کا خواب بھی نہیں دیکھتے۔ عداوت میں پاپ کے سوا کچھ نہیں۔ دوستی و محبت میں نیک ہی نیک کام ہیں۔ جس نے ایک شخص کو بھی نقصان پہنچایا۔ اُس نے گویا ہزاروں کا دل دکھایا۔ اس لئے واجب ہے کہ نہ کسی سے دشمنی کرے نہ کسی کا دل دُکھائے۔ ذرا دل میں ضبط پیدا کرے۔ تو انسان سے کبھی کسی کا برا نہیں ہوسکتا +

میں نے دریودھن کی پیدائش کے وقت ہی کہدیا تھا۔ کہ اس خاندان کی خیر و عافیت نہیں۔ چنانچہ اب وہی آثار حسبِ خیال ہو رہیں۔ آپنے ابتک کوئی خیال نہیں کیا۔ خیر جو مرضی آپ راج پاٹ کے مالک ہیں۔ آپکے سامنے ہم لوگوں کی حقیقت ہی کیا ہے۔ مگر چونکہ رگ رگ میں خیراندیشی پیوست ہے اس لئے جو سمجھ میں آتا ہے۔ گوش گزار کر دیتے ہیں۔ ماننے نہ ماننے کا اختیار آپ کو ہے مہاراج۔ جی گھر میں ایک لائق اولاد پیدا ہو جائے۔ تو سارے خاندان کو تار دیتی ہے نالائق اولاد ہوئی۔ تو سمجھ لیجئے کہ خاندان کیا دنیا تباہ ہوگئی۔ ایک ہی مچھلی تالاب کو گندہ کرتی ہے ایک ہی پاپی ناؤ ڈبو دیتا ہے یہ کہاوتیں من گھڑت نہیں بڑے تجربہ کاروں کی تصنیف اور شاستروں کا نچوڑ ہیں۔ طالب علموں اور راجکماروں کو سات باتوں سے ہمیشہ پرہیز چاہیئے سستی۔ غرور۔ تلون مزاجی۔ غفلت۔ سرکشی۔ خود بینی یا خود رائی۔ صحبت بیجا +

رشیوں نے انسان کے دس پھل لکھے ہیں +

یعنی اس سے طاقت۔ حسن۔ خوش آوازی۔ قوت لامسہ قوت حافظہ قوت شامہ (چھونے سونگھنے اور یاد رکھنے کی طاقت) صفائی و پاکیزگی جسم۔ نزاکت و صحت۔ خوش و ضعفی کو ترقی ہوتی ہے۔ عمدہ غذا کھانے کا اثر یہ ہے کہ تندرستی قائم ہے۔ عمر و طاقت بڑھے دل و دماغ قوی ہوں اولاد عمدہ ہو۔ عیش و آرام حاصل ہو۔ دنیادار دافع مصیبت کے لئے دولت کی حفاظت کرتے ہیں۔ انسان کی دولت عیال و اطفال کی حفاظت کے لئے ہے اور دولت و عورت ذاتی آسائش کے واسطے +

حسب ذیل لوگوں کو کاروبار اور بیوپار میں شریک کرنا خلاف ہے

رحمدل راجہ فاحشہ عورت راجہ کا ملازم۔ بھائی اور بیٹا۔ بیوہ عورت۔ فوجی آدمی۔ برخاست شدہ آدمی مصیبت کے دنوں میں دھرم۔ صبر و استقلال عورت اور دوست کی شناخت ہوتی ہے

خوفناک موقعوں پر بہادری کا امتحان ہوتا ہے۔ بڑھاپا خوبصورتی کا۔ امید صبر کا اور موت زندگی کی دشمن ہے بدگوئی دھرم کی جڑ کاٹ دیتی ہے۔ غصہ خوبیوں کو۔ رذیلوں کی صحبت خوش اخلاقی کو۔ خواہشات نفسانی۔ شرم وغیرت کو اور غرور تمام اوصاف انسانی کو کالعدم کر دیتا ہے دولت اچھے کاموں سے شہرت پذیر ہوتی ہے۔ راجہ کی خوش اخلاقیاں خداشناسی سے۔ عورتوں کے چرتر اور رشیوں کا مزاج کوئی جان یا پہچان نہیں سکتا۔ بدزبان کی گالیاں خاموشی سے سن لینا چاہیئے۔ جواب دینا حماقت۔ جب مخالف ہنس ہنس کر ٹالیگا تو گالی دینے والے کی آنکھ آپ ہی نیچی ہو جائیگی۔ نہ خود کسی کی مذمت کرے نہ کسی کی زبان سے کسی کی ہجو یا بدی سُنے۔ خود چوٹ کھاکر دوسرے کو چوٹ پہنچانا بھی عقلمندی کے خلاف ہے۔ کیونکہ جب عوض ہو چکا تو گلہ کہاں رہا۔ لوگ ہمدردی کے خلاف دونو کو یکساں سمجھنے لگتے ہیں۔ جو شخص دشت سے دشٹ آدمی کو بھی طرح دیئے جائے۔ سزا نہ دے۔ اس کے آگے دیوتا بھی سر جھکا دیتے ہیں وہ صدور جے کا واجب التعظیم مانا جاتا ہے +

راجہ دھرتراشٹ انسان کی عمر سو برس مقرر ہوتی ہے۔ پھر اس میعاد سے قبل موت کیوں زندگی کا خاتمہ کر دیتی ہے +

بدرجی۔ مہاراج کوئی بات بے وجہ نہیں ہوتی۔ زندگی کا زمانہ حسب ذیل باتوں سے گھٹ جاتا ہے

زیادہ ہمبستری سے۔ کثرت عیاشی سے۔ بہت شراب نوشی سے۔ دوست صادق اور گرو کی استری کی ناجائز صحبت سے برہمن ہو کر شودر کی عورت کیساتھ ناروا تعلق رکھنے سے فکر سے۔ برہمن کے قالب میں غیروں کی فرمانبرداری سے عمر کم ہو جاتی ہے۔ جو لوگ اور کی روزی چھینتے یا رزق کا دروازہ بند کرتے برہمنوں سے خدمت لیتے یا پناہ گیر کو مارتے ہیں ان کو برہم ہتیا کا عذاب ہوتا ہے۔ عورتوں کے مجمع میں بود و باش۔ بیٹے کی جورو سے ہنسی۔ دل لگی۔ خالی مکان میں جوان بہو کے ساتھ سکونت۔ ناقابل حصول چیزوں کی خواہش بے اعتقاد آدمی سے دھرم کی گفتگو۔ اپنے جسم کی آرائشگی میں زیادہ توجہ۔ پرائے شاگرد کو ہدایت عوام کے روبرو اپنے نیک کاموں کی زیادہ تعریف۔ شریف ہو کر رذیلوں کی روش۔ قرضہ یا کوئی چیز لیکر انکار۔ حالت علم میں ناواقفیت کا عذر یہ باتیں ممنوع و ناقابل ہیں ہر گرہست کے گھر میں یہ چیزیں موجود رہنی چاہیئے +

بکری۔ گائے بیل چندن مین باجا۔ آئینہ۔ شہد۔ گھی۔ پانی۔ تانبے کے برتن۔ سنکھ
سالگرام جی کی مورت۔ خوشبویات یہ وہ چیزیں ہیں۔ جو دیوتاؤں کی پوجا۔ برہمنوں اور مہمانوں کی
خاطر تواضع وغیرہ کیلئے ہمیشہ کار آمد ہوتی ہیں۔ روپے کے لالچ۔ خوف یا کسی خواہش
سے اکہ زندگی کیلئے بھی دھرم چھوڑنا مناسب نہیں۔ دنیا کی تمام چیزیں تمام عیش سب کو زوال
ہے صرف ایک دھرم ہی ہے جس کو زوال نہیں۔ جسم کو آگ خاک کر دیتی ہے۔ یا چیل
کوے۔ گیدڑ۔ کیڑے۔ مکوڑے ہضم کر جاتے ہیں۔ بیٹے۔ پوتے۔ بھائی۔ بند
دوست و آشنا اس وقت تک کے ساتھی ہیں۔ جب تک نفس چل رہی ہے
سانس نکلتے ہی سب مرگھٹ میں پھینک کر آگ میں جلا کر چھٹی کر لیتے ہیں۔
انسان کی وہی حالت ہوتی ہے جو بے ثمر درخت کی۔ جب تک درخت پھلا رہا۔
تب تک تو چڑیوں کے جھنڈ ہر وقت جمع رہتے ہیں جب پھل ختم ہو گئے تب کوئی
پرندہ آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا۔ انسان کے ساتھ صرف دھرم ہی رہتا ہے اسکی رفاقت
سے منہ موڑنا آدمی کو دین و دنیا سے کھو دیتا ہے اسی لئے نصیحت ہے کہ جان بھی
چلی جائے تو کچھ پرواہ نہیں مگر دھرم نہ چھوٹے۔ دنیا میں انسانی زندگی وہی ہے جو
نیک نامی کیساتھ بسر ہو۔ زندہ وہی ہے جسے مرنے کے بعد بھی لوگ یاد رکھیں +

بدرجی اسی طرح دھرم کی ضروری ہدایات گوش گذار کر چکے تو انہوں نے آواہن
کر کے سنت کمار جی کو طلب کیا وہ تشریف لائے پوچھا +

کیوں یاد ہوئی؟

بدرجی۔ راجہ دھرتراشٹر کو گیان کی باتیں سننے کا شوق ہے۔ آپ کچھ تکلیف فرما دیں۔
سنت کمار جی نے مختصر الفاظ میں کچھ رموز ذہن نشین کر کے آخر میں فرمایا کہ

راجہ جدھشٹر نصف راج کے مستحق ہیں آپ ان کی حق تلفی نہ کیجئے گا کسی کے
حقوق پر خاک ڈالنا بھی ادھرم ہے +

یہ کہہ کر وہ تشریف لے گئے۔ یہاں راجہ دھرتراشٹر نے ساری رات آنکھوں میں
کاٹی۔ بدرجی سے مشورہ کرتے اور پچھتاتے رہے کہ دریودھن کو مختار کل بنا کر میں نے
اپنے ہاتھوں اپنے پاؤں میں کلہاڑی ماری۔ وہ پرتھا جن اور بد اعتقاد ہے نہ سمجھائے سے
سمجھتا ہے نہ کسی کی سنتا ہے۔ میں کہتے کہتے ہار گیا۔ مہارانی گندھاری کی بھی زبان خشک

گئی۔ لیکن اپنی ہی ہٹ پر اڑا ہُوا ہے کیا کروں۔ کیونکر اپنا دل اسکے دل میں ڈالوں زندگی حرام ہو رہی ہے جی چاہتا ہے کہ کچھ کھا کے سو رہوں اپنے جیتے جی لو گشت و خون نہ دیکھوں۔ جسکے خیال کرنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں ۞

رات انہیں فکروں میں گزر گئی۔ صبح کو بدر جی فرائض ضروری سے فراغت کر کے بھیشم پتامہ کو لئے ہوئے دربار میں پہنچے اُنہیں کے بعد دریودھن بھی سنگھاسن پر آ ڈٹا۔ وو شاسن۔ کرن اور شکنی اور مددگار راجے بھی طلائی کرسیوں پر ڈٹ گئے اور سنجے کی آمد آمد کا انتظار شروع ہُوا تھوڑی سی دیر میں رتھ دروازے پر آ کھڑا ہُوا۔ سنجے کھٹ سے اُتر کر کنڈل اور کوچ پہنے ہوئے دربار میں حاضر ہوا سرِ ادب خم کر کے اشارہ پاتے ہی اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ راجہ دھرتراشٹ بولے ۞

کہو سنجے براٹ نگر سے ہو آئے راجہ جدھشٹر سے ملاقات ہو گئی کیا کیا باتیں ہوئیں ان کے خیالات کیسے ہیں ؟

سنجے۔ جی ہاں مہاراج راجہ جدھشٹر سے مل آیا۔ اُنہوں نے سب بزرگوں کو ڈنڈوت اور چھوٹوں کو دعا کہی ہے۔ سری کرشن جی مہاراج بھی تشریف رکھتے تھے انہیں کے سامنے ارجن نے پر جوش ہو کر کہا کہ

جس وقت دربار لگا ہُوا ہو۔ سب مددگار راجے مہاراجے جمع ہوں تب میری طرف سے ہٹ دھرمی دریودھن۔ کرن اور نالائق شکنی کو سمجھا دینا کہ وہ شوق سے لڑائی کا سامان کریں یہاں ارجن بھی کمر کسے خم ٹھونکنے کو تیار ہے دریودھن اپنی طاقت پر مغرور نہ ہو اکیلا ارجن ہے اور اسکی چنڈال چوکڑی کو خاک میں ملا کر اپنا ہی راج کیا بلکہ سارا راج ڈوب میں کریگا راجہ جدھشٹر کو ایسا ویسا نہ سمجھیں اُن کی آتش قہر سب کو جلا کر راکھ کر دے گی دریودھن آمادۂ صلح کیونکر ہو سکتا ہے راجہ جدھشٹر کے بن باس کی تکلیفوں کا خمیازہ کھینچنا جسکی قسمت میں لکھا ہو اُس سے میل ملاپ کی امید کیا۔ دریودھن کی آنکھیں اُس وقت کھلینگی جب اس کی ران ٹوٹی ہوگی۔ اُسکے بھائی بند۔ اس کے حمایتی خاک خون میں لوٹ رہے ہونگے جب بھیم سین جی بجرے ہاتھیوں کی ہڈیاں چور کر کے ہیل تنوں کا سر توڑتے ہوئے کوہ پیکروں کو سرمہ کر دیں گے۔ جب گانڈیو دھنش کے تیروں سے لاکھوں بہادران شیر افگن تڑپ تڑپ کر جان دینگے۔ جب نکل۔ سہدیو اور

بہارانی درو پدی کے پانچ بیٹوں کے تیر و خنجر سے زمین پر خون کا دریا بہہ رہا ہوگا۔ بھیشم پتامہ جی اگر دریودھن کو بڑا ناز ہے ارجن پیشینگوئی کئے دیتا ہے کہ سکھنڈی ان کی جان لیگا۔ سری کرشن جی کی فوج پر دریودھن کو فخر ہوگا یاد رکھئے کہ سری کرشن جی کی ایک جنبش نظر کو روؤں کی فوج کے لئے لاکھوں تیر و تفنگ سے زیادہ خونریز ہوگی۔ سری کرشن جی کو دریودھن ایسے عقل کے اندھے کیا پہچانیں اُن کی قدرت کاملہ سے میں واقف ہوں یا رشی منی ؟

بھیشم پتامہ۔ ارجن کی باتیں جھوٹ نہیں واقعی سری کرشن جی بشن بھگوان ہیں۔ ساکشات نارائن اور ارجن نر کا سروپ ان دونو میں کبھی جُدائی نہیں جسم اور سایہ کا سا تعلق ہے مرا اور نر کا سر ایسے ایسے لاکھوں راچھس انہوں نے قتل کر دئے تینوں لوگ میں کوئی بھی دیوتا نہیں جو آنکھ بھی ملا سکے۔ اے راجہ دھرتراشٹ آپ دریودھن۔ کرن اور شکنی کو بکنے دیجئے یہ حمایت کے پتلے عقل سے خالی ہو گئے ہیں ان کو ادھرم کے سوائے اور کچھ کام نہیں پانڈوؤں پر آفرین۔ جنہوں نے کبھی دھرم کی راہ سے قدم نہ ہٹایا ان کا دھرم کوروؤں کے خون سے زمین لال کر دے گا۔

کرن۔ بس چپ رہئے جناب۔ آپ جب ہوتا ہے ہم لوگوں کو برا بھلا ہی کہتے ہیں ہم لوگ نمک حرام نہیں۔ جب کریں گے راجہ دریودھن اور راجہ دھرتراشٹ کی خیر خواہی۔ آپ پانڈوؤں کو عرش پر چڑھاتے ہیں واہ کیا ہم لوگ اس سے ڈر گئے۔ جناب دیکھ لیجئے گا میں اکیلا سب کی ہڈیاں کچلوں گا جاتے کہاں ہیں۔

بھیشم پتامہ۔ بس اپنے منہ میاں مٹھو۔ براٹ نگر میں یہ دم واعیہ کیا ہوگیا۔ بھاگتے راستہ نہ ملا۔ اکیلے ارجن نے سب کی شیخی کر کری کر دی۔ بڑھ بڑھ کر باتیں مارتے غیرت نہیں آتی۔ حیادار ہوتے تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرتے۔ مہاراجہ دھرتراشٹ آپ کل کے چھوکرے کرن کی باتوں پر نہ جائیے گا اسی نے دریودھن کی عقل پر پردے ڈال کر یہ سب خرابیاں واقع کی ہیں دوشاسن اور شکنی کا کیا بگڑے گا۔ یہ تو بھاگتوں کے آگے اور مارنوں کے پیچھے رہنے والے ہیں جو کچھ گزرے گی وہ آپ ہی پر ہوگی +

درونا چاریہ۔ بھیشم پتامہ جی کا خیال بہت درست ہے کرن پانڈوؤں سے کیا خاک جیتے گا پرسرام جی اُسے سراپ دے چکے ہیں کہ جب موقع جنگ ہو تو اسکے تمام کمالات زائل ہو جائیں پس ایسے لوگوں سے بہتری کی کیا اُمید ہے سب سلطنت کو تباہ کر دیں گے۔

اور پھر ہونا نہیں ہ

راجہ دھرتراشٹ۔ اچھا سنجے ارجن کی بات تو سُن لی کچھ مہاراجہ جدھشٹر نے بھی لڑائی یا صلح کے بارے میں کہا؟

سنجے۔ اُنہوں نے صاف الفاظ میں تو کچھ نہ فرمایا مگر منہ سے نہ کہیں تو کیا ہوتا ہے آثار تو سب لڑائی ہی کے ہیں۔ سری کرشن جی موجود۔ بڑے بڑے راجے مہاراجے اشارے کے منتظر۔ بھیم سین و ارجن آپے سے باہر۔ نکل دھدیو خنجر بکف۔ پھر لڑائی میں کسر ہی کیا ہے جس وقت اُن کو آپ کی طرف سے سوکھا جواب ملا سمجھ لیجئے کہ تلواریں میان سے نکل پڑیں ترکشوں نے تیر اگلنے شروع کئے ہ

راجہ دھرتراشٹ کو اس وقت سخت تشویش ہوئی ان کے چشم خیال میں بھیم سین و ارجن کی تصویر پھر گئی۔ طاقتوں کے انداز سے کلیجہ دہل گیا۔ روح سہم گئی کہ ضرور میرے مارے جائینگے لاکھوں کے منہ در سب کو نکال لے جانا۔ ہڈمبا راچھس کو مارنا ہر کس ناکس کا کام نہ تھا واقعی بھیم سین اور ارجن سے کوئی لڑنے والا نہیں ان کے نام ہی سے بڑے بڑے بہادروں کی روح سلب ہوتی ہے جب ہتھیار اُٹھائینگے تو کون سامنے ٹھیریگا ہ

ادھیائے ۸

سنجے کی ہستناپور میں واپسی۔ راجہ دھرتراشٹ کا دربار۔ راجاؤں کی شرکت۔ دریودھن کو سب کی فہمائش۔ اُسکی ضد۔ راجہ دھرتراشٹ کا دلی افسوس

راجہ دھرتراشٹ کو متفکر دیکھ کر دریودھن بولا

پتاجی آپ کس واہیات تشویش میں ہیں آپ نے تو پانڈؤں کو خدا ہی سمجھ لیا آپ دلجمعی سے دیکھیں پانڈو چیز ہی کیا ہیں سری کرشن جی ان کی کمک پر ہونگے تو کیا بنا لیں گے ہنستے کی جرأت کہاں جو ہتھیاروں کے سامنے ٹھیر سکے اتنے راجے مہاراجے جمع ہیں سب کو معلوم ہے کہ اکیلے بھیشم پتامہ جی کا دم وہ ہے کہ تمام دیوتاؤں اور راچھسوں کو مار گرا دیں پھر

درونا چاریہ - کرپاچاریہ جی - اسوتھاماں ایسے بہادروں کے مقابلے میں کس کا منہ ہے جو ہتھیار اُٹھائے پانڈوؤں کے اگلے دن لد گئے وہ بات جاتی رہی جنگلوں کی ٹھوکریں کھاتے کچومر نکل گیا جنگل میں کیا سر کرشن جی نے پانڈوؤں کو نہیں اور راجوں مہاراجوں نے کیا اُشلغ نہیں دی مگر پانڈوؤں کی ہمت نہیں پڑی جب میں نے بھیشم پتامہ جی اور آچاری جی سے ذکر کیا تو انہوں نے یہی فرمایا کہ

چُپکے بیٹھے رہو جسکی شناستیں گھیر نگی وہ لڑائی سہیڑیگا پانڈوؤں کو خم ٹھونکتے دو ہم سمجھ لینگے اس وقت اُس وقت میں زمین و آسمان کا فرق ہے گیارہ اکشونی فوج ہمارے جمع ہو گئی پانڈوؤں کی طرف کُلہم سات اکشونیاں ہیں اگر ہماری فوج مُٹھی مُٹھی بھر خاک ڈالدے تو براٹ نگر لوپ ہو جائے اُن کو چاہیئے کہ ہماری خوشامد کریں ہمیں کیا غرض ہے کہ اُلٹے پاؤں پڑیں اور کہیں کہ میل کر لو اُن کو سو دفعہ غرض ہو تو ہماری جوتیاں سیدھی کریں ہماری مرضی ہوگی جو جی چاہیگا وہی دینگے نہ خوشی ہوگی تو کچھ نہ دیں گے آپ چاہتے ہیں کہ صلح ہو جائے مگر جب وہ بھی تو ملاپ پر راضی ہوں ان پر وہ جلبت پڑی ہے کہ بینکے نہیں بن پڑتی ایسا نیچا دیکھ چکے ہیں کہ دل ہی دل میں تاؤ کھا کر رہ جاتے ہونگے تیرہ برس کی مصیبتوں نے کمر توڑ دی ہے انہیں لڑنے بھڑنے کا دم ہی کیا ہے آپ اُنسے ڈرتے ہیں تعجب کی بات ہے چھتریوں کا یہ دھرم نہیں کہ لڑائی سے منہ موڑیں کسی سے دب کر راج دیدیں ہماری طرف بہادروں کی کمی نہیں ایک ایک ایسا سورہیر موجود ہے کہ ایک ایک اوجھڑ میں بھیم سین اور ارجن کا کام تمام کردے +

سنجے - میں آپکی بات نہیں کاٹتا آپ جو فرماتے ہیں درست ہے بیشک آپکی طرف گیارہ اکشونی دَل ہیں مگر خدا انصاف کی نظر سے دیکھیئے بھیم سین اور ارجن کی ٹکر کا سورہیر آپ کے یہاں کون ہے سر کرشن جی ہتھیار نہ اُٹھائیں تب بھی آپ کی ساری فوج کو ایک اشارے میں ہلاک کر سکتے ہیں بھیشم پتامہ جی اور درونا چاریہ کی بات مانیئے اُن کا خیال آپ کے مفید حال ہے پانڈو آپ کی نظر میں حقیر معلوم ہوتے ہیں یہ نگاہ عقل کا فتور ہے آپ کسی حالت میں اُنپر فتح نہیں پا سکتے - بارہ برس کے تپ - تیرتھ یاترا اور رشیوں برن - جپ - تو ہزار اور نو کپالوں کے درشن کا پھل خالی جانے والا نہیں - اسی قالب میں پانچ برس تک اندر سے ششتر ودیا حاصل کرنے کی طاقت اور کس میں ہے شیوجی کا

سینے سے لگا لینا ترقی اقبال کے لئے کیا کم شگون نیک ہے ٭

دریودھن۔ واہ سنجے آج تو معلوم ہوتا ہے کہ تم بھی عقل کھو بیٹھے پانڈوؤں طرفداری کا خیال کس نے دل پر جما دیا۔ تمکو تو جیسے ارجن کا نام سُنتے ہی غش آ جاتا ہے نبضیں چھوٹی جاتی ہیں ذرا یہ تو بتاؤ کہ ارجن کا رتھ بھی دیکھا یا خالی خولی تعریف ہی کر رہے ہو ٭

سنجے۔ ارجن کے رتھ کی تعریف کرنا میرے امکان سے باہر ہے بسوکرمان کی صناعی کا اعلےٰ نمونہ اور روشنی کے مقابلے کی چمک دمک دیکھنا ہو تو اُس رتھ کو دیکھئے سفید گھوڑے جُتے ہیں دھجا میں مہابیرجی کا جلوہ ہے کون مہابیرجن کے آگے سورج کی بھی آنکھ نہیں ٹھیر سکتی بھیشم پتامہ جی ہر ایک کی قدرت و طاقت سے واقف ہیں ان کی نصیحتیں فائدے سے خالی نہیں درونا چاریہ جو کچھ کہینگے نشیب و فراز سوچکر آپ نے بچپن کی ہٹ کرکے راجہ دھرتراشٹ کی جان مفت آفت میں ڈال رکھی ہے میں دیکھتا ہوں کہ ان کے ہوش و حواس ٹھکانے نہیں ان کے بڑھاپے پر رحم کیا جائے اور لڑائی کا خیال جانے دیجئے۔ آپکی سعادتمندی اسی میں ہے ٭

راجہ دھرتراشٹ۔ کیا کہوں دریودھن نہ جانے کس کے بہکانے میں آگیا ہے یہ اپنی عقل سے کچھ کام ہی نہیں لیتا جب سے ہوش سنبھالا ہاتھ پاؤں نکالے اور بھی بچوں کی سی باتیں کرنے لگا۔ بھیشم پتامہ۔ درونا چارج۔ کرپا چارج۔ اسوتھاماں۔ بدرجی سب گواہ ہیں کہ لڑکپن سے دریودھن نے پانڈوؤں سے بیر مول لے کر میرا کھانا پینا سونا جاگنا حرام کر رکھا ہے کہاں راجہ جدھشٹر پورا برہمچاری۔ کہاں خود ادھرمیوں کا صُحبت یافتہ۔ آفتاب اور ذرے کا مقابلہ ہی کیا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ پانڈوؤں سے عداوت کہیں دریودھن کی جان لے کر پیچھا نہ چھوڑے ٭

بھیشم پتامہ۔ اکیلے دریودھن ہی کیا موقوف ہے یوں کہیئے کہ لاکھوں سورمبروں کی جان پر گزرے گی۔ بیواؤں سے کوئی گھر خالی نہ ہوگا۔ یتیم ہی یتیم نظر آئیں گے ٭

بدرجی۔ میں آپ سے پچاسوں دفعہ کہہ چکا ہوں کہ دریودھن کی بدولت خاندان کے خاندان اور لشکر کے لشکر لقمۂ اجل ہوں گے اس کی قسمت ہی میں لکھا ہے کہ اپنے ساتھ لاکھوں کے خون کرائے ٭

راجہ دھرتراشٹ۔ پیارے دریودھن کہا مان جا لڑائی کا خیال چھوڑ۔ بیٹھے بٹھائے دردسر

مول لینا عقلمندی نہیں بہادر اپنی طرف سے بیر نہیں بساہتے حتے الامکان لڑائی بچاتے ہیں
ہاں جب سر پر آپڑے تو منہ موڑنا بھی مناسب نہیں۔ تمہارے لئے آدھا راج کیا کم ہے آدھا
راج پانڈوؤں کو دیکر جھگڑا چکاؤ۔ پانڈوؤں کو نصف راج کا استحقاق ہے تمام کورونسی
اور راجے مہاراجے بھی یہی پسند کریں گے کہ دھرماتما پانڈوؤں سے صلح کر لو۔ وہ تمہارے بھائی
ہیں تمہارا سلوک مانینگے۔ مَیں جہانتک دیکھتا ہوں کوئی لڑائی جھگڑا پسند نہیں کرتا۔ بھیشم
پتامہ جی ہمارے بزرگ خاندان۔ درونا چاریہ جی تمہارے گُرو۔ راجہ شل۔ سنجے۔ اسوتھاماں
کسی کو بھی تمہاری رائے سے اتفاق نہیں پھر تم اکیلے کیا کر سکو گے میرے راحت جان
میرے لخت جگر ضد سے باز آؤ۔ ہٹ چھوڑدو۔ سب کی صلاح مالو خود رائی اچھی نہیں
عقلمند وہی ہے جو دس آدمیوں کی رائے پر چلے دوشاسن کرن وشکنی وغیرہ بیوقوف
ہیں ان کو عقل نہیں یہ جو چال چلائینگے الٹی۔ جو سمجھائینگے بے تکی ؎

دریودھن کے دماغ کچھ اور تھے وہ بھلائی کی بات پر کب کان دینے والا تھا وہ بولا
نہ مَیں آپکے برتے پر لڑنے کو تیار ہوں۔ نہ درونا چاریہ کے بل پر۔ بھیشم پتامہ جی گھر
بیٹھیں۔ کرپا چاریہ اور بھورے شرواجی بھگوت کا نام جپیں۔ اسوتھاماں چین کریں نہ
میں کسی کی مدد چاہتا ہوں اور نہ کسی کو تکلیف دیتا ہوں یہ جگیہ مَیں اور کرن دونوں ملکر
کرینگے ہماری طاقتیں ہُون کنڈ ہونگی راجہ جدھشٹر قربانی کا بھیڑ بنیگا۔ بان کُشا کا
کام دینگے پانڈوؤں کی فوج آہوتی کے کام آئیگی اس جگیہ میں جمراج کی پرستش
کرکے مَیں بیفکری سے روئے زمین کی حکومت کروں گا اور دوشاسن کے سوائے اس
کام میں مجھے کسی کی مدد درکار نہیں مَیں نے دوٹوک فیصلہ کر لیا ہے کہ یا تو مَیں ہی رہونگا
یا پانڈو۔ ایک میان میں دو چھریاں نہ رہ سکینگی اس میں خواہ کچھ ہی ہو بگڑے یا بنے
زندگی ہو یا موت۔ پانڈو سوئی کے ناکے کے برابر زمین پر قناعت کریں۔ تب بھی
مجھ کو گوارا نہیں۔ آدھا راج دینا تو بہت مشکل ہے ؎

راجہ دھرتراشٹ کو دریودھن کی باتیں تیر ونشتر معلوم ہوئیں اُن کو صورت
سے نفرت ہو گئی۔ جی چاہا کہ منہ نوچ لیں اہل دربار سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ
آپ سب لوگ گواہ رہیں مَیں بھرے دربار میں پکار کر کہتا ہوں کہ اب مجھے کمبخت
دریودھن سے کچھ واسطہ نہیں۔ مَیں نے اُس کو عاق کر دیا۔ بددماغ بدزبان میرے سامنے ہی

ہر ایک بزرگ اور مہاتما کی شان میں گستاخیاں کرکے خود ہی موت کے مُنہ میں جایا چاہتا ہے یہ کمبخت تو کئے کی سزا پائے گا۔ مجھے افسوس یہ ہے کہ میرے عزیزوں اور اہل خاندان کے ساتھ مفت لاکھوں کروڑوں آدمیوں کا خون ہوگا۔ بہادروں سے دُنیا خالی ہو جائیگی۔

ارجن جو زبان سے کہہ چکا ہے وہ ضرور کرے گا۔ اسکی ذات سے مجھے بہت کچھ یقین ہے بھیم سین اور ارجن جس وقت بجر گانڈیو دھنش تانینگے گیارہ کیا بائیس اکشوہنیوں کا صفایا ہو جائیگا اُن پر اپنی طاقت کا بھروسہ ہے ہاتھ پاؤں کا بھروسا ہے اُن کو سات اکشوہنی فوج کی بھی ضرورت نہیں اسکے علاوہ سری کرشن جی کی مدد لاکھ اکشوہنی دلوں کی کمک سے ہزار گنی زیادہ ہے پھر نہ معلوم یہ حماقت کا پتلا دریودھن کس بات پر ناز کرتا ہے مُفت میں سب راجے مہاراجے مارے جائینگے گیارہ کی گیارہ اکشوہنیاں تلوار کے گھاٹ اُترینگی۔

سنیئے۔ مہاراج ایک ماجرا سُناتا ہوں سُننے میں ایک روز نواس میں جا پہنچا وہاں ابھمنو جی کے سوائے کسی کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی میں نے دیکھا تو آنکھیں کُھل گئیں ایک نہایت ہی نفیس شیش محل نظر آیا۔ آراستگی کا کیا کہنا سنگاسن جواہرات سے مرصع۔ گوشہ گوشہ نفسا یات زمانہ سے آراستہ۔ جھاڑ فانوس۔ چلمین۔ پردے وہ خوشنما کہ عقل کام نہ کرتی تھی سنگاسن پر سری کرشن جی جلوہ افروز تھے ارجن بھی وہیں نظر آیا دونو نہایت نفیس پوشاک۔ قیمتی سے قیمتی زیور پہنے۔ ہتھیار سجے چندن لگائے تشریف رکھتے تھے سری کرشن جی کے قدم ارجن آغوش میں لئے ہوئے تھا ارجن کا ایک قدم درویدی اور دوسرا پاؤں ست بھاماں اپنی گود میں لئے ہوئے تھیں جس وقت مجھے دیکھا ارجن نے اشارے سے مجھے ایک کُرسی پر بیٹھنے کی اجازت دی مگر جس وقت میں نے چہرے کا غیر معمولی جلال دیکھا میرے ہاتھ پاؤں پھُول گئے اور تھر تھرا کر زمین پر بیٹھ گیا۔ میں ایمانا کہتا ہوں کہ اس وقت کسی کے چہرے پر نظر نہ جمتی تھی آنکھیں ملانا تو بڑا کام ہے دریودھن کرن دوشاسن کی آنکھوں پر پردے پڑے ہوئے ہیں ان کو نر اور نارائن کی شناخت کہاں کرشن جی پورن برہم ہیں اور ارجن نر کا سروپ۔ پھر اُنکے مقابلے میں کوئی کیسے تیر مار سکتے ہیں مفت میں جان جائیگی۔ جس وقت میں نے سری کرشن جی کے درشن کئے کچھ عجب ہی آنند آیا۔ دل پکار اُٹھا کہ بس جنم سپھل ہو گیا ارجن نے کچھ ادھر اُدھر کی باتیں کرکے سری کرشن جی سے کہا سنجے کچھ پیغام لائے ہیں آپ اُن کو معقول جواب دیدیں اسے کرشن جی میری طرف

مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ میری طرف سے راجہ دھرتراشٹ بھیشم پتامہ۔ درونا چارج کو بہت بہت پوچھ دینا اور کہہ دینا کہ کورو خاندان پر آفت کا پہاڑ ٹوٹنے والا ہے اسلئے چلتے ہاتھ خوب دان پن کر لیجئے پھر وقت فرصت نہ ملیگا پانڈوؤں پر ظلم و ستم کی حد ہو چکی اب وقت ہے کہ کوروؤں پر بھی زلزلہ گرے ظالم لوگ دروپدی کو ننگیا تے تھے وہ بیکس روتی پیٹتی تھی مگر پتھر کے دلوں پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ میں اس وقت ضبط کر گیا نہیں تو شعلۂ غضب سب کو پھونک کر دم لیتا۔ اب ارجن کے ہاتھ میں گانڈیو دھنش ہوگا اور میرے ہاتھ میں رتھ کے گھوڑوں کی باگ۔ دیکھوں کون سامنا کرتا ہے براٹ نگر میں ارجن نے بھیشم پتامہ جی درونا چاریہ کرن وغیرہ سب کو مار بھگایا شکنی دوشاشن سب دُم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے ایک پیش نہ گئی ایسی پودی مار کھا کر بھی دریودھن کی آنکھیں نہ ہوئیں۔ اب میں رتھ ہانک کر دکھاؤنگا کہ ارجن میں کیا قدرت ہے کورو ہوشیار رہیں +

راجہ دھرتراشٹ۔ دریودھن پیارے دریودھن۔ ہائے تجھ کو کیا ہو گیا تری سمجھ پر کیونکر پتھر پڑ گئے۔ ارے سمجھ لے کہ بربادی کے دن آ گئے یاد رکھ کہ جس کی طرف سری کرشن جی ہونگے فتح اسکا پانی بھریگی اکیلے کرشن جی پر کیا فرض ہے جن دیوتاؤں نے ارجن کو استر شستر دئے۔ فنون جنگ سکھائے ہیں سب کو سمجھ لینا کہ پانڈوؤں کی مدد کریں گے +

نورِ نظر راحت جان فوراً عقل درست کر و نیک و بد سمجھو تم میرے کلیجے کے ٹکڑے ہو تم سے زیادہ مجھے دنیا میں کس کی محبت ہو سکتی ہے میں جو کچھ کہتا ہوں تمہارے بھلے کی تمہارے نفع کی مجھے ڈر ہے کہ سری کرشن جی کا کہنا ٹھیک نہ ہو اور مجھے بڑھاپے میں صدمہ نہ اٹھانا پڑے۔

ادھیائے ۹

دریودھن کے پانڈوؤں سے مخالفانہ خیال۔ کرن کا جوش۔ سبھا کی فہمائش۔ دریودھن وغیرہ کی خود آرائیاں۔ بیاس جی کی آمد گفت و شنود

راجہ دھرتراشٹ کی گفتگو بے موقع نہ تھی مگر دریودھن اور اسکے حواشی الٹی ہی سمجھتے تھے دریودھن بولا کہ

واہ۔ آپ کے خیالات بھی عجیب و غریب ہی ہیں دیوتاؤں کو کیا آپ نے فالتو سمجھ لیا کہ وہ بچے پانڈوؤں کی مدد کو دوڑے آئینگے پرسرام جی مجھ سے کہہ چکے ہیں بیاس جی نے بھی ان کے قول کی تصدیق کی ہے دیوتاؤں کو کیا پڑی ہے کہ پرائے پھٹے میں پڑیں دوسرے کی بلا اپنے سر اوڑھیں۔ ہم لوگوں کو آپ بالکل بیوقوف ہی سمجھتے ہیں یہ ہم لوگوں کی بدنصیبی۔ آخر ہم نے گھاس نہیں کھودی ہے۔ لڑکیوں کے ساتھ گھروندا نہیں کھیلا ہے شستر ودیا اُن بزرگوں سے سیکھی ہے جن کے نام سے بڑے بڑے دیوتا ہل ہل کانپتے ہیں پانڈوؤں کی طاقت ڈھول کے اندر پول ہے نام بڑے درشن تھوڑے کی کہاوت انہیں پر صادق آتی ہے فقط دھاک ہی دھاک ہے اور تین کالوں کے سوائے اور کچھ نہیں۔ بھیشم پتامہ۔ درونا چاریہ راجہ شل سے کبھی یہ تو پوچھا ہوتا کہ آخر ہم میں بھی کچھ دم داعیہ ہے کہ نہیں۔

کرن۔ میں اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا نہیں چاہتا یہ اوچھوں کم ظرفوں کا شیوہ ہے۔ اس سے کوئی مجھے بُرا بھلا بھی کہہ لیتا ہے تو شربت کے گھونٹ کی طرح پی کر چپ لگا لیتا ہوں اس وقت بات پر بات چل رہی ہے اسلئے کہتا ہوں کہ

جب میں پرسرام جی کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے برہمن کے بھیس میں ان سے شستر ودیا کی تعلیم حاصل کی۔ ایک روز یہ بھید کھل گیا مجھے ظاہر کرنا پڑا کہ برہمن نہیں چھتری ہوں اُنکو غصہ بہت آیا مگر خیریت گزری کہ سراپ نہ دیا صرف یہ کہا کہ

تم نے خوب فریب سے برہم ودیا سیکھی اس سے پھل نہ پاؤ گے۔

حالانکہ پرسرام جی کا عتاب ہوا لیکن جو علم سیکھا ہوا ہو وہ کہاں تک بھولیگا میرے ساتھ تھوڑی سی فوج کیجئے پھر میں اکیلا پانڈوؤں کو جیت نہ لوں تو کرن نام نہیں۔

بھیشم پتامہ۔ کیسا بیوقوف لڑکا ہے کچھ سمجھ ہی نہیں۔ ارجن نے کئی مرتبہ زک دی نیچا دکھایا پھر بھی ہوش نہیں آتی اسکا علاج کیا۔ احمق۔ سری کرشن جی کو بھی ایسا ویسا سمجھ رہا ہے ارے عقل کے دشمن ابھی تو اُن کے سودرشن چکر کو نہیں جانتا۔ اس کی قدر تیں تجھے کیا معلوم ان کا علم دیوتاؤں کو ہے تو سمجھتا ہے کہ پرسرام سے برہم ودیا کیا سیکھ لی گویا جگت جیت لیا یاد رکھ کہ یہی برہم ودیا تجھے لے ڈوبے گی کسی کام کا نہ رکھے گی۔ ارجن کو بھی کم نہ سمجھ۔ جس وقت وہ گانڈیو دھنش لے کر کھڑا ہو جائے گا تم ایسے ہیکڑی باز چٹنی ہو جائیں گے ایک ایک تیر لاکھ لاکھ بہادروں پر بھاری ہو گا۔

کرن کو اس تقریر پر غصہ آگیا۔ اسکی آنکھیں خون میں ڈوب گئیں چہرہ لال لال انگارہ ہو گیا بولا بہت ڈینگ نہ ہانکئے زیٹ زیٹ سے فائدہ نہیں سری کرشن جی دو باہیاں ہونگے تو اپنے گھر کے اُن سے جب سامنا ہو گا تو دیکھا جائیگا ابھی تو چوٹ ارجن سے ہے جب وہ مقابل ہو گا تب دکھاؤں گا کہ وہ کیا مال ہے آپ نے دُور کے ڈھول سہاونے سمجھ لئے۔ میں تو جب جانوں کہ وہ دو ہاتھ آمنے سامنے ہوں آپ جب ہوتا ہے میری حقارت ہی کرتے ہیں یہ بات آپ کی بزرگی کے شایاں نہیں اگر بزرگی کا لحاظ نہ کروں تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ کرن ولا چنا نہیں جسوقت دھنش بان ہاتھ میں لی موت بھی جان چھپاتی پھرے۔ آپ نے میرے شان کے خلاف جو منہ میں آیا کہا آپ کی بزرگی آپ کو مبارک آج سے میں نے ہتیہ کیا۔ کہ جس لڑائی میں آپ مقدمۃ الجیش ہونگے اس میں ہتھیار چھونا حرام دیکھوں آپ کیا کر لیتے ہیں ⁂

بھیشم پتامہ۔ راجکمار دریودھن سُن لیا کرن کیا کہتا ہے ابھی تو وہ جیتے تھے کہ اکیلے پانڈوؤں کا اچار نکالونگا۔ یہ کرونگا۔ وہ کروں گا اس وقت دُم دبائے جاتا ہے۔ پوچھو جہاں میں ہاتھ اُٹھاؤں وہاں اس کو ہاتھ پاؤں چھوڑنے سے کیا مطلب۔ کیا ایسے ہی لوگوں کے برتے اور بھروسے پر تم چاہتے ہو کہ پانڈوؤں کو زیر کر لوں۔ پیارے دریودھن کرن کا سارا کس بل اُسی دن نکل گیا۔ جب پرسرام جی نے برہم ودیا کے کمالات چھین کر جعل کپٹ کی سزا دی اس وقت جو چاہے بھان متی کے سے تماشے دکھاوے مگر میدان جنگ میں اس سے تنکا بھی نہ ہلایا جائے گا ⁂

دریودھن۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ ہم لوگوں کے سرپرست ہو کر ہمیشہ یہی چاہتے ہیں کہ پانڈوؤں کی فتح ہو اور انہیں کو راج ملے میری جیت نہ ہو یہ بات ہی کیا آخر ہم لوگوں کا قصور کیا۔ خدمتگزاریوں کا صلہ یہی ہے ⁂

بھیشم پتامہ۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تم بھی پھلو پھولو۔ اور پانڈو بھی خوش و خرم رہیں مگر میرے چاہنے سے کیا ہوتا ہے تمہارے کان میں ادھرم پھونک رہا ہے کہ ذرہ برابر زمین پانڈوؤں کو نہ دینا میرا دل بول رہا ہے کہ پانڈو آدھا راج کیا سارا راج لینگے اور لاکھوں جانیں گھاٹے میں بدرجی۔ راجہ دریودھن تم لاکھ جوان ہو عقلمند ہو پھر بھی ہم لوگوں کے سامنے بچے ہی ہو ہم نے جو کچھ دُنیا کے نشیب و فراز دیکھے اُنہیں تم کیا جانوں بھیشم پتامہ جی نے دھوپ میں بال

سفید نہیں کئے ایک زمانہ دیکھے ہوئے ہیں ان کی پتھر کی لیک ہے جو سمجھ لو کہ دھرم کی فتح ہے اور ادھرم کی ہمیشہ شکست ٭

راجہ دھرتراشٹر سب گفتگو گوشِ ہوش سے سُن رہے تھے اُنہوں نے دریودھن کو بہت فہمائش کی مگر اسکے دِل پر کچھ اثر نہ ہوا۔ تیوری پر بل ڈالکر وہاں سے اُٹھ کھڑا ہوا نگاہ کے اشارے سے اور راجہ بھی اُسکے پیچھے پیچھے چل دئیے ٭

اسوقت دربار میں سناٹا ہوگیا ساری صفیں خالی رہ گئیں راجہ دھرتراشٹ سنجے سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ سری کرشن جی نے اور بھی کچھ کہا

سنجے۔ ہاں مہاراج مگر یوں نہ کہونگا وہ باتیں مہارانی گاندھاری اور بیاس جی کے سامنے عرض کرنے کی ہیں راجہ دھرتراشٹ نے مہارانی گاندھاری کو بلایا اور بیاس جی کا دھیان کیا تو مہارانی جی بھی آگئیں اور بیاس جی بھی اُسی وقت آموجود ہوئے راجہ دھرتراشٹ نے بیاس جی کے قدم چھوئے۔ خاطر مدارات کی اور پوچھا۔

مہاراج کورؤوں پانڈؤوں کے جھگڑے کا تصفیہ کیونکر کیا جائے؟

بیاس جی۔ سنجے سے سری کرشن جی سب کچھ کہہ چکے اب میں کیا رائے دُوں ٭

راجہ دھرتراشٹ۔ سنجے ہاں سناؤ سری کرشن جی نے کیا کہا

سنجے۔ انہوں نے جو کچھ فرمایا تھا وہ تو میں سرِ دربار گوش گزار کر چکا جو بات رہ گئی وہ صرف یہ ہے کہ اُن کے آخری الفاظ یہ تھے۔

راجہ دھرتراشٹ۔ بھیشم پتامہ، درونا چاریہ جی بزرگ اور جہاندیدہ ہیں اُن کی موجودگی میں بیوقوف دریودھن کو جتا دینا کہ اب خیریت نہیں راجہ جدھشٹر کا تپ ان کو پھلیگا۔ کورو کیا تمام دنیا کو سر کر کے تمام رُوئے زمین پر حکومت کا ڈنکا بجائینگے اُنہوں نے مجھ کو بھی اپنی مُٹھی میں کر لیا ہے میں اُن سے کسی بات سے کم نہیں ہو سکتا افسوس کہ میری آنکھوں کے سامنے کورؤوں کی جانیں نکلینگی میری حمایت دُنیا اُلٹ پلٹ کر دیگی کورؤوں کی حکومت کیا چیز ہے ٭

راجہ دھرتراشٹ۔ سنجے مجھے یہ پہلے ہی سے یقین ہے کہ سری کرشن چندر جی کورؤوں کے طرفدار نہیں مگر میری سمجھ میں ابتک نہ آیا کہ تم ایسے عقلمند آنہیں کیونکر بشن کا اوتار مانتے ہو اور قادرِ مطلق سمجھ رہے ہو ٭

سنجے۔ آپ کے دل کی آنکھیں کھلی ہوتیں تو آپ یہ سوال نہ کرتے میں جہاں تک دیکھتا ہوں
بڑے بڑے جوگی اعلیٰ سے اعلیٰ رشی منی اور حد ہے کہ دیو رشی نارد اور مہاراج وید بیاس
تک اُنکو ایشور ہی سمجھتے ہیں میں بھی اُن کی بزرگیوں اور قدرتوں کا قائل ہوں جو شخص
کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ کو دُور سے پھٹکارے اسکی آنکھیں سری کرشن جی کی
ذات بابرکات کو پہچان سکتی ہیں جن کو ایشور کی بھگتی ہی نہیں وہ اُن کی حقیقت و فضیلت
کو کیا جانیں آپکے چشم دل میں نور ہے آپ ان کو بھی پہچان سکتے ہیں مگر کب جب موہ کا
پردہ اُٹھا ڈالئے۔ جسوقت موہ جاتا رہا اُسوقت آپ کو ایک ایسا جلوہ نور نظر آئے گا۔ کہ
آپ دُنیا کو بھول جائینگے اور یہی جی چاہے گا کہ سر رہے تو انہیں قدموں پہ اور دل
رہے تو اُسی کریٹ مکٹ پر قربان ٭

دریودھن۔ سنجے صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہتے کہ سری کرشن جی ترلوکی ناتھ ہیں
جگت کرتا ہیں ہمہ اوست ہیں ہمہ از وست ہیں ہمہ در وست ہیں آپ اُنکو ایسا ہی
سمجھئے آپ اُن کی پناہ لیجئے۔ ہم ان کو اپنا دشمن۔ اپنی سلطنت کا دشمن اور اپنے خاندان
کا دشمن سمجھتے ہیں وہ تو وہ جسے ہم سچ مچ ایشور سمجھتے ہیں اگر ہمارے دشمنوں کی حمایت کریں
ہم اُسے بھی اپنا دشمن ہی سمجھینگے۔ اس میں چاہے جان رہے یا جائے ٭

راجہ دھرتراشٹ۔ مہارانی گاندھاری۔ دریودھن کی باتیں سُنتی ہو نہ جانے اس کی عقل
کس نے کھودی جسے سب رشی منی ایشور مان رہے ہیں اُس سے بھی یہ عداوت مول
لیتا ہے۔ لاکھ سمجھاتا ہوں اسکی سمجھ میں کچھ نہیں آتا ٭

گاندھاری۔ او مغرور دریودھن۔ تو بزرگوں کا کہنا نہیں مانتا کیا تو نے سُنا نہیں ٭

جن نہ لئی برن کی سیکھ   تن گھیریا مانگی بھیک

جس نے بزرگوں کی نصیحتوں پر کچھ عمل نہیں کیا اسکی تباہی میں شک نہیں مہاراج فہمائش کرتے
ہیں بھیشم پتامہ جی سمجھاتے ہیں درونا چاریہ جی ہدایت کرتے ہیں مگر تیرے دل پر کچھ اثر نہیں
ہوتا آخر سوچا کیا ہے کیا اسوقت تجھے ہوش آئے گی جب بھیم سین کے بجر سے تیری
ران ٹوٹی ہو گی لاکھوں سر کچلے ہوئے نظر آئینگے جن سری کرشن جی کو وید بیاس جی ساکشات
ایشور سمجھتے ہیں اُن کو بھی تو نظر میں نہیں لاتا۔ اس سے بڑھکر موت کی نشانی کیا ہوگی بس
معلوم ہو گیا کہ موت سر پر کھیل رہی ہے تو ضرور ہم لوگوں کے کلیجے کو داغ دے گا ٭

وید بیاس. مہاراجہ دھرتراشٹ یہ دیکھ کر میں خوش ہوا کہ آپ کے وزیر سنجے بڑے گیانی اور کرشن جی کے بھگت ہیں آپ ان کے کہنے میں رہیئے گا تو اچھا پھل ملنے میں شک نہیں جو شخص کرشن جی کا بھگت ہو دھرم کی راہوں سے واقفیت رکھتا ہو وہ ایک پاپی کو بھی تار سکتا ہے دریودھن مال و دولت پر مغرور ہے اس نے پانڈوؤں کا راج کیا چھینا سمجھ لیا کہ بس ہمچو ما دیگرے نیست مگر جو شخص بدنیتی کرتا ہے اسکا کہیں بھلا نہیں اس کے واسطے ہمیشہ نرک ہی نرک ہے آپ سب جھنجھٹوں کو چھوڑ کر سری کرشن جی سے دل لگایئے سب بیڑا پار ہو جائے گا +

راجہ دھرتراشٹ. (سنجے سے) وزیر با تدبیر و روشن ضمیر بتاؤ میں کیونکر سری کرشن جی کی محبت کو دل پر نقش کروں کیونکر اُن کے چرنوں میں دھیان لگا رہے +

سنجے. بہت آسان بات ہے بشرطیکہ بن پڑے +

راجہ دھرتراشٹ. پھر اس سے بڑھ کر کیا بات ہے کہو تو

سنجے. دل قابو میں کیجئے. اندریوں کو آزاد نہ ہونے دیجئے صرف اتنی احتیاط اور نفس کشی سے سری کرشن کو اپنے دل ہی میں پائے گا +

ادھیائے ۱۰

سری کرشن جی کی روانگی ہستناپور میں آمد آمد کا شور. راجہ دھرتراشٹ کی طرف سے خاطر تواضع کا انتظام. دریودھن کی حماقت

جب سنجے براٹ نگر سے رخصت ہو چکا تو راجہ جدھشٹر اور سری کرشن جی سے یوں باتیں ہوئیں
راجہ جدھشٹر. آپ نے دیکھا کہ راجہ دھرتراشٹ ہم لوگوں کو کیسا بیوقوف بنانا چاہتے ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم فقروں میں آکر اپنے حق سے دست بردار ہو جائیں اور دریودھن سارے راج پاٹ کا مالک رہے مجھکو اپنی طرف سے شرائط منظور نہیں اگر ہمیں پانچ گاؤں بھی مل جائیں تو ہم قناعت کرلیں مگر راجہ دھرتراشٹ اچھہ بھر زمین تک دینے پر راضی نہیں ہوتے آپ جانتے ہیں کہ دُنیا میں مفلس کی کچھ عزت نہیں چار پیسے والوں کو سب پوچھتے ہیں بے زر آدمی کا مر جانا اچھا زندگی خراب پس ایسی زندگی کو میں کیونکر پسند کروں خصوصاً جبکہ آدھے راج کا پورا استحقاق

ہے اب آپ فرمایئے کہ میں کیا کروں۔ دریودھن سے کیونکر فیصلہ کیا جائے ؞

سری کرشن جی۔ آپ بیفکر رہیں میں تو آپکے ساتھ ہوں آپ حق سے محروم نہیں رہ سکتے میرا ارادہ ہے کہ میں خود جاکر راجہ دھرتراشٹ کو سمجھاؤں اگر وہ مان گئے تب تو بات ہی کیا۔ بالفرض میری بات پر کان نہ دیئے میری بات نہ مان کر حقارت کی تو میں تمام راجاؤں کے ست اڑادونگا ؞

بھیم سین۔ واقعی تجویز معقول ہے مگر حتے الامکان سختی کرنا ضروری نہیں نرمی سے راجہ دھرتراشٹ اور دریودھن راہ راست پر آجائیں تو آپ کو اظہار غضب کی کیا ضرورت ہے ہاں کوئی گستاخی کرے کھوٹی بولے تو طرح بھی نہ دیجئے گا۔ ہم سب لوگ اپنی طرف سے بگاڑ نہیں چاہتے جو بات ہو اُن کی طرف سے ہو تو مناسب ہے ؞

سری کرشن جی کی گُرُدگی کا مشورہ طے پاگیا ساتکی جی نے رتھ تیار کرایا رکھا گیا تھا۔ ایک تصویر نور تھا جواہرات ہی جواہرات سے جگمگ جگمگ کرتا تھا دھجائیں آسمان سے باتیں کرتی تھیں چار سفید گھوڑے جُتے ہوئے تھے سری کرشن نے ساتکی جی سے کہا

سب ہتھیار اور چکر سنکھ گدا پدم رتھ پر رکھ دو۔ شاید دریودھن اور کرن بدمعاشی کریں تو انہیں سے گوشمالی کی جائے گی ؞

تعمیل ارشاد ہوئی خود بدولت نے سفید بیلوں کی دُم ہاتھ میں لیکر آگ کی پوجا اور پرکرما کی پھر رتھ پر سوار ہوکر ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ روانہ ہوئے گھوڑوں نے ہوا سے باتیں کیں تو آکاشن نگر جا پہنچے وہاں پرسرام جی اور سپت رشی وغیرہ بہت سے سدھ بزرگ خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ اجازت ہو تو ہم بھی ہستناپور میں چلیں گفتگوئے صلح سُننے کا اشتیاق ہے ؞

کرشن جی نے فرمایا

چلیئے کیا مضائقہ ہے

سری کرشن جی آگے بڑھے تو برکستھل نگر میں اشنان سندھیا سے فراغت حاصل کرکے راجہ دھرتراشٹ کو اطلاع کرائی کہ کل میں حاضر خدمت ہونگا قاصد پہنچا تو ہستناپور میں آمد آمد کی دھوم مچگئی راجہ دھرتراشٹ نے بھیشم پتامہ درونا چاریہ وغیرہ سے کہا

بڑی خوشی کی بات ہے کہ مہاراج سری کرشن جی تشریف لاتے ہیں ذات مقدس ہر حال میں واجب التعظیم ہیں جو انکی پرستش کرتے ہیں اُن سے بڑھکر دُنیا میں کوئی خوش نصیب نہیں جسنے ان سے بگاڑی اُسکا پھر پتہ نہ لگا فوراً اُن کے قیام اور خاطر تواضع کا انتظام معقول

کیا جائے دوشاسن کے شیش محل سے موزوں کوئی مکان نہیں جو اُن کی بود و باش کیواسطے
کافی ہو سڑکوں پر کیوڑے گلاب کا چھڑکاؤ ہو شہر آراستہ کیا جائے تحفہ تحائف تیار رکھے جائیں۔
ڈھنڈورہ پٹے کہ تمام ساکنان ہستناپور زن و مرد طفل و جوان خورد کلاں درشن اور استقبال
کیلئے تیار رہیں دریودھن کو عمدہ سنگھاسن کی تیاری کا حکم دیکر فرمایا کہ دیکھوں کیسی لیاقت سے
سری کرشن جی کی خاطر مدارات کرتے ہو بات تب ہے کہ تم انہیں خوش کر لو بھیشم پتامہ اور درونا چاریہ
نے راجہ دھرتراشٹ کی سمجھ پر آفرین کی اور بولے کہ واقعی سری کرشن جی لائق پرستش
ہیں آپ کا یہی فرض ہے کہ اُن کو خلاق عالم سمجھ کر مہربان بنا لیجئے ÷

راجہ دھرتراشٹ۔ خالی خاطر و تواضع ہی نہیں میں اُنہیں حسب ذیل تحائف بھی دونگا ÷

چار چار کابلی گھوڑوں کے ۱۶ رتھ ÷

سونے کے منڈھے ہوئے دانتوں کے آٹھ ہاتھی ÷

شکیل و جمیل نوجوان چھوکریاں۔ زیور لباس سے آراستہ ÷

سو سو لونڈی و غلام ÷

اُونی فرش مرگ چھالے ۱۰۸ ہزار ÷

چراغ الماس کشتی لعل و جواہر ÷

کچھ انہیں پیشکشوں پر فرض نہیں جو چیز اور پسند خاطر ہوگی بے تکلف نذر کرکے
خوشنودی حاصل کروں گا ÷

بدرجی۔ سری کرشن جی آپ کے تحفہ تحائف کے محتاج یا بھوکے نہیں ان کے یہاں جو چیزیں
موجود ہیں وہ آجتک کسی نے دیکھی بھی نہ ہونگی جنکو فقط اُو جگت ور کار ہے بس پھر وہ آپ کی
سوغات کیوں قبول کرنے لگے وہ سوچے کہ کس غرض سے آتے ہیں آپ نے ساری دولت
اُٹھا دی اور کہا نہ مانا تو سب کردہ و ناکردہ برابر ہے آپ پانڈوؤں کو آدھا راج دیدیجئے
بس اور نہ کسی پیشکش کی ضرورت ہے نہ سوغات کی ÷

دریودھن۔ اگر دولت کے بھوکے نہیں تو ہم بھی اُنکے ذلیل نہیں انہوں نے کچھ بھی چیڑ
کی تو ہم اُسی وقت قید خانہ میں نہ جھونک دیں گے جب بیڑیاں کھٹکھٹانا پڑیں گی۔ تو باقی
کچائی نکل جائیگی پانڈو خود ڈیوڑھی پر ماتھا رگڑیں گے ÷

راجہ دھرتراشٹ۔ ارے ارے دریودھن تو کیسا نالائق ہے سری کرشن جی کی شان

میں ایسے گستاخانہ کلمات ۔ رشتے کو جانے دے تب بھی ایلچی کیساتھ بدسلوکی جائز نہیں سرکرشن
جی نے بتا تو دے کہ آجتک تیرے ساتھ کیا برائی کی کیا کہوں نہ جانے تیری عقل کو کیا ہو گیا ہے ؛
بھیشم پتامہ ۔ مہاراج ۔ دریودھن بڑا ہی بیوقوف ہے اسے نہ دوست کی پہچان نہ دشمن کی شناخت
جو سوچتا ہے الٹا ہی ۔ جو ٹھانتا ہے بے تکی ۔ اسکی عقل کا اندھاپن اس سے بڑھکر اور کیا
ہوگا کہ سری کرشن جی کو آدمی ہی سمجھے جاتا ہے ۔ او درجودھن تیری شامت تو نہیں
آگئی ان حرکتوں سے ایک دن تیری موت رکھی ہوئی ہے اُٹھ جا سامنے سے نابکار
سری کرشن جی کو قید خانے میں جھونکے گا ۔ گستاخ بے ادب ؛

ادھیائے ۱۱

سرکرشن جی کا ہستناپور میں استقبال یلاقاتیں

سرکرشن جی برکس تھل سے علے الصباح روانہ ہوئے ۔ ہستناپور پہنچے باشندگان شہر اور
مہمان راجاؤں نے بڑی دھوم دھام سے استقبال کیا جدھر سے رتھ گزرا ہجوم عام نے جے جے
کا شور بلند کیا کوٹھے عورتوں سے پٹے پڑے تھے رستوں میں جگہ نہ ملتی تھی سرکرشن جی سب سے
مزاج پرسی کرتے ہوئے راج محل میں رونق افروز ہوئے تین پھاٹکوں سے گزر کر چوتھے پھاٹک
پر پہنچے تو راجہ دھرتراشٹ ۔ بھیشم پتامہ ۔ درونا چاریہ ۔ کرپا چاریہ وغیرہ نے سروقد تعظیم کی
ہاتھوں ہاتھ دربار میں لے گئے مرصع جواہرات پر بٹھایا ۔ عطر پان الائچی وغیرہ سے تواضع کی
تمام راجے مہاراجے اور اراکین دولت اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھ گئے ۔ اور بڑی محبت آمیز باتیں
شروع ہوئیں ۔ سرکرشن جی کی شیریں زبانی نے ہر ایک کے دل پر موہنی ڈالدی جسوقت
بات کرتے منہ سے پھول جھڑتے تھے تھوڑی دیر خوش کن باتیں ہوتی رہیں ۔ پھر آپ بھیشم پتامہ
راجہ بالہیک اور کوروؤں سے فرداً فرداً مزاج پرسی کرتے ہوئے بدرجی کے گھر چلے گئے
بدرجی نے بڑی خاطر و تواضع کی ذرہ نوازی کا شکریہ ادا کرکے کہا ؛

آج میرا جنم سپھل ہوا جس گھر میں گھٹ گھٹ باسی انتریامی بنفس نفیس رونق
افروز ہوں اس گھر کی خوش قسمتی کا کیا کہنا ؛

وہاں سے فراغت پاکر سرکرشن جی اپنی پھوپھی مہارانی کنتی کے قدمبوس ہوئے

مہارانی نے دوڑ کر گلے سے لگا لیا آنکھوں میں آنسو بھر لائیں چہرہ فکر و الم سے اُترا ہوا تھا
روتی آواز سے بولیں کہ
آپ نے درشن دیئے کس زبان سے شکریہ ادا کروں میرے کلیجے کے ٹکڑوں کی خیریت
تو کہئے ابھی راجہ برٹ ہی کے یہاں ہیں یا بدقسمتی کہیں اور لے گئی افسوس میرے بیٹوں
پر کیسی کیسی مصیبتیں گزر گئیں میں جیتی بیٹھی رہی راجہ دھرتراشٹ کے یہاں میری جان
پر جو کچھ گزر رہی میں ہی جانتی ہوں ارجن کی پیدائش کے وقت آکاش بانی ہوئی تھی کہ
یہ ساری دُنیا فتح کرے گا
مگر ابتک کچھ ظہور نہیں۔ اُلٹے مصیبتوں ہی سے سامنا رہا آپ اُنکے مربّی ہیں
اس سے اُمید ہوتی ہے کہ شاید پھر دن پھریں قسمت جیتے اب ان بیچاروں کی بھلائی تمہارے ہاتھ ہے
سری کرشن جی۔ بوا جی۔ آپ اب رنج و افسوس نہ کریں۔ آپ سا خوش قسمت دنیا کے پردے
پر نہیں۔ مہاراج سورسین ایسے تاجدار آپکے والد۔ سسرال راجہ اجمیدھ ایسے فخر زمانہ تاجدار
کے خاندان کی بہو۔ راجہ پنڈو کی مہارانی۔ راجہ جدھشٹر ایسے دھرماتما۔ بھیم سین ایسے
زبردست ارجن ایسے تیر انداز۔ نکل و سہدیو ایسے سورمیروں کی ماں۔ پنج کنیاؤں میں
سرتاج اُسکے اعزاز و وقار کسی اور کو کہاں نصیب۔ آپ دل کو ڈھارس دیجئے۔
اب عنقریب پانڈوؤں کا آفتاب اقبال مشرق تقدیر سے طلوع ہوگا٭
کنتی۔ میری تو ایسی تقدیر نہیں مگر ہاں آپ کی توجہ ہے تو کوئی بات دشوار نہیں۔ آپ
جو چاہیںگے۔ کریںگے٭

ادھیائے ۱۲

سری کرشن جی کی دریودھن سے ناراضگی۔ قبول دعوت سے انکار۔ بدر جی کے یہاں مہمانی

سری کرشن جی رانی کنتی کو تشفی دے کر دریودھن کے محل پر تشریف لے گئے۔ محل نہایت
عالیشان تمام اسباب آرائش سے آراستہ اور مخزن گوہر و جواہر تھا۔ چوتھی ڈیوڑھی
پر دریودھن اور تمام راجوں نے پیشوائی کی نشستگاہ شاہی میں لے گئے سنگھاسن پر بٹھا
کر مزاج پرسی تواضع و تکریم کے بعد دریودھن نے بڑی عاجزی سے کہا۔

یہی مکان آپ کی بود و باش کے لیئے آراستہ کیا گیا ہے یہیں قیام فرمایئے ماحضر
بھی تیار ہے جو پوشاک چاہیئے بدلئے۔ جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلف طلب فرمایئے
خانہ واحد کا معاملہ ہے بے تکلفی میں تکلیف نہیں ہوتی ۞

سری کرشن جی۔ آپ نے محل کو نور کی تصویر بنا دیا۔ واہ واہ کیا آراستگی کیا رونق ہے
دعوت تواضع کی تکلیف گوارا نہ کریں۔ جب ضرورت ہو گی کہہ دونگا۔ رہنے کے لیئے
بھی آپکے اقبال سے بہت ٹھکانے ہیں جہاں چاہوں ٹھک سکتا ہوں ۞

دریودھن۔ یہ بات کبھی ممکن نہیں۔ آپ گھر چھوڑ کر اور کہاں رہ سکتے ہیں۔ گھر
کے ہوتے دوسری جگہ کھانے کی کیا ضرورت ۞

سری کرشن جی۔ میں آپ کو کسی بات کی تکلیف دینا نہیں چاہتا۔ سب عزیزوں کو
دیکھ لیا۔ طبیعت خوش ہو گئی کیا کھانے پینے ہی پر محبت و اُلفت کا دار و مدار ہے
زیادہ اصرار کی ضرورت نہیں جب آپ اپنے گھر کو میرا گھر سمجھتے ہیں تو پھر اصرار کیسا ۞

دریودھن۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے دل میں غیریت کا خیال ہے آخر وجہ۔ کیوں
آپ کو میزبان نوازی سے عار ہے؟

سری کرشن جی۔ راجہ دریودھن معاف کرنا۔ مجھے لگی لپٹی نہیں آتی دو ٹوک بات
کہتا ہوں میں کھانے پینے اوڑھنے پہننے کیلئے یہاں نہیں آیا ہوں۔ میرے آنے کی
غرض اور ہے میں اسوقت سفیر ہوں۔ ایلچی جب کام پورا کر لیتے ہیں تب کہیں کھانا
کھاتے ہیں۔ میرے آنے کی غرض بھی پوری ہو جائے تو دعوت قبول کرنے میں کوئی
عذر نہیں جو کھلایئے پلایئے گا بے تکلف کھاؤں پیوں گا جو دیجیئے گا خوشی سے لونگا ۞

دریودھن۔ مہاراج جی۔ ردِ دعوت کسی مذہب میں جائز نہیں خواہ کچھ ہو یا نہ ہو ہم لوگوں
کا فرض ہے کہ خدمتگزاری کریں آپ جس غرض سے تشریف لائے ہیں۔ معلوم ہوا ہے۔
مگر افسوس کہ میں معذور ہوں تعمیل ارشاد نہ کر سکونگا۔ اوروں کے جھگڑوں سے آپ
کو کیا مطلب آپ کسی کے پھٹے میں کیوں پاؤں دیں ہمارے آپکے مراسم کو غیروں کے
معاملات سے کیا تعلق۔ آپ کو دعوت قبول کرنی ہو گی ورنہ سبب بتایئے ۞

سری کرشن جی۔ صاف صاف تو یوں ہے کہ میں خواہش نفسانی دولت کی طمع یا کسی اور
وجہ سے دھرم چھوڑنا پسند نہیں کرتا میں تو سچی بات کہدونگا دھرم ہی دعوت محبت سے کیجاتی ہے نہ کہ

عداوت کے خیال سے۔ آپ کے دل میں کچھ اور ہے ظاہر میں کچھ اور اس ٹکھ میں رام بنل میں اینٹوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر کیا آپ کے یہاں کھاؤں۔ دوسرے میں بھوکا نہیں آپکے اقبال سے سب کچھ موجود ہے۔ ہاں فاقہ مست ہوتا تو آپکے یہاں کھاتا۔ نہ آپ محبت سے کھلاتے ہیں نہ مجھے روٹیوں کے لالے ہیں پھر دُنیا سازی و ظاہرداری سے مطلب کیا اور کچھ باتیں کیجئے ۔

دریودھن۔ تو ہم لوگ دشمن ہوئے اور پانڈو دوست ۔

سری کرشن جی۔ میں آپ کو دشمن تو نہیں سمجھتا۔ مگر ہاں پانڈوؤں کی دوستی میں فرق نہیں وہ دھرماتما ہیں اُن سے کبھی کوئی فعل دھرم کے خلاف سرزد نہیں ہوا اُن سے میری دوستی جائز ہے خلاف نہیں آپ اُن کی دوستی ہی کو بہت سمجھتے ہیں۔ میرے نزدیک میرا کوئی خاص عزیز بھی اُن سے دشمنی رکھے تو وہ بلا واسطہ میرا دشمن ہے اُس سے بڑھ کر کوئی ادھرمی نہیں راجہ دریودھن جس شخص نے اپنے رفیق دوست اپنے دھرماتما بھائیوں اور کسی لائق و فائق اور واجب التعظیم انسان سے عداوت پیدا کی وہ نہایت نالائق اور بدکردار ہے آپ نے جس عداوتانہ خیال کو مدِ نظر رکھ کر میری دعوت کا سامان کیا وہ آپ لاکھ چھپایئے یہاں دل آئینہ ہے اسلئے دعوت سے معاف رکھئے اچھا میں رخصت ۔

یہ کہکر مہاراج سری کرشن چندر وہاں سے اُٹھ گئے اور بدر جی کے خانۂ بے تکلف کو رونق بخشی جسوقت راجہ دھرتراشٹ کو خبر لگی۔ بھیشم پتامہ۔ درونا چاریہ۔ کرپا چاریہ راجہ بالمیک وغیرہ کے ساتھ سری کرشن جی کی خدمت میں پہنچے معافی مانگی اور بڑی منت وسماجت سے کہا مہاراج شیش محل آراستہ ہے۔ محل سجے ہوئے ہیں ہر قسم اور ہر مزے کا کھانا موجود ہے۔ تشریف لے چلئے ۔

سری کرشن جی۔ آپ سب بزرگوں کی عنایت بہت ہے میں سب صاحبوں کی خدمت میں حاضر ہو چکا اب مجھے یہ آزادی دیجئے کہ جہاں مرضی ہو رات کو بسر کروں جب جی چاہے گا آپ کے شیش محلوں میں آرام کروں گا آپ کو میری اتنی خوشی منظور کرنا پڑے گی اصرار کا کچھ اثر نہ ہوگا سب لوگ مایوس واپس ہوئے بھیشم پتامہ جی نے راجہ دھرتراشٹ سے فرمایا کیوں راجہ صاحب میں نہ کہتا تھا کہ دریودھن کی حرکتیں بہت رنگ لائیں گی۔ سری کرشن چندر انتریامی عالم الغیب ان سے کوئی اڑکے کہاں جائے گا وہ پہلے ہی دریودھن کی بدنیتی جان گئے اسی سبب سے کھانا نہ کھایا نہ راج محلوں میں ٹکے بدر جی کی نیت صاف تھی دل میں چھل

کپٹ کا نشان نہ تھا اُن کے گھر خود ہی چلے گئے اس سے بڑھ کر دل کی ناراضگی کا ثبوت اور کیا ہوگا۔ اُن کی ناراضگی کسی حال میں اچھی نہیں ❊

راجہ دھرتراشٹ ہی کو نہیں بالمیک وغیرہ سب نیک نفس راجوں کو سری کرشن جی کی رنجش کا افسوس ہوا اور سب دریودھن کو نام رکھنے لگے مگر مجبور۔ چارہ ہی کیا تھا ❊

بدرجی نے ذات مقدس کی جلوہ افروزی دیکھی تو پلکیں فرش کر دیں پلنگ پر نرم نرم بستر بچھادیا سر آنکھوں پر بٹھایا اور دل بول اٹھا کہ

مہاراج کرشن چندر آپ کی لیلا اپرم پار ہے راجہ دریودھن کے پکوان پر تُف کر کے غریب بدر کے ساگ پات قبول کرنا اعلےٰ درجہ کی ذرہ نوازی ہے ناچیز بدر کس زبان سے اپنی خوش نصیبی کو سراہے۔

کرشن جی نے بڑے شوق سے بدر کے یہاں کچھ ساگ اور کند مول پھل نوش کئے اور طلائی پلنگڑی پر آرام کیا بدرجی بھی قریب بیٹھ گئے اور کچھ ادھر اُدھر کا ذکر پانڈوؤں کی تکالیف اور دریودھن کی عداوتوں پر افسوس کر کے کہا کہ

مہاراج آپنے ناحق تکلیف کی آپ کا یہاں آنا مناسب نہ تھا۔ ہستناپور اب ادھرمیوں کا گھر ہو رہا ہے۔ دریودھن۔ کرن۔ دوشاسن وغیرہ جو چاہتے ہیں ادھرم کرتے ہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔ بیوقوف۔ مغلوب الغضب۔ خود پسند۔ سیاہ قلب دریودھن عقل سے تو خالی ہے مگر سمجھتا ہے۔ کہ ہمچو ما دیگرے نیست۔ دوست کو دشمن۔ شریف کو رذیل۔ واجب التعظیم کو حقیر سمجھنا کچھ بات ہی نہیں زبان میں لگام نہ بات کو قیام۔ شکنی دو شاسن وغیرہ نے ہاتھ کی کٹھ پتلی بنا رکھا ہے جسطرح چاہتے ہیں نچاتے ہیں دریودھن سے صلح کی اُمید دُور رکھئے اب میں اُسکی سب باتیں جان گیا وہ قسم کھا چکا ہے کہ پانڈوؤں کو تل برابر زمین نہ دُوں گا۔ آدھا راج تو بڑی چیز ہے وہ پانڈوؤں کے سبب سے آپ کی طرف سے بھی صاف نہیں کرن اور شکنی وغیرہ کی ادھرم منڈلی آپ کی دشمن ہو رہی ہے آپ بہتری کی بات بھی کہیں تو کوئی سُننے والا نہیں آپ اب اکیلے کبھی ان کے پاس نہ جائیں اس میں زک رکھی ہوئی ہے ❊

سری کرشن جی۔ آپ کا فرمانا بہت درست ہے۔ میں دریودھن اور اسکے مددگار راجوں کو بخوبی جانتا ہوں وہ ہمیشہ سے خار کھاتے چلے آتے ہیں ضرور میری حقارت کرنے پر آمادہ ہونگے مگر یاد رکھئے کہ دل کے پاپ کا پھل اچھا نہیں ہوتا راجہ دھرتراشٹ کے بیٹے اور کچھ دنوں کے مہمان ہیں ان پر آفت کا پہاڑ ٹوٹنے والا ہے کہ سرمہ ہو جائیں گے۔ میں اُن کی بہتری کا

خواہاں ہوں برائی کا ذرا بھی خیال نہیں میرا فرض ہے اُن کو سمجھا دوں کہ
میں ان کی تباہی دیکھنا نہیں چاہتا میں پانڈووں اور کوروؤں کا خیر خواہ ہوں اگر
وہ میری بات نہ مانینگے تو آپ نتیجہ بھگتینگے یہ کوئی کہنے کو نہ ہوگا کرشن سیر دیکھتا رہا اور کوروؤں
پانڈووں کو نیکی بدی نہ سمجھائی خونریزی سے باز نہ رکھا میری سفارت کا منشا کچھ ہی سمجھئے
مگر اصل غرض یہ ہے کہ میرا پیچھا چھوٹ جائے کوئی مجھ کو نہ ستائے یہ فرما کر سری کرشن
جی نے فرمایا کہ
بدر جی مہاراج رات زیادہ آگئی اب آپ بھی آرام کیجئے میں بھی سوتا ہوں نیند سے
آنکھیں بند ہوئی جاتی ہیں۔ محفل برخاست ہ

ادھیائے ۱۳

راجہ دھرتراشٹ کا دربار۔ سری کرشن جی سے شرکت کی درخواست۔ اُن کی رونق افروزی سپت رشی اور نارد جی وغیرہ کی آمد

سپیدۂ صبح اور شفق کی ہلکی ہلکی سرخی نے گوشۂ مشرق کی تاریکی مٹانا شروع کی
سری کرشن جی کی خوابگاہ میں طرح طرح کے خوش آواز باجے بجنے لگے گویوں کے میٹھے میٹھے
سُروں سے دلوں پر جادو کا اثر ہوا۔ سری کرشن جی کی آنکھ کھل گئی۔ بستر راحت سے اُٹھے۔
اشنان ترپن ہون آہوتی وغیرہ سے فراغت پاکر برہمنوں کو دان دکشنا بھوجن کپڑے اور
زیور وغیرہ عطا کئے۔ ابھی برہمنوں اور سادھوؤں کا مجمع لگا ہوا تھا کہ راجہ دریودھن شکنی اور
اور مشیروں اور رفیقوں کے ساتھ آپہنچا۔ ڈنڈوت کرکے عرض کی کہ
پتاجی اور پتامہ جی (راجہ دھرتراشٹ و بھیشم پتامہ) آپ کے انتظار میں ہیں۔
دربار لگا ہوا ہے تشریف لے چلئے ہ
سری کرشن جی نے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ یاد آوری کا شکریہ ادا کیا اور فرمایا۔
آپ تشریف لے چلیں میں بعد میں حاضر ہوتا ہوں
وہ چلے گئے اور مکان کے باہر ایک جگہ ٹھیر کر انتظار کرنے لگے یہاں سری کرشن جی

نے برہمنوں کو مالا مال کر کے رُخصت کیا اور بدُر جی وساتکی وغیرہ کے ساتھ رتھ پر سوار ہو کر چلے قیامگاہ سے آگے بڑھتے ہی دریودھن وشکنی نظر آئے کرشن جی نے پوچھا ابھی آپ یہیں ہیں ﴿

دریودھن۔ آپ ہی کے انتظار میں کھڑا تھا آپ کو لے جائے بغیر وہاں کیونکر جاتا ﴿

سری کرشن جی نے ہنس کر شکریہ ادا کیا اور رتھ بڑھایا۔ رتھ کی چمک دمک آنکھوں میں چکاچوندھ پیدا کرتی تھی موہنی صورت پر مرد و زن نچھاور ہوئے جاتے تھے اردلی کے سورمیر بہادروں کے تیوروں سے بڑے بڑے جیالوں کا کلیجہ دہلتا تھا جلوس میں نرسنگھے اور سنکھ بج رہے تھے۔ ترہی۔ نفیری۔ بین وغیرہ باجوں کی آوازوں سے دل بھڑکا جاتا تھا۔ جس وقت سواری باد بہاری کی طرح راج سبھا میں پہنچی۔ راجہ دھرتراشٹ وغیرہ استقبال کو اُٹھ دوڑے اُسوقت خود بدولت کا ایک ہاتھ بدُر جی کے ہاتھ میں تھا۔ دوسرا ہاتھ ساتکی جی کے ہاتھ میں۔ دریودھن اور شکنی آگے آگے آپ پیچھے اور جلوس میں رفیقان خاص۔ دیوان اسوقت راجوں سے بھرا ہوا تھا۔ دربار میں پہنچتے ہی سب راجاؤں نے سر ادب خم کیا۔ راجہ دھرتراشٹ نے ہاتھ پکڑ کر اس سنگھاسن پر بٹھایا جو خاص ذات بابرکات کے لئے بڑی خوبی سے تیار کیا گیا تھا اُسوقت تمام رشی منی نارد وغیرہ چشم خیال میں آتے ہوئے نظر آئے بھیشم پتامہ کے کان میں کرشن جی نے کہا۔

بڑے بڑے رشی منی تشریف لا رہے ہیں نشست کا انتظام فرمائیے۔

بھیشم جی نے حکم دیا فوراً عمدہ عمدہ آسن بچھ گئے رشی آئے تعظیم و تکریم ہوئی سب نے یکے بعد دیگرے پاؤں چومے قدموں پر سر جھکایا سری کرشن جی اسی سنگھاسن پر رونق افروز ہوئے ساتکی جی نے بھی دائیں طرف ڈالوئے ادب تہ کیا۔ بائیں طرف بدُر جی مرگ چھالے پر بیٹھ گئے اسوقت سری کرشن جی کی موہنی مورت کا رنگ کچھ اور ہی تھا۔ نگاہیں چہرے سے نہ ہٹتی تھیں سب رشی منیوں بھیشم پتامہ اور درونا چارج وغیرہ کی ٹکٹکی لگ گئی در و دیوار پر چہرۂ عالم افروز کا نور برس رہا تھا ﴿

ادھیائے ۱۴

سری کرشن جی کی گفتگوئے صلح۔ اتفاق باہمی کی ہدایت۔ سری کرشن جی سے عام اتفاق رائے۔ دریودھن کو فہمائش

جب سب طرف سے یکسوئی ہو گئی باجوں نے خاموشی اختیار کی تو سری کرشن چندر نے راجہ دھرتراشٹ سے متوجہ ہو کر فرمایا

اسوقت میری حاضری کی غرض آپ کی خیر اندیشی کے سوا اور کچھ نہیں میری خواہش ہے کہ آپ کوروؤں پانڈوؤں سے میل جول کرادیں بھائیوں بھائیوں کا بگاڑ درست نہیں آپ کا خاندان تمام دنیا میں واجب التعظیم ہے دھرم کی بدولت آج وہ اوج اقبال حاصل ہے کہ اندر بھی آپ کی خوش نصیبی کو للچاتے ہیں۔ مجھے خانگی فساد سے سخت نفرت ہے جب میں نتیجہ سوچتا ہوں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں آپ کوروؤں کے والد ماجد ہیں آپ کا فرض ہے کہ نصیحت کریں فائدے کی بات سمجھائیں راجہ دریودھن وغیرہ کو پانڈوؤں سے جیسی دشمنی ہے وہ آپ سے پوشیدہ نہیں اگر یہ دشمنی رفع نہ کی گئی تو کوروکیا تمام دنیا غارت ہو جائے گی آپ اپنے فرزندان نامدار کو فہمائش کریں میں پانڈوؤں کے دل سے مخالفانہ خیال نکال دونگا لاکھ وہ اسوقت قدرت و طاقت میں فرد روزگار ہیں پھر بھی میں جو کہدوں اس سے کبھی انحراف نہیں کر سکتے آپ اُن کی طرف سے اطمینان رکھیں صرف بیٹوں کو سمجھانے کی ضرورت ہے بندھی مٹھی کا کھلنا آسان نہیں جہاں کھلی پھر زور ٹوٹا اگر کورو اور پانڈو گلے مل گئے راجہ اندر تک سامنا نہیں کر سکتے۔ ادھر بھیشم پتامہ جی۔ درونا چاریہ جی۔ اسوتھاماں۔ کرپا چاریہ۔ بالمیک وغیرہ کا زور ہو گا۔ ادھر جدھشٹر۔ بھیم سین۔ ارجن سہدیو۔ نکل کی طاقت ذرا سے اتفاق میں دوگنی چوگنی طاقت حاصل ہو جائے گی دیوتاؤں سے بھی کسی قسم کا کھٹکا نہ رہیگا اگر دو دھڑے رہے لڑائی چھڑی تو یاد رکھئے کہ دنیا نیست و نابود ہو جائیگی کچھ راجے ادھر ہونگے اور کچھ ادھر پھر کروڑوں جانوں کے نقصان میں شک ہی کیا ہے میں آپ سے منت سماجت کر کے درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس آگ کو جلد گل کر دیجئے نہیں تو جسوقت شعلہ بھڑکا دنیا کو خاک وسیاہ کر کے بجھیگا پانڈو آپ کو باپ سے زیادہ سمجھتے ہیں۔ آپکی نظر میں چلنے سے کبھی گریز نہیں وہ ابتک برابر خاموش چلے آتے ہیں کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لائے اب راجہ دریودھن نے راجاؤں کو اکٹھا کیا تو انہیں بھی تشویش و فکر ہوئی۔ وہ بھی کمر باندھنے لگے مجھے باہمی خونریزی میں سراسر نقصان ہی نظر آتا ہے اسلئے میری رائے ہے کہ آپ سب راجاؤں کو تحفہ تحائف دیکر رخصت کر دیں اور پانڈوؤں کو اُن کا حق دے کر لڑائی جھگڑے پر خاک ڈالدیں آپ کی بزرگانہ عنایتوں کا کہانتک شکریہ ادا کیا جائے راجہ پانڈو

کے بعد آپ نے پرورش کی پڑھایا لکھایا بیٹوں سے زیادہ سمجھا وہ بھی ہمیشہ مطیع رہے اور
اسوقت بھی اطاعت کے لئے حاضر ہیں جو حکم ہو اُنکی تعمیل کریں آپ پانچ گاؤں عطا
فرمائیں تو راجہ جدھشٹر لینے سے عذر نہ کرے جدھشٹر نے آپ کو ڈنڈوت کہی ہے
ہاتھ جوڑکر عرض کی ہے کہ

میں آپ کا شروع سے فرمانبردار ہوں ہم لوگوں نے بن باس سے بڑی مصیبتیں
اُٹھائیں اب مشکلوں سے نجات ملی ہے زہر خورانی۔ لاکھ کے مندر میں جلانے کی کوشش
قماربازی کی بے ایمانیاں۔ دروپدی پر ظلم وستم سب آپکی آنکھوں کی دیکھی ہوئی باتیں ہیں
مگر پھر بھی ہم آپکی ہدایت کے موافق جنگلوں کی ٹھوکریں کھاتے پھرے۔ اُف نہ کی
اب ہم نصف راج کے مستحق ہیں بھائی دریودھن شکنی اور دوشاسن وغیرہ کو اب
بھی ہمارے حال پر رحم نہیں ان کی دشمنی کا سلسلہ ختم نہیں ہوتا

یہ تو راجہ جدھشٹر کی التجا سنائی اب آپکا فرض ہے کہ اُن پر نظر عنایت فرمائیں اور
کوروؤں پانڈوؤں میں اصلاح کرادیں آتش فساد کا سلسلہ اچھا نہیں مجھے ان دونو کے
اتفاق سے کوئی ذاتی فائدہ نہیں صرف آپ ہی کی بہتری منظور ہے

تمام حاضرین نے سری کرشن چندر جی کی رائے پسند کی ہر طرف سے یہ صدا آئی کہ
واقعی سری کرشن جی کا فرمانا بہت صحیح ہے اگر ان کی مصلحت پر عمل نہ ہوا تو خرابی
میں شک نہیں پرسرام جی بول اُٹھے۔

مجھے سری کرشن چندر جی کے لفظ لفظ سے اتفاق ہے کوروؤں کا غرور انہیں خراب
کریگا جس نے دشمن کو کمزور سمجھا وہ کہیں کا نہ رہا۔ اُسکا زعم خود تباہی کا باعث ہوتا ہے
بڑے بول کا سر نیچا!! کہاوت غلط نہیں میں آپ کو حکایت سُناتا ہوں۔ روایت
نہ سمجھئے بالکل سچا واقعہ ہے

راجہ سمبھو کا نام کون ہے جس نے نہیں سُنا۔ یہ راجہ نہایت ہی مغرور تھا زعم
کی یہ کیفیت کہ کسی کو کچھ نہ سمجھتا تھا کیسا ہی سوربیر کیوں نہ لڑنے کے لئے تیار رہ نہ کسی
سے دبک نہ کسی کا رُعب جس سے دیکھئے لڑنے جھگڑنے کو موجود ہے۔ ہر ایک سے
ویر۔ ایک ایک سے عداوت ہر وقت میان سے باہر۔ جب دیکھو برہنہ شمشیر ایک
برہمن کو رحم آیا۔ اُسکی ہمدردی کو خود ہی حرکت ہوئی۔ سمجھایا کہ

راجہ صاحب دنیا جو جواگر ہے اس میں ایک سے ایک زبردست پڑے ہیں خودی کا بھوت سر سے اُتاریئے غرور اچھا نہیں اسکا نتیجہ بُرا ہے آپ اپنے سوا کسی کو کچھ نہیں سمجھتے یہ زعم کہیں نیچا نہ دکھائے ٭

راجہ بولا-

واہیات نہ بکو۔ کان نہ کترو۔ تم میرے کاموں میں دخل درمعقولات دینے والے کون۔ اس وقت کس میں طاقت ہے کہ میری تلوار کے سامنے ٹھیرے آج تک جس نے ذرا سر اُٹھایا۔ میں نے اسکی ہڈیوں کا بھی پتہ نہ لگنے دیا ٭

برہمن۔ بیشک آپ سے کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا مگر بعض موقعہ پر زبردست ہی پچھڑ جاتا ہے۔ اگر آپ کو جنگ و جدل کی سمائی ہے تو بہت اچھا۔ آپ کا جوشش آپ کو مبارک آپ خونریزی کے مشورے سے خوش ہوتے ہیں تو میں رائے دیتا ہوں کہ آپ نرنارائن سے مقابلہ کیجئے۔ وہ گندمادن پربت پر تپشیا کر رہے ہیں اُن سے لڑیئے تو مزہ بھی آئے دُبلے کمزور رشیوں اور چھوٹے چھوٹے راجوں کو دبانے سے ناموری نہیں راجہ اُسی وقت چل کھڑا ہوا۔ تنا اکڑتا تیر تلوار لئے ناک بھویں چڑھائے تیوروں پر بل ڈالے ہوئے گندمادن پربت پر پہنچا دیکھا کہ دو شخص تپشیا میں مشغول ہیں۔ ہاتھ پاؤں سینک۔ بدن اگنی پر ڈالنے کے قابل۔ نرنارائن نے راجہ کو بڑی خاطر سے بٹھلایا اور پوچھا کہ

کہاں تکلیف کی کچھ ارشاد؟

راجہ۔ دُنیا کی کوئی غرض و خواہش نہیں صرف آپ سے لڑائی کیلئے یہاں آیا ہوں ٭

نارائن جی۔ یہاں آپ سے لڑنے والا کون ہے یہ کوئی میدان جنگ نہیں تپشیا کرنا منظور ہو تو آئیے دھونی رمائیے ٭

راجہ۔ میں بیوقوف نہیں جو دُنیا کے سُکھ چھوڑ کر جنگل میں آ بیٹھوں۔ یہاں تو یہ سمائی ہے کہ جس کو پاؤں لڑ بھڑ کے نیچا دکھاؤں ٭

نرجی۔ اگر یہی مرضی ہے تو خیر آیئے دو دو ہاتھ ہو جائیں فوج بلایئے ہتھیار اُٹھایئے میں کوئی ہتھیار نہ چھوؤنگا صرف سرگھاس کے تیروں سے دکھاؤنگا کہ لڑائی اس طرح کیجاتی ہے ٭

راجہ نے فوج جمع کی لڑائی شروع ہوئی نرجی نے ایسی بودی مار ماری کہ تمام فوج کٹ کے رہ گئی اور راجہ قدموں پر گر پڑا نارائن جی نے معافی دی اور سمجھایا کہ خبردار اب کبھی غرور کا کلمہ زبان سے

نہ نکلے خودی کا بھوت سر پر سوار نہ ہو۔ راجہ اپنا منہ لے کر وہاں سے پھرا اور کسی سے سر اٹھایا نہ
گیا اے راجہ دھرتراشٹ ارجن انہیں نر جی کا اوتار ہے جنہوں نے ایک گھاس کے تیر سے راجہ
دمبھو کا سارا نشہ اتار دیا۔ سری کرشن جی نارائن ہی ہیں ان سے بڑھکر کس کو قدرت ہے ان دونو
سے کون خود سری کا دعوے کر سکتا ہے آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ کی بہبودی کے خیال سے خود
بشن بھگوان نے تکلیف گوارا کی آپ کو ان کی مرضی کے خلاف تنکا بھی نہ ہلانا چاہیئے ॥

کنو رشی۔ راجہ دھرتراشٹ جی۔ آپ اس وہم میں نہ رہیئے کہ ارجن اور سری کرشن جی نارائن ہیں
پرسرام جی نے آپ کو اصلی حقیقت سے آگاہ کیا۔ اسمیں مبالغہ نہ سمجھئے اور جو سری کرشن جی
کی ہدایت ہے اسی پر عمل کیجیئے اسی میں بہتری ہے ورنہ ابتری ॥

نارد جی۔ راجہ دریودھن عقلمند غرور نہیں کرتے خودی کو پاس پھٹکنے نہیں دیتے پانڈو بڑے
دھرماتما ہیں۔ دان۔ پُن۔ تیرتھ۔ برت۔ جپ تپ سے انہوں نے غیبی طاقتیں حاصل کر لی
ہیں ان سے بگاڑنے میں جان جوکھوں ہی نہیں بلکہ تباہی کا اندیشہ ہے سری کرشن جی
اصلاح چاہتے ہیں انہوں نے صرف تمہاری بھلائی کے لیئے پاؤں توڑے ہیں ورنہ آگ
جانے لوہار جانے دھونکنے والے کی بلا جانے۔ ان کو کیا پڑی تھی کہ مفت کسی کے معاملے
میں ٹانگ اڑاتے پھریں ॥

مہاراج کرشن چندر ترلوک کے مالک ہیں جو کچھ انتظام قدرت دیکھ رہے ہو انہیں
کی جنبش نظر کا کرشمہ ہے دنیاوی آنکھیں ان کو نہیں پہچان سکتیں۔ یہ فخر ہم ایسے رشیوں
منیوں یا دیوتاؤں کے چشم دل کی نظر کو حاصل ہے ॥

دھرتراشٹ۔ سری پرسرام جی۔ نارد جی اور کنو رشی۔ مہاراج کرشن بھگوان نے مجھ پر بڑی
مہربانی فرمائی ان کو میری بہبود کا جسقدر خیال ہے وہ آپ سن چکے میں کہانتک شکر یہ ادا
کروں مگر افسوس بڑھاپے نے بے دست و پا کر دیا لڑکے ہاتھ سے بے ہاتھ ہو گئے ہیں میرا ذرا اختیار
اور کچھ قابو نہیں رہا جو دل چاہتا ہے کرتے ہیں میری کوئی نہیں سنتا۔ سب شتر بے مہار
ہو گئے ہیں کاش کرشن دیو دریودھن کا قالب پھیریں شاستر کی باتیں سمجھا کر عقل درست
کریں یوں تو یہ نہ میرا کہنا مانتا ہے نہ مہارانی گاندھاری کا۔ سادھو لوگ اسکی نظر میں بیوقوف
ہیں بھیشم پتامہ ہمارے بزرگ خاندان۔ درونا چارج وکرپا چارج گرو۔ بدر جی ایسے گیانی
سمجھاتے سمجھاتے ہار گئے مگر پتھر میں جونک نہ لگی دیکھ لیجیئے کہ خود تخت و تاج کا مالک بن

بیٹھا ہے مجھے گویا حکومت سے کچھ واسطہ ہی نہیں ؛

سری کرشن چندر جی اب راجہ دریودھن سے مخاطب ہوئے اور بڑی شیریں زبانی سے فرمایا کورو خاندان کے آفتاب ذرا گوش ہوش سے سُنو میں کیا کہنا چاہتا ہوں تم کیسے عالی خاندان راجگانِ زمانہ کے سرتاج۔ عقلمند۔ ہوشیار۔ عالم و فاضل۔ ذرا سوچو ایسے شخص کو وہ کام نہ کرنا چاہئیے جو بے شرم۔ بیحیا۔ سنگدل۔ بدنیت و بے ایمان لوگ کرتے رہتے ہیں نہیں وہ باتیں زیبا ہیں جو تمہارے معزز خاندان کے شان کے موزون ہوں دیکھو تمہارے بزرگوں کا کیسا نام ہو رہا ہے بھیشم پتامہ۔ درونا چارج وغیرہ کیسے عقلمند مشہور ہیں۔ تم ان کے برخوردار ہو کر خاندانی اعزاز قائم نہ رکھ سکو تو حیرت کی بات ہے پانڈو تمہارے بھائی کیسے دھرماتما ہیں ان کی اعلےٰ لیاقتوں کا دُنیا میں شہرہ ہو رہا ہے تم کو اُنہیں سے عداوت اُنہیں سے دشمنی۔ آپس کے نفاق سے خاندان نیست و نابود ہو جاتے ہیں باہمی اتفاق سے باریک سے باریک سُوت وہ رسی بنا دیتے ہیں جنکو بڑے بڑے ہاتھی بھی توڑ نہیں سکتے تم نفاق کی آگ بھڑکانا چاہتے ہو یہ تمہاری غلطی ہے اگر اتفاق سے رہو گے تو دنیا میں لیاقتوں کی تعریف ہوگی ایک زمانہ رُعب و داب کا قائل رہیگا بزرگوں کی مرضی کے خلاف چلنا سخت ادھرم ہے جس نے بڑوں کی بات نہ مانی اُس نے اپنی عزت کھو دی دیکھ لو میں ہی نہیں بھیشم پتامہ۔ درونا چارج۔ بدرجی کرپا چارج۔ سومدت۔ راجہ بالہیک۔ اسوتھاماں۔ سبھی سب کی رائے ہے کہ پانڈوؤں سے ملاپ کر لینا اچھا ہے۔ پرسرام جی اور سیت رشی تو کسی کے طرفدار نہیں ان کو تو کسی کی دھن دولت کا لالچ نہیں یہ بھی یہی نصیحت کرتے ہیں کہ لڑائی کا خیال چھوڑ دو۔ ہم لوگوں کا کام سمجھانا تھا ماننے نہ ماننے کا اختیار تم کو ہے ایسا نہ ہو کہ

آنچہ دانا کند کند ناداں   لیک بعد از خرابی بسیار

سب رشیوں نے تائید کلام کی اور باہمی اتفاق کے لئے زور دیا۔ بھیشم جی نے بھی یہی فہمائش کی درونا چارج نے تو بہا نتک سمجھایا کہ

لڑائی کے لئے برتا کس کا ہے ادھر ہم سب کیلئے بھیم سین اور ارجن کافی ہیں گانڈیو دھنش اور بجر کے سامنے ٹھیر سکے یہاں کس میں دم ہے راجہ دریودھن اب پانڈوؤں کی طرف سے دل صاف کر لو۔ بغض عناد بھاڑ میں ڈالو اگر ہٹ پر اڑے رہو گے تو سمجھ لو ہم سب کا خون تمہارے سر ہوگا اور راجہ دھرتراشٹ کی بڑھاپے میں اور کمر ٹوٹ جائے گی اس سے بہتر ہے کہ

دونوں فریق آپس میں گلے مل جاؤ۔ بھنگ پینا آسان ہوتا ہے مگر جب موجیں خبر لیتی ہیں تو پھر ہوش ٹھکانے ہو جاتے ہیں ؎

ادھیائے ۱۵

سری کرشن جی کی خدمت میں مغرور دریودھن کا گستاخانہ جواب

پہلے تو دریودھن منہ میں گھنگھنیاں بھرے سب کی باتیں سنا کیا کچھ نہ بولا۔ جب سری کرشن جی نے جواب مانگا تو آنکھیں لال پیلی کر کے بولا

آپ پیغام صلح لائے ہیں یا ہمارے منہ پر ہماری برائی کرنے کے لئے تکلیف کی ہے آپنے میری ہتک کیواسطے کوئی بات اُٹھا نہ رکھی۔ زبان سنبھال کر تقریر نہیں کرتے۔ بھیشم پتامہ۔ درونا چاریہ۔ بدر جی کو تو دیکھئے ہمارا ہی نمک کھائیں اور ہماری ہی ہجو کریں رشی لوگ بڑے دھرماتما بن کے چلے ہیں ان کے منہ میں بھی لگام نہیں۔ آپ بھی کی سی ہانک لگانے لگے۔ آپ بڑے منصف مزاج بنے ہیں ذرا فرمایئے کہ ہم نے کیا قصور کیا ؎

راجہ جدھشٹر کو ہم نے مار مار کر جوا نہیں کھلایا اُن کی مرضی تھی سلطنت۔ دولت۔ جورو سب ہار گئے۔ اس میں ہماری کیا خطا کیا ہم نے ان کو اپنی طرف دیکھ کر ساری جیتی ہوئی دولت واپس نہ کر دی تھی! پھر اُن کے سر پر جوئے کا بھوت کیوں سوار ہوا۔ ایک دفعہ کھو کر نہ سیکھے تو اُنہیں کی حماقت ؎

ہم نے ان کو بن میں نہیں دھکیلا۔ اُنہوں نے اپنی زبان کی پابندی کی تکلیفیں اُٹھائیں تو اپنی بیوقوفی سے۔ جب آپ بار بار یہی کہتے ہیں کہ اُن کو کوئی جیت نہیں سکتا۔ تو پھر وہ سلطنت ہارے تو اُنہیں کی غلطی۔ پانڈو چاہتے ہیں کہ گیدڑ بھبکیوں سے کام نکال لیں تو سے ایں خیال است و محال است و جنوں۔

ہم عزیزے دابوں سے دبنے والے نہیں آپ تو کشتریوں کی رگ رگ سے واقف ہیں بھلا کشتریوں کا یہ دھرم ہے کہ کسی کے سامنے مونچھیں نیچی کر لیں آپکو چاہیے جو خیال ہو میں تو دیوتاؤں میں بھی کسی کو نہیں جانتا۔ جو بھیشم۔ درونا چاریہ اور کرن وغیرہ کی چوٹ سہہ سکے ہمکو

موت سے خوف نہیں چھتری میدان جنگ میں جان دیگا تو اسکے واسطے سرگ موجود ہے پانڈووں
نے حمایتی راجے بُلائے ہیں تو کچھ پرواہ نہیں جبتک ہم لوگوں کے دم میں دم ہے پانڈووں کو کچھ
خاک نہیں مل سکتا آپ خود عقل سے سمجھئے کہ راج کے مالک ہم ہیں یا راجہ دھرتراشٹ پانڈو ہم
لوگوں کو ناحق ستاتے ہیں یہ کیوں نہیں کہتے کہ اپنے چچا کا راج چھیننے کے لئے ہم لوگوں کی آڑ لے
رکھی ہے جبتک ہمارے پتاجی سلامت ہیں کسی کو راج کا استحقاق نہیں اگر کچھ حق ہے تو یہ کہ رسویوں
میں جو کچھ موجود ہے کھائیں اور اطاعت کریں پس سردست تو پتاجی کی طرف سے ہم لوگ کارپرداز
ہیں کارپردازوں کو ملک و سلطنت بخشنے کا اختیار کہاں۔ مگر اتنی بدنامی ہو چکی تو راج ملنے پر بھی ہم
سے پانڈو سوئی کے ناکے کے برابر زمین کی اُمید نہ رکھیں۔ دریودھن کی گستاخانہ اور غرور آمیز
تقریر سنکر سری کرشن جی کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ آنکھیں خون آلودہ ہو گئیں جوش غضب سے فرمایا۔

دریودھن اسوقت کی بات یاد رکھنا کہے دیتا ہوں کہ بانوں پر تڑپتے ہو گے تم اپنے منہ سے
موت مانگ رہے ہو تو خواہش پوری ہوگی۔ خبردار ہو جاؤ لڑائی شدنی ہے پرلے کا نظارہ پیش نظر
ہوگا جوا کھیلنا جعلی فریب کرنا۔ سیدھے سادے پانڈووں کو کُملی ڈالکر لوٹنا۔ دروپدی پر
سر دربار بدعتیں کرنا یہ سب باتیں تیری نیکیاں ہی تو تھیں۔ پانڈووں ہی نے تمہیں زہر دیا۔
سانپ سے ڈسایا۔ دریا میں ڈبویا۔ لاکھ کے مندر میں جلانے کا فریب کھیلا۔ تمہاری طرف
سے کوئی بدسلوکی نہیں ہوئی۔ خیر گڑے مُردے اُکھاڑنے سے کیا مطلب۔ گذشتہ را صلواۃ۔
پانڈووں نے ہی بُرائی کی۔ تُنے جو کیا اچھا کیا۔ اب آدھا راج بانٹتے ہو کہ نہیں کہے دیتا ہوں کہ دُنیا
اُلٹ پلٹ ہو جائے گی ❊

دوشاسن۔ راجہ دریودھن جی۔ تم غلطی میں کیا پڑے ہو سب کے تیور دیکھو کیا کہہ رہے ہیں۔
بھاگو یہاں سے۔ مجھے ڈر ہے کہ قید نہ ہو جاؤ ❊

دریودھن بہانہ ڈھونڈھ رہا تھا۔ سب اہل دربار کی طرف گستاخانہ نظر ڈالکر وہاں سے
اُٹھ بھاگا اسکے بھائی اور رفیق راجے بھی پیچھے چلدیئے۔ بھیشم پتامہ نے دریودھن کی
نالائقیوں پر افسوس کیا۔ سری کرشن جی سب کی طرف مخاطب ہو کر بولے ❊

کہ ابھی تک خیریت ہے۔ دریودھن کو مخالفت سے باز رکھئے ورنہ آپ ہی سب کا نام بدنام ہوگا
راجہ دھرتراشٹ۔ لڑکا نالائق ہو جائے تو طرح دینے میں خرابیاں ہوئی ہیں آپکو لازم ہے کہ محبت
پیار۔ دباؤ سے۔ جس طرح ممکن ہو دریودھن کے مزاج کی اصلاح کیجئے ورنہ آپ کو اختیار ہے ❊

ادھیائے ۱۶

راجہ دریودھن کی حماقت آمیز کارروائیوں اور سری کرشن جی کی بدخواہیوں پر سری کرشن جی اور راجہ دھرتراشٹ کا عتاب۔ دریودھن کو بدرجی کی فہمائش

دریودھن راج سبھا سے جا چکا سب بزرگوں کی دلشکنی ہو چکی راجہ دھرتراشٹ کو تازہ کوفت پیدا ہوئی۔ بدرجی سے فرمایا کہ

رانی گاندھاری کو جلدی لاؤ۔ اب سر سے پانی گزرا جاتا ہے دریودھن کسی کی نہیں سنتا شاید انہیں کی کچھ نصیحت کارگر ہو۔

بدرجی فوراً اُلٹے پاؤں گئے مہارانی کو ساتھ لئے ہوئے اُنہیں پیروں آگئے راجہ دھرتراشٹ نے مہارانی گاندھاری سے فرمایا:۔

جان نکالنے سے نہیں نکلتی کیوں سر پھوڑوں۔ تمہارے کل کلنکی دریودھن کے سر کا بھوت نہیں اُترتا سا گشات بھگوان کرشن چندر نے خود سمجھایا مگر اُس نے اُن کی فہمائش کو بھی اس کان سے سنا اُس کان سے اُڑا دیا۔ مجھکو تو اندھا سمجھتا ہی ہے مگر اُسکو دُرونا چاریہ امرت پلاتے ہیں تو سمجھتا ہے کہ زہر دیتے ہیں۔ پرسرام جی اور نارد جی وغیرہ سب حیرت میں ہیں کہ اس کی عقل کو کیا ہو گیا نہ اُلٹی مانتا ہے نہ سیدھی۔ اگر تمہیں خاندان کی خیر و عافیت منظور ہے تو کمبخت کو سمجھاؤ کہ کیوں لاکھ کا گھر خاک کر رہا ہے ابھی کچھ نہیں بگڑا۔ سری کرشن جی یہیں ہیں۔ جسوقت وہ مایوس پھرے پھر کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گا۔ وہ گھمسان کی لڑائی ہوگی کہ خون کی ندیاں بہ جائینگی۔ تمہارے سب بیٹے سب بھائی بند سب راجے مہاراجے چٹنی ہو جائیں گے۔

مہارانی گاندھاری۔ سارا معاملہ آپ ہی کا بگاڑا ہوا ہے نہ آپ دریودھن کو اتنا سر چڑھاتے نہ اُس میں یہ خودی سماتی۔ آپ تو راج پاٹ دیکر ہاتھ جھاڑ بیٹھے مست کے ہاتھ میں تلوار دے کر پچھتانا کیا جیسا کیا ویسا بھگتو۔ میں اُس کی ماں ہوں۔ مگر مجھے

منظور نہ تھا کہ آپ اُسے مختارِ کُل کرتے۔
آپ کا بھی کچھ قصور نہیں۔ ایشور کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے اب پچھتاؤ فضول
ہے مگر میں دریودھن کو بلا کر سمجھاتی ہوں جب وہ آپ کی نہیں سنتا تو میری کب سُننے
لگا ہے خیر لچھن جھڑائے لیتی ہوں۔
رانی نے اشارہ کیا۔ بدر جی گئے۔ دریودھن کو حکم سُنایا۔ دریودھن جبراً و قہراً آیا اور
بولا کیا ارشاد ہے۔
رانی گاندھاری۔ بیٹا جتنی محبت تمہاری مجھ سے ہو سکتی ہے دوسرے کو ممکن نہیں۔ بیٹا بڈھا
بھی ہو جائے تو ماں کے سامنے وہی بچہ ہے جو دودھ پینے کے لئے گود میں مچلتا تھا۔
اب تم سمجھدار ہوئے سب اونچ نیچ سمجھنے لگے ایشر نے اس لائق کیا کہ تمہارے پتا جی
نے تمہیں راج پاٹ کا مالک کر دیا۔ تمہیں مناسب ہے کہ بڑوں کا کہنا مانو۔ بزرگوں کی رائے پر
چلو خود رائی اچھی نہیں۔ شکنی۔ دوشاسن اور کرن ابھی ناسمجھ ہیں۔ یہ کیا جانیں کہ حکومت کے
معاملات کیسے نازک ہیں۔ دُنیا میں کن نشیب و فراز سے سابقہ ہوتا ہے ان لوگوں کا کچھ نہ
بگڑے گا اگر نقصان ہوگا تو تمہارا دیکھو سری کرشن جی ساکشات بھگوان تم سے درخواست کرتے
ہیں۔ پرسرام اور نارد ایسے رشی مہرشی کی تم سے التجا ہے کہ پانڈوؤں سے میل کر لو میری بھی
سچے دل سے یہی آرزو ہے کہ تم اور راجہ یدھشٹر ایک دل ہو جاؤ۔ راجہ لوگ جب اِندریوں
کے لبس اور غرور کے قابو میں ہوئے تو راج پاٹ سب خاک میں مِل گیا۔
ایشور نے تمکو بہت کچھ دیا ہے تمہیں کسی بات کی کمی نہیں۔ آدھا راج بانٹ کر ملاپ
کر لو۔ پانڈو کبھی عداوت نہ کریں گے بلکہ تمہارا احسان مانینگے اگر دلوں میں گرہ پڑی رہی تو پھر
آفت سر پر سمجھو پانڈو سارا زعم دم بھر میں دماغ سے نکال دیں گے۔ دنیا بھر کا راج کیا۔ مرنے پر بھی
دو گز زمین چتے کیلئے نصیب نہ ہوگی۔ پانڈوؤں کے کارہائے دیکھتے جاتے ہو پھر بھی تمہاری آنکھیں
نہیں ہوتیں اب تک جتنا چاہا تم نے انہیں تنگ کر لیا اب وہ دھرم کی پھانسی سے چھوٹ گئے
وہ اگلی دلآزاریوں کا بدلہ نہ لیں تو آدھا راج لئے بغیر نہ رہینگے ابھی آدھے راج ہی پر سب باتوں
کا توڑ ہے کہیں ان کو بھی ضد چڑھی اور معاملے نے طول پکڑا تو مجھے ڈر ہے کہ

آدھی چھوڑ ساری کو دھاوے　　ایسا ڈوبے تھاہ نہ پاوے

کی کہاوت سچ نہ ہو سوچ لو تم نے ان پر کیا کیا دھتیں نہ کیں مگر انہوں نے اُف نہ کی۔ عداوت

کا خیال ہی دل میں نہ لائے جب گندھرب تم سب کو عورتوں سمیت قید کر چکے تھے تب اُنہیں نے بچایا کہ تمہارے شکنی اور دوشاسن نے۔ وہ تمہارے ساتھ نیکی کرتے ہیں تم احسانمندی کے عوض ناشکری کیا بلکہ چوری دشمنی کرتے ہو۔ یہ تمہیں زیبا نہیں۔ کرشن جی موجود ہیں اور نہ کچھ کہو یہی کہدو کہ

آپ کے کہنے پر عمل کیا جاتا ہے نیکی بدی۔ نفع نقصان کے آپ ذمہ وار۔

پھر پانڈوؤں کی طرف سے کچھ بات ہو تو بیشک جو تمہارے دل میں آئے اسوقت میرے کہنے سے غصہ تھوک ڈالو۔ عقل سے کام لو۔ چھوٹے بڑوں کا کہنا مانتے ہیں۔

دریودھن غصے سے آگ بگولا ہو رہا تھا۔ اُسکی آنکھوں سے چنگاریاں اُڑتی تھیں مہارانی گاندھاری کے محبت آمیز اور نصیحت خیز کلمے زہر معلوم ہوتے تھے لفظ لفظ کلیجے میں نشتر چبھوتا تھا اُس نے جب وہی رگڑا سُنا تو منہ پھیلائے تیوریاں چڑھائے اُٹھ کھڑا ہوا۔ مہارانی نے روکنا بھی چاہا مگر وہ کسی کی کب سُنتا تھا چل کھڑا ہوا مہارانی قسمت کو جھینکنے لگیں سر پیٹ لیا اور رو پڑیں کہ

بس اب بنا بنایا گھر مٹا۔ دریودھن یہ ہرا بھرا باغ اُجاڑ کر دم لیگا۔

دریودھن اپنی سبھا میں آیا تو شیطانی فوج پائی سب حواشی ایک آواز سے بولے کہ راجہ صاحب آپ بہت آتے جاتے ہیں کہیں دھرنہ لئے جائیے سری کرشن جی کا سانٹھ گانٹھ اور ملی بھگت ظاہر ہے جو ہے انہیں کی آواز کے ساتھ فٹ فٹ بولتا ہے ہماری آپ کی سی کوئی نہیں کہتا ہم کو یقین ہو گیا کہ اگر یہی لیل و نہار ہے تو قیدخانہ ہوگا اور آپ اوروں کا کیا ذکر خود آپ کے پتا راجہ دھرتراشٹ کی نیت خراب معلوم ہوتی ہے۔ وہ بھی جب بولتے ہیں تب اوکھی۔

دریودھن۔ پھر علاج۔ تدبیر؟

دوشاسن۔ کچھ نہیں۔ بُنیاد فساد اُڑا دیجئے جب اڈا نہ ہوگا تو مکھی کس پر بیٹھی گی۔

دریودھن۔ تو آخر منشا؟

شکنی۔ بس سری کرشن جی کو ہتھکڑی بیڑی پہنادیں اور بے فکر بیٹھیں پھر کس کا ڈر ہے کس سے دغدغہ؟

پانڈو انہیں کے بل پر کودتے ہیں جسوقت یہ قید میں پھنسے سب کے رُخ ڈھیلے ہو جائینگے

پھر بھیم ارجن وغیرہ کو مار لینا کون بڑی بات ہے سر نہ ہوگا تو دھڑ کیا کرے گا جڑ نہ ہوگی تو درخت کیا کھڑا رہے گا +

چنڈال چوکڑی نے یہ تجویز بہت پسند کی۔ حکمت عملیاں بھی شروع ہو گئیں مگر مثل مشہور ہے

دیوار ہم آغوشش دارد

سائے کے بھی کان ہوتے ہیں اتفاق سے سانگی جی کو بھی خبر لگ گئی۔ سو وڑے ہوئے کرت برما کے پاس پہنچے حکم دیا کہ

جھٹ پٹ ساری فوج ارد گرد کھڑی کرو۔ دیر نہ ہونے پائے کرت برما ادھر لپکا ادھر یہ جھپٹے ہوئے آئے اور سری کرشن جی سے عرض کی :۔

خواب خرگوش میں نہ رہئیے دریودھن وغیرہ آپ کی گرفتاری کی فکر کر رہے ہیں۔

(راجہ دھرتراشٹ اور بدرجی سے) ذرا سنئیے گا آپ کے راجہ دریودھن جی کپڑے میں آگ باندھتے اور شیر کو مکڑی کے جالے میں پھنسانا چاہتے ہیں بیوقوف اپنے کو سمجھا ہی کیا ہے کہیں اُلٹی منہ کی نہ کھائے +

سری کرشن جی۔ راجہ دھرتراشٹ تمہارے بیٹوں کی حالت پر مجھے رحم آتا ہے ان کی حماقتیں نہ جانے کیا کریں گی۔ احمق مجھے گرفتار کرنا چاہتے ہیں۔ اچھا جو اُن کی مرضی ہو دیکھوں تو کتنے ہیں۔ سچ کہتا ہوں۔ اگر نگاہ بھر کر دیکھ لوں تو دریودھن۔ دوشاسن۔ شکنی۔ کرن چاروں جل کر خاک ہو جائیں مگر مجھے کسی سے عداوت نہیں۔ بیر نہیں۔ ورنہ ابھی ان مغروروں کی مشکیں کسے ہوئے پانڈوؤں کے پاس پکڑ لے جاتا۔ اچھا میں بیٹھا ہوں۔ دیکھوں کس کس میں کتنی کتنی طاقت ہے +

راجہ دھرتراشٹ کو دریودھن کی نالائقی پر غصہ آیا۔ بدرجی سے بولے کہ :۔

بلاؤ نالائق کو +

بدرجی گئے راجہ دھرتراشٹ کا ارشاد سُنایا دوشاسن وغیرہ بہت سے کورو دریودھن کو حلقے میں لے کر پہنچے۔ راجہ دھرتراشٹ نے کہا :۔

او بیوقوف۔ بے عقل دریودھن تجھے کیا ہو گیا ہے تُو اور تیرے حواشی بھگوان سری کرشن چندر کو قید کرنیکی فکر میں ہیں کیوں شامت سوار ہے جسکی طرف راجہ اندر آنکھ نہیں اُٹھا سکتے۔ اُسکی شان میں گستاخیاں اُن سے بیوجہ دشمنی مجھے ڈر ہے کہ اُن کی آتش غضب

ایک ایک کو پھونک نہ ڈالے ❖

بدرجی ۔ راجکمار راجہ دریودھن ۔ بدھ بندر نے پتھر برسائے ۔ بہت کچھ زور آزمائی کی مگر سریکرشن جی نے مسل کے سامنے رکھ دیا یز کا سرکی سی طاقتیں آج کس کوروں میں ہیں راجاؤں کو ۲۱ ہزار راجکماریاں قید مصیبت میں ڈال رکھی تھیں ۔ جسوقت کرشن جی سے چھیڑ چھاڑ کی مارا گیا ۔ سب راجکماریوں کو محبس سے نجات دی ❖

نرموگن نگر کے چھ ہزار مہادوتوں نے سری کرشن جی کا کیا بنا لیا یہی ہوا کہ مارے گئے ۔ بچپن میں توپوتنا ۔ گھاسر ۔ بکاسر کی معلوم ہے کہ کیا درگت ہوئی ۔ کیشی ۔ بکھ ۔ چوڑ اور کنس ونت بششپال ۔ باناسر ۔ الیوں کی حالت سب جانتے ہیں ۔ کیسی مٹی خراب ہوئی اگن دیوتا کی اُنہوں نے کورنہ دبا دی ۔ راجہ اِندر کا سر نیچا ۔ مدھو کیٹبھ ۔ ہرناکشش رادن کمبھ کرن ۔ کھر دوکھن ایسے زبردست اور کال کو جیتنے والے راچھس انہیں کی تیغ غضب کی نذر ہوئے پھر بھلا کوروں میں کس کی مجال ہے کہ انکی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی دیکھ سکے ❖

ادھیائے ۱۷

راجہ دھرتراشٹر کے دربار میں سریکرشن جی کی اعجاز نمائی و اظہار قدرت

دریودھن بدرجی کی تقریر ابھی سُن ہی رہا تھا کہ سری کرشن جی بول اُٹھے

راجہ دریودھن تم مجھے سمجھتے ہو کہ بیک جنی ودو گوش ہوں ابھی کہو تو تمہاری آنکھیں کھول دُوں تمام مہاتمارشی منی ۔ اندمعک قبسی ۔ پانڈو ۔ ۱۲ سورج ۔ ۱۱ رُدر ۔ مہادیوجی ۔ سوام کارتک ۸ بسو اشونی کمار ۔ تمام رشی اُسیوقت آنکھوں کے سامنے موجود ہو جائیں یہ فرما کر ایک قہقہہ لگایا تو عجیب ہی اعجاز قدرت نظر آیا ۔ جسم اقدس سے لاکھوں بجلیاں چمکنے لگیں ۔ مہادیو ۔ اندر ۔ جم ۔ کوبیر ۔ برن ۔ ۸ بسو ۱۱ رُدر ۔ سپت رشی ۔ سورج ۔ چاند ۔ گندھرب کنہر روئیں روئیں میں جلوۂ انوار دکھانے لگے ۔ پیشانی سے برہما ۔ سینے سے مہادیو ۔ بازوؤں سے لوکپال دلینی اندر ۔ برن ۔ جم ۔ کوبیر ا منہ سے اگنی کا ظہور ہوا ۔ ادیتہ سادہ ۔ بسو ۔ اشونی کمار ۔ بسوئے دیوتا ۔ جلکش ۔ گندھرب کنہر عضو عضو سے نمایاں ہو گئے ❖

ارجن دائیں طرف ۔ سری بلدیو جی بائیں طرف کھڑے ہو گئے اُن کے ہاتھ میں گانڈیو دھنش تھا۔ اُن کے ہاتھ میں ہل ۔ موسل ۔ پیٹھ سے جدھشٹر بھیم سین نکل ۔ سہدیو ۔ پردمن ۔ اندھک منبی اور برشن بنسی ظاہر ہو گئے ۔ سنکھ ۔ چکر ۔ گدا پدم نے اپنی رونق دکھائی اسوقت سری کرشن جی کے جمال عالم افروز پر نظر نہ ٹھیرتی تھی ہزاروں بازؤوں سے پیکر نور کا وہ رعب و داب تھا کہ حاضرین محفل کو تاب نظارہ نہ رہی سب آنکھیں بند کئے ہوئے سکتے کے عالم میں کھڑے ہو گئے ۔ رشیوں مُنیوں اور بھیشم پتامہ وغیرہ کی تو آنکھیں کھُلی ہوئی تھیں ۔ راجہ دھرتراشٹ اندھے تھے اُن کی آنکھوں میں نور آگیا وہ جلوۂ انوار کو دیکھ کر ڈنڈوت کرنے لگے ۔ دریودھن وغیرہ کی روح قبض ہو گئی مارے ڈر کے اُٹھ بھاگے ۔ راجہ دھرتراشٹ نے بڑے ادب سے استت کی ۔ تسلیم کیا کہ واقعی یہی ذات مقدس ۔ خلاق عالم اور معبود حقیقی ہے میں خاکِ قدم سے بھی بدتر ہوں ۔ مگر ان کی نظرِ عاطفت کا کہانتک شکریہ ہو جو زندگی بھر آنکھوں کا محتاج رہا ۔ اُسے بے شمار آنکھیں عطا فرماویں ۔ مگر جن آنکھوں سے آپ کو دیکھ چکا ۔ اُن آنکھوں سے اور کسی کو دیکھنا منظور نہیں یہ آنکھیں واپس لے لیجئے ۔

سری کرشن جی نے وہ آنکھیں رہنے دیں اور آنکھیں غائب کر لیں تمام لوگ اس اعجاز قدرت اور کرشمۂ وحدت وکثرت سے حیران ہو رہے تھے کہ دفعتہً سری کرشن جی نے وہ جلوۂ قدرت نظروں سے غائب کر دیا پھر وہی کرشن چندر نظر آنے لگے جو راجہ جدھشٹر کا پیغام لائے تھے ۔ سری کرشن جی نے راجہ دھرتراشٹ سے رُخصت مانگی ۔ راجہ دھرتراشٹ نے دست بستہ گزارش کی کہ

مہاراج آپ سے کوئی بات پوشیدہ نہیں رہی میں سچے دل سے چاہتا ہوں کہ پانڈوؤں کو راج مل جائے سب بھائی اتفاق کریں مگر بڑھاپے نے مجبور کر رکھا ہے میں خود ڈرتا رہتا ہوں کہ کسی وقت یہ سب شریر النفس ۔ ننگ خاندان مجھ ہی کو قید میں نہ ڈال دیں ۔

سری کرشن جی ۔ میں تمام اہل دربار سے اپنا فرض ادا کر چکا ۔ آج سے میں بری الذمہ اب جاتا ہوں ۔ راجہ جدھشٹر سے آپ کی معذوری اور دریودھن کی شر انگیزی کا ذکر کروں گا ۔ پھر جو کچھ مصلحت ہو گی وہ کی جائیگی مگر میں افسوس کرتا ہوں کہ کورو خاندان کا ستارہ برج زوال میں آگیا ۔

یہ فرما کر سری کرشن جی رتھ پر سوار ہوئے اور مہارانی کُنتی کی قدم بوسی کا عزم کیا ۔

ادھیائے ۱۸

سری کرشن جی کی مہارانی کُنتی کی قدم بوسی۔ کُنتی جی کی پانڈوؤں کو حصول تخت کے لئے جنگ وجدل کی تحریک بھیشم پتامہ وغیرہ کی دریودھن کو نصیحت

سری کرشن جی مہارانی کُنتی کی خدمت میں گئے یعنی راجہ دھرتراشٹ کی معذرتی اور دریودھن کے زعم فاسد وحماقت بیجا کی ساری سرگزشت سُناکر پوچھا کہ

آپ کا کچھ پیغام ہے جو فرمایئے پانڈوؤں سے کہدوں *

مہارانی کُنتی۔ بس یہی کہ حد ہو چکی اب طرح دہی فضول ہے بلا سے لڑائی میں جان چلی جائے مگر کوروؤں کی ہڈیاں ایک دفعہ ضرور چور چور کئے بغیر نہ رہیں اگر طاقت نہ ہو لیاقت نہ ہو تب تو دبے دبکے بیٹھے رہیں جب ہاتھ پاؤں میں جان ہے تو پھر دبنے کی کیا وجہ ہے ہتھیار اُٹھائیں اور راج چھین لیں کسی کے سامنے گنگیانے کی کیا ضرورت ہے مانگے جانچے تو وہ جس کے ناخن گر گئے ہوں ارجن کیلئے آکاش بانی ہے کہ یہ دُنیا کے سرکشوں کا سر کچلیگا تمام تاجداران عالم اسکے تیروں کا لوہا مانینگے جب یہ ہے تو پھر دبک کیا۔ جھجک کیسی۔ خم ٹھونکیں اور اکھاڑے میں اُتریں *

آپ مدد کو موجود ہی ہیں آپ جسکی طرف ہوں اُسکو کون جیت سکتا ہے پس میرا پیغام اور کچھ نہیں وہ راج کی فکر کریں اور میری آنکھوں کو شربت دیدار پلائیں *

بھیشم پتامہ اور درونا چاریہ وہاں پر موجود تھے اُنہوں نے کُنتی مہارانی کی تقریر سُنکر دریودھن سے کہا کہ معاملہ نازک ہے بہتر ہے کہ صلح کرلو۔ براٹ نگر میں اکیلے ارجن نے ہم سب کو ڈھیر کر دیا تھا کسی کے بنائے کچھ نہ بنتی تھی اب ہم بھی وہی ہیں اور ارجن بھی وہی۔ اس پر سری کرشن جی کی حمایت کا طرہ۔ پھر بھلا پانڈوؤں سے سربر ہونے کی کون اُمید ہے ہم لوگ بہت دنوں لڑ بھڑ چکے۔ بڑھاپے میں منہ پر سیاہی لگنا باقی رہ گئی تھی اسکے لئے تمنے سامان کر دئے ہم لوگوں کو حیرت ہے کہ اُس لائق وفائق ارجن سے کیونکر لڑ سکینگے جو ہم لوگوں کی تم سے ہزار درجہ زیادہ

عزت کرتا اور بزرگی تسلیم کرتا ہے معلوم ہوگیا کہ تم ہم لوگوں کی جان کے پیچھے پڑ گئے ہو لاکھوں آدمیوں کا خون مفت ہوگا۔ اور ہاتھ جنبھنی بھی نہ آئیگی ؛

ادھیائے ۱۹

سری کرشن جی کی کرن کو تحریک جوش خون۔ کرن کا دریودھن کی ترک رفاقت سے انکار

جسوقت مہاراج کرشن چندر ہستناپور سے چلے تمام کوروؤں کو رخصت کردیا۔ صرف کرن کو زانو پر بٹھالیا۔ اور بہت سی فہمائش کیں راجہ دھرتراشٹ نے سنجے سے دریافت کیا کہ کرن کو ساتھ لے جانے سے سری کرشن جی کی کیا غرض تھی؟!

سنجے۔ آپ جانئے اُن سے بڑھ کر عقل کس میں ہے اُنہوں نے مصلحتاً کرن کو ساتھ لے لیا جو کچھ گفتگو ہوئی وہ حرف بحرف نہ سہی تو کم و بیش مجھے معلوم ہے۔ آپ اُس سے نتیجہ نکال لیں سری کرشن جی نے کرن سے فرمایا ؛

تم مہارانی کنتی کے فرزند اکبر ہو جب کنتی کنواری تھیں تب سورج بھگوان کی فیض نظر سے تمہارا جنم ہوا تمہارے بعد پانچوں پانڈو عالم وجود میں آئے بس تمہارے بڑے بھائی ہونے میں کس کو شک ہوسکتا ہے تم پانڈوؤں کے بزرگ ہو چلو میں تمہیں لے چلوں۔ جدھشٹر کو فخر ہوگا کہ ان کے بڑے بھائی نے درشن دئے وہ ہر وقت خدمتگاری کرینگے نگاہ دیکھتے رہینگے راج سنگھاسن پر بٹھائینگے رانی دروپدی شریک جلوت و خلوت رہیگی ان کے مددگار راجے تمہارے سامنے سر ادب خم کرینگے بھیم سین وارجن وغیرہ کو پاؤں دبانے تک سے عذر نہ ہوگا اگر تم چلو تو میں پہنچتے ہی راج سنگھاسن پر بٹھادوں ؛

کرن۔ آپکی بندہ نوازی عنایت کا شکریہ۔ مگر دیکھئے تو وہ رشتہ کہاں رہا۔ ماتا کنتی نے سورج بھگوان کے اشارے مجھے دریا میں پھینکدیا وہ مجھ سے ہاتھ دھوچکیں میرے ماں باپ تو وہی سوت ہیں جنہوں نے دریائے موت سے نکالکر جان بچائی۔ پالا۔ پرورش کی سوت کی استری بانجھ تھی اُسے معلوم ہی نہ تھا کہ لڑکا کسے کہتے ہیں مگر میری صورت دیکھتے ہی جوشش مادری سے دودھ اُتر آیا پھر جو کچھ گوہ موت کیا وہ اسی نے۔ وہ میری ماں نہیں تو اور کون میرا فرض ہے کہ اپنے دھرم کے

اماں باپ کی خدمتگذاری سے گھڑی بھر غافل نہ ہوں۔ مجھے جو سُوت پتر کہلانے سے فخر حاصل ہو رہا ہے وہ کُنتی پُتر کہلائے جانے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ ایشور کی کرپا سے میری کئی شادیاں ہوئیں بیٹے بھی موجود ہیں پوتوں سے بھی گھر کی رونق ہے اگر کُنتی جی میری ماتا ہوتیں تو آتما کی آنچ اور کلیجے کی ممتا کبھی دریا میں ڈُبونے کی روادار نہ ہوتی آپنے اُس وقت یہ بات چھیڑی جب میں دریودھن سے قول ہار چکا اب میں زبان کی پابندی نہ کروں تو زندگی پر دُھر ہے آپکے اقبال سے مجھے دولت و سلطنت کی پرواہ نہیں کوردوں کا سارا راج میری ہی مٹھی میں ہے۔ مالک ہوں سفید کروں یا سیاہ بہت سے ملک فتح کر کے دریودھن کی نذر کر دیئے ہزاروں راجے مہاراجے قدموں پر سر جھکانا اپنا فخر سمجھتے ہیں کسی بات کی کمی نہیں ایسی حالت میں دریودھن کی رفاقت سے منہ موڑنا ادھرم ہے مجھے ایسی بیوفائی اور دغابازی پسند نہیں ۔

ارجن کو مجھ سے خاص دشمنی ہے میری ہی عداوت سے اُسنے سُرگ میں شستر ودیا سیکھی مہادیوجی سے مقابلہ کیا میں نے بھی اُسکے زیر کرنے کیلئے بہت پاپڑ بیلے تمام دُنیا جان گئی کہ ایک روز ارجن اور کرن زخم بُھو نکینگے۔ سب کو دونو کے جوہر مردمی دیکھنے کا اشتیاق ہے اس ملئے میں ارجن سے میل کر کے دُنیا کو کیا منہ دکھاؤنگا۔ سب سمجھینگے کہ کرن دبک گیا۔ آپ تو سب ویدوں اور شاستروں کے ماہر بلکہ صاف تو یہ ہے کہ مصنف بھی ہیں آپ ہی فرمایئے کہ دریودھن کو بلا میں پھنسا کر خود حریف سے میل جول کرنے کا اشارہ کس قانون اخلاق میں لکھا ہے آپ کی قدرت کا جہاں اندازہ نہیں وہاں ارجن کی بھی طاقت کا کوئی جواب نہیں دیسکتا۔ بیشک وہ لاکھوں پر بھاری ہے مگر مہاراج خواہ کچھ ہی ہو ایک مرتبہ چھٹی کا دودھ یاد نہ کرادوں تو کرن نام نہیں یہ بات اور ہے کہ میں نشانۂ تیر اجل ہوں یا وہ۔ لیکن میں مروں گا بھی آپ اور ارجن کے مقابلے میں نام کر کے سُرخرو ہو کر پانڈوؤں کا سر نیچا کر کے۔ زمانہ کو جوہر شجاعت دکھا کر ۔

راجہ جدھشٹر کو مطلق خبر نہیں کہ اُنکا بڑا بھائی ہوں یا دشمن اُن کو یہی خیال ہے کہ کرن دشمن جانی ہے بڑا بھائی نہیں یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے آپکو میری قسم اس راز کو کبھی زبان پر نہ لایئے گا اگر آپنے بھید کھولدیا تو میرے واسطے بڑی خرابی ہوگی راجہ جدھشٹر دھرماتما ہے بڑا بھائی سمجھ کر ہتھیار ڈال دیگا اور میں خونریز جگیہ کے پھل سے محروم رہ جاؤنگا۔ میں بیوقوف نہیں مجھے سب معلوم ہے کہ کیا شدنی ہے۔ ارجن کی جے ہوگی اور ہم سب باری باری مارے جائینگے بچینگے صرف آپ۔ پانڈو اور ساتکی جی۔ بھیشم پتامہ سے سری گنیشائنمہ

ہو گی۔ درونا چارج کا دوسرا نمبر ہو گا۔ ارجن کے ہاتھ سے میری موت ہے بھیم سین دوشاسن کا خون چوس کر دریودھن کی ران توڑے گا دیکھ لیجئے گا یہی سب باتیں ہو نگی مگر میں ہاتھ جوڑتا ہوں کہ اس گفتگو کو اپنے ہی تک رکھئے گا۔ میں نے آپکی بات نہ مانی۔ ضرور قصوروار ہوں صاف جواب دیکر گستاخی کی میں معافی مانگتا ہوں۔ آپ تو عالم الغیب ہیں ماضی حال مستقبل کی کونسی بات آپ کے چشم خیال سے پوشیدہ ہے ذرا فرمایئے روئے زمین کی سرنوشت میں بربادی نہیں لکھی ہے کیا میں دریودھن۔ دوشاسن اور شکنی چاروں کی قسمت میں دُنیا کی تباہی کا کلنک نہیں +

کروکشیتر کی سرزمین کو پرسرام جی نے ۲۱ مرتبہ خون سے سیراب کیا اب وہ پھر پیاسی ہے اگر وہاں خون کی ندیاں نہ بہیں گی تو بے زبان زمین کی پیاس کیونکر بجھے گی تمام پنڈتوں۔ تمام تجربہ کاروں کو یقین ہے کہ دریودھن کے دن پورے ہو گئے بدشگونیاں بھی کوروُں کو پیغام موت سُنا رہی ہیں ہرنوں کی قطاروں کی بائیں طرف دوڑ دھوپ۔ گھوڑوں کے تعاقب میں چیل۔ بگلوں کی پرواز۔ آسمان سے خون اور گوشت کی بارش بھی خبر دیتی ہے کہ کورو مٹے اور راجہ جدھشٹر کا اوج اقبال ہوا ایک اپنا خواب سُناتا ہوں سُنئے +

سوتے سوتے کیا دیکھتا ہوں کہ سفید ہاتھی پر زرکار جھول پڑی ہے۔ جواہر نگار عماری پر آپ اور ارجن رونق افروز ہیں۔ قریب ہی ہڈیوں کا ایک انبار لگا ہوا ہے۔ جس پر راجہ جدھشٹر سونے کے تھال میں کھیر اور گھی بڑے مزے سے نوش جان کر رہے ہیں +

جونہیں آنکھ کھُلی میں سمجھ گیا کہ خواب نہیں راجہ جدھشٹر کی فتح اور ترقی اقبال کے واسطے الہام ہے ان باتوں سے آپ میرا خیال سمجھ سکتے ہیں کہ کیا ہے میں ہونی پر نظر کر رہا ہوں جانتا ہوں کہ دنیا بہادروں سے خالی ہونیوالی ہے پس ہونہار کو ٹالنا میرے اختیار میں کہاں سب کو اپنی قسمت پر چھوڑ دیجئے +

ادھیائے ۲۰

مہارانی کنتی اور کرن کی گفتگو۔ ادھر سے پانڈوؤں کی حمایت کا اصرار۔ اُدھر سے انکار

سری کرشن جی کی روانگی کے بعد بدُرجی کنتی مہارانی کی خدمت میں گئے سری کرشن جی اور دریودھن وغیرہ کی ساری گفتگو سنائی۔ ماتا کنتی نے کرن کی پیدائش اور تجہتی کا ذکر چھیڑا ہی تھا کہ کرن آموجود ہوا اور عرض کی کہ

مہارانی کنتی جی۔ رادھا کا بیٹا اور رتھی کے کلیجے کا ٹکڑا حاضر ہے کرن آپکو ڈنڈوت کرتا ہے آپ ارشاد فرمائیے آج تشریف کہاں۔ آپ کو تو میں نے آپ کے رنواس کے سوا اور کسی جگہ نہیں دیکھا۔ جو کچھ کام ہو بے تکلف ارشاد فرمائیے ۔

کنتی ۔ پیارے کرن تم نے اپنے کو سوت پتر کیسے کہا تم میرے کلیجے کے ٹکڑے ہو سورج کی مایا سے کچھ ایسے معاملات پیش ہوئے کہ تم مجھ کو اب نہیں پہچان سکتے تم پانچوں پانڈوؤں سے بڑے ہو بڑا بھائی باپ کے برابر ہوتا ہے مگر افسوس کہ تم مغالطے سے اُنہیں بھائیوں سے عداوت کے برتاؤ کرتے ہو جو تمہاری بزرگی معلوم ہونے پر پاؤں دھوون کو اپنے لئے امرت سمجھیں جو سگے بھائی خدمتگزاری کیلئے موجود۔ اطاعت کو حاضر۔ اُن سے عداوت اور دریودھن سے محبت۔ یہ عجب الٹی اُلٹی سی ہے یا تو تم راج کے مالک بنو یا جدھشٹر کے میل میل سے راج کرو بات ایک ہی ہے۔ مگر اپنے بھائیوں کے دشمنوں کا ساتھ دینا جوشِ خون کے خلاف ہے تم سے کون بات چھپی ہے راجہ جدھشٹر کا سارا راج پاٹ دریودھن نے چھین لیا پانڈوؤں نے سانس نہلی۔ تم بڑے بھائی تھے۔ بڑے بھائی کی بزرگی ایسی نہیں جو حاضر و غائب نظر انداز ہو سکے کو وہ ابتک بچ رہے تو سمجھو کہ تمہارا ہی لحاظ تھا۔ لحاظ سے یہ مطلب نہیں کہ وہ تمہیں اپنا بزرگ سمجھتے تھے بلکہ بزرگوں کا اقبال ہی ایسا ہوتا ہے جس سے چھوٹوں کو خود بخود ادب ملحوظ ہوتا ہے تم جانتے ہو کہ دوشاسن وغیرہ نے سانٹھ گانٹھ کرکے پانڈوؤں سے راج پاٹ چھین لیا جو اُن کو تکلیفیں اُٹھانا پڑیں وہ خیال کرتے ہوئے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تم بھی دریودھن وغیرہ کے کہنے میں آ گئے۔ اپنے سگے بھائیوں سے دشمنی پرائے پیٹ کے خودغرضوں سے دوستی کرنا تم ایسے سورج کمار اور کنتی پتر کو زیبا نہیں ۔

کنتی یہ باتیں ہی کر رہی تھی کہ آکاش سے ایک آواز سُنائی دی ۔

کرن ۔ کنتی کی بات نہ ٹالنا انہیں کی فرمانبرداری در رضا جوئی سے تمہارا بھلا ہے ۔

کرن سورج کی آکاش بانی سُننے پر بھی اپنے مستقل ارادوں سے نہ پھرا وہ بولا

اے کشتری رانی پانڈو کل کی سرتاج۔ آپنے جو کچھ فرمایا۔ سب خلاف ہے تم نے لڑکپن

ہیں جو کچھ کیا۔ اُسے میں کیا جانوں اُسکا لُطف یا تو سورج دیوتا نے اُٹھایا ہوگا یا آپ نے میں تو
اُس دُکھ کو جانتا ہوں جو آپ نے دریا میں ڈبو کر مجھ کو دیا تھا اگر آپ میری ماں ہوتیں تو کبھی
ایسی بیرحمی نہ فرماتیں جو اپنے بچے کے ساتھ ناگن بھی گوارا نہیں کرتی اب تک آپ نے یہ
بھید مخفی رکھا اب آپ ڈھنڈورا پیٹنا چاہتی ہیں۔ یہ بعد از وقت ہے میں اب دریودھن
کی رفاقت نہیں چھوڑ سکتا جبتک زندہ ہوں اسی کی جان نثاری کروں گا۔ جب لڑائی
کی ٹھن گئی تو ایسے بھگڑوں میں آکر ایک غریب کا گلا کٹوانا میں اپنے جیتے جی پسند نہیں
اگر اب میں پانڈووں کی طرف ہو جاؤں تو زمانہ ہنسیگا۔ تھو کے گا کہ پانڈووں کو
زبردست جانکر دریودھن کی رفاقت چھوڑ دی۔ میں ضرور لڑونگا مگر یہ وعدہ کرتا ہوں کہ
جدھشٹر۔ بھیم سین۔ نکل۔ سہدیو پر میری ذات سے آنچ نہ آئے گی۔ رہ گیا ارجن اُس سے
اور مجھ سے مقابلہ ضرور ہوگا۔ خواہ وہ مجھے مارے یا میں اُسے بہر حال آپ کو پانچ بیٹوں
سے مطلب ہے میں مارا گیا تب بھی آپ کے پانچوں کے پانچوں کلیجے کو سکھ دیں ارجن کو
موت آئی تو بھی آپکے پانچ بیٹے کہیں گئے ہیں۔ چار پانڈو ہوں گے اور ایک میں +

ادھیائے ۲۱
سری کرشن جی کی پانڈووں سے مُلاقات
صلح سے مایوسی۔ تیاری جنگ

سری کرشن جی براٹ نگر میں پہنچے پانڈووں سے ملے ساری گفتگو بیان کی اور کہا کہ
راجہ دریودھن کے سر پر موت سوار ہے اُس نے گیارہ اکشونی دل اکٹھے کئے ہیں اُس کو
راج کا غرور ہے پس عجلت کرو کہ سر نیچا کیا جاوے +

راجہ جدھشٹر نے بھائیوں کو حکمدیا کہ ساتوں اکشونیاں تیار رہیں جسوقت اشارہ
ہو اُسی وقت کوچ کریں +

ان ساتوں اکشونیوں کے سپہ سالار حسب ذیل مقرر ہوئے +

راجہ دروپد۔ راجہ براٹ۔ دھرشٹ دمن سکھنڈی۔ ساتکی چیکتان بھیم سین
اب یہ بات چھڑی کہ سپہ سالار اعظم کون ہو جو بھیشم ایسے سور بیر سے ٹکرا سکے۔ سب

اپنی اپنی رائے دینے لگے ۔ سہدیو بولا

راجہ براٹ سے بڑھکر ہمارا ہمدرد کوئی نہیں ۔ نہ اُن کے مقابلے کا کوئی راجہ ہے ۔

نکل ۔ میری رائے ناقص میں یہ اعزاز مہاراجہ درو پد کو ملنا چاہئے ۔ اُن کا راج بھی پُشت ہا پُشت سے واجب التعظیم ہے زمانہ دیدہ بھی ہیں اور بھیشم پتامہ کے تیروں کا منہ اُن کے سامنے نہ ہو سکے گا جو بان آئے گا ادب و لحاظ کو ملحوظ رکھے گا ۔

ارجن ۔ میری رائے میں بزرگوں کو تکلیف دینا مناسب نہیں ۔ دھرشٹ دمن سے زیادہ موزوں میری نظر میں کوئی نہیں یہی وہ ذات ہے جو درونا چارج ایسے سورمیروں کو خاک پر سُلائے گی ۔ اُن کو قالب انسانی اسی واسطے ملا ہے کہ اپنے بازوں سے درونا چاریہ کی ہیکڑی گرد برد کردے ۔

بھیم سین ۔ مَیں کسی کی رائے سے مخالفت نہیں کرتا مگر مناسب سمجھتا ہوں کہ سکھنڈی کو یہ اعزاز حاصل ہو ۔ وجہ یہ کہ بھیشم پتامہ کوروؤں کے ڈرہ ہیں ان کی موت سکھنڈی ہی کے ہاتھ سے ممکن ہے ۔

راجہ جدھشٹر ۔ جتنے منہ اُتنی باتیں ہیں مَیں کچھ فیصلہ نہیں کرسکتا ۔ میں اس جھنجھٹ کو سری کرشن جی کی رائے پر چھوڑتا ہوں جو وہ کہیں وہ پتھر کی لیک ۔

سری کرشن جی ۔ میں سب کی تقریر سُن چکا اب شام ہوگئی سندھیا وغیرہ کا وقت ہے رات بھر کے لئے یہ بکھیڑا موقوف رکھو جب سویرا ہوگا دیکھا جائیگا تم کچھ فکر نہ کرو راج تمہیں ملیگا ۔ تمہارے بھائی صحیح وسلامت رہینگے دریودھن مع فوج قتل ہوگا دیکھنا ۔ اور راجہ درو پد دھرشٹ دمن ۔ بھیم سین ۔ ارجن کے سامنے کون ٹک سکتا ہے مگر عجلت کیا ہے رات بھر آرام کرو ۔

سب کو دلجمعی ہوگئی ہر ایک نے سندھیا وغیرہ سے فراغت حاصل کرکے تھوڑی دیر اِدھر اُدھر کی باتیں کیں پھر مائل استراحت ہوئے ۔

اودھیائے ۲۲

کوروکشیتر میں پانڈوؤں اور کوروؤں کی اٹھارہ اکشونی فوج کا اِجتماع

صبح ہوئی آفتاب کی شعاعیں تیغ آبدار کی طرح چمکنے لگیں۔ شری کرشن جی کے مشورے سے پانڈوؤں نے فوج کو آراستہ ہونے کا حکم دیا۔ اہل لشکر پہلے ہی لیس تھے حکم پاتے ہی میدان کروکشیتر کی طرف فوج روانہ ہوئی ؎

رتھوں اور گاڑیوں کا تانتا لگ گیا ہزاروں فوجی نشان ہوا میں اُڑتے ہوئے نظر آئے آگے پیچھے۔ دائیں بائیں دلاوران جنگ آ رہا تھے بیچ میں راجہ جدھشٹر کا رتھ۔ رتھ بھی کون۔ سورج کے رتھ کی طرح زرق برق۔ بار برداری کے جانوروں اور چھکڑوں کا شمار نہ تھا توپخانہ ساتھ۔ گولہ بارود کی افراط۔ زرہ جوشن۔ بکتر۔ چلتے۔ خود۔ چار آئینے بکثرت تیر و کمان۔ برچھے۔ بھالے۔ ڈھال۔ تلوار۔ گدا۔ مگدر بیحد۔ فوج سات اکشونی ہمراہ تاجداران موافق ہمرکاب ؎

جب کروکشیتر میں پہنچے۔ صاف ستھری زمین پر لاکھوں ڈیرے۔ خیمے۔ شامیانے نمگیرے کھڑے ہو گئے کوسوں تک تل رکھنے کو جگہ نہ رہی اسباب رسد اور سامان جنگ سب ڈھیر ہو گئے پانڈوؤں کا لشکر غربی حصے میں فراہم ہوا جہاں سرد پانی کے چشمے کروڑہا ذیروحوں کی آسائش کے لئے قدرت کی طرف سے موجود تھے دریودھن بھی مقابلے کے لئے مشرقی حصے میں جا ڈٹا مگر دماغ عقل سے خالی تھا۔ اُس جگہ پڑاؤ ڈالا جہاں پانی کھاری اور بدمزہ تھا ؎

فریقین نے اپنی اپنی حفاظت کے لئے خندقیں کھدوائیں پشتے باندھے۔ مورچے قائم کئے دریودھن جب خیمۂ زرکار میں تخت جواہر نگار پر رونق افروز ہوا۔ تمام اہل خاندان ارکان دولت۔ سرداران لشکر اور راجگان عالیشان صف بصف آ بیٹھے۔ دریودھن سب کو صلاح جنگ سے آراستہ دیکھ کر ازحد خوش ہوا اور بھیشم پتامہ جی سے بولا اس وقت بزرگوں میں آپ ہی ہیں۔ آپ ہی کا سایہ ہمارے لئے مبارک ہے آپ ہی کے برتے پر پانڈوؤں سے جنگ آزمائی کی ٹھانی ہے بس شری گنیشا ئنمہ کیجئے اور مقدمۃ الجیش بنکر جو حکم فرمایئے اُسکی سب تعمیل کریں ؎

سب راجاؤں نے بھی دریودھن کے الفاظ دہرائے جن پر بھیشم پتامہ جی نے رضامندی ظاہر کی۔ اُٹھے غسل کیا۔ پوشاک بدلی۔ ہتھیار سجے اور دریودھن کے خیمے میں تشریف لائے تو ہر طرف سے جے بھیشم پتامہ کی صدا بلند ہوئی جو تھا یہی کہتا تھا کہ بھلا ان سے مقابلہ کرے

کس کی مجال ہے واقعی گیارھوں اکشوہنیوں کی افسری کا اگر کوئی مستحق ہے تو یہی دلاور بھیشم پتامہ۔ راجہ دریودھن مجھے اس خدمت سے معاف رکھو۔ کرن کو بہت کچھ زعم ہے وہ میری کچھ حقیقت نہیں سمجھتا۔ اگر وہ میدان جنگ میں جائے گا تو میں تیر و کمان سے دست بردار ٭

کرن۔ آپ شوق سے جایئے لڑیئے میں پہلے ہی قسم کھا چکا ہوں کہ جبتک آپ ہار نہ مانینگے تب تک ہتھیار کو ہاتھ نہ لگاؤں گا جب آپ ہار مان جائینگے تب میں دکھاؤنگا کہ کرن میں بھی کچھ طاقت ہے یا تو میں ارجن کو نشانۂ تیر بناؤنگا یا وہ مجھے خاک پر سلائے گا ٭

دونو طرف جنگ کی تیاریاں ہوگئیں سب سامان لیس ہوگیا جو پانڈوؤں کے مددگار راجے بھولے بھٹکے ادھر سے گزرے انہیں دوشاسن دُکھنی نے اپنے یہاں روک لیا ایسے فقرے چلے کہ وہ بھی چپیر غٹو ہو گئے گر پانڈوؤں کو دغا فریب سے کچھ سروکار نہ تھا۔ وہ صرف کرشن چندرجی کے بھروسے پر کسی کی پرواہ نہ کرتے تھے۔ مددگار راجاؤں کی ایسی خاطر تواضع تھی کہ سب کا دل خوش ہو جاتا تھا۔ جانبین کے فوجی پڑاؤ منزلوں تک تھے وسط میں ایک ایسا وسیع میدان خالی تھا جس میں ایک دم سے لاکھوں فوج تیر و خنجر کے جوہر دکھا سکے پانڈوؤں کی طرف ۷۔ اکشوہنی فوج تھی اور دریودھن کے زیر علم گیارہ۔ اس اٹھارہ اکشوہنی دل کے علاوہ نہ جانے کتنے فیلبان۔ سائیس۔ شتربان۔ گھسیارے۔ بھارکش۔ خدمتگار۔ گوئندے۔ مخبر۔ پیغامبر۔ نعش بردار۔ گورکن وغیرہ تھے۔ گیارہ اکشوہنی دل کی تعداد حسب ذیل تھی ٭

تفصیل لشکر	پانڈو (سات اکشوہنی)	کورو (گیارہ اکشوہنی)	میزان (اٹھارہ اکشوہنی)
دلاوران فیل نشین	۱۵۳۰۹۰	۲۴۰۵۷۰	۳۹۳۶۶۰
اسپ سوار	۴۵۹۲۷۰	۷۲۱۷۱۰	۱۱۸۰۹۸۰
رتھ سوار	۱۵۳۰۹۰	۲۴۰۵۷۰	۳۹۳۶۶۰
فوج پیادہ	۷۶۵۴۵۰	۱۲۰۲۸۵۰	۱۹۶۸۳۰
میزان	۱۵۳۰۹۰۰	۱۴۰۵۷۰۰	۳۹۳۶۶۰۰

واضح ہو کہ ایک اکشونی میں فوج کی تعداد حسب ذیل ہوتی ہے

قسم فوج	پتی	سینامکھ	گلم	گن	باہنی	پرتنا	چمو	انی	اکشونی
ہاتھی	۱	۳	۹	۲۷	۸۱	۲۴۳	۷۲۹	۲۱۸۷	۲۱۸۷۰
گھوڑے	۳	۹	۲۷	۸۱	۲۴۳	۷۲۹	۲۱۸۷	۶۵۶۱	۶۵۶۱۰
رتھ	۱	۳	۹	۲۷	۸۱	۲۴۳	۷۲۹	۲۱۸۷	۲۱۸۷۰
فوج پیادہ	۵	۱۵	۴۵	۱۳۵	۴۰۵	۱۲۱۵	۳۶۴۵	۱۰۹۳۵	۱۰۹۳۵۰
میزان	۱۰	۳۰	۹۰	۲۷۰	۸۱۰	۲۴۳۰	۷۲۹۰	۲۱۸۷۰	۲۱۸۷۰۰
اکشونی کا بیان	پتی	تین پتی کا ایک سینا مکھ	تین سینا مکھ کا ایک گلم	تین گلم کا ایک گن	تین گن کی ایک باہنی	تین باہنی کی ایک پرتنا	تین پرتنا کا ایک چمو	تین چمو کا ایک انی	دس انی کی ایک اکشونی ہوتی ہے

ادھیائے ۲۳

الوک برادر شکنی کی راجہ جدھشٹر کی خدمت میں آمد دریودھن کی طرف سے پیغام رسانی۔ موافقین راجہ جدھشٹر کی برہمی۔ جواب ترکی بہ ترکی۔

کروکشیتر کے میدان میں کوروؤں اور پانڈوؤں کا ٹڈی دل چھا گیا فوج آراستگیاں اچھی طرح سے ہو گئیں۔ شکنی دوشاسن اور کرن نے دریودھن کو مشورہ دیا کہ پہلے ایک سفارت بھیجئے جب پانڈو تیئے ہی رہیں تو طبل جنگ بجائیے کہ آئین جنگ کا دُنیا کے دکھاوے کیلئے بناہ ہو جائے دریودھن نے شکنی کے بھائی الوک کو حکم دیا کہ جائیے سری کرشن جی کی موجودگی میں حرف بحرف میرا یہ پیغام سُنائیے پانچو پانڈو! تم نے اپنی ہی حماقت سے قمار بازی میں دولت و سلطنت ہاری جنگلوں

میں مارے مارے پھرے۔ تم کو تمہاری حماقتوں کی سزا ملی۔ تم نے کشتری دھرم کا کبھی پاس
نہ کیا اسلئے حکومت کے مستحق نہیں۔ تم کشتری ہوتے تو اُسی وقت تلواریں چمکا دیتے جب
دروپدی کی راج سبھا میں دُرگت ہوئی تھی۔ تمہاری شرم جاتی رہی۔ تم نے غیرت کھودی۔
ہیز سے ہیز۔ نامرد سے نامرد۔ بیکس سے بیکس۔ بے بس سے بے بس اپنی آنکھوں
سے مجبور دلنواز کی بیعزتی دیکھنا گوارا نہ کریگا مگر تم بیحیا تھے کہ چپ لگائے بیٹھے رہے اور کشتریوں
کے دھرم کو داغ لگا دیا۔ اگر تم چھتری ہوتے تو کان دبائے ہوئے جنگل کی راہ نہ لیتے۔ نامرد
بھی وہ پھبتیاں۔ وہ ادکھیاں سُنکر چپ نہ رہ سکتے تھے جو بن میں نکالتے وقت دوشاسن
وغیرہ کی زبان سے بیساختہ نکلی تھیں۔ تم نے راجہ براٹ کی غلامی کا طوق پہنا۔ بھیم سین نے
توے کی چاند ٹھونک کر پرائے ٹکڑوں سے پیٹ پالا۔ ارجن بیوقوف۔ بیحیا دو دن کی زندگی
کے واسطے مرد سے ہیجڑا بنا۔ ناچا۔ گایا۔ ہاتھ مٹکائے نخرے دکھائے۔ چوڑیاں پہنیں
ناک چھدائی۔ اسی طرح تم پانچوں بھائیوں نے راجہ براٹ کے خدمتگاروں میں اپنا
نام لکھوایا۔ ذرا شرم نہ آئی۔ خاندان کی عظمت پر دھبہ لگایا۔ کنبہ بھر کی ناک کٹائی۔ آجتک
تم سا ننگِ خاندان۔ ننگِ قوم چندر بنس میں پیدا ہی نہ ہوا تھا۔ ایسے کل کلنکوں کو کشتریوں
کا راج کبھی نہیں مل سکتا۔ سری کرشن جی مددپر ہیں تو کسی کا کیا بنا لینگے اُنہوں نے بھی
بہادروں کا ساتھ نہ دے کر ہیجڑوں کی رفاقت میں بٹہ لگا دیا وہ کچھ کیوں نہ ہوں
کورواب شمشیر برہنہ ہیں اُن کا جی چاہے تو وہ بھی آجائیں۔ کرن موجود ہے ارجن میں جان
ہے تو گرجنے والوں کا برسنا دکھاوے۔ بھیم سین گدا کو سنبھالے دیکھیں وہ دوشاسن کا خون
پی کر میری ران توڑتا ہے۔ یا میں اُس کا سر۔

برسنے والے بادل گرجتے نہیں۔ بہادر زبانی جمع خرچ نہیں کرتے۔ جو کہتے ہیں کر کے
دکھا دیتے ہیں اب ہم لوگ چٹ لنگوٹ کس چکے جسکو ڈنڈبلوں کا زعم ہو اکھاڑے میں
اُتر آئے۔ بھیشم پتامہ اور درونا چارج کے تیروں کا مزہ اب تک نہیں چکھا ہے جسوقت
اُن کے دھنش بان تیر برسائینگے بیدلی سے چھینٹ جائے گی۔

نامردی و مردی قدمے فاصلہ دارد

شیروں کے سامنے لومڑیوں کا ٹھیرنا محال۔ بازوں کے آگے کبوتروں کی جانبری
ناممکن ہے۔ پس کہتا ہوں کہ بھاگ جاؤ۔ سمجھ لینا کہ جان بچی لاکھوں پائے تمہارے واسطے یہی بہت ہے

اگر روٹیوں کے لالے ہیں تو میں پرورش کی سبیل کر سکتا ہوں۔ جس طرح راجہ براٹ کے یہاں رہے اُسی طرح ہستناپور میں بھی پیٹ پالو۔ تمہارا گھر ہے اگر گیدڑ بھبکیوں سے چاہو کہ شیر دبک جائیں زندگی بھر ممکن نہیں میں سچ کہتا ہوں کہ جس حالت میں ہو بہت اچھے ہو۔ زیادہ کی ہوس کرو گے تو موجودہ حالت سے ہاتھ دھو بیٹھو گے میں نے تمہاری بھلائی کی باتیں سمجھا دیں اب نہ مانو تو اپنا سر کھاؤ۔ جو جیسا کرے گا ویسا پائیگا۔ جو بوئے گا کاٹے گا آگ کھانے والا اپنی ہی منہ جلاتا ہے الوک پیغام لے کر پانڈوؤں کے پاس گیا کل پیغام سُنایا ان کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ تیر و نشتر سے زیادہ تھے تمام راجے مہاراجے تلوار گھسیٹ کر اُٹھ کھڑے ہوئے۔ بھیم سین کو جوش ہوا کہ اسی وقت منہ توڑ کر رکھ دیں۔ سری کرشن جی نے فرمایا ؎

الوک چلے جاؤ۔ دریودھن عقل کے دشمن سے کہہ دینا کہ

بہت بڑھ بڑھ کے باتیں نہ کر تیری موت سر پر کھیل رہی ہے تجھے تیری گیارہ اکشونیاں اندھا کر رہی ہیں گانڈیو دھنش تیری آنکھیں کھولیگا ارجن اور بھیم سین جس بات کا بیڑا اُٹھا چکے ہیں کر کے چھوڑیں گے تیری ران ٹوٹیگی۔ دوشاسن کا خون چوسیگا۔ بے دھرم کہیں کا ادھرم لادتا چلا جاتا ہے اور پھر بھی یہ چیتے یہ دم داعیے ؎

بھیم سین۔ او الوک۔ اُس اُلو سے کہہ دینا کہ بھیم سین کو وہ اپنا ہی سا ہیز سمجھتا ہے اُس کی گدا کے گیاروں اکشونیاں سُرمہ ہو جائینگی یاد رکھے ؎

ارجن۔ ذرا میری طرف سے بھی ذہن نشین کرا دینا کہ باتیں کیا بناتا ہے کیوں موت کے منہ میں آتا ہے جن سورماؤں۔ جن بہادروں پر اُسے ناز ہے اُن کے سر تلیوں کی طرح اُڑتے نہ دکھاؤں تو ارجن نہیں کروکشیتر کے میدان میں خون کا دریا نہ بہا دوں تو کچھ بات نہ کی ؎

بھیم سین۔ دریودھن ران مضبوط رکھے دو چار دس پانچ دن کی مُہلت ہے زیادہ نہیں گیارہ اکشونیاں دریائے خون میں تیرنے کے لئے تیار رہیں شیر ابھی تک سو رہے تھے اُن کو لومڑی نے جگا دیا اچھا کیا۔ اب بھڑ کے چھتے کو چھیڑنے کا مزہ بھی دیکھے۔ جو ناخلف بزرگوں کا کہنا۔ بڑوں کی نصیحت نہ مانے جو بھگوان سری کرشن جی سے بیر مول لے اُس کا ٹھور ٹھکانا کہاں۔ ادھر لڑائی چھڑی اور ادھر کوروؤں کے رتو اُس میں پُس پڑی ؎

اُلکل۔ کورونامردہم سے کیا کھاکر لڑینگے۔ ایک جھڑپ میں تو کام تمام ہو جائے گا۔

دریودھن کی بساط ہی کیا ہے دوشاسن۔ شکنی مکھی مچھر سے زیادہ نہیں کرن منہ کا بھربھریا لڑائی جانے ہی کیا۔ بھیشم پتامہ اور درونا چارج بڈھے جیل۔ کوئی پھونک مار دے تو اُڑ جائیں انہیں کے ہونے پر یہ زعم۔

اے الوک کوروؤں کو سمجھادو کہ زندگی کے دن پورے ہو گئے اب تک عمر بھر ادھرم کیا اب جو دن باقی رہ گئے ہیں ان میں تو کچھ دان پُن کر لیں کہ جمدوتوں کے دھکے گھور نرک میں تو نہ ڈال سکیں دھرم کی لڑائی لڑنے والوں کے لئے بکینٹھ میں جگہ ہے ادھرمیوں کو نرک بھی دھکیل کر کسی اپنے سے بڑھیا جگہ میں پھینکیگا۔

راجہ براٹ۔ بھیا دو الفاظ میری طرف سے بھی سُنا دینا میں صرف یہی کہنا چاہتا ہوں کہ دریودھن بہت دون کی نہ لے زبانی جمع خرچ سے کچھ حاصل نہیں جدھشٹر اس کی نظر میں کچھ مال نہیں تو اُسے مبارک۔ نائی نائی بال کتنے؟ ججمان آگے آجائینگے کل آپ سے آپ معلوم ہو جائے گا۔ کہ کون کیا ہے۔ دریودھن یاد رکھے کہ جن بھیشم پتامہ کے زعم پر زمین پر پاؤں نہیں رکھتا اُن کے لئے ایشور نے مہاراجہ دروپد کو پہلے ہی پیدا کر چھوڑا ہے۔ رہے درونا چارج جی وہ دھرشٹ دمن کے حصے میں ہیں۔

راجہ دروپد۔ سکھنڈی۔ دھرشٹ دمن وغیرہ سب نے الوک کو بوکھلا دیا۔ وہ کس کس کی سُنے کہ کان کے پردے پھٹے جاتے ہیں۔ وہ بدحواس سب کے رعب وداب سے خوف زدہ وہاں سے اُٹھا دریودھن کے پاس آیا اور سب کی تقریریں سُنائیں۔

ادھیائے ۲

معاملات جنگ کے متعلق بھیشم پتامہ و درونا چارج کی تقریریں۔ کرن کی ناراضگی

راجہ دھرتراشٹ کو خبر لگ چکی تھی۔ کہ الوک برادر شکنی پانڈوؤں کی خدمت میں گیا ہے اُنہوں نے سنجے سے دریافت کیا۔

کہو الوک آگیا؟ صلح ہوئی یا کیا؟ پانڈوؤں کا خیال کیا ہے؟

سنجے۔ مہاراج۔ الوک کو پانڈوؤں نے دندان شکن جواب دیدیا۔ وہ لڑائی پر تل گئے سری کرشن
جی نے دھرشٹ دمن کو چترنگی فوج کا سپہ سالار مقرر کردیا۔ ارجن کی کرن و بھیشم پتامہ سے
جوڑ بدگئی۔ بھیم سین دریودھن اور دوشاسن کے مقابلے کیلئے نامزد ہوئے راجہ شل کو دھرشٹ
کیتو سے سامنا ہوگا۔ ساتکی جی اور کرت برما کی پھڑکتی ہوئی جوڑ ہوگی پرشن مینی اور راجہ
جیدرتھ سے یودھامن ٹکر لیگا۔ بھیشم جی کے مقابلے میں سکھنڈی ہی رہے گا۔ سہدیو
اور شکنی سے چھوٹ ہوگی دروپد کے بیٹے ترگشوں کے سامنے خم ٹھونکیں گے ابھمنو اور
راجاؤں کا مورچہ روکینگے اسی طرح سب کو حسب لیاقت خدمتیں بل گئیں اب کل سویرے
سے خون خرابہ شروع ہوگا ٭

دریودھن کے خیمہ جنگ میں بھی تقسیم خدمات کی بحث درپیش ہوئی بھیشم پتامہ
جی بولے۔ درونا چارج جی کو ارجن سے مقابلہ منظور نہیں وہ شاگرد سے لڑنے میں کچیاتے
ہیں راجہ شل بھی کہتے ہیں کہ بھانجوں سے نہ لڑونگا۔ کچھ مضائقہ نہیں میں اکیلا سات
اکشوہنیوں کے لئے کافی ہوں۔ جس وقت کمان سے تیر برسے کائی سی پھٹ جائیگی
میدان میں ایک سر نہ دکھائی دے گا ٭

دریودھن ہاتھ جوڑکر کھڑا ہوگیا اور قدموں پر سر جھکا کر بولا

مہاراج آپ میرے بزرگ ہیں۔ سرپرست ہیں۔ مربی ہیں۔ آپ ہی کے برتے پر
میں نے پانڈوؤں کے مقابلے کا دم مارا ہے اب لاج آپ کے ہاتھ ہے آپ اپنی طاقتیں
دکھائیںگے تو ممکن کیا کہ فتح ہمارے قدموں سے جدا ہوسکے ادھر آپ کی ذات بابرکات ہے
ادھر میرے سوبھائی کرن۔ دوشاسن۔ بکرن پھر ہمیں اپنی جیت میں شک ہی کیا دیکھ
لیجئے گا کہ پانڈوؤں کے سر تتلی کی طرح اُڑتے دکھائی دیں گے ٭

بھیشم جی دریودھن کی عاجزی سے خوش ہوگئے سب راجوں کی طرف
اشارہ کرکے کہنے لگے کہ تمہارے ساتھ ایسے ایسے سورمبیر ہیں۔ گیارہ اکشوہنیوں کے سامنے
سات اکشوہنیوں کی حقیقت ہی کیا ہے؟

ارجن اور بھیم سین بنا ہی کیا سکتے ہیں کرن تو فقط زبان کا بھوہڑا اور ڈینگیا ہے باقی
میں تو جسے دیکھتا ہوں ایک سے ایک زیادہ سورمبیر ہے شکنی۔ پربدیل۔ درونا چارج۔ شل
اسوتھاماں۔ کرپاچاریہ وہ بہادر اور جیالے لوگ ہیں۔ جن کے خوف سے زمین و آسمان

کانپ اُٹھتے ہیں کرن کی زبانی زیٹ زیٹ کے سوا آجتک مَیں نے کبھی نہ سُنا کہ کوئی کارنمایاں کیا ہو۔ ہاں صرف یہ کیا کہ پانڈوؤں سے لڑا دیا۔ کوچ اور کنڈل کھو دئے اپنے زعم کی بدولت پرسرام جی سے سیکھی ہوئی شستر ودیا بھی مٹی میں ملادی۔ ڈینگ مارنے کو کہئے تو زمین و آسمان کے قلابے ملادے مذمت کرنے بیٹھے۔ تو شیر کو لومڑی لُومڑی کو شیر بنادے مَیں نے کبھی اسکی زبان سے اپنی تعریف کے سوا دوسرے کی بڑائی سُنی ہی نہیں۔ تنتنے اکڑنے کو بہت۔ کرنے دھرنے کو کچھ بھی نہیں۔ ڈھول کے اندر پول ہی پول ہے۔ یقین جانئے کہ جس وقت ارجن سے مقابلہ ہُوا۔ ایک ہیش نہ جائے گی۔ ارجن مار کے ڈال دیگا*

درونا چارج۔ واقعی اس میں شک نہیں کرن فقط دکھاوے کا ٹٹو ہے نہ اس میں رتھی بننے کی لیاقت نہ سارتھی کہلانے کا مادہ صرف گال بجانا جانتا ہے*

کرن کی آنکھیں سُرخ ہوگئیں۔ اُس نے قہر بھری نظر سے بھیشم پتامہ جی کی طرف دیکھا اور بھویں چڑھا کر بولا۔

آپ جب دیکھئے میرے ہی پیچھے پڑے رہتے ہیں آپ کی باتوں نے میرا کلیجہ پکادیا۔ مَیں دریودھن کا لحاظ کرتا ہوں۔ کچھ نہیں بولتا۔ جو آپ کہتے ہیں شربت کے گھونٹ کی طرح پی جایا کرتا ہوں نہ آپ کو یہ خیال کہ کسی کی لاکھ آدمیوں میں حقارت ہوتی ہے نہ یہ دھیان کہ چھوٹا گستاخ ہو جائے تو کس کی موتی کی سی آب اُتر جائے درونا چارج جو کچھ بول اُٹھتے ہیں۔ وہ فقط آپ کی ہاں میں ہاں ملانے کو۔ مَیں رتھی نہیں مہارتھی نہیں۔ ادھ رتھی نہیں کچھ بھی نہیں تو آپ کی بلا سے یہ عہدوں کا دمچھلا آپ سب کو مبارک۔ مَیں ایسی جھنجھل سے باز آیا۔ مہارتھی کی دم نہ لگی نہ سہی مگر وہ ہوں کہ جب آپ جی چھوڑیں گے تو دکھادونگا کہ مہارتھیوں میں کونسا سرخاب کا پر لگا ہوتا ہے۔ راجہ دریودھن بھیشم جی کو سمجھا دیجئے یہ میری مذمت کر کر کے میرا اقبال کم کرتے ہیں بزرگ وہی ہے جو بزرگی کی باتیں کرے۔ سفید بال اور پوپلا منہ بزرگی کے نشان نہیں*

بھیشم پتامہ کو اپنے دھنش بان کا غرور ہے بس سپہ سالار ہی انہیں کو کیجئے۔ مَیں اس کے زیر علم جانبازی کرکے اپنا وقار کھونا اور ان کا سر اُونچا کرنا منظور نہیں کرتا کاٹے تو بارھ اور تلوار کا نام ہو مَیں ایسا بیوقوف نہیں*

ادھیائے ۲۵

بھیشم پتامہ کا تنہا میدانِ جنگ میں جانبازی کا تہیہ. پانڈوؤں کے سپہ سالاروں کی تعریف. سکھنڈی کے مقابلے سے گریز. دریودھن کی حیرت. دریافت حال. سکھنڈی کی گذشتہ وموجودہ کیفیت. بھیشم پتامہ کی زبانی.

بھیشم جی کو کرن کا زعم بیجا اور اچھا نہ معلوم ہوتا تھا جب اُس نے پھر ہیکڑی کی تو بولے جو شخص کسی کی پیٹھ پیچھے برائی کرے یا اچھوں کو بُرا بتائے مَیں اُس کی صورت سے چڑھتا ہوں کرن ہمیشہ ہر ایک کی بدگوئی ہی کیا کرتا ہے. پانڈو بھی آخر آدمی ہی ہیں. وہ اگر زعم بھی کریں تو بجا ہے مگر نہیں کبھی بیچاروں نے کوئی بری بات نہیں کی. جوئے میں جو تم سب نے جعل فریب کیا وہ درگذر کر گئے دروپدی کے معاملے کو خاموشی سے ٹال دیا دوسرا کوئی ہوتا تو اُسی وقت خون میں نہلا دیتا اور تب کرن وغیرہ کو معلوم ہوتا کچھ جان رکھتے ہیں مگر وہ نیک نیّت تھے طرح دے گئے. اس چشم پوشی کو تم سب نے اُنکی بزدلی مان لیا. واہ ری عقل. براٹ نگر میں تم سب کو کیا مجھکو بھی مار ہٹایا پھر بھی اُن کی طاقتوں کو نظر میں نہ لانا غلطی نہیں تو اور کیا ہے پانڈوؤں کی طرف کون شخص کمزور ہے. پانچوں پانڈو خود لاکھ مہارتھیوں میں فرداً فرداً ایک ہیں. پھر سکھنڈی. دھرشٹ دمن. راجہ براٹ. راجہ دروپد. ساتکی جی کو دیکھو کس مہارتھی سے کم ہیں. چکتیان. بیردھامو. ابھمنو. دروپد کے پانچوں بیٹے بھیم سین کا بیٹا بڈمبا. راکشی کے کلیجے کا ٹکڑا گھٹوت کچ کیا مہارتھی اور رات رتھی نہیں دھرشٹ کیتو فرزند شپال کنتی بھوج مہارتھی نہیں تو کون ہیں. میں جانتا ہوں کہ راجہ جدھشٹر کے دھرم کا خیال کر کے جتنے چیدہ چیدہ بہادر راجے مہاراجے تھے سب پانڈوؤں کی طرف ہو گئے ہیں اس پر سری کرشن جی بھگوان کی مدد طرہ پر طرّہ. میری مرضی نہ تھی کہ ان کے مقابلے میں ہتھیار اُٹھا کر انہار

شجاعت کروں۔ مگر تم چھیڑ چھاڑ کر بیٹھے اب میرا دھرم یہ نہیں کہ تمکو وقت پر دغا دوں اور لوگوں کو کہنے کا موقع نہ ملے کہ بھیشم پتامہ بڑھاپے میں لڑائی سے منہ موڑ گیا میں جنگ کے موقع پر کبھی نہیں کچیایا لاکھوں سور بیروں میں میری دھاک بندھی رہی کاشی کے سوئمبر میں میں راجہ کی تینوں بیٹیاں ہزار ہا راجوں کے سامنے لے اُڑا جس نے روک ٹوک کی اُس نے اپنی کرنی بھگتی وہ بودی مار کی۔ کہ زندگی بھر یاد رہی ہزار ہزار پھڑک پھڑک کر مر گئے پانی بھی نہ مانگ سکے اپنے منہ سے اپنی تعریف کرنا ٹھیک نہیں کرن کی بات پر بات چل گئی اس سے چند الفاظ منہ سے نکل گئے راجہ دریودھن کوئی نہ لڑے میں سب کو چت کروں گا +

کرن۔ میں نے بھی قسم کھائی ہے کہ جسوقت تک تیر و کمان ہاتھ سے نہ رکھینگے میں بیٹھے بیٹھے دیکھونگا جسوقت آپ تھکے یا ہارے۔ تب البتہ دکھاونگا کہ بہادر ایسے ہوتے ہیں +

بھیشم جی۔ کچھ مضائقہ نہیں میں بھی نہیں چاہتا کہ جیتوں میں اور ڈینگ مارو تم۔ میں تنہا تمام ذلیقوں سے مقابلہ کروں گا صرف سکھنڈی سے جسکا جی چاہے لڑے +

دریودھن۔ سکھنڈی سے نہ لڑنے کی وجہ۔ کیا وہ سر بندھی باندھے ہے +

بھیشم پتامہ جی۔ نہیں یہ بات نہیں۔ میں مرد ہو کر عورت پر ہاتھ نہیں چلا سکتا میں قسم کھا چکا ہوں کہ جیتے جی شادی نہ کروں گا۔ پھر کیا عورت کا سامنا کروں۔ عورت کو دیکھو کر دل قابو میں رہے یا نہ رہے +

دریودھن۔ میں اس رمز کو کچھ نہ سمجھا ذرا تشریح کیجیے +

بھیشم پتامہ جی۔ راجہ کاشی کی جو تین لڑکیاں میں چھین لایا تھا اُن میں سے ایک انبا نام سے مشہور تھی اُس نے مجھ سے کہا:۔

مہاراج میری شادی راجہ شالو کے ساتھ ٹھہر چکی ہے اب میں دوسرے کا منہ دیکھنے کی مستحق نہیں رہی میں نے فوراً اُسے راجہ کاشی کے یہاں پہنچا دیا۔ راجہ شالو کی خدمت میں گئی اور کہا۔

خدمت میں قبول کیجئے۔ بڑی مشکل سے آنے پائی ہوں +

راجہ شالو۔ تمہارا یہاں کام نہیں تم بھیشم پتامہ کا مال ہو چکیں۔ غیر کی جیتی ہوئی عورت سے مجھے کیا سروکار +

انبا سخت پریشان ہوئی۔ نہ ادھر کی رہی نہ اُدھر کی اُس نے قسمت کو رونا شروع کیا

باپ سے جوشِ محبت میں گریہ وزاری دیکھی نہ گئی مسری پرسرام جی سے روئے پیٹے بیٹی کا
دردِ دُکھ کہا پرسرام جی میرے گرو ہیں۔ انہیں نے کرکشیتر میں ۲۱ دفعہ چھتریوں کا قتلِ عام کر کے
ان کے خون سے اپنے پتا کا ترپن کیا تھا۔ وہ مجھے ملے اور ارشاد فرمایا کہ

انبا کی مٹی کیوں خراب کر رکھی ہے اُسے رکھو اس کی زینت بناؤ ۔

میرا جواب تھا کہ مجھکو عورت سے کیا واسطہ ہے۔ مَیں تو قسم کھا چکا ہوں کہ شادی نہ کرونگا ۔

پرسرام جی۔ اگر میرا حکم نہ مانو گے تو پچھتاؤ گے میں تیر و خنجر سے سیدھا کر دوں گا ۔

نہیں آپکو اختیار ہے مگر میں انبا کو قبول نہیں کر سکتا ہے مجھے اپنا دھرم کھونا منظور نہیں خواہ کچھ ہی ہو

پرسرام جی۔ تو پھر تیار ہو جاؤ۔ کل کرکشیتر میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہوگا ۔

میں نے دوسرے دن نور کے تڑکے بدن پر ہتھیار سجے۔ رتھ پر سوار ہو کر کرکشیتر
میں پہنچا۔ پرسرام جی پیدل تھے۔ میرے پاس آئے۔ میں رتھ سے کود کر قدموں پر گر پڑا پرنام
کی اور کہا یہ تو محض بے ادبی ہے مَیں رتھ پر سوار ہوں اور آپ پا پیادہ رہیں ۔

پرسرام جی۔ مجھے پیدل نہ سمجھو۔ مَیں جب تپ کے رتھ پر سوار ہوں ۔

مَیں۔ آپ مجھے فتح کا بردان دیں ۔

پرسرام جی۔ یہ بات ممکن نہیں مَیں اشیرباد کے عوض تم کو شکست دُونگا۔ مَیں تمہارے
لحاظ و ادب سے بہت خوش ہوا تمہارا دھرم ادھ کچرا نہیں۔ دھرم کے مقابلے میں تمہیں
بردان کی کیا ضرورت ہے ۔

اچھا تیار ہو جاؤ۔ دیکھوں تُم میں کیا دم ہے ۔

لڑائی چھڑ گئی پہلے میں نے وار کیا ایسے تیر مارے کہ پرسرام جی خون میں نہانے لگے پرسرام
جی کو ان زخموں کی پرواہ ہی کیا تھی اُنہوں نے تیر برسائے تو مَیں بیہوش ہوگیا سارتھی
(رتھبان) رتھ پھیر کر بھاگا۔ تھوڑے فاصلے پر میری مرہم پٹی کی۔ ہوش میں لایا گود میں بٹھا
لیا دو چار گھونٹ پانی پلایا۔ جب میرے ہاتھ پاؤں کی سنسناہٹ مٹی۔ رگوں میں تازہ
خون دوڑا۔ مَیں پھر تازہ دم ہوگیا اور کئی روز تک لڑائی جاری رہی۔ معرکہ اس قدر سخت
تھا کہ دانتوں پسینہ آ رہا تھا۔ اسی عرصے میں میری ماتا سری گنگا جی تشریف لائیں۔
اور آٹھ بسو بھی برہمنوں کے بھیس میں مائل سیر ہوئے جس جس وقت میں پرسرام جی
کے بانوں سے تنگ آیا۔ اُنہوں نے حمایت کی اور ڈھارس دی کہ

جی نہ چھوڑنا۔ پرسرام جی تم سے زیر ہوں گے ۔

چار پانچ روز محاربہ عظیم پیش رہا۔ دونوں طرف سے برہما استر اور دب استر چلتے رہے مگر فتح و شکست کا فیصلہ نہ ہوا آخر آٹھ بسوؤں نے مجھے کہا کہ

پرسواپا استر چلاؤ۔ ابھی ابھی پرسرام جی جی چھوڑ دیتے ہیں ۔

پرسواپا استر ابھی چلنے ہی پر تھا کہ دیوتا چلا اُٹھے ۔

خبردار استر چلّے سے نہ نکلے ۔

میں نے اوپر نظر کی تو وہی آٹھ بسو سامنے تھے نارد جی نے بھی ان کی طرح مجھے اس ارادے سے باز رکھا اور میں نے پھر برہما استر چلانا شروع کیے۔

پرسرام جی نے فرمایا خوب برہما استر چلاؤ کچھ نہ ہوگا۔ اب اپنی خیریت مناؤ فتح تمہاری طرف سے ادھر آگئی پرسرام جی کا جوش دیکھ کر دیوتا آئے فہمائش کی کہ اب لڑائی موقوف کیجئے آپ برہمن ہیں۔ آپ کو غصہ تھوک دینا ہی اچھا ہے ۔

پرسرام جی۔ میں لڑائی سے منہ موڑوں ناممکن ۔

دیوتا۔ (مجھ سے) اچھا تم ہی اپنی طرف دیکھو ۔

میں۔ اور جو کہئے مان جاؤں مگر لڑائی سے ہٹنا کشتریوں کا کام نہیں ۔

جب میں نے بھی نہ مانا تو دیوتاؤں نے پھر پرسرام جی سے منت سماجت کی انہوں نے انبا کو باتوں میں بھلا دیا اور خود تپسیا میں مشغول ہو گئے انبا کے دل پر چوٹ تھی اُس نے میرے خلاف تپ کیا انبا تھی اور جمنا جی کا کنارہ۔ بارہ برس بڑے زور شور سے تپسیا کی میری ماں گنگا جی نے انبا کو سمجھایا کہ بھیشم جی کی جان لینے کو تپسیا کرنا فضول ہے دیکھو لو پرسرام جی اُس سے پچک گئے اُنہوں نے بھی مخالفت کا خیال چھوڑ دیا۔ اب تم بھی اس کی طرف سے صاف ہو جاؤ۔ وہ وہاں سے چلی گئی اور اس سنسان جنگل میں آوارہ گردی اختیار کی۔ جہاں چمن اور رکوسک ایسے ایسے مقدس رشیوں کا آشرم تھا انبا کا جپ تپ ایسا ویسا نہ تھا اس نے صدق دل سے شیوجی میں دھیان۔ رکھا تھا۔ اس لئے شیوجی نے درشن دے کر فرمایا:۔

اطمینان رکھو۔ میں تیری خواہش پوری کرونگا۔ پہلے تو تو عورت ہوگی۔ پھر عورت سے مرد اگلے جنم میں تیرے ہی سر بھیشم پتامہ کے مارنے کا سہرا بندھیگا خواہ آڑ ارجن کی ہو

امبا کے تن بدن سے آگ لگی تھی اُس نے موت کا انتظار کر کے آگ میں جسم پھونک دیا۔ اور راجہ دروپد کے جگیہ میں لڑکی کا قالب پاکر ایک زمانہ میں مرد بن گئی چنانچہ وہی امبا یہ سکھنڈی ہے جسکے مقابلے سے میں کنائی کاٹنا چاہتا ہوں کیونکہ عورت پر میرا ہاتھ نہیں اُٹھ سکتا خواہ وہ ہزاروں میں ایک ہی مرد کیوں نہ ہو +

ادھیائے ۲۶

دریودھن وغیرہ کا زعم۔ خودسرائی اور جوش جنگ

راجہ دھرتراشٹ کو چین نہ پڑتا تھا وہ ذرا ذرا دیر میں سنجے سے پوچھتے تھے کہ سناؤ کیا حال گزرا۔ کیا واقعہ ہوا سنجے گھڑی گھڑی کی خبر سناتا اور مہاراج کا دل لبھاتا تھا۔ جب پھر استفسار کیا تو عرض کی کہ

مہاراج جب جنگ کی ٹھن گئی پانڈو چاق چوبند ہو گئے تو دریودھن نے بھیشم پتامہ پر خوب روغن قاز ملا۔ بڑھاوے دے دے کر کہا کہ

پرسرام جی کو آپ نے مار ہٹایا یہ کیا وہ کیا آپ ایسے آپ ویسے آپ کا بہادری میں یوں نام ہے زمانے میں ایسی دھاک۔ ذرا فرمائیے کہ آپ پانڈوؤں کو گے روز میں تحس نحس کر سکینگے ؟

بھیشم پتامہ ۔ کل دوپہر تک تو دس ہزار لاشیں مجھ سے گنوا لو۔ رہی فتح ۔ اُس کے لئے ایک مہینہ بہت ہے۔

دریودھن ۔ (درونا چارج سے) آپ اپنی فرمائیے +

درونا چارج ۔ بڑھاپا ہے۔ ہاتھ پاؤں جواب دے چکے ہیں۔ اگلا سا دم کہاں ایک مہینہ میرے لئے بھی سمجھ لو +

دریودھن ۔ (کرپا چارج سے) آپ کیوں خاموش بیٹھے ہیں۔ کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ پر اس لڑائی کا دارومدار ہی نہیں آپ کے روز کا اندازہ لگاتے ہیں +

کرپا چارج ۔ دو مہینوں سے کم کیا کہوں +

اسوتھاماں ۔ اُف اوہ دو مہینے ۔ میں تو دس دن کافی سمجھتا ہوں +

کرن - ابھی دس دِن - تم بھی کہو گے کہ ہم بہادر ہیں - پانچ دِن بھی پانڈوؤں کی ہڈیاں کچلنے کے لئے بہت ہیں ہو +

بھیشم پتامہہ - اسوتھاماں خصوصاً کرن کی تقریر پر ہنس پڑے اور بولے :-
خیالی پلاؤ پکالو جسوقت ارجن گانڈیو دھنش کو تان کر میدان جنگ میں کھڑا ہوا تو دل کے دل پھٹ جائیں گے - سری کرشن جی کی صورت دیکھتے ہی رُوح قبض ہو جائے گی +

سنجے نے راجہ دھرتراشٹ سے جو کچھ کہا - گوئیندوں نے راجہ جدھشٹر کو فوراً جا کر خبر پہنچائی - سری کرشن جی نے فرمایا -
سب کو خواب دیکھ لینے دو - بھیشم پتامہ کو اُسوقت قدر عافیت معلوم ہو گی جب سکھنڈی سے سامنے ہو گا اُن کا کیا منہ ہے کہ دس ہزار فوج روز قتل کریں - پہلے پہلے اپنی خیر تو رکھیں - خیر کل دیکھا جائے گا +

ارجن - کوروؤں کو اپنے یہاں کھچڑی پکا لینے دیجیے جب گانڈیو دھنش اچار نکا لیگا چٹنی کرے گا تو سارے بیلے ہوئے پاپڑ چُور چُور ہو جائیں گے - ساری بہادری کُتّے کے کھائے ہوئے گھی کی طرح نکل جائے گی +

ادھیائے ۲۷

کوروؤں اور پانڈوؤں کی فوجوں کا کرکشیتر میں آمنا سامنا

آغاز جنگ کا دن آیا ایک رات پہلے سے بہادران خنجر گذار کو نیند نہ پڑی تھی سب اندھیرے منہ ہی سے سلاح جنگ پہنکر چست و چاق ہو گئے - بھیشم پتامہ اور درونا چارج جی کی سج دھج کچھ اور ہی تھی گلے میں پھولوں کی مالائیں - پوشاک سفید دودھ سے دھوتی ہوئی ماتھے پر چندن کا تلک - پگڑی میں سر پر مرصع جیغہ و سرپیچ پڑ کھو

بے شمار۔ ہاتھی قطار در قطار۔ سوار برہنہ شمشیر۔ پیادے سینہ سپر۔ کوروؤں کی پیشقدمی سنکر دھرشٹ دمن راجہ جدھشٹر کی خدمت میں آئے۔ حرکت فوج مخالف کو خبر کی ۔

راجہ جدھشٹر سری کرشن جی کے پیچھے پیچھے چلے۔ رتھوں پر سب ہتھیار رکھے ہزار ہا گائیں دان دیں برہمنوں کو دکشنائیں دے کر مالا مال کیا۔ اور میدان جنگ کی طرف فوج کا کوچ ہوا۔ کورکشیتر کا میدان گرد و غبار سے چھا گیا۔ مورچے جم گئے دو سمندروں کا آمنے سامنے جزر و مد۔ انسان کیا۔ دیوتاؤں کا بھی دل ہلا ہوا تھا۔

اُدیوگ پرب ختم

ہر قسم کی کتب دھارمک اہل ہنود و سکھ مذہب کی سوانحعمریاں باکفایت

ملنے کا پتہ لالہ رامدتہ مل اینڈ سنز تاجران کتب

لاہور